

مختار  
المؤلف  
المؤلف

مختار  
المؤلف

مختار

سنة ١٤١٠ هـ  
مكتبة  
الكتاب  
الكتاب



بِسْمِ تَعَالٰی

فَاسْتَأْذِنُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اہل علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ المنہ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ اور فتاویٰ حنفیہ پر مشتمل

اردو ترجمہ

# دُرِّ الْمَخْتَارِ

المَوْسُومِیَّةُ

## غَايَةُ الْاَوْطَارِ

جلد چہارم

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد حسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ

دُرِّ الْمَخْتَارِ اور اس کی مبسوط شرح فتاویٰ شامی یعنی رد المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی

ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزینہ اور علماء کرام، مفتیانِ عظام اور خواصِ مسلم کیلئے

ایک قیمتی سرمایہ



— ناشر —

سید ایچ ایم ریکی پنی اور منڈل کراچی  
پاکستان چوک



نام کتاب \_\_\_\_\_ غایب الاوطان

جلد \_\_\_\_\_ چہارم

مترجم \_\_\_\_\_ مولانا خرم علی و مولانا الحسن علی

طابع \_\_\_\_\_ حاجی محمد زکی تحفہ

مطبع \_\_\_\_\_ ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت \_\_\_\_\_ ۵۸۲ صفحات

تعداد \_\_\_\_\_ چھ سو

سنہ طباعت \_\_\_\_\_ ۱۳۹۹ھ



قیمت \_\_\_\_\_

ناشر \_\_\_\_\_

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادبے منزل - پاکستان سے چوک

کراچی



# فہرست در مختار اردو جلد چہارم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۶	بطریق ہدیہ یا میراث بر سید حلال است	۵	کتاب الاجارۃ
۸۰	کتاب الولاء	۹	ف۔ تفصیل احکام استیفاء منفعت متاجرہ
۸۳	فصل فی ولایہ الموالات	۱۲	ف۔ عادت معتبر است در محلے کہ نص نباشد
۸۶	کتاب الاکراه	۲۰	باب۔ ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خللاً فیہا {
۹۷	کتاب الحجر		ای فی الاجارۃ
۱۰۲	کتاب المأذون	۳۲	باب الاجارۃ الفاسدۃ
۱۲۶	کتاب الغصب۔ فصل	۳۶	حدیث۔ دخول حمام جھجھ موضوع است
۱۳۵	کتاب الشفعة		حدیث۔ ما راہ المؤمنون حسنا موقوف حسن است
۱۳۹	باب طلب الشفعة		نہ مشند
۱۴۶	باب تثبت ہی فیہ اولاً تثبت	۳۸	ف۔ اجرت حیاتی حیوانات حرام است
۱۴۸	باب ما یبطلہا		ف۔ مال معنیان، نوحہ گراں و مزامیر لوازاں حرام است
۱۵۷	کتاب القسمۃ	۴۲	باب ضمان الاجیر
۱۷۱	کتاب المزارعة	۵۱	باب فسخ الاجارۃ
۱۷۸	کتاب المساقاة	۵۷	مسائل شتی
۱۸۳	کتاب الذبائح		ف۔ جواز کرایہ با وجود عدم تعین جانور و بار بسبب تعالیٰ {
۲۱۳	کتاب الحظر والاباحۃ	۵۹	در جوع بہ تعارف
۲۲۳	فصل فی اللبس		ف۔ قاضی را اخذ اجرت بر تحریر دستاویز یا مقدمہ اجرت دیگران
۲۳۰	فصل فی النظر والمس	۶۱	جائز است لیکن نگر فتن افضل است ۱۲
۲۳۵	باب الاستبراء وغیرہ	۶۵	کتاب المکاتب
۲۴۵	فصل فی البیع	۶۸	باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ
۲۴۶	احکام مسجد	۷۳	باب کتابتہ العبد المشترک
۲۶۲	ف۔ اقسام علم	۷۴	باب موت المکاتب و عجزہ و موت مولاه
۲۶۳	ف۔ پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے		تبدل ملک علت علت مال است پس اگر غنی یا مائمی را مال زکوٰۃ از فقر



۴۲۵	فصل فی الجنایۃ علی العبد	۲۶۵	ف۔ فضائل صلہ رحم
۴۲۷	فصل فی غضب القن وغیرہ	۲۶۷	ف۔ خط کے سلام کو پڑھ کر جواب دینا واجب ہے
۴۳۰	باب القسامۃ	۲۷۰	ف۔ زیارت قبور
۴۳۱	کتاب المعاقل	۲۷۳	ف۔ وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں
۴۳۶	کتاب الوصایا	۲۷۶	ف۔ وصیت کا طریق
۴۵۹	باب الوصیۃ ثلث المال	۲۸۰	کتاب احیاء الموات
۴۶۶	باب العتق فی المرض	۲۹۰	کتاب الاشربۃ
۴۷۱	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم	۳۰۰	کتاب الصيد
۴۷۴	باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ	۳۱۲	کتاب الرهن
۴۷۸	فصل فی وصایا الذمی وغیرہ	۳۱۹	باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز
۴۸۰	باب الوصی	۳۲۸	باب الرهن یوضع علی ید عدل
۴۸۸	فصل فی شہادۃ الاوصیاء	۳۳۲	باب التصرف فی الرهن
۴۹۵	کتاب الخنثی	۳۴۷	کتاب الجنایات
۴۹۹	مسائل شتی	۳۶۷	باب القود فیما دون النفس
۵۲۱	کتاب الفرائض	۳۷۷	فصل فی الفعلین
۵۲۶	فصل فی العصبیات	۳۸۲	باب الشہادۃ فی القتل
۵۳۹	باب العول	۳۸۸	کتاب الدیات
۵۵۶	باب توریش ذوی الارحام	۳۸۹	ف۔ قاعدہ کلیہ دیت اعضاء
۵۶۰	فصل فی الغرق والحرق وغیرہم	۳۹۳	فصل فی الشجاج
۵۶۳	میراث حمل	۳۹۹	فصل فی الجنین
۵۶۳	فصل فی المتاسخات	۴۰۳	باب ما یحدثہ الرجل فی الطريق وغیرہ
۵۶۶	باب الخارج	۴۰۹	فصل فی الحائض المائل
۵۶۹	قواعد تصحیح مسائل {	۴۱۴	باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا
	فرائض	۴۲۱	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

تمت بالخیر



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہے اجارہ کے احکام میں مترجم کتاب ہے اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہیں قدم السبہ لکھنا تملیک عین و تملیک منفعت مصنف نے سب کو مقدم کیا اجارہ پر اس واسطے کہ سب عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعت سے بلاتملیک عین یعنی اور اعیان وجود میں مقدم ہیں منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر میں مناسب ہوئی ہے لفظ اسم الاجارۃ وہی ماستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت میں اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا بلفظ اجر دعا کی جاتی ہے یوں دعا دیتے ہیں کہ خدا تجھ کو اجر عظیم دے ہم اجرت لغت میں کرایہ ہے مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہے خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجبراد علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراہ مطاوعی نے کہا شارح کی عبارت میں غلط ہے چنانچہ عینی کی شرح کنز اس پر دلالت کرتی ہے انتہی یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کراہ اور اجر کی تفسیر ماستحق علی عمل الخیر کی ہے و شرعاً تملیک نفع مقصود من اعیین بعوض حتی لو استاجر شیئاً با ادوائی لیتحمل بہا او واجب ليجنبہا بین یدیه او دار الیسکنا او عبد او در اسم او غیر ذلک لا یتعمل علی لیسطن الناس انہ لا فلا جارۃ فاسدۃ فی الكل ولا اجر لہ لانہا منفعتہ غیر مقصودۃ من العین بزانیۃ ویسجدی اور اصطلاح شرع میں اجارہ عبارت ہے اس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لے تاکہ ان سے کھل اور آرائش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کوئل چلاوے یا گھر کرایہ لے اس واسطے کہ اس میں سکونت کرے یا غلام در اسم یا سوائے اس کے اور چیز کرایہ لے اس واسطے کہ استعمال میں نہ لاوے بلکہ تاگمان کریں آدمی کو وہ چیز اسی کی ملک ہے تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور اشارہ مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملے گا اس واسطے کہ تحمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہے عین سے کذا فی البرزانیۃ اور اس کا ذکر آگے آوے کام نفع کی قید سے بیع اور مہجہ خارج ہو گئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ نفع اور عوض میں معلوم اور مبین ہونے کی قید نہیں لگائی اشارہ مذکورہ کے اجارہ میں اجرت ثابت نہ ہوگی اگرچہ تحمل وغیرہ نفع غیر مقصود میں استعمال کرے اور یہ جو فقہاء کا قول ہے کہ اجارہ فاسدہ میں انتفاع سے اجرت واجب ہوتی ہے تو اس صورت پر محمول ہے جب کہ نفع مقصود میں استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح مثلاً اکی بدلانی البیع صلح الاجرۃ لانہا من المنفعۃ اور جو چیز من یعنی بیع میں بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی

ملہ قال المطاوعی تل ایسی فی شرح الكنز الاجرۃ اسم وہی ما یعطى من کراہہ حیر والا جریا مستحق علی عمل الخیر ولذا یدعی بہ لقال اعظم اللہ اجرک انتہی ۱۲ منہ



صلاحیت رکھتی ہے اس واسطے کہ اجرت ثمن ہے منفعت کا ثمن دین بھی ہوتا ہے اور عین بھی اس واسطے کہ بیع المقایض میں عین بدل واقع ہوتا ہے تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے ولا ینعکس کیا فلا یقال مالا یخیز ثمن لا یخیز اجرة بجواز اجارۃ المنفعة بالمنفعة اذا اختلفا کما یسجدی اور قول مذکور منعکس لکھی نہیں ہوتا تو یوں نہ بولیں گے کہ جس کا ثمن ہونا جائز نہیں اس کا اجرت ہونا جائز نہیں بسبب جائز ہونے اجارۃ منفعت کے بعض منفعت کے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں چنانچہ اسکا ذکر کر کے آدے گام اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہے اور بیع میں منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہیں عکس کلی سے یہاں عکس لغوی مراد ہے نہ عکس منطقی و متعقداً باعتبار تک مذہب الدائر شرعاً بلکہ لان العاریۃ بعض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ میں نے تجھ کو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعض اثنے کے اس واسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہے برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہیں ہوتی تو اگر یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسد ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہ متبیک اور اجرت تک منافعما شہراً بلکہ یا منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجھ کو مہینے بھر بعض اثنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع میں نے تجھ کو اجارہ دیے ایک مہینہ بھر بعض اس قدر کے افادہ رکھنا الا ایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کارکن ایجاب اور قبول ہے مطلقاً دی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہے کہ ہی تمہیک نفع بعض اس واسطے کہ یہ نہیں ہو سکتا بدول ایجاب اور قبول کے انتہی میں کتا ہوں اور شاید کہ کنیت ایجاب اور قبول کی تنقیہ کے لفظ سے نکلتی ہے اس واسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہے ایجاب اور قبول کے ربط سے و شرطاً کون الاجرة والمنفعة معلومین لان جمالتہما تفضی الی المنازعة اور اجارہ کی شرط معلوم اور عین ہونا ہے اجرت کا اور منفعت کا اس واسطے کہ دونوں کا غیر معلوم ہونا منازعت کی طرف پہنچاتا ہے و حکماً وقوع الملک فی البدلین ساعة فساعة اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہے دونوں عوضوں یعنی منفعت اور اجرت دم بدم اور گھڑی گھڑی دم و جہاں کی یہ ہے کہ اجارہ عقد معاوضہ ہے اور احد العوضین منفعت ہے کہ اندک اندک دم بدم پیدا ہوتی جاتی ہے اور معاوضہ مقتضی ہے مساوات کا تو بالظن تراخی فی المنفعة موجب ہے تراخی فی البدل کا ہاں اگر تعجیل اجرت عقد میں شرط ہو گئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر و بل متعقداً لتعاظی ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدة و فی البرازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہو جاتا ہے تعاطی سے بلا ایجاب و قبول لفظی ظاہر خلاصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہے اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور برزازیہ میں ہے کہ اگر مدت اجارہ کی کمر ہو تو منعقد ہوتا ہے اور اگر کمر نہ ہو تو منعقد نہیں ہوتا مام محمد نے اس میں مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعین و بکیں اجارہ لیں تو جائز نہیں اس واسطے کہ بکیں مختلف المقدار ہوتی ہیں تو اگر وہ شخص و بکیں لایا اور مدت جرنے قبول کر لیں پہلے کرایہ پر تو جائز ہے اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے اور یمیر میں ہے کہ میں نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد دخل ہوتا ہے ناؤ میں یا حجامت کرتا ہے یا فصد لیتا ہے یا حمام میں جاتا ہے یا سقا سے پانی پیتا ہے پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہے بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحاوی عن العالمگیریۃ عن التاتاریخانیۃ و لعلم النفع بیان المدة کا سکے والزراعتۃ مدة کذا ای مدة کانت وان طالت ولو مضانیۃ کا جرح غدا و للموجر بیعاً یم بطل الاجارۃ بلفتی خانیۃ اور منفعت معلوم ہو جاتی ہے مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اس قدر مدت تک کوئی مدت ہو اگر چہ مدت معینہ دراز ہو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھ کو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیع ڈالنا جائز ہے اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائے گا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ مدت طویل



کا اجارہ جائز ہے اگرچہ موجب اور مستاجر اُس مدت تک زندہ نہ رہیں یہی قول خصاف کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابد کے ہے اور تابد مبطل جابر ہے یہ قول ہے ابو عامر عامری کا کذا فی الخطاوی ولم تزد فی الاوقاف علی ثلث سنین فی الضیاع و علی سنتہ فی غیرہا کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزوں میں تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہ ہوگی اراضی میں اور ایک برس سے زیادہ جائز نہیں غیر اراضی میں چنانچہ گھر اور دکان میں جس طرح باب الوقف میں اس کا بیان گذر گیا والحیث ان یعقد عقوداً مستقرۃ کل عقد سنتہ بکذا فیہ من العقد الاول لانہ ناجز لالباقی لانہ مضانی فللمتولی نسخہ خانینہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اس واسطے کہ وقت حاضر کا عقد بے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہ ہوں گے کہ وہ مضان بزمان مستقبل میں تو متولی کو اُس کا نسخہ کر ڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ و فیما لو شرط الواقف مدۃ یتبعہ الا اذا کانت اجارۃ اکثر نفعاً فیوجہ القاضی لا المتولی لان ولایت عامۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اُس شرط کی پیردی لازم ہے مگر جب کہ اس کے اجارہ میں نفع کثیر ہو تو قاضی اس کو اجارہ دے نہ متولی اس واسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قدمنا فی الوقف ان الفتویٰ علی البطلان الاجارۃ الطویلۃ ولو یعقد و یسجی متناہی راجع و لیحفظ میں کہتا ہوں اور ہم مقدم بیان کر چکے ہیں کتاب الوقف میں کہ البطلان اجارہ طویلہ پر فتویٰ ہے اگرچہ یعقد و جدا گانہ ہو اور اس کا ذکر متن میں عنقریب آوے گا تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کو یاد رکھنا چاہیے قلو اجرہا المتولی اکثر لم یصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا و تنفس فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاویٰ قاری الہدایۃ و رجح المصنف علی مافی النفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح ہوگا نہ زیادہ میں اس واسطے کہ عقد واحد جب بعض میں فاسد ہو تو کل میں فاسد ہوگا کذا فی الخطاوی قاری الہدایۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں فساد کلی کو ترجیح دی ہے النفع الوسائل کے قول پر ہم النفع الوسائل میں مذکور ہے کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل و فساد بالیقین کثیراً من اخذ کرم الوقف او لتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر و یساقی علی اشجارہ لسم من الف ستم اور مصنف نے اپنی شرح میں اُس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگوروں کی وقف لینے سے یا تیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اُس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہے وقف یا تیم کے اشجار پر مقابلہ ایک سم کے ہزار سم سے ہم یعنی ایک سم تیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہے کذا فی الخطاوی و فالحفظ ظاہر فی الاجارۃ لانی المساقاۃ تو خط یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ میں نہ مساقات میں لینے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہیں اس واسطے کہ مساقات عبارت ہے درختوں کے سینچنے اور گورنے سے بعض بعض شرمین خواہ بعض قلیل ہوں یا کثیر مفادہ فساد المساقاۃ بالاولیٰ لان کلامنا عقد جدید تو مفاد اُس کا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولیٰ فساد ہے مساقات کا اس واسطے کہ ہر ایک اُن دونوں میں سے لینے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے ہم منح الغفار میں خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض تیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہیں اس واسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسوں کے مقابلہ میں تقویر مال ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ میں اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسوں کا اجارہ اہرت مثل سے کتر ہو تو صحیح نہ ہوگا انتہی وجہ ادبیت کی یہ ہے کہ عقد مذکور تیم اور وقف کے واسطے خیر اور شرف دونوں ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد سر اسر اور بالکل شرم ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اُس کا فاسد ہونا بطریق اولیٰ ہے ضمیر مفادہ کی اُس کی طرف راجع ہے



جو اس کے کلام سے مستفاد نہیں کذا فی الخطاوی قلت وقید واسرۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی الجمع علیہ فی سری جمع بین حرر  
عبد بخلاف الضعیف المختلف فیقتصر علی محله ولا یستداه جمع بین عبد و مدبر بقدر بر میں کتابوں اور بیع فاسد کے باب میں فقہانے سرایت فساد  
کو مقید لفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد میں فساد پھیلے گا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ  
تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے گا اور وہاں سے تجاوز نہ کرے گا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد میں تو اس کو تال کریم یہ شارح نے النفع الوسائل  
کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد ضعیف ہے تو زیادت پر ٹھہرا رہے گا اور اس تک نہ پھیلے گا کذا فی الخطاوی  
وجعلہ ایضاً من الفساد الطاری متنبہ اور یہ بھی ہے کہ نفعیوں نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے تو آگاہ رہم یہ دوسری تائید ہے یعنی جب  
کہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد میں ساری نہ ہوگا خطاوی نے کہا کہ اس کے طاری ہونے میں تال ہے یعنی اس واسطے کہ صلب عقد میں دخل ہے  
اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وی زید باع ضیعة من ترکتہ لدین علی انہا ملک ثم طہران بعضاً وقف مسجد علی بیع البیع  
فی الباقی اجاب فریق بنعم و فریق بلا والی بعضہم رسالۃ ملخصاً ترجیح الاول فتال اور ملک روم کے حوادث سے یہ مسئلہ منسلک ہے کہ زید کے وی  
نے اس کے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادائے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا  
باقی زمین میں بیع صحیح ہوگی یا نہیں علماء کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہاں باقی زمین یعنی غیر موقوف میں بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے  
جواب دیا کہ نہیں باقی میں بھی صحیح نہ ہوگی اور بعض علماء نے اس میں رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اس کو تال کریم شارح نے  
امر بالتال سے النفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا جموی نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ عقد واحد میں بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی  
عالمگیری اس پر دلالت کرتا ہے کہ عقد جب ایک ہو تو فساد مقتدی ہو جاتا ہے کذا فی الخطاوی و فی جوابہ الفتاوی اجریضیۃ و قفائل سنین و کتب فی  
الصک انہ اجر ثلثین عقداً کل عقد عقبی الآخر لا یصح الاجارۃ و ہوا صحیح و علیہ الفتوی صیانتہ للاوقاف ثم قال و لو قضی قاضی بصحیحاً تجوز و یرفع الخلاف  
انتہی اور جوابہ الفتاوی میں ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز میں لکھا کہ اس نے بیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے  
عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اوقاف کی حفاظت کے واسطے  
یعنی تاکراتی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرے پھر جوابہ الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکور کی صحت کا  
حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائے گا انتہی ہم رفع خلاف اس وقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ میں حکم کرے اس طرح پر کہ دوسری  
ہوں ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الخطاوی قلت و سبحی ان المتولی والوصی لو اجر بدون اجر المثل  
یلزم المستاجر تمام اجر المثل وانہ یعمل بالانفع للوقف میں کتابوں اور آگے آوے گا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دیں کمتر اجر مثل سے تو مستاجر پر  
ہو بلا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اس پر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہے وقف کے واسطے و فی صلح الخانیۃ متی فسد العقد فی بعض مفسد مقارن یفسد فی کل  
اور صلح خانیہ میں ہے کہ جب عقد بعض میں فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا مفسد اپنی شرح میں اس قول  
کو لایا ہے قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کے واسطے و یعلم النفع ایضاً ببيان العمل کا یصاغتہ و ابیغ والیضا طہ بما یرفع الجمالۃ اللہ  
بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو جہالت کو دور کر ڈالے عمل زرگری میں  
ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ میں کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے  
اور دوخت میں جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے ولہذا محیط میں ہے کہ اگر بن دیکھے دس



کپڑوں کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اس واسطے کہ کپڑا غلظت اور رقت میں مختلف ہوتا ہے  
 انتی فی شرط فی استجار الدابة للمركوب بیان الوقت والموضع فلو خلا عنهما فمضى فاسدة بزایہ تو سواری کے واسطے جانور کے کرایہ لینے میں بیان وقت  
 یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونوں کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البرزخ یعنی اس واسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہیں و علم  
 لایضا بالاشارة کنتقل هذه الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ لے جانا اس طعام کا فلا نے مکان تک  
 ہر چند منفعت مشار الیه نہیں ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر و العلم ان الاجر لا یلزم بالعقد ولا  
 یجب لتسليمه بل یجوز فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہیں عقد سے تو واجب نہیں اس کی تسلیم یعنی اس کا ادا  
 کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعمیل سے یا اجارہ حاضرہ میں تعمیل کے مشروط ہونے سے لازم تسلیم ہوتی ہے مگر اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری  
 ادا کر دی تو اب اس کو نہیں پھیرے سکتا کذا فی الطحاوی عن العتابة اما المضافه فلا تملك فیها الاجرة بشرط التعمیل اجماعاً اور اجارہ مضافہ یعنی  
 وقت غیر موجود کے اجارہ میں اجرت ملوک نہیں ہوتی تعمیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل یجوز عقودانی کل الاحکام فیفتی بروایت تمسکاً  
 بشرط التعمیل للحاجۃ شرح وہبانیہ للشر بنلابی اور بعضوں نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام میں عقود ٹھہرایا جائے پھر اجرت کے مالک ہونے کا  
 فتویٰ دیا جائے بشرط التعمیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح وہبانیہ للشر بنلابی م شارح سے یہاں اختصار مغل واقع ہوا بل تفصیل مطلب  
 ظاہر ہوگا اجارہ مذکورہ بخار میں متعارف ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھریا زمین کا اجارہ کرتے ہیں متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال  
 سے نکال دلتے ہیں اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نہ رہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہیں اور کچھ سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہیں  
 علماء اس کے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہیں بعض مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہیں اور بعض ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہیں اس  
 واسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجئے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہریں اور اجارہ مضافہ میں اجرت ملوک نہیں ہوتی نہ تعمیل سے نہ شرط تعمیل سے  
 اور غرض اس اجارہ سے ملک اجرت سے صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ در حق سائر احکام عقود معتبر کیجئے اور در حق ملک اجرت  
 تعمیل یا بشرط تعمیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجئے انتی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر تجھ کو اجارہ دیا کل اتنی اجرت  
 پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ اس میں بشرط تعمیل ہل ہے اور بالفعل اس پر اجرت لازم نہ ہوگی چنانچہ زعلی نے بیان کیلئے و لہذا علی نے کہا کہ اس  
 تحریر سے کچھ معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شر بنلابی کے مانند محرم اور منفع نہیں ہے اور اگر شارح یوں کہتا قلیل یجوز عقوداً و احد فیفتی بروایت تمسکاً  
 بشرط التعمیل ای علی ہذا القول تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی او الاستیفاء للمنفعة یا اجرت لازم ہوتی ہے منفعت کے حاصل کر چکنے سے  
 او ممکنہ منہ الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہے استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتوں میں باوجود قدرت لانہ  
 نہیں ہوتی جو اشباہ میں مذکور ہیں مگر جب موجب مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اس کی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی  
 طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہرے گا اور اس وقت میں اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کرے گا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی  
 تو اگر موجب کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اس کے اسعار سے فارغ نہیں یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر میں یا مدت میں تسلیم کی لیکن  
 اس کو غیر محل اجارہ میں جس کو رکھا یا اس کو محل اجارہ میں رکھا اور اس میں کوئی عذر ہے مانع یا موجب کی طرف سے کوئی عذر نہیں لیکن حاکم یا غاصب  
 نے اس کو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسد تھا تو اجرت ان صورتوں میں لازم نہیں کذا فی المحموی اشباہ کی مستثنی صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ

ف تفصیل احکام استیفاء منفعت مستاجرہ ۱۲



قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اس کو اپنے پاس باندھ رکھا اور اس پر سوار نہ ہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اس کو چند سال رکھ چھوڑا بدول پہننے کے تو اجرت لازم نہ ہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اس کو سپنا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہاں تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اس کو پہنے جاتا تو کپڑا مچھتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحاوی تم فرع علی ہذا بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمكن من الانتفاع پھر مصنف نے اس پر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اس میں مستاجر نہیں رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہے و ہذا اذا كانت الاجارۃ صحیحۃ و اما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العماویۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اس وقت ہے جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارہ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع فقط قدرت سے چنانچہ اس کو عماریہ میں شرح بیان کیا ہے و ظاہر مافی الاسعاف اخراج الوقف فیجب اجرتہ فی الفاسدۃ بالتمكن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ میں واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ م خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارہ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہ ہو تو اجرت لازم نہیں مقتدین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہے حالانکہ متاخرین کا خلاف اس میں نظر نہیں آیا اور اجناس میں خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص مصرح ہے عدم وجوب میں پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں شارح اپنا تردد بیان کرے گا کذا فی الطحاوی لمخصا قلت و مل مال الیتیم و المند للاستغلال و المستاجر فی بیع الوفاء علی ما فتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیرجع میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہے اور بیع الوفاء کے اجارہ والی چیز بموجب فتوایں علماء روم بھی اسی طرح وقف کے مانند ہے تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے کچھ تردد کا مقام نہیں چنانچہ ہم مذکور کر چکے اس واسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اس میں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اس کے حکم میں کچھ تغیر نہیں استیجاز بیع الوفاء کی یہ صورت ہے کہ بیع الوفاء کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفاء کے بھیجی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گزر گئی اور وہ چیز اس کے ہاتھ میں باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا اور اس کا نام بیع الاستغلال رکھا اس میں یہ خلل ہے کہ بعد انقضائے مدت اجارہ مالا اجارہ نہیں کذا فی الطحاوی و بقولہ و لیسقط الاجر بالغصب ای باللیلۃ بین المستاجر و المین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اس واسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہو گئی و مل تنفس بالغصب قال فی البدایہ نعم خلافاً لقاضی خان اور کیا اجارہ منقطع ہو جاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں منقطع ہو جاتا ہے بخلاف قاضی خان کے و لو غصب فی بعض المدۃ فنجس بہ اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اس کی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلاً بشفاعۃ او حماۃ اشباہ مگر جب کہ مکان غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ مگر باوجود امکان اخراج مستاجر اس کو نہ خارج کرے گا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اس پر لازم ہوگی اور اگر بدول خرچ مال کے اس کا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیر میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی و لو انکر فک لای غصب



الموجر و ادعاه المستاجر ولا بمنزلة المحکم الحال کسنة الطاحونة اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اس کا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کرے گا پین چکی کے مسئلہ کی مانند یعنی اگر مستاجر گھر میں رہتا ہو منازعت کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اس میں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اس پر کرایہ نہ ہوگا کذا فی النجر اور اگر پین چکی کے مستاجر اور موجر میں اختلاف واقع ہو بعد القضاء مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھکڑے کے رقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الجبلی ولا یقبل قول الساکن لانه فرد وخیرۃ اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ و یقولہ ولا یعتق قریب الموجر لو کان اخریۃ لانه لم یملک بالعقد اور عدم لزوم اجرت بال عقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہو یا ہو اجارہ میں اس واسطے کہ موجر اس کا مالک نہیں ہو گیا فقط عقد اجارہ سے م صورت اس کی یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سوزید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اس کی اجرت مقرر کی تو خالد بجز عقد کے آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی ملک نہیں ہو جاتی والمراد من تمكن من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الارتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اس طرح پر کہ کوئی مانع نہ ہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجهة بعد مضي بعض المدة الموجهة فلیس لاحد سبب الانتناع من التسليم والتسلم فی باقی المدة اذ الم یکن فی مدة الاجارة وقت یرغب فیہا لاجلہ تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گزرنے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہ ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو تب امتناع دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی بعض الموجهة وقت كذلك کبیوت مکة و منی و حوانیتنا من الموسم فانه لا یرغب فیہا بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ تخیر فی قبض البائی کما فی البیع کذا فی النجر اور اگر اجارہ کی چیزیں ویسا وقت ہو جس کے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منی کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اس واسطے کہ بعد موسم حج ان کی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اس وقت میں تسلیم نہ کرے جس کی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی النجر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے تو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گزرنے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید میں اختیار ہوگا و لو سلم المفتاح فلم یقدر علی الفتح لفضیاعہ ان امكنه الفتح بلا کلفة وجب الاجر والا لا اشتباه اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں تو جواب نہیں کذا فی الاشتباه اور اگر مالک نے کما یہ مکان لے اور اس میں رہ مگر اس نے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا میں اس میں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں قبض توڑ ڈالا اور کیوں نہ اس میں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت و کذا لو عجز المستاجر عن الفتح بهذا المفتاح لم یکن تسبیحا لان التحدی لم تصح بحیر فنیہ میں کتا ہوں اور اگر اسی طرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی ہوئی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اس واسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہو کذا فی الصیر فنیہ و لو اختلفا حکم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ



کبھی مستاجر کے پاس ہے مستاجر کتاب ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہ ہوا اور موجب کتاب ہے کہ تو قادر نہ ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجب کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی ولو برہنہ فیئۃ الموجب ذیۃ اور اگر دونوں گواہ لادیں تو موجب کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی الذخیرۃ وکذا بیع اور اسی طرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر کی ساتھ منفع الغفار میں کہا گھر خرید کیا اور کبھی اس کی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کبھی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قاضی ٹھہرے گا اور نہیں تو نہیں کذا فی المنع وقیل ان قالہ قبض المفتح وفتح الباب فتوسلیم والا لا کم بسط المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجب نے مستاجر سے کہا کہ کبھی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کبھی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اس کو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجب طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدائۃ کل مرحلۃ اذا اطلقتہ ولو بین تعین اور موجب کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جائز کرایہ ہر منزل میں جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعین یا تاخیر کے اور اگر تعین یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی تعین ہوگا شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم فملکہ قبل تسلیم لیسقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور پیشوں کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اس میں مزدوری کا مطالبہ ہر دن نہیں بلکہ کام کر چکنے اور پہنچا دینے کے بعد ہے تو اس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہے مگر کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اس کی بلا تعدی مل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی میں ہے وکذا کل من عمل اثر اور اسی طرح ہر ایک اس پیشہ ور کا حکم ہے جس کے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہا اور سنار کہ ان کے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زلیور میں موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا واما اثر کہ کمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحر اور جس کے عمل کا اثر نہیں ہوتا جیسے محال تو اس کی مزدوری مانگنا بجز فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو تو بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہ ہوگی کذا فی البحر وان وصیۃ عمل فی بیت المستاجر و دخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہیں بدوں فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر میں کیا ہو موصف کا یہ قول اس کو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر میں عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ زیلعی میں ہے کہ خیاطت وغیرہ میں مستاجر کے گھر میں تسلیم محال ہوتی ہے بجز فعل کے اس واسطے کہ وہ مستاجر کے گھر میں ہے اور گھر اس کے قبضے میں ہے تو اس میں تسلیم حقیقی کی حاجت نہیں تو اجرت واجب ہوگی بجز عمل کے انتہی تو بموجب اس کے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعلیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم بیان نہیں کی ہدایہ میں یوں ہے کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہیں تا وقتیکہ عمل سے ان فراغ نہ ہو اس واسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہیں تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مستاجر کے گھر میں عمل کرے مستوجب اجرت نہ ہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحاوی اور صدر الشریعہ میں ہے کہ جب مستاجر کے گھر میں بعض ثوب کی دخت کرے پھر اس کی چوری ہو جائے تو بعد دخت اس کی اجرت ثابت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اجرت بعد عمل واجب ہوتی ہے انتہی مدد میں ہے کہ بموجب ہدایہ اور تجرید کے مستاجر کے گھر میں عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہیں اور مبسوط اور فوائد ظہیریۃ اور ذخیرہ اور شروح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جب بعض دخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بعد اس کے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہو جائے کچھ سینے کے بعد تو اس کے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لوسرق بعد ما خاٹ بعضہ واندم بعد ما بناہ فله الاجر بحسابہ علی المذنب بحد ابن کمال ہاں اگر کپڑا چوری ہو جائے بعد اس کے کہ

سہ قولہ ملکہ بصیغۃ المصدر مبتداً وقولہ لیسقط الاجر خبر ۱۲ طحاوی



درزی نے اس کو کچھ سیایا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اس کا اجر ثابت ہوگا اس کے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر والبنان کمال یہ استدراک بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر میں ہے تو اجرت واجب ہے خواہ سب درخت ہوئی یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر میں ہے تو کل یا بعض کچھ اجرت نہیں بدول تسلیم کے اور دیوار اٹھانا تو نہیں ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق میں ہے کہ مسئلہ بنا خود اصل میں مقصدی ہے کہ بعض عمل سے اجرت اس کی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اس کو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایۃ البیان میں ہدیہ پر رد کر کے تو یہی مذہب ٹھہرا ولہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصغی میں اسی کو پسند کیا ہے اگرچہ اس کی عبارت کنز میں مطلق ہے کذا فی الطحاوی ثوب خاطہ الخياط باجر ففتقہ رجل قبل ان يقبضه رب الثوب فلا اجر له بل لا تضین الفائق کپڑے جس کو درزی نے سیامزدوری پر سویوں اُدھیر ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بلکہ درزی کو سویوں اُدھیرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے ولایکبر علی الاعادة وان کان الخياط هو الفائق فعليه الاعادة کانه لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ درخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سویوں کا اُدھیرنے والا ہو تو اس پر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اس نے نہ سیاتھا بخلاف اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیرنے سے درزی پر اعادہ درخت لازم نہیں بل الخياط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا اشباه لکن فی حاشیتہا معترضا للمضمرات لمفتی بنعم وقال المصنف منغبی ان حکیم العرف انتہی ثم رأیت فی التا تاریخانیہ مغتربا للکبر لے ان الفتویٰ علی الادل قتال اور کیا خیاط کے واسطے کپڑا بوتنے سے بدول درخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدول سینے کے مزدوری نہیں کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بد یہ ہے کہ ہاں اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں لکھا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہوا انتہی پھر میں نے تاریخانیہ میں فتاویٰ کبرے سے منقول دیکھا کہ قول ادل پر فتویٰ ہے تو تامل کر م صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اس نے قطع کیا اور مرگیا بدول سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلا شک اجرت واجب ہوگی اس واسطے کہ عمل مقصود ہے تاریخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبریٰ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتویٰ ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے قتال کذا فی الطحاوی وللخياط طلب الاجر لکن فی بیت المستاجر بعد اخراجه من التور لان تمامہ بذاک وباخراج بعضہ بحسابہ جو ہرۃ اور ردی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد اس واسطے کہ بچگی کی تمامی اسی طرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی البحر فان احترق بعدہ ای بعدہ اخراجه بغیر فعلہ فله الاجر لتسليمه بالوضع فی بیتہ ولا نعم لعدم التعدی وقالا لغیر مثل دقیقہ ولا اجر وان شاء ضمنہ الخبز واعطاه الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فضل طبخ روٹی جل جائے تو اس کا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طبخ کے مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جل جانے سے طبخ پر تاوان نہیں بسبب اس کی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طبخ تاوان دے اس کے آٹے کے برابر اور اس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طبخ سے بچتے روٹی کا تاوان لے اور اس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبلہ لا اجر له ولا نعم اتفاقا لتقصیرہ در رد و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اس کی مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اس کی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر وان لم یکن الخبز فیہ ای فی بیت المستاجر سو اوکان فی بیت الخبز اولافا حترق او سرق فلا اجر له لعدم تسلیم حقیقۃ ولا ضمان لو سرق لانه فی یدہ امانۃ خلافا لما وہی مسئلۃ الاجیر المشترك جو ہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر میں ہو یا کہیں در



پھر چل جانے یا چوری ہو جائے تو اس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اس پر تاوان نہیں اگر چوری ہو جائے اس واسطے  
 کہ اس کے پاس امانت ہے برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی جوہر ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک  
 کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی و ان احترق الخبز و سقط من ید قبل الاخر  
 فعلیہ الضمان ثم المالك بالخيار فان ضمنہ فمیتہ مخبوز افلا الاجر وان ضمنہ فمیتہ و قیقا فلا اجر له للمالك قبل التسليم ولا یضمن الخطب والملمح  
 اور اگر روٹی جل گئی یا اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو رکے نکانے سے پہلے تو نان پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اس سے کچی روٹی کا  
 تاوان لے تو اس کی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہوجانے کے قبل تسلیم کے اور اس پر لکڑی اور نیک کا  
 تاوان نہیں و للطنخ بعد العرف الا اذا كان لابل بیتہ جوہرۃ والاسل فی ذلک العرف اور دیگر اور بانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکانے  
 کے بعد یعنی جب دیگر سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو مگر جب کہ سخت مستاجر کے گھر والوں کے واسطے ہونہ اہل  
 دعوت کے واسطے تو نکانا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اس میں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکانا باورچی کے ذمہ نہ ہوتا ہو تو نکانے  
 کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہیں تو فقط پکانے کے بعد زمینی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای اللعام  
 الطباخ او احرقہ او لم یضجہ فموضا من للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلاد والا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی  
 طعام کی قیمت کا اس پر تاوان لازم ہوگا و لو دخل بنا یخبر او یطبخ بما وقعت منه شرارة فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق  
 شئ من السکان لعدم التقدی جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا بانڈی پکانے کے واسطے اور اس میں سے ایک چنگاری  
 گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اس پر تاوان نہیں بھمت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دے گا اگر کچھ جل جائے رہنے والوں کا  
 بواسطہ عدم تقصیر کے ہم طحاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص یا جیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے و بضرب اللین بعد  
 الاقامۃ و قال بعد تشریح اسی جعل بعضہ علی بعض و بقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی  
 کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریح کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر  
 فتویٰ ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے و ہذا اذا ضربت بیت المستاجر فلو فی غیر ملک فلا اجر حتی یجیدہ منصوبا عنده و مشرجا عندہما زبلی و یہ اس  
 وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جب تک شمار نہ کر دے کھڑی  
 کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزبلی ہم مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط تسلیم ہی بہتر ہے اس  
 واسطے کہ اگر تسلیم ہو بدول شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے الملبس علی اللہان فالتراب علی المستاجر و اذ قال  
 المحل المنزل علی السحال لاصبہ فی الجوالق او صعدہ للغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ ہے اور مٹی اینٹ پکانے  
 والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اٹھانے والے پر نہ اس کا ڈالنا اور بھرنا بورلیوں میں یا اس کا چڑھالے جانا چھت پر مگر شرط  
 کر لینے سے وایکان دایۃ المحل علی المکاری و کذا السحال و الجوالق اور بوجھ لا دینے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے  
 اور اسی طرح رسیاں اور کونیں مکاری پر ہیں و الجبر علی الکاتب و اشتراط الورق علیہ یفسد باظہیرۃ اور درشتائی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور  
 کاغذ شرط کرنا کاتب پر امارہ کتابت کا مقصد ہے کذا فی الظہیرۃ و من کان لعملہ اثر فی العین کا لصباغ والقصار حبسہما لاجل الاجر اور جس تیر

ف عادت معتبرست در محلہ کہ نص نباشد



کے عمل اور کام کا اثر موجود ہو چیزیں چنانچہ رنگ برنگ اور دھوئی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے م  
 دھوئی سے وہ دھوئی مراد ہے جو کپڑا دھونے نشاستہ وغیرہ کا کلب لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ جس سے یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل میں  
 ثابت ہے تو حق جس بدل لینے کے واسطے ہوا جیسے بیع میں کذا فی الدرر والالمعانی بالاثربین مملوۃ للعامل کا نشاء والغراء مجرد ما یباعین ویری فیہ  
 قولان اہما الثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لہم حبس العین بالاجبر علی الاصح مجتبے اور آیا  
 اثر سے کام کرنے والے کی کوئی چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس میں در قول  
 ہیں یعنی ایک قول یہ ہے کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا  
 قول ہے تو کپڑا دھونے والا اور پتہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو  
 روک رکھنا چیز کا اجرت لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبے ام بحر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ  
 ہے کہ مجرد ما یباعین میں حق حبس نہیں تو صحیح مختلف ٹھہری اور سی قول لائق ترمیم کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو محل کے مانند ٹھہرایا ہے  
 کذا فی الطحاوی در در میں نہایت قاضی خاں مذکور ہے کہ جب دھوئی کے عمل کا اثر نہ ہو سوائے میل چھڑانے کے اس میں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے  
 کہ اس کو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوئی کے عمل سے تو گویا اس نے سفیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے  
 سے وذا اذا کان حالاً اما اذا کان الاجر مؤجلاً فلا یمکن حبسها لعمدہ فی بیت المستاجر بتسلیم حکما اور یہ یعنی حق حبس اس وقت ہے جب کہ اجرت  
 کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اس کے حبس کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں  
 بسبب تسلیم حکمی کے لیکن بالتقدی ولو فی بیت المستاجر غایتہ اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا تقدی سے اگرچہ تقدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الغایۃ  
 فان حبس فضاخ فلا اجر ولا ضمان لعدم التقدی صو اگر اجیر نے چیز روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اس کی مزدوری نہیں اور نہ اس پر تاوان  
 ہے بواسطہ عدم تقدی کے ومن لا اثر لعمدہ کا کمال علی ظہر او دابۃ والملاح وغاسل الثوب ای تطہیرہ لا التحسینہ مجتبے فلیحفظ لایحبس لہن  
 للاجرة اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہ ہو چیزیں چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجھ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدور کا  
 لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوئے اس کے ظاہر کرنے کے واسطے نہ تحسین کے واسطے کذا فی المجتبے تو اس کو  
 یاد رکھنا چاہیے تم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اس واسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اس کے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اس نے سفیدی کو ایجاد کیا  
 تو محسن ثوب جس کا مالک ہوگا نہ مملوک ثوب در میں کہا مگر غلام گزشتہ کے پکڑ لانے والے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اس کے عمل کا اثر نہیں فلو حبس  
 ضمن ضمان الغصب ویجوز فی بابہ پس اگر اجیر نہ روکے حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آوے گا غصب کے  
 باب میں یعنی اگر حبس میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مٹی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو و صاحبہا یا یخیر ان شاء  
 ضمنہ قیمتہا ای بدلتا شرعاً محمولہ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولہ ولا اجر وجوبہ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے محال سے اس کو محمول اعتبار  
 کہ اس کی قیمت یعنی اس کے عوض شرعی کا تاوان لے اور حال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوبہ  
 کو اذا شرط عملہ بنفسہ بان یقول لہ عمل بنفسک او بیک لایستعمل غیرہ الا انظر فلہا استعمال غیرہ بشرط وغیرہ خلاصہ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی  
 شرط کرے اس طرح کہ اس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا ہاتھ سے کا کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کا نہ لے مگر دیکھ کہ اس کو غیر عورت سے دودھ پلوانا جائز  
 ہے یہاں مصنف نے سفیدی چھوڑ دی تھی کہ کتب متداولہ میں عرقہ معنی بھم نہ پینے ہوں گے جیسے مترجم ثانی کو نہ ملے لہذا قیاساً صاحبون لکھا گیا ۱۲ مترجم دوم



ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھو بی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اس نے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کر دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وان اطلق کائن لہ ای لاجیر ان یتاجر غیرہ افاد بالایتجار انہ لودفع لاجنبی ضمن الاول لاثانی وہ صرح فی الخلاصہ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کر دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اس کا کہ اگر اجنبی کو اجیر دے گا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دے گا و صورت تلف ہونے کے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اس کو صرح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرط الیوم او غدا فلم یفعل و طالبہ مراراً فطر حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الأئمۃ بالضمان کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اس نے اس دن کام نہ کیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اس نے کوتاہی کی یہاں تک کہ وہ چیز جو رہی ہو گئی تو تاوان اجیر پر لازم نہ ہوگا اور شمس الأئمۃ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان نقل الملاق لا تقیید مستصحبی لہ ان یتاجر غیرہ اور مستاجر کا یوں کہنا کہ استیجار سے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصحبی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کر دے استاجرہ لیائی بعیالہ فمات بعضهم فنجائهم بقی فلو اجبرہ بحسابہ لانہ اونی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اس کے اہل و عیال کو لے آوے سو ان میں کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگوں کو لے آیا تو اس کی مزدوری ثابت ہوگی اس کے حساب کے موافق اس واسطے کہ اس نے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جن کو لایا نصف عیال ہوں تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہوں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقید لقبولہ لو کالوا اسی عیالہ معلومین ای للعاقدين لیکون الاجر مقابلہ مکملہ اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اس کے اہل و عیال معلوم ہوں یعنی عاقدين ان کو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ میں پڑے والا کیونکہ معلومین فلو کہ اسی لکل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت الموتۃ نقل بنقصان عددہم فحسابہ والافکۃ اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانے سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اس کے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہ ہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجر رجلاً لایصال خط ای کتاب و زاد الی زید ان ردہ ای الکتوب والزاو لموتہ ای زید او غیبہ لا شئی لہ لانہ نقصہ بعدہ کا لپیٹا اذ احاط فمفق ٹھیکہ مقرر کیا ایک مرد سے خط یا تو شہ پہنچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور تو شہ بھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اس کے واسطے کچھ مزدوری نہیں اس واسطے کہ اس نے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اس کے پھیر لانے سے جس طرح درزی نے جب کہ سیا پھر اس کو ادھر ڈالا مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا اس واسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں صرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لے جانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحاوی مختصر اونی الجنایۃ استاجر لیزب لموضع کذا دیکھو فلانا باجر مسمی فذیب لموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تاکہ فلانے کی طرف جانے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین مزدوری پر پس اجیر وہاں گیا اور اس نے اس شخص کو بڑا یا تو مزدوری واجب ہوگی م خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلانا اور شارح نے رسالت اور بلانے کو یکساں قرار دیا کذا فی الطحاوی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من تسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذباب وہو نصف الاجر اسمی کذا فی الدرر والغریب و تبعہ مصنف و لکن تعقبہ المحشون و دعوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القستانی عن النبی انہ ان شرط المحی بالجاب نصف والافکۃ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو در صورت موت زید کے یا اس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے در صورت غائب ہونے زید کے

سہ بیٹے دے لانے سے جتنے کی ہو گئی ہے وہ اعتبار کرے ۱۲



توجانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت میجنہ ہے کذا فی الدرر والغریب اور مصنف پیر و مہا ہے صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیون نے  
اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قستانی میں نہایت سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے  
اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القویین ہو گئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہے اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول  
ہے وان وجہ وہ لم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شئی لانتقام المعقود علیہ و ہوا الیصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اس کو نہ پہنچایا  
تو کچھ مزدوری اس کی واجب نہ ہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نہ گیا و اختلاف فیما لو ہزقہ اور اس میں اختلاف  
ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک اس میں مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف اجرا بغیر  
اجرا مثل یزیم مستاجر یا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجرا مثل علی مفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے  
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں  
ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی برابر اجرت مثل لازم نہ ہوگی چنانچہ بعض علی غلط سمجھے ہیں و کذا حکم وصی و اب کما فی مجمع الفتاویٰ اور اسی طرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا  
چنانچہ مجمع الفتاویٰ میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر لفتی  
بالضمان فی غصب عقار الوقف و غصب منافعہ و کذا یفتی لکل ما ہوا النفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی یفقدوا الاجارۃ عند الزیادۃ  
الفاحشۃ نظر الوقف وصیانتہ لحق اللہ تعالیٰ حاوی القدسی فتویٰ دیا گیا ہے غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین  
یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور اسی طرح ہر ایک اس چیز کا فتویٰ ہے جو وقف کے واسطے نافع تر ہے جس میں عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقص اجارہ  
کا حکم کیا ہے فقہانے زیادت فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی  
نفسہ اجرت مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تفت چنانچہ عنقریب فروع میں مذکور ہوگا مات الاحبر و علیہ دیون حتی یفسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمتاجر لوعین  
فی یدہ ولو بعد فساد اشباہ الحق بالمستاجر من غیر ماہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اس پر لوگوں کے دین ہیں  
تا اینکه عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حق دار ہے اجارہ کی چیز کا اس کے قرض خواہوں سے تا اینکه مستاجر پیشگی  
اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعد فساد اس کے تصرف میں ہو کذا فی الاشباہ ہم یعنی جب کہ موجر مرگیا ہو اس پر  
غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق بالتمن ہے باقی قرض خواہوں سے کذا فی الطحاوی یعنی پہلے مستاجر اس کے ثمن سے  
اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لے گا بعد اس کے اگر کچھ ثمن باقی رہے گا تو اور قرض خواہ پا دیں گے الا انہ لا یسقط الدین بہلاک اہی بہلاک ہذا المستاجر  
لانہ لیس برہن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا سا قطن ہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہو جانے سے اس واسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو مسقط  
دین ہو بخلاف الرہن فانہ مضمون باقل من قیمتہ ومن الدین کما یجوز فی بابہ مجمع الفتاویٰ بخلاف مرہون کے ہلاک ہو جانے کے اس واسطے کہ مرہون کی  
ہلاکی میں مرہن پر تاوان ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آوے گا کذا فی مجمع الفتاویٰ ہم قولہ باقل من قیمتہ ومن الدین  
بترکیب فاسد ہے اس واسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور  
دین دیکھا جائے سودوں میں سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو ترکیب صواب یوں ہے بالاقول من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت میں من بیانہ ہوگا  
نہ تفصیلیہ کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر لتفصح فی المدة و بعد ما زیادہ کر دینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے  
مصحح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے م طحاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور منح الغفار کے مخالف ہے و اما الزیادۃ علی المستاجر فا

ہم فی الاشباہ الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر من غیر ان یزید علیہ احد فان بضمی المدة لا یصح والخط والزیادۃ فی الاجارۃ جائز ان کذا فی الطحاوی منہ ۱۲



فی الملک ولو یتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہو جانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے اگر چہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں جیسے اگر اجرت ارزاں ہو جائے تو مستبر نہیں یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کی اجرت کا رخ گراں ہو گیا یا ارزاں تو غیر وقف میں اس کا اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدة اجراء انظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحیحہا جبر الملک ولو آدمی جمل انسان غن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اس کو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدوں پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح صحیحہ اجارہ مذکورہ ہے بعض اجرت مثل کے اگر چہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غن فاحش کے ساتھ ہوا م اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وقوعہا صحیحہ باجر مثل واضح ہے فان اخیر القاضی ذو خبرۃ انما کذلک فسخنا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسی طرح بموجب ادعا سے مدعی غن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ کو فسخ کر ڈالے م شارح کو یوں کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ غن فاحش تھا تو صحیحہ اجارہ باجر مثل الی ہے مگر جب کہ قاضی کو خبردار شخص خبر کرے یعنی مجبور دعوی مذکورہ عدم صحیحہ کا قاضی حکم نہ کرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ الی بعیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے و تقبل الزیادۃ وان شہدا وقت العقد انما باجر مثل اور زیادت مقبول ہوگی اگر چہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجر مثل ہوا والا فان کانت انفرادی اعتباراً مقبول اور اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ غن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تہلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی مضرر اور تہلیل کی زیادت وہ ہے جس کو قبول نہ کرے مگر ایک شخص یا دو شخص بیابیع میں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اس کی طرف التفات نہ ہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رساں ہو کذا فی الطحاوی وان کانت الزیادۃ اجراء مثل فالخیار قبولہا فیفسخ المتولی فان اتنع فالقاضی ثم یوجہ بامن زائد اور اگر زیادت اجراء مثل ہو تو اس کو قبول کر لینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کر ڈالے سو اگر وہ فسخ نہ کرے تو قاضی فسخ کرے پھر اس کو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے م زیادت اجراء مثل ہو مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہو جائے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گراں ہوجانے رخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہو جائے لوگوں کی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الجمع للعلینی فان کانت دارا او حائوتا او ارضا فارغہ معرضا علی المستاجر فان کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الجمع للعلینی فان کانت دارا او حائوتا او ارضا فارغہ معرضا علی المستاجر فان قبلما فوجہ حق بہا و لزوم الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر سو یا دکان یا مالی زمین ہو تو اس کو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اس کا زیادہ تر حقد ہے اور اس پر زیادت لازم ہوگی قبول کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زیادہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجراء مثل او آدمی انما مضر فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونے کا انکار کرے اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرر ہے اس پر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاد سکے پر وان لم یقبلہا اجراء المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نہ کرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دے م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزدوعۃ لم یصح اجارۃ ما لیس صاحب الزرع لکن تقسم الیہ الزیادۃ من وقتا اور اگر زمین وقف مزدوع ہو تو اس کا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ ملائی جائے مستاجر پر زیادہ ہونے کے وقت سے وان کان بنی او غرس فان استاجر بما مشاہیرہ فانما توجر لغيرہ اذا فرغ الشہان لم یقبلہا لانہ قد اودع عندہ اس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی سو یا درخت لگائے ہوں تو اگر باجوری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جائے جب کہ معینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نہ کرے بسبب منعقد ہونے اجارہ باجوری کے برہین کے سرے پر محیط میں ہے کہ غیر کو اس صورت میں اجارہ دیا جائے جب کہ رفع عمارت کے بعد اجرت زیادہ ہو جائے اور اگر بعد وہ ہو جائے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جائے کذا فی الطحاوی والبنیائہ لکنہا لکنہا بقیۃ متقی قطع للوقف اور عمارت کا ناظر ملک ہوگا وقف کے واسطے عمارت متقی قطع کی قیمت سے کر دے پھر حتی تجلس بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہاں تک کہ اس کی عمارت خلاصی پائے یعنی اندام کے بعد اپنی اینٹ اور کڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجر لغيرہ وانما تقسم



علیہ الزامۃ کا زیادہ و سباز رخ اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جائے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملانی جائے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاتی کی جاتی ہے واما اذا زاد اجر المثل فی نفسه من غیر ان یزید احد المتولی فی نفسه علیہ الفتویٰ اور جب کہ اجرت مثل فی نفسه زیادہ ہو جائے بدوں اس کے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے واما فسخ کان علی المستاجر اسمیٰ ابشاہ معز باللصغریٰ اور جب متولی اجارہ کو فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ ابشاہ میں فتاویٰ مغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء تمیلکہ النظار الخ انه تمیلکہ لجهة الوقف قہر علی صاحبہ و ہذا والاصل تنقص بالقطع والا شرط منافی عامۃ الشروح من اجراء منقول علیہا لاننا لموضوعہ لنقل لہذا بکثیر بخلاف نقول الفتاویٰ میں کہتا ہوں اور اس کا یہ قول والبناء تمیلکہ النظار الخ اخرہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بحجرت وقف کے صاحب عمارت پر حرج اور زبردستی کر کے اور یہی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جائے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص ہو تو قیمت دے کر مالک ہونے میں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے ازاں جملہ بحر الرائق اور منہج الغفار سے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جائے اس واسطے کہ نقل بکثیر کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر میں بخلاف نقول فتاویٰ یعنی اگر فتاویٰ کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منہج فتاویٰ مذکورہ فتاویٰ مؤید زادہ ہے جس کی عبارت شراح اس کے بعد ذکر کرے گا اور تجنیس اور ضابطہ سے ان میں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہ ہو جائے گا کذا فی الخطاویٰ مختصراً و فی فتاویٰ مؤید زادہ من الوقف معز باللصغریٰ من حانوت وقف بنی فیہ سکنہ بلا اذن متولی ان لم یقر فہو ان من فروع الموضع مالہ تیر بصر الی ان تخلص مالہ من تحت البناء ثم یخذه اور مؤید زادہ کے فتاویٰ میں ہے کتاب الوقف سے منسوب بعضوں نے کہا کہ کان ہے وقف کی جس میں اس کے رہنے والے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نہ کرے تو اس کو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہاں تک انتظار کرے کہ اس کا مال تحت عمارت سے خلا ہو پھر ہی کوٹے والا کیون بناوہ مانع من صحۃ الاجارۃ بغیرہ اذ لا یدل علی ذلک البناء حیث لا یمکن رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے بارہ دینے کی مانع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کا تلف در قبض نہیں اس عمارت پر اس واسطے کہ وہ اس کو منہدم نہیں کر سکتا ولو اطلقوا ان یحبوا ذلک للوقف ثم لا یجوز اقل التعمین منہ و عائد بیننا فیہ ... اس پر اتفاق کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں بعض اس شخص کے جو اقل التعمین سے تجاوز نہ کرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور تیار عمارت کی قیمت میں سے جس کی قیمت کمتر ہو اس سے اس کا من زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہے و بالحق الآخر دین رفع الامر الی قاضی لیفسخ العقد و یسب للاجران لیفسخ بنفسہ و علیہ الفتویٰ اور اگر موجب کو دین لائق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر لے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کر کے اس چیز کو بیچ کر دین ادا کرے و یجوز مثل الاجراء بالکثر او بالقل مما یتغاین فیہ الناس لا بما لا یتغاین فتکون فاسدۃ فیوجہ اجارۃ صحیحۃ اماں الاول او من غیرہ باجر المثل او زیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اس قدر اکثر یا قلیل ہو جس قدر میں لوگوں کو تغاین ہوتا ہو نہ اس قدر میں جس میں تغاین واقع نہیں ہوتا نواب اجارہ فاسد ہو جائے گا تو موجب اس کا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اس کے سوا اور شخص سے اجرت مثل مقرر کرے یا زیادہ اجرت مثل سے جس قدر سے کہ مستاجر رضی ہو انتہی مافی فتاویٰ مؤید زادہ و فی فتاویٰ الحانوتی بنیۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شدت بان الاجرة اولاً ہذا مثل وقد تنقص بالقضاء فلا تنقص قال و بہ جواب بقیۃ اہل المذہب للتحفظ اور فتاویٰ حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں جو یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی منہمک ہو گیا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہے بقیۃ اہل مذہب نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ حانوتی کی عبارت یہ ہے کہ نور الدین علی طریقی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اس کا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہوں نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اس سے منہمک ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الخطاویٰ ۴۴



## باب ما يجوز من الاجارة وما يكون خلافا في الاجارة

یہ باب ہے اس اجارے کو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے

مطلوبی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما يجوز من الافعال فی الاجارة یہ باب ہے ان افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں **تصح اجارة حانوت ای دکان ودار** بلا بیان ما یعمل فیہما تصرّف للتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اس فعل کے جو ان میں کیا جائے بسبب پھر نے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف مخرج الرائق میں کہا اس واسطے کہ عمل متعارف اس میں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متعارف چیز نہیں و بلا بیان من یسکنہا فدان یسکنہا غیرہ باجارة و غیرہ کا کیسی اور اجارہ صحیح ہے بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہے گا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارة یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا مگر غیر کار کھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی ولہ ان یعمل فیہما ای الحانوت والدار و فیتتمدیر بطورہ و یکسر طبقہ و یسینی بدارہ و یتخذ بالوقتہ ان لم یضرب لہن برمی الید و ان ضربہ یفتی قتیۃ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو بیخ گاہے اور اپنے ہاں نور ان میں باندھے اور کٹریاں نوڑے اور اس کی دیوار سے استنجہ کرے اور نجاست کا پتہ نہ بنا دے اگر ضرر نہ ہو اور ہاتھ کی پکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسی طرح غنئی ہے کذا فی القینم جانور باندھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جانوروں کے واسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصل نہ بنا دے ادھیک کے مسئلہ میں شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر الرائق میں خلاصہ نقل عبارت وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا و عبارتہ الخلاصۃ کافی العز ولا یمنع من رمی الید و ان کان یضرب یمنع علیہ الغنوی یعنی ہاتھ کی پکی منع نہیں اور اگر ضرر ممکن ہو تو منع ہے اور اسی پر فتویٰ ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو مست اور کمزور کر دے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ اس کی شرط ہو گئی ہو یا مالک اس فعل سے رضی ہو جانے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحاوی نیز لا یسکن بالبناء للفاعل او المفعول حداداد قصار اذ طماننا من یزیر رضی المالك او اشتراط ذاک فی عقد الاجارة لانه یوسن البناء فیتوقف علی الرضا کرایہ وار کو بر عمل گھر میں درست ہے سوائے اس کے کہ گھر میں لو بار یا دھوبی یا پکی پیسے ولے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اس کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اس واسطے کہ لو بار و غیرہ کار ہنا عمارت کو کمزور کر دے ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہو گا شارح نے کہا لیکن معروف یا مجبول کا صیغہ ہے م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ لیکن ثلاثی مجرور یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منع الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہے اور دوسری صورت میں باعتبار مفعول ہونے کے و لو اختلاف فی الاشتراط فالقول للموجہ کما لو اکر اصل العقد اور اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے میں مختلف ہوں تو موجر کا قول مقبول ہے چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہو گا و ان اقاما البینۃ فالبینۃ بنیۃ الستاجر لا ثباتہا الزیادۃ خلاصۃ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطہ اثبات زیادت کذا فی الخلاصۃ و فیہا استاجر للقصارة فذا الحدوۃ ان الحد ضرر بہا اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گا ذری کے واسطے تو اس کو اس میں آہنگری درست ہے اگر گا ذری اور آہنگری کا ضرر کیا ہو و لو فعل بالیس لہ لزوم الاجر و ان انہم بہ البناء ضمنہ و لا اجر لانہما لا یجمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اس کو درست نہیں ہے تو اس پر کرایہ دینا لازم ہو گا اور اگر اس کام عمارت منہم ہو جائے تو اس کا تاوان دے اور اس صورت میں کرایہ نہیں ہے اس واسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ و اسکان غیرہ باجارة و غیرہ کو کذا کل ما لا یختلف بالاستعمال یطل فیہ التقیید لانه ینہ مضید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لے کر اور بدون کرایہ کے اور اسی طرح جو عمل کہ مختلف اور متعارف نہیں ہوتا استعمال کرنے والے کے اختلاف سے اس میں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اس واسطے تقیید مذکور مضید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کذبی بر خلاف اس عمل کے جو متعارف ہو جاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مگر چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا کہ ان میں تفاوت بتلا



باعتبار اختلاف مستعمل کے تواناں لازم ہوگا در صورت مخالفت شرط کے دلواجر بالکثر تصدیق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کر کے تو زیادتی خیرات کرے مگر یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف میں لاوے الا فی مسئلتین اذا اجر بالجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر در صورت میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالفت جنس پر یا گھر میں کچھ دیتی کہ دی ہو مگر خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اثر فی یا پیسوں یا انانج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں جو نہ کاری کر دے یا چھت پر دے لگا دے عموماً نہ کہا جھڑو دینا اصلاح میں داخل نہیں دلواجر بالموجز لا تصح و تفصح الاجارۃ فی الاصح بحر معزیا للجبورۃ و سی فی تصح خلا لا فتنہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ نسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق میں جو رہے سے منقول ہے اور آگے اس کے خلاف قول کی تصحیح اُدے گی تو خبر از رہو یعنی متفرقات اجارہ میں عدم نسخ کو شارح دیبانیۃ و نیزہ سے نقل کرے گا و تصحیح اجارۃ ارض للمزارعۃ مع بیان بامریع فیہا و قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء یکیدا تقع المنازعۃ والافعی فاسدۃ للجمالۃ و تنقلب صحیحۃ بزرعہا و یجب المسمیٰ اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کے واسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اس میں بونی جادے گی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کر دوں گا جو چیز کہ چاہوں گا بیان مزدور یا عموم مزدور اس واسطے شرط ہوتا کہ آئندہ جھگڑا نہ ہو اور اگر بیان مزدور یا عموم مزدور نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پٹ کر صحیح ہو جائے گا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی مگر چونکہ مزدور باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضروری ہوا اور نزاع دفع ہو جاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان زراعت کرنے سے اس واسطے اجارہ صحیح ہو گیا کہ معقودا استعمال سے معلوم ہو گیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزدور کے تو جب کہ جمالت دفع ہو گئی زراعت کرنے سے تو گویا جمالت اول ہی سے نہ تھی و لستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کے واسطے ثابت ہے مگر اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدوں شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی غریبہ میں بلا ذکر حقوق وغیرہ داخل نہیں اس واسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے واسطے اور بدوں دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہو سکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع میں زمین سے ولما اشور زمین کی بیع جائز ہے اور اس کا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی الطحاوی و نیز رزق زمین ربیعاً و خریفاً اور مستاجر دوبار زراعت کرے ربیع اور خریف میں مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ سال بھر کا اجارہ ہو گا ہو مصرع فی التقنیۃ ولولم یکنۃ الزراعة للحال لا یتبایجا سقی او کری ان اکمنۃ الزراعة فی مدۃ العقد جائز والا لا تمام فی التقنیۃ اور اگر مستاجر کوئی الحال زراعت ممکن نہ ہو سیکے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اس قدر مدت میں ممکن نہ ہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اس کا بیان قبضہ میں ہے اگر باو سی مشغول نہ بزرع غیر ان کان المزروع بحق لا تجوز الا اجارۃ لکن لحدودہ وسلمہا انقضت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہے تو اگر زراعت ازراہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاتق کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹے اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائے گا مالم یشھد المزروع فتجوز دیو بالھما و التسلیم برفیق بزارۃ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز نہیں جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہو گا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہو گا اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البرزازیۃ الا ان یوجہ لامضافۃ الی مستقبل فتجوز مطلقاً مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کر کے اجارہ دے تو مطلقاً اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجب ہو یا غیر واجب مگر بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحاوی وان کان المزروع لبعیر حق صحت لا مکان التسلیم بحجر علی قلعة او ملک او لافتا دی قاری الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجب ہو یعنی بطور عصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے تسلیم کی زبردستی کھیت کھا کر خواہ زراعت نہ ہو یا خام کذا فی فتاویٰ قاری الہدایۃ و فی الوہابیۃ تصح اجارۃ للدار المشغولۃ یعنی دیو مر بالقریخ و ابتر



المدة من عین تسلیم اور دہانیہ میں ہے کہ دار شغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اس کا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کا حکم ہو گا اس کے خالی کر دینے کا اور ابتداء مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی کوئی الاشباہ استاجر مشغولاً و فارغاً صحیح فی القاسخ فقط وہی فی التفرقات اور اشباہ میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہو گا اور اس کا ذکر باب التفرقات میں آگے آئے گا و تصح اجارۃ ارض للبناء والغرس دسائر الانتفاعات کطبخ اجر و خرف و مقبل و مراحا حتی لمزم الاجرة بالتسلیم اکن زرہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ بختہ اینٹ اور مٹی کے برتن دیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ زراعت کے واسطے نہیں ہے تاہم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا البحر فان مضت المدة قلعہا وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہا سو اگر اجارہ کی مدت گزر جائے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہ ہونے دونوں کی نہایت کے ہم عوی نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اس واسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کر ڈالا الا ان یغرم له الموجر قیمۃ ای البناء والغرس مقلوما بان تقوم الارض بہا و بد نہا فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر یہ کہ موجر مستاجر کو کھودے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اس طرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جائے تو موجر تاوان دے مابین قیمتیں کا کذا فی الاختیار و یتلک بالہب عطف علی یغرم لان فیہ نظر الیہما اور قیمت دے کر موجر مکان و درخت کا مالک ہو اس واسطے کہ اس میں مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا یتلک کاللفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر و ہذا الاستثناء من لزوم القلع علی المستاجر فاوانہ لا یلزم القلع لورضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتلکھا جبر علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرانی میں کہا اور یہ استثناء یعنی الا ان یغرم کا استثناء لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثناء سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کر کے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو اس کی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادا کیے قیمت اور رضی الموجر عطف علی یغرم مگر کہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس لهذا والارض لهذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اس کا ہو گا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی موجر کی شارح نے کہا رضی عطف ہے یغرم پر و ہذا ترک ان یا جبراً فاجارۃ والا فامارة فلہما ان یواجرا ہما الثالث ولقیسما لاجل علی قیمۃ الارض بلا بناء و علی قیمۃ البناء بلا ارض فباخذ کل حصیۃ مجتبیٰ اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھودنے دینا موجر کا اگر بعض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہے والا اگر بلا اجرت ہو تو ماریت ہے تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو نہ زمین کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قیمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبیٰ ہم مثلاً اگر زمین کی قیمت دوسو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین سو ہو تو دو سو موجر لے اور ایک سو مستاجر و فی وقف القیمۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن القیم و نزع البناء لیس بالوقف بحیر القیم علی دفع قیمۃ للباقی الخ اور قیسی کی کتاب الوقف میں ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اس کی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کی جائے الی آخر العسارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارض وقف و غرس فیہا و حی ثم مضت مدة الاجارۃ فلم یستاجر استبقاؤہا باجر الشل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ان الوقف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القلیۃ اور اگر وقف کی زمین اجارہ لی اور اس میں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گزر گئی تو مستاجر کو درختوں کا

لہ قول المسئلۃ فی القاموس سبلہ تسبیلاً جملہ فی سبیل اللہ نسخہ منہ ۱۲



باقی رکھنا بعض اجرت مثل کے جائز ہے جب کہ اس باقی رکھنے میں وقف کو ضرر نہ ہو اور جن پر زمین وقف ہے وہ مابین سوائے کھودنے کے تو ان کو اس کا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ م ظاہر بیان مصنف اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضائے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین ملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہے اور اس عاف اور عادیہ میں قنیۃ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نہ کرے تو اس کے کھودنے پر بنانے والے پر زبردستی کی جائے اتنی اور علمائے ذکر کیا ہے کہ قنیۃ کا نہ الا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اس پر عمل ہو گا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اس کو اختلاف متاخر پر محمول کیجیے کذا فی الطحاوی مختصر اقال فی البیرونی العلم مسئلۃ الارض المتکثرۃ وہی منقولۃ ایضاً فی اوقاف الخصاص بجز الراتی میں کہا اور قنیۃ کے اس قول سے ارض متکثرہ کی صحت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور وہ تو اوقاف خصات میں بھی منقول ہے ہم یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقا عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دے کر جائز ہے اور اس کو حق قرار ثابت ہو گا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہ ہو تو اب منوی اس کا مالک نہ ہو گا وقف کے واسطے مگر اس کی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہے غلو کا جو اول کتاب البیع میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی والمرطبة لعدم نہایتہا کا الشجر فنقلع بعد مضي المدة اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہ ہونے اس کی نہایت کے تو کھودا جائے مدت گزر جانے کے بعد رطبہ مابین شجر اور گیہا کے ہے فارسی میں اس کو پست کہتے ہیں نیل کے مانند ایک بار بونے سے سالہا سال رہتا ہے لہذا وہ در حکم شجر ہے نہ در حکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما بقی اصلہ فی الارض ابداداً واما یقطف ورقہ وزہرہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے جس کی جڑ زمین میں ہمیشہ باقی رہے اور اس کے پتے یا پھول توڑے جا دیں وہ بیج ہوں واما اذا کان نہ نہایت معلومتہ کافی الفجل والجزر واللبا ذنجان فینبغی ان یکون کالزروع یتزرک باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکفر وقواہ مانی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جب کہ اس کی نہایت معلوم ہو جیسے کہ منوی اور گارڈرینکن تو لائق یہ ہے کہ اس کا حکم نہ ریت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لے کر اس کی نہایت تک چھوڑی جائے اسی طرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اس کو تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ منوی اور گارڈرینکن کی مثال درست نہیں اس واسطے کہ ایک بار اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لولہ نہایت معلومتہ لکنہا بعیدۃ طویۃ کا نقیب فیکون کالشجر کافی فتاویٰ ابن الجلی فلیحفظ تعیند میں کہتا ہوں یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن طویل ہو چنانکہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کافی فتاویٰ ابن الجلی تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزروع یتزرک باجر المثل الی اور کہ رعایۃ للجانین لان نہ نہایتہا کما مر اور کھیت سے تعرض نہ کیا جائے اجرت مثل لے کر اس کے پکتے تک دونوں جانب کی رعایت کے واسطے اس واسطے کہ کھیت کی نہایت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی مدت اجارہ منقض ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہو تو کھیتی تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں فیصل ہوگی بخلاف موت احد ہما قبل اور اگر فانیہ یتزرک بالمسمی علی حالہ الی الحصار وان انقضت لان البقاء علی ما کان ادلی ما دامت المدة باقیۃ اما بعد فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا مومر کے کھیت پکنے سے پہلے اس واسطے کہ کھیت باقی رکھا جائے گا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کا ٹٹے تک اگرچہ اجارہ نسخ ہو ہو گیا ایک شخص کی موت سے اس واسطے کہ اس کا باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضائے مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ولحق بالمستاجر المستعیر فیک الی اور کہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جائے کھیت سے اس کے پکتے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کے واسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیلوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاوے گی اجرت مثل لے کر کھیت کٹے تک اور ظاہر یہی حکم ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحاوی واما الغاصب فمومر بالقلع مطلقاً لظلمہ اور غاصب کو کھیت اکھاڑ ڈالنے کا حکم ہو گا ہر طرح اگرچہ کھیت کچا ہو اس کے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم ولجب الہدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولہم یتزرک باجر المثل بقضاہ وبعقد ہما حتی لا یجب الاجر الا باحد ہما کافی القنیۃ فلیحفظ بحر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہاء کے اس قول سے کہ کھیت سے



تعرض نہ کیا جائے اجرت لے کر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجد اور مستاجر کے عقد پر نہ کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہ ہوگی بلکہ قضا یا عقد متعاقبین سے چنانچہ غلبہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر والصحیح اجارۃ الدابة للمركوب والحمل والثوب للباس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کے واسطے مگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سواری ہو نا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اس پر لادنا درست نہیں کذا فی الخلافۃ در میں کافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہو گا یا کیا پیڑ لادی جاوے گی یا کون شخص کپڑا پہنے گا تو اجارہ فاسد ہے ولا تصح اجارۃ الدابة لیجنبها ای لاجل ان یجلبها جنبۃ بین یدیرہ دلایر کہہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اس کو خالی لے چلے یعنی اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اس کو قتل کرے چلے اپنے سامنے اور اس پر سوار نہ ہو ولا تصح اجارۃ ایضا لاجل ان یربط علی باب دارہ میرا ہا الناس یقتلوا فرس اور جانور کا کرایہ اس واسطے بھی صحیح نہیں کہ اس کو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تگ لادنی اس کو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثل صاحب خانہ کا ہے اولاً لاجل ان یرین بیتہ او حالوتہ بالثوب لاندنا ان ہذہ منقۃ غیر مقصودۃ من العین یا اس واسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا مکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارۃ ثلثہ مذکورہ اس دلیل سے جائز نہیں جس کو ہم اول باب میں مذکور کرچکے کہ جانور کا قتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور مکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعۃ غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسی طرح اگر شرطیں یا اور چاندیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں ان کا فرش کرے اور لٹ پر نہ بیٹھے اور نہ سووے تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہابیۃ اذا فسدت نواجر اور جب کہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرے تو اس کی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا لو استاجر بیتا بھلی فیہ اولیبا لیشرہ او کتا باو شعر البقرۃ او مصفا شرح وہابیۃ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اس میں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سو نگھنے کے واسطے یا کتاب اگر چہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہابیۃ ہم معنف وہابیۃ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا نازک کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہابیۃ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اس میں کافر اور مسلمان برابر ہے اس واسطے کہ نسا و اجارۃ مت ارتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جائے تو اجارہ صحیح ہے اس میں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعۃ غیر مقصودہ کو قرار دیکھتے تو بھی اسی طرح کا حکم ہے کذا فی الطحاوی وان لم تقید بالبرکب والباس واللبس من شاة او اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار اور کسی پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جس کو چاہے سوار کرے اور جس کو چاہے پنہا کرے ہم عدم تقید سے مراد اسی طرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کے موجد سے کہ سوار کروں گا یا پنہاؤں گا جس کو میں چاہوں گا کذا فی الحموی اور یہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کے واسطے کرایہ لے اس واسطے کہ وہ لمبا فاسد ہے چنانچہ شارح مذکور کرے گا و تعیین اول رکب والباس اور متعین ہو جائے گا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہو جاوے گا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اس پر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدرر عن الکافی وان لم یسین من یرکہا فسدت للجماعۃ اور اگر مستاجر نے بیان نہ کیا کہ کون اس پر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے م شارح کو یوں کہنا صواب تھا و لو استاجرنا للمركوب مطلقا یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے کذا فی الطحاوی و ینقلب صحیحہ برکوبہا اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاوے گا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا دیگر کو سوار کرے ازراہ استحسان اجرت معینہ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت رکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے نازل ہوگئی تو فساد بھی نازل ہوگیا اس واسطے کہ ہم اتہا کی تعیین کو ابتدا کی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور سوار پر تاوان لازم نہ ہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اس واسطے کہ وہ متعدی نہیں بحیث عدم مخالفت کذا فی المذنب وان قید برکب اولالبس فی الف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیہ وان سلم اور اگر مستاجر یا موجد نے سوار یا پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر نے اس کے مخالف کیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہو جائے دریں پر



اجرت نہیں اگرچہ اس نے تسلیم کی ہو م مخالفت سے تاوان اس واسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست میں تفاوت ہوتے ہیں اس واسطے کہ اکثر دبلے اور پتلے ہیں اور ان کا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب نادانف کاری کے اور بہت موٹے تازے ہیں جس کی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف عالت افتد فیہ عدا و امثالہ حیث یجب الاجر لہذا سلم لانہ لما سلم تبین انہ لم یخالف وانہ مما لایؤہن الدار کانی الغایۃ بر غلاف اس دکان کے جس میں مستاجر نے مثلاً لوہار کو بٹھلایا اس واسطے کہ اس میں اجرت واجب ہوگی جب کہ موہر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اس واسطے کہ جب اس نے دکان تسلیم کی تو ظاہر ہو گیا کہ مستاجر نے موہر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہو گیا کہ عداوی گھر کو ضرر نہیں کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحاوی نے کہا اس میں گفتگو ہے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عداوی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لہذا مع الضمان منفع اس واسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی الجلبی و مشکہ فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کا لفظ طحاوی اور اگر جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز مختلف اور تفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنے والے کے جیسے خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اس واسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اس کی میخیں گاڑنے میں تفاوت ہوتے ہیں بعضے با سلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں بزاز یہ میں ہے کہ خیمہ کی میخیں مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں موہر پر و فیما لا یختلف فیہ بطل تقیدہ بہ کی لو شرط سکنی واحد لہ ان لیکن غیرہ لما مر ان التقید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف مستعمل کے تو اس کی تقید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے ابارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اس کے غیر کو اس میں رکھے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سہمی نو عا و قدر اگر برہ حمل مشکہ و اخف لا اضر کا الملع اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار کا پناچہ کیوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اس کے مانند اور اس سے ملے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا پناچہ نہ کہ کام کر بھگم کافی پنا ہے جس میں بارہ صاع غلہ سادے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کے برابر اور گیہوں اس کے وزن کے برابر لادنا اور خفیف ترکی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نہک یا لودنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والا اصل ان من استحق منفعة مقدرة بالتقدیر استوفی بالادشما و دونہا جاز و لو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہو اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو اس کی برابر یا اس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں و منہ بحیل وزن البر قلنا لا شیء فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا ردئی کا جو برابر ہے گیہوں کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول اصح میں م یعنی اگر من بھ گیہوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر ردئی جانور پر لادی تو جائز نہیں اس واسطے کہ ردئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اس میں گہری بھی زیادہ ہے تو اس کا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہوں سے اور گیہوں کے عوض اگر جو اسی قدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہیں بقول اصح اس واسطے کہ جب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتویٰ ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اس نے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مفرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر پیٹھ یا لودنا لادنا اور اگر محمول اندک زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر مسمی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اس واسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آوے گا مگر جب کہ موضع حمل سے زیادہ تر متجاوز ہو چنانچہ ردئی عوض گیہوں کے کذا فی الطحاوی و لوروف من لستم سک بنفسہ و عطبت الدابة الضمن النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا عانت جانور پر بیٹھا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے گا اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم کہ فی الا اعتبار للشکل لان الادامی غیر موزون اور

۳۵ یہ اس صورت میں ہے کہ صاع سواد سیر کا ہو کچھ اور بقنا صاع کے وزن میں اختلاف ہوگا بلحاظ وزن ملک کے اتنا ہی کڑے وزن میں اختلاف ہوگا



اعتبار نہیں گرائی وزن کا اس واسطے کہ آدمی نیز موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد و راکب کا اعتبار ہو گا نہ گرائی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہے۔ عند ان کانت الدارۃ تطیق حمل الاثنين والاکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اس وقت سے جب کہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر اٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہے۔ متا بھیر حال میں یعنی خواہ بذات خود متمسک ہو یا نہ ہو کالو حملہ الرکب علی مالقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہا لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا تو مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہو گا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ بیٹھ کر ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا۔ وان کان الردیف صغیرا لیس تمسک لضمین بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا امانت جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اس کی گراں باری کے یعنی جس قدر بوجھ بھاری ہو گیا غیر کے سوار کرنے سے اتنا تاوان لازم ہو گا کملہ شیناً آخر ولو من ملک صاحبہا کولہا لاقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اٹھالینے سے بقدر اس کے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول جانور کے ملک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اٹھا لازم ہو گا بواسطہ عدم اجازت مالک کے و لیس المراد ان الرجل یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تو لاجائے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہل دانش سے پوچھا جائے کہ کتنا بوجھ زیادہ ہو گیا حمل صغیر یا حمل شے آخر سے دلو راکب علی موضع الحمل ضمن الکل لامرادر اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا تو مالک کی صورت میں کل کا ضمان دے گا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہو گیا و کذا ولیس ثیباً کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہن کر سوار ہو یعنی در صورت ہلاک تاوان کل کا دے گا اگر ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا دلو یا بلیسا لاس ضمن بقدر ما زاد مجتبیٰ اور اگر اس قدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضمان دے گا کذا فی المجتبیٰ و اذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لمرکوبہ بنفسہ مع التضمین ای نصف القیمۃ لمرکوب عیزہ اور پیچھے سوار کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے ہلاک ہو تو ساری اجرت واجب ہے اس وجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی نصف قیمت جانور کا دیوے اس لیے کہ دوسرے کو سوار کیا تم ان ضمن الرکب لایرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجر من المستاجر والا پھر اگر سوار یعنی مستاجر راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ بھرے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بھرے اگر اس نے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہوا اور اگر ردیف بطریق اجارہ سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق ماریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی المطاوع قید بكونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ ردیف میں جانور کے ہلاک ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر جانور باوجود وار و اف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آدے گا نہ تاوان یعنی جمیع صورت مذکورہ میں کذا فی المطاوعی و بكونہ اردو فہ لاند لواقعہ فی السراج صار غاصبا لاجر علیہ بحرم الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف ردیف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مستاجر اس کو زین پر بٹھائے گا اور آپ بچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہرے گا تو اس پر اجرت لازم نہ ہوگی یعنی فقط تاوان اس پر لازم ہو گا نہ کرایہ کذا فی البحر من الغایۃ لکن فی السراج الواج من الشکل ما یخالفہ فلیتأمل عند الفتوی کیف فی الاشباہ و غیرہا ان الاجر والضممان لایجتمعان لیکن سراج دلہج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف و بموجب اجمع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کیونکہ نہ ہو اور حالانکہ اشباہ و غیرہ میں یہ مذکور ہے اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے م سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر کے سوار ہو یا پیچھے دونوں صورت میں حکم یکساں ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں مطاوعی نے کہا کہ شہادہ کی عبارت کا ذکر ہلا وجہ ہے اس واسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور







مٹا کر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہو گا چنانچہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط محل معین بلا غلط زیادت لاوا پھر جانور پر فقط زیادت لاوے کذا فی الجہد قال ولم یغیر فی الاجارۃ اذا سلمت نظور وجوب لمسی نقط وان کملھا المستاجر لان منافع الغصب لا یضمن عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نہ کیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لاوا ہو اس واسطے کہ زیادہ لاوا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں دیتے علم حکم الکاری فی طریق مکہ اور ظور وجوب لمسی سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ محل پر کچھ بوجھ زیادہ لاوا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ لاوانے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہ ہو گا فقط اجرت مقررہ لازم ہو گی لیکن زیادہ لاوا حلال نہیں کذا فی الطحاوی وضمن بغیر ہا وکھا بلجا ما تقبید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے در صورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اس کی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی پرچند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن دہا تک ہے جب کہ جانور تلف نہ ہو جائے حتیٰ لو ہلک الصغیر بغیر الاب والوصی للتادیب فمن لو دعه بجزر و تعریک تو اگر صغیر باب یادھی کے ادب دینے کی مارتے مر جائے تو تاوان یعنی دیت لازم ہو گی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقال لا یضمنان بالتعا اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحاوی و فی الغایۃ عن الشیخ الاصح رجوع الامام لقولہما اور بغایۃ تحقیق میں تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کی طرف صحیح تر قول ہے لا یضمن لیسر و قسما اتنا متاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہلکنے سے باتفاق امام و صاحبین و ظاہر الہدایۃ ان للمتاجر ضرب لا اذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے م شارج نے ہدایہ کا قول اس واسطے ذکر کیا کہ باہت ضرب متعارف معلوم ہو بشرط سلامت و ما ضررہ لدایۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا یضربہا اصلا و یجاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیۃ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اس کو اصلا نہ مارے اور اس سے مواخذہ ہو گا اس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے م یعنی بر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے و ضمن یمنع السرج و وضع الایکاف سو ابویکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے زمین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو م طحاوی نے کہا شاید کہ شارح پر الیکاف مشتبه ہوا اکاف کے ساتھ اس واسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے و لہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اس کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے و بالا سراج بما لا یسرج بذالھما بمتلھما جمع قیمتیۃ احد اس طرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہیں باندھا جاتا اس کی تمام قیمت کا تاوان لازم ہو گا م صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانسب ہے تو تاوان لازم نہیں مگر در صورت زیادت وزن حقائق میں عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی ولو بمثلہ او اسر جہا مکان الایکان لا یضمن الا اذا زاد وزنا فیضمن بحسب ابن کمال اور اگر ویسا زین باندھا جیسا زین اس پر باندھا جاتا ہے یا بجائے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہو گا مگر جب کہ تول میں زین پالان سے زیادہ ہو تو اس کے حساب کے موافق تاوان لازم ہو گا کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر پالان ہو دوسیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آوے گا کا یضمن لو استاجر بالغیر لجام فلھا لجام لا یلجم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دے گا در صورت ہلاکت اگر جانور کمر پر لیا بدون لگام کے پھر اس کے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی و کذا الوابد لہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسی طرح تاوان لازم ہو گا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اس کے لگائی نہیں جاتی اس واسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ تحقیق م طحاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مائل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقاً غیر ما یجوز مالک و تفاوتا



بعد اوروں اور خونا بخت لایسکہ انس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ پہلا جو مغائر تھی اس راہ کے جس کو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں متفاوت تھیں ووری یا سخت ہونے یا خوف میں اس طرح کہ لوگ اس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قید بالبر مطلقا سلمہ الناس اولاً لخطر البحر فلم یقید بالبر الا ضمان یا حال مستاجر کا اسباب لادے گیا دریا میں جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لے جانے کی تو مطلقاً تاوان لازم آوے گا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے دان بئ المنزل فلا اجر لوصول المقصود اور اگر حال نے مستاجر کا اسباب پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اس کی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اس سے مخالفت متحقق نہ ہوئی وضمن بزرع رطبہ وقد امر بالبر بالقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ ہونے سے حالانکہ مالک نے گہیوں ہونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اس واسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گہیوں سے یعنی اس واسطے کہ رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دوز تک پھیلتی ہیں ولا اہمل لانه غاصب الا فیما استثنی کما یجی اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اس واسطے کہ رطبہ ہونے والا غاصب ٹھہر اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنیٰ میں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لان بالاقول ضرر لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان معترکہ ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ کمتر ضرر والی کے ہونے سے تاوان لازم نہ ہوگا اجرت واجب ہوگی م اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ ہونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گہیوں بویا وضمن بخیا طہ قباء و امر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور تبا کے سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص پہنے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اس کے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا م قبا اس کو کہتے ہیں جس کا آگاکھلا ہو اور قمیص وہ ہے جس کا آگاد پھیچا دونوں سیاہ ہوں لے ای صاحب الثوب اخذ القباء و دفع اجر مثله لایجاد زالمسی کا ہو حکم الاجارۃ الفاسدہ اور اس کو یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی سی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہ ہو جیسے اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنی اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہ ہو وکذا اذا خاطبہ سر او یل وقد امر بالقباء فان حکم کذلک فی الاصح فتقید الدرر بالقباء التفاتی اور اسی طرح جب کہ درزی نے پاجامہ سیاہ اور حالانکہ کپڑے دالے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسی طرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اس کی مزدوری دے تو درمیں قبا کی قید لگانا التفاتی ہے ہم درمیں میں تخییر کا حکم در صورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سر او یل اشارہ کیا کہ ذکر قبا التفاتی ہے ہر مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بسبعہ اھضر وقد امر بامر قیمۃ ثوب البیض وان شاء المالك اخذہ واعطاه ما زاد البصغ فیہ ولا ھملہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زر رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زر درنگیں کوئے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زر دی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی دل و بصغ رد یا ان لم یکن البصغ فاحشا لا یضمن البصاغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ یضمن قیمۃ ثوب البیض خلاصۃ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا اور اگر رنگ نہایت ناقص نہ ہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو تو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ و عرضہ و کمہ کذا فجاہ ناقصا ان قرا البصغ ونحوہ مفود وان اکثر من ذہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور استین اس قدر ہو سو وہ کم ہو مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اس کے مانند کم ہو تو معات ہے اور اگر زیادہ ہو تو اس کا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم و خطہ فقطعہ ثم قال لایفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اس کو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اس کو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اس پر تاوان لازم ہوگا یعنی اس واسطے کہ اس نے دھوکا دیا و لو قال لایفیک قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ



ثم قال لا یفیک لایضمن اور اگر مالک نے کپڑا یا میرے قمیص کے لیے کافی ہے اور ورزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اس کو قطع کر اور اس نے قطع کیا پھر ورزی بولا کہ تجھ کو کفایت نہیں کرتا تو اس پر تاوان لازم نہیں م اس واسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار سے نہ حکم کذا فی الطحاوی نزل الجمال فی مفاہیظہ ولم یرحل حتی فسد المال بسرقة او مطر ضمن لوالسرقة والمطر غالباً خلاصۃ ساربان اترامیدان میں اور دہاں سے کوٹھ نہ کیا یہاں تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش دہاں اکثر ہو کرتی ہو تو تاوان اس پر لازم ہو گا یعنی اس واسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ تحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہر دہاں کے پھوٹنے سے اور اگر غالب الوقوع نہ ہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحاوی و فی الاستبہاء استعان برجل فی السرقة لیبیع متاعه فطلب منه اجراً فاعادتم اور استبہاء میں ہے مدوکاری چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اس کا مال بیچ دے سو اس نے مزدوری مانگی تو ان کی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقریر اجرت اس نے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت نے کی بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں دکن او اخل رجلاً فی مائتۃ لیسئلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہو گا وجوب اور عدم وجوب اجرت میں و فی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لى مالک مدة کذا یجملہ النسخ و شرط علیہ کل شہر کذا جاز و لولم یشتہر بعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی ابرا من الاخر اعتبر عرف البلدة فی فلک العمل اور در میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جو لہے کو سپرد کیا مدت معینہ تاکہ وہ اس کو کپڑا بننا سکھاوے اور مولی نے استاد پر ہر مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام میں معتبر ہو گا یعنی اگر عرف شہر استاؤ کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاؤ کو دلائی جائے اور اگر عرف مولی کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان و فیہا استاؤ و ابۃ الی موضع فجاز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فخطبت ضمن مطلقاً فی الاصح کافی العاریۃ و ہو تو لہما والیہ ربح الامام کافی مجمع الفتاوی اور در میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور دہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور دہاں سے بڑھا کر اور مکان تک لے گیا بعد اس کے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہو گا واضح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقاً یعنی خواہ آمد و رفت دونوں کے واسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کے واسطے ہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت لے جانے کا کہ تاوان لازم آوے گا مطلقاً مکان معمود کے تجاوز سے و فیہ خوف المکارۃ فرجع و اعدا الحمل لملحہ الاول لا اجر لہ یعنی ان یحبر علی الاعاۃ لوگوں نے مکان کی یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کی طرف بوجھ پھیر لایا تو اس کی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اس پر زبردستی کی جائے دوبارہ لے جانے پر کذا فی مجمع الفتاوی و فیہ دفع ابرہما الی الصباغ لبصغۃ کذا تم قال لا تصبغہ درودہ علی فلم یرودہ ثم ہلک لاضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگیز کو تا اس کو رنگے اس قدر اجرت پر پھر مالک بولا کہ اس کو مت رنگ اور مجھ کو پھر دے سو اس نے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگیز پر تاوان نہیں و فیہ شل ظہیر الدین عن استاؤ رجلاً لیلعل لئی الضیغۃ فلما خرج نزل المطر و ائمنع بسببہ بل لا اجر قال لا اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ظہیر الدین سے اس شخص کے حکم کا سوال ہوا جس نے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ وہ اس کا کام کرے زمین میں سوجب کہ مزدور کام کے واسطے نکلا ہی نہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اس کے سبب سے کیا اس کی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اس واسطے کہ معفو و علیہ واقع نہ ہوا بلا منع مستاجر استاؤ و ابۃ لیلعل کذا فرضت فملہا و دہاں لیلعل لئی الضیغۃ قال لا لہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تاکہ اس پر اتنا بوجھ لاوے سو جانور بیمار ہو گیا تو محل معین سے کمتر لاؤ تو کیا مستاجر کو کسی کے حصہ کے موافق کرایہ پھر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اس واسطے کہ مستاجر اسی قدر کے لاوے پر راضی

لہ قال الطحاوی قال فی ضیاء العلوم للمکاری الذی یکرى دابة و المکاری الذی یکرى بہا امۃ



ہو گیا استاجر کی فتنہ الجیران عن الطعن لتوین البناء وحکم القاضي بمنعہ بل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مال يمنع ظاہر من الطعن مستاجر نے چکی کرایہ لی سواس  
 دو پڑ دیوں نے پینے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہو گا ظہیر الدین نے جواب  
 دیا کہ ساقط نہ ہو گا جب تک ظاہر میں پینے سے منع نہ کیا جائے گا مگر مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اس کو چکی نہ پینے دیں یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول  
 دیں کذا فی الطحاوی استاجر مما سئمته فغرق مدۃ بل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعاً ایک برس کیلئے حمام کرایہ پیا سو ایک مدت تک پانی میں ڈوبا  
 یا تو کیا تمام اجرت واجب ہو گی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہو گی دنی الوہبانیۃ سے ویسقط فی وقت العمارة مثل ما یلزم  
 بعض الدار فالمدم یجزیہ اور وہبانیہ میں ہے اور ساقط ہوتا ہے اجرت عمارت کے وقت میں مانند اس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جائے  
 و انہدم تخمین کیا جائے م یعنی مقدار انہدم تخمین کر کے بقدر اس کے اجرت ساقط کی جائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر  
 کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ بعد البر وخالف فی قدر العمارة امر + یقدم فیہا قولہ لا المعمر اور مخالفت  
 مالک امر کرنے والے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو اس میں مالک کا قول مقدم ہو گا نہ مستاجر عمارت کے بنانے والے کام صورت مسئلہ یہ ہے  
 مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجر کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ  
 کا قول مقبول ہو گا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہوں گے کذا فی الطحاوی عن خزائن الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجز بمجرد والامر یعنی الانی  
 نور وبالمدۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ میں کتا ہوں اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجد پر ثابت ہو بمجر د امر کرنے کے یعنی مگر تنور اور  
 کماست کے چہ بچہ کے بنانے میں رجوع بمجر د امر کے نہیں تو ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجد پر م طحاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہیں بلکہ  
 یقینہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ میں مذکور ہے اس طرح کہ نجم الاثمن بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر میں عمارت بنا دے مالک کے امر سے تو  
 میں قدر اس کا صرف ہو کر سے بھرے اگرچہ رجوع صریحاً شرط نہ ہو پھر قاضی خاں سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع بمجر د اذن بلا شرط صحیح نہیں انتہی مالی القینۃ  
 و معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قبیحہ کا مزج ہے نہ مفاد طہریت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخها المستاجر بحضرة الوجہ ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر  
 دیران ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہو گا اور اجارہ دیرانی نسخ نہیں ہو جاتا جب تک اس کو موجد کے سامنے نسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے مگر بعض مکان گھر  
 کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے جیلہ سے قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ نسخ نہ ہو گا اور قاضی اس کی طرف سے وکیل  
 قائم کرے کہ وہ نسخ کر دے کذا فی الطحاوی عن القینۃ و اذا بنیت للاخیارہ اور جب کہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدم کے تو مستاجر کا اختیار نہیں یعنی اس  
 واسطے کہ انہدم قبل الفسخ سے انفساخ نہیں ہوتا دنی سکنی عرضتہا لایجب الاجر قالہ ابن شحنتہ قلت دنی نفیہ نظر ولعلہ ارید السمی اما جبرۃ المثل او حصتہ  
 العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتاویٰ دیکھی فی نسخھا ما لفیہ فتنہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازے کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا  
 ہے ابن شحنتہ نے میں کتا ہوں کہ اس کی نفی میں اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت معینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اس میدان کے کرایہ یا حصہ  
 میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور نسخ ہمارہ کے باب میں وہ قول ادرے گا جو لزوم اجرت کا مفید ہو گا سو خبردار رہنا م باب الفسخ کا قول  
 مذکور یہ ہے زمینی سے کہ اگرچہ چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان سوائے پینے کے لائق اتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہو گی بسبب باقی رہنے معقود علیہ  
 کے تو اگر منفعت لے گا تو بقدر اس کے حصہ کے اجرت لازم ہو گی انتہی اور فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ اگر سب گھر منہدم ہو جائے تو اجارہ نسخ نہ ہو گا اس  
 واسطے کہ پیش دروازے سے ارتفاع ممکن ہے کذا فی الطحاوی استاجر مما و شرط حط اجرة شہرین للعطلۃ فان شرط حطہ قدر العطلۃ صحح بنازچہ حمام اجارہ لیا اور

مسئلہ تنور بمجر د تقدیم الزمان علی الاموال المحلۃ یعلم قدر اجرت المنہدم بالحوزہ والتقدیم یسقط قال الطحاوی ۱۱ منہ



دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کامل کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البرازیم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحاوی و اجرتہ السجین والسجیان فی زمانہ یجب ان یکین علی رب الدین خزائنہ الفتاویٰ کی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب یہ ہے کہ صاحب دین پر جو کذا فی خزائنہ الفتاویٰ یعنی اس واسطے کہ اسی کے واسطے مدیون مقید ہو اسے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب مسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لاییزمہ الکراہیۃ لہذا السنۃ لانہ لم یکنہا علی وجہ الاجارۃ کذلک لوانقضت المدۃ والستار غائب الدار فی بد امرأۃ لان المرأة لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی متعین ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک سال اس میں رہا تو اس پر کرایہ لازم ہوگا۔ اس سال کا اس واسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسی طرح اگر مدت اجارہ ہو جائے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اس واسطے کہ عورت اس میں بعض اجرت نہیں رہی آجرو دارہ کل شہر کذا فکل الفسخ عند تمام شہر فلو غاب المستاجر وقبل تمام شہر ترک زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یکن لایجر الفسخ مع المرأة لانہا لیست بحکم الحیلۃ جار تہا لاخر قبل تمام اشہر فاذا تم تفسخ لاولی قنعتہ الثانیۃ فخرج منها المرأة وتسلم للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجد ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے پہلے اور اپنی زوجہ اور سبب گھر میں چھوڑ گیا تو موجد کو اس کی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مستاجر مخاضم نہیں اور مستاجر کی عورت سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اس میں سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائے گا کذا فی الخانیۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعاً باصلہ وون وصف عقدہ میں سے عقد فاسد وہ ہے جس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا عدم مشروعیت وصف جہات سے یا اس شرط کے اشتراط سے مارض ہوتی ہے جس کو عقد متعین نہیں والباطل بالیس مشروعاً باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل وہ ہے جو کسی طرح مشروع نہ ہو نہ اس کی اصل مشروع ہو نہ وصف اس کا کام اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعض مردار اور خون کے اور بت تراشی یا تصویریات بنانے کے واسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول دہو الفاسد وجوب اجرتہ المثل بالاستعمال لو المسمی معلوماً بن کال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب ہوتا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مائل ہو اس عمل پر یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اس دمان اور مکان میں اور اجرت درہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو تو لوگوں میں تو یہ قول کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگر یہ اس کا سبب حرام ہے یہ قول ہے علوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں ہے قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل دمان علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور در صورت تسمیہ اجرت مثل اجرت مسمی سے زیادہ نہ ہوگی اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الثانی دہو الباطل فانه لا اجرت فیہا بخلاف حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان البیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اس واسطے کہ بیع فاسد میں بیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ مخی لوقبضنا المستاجر لیس لہ ان یوجرہ یا یرخل اجارہ فاسد کے کہ اس میں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اس کو جائز نہیں کہ اور شخص کے اجارہ میں دے دلو اگر مستاجر اجرت مملوک ولا یكون غاصباً ولا لایل نقض الثانیۃ بحر معزایہ لفظا فتنہ اور اگر مستاجر مذکور اس کو اجارہ دے گا تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور



اس فعل سے وہ غاصب نہ ہوگا اور ادل یعنی ملک موجد اول کو اجارہ ثانیہ کا طور ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول کوئی لاشبہ المثل  
فاسد الوکر صحیحاً جائز دیکھی اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسد کا مستاجر اگر اس کو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے اوسے کام معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ  
کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحاوی لفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالنے  
میں وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے مخالف ہیں مہ چنانچہ پچھلی کے اجارہ میں شرط ہوئی کہ اگر چھپانی منقطع ہو جائے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اس واسطے  
کہ موجب عقیدہ ہے کہ اجرت واجب نہ ہو بل قدرت حصول منفعت فکل ما فسد البیع مما یفسد کما یجوز اجرة ومدة دلیل وکثر طعام عبداً وعلف  
واية ومرة ومغارة ومشراد خراج ومغارة واشباہ سبب جزیع کی مفسد ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ  
ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اس کے  
معارف اور زراعت کی زمین کا عثریا خراج اور اجارہ کی چیز پھینکا دینے کا فسخ مشروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ووجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ  
منجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجرت موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ والامی السعود  
ولفسد البیع بالشیوع بان یوجر نصیباً من داره او نصیباً من دار مشترکة من غیر شریک یا من احد شریکین الفع المسائل واما ویمن الفصل الثلثین اور شیوع یعنی ہم  
امیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص  
کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ الفع المسائل اور عمادہ میں ہے تیسویں فصل سے مہ فصولین میں ہے کہ ایک زمین مشترک  
ہے چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحتراز بالاصلی عن الطاری فی الفسداً  
علی المظاہر کان اجرا کل ثم فسخ فی البعض او اجرا لواحدهما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو  
شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر الرایت کے چنانچہ تمام گھر تازمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک  
شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجد مرگیا یا اس کے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مرگیا مہ صورتین اخیرتین میں  
کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہے گا باوجود شیوع کے اس واسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارة  
المشاع کا لوقتی بوزہ اور وہ یعنی تمام چیزیں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کرنا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں جیسے جواز اجارہ مشاع پر قاضی  
کا حکم ہو جائنام یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اس کی دو تدبیریں ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری  
تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جس کے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سودہ اس کے جائز ہونے کا حکم دے الا اذا اجر کل نصیبہ  
او بعضہ من شریک فمجر شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے ووزہ  
بکل حال وعلیہ الفتوی زلیلی وجر معز باللفظی لکن رده العلامة قاسم فی تصحیحہ بان مافی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز  
کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمہ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الزلیلی اور بحر الرائق میں  
یہ فتویٰ معنی سے منقول ہے لیکن اس فتویٰ کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اس طرح کہ جو فتویٰ معنی میں ہے ایسا شاذ ہے جس کا قائل معلوم نہیں تو  
وہ احتیاط کے لائق نہیں مہ طحاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاویٰ فخر الدین میں ہے کہ فتویٰ امام کے قول پر ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے  
ارباب شروع اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا لیتا فی البدایع لو اکر مشاعاً محتمل القسمہ قسم وسلم جاز الزوال المانع ولو ابطلنا الی کم تم قسم وسلم لم یجز میں کتا  
ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اس کی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہے بسبب دور ہو جانے



مانع کے یعنی شیعہ کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اس کی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں دہنی بجوازہ لوالبناء والرحل والحرثۃ لا غیر  
فصلین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتویٰ دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اس کی دوسرے شخص کی چنانچہ  
فصلین میں ہے اکیسویں فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے م یعنی اگر صاحب عمارت اس کو اجارہ دے صاحب زمین یا اس کے غیر کو  
تو جائز ہے اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الجامع وفسد بجماله المسمی کلا وجہ کتیمۃ ثوب اور اذاتہ اور اذاتہ وریہم علی انہ برما  
المستاجر لیسرورة المرتہ من الاجرة فیصیر الامر محمولاً اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اگر کسی کی جہالت سے تمام امر محمول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا  
سودرم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت محمول ہو گئی  
اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہو گا م کپڑا اور جانور تمام امر کے محمول ہونے کی مثال ہے اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا کون جانور اور  
سودرم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے وفسد لعدم التسمیۃ اصلاً او بمسئۃ خرافۃ ویر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے  
یا شراب یا سور کے نام لینے سے م عدم تسمیہ کی یہ صورت ہے کہ موجد نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھ کو اجارہ دیا اور یہ  
نہ کہا کہ اتنے کر ایہ پر کذا فی المنع فان فسدت بالانہیرین لجماله المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجبر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سوا اگر اجارہ فاسد ہو گیا  
پچھلے دو سبب سے یعنی کسی کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گئی یعنی محمول اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہ ہوگی مسمی سے م شارح کے  
اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی میں غلط ہے اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اس واسطے کہ عدم تسمیہ میں امر ظاہر ہے اور جہالت مسمی تو در حکم عدم  
ہے کذا فی الطحاوی لا یا تملکین بل باستیفاء المنفعة حقیقۃ کامر بالغاً ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تملکین یعنی موجد کے قادر  
کہ دینے سے واجب نہ ہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہے کیوں نہ ہو  
بسبب نہ ہونے اس چیز کے جس کی طرف رجوع کیا جائے ولا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہ ہوگی مسمی اس قول کا غلط مذکور ہو چکا علاوہ اس کے  
عدم مرجع الیہ اس کے مخالف ہے والا فسد بجمال بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یز و اجرت مثل علی المسمی لرضا ہما بہ اور اگر اجارہ امون مذکورین  
سے فاسد نہ ہو بلکہ شرط مخالف عقیدہ یا شیعہ اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجرت مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوگی بسبب رخصی ہو جانے  
موجد اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاطاً نہ عن المسمی پر رخصی ہو گئے م جہالت مسمی اور عدم تسمیہ میں اجرت مثل جس قدر کہ ہو اور ان کے سوا میں سوا  
زیادت علی المسمی اس واسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ ان کی قیمت عقیدہ یا شیعہ عقیدے ٹھہرتی ہے پھر جب کہ منافع  
کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہو عقیدہ کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اس واسطے کہ مائدین اس کے اسقاط پر رخصی ہو گئے اور جب کہ  
اجرت مسمی محمول اور معدوم ہو تو مرجع منتفی ہو تو موجب اصلی واجب ہو یعنی وجوب قیمت جس قدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسی طرح لائی ہے اس واسطے کہ عبارات  
قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے وانشی الزیلعی مالواستاجر  
دار علی ان لا یسکنہا فسدت وجب ان سکنا اجبر المثل بالغاً ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنیٰ کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر  
اس میں سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اس میں سکونت کرے گا تو اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو م یہ فساد  
اجارہ شرط مخالف عقیدے ہو تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ٹھہری و جملہ فی البحر  
علی ما اذا ہل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت کسی پر محمول کیا ہے یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجرت مسمی محمول ہے تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت  
قاعدہ مذکورہ سے استثناء نہ ٹھہر لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالت المسمی فانہم دخل کل فلا استثناء فتنہ لیکن قاضی خاں نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت



مسی کی طرف پھیرا ہے تو اس کو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنائیں ہیں تو آگاہ رہو مخطادی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خاں کا ایک ہی ہے تو استدراک بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہے اس واسطے کہ بحر الرائق اور قاضی خاں میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت یعنی استثناء الوقت لان الواجب فیہ بحر النشل بالغامایع قتال میں کہتا ہوں اور وقف کا استثناء کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اس واسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جس قدر کہ اجرت مثل ہو سو نو کر فان آجہ وارہ تصریح علی ہمالۃ المسمی لعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفع فعیلیہ للمدۃ اہر المثل بالغامایع ولفسخ فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اس کو نہ دیا تو مستاجر پر اس کی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگی جس قدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجہر حال تو نا کل شہر بکذا صحیح فی واحد فقط وفسد فی الباقی لجمالتہا دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس والا اصل اتہ متنی دخل کل فیما لا یعرف منتہا تعیین اوانہ فاذا تم الشہر فکل فسخنا بشرط حضور الاثر لانتہاء العقد الصصح اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہو اس میں جس کی نہایت معلوم نہیں چنانچہ ایام اور شہر تو اس کا کثر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکے عقد صحیح کے و فی کل شہر سکن فی اولہ ہوالیلۃ الاولیٰ یومہا و فاقوہ لغتی صحیح العقد فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہے گا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اس کا دن ہے عرف میں اور اسی کا فتویٰ ہے ہم یعنی بتا تعین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں وہاں سکونت کرے گا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ روایت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اس کے اعتبار میں ہرج تھا لہذا چاند رات اور اس کا دن معتبر ہوا لہذا فی الدرر و شرح الوقایہ ولیس للموجر اخراجہ حتی یغتفی الایعذر کما لو جمل اجرة شہرین فاكثر لکونہ کالمسمی زبعلی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اس واسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزبعلی الا ان لیس الکل ای جملہ شہور معلومۃ فیصح نزول المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا نزول مانع کے سبب سے ہم یعنی موجریوں کے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنع واذا آجہر ما سنۃ بکذا صحیح وان لم یسم اجر کل شہر و تقسم سورۃ اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا و اول المدۃ ماسمی ان سمی اور ابتداء مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا و الا فوقت العقد ہوا و لہا اور اگر ابتداء مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای مہر السلال والمراد الیوم الاول من الشہر ثمنی الابلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاندوں کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہاں بضم یا فتح بمعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا ہو مہینوں کے شمار کے واسطے دن معتبر ہوں گے ہر مہینہ تیس دن کا و الا لایتم الاول بالایام والباقی بالابلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائے گا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہوں گے ہم یعنی اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال میں سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ میں دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی تکمیل



کی دسویں تاریخ اور اگر ذی الحجۃ اتیس دن کا ہو گا تو سال تمام ہو گا ذی الحجۃ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقایہ استاذہم عبد الباقی معلوم و بطعامہ لم یجز لجماعہ  
بعض الاجامہ کام نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اس کی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر مثلاً  
دور وہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کس قدر اودھ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے  
مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے اتھی فتاویٰ مالکری  
میں ظہیر سے منقول ہے کہ نفیہ البوالیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ میں چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہیں یعنی عدم جواز پر اور ہمارے  
زمانہ میں تو غلام کھاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحاوی و جازا حجارة الحمام لانه علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام مخفیاً  
ولتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام حجفہ کے حمام میں تشریف لے گئے تھے اور بسبب رواج  
لوگوں کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہروں میں لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں اگرچہ استعمال کے پانی کی اور دہاں کے ٹھہرنے کی مقدار  
مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اس کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہیں ہوتا مواہب لدینیہ میں ہے کہ دخول  
حمام مخفیاً کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام مارأه المستنکون حسناً فمؤند اللہ حسن قلت والعرف وقع علی ابن مسعود کا  
ذکرہ ابن جریر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانیں تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے میں کہتا ہوں اور الطحاوی  
کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن جریر نے اس  
کو بیان کیا ہے م مقاصد حسنہ میں ہے کہ مسند احمد میں عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دل  
دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اصحاب پسند کیے اور ان کو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا جس کو مسلمین نیک  
جانیں وہ عند اللہ نیک ہے اور جس کو مسلمین بد جانیں وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسی طرح ہزار اور طرابلسی اور طبرانی نے  
ابن مسعود کے ترجمہ میں مذکور کیا ہے کذا فی الطحاوی یہ حدیث جیت اجماع کی دلیل ہے و جاز بناؤہ للرجال والنساء ہوا صحیح للماہرین بل حاجتہن  
اکثر لکثرة اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردوں اور عورتوں کے نہانے کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتوں  
کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تہ ہے اس واسطے کہ عورت کے نہانے کے اسباب بہت ہیں و کراہتہ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورة زلیحی اور حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جس میں کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزلیحی وفی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام  
فی قول ذیل الامر یقتضی انفساء المعتمد ان لا کراہتہ مطلقاً قلت و فی زمانہ الاشک فی الکراہتہ تحقیق کشف العورة وقدم فی النفقة اور اشباہ کے احکامات  
میں ہے اور مکروہ ہے عورت کے واسطے حمام میں جانا ایک قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتد یہ ہے  
کہ مطلقاً کراہت نہیں میں کہتا ہوں اور ہمارے زمانے میں مکروہ ہونے میں کچھ شک نہیں بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اس کا ذکر کتاب النفقة میں  
مذکور ہو چکا ہے والحجاء لانه صلی اللہ علیہ وسلم اجتمعوا علی اجرة و حدیث النبی عن کسب منسوخ اور حجاء یعنی کھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہے اس  
واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوا یا بچھنوں سے اور اس کی مزدوری دی اور کسب حجاء کی حدیث بھی منسوخ ہے والظہر بکسر فہمزة المفعلة  
باجرمعین تعامل الناس بخلاف نفیہ الجیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجرمعین پر جائز ہے بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے  
قال الطحاوی کذا رواہ احمد فی کتاب السنن من حدیث ابی وائل عن ابن مسعود قال ان اللہ نظرانی تلوی العباد فاختارہ اصحاباً فنجلم انصارہ ویزووزا ویمیزناہ المسلمون حسناً فمؤند اللہ حسن و  
المسلمون نفیاً فمؤند اللہ قبیح و ہو موقوف حسن و کذا أخرجه البزار والطحاوی و طبرانی فی ترجمہ ابن مسعود ومن العجالة کذا فی مقاصد الحسنۃ منہ فی حدیث دخول حمام مخفیاً موضوع است فی حدیث ازہم منہ



یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں عدم رجح کے سبب سے شارح نے کہا نظر بکسر ظاہر معجز و سکون ہمزہ و دودھ پلانے والی عورت ہے و کذا بطحا و کسوتھا و لہذا الوسط و ہذا عند الامام بھریان العادة بالتوسط علی الظہر شفقتہ علی الولد اور اسی طرح دایہ کو نوکر رکھنا اس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اس کے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اس واسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کنشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاویٰ بکری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اس واسطے کہ اجرت بھول ہے امام کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہ ہو تو صحبت کی مانع نہیں ہے وللمزوج ان یطعمہ یا یطعمہ لہ مالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک جائز نہیں لانی بیت المستاجر لہ مالک فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نہ کرے اس سے مستاجر کے گھر میں اس واسطے کہ گھر مستاجر کا ملک ہے تو اس میں داخل نہ ہو مگر اس کے اذن سے وللمزوج فی نکاح ظاہری معلوم بغیر الاقرار فتخما مطلقا شانہ اجارۃ لانی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اس نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ اس کو عیب لگتا ہو بواسطہ اس کی شخصیت کے یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما لا یفسخ لان قد لہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اس طرح کہ نکاح معلوم ہو دونوں کے اقرار سے تو زوجہ اجارہ فسخ نہ کرے گا اس واسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخا بجلہا و مرضہا و فجورہا فجو رابینا و نحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اس کی بیماری اور اس کی ظاہر زنا کاری سے اور مانند اس کے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے ہم منجملہ عذرات مذکورہ یہ ہے کہ بڑا کا اس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سار قہ ہو یا بڑا کا اس کا دودھ نہ پیتا ہو الحی اصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اس کا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان طویل دایہ کا غالب رہنا اور جو مضر نہ ہو اس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارہ سے مستثنیٰ ہو گا مانہ کے اوقاف کے مانند کذا فی الطحاوی ولا یفطر ہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اس واسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا ولومات الصبی او الظہر انتقضت الاجارۃ اور اگر بڑا کا مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولومات البوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا اس واسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اس کے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہ ہو گا و علیہا غسل الصبی و ثیابہ اصلاح طعامہ و منہ بفتح الدال ای طلیہ بالدهن المعروف و هو معتبر فی مالہ نفس فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اس کے کپڑوں کا دھونا اور اس کا کھانا درست کرنا اور اس کے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار دہاں ہے جہاں نفس شرع نہیں شارح نے کہا دین بفتح وال عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہو تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اس کی شرط نہ ہوئی ہو اجارہ میں تو اس میں رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اس پر نہیں اور جو امر الفتاویٰ میں اس قول کو صحیح نہ کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور اس پر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحاوی لا یلزم ہما کمن شخصی من ذلک و ما ذکر محمد بن ان الدہن والریحان علیہا فعادة اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں ان چیزوں کا ٹمن یعنی تیل دینا کہ وہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سوا اہل کوفہ کی عادت تھی و ہوا فی ثمنہ و اجرة علیہا علی ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقہ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ٹمن اس کے دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہ ہو اور اگر اس کا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اس کا ٹمن صغیر کے مال میں ہو گا اس واسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعته بلبن شاة او غدرۃ بطعام و مضت



المدة لا اجبر لها سبب کہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا اس کو کھانے کی غذا دی اور مدت گزرتی تو اس کی اجرت نہیں لان اصحح ان المعقود علیہ  
 ہوا الارضاع والترتیبۃ لللبن والغذیۃ عنایۃ اس واسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پیدائش  
 نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العناۃ بخلاف ما لو دفعته الی خادمتها حتی ارضعته اذ استاجرت من ارضعته حیث تستحق الاجرة الا اذا اشترط رضاها  
 علی الاصح شرہا لیبین الذخیرۃ بخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دہا اپنی خادمہ کو لڑکی کو تو اس نے اس کو دودھ پلایا یا دایہ نے اس عورت کو چاکر  
 رکھا جس نے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر کے دودھ پلوادینے سے مستحق  
 اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرع لیبین الذخیرۃ م فتادی مالگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے نہ اصح پھر فتادی صغری سے منقول ہے  
 کہ قول ادجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی اتنی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت  
 کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحاوی ولو اجرت نفسها لذلک لقوم آخرین دلم یسلم الاولون فارضعتما وفرخت ائمت ولما الاجر کا ملا علی الفسریقین  
 شہیہا بالا جبر الخاص والمشترک وتمامہ فی العناۃ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے  
 مستاجروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا اس نے دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فاسخ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گناہ گار ہوگی اور اس کی پوری اجرت  
 لازم ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اس کا بیان عنایہ میں ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ  
 کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایضاً عمل دونوں جگہ ممکن ہے فیاط کے مانند اور صحیح قول شرح  
 اسبیانی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے ہم اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص ہے  
 کذا فی الطحاوی لا یصح الاجارۃ لعسب التیس دہونزوہ علی الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گناہ کرنے کے واسطے  
 ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دے کر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر پھوڑتے ہیں بچہ لینے کے واسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت کو  
 اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اس واسطے کہ گناہ کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ علی میں ہے اور اگر یہ فعل بطریق  
 عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل العناۃ والنوح واللہامی ولو اخذ بلا شرط بیاح اور نہ اجارہ صحیح ہے  
 گناہوں کے واسطے چنانچہ راگ اور نوچہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت سے تو مباح ہے ہم نوچہ گری یہ کہ میت پر دوسے اور اس کی خوبیل  
 بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی  
 طرح طبل قافلہ درست ہے منتفی میں ہے کہ مال کسب کیا نوچہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اس کے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور  
 نہیں تو اس کو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے  
 انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اس واسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانے دلے اور بجانے واسطے بدون اجرت کے نہیں جاکر کذا  
 فی الطحاوی مخصصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ وفتی الیوم بصحتها تعلیم القرآن والفقہ  
 والامامۃ والاذان ویکبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر التسل اذالم یدکر مدۃ شرع وہبانیہ من الشرکۃ وکلیس برہقی اور نہ اجارہ صحیح  
 ہے طاعات کے واسطے مانند اذان اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتویٰ دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور  
 فقہ اور امامت اور اذان کے واسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اس مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین  
 فی اجرت جہانات حرام است ۱۲ فی مال مغنیان نوچہ گراں و مزامیر نوازان حرام است ۱۲ فی جواز چاکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۲



عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشکرۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جائے اسی قول کا فتویٰ ہے ہم اہل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر لوکری کرنے کا فتویٰ دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت میں اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب برہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو اللہ تعالیٰ کی تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہ ہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائیں لہذا ہوا اجارہ مذکورہ کا فتویٰ ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا فی المنع وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ مزبور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر کی لوکری بالاتفاق جائز ہے ویکبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی مایہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ ابداء الحلاوی اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دی جاتی ہے قرآن شریف کے بعض صورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۃ تبارک اور فتح اور یس یہ دینا مسمیٰ بہ شیرینی اس واسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم طحاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعض بلاد میں ہو و لو و فغ غزالا آخر لیسیمہ لہ بصدقہ ای نصف الغزل و استاجر لعل لعل طعمہ معجنہ اور لور الیطن برہ بعض دقیقہ فسدت فی النکل لانه استاجرہ بخبر من علمہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر طحاوی و قد مناه فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اس کو بن دے اس کی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر باخبر کرایہ کو لیا تاکہ اس کا اناج لاوے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا میل کرایہ کو لیا تاکہ اس کے گیہوں پیس دے کچھ اس کے اٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہو گا اس واسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض مل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اس کی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں فقیر طحان کی حدیث نہی ہے اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر تادیر ہو اور ان صورتوں میں تادیر نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مٹھون کی تسلیم سے عاجز ہے اس واسطے کہ حصول اس کا جویر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے تادیر نہیں شمار ہوتا ہادیہ میں کہل ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفرد ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھرتل پینے کا اجارہ کیا سیر بھرتیل کی مزدوری پر یا زمین دی تا و دمر شخص اس میں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجد اور مستاجر میں نصف نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہو گا اور اس پر قیمت و صحت کی لازم ہوگی اور اجرت اس کی عمل کی اور اسی طرح روٹی کا کتنا نا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار باجر سے کا مانڈنا یعنی بالبول سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اس کے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی الطحاوی عن الثعلبی فقیر طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے میل اجارہ لے گیہوں کے پینے کے واسطے اس شرط پر کہ میل کے مالک کی مزدوری ایک تھیز آٹا ہے اسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور کچال اجارہ لی پانی لگے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر اس میں اللہ تعالیٰ روزی دے وہ دونوں میں نصف نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر کچال میں پانی اونٹ پر لا دلا دے گا اور نیچے گا تو تمام من حامل کا ہو گا اور عامل پر اونٹ اور کچال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسی طرح اگر جال یا شکار کرنے کے واسطے اس شرط پر کہ جس قدر شکار حاصل ہو گا وہ دونوں میں نصف نصف ہے تو من قدر شکار ملے گا وہ شکار کرنے والے کا ہے اور جال کی اجرت مثل اس پر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں

سے تغیر یعنی ہیمانہ اور طحان یعنی پینے والا یعنی جو ہیمانہ کہ پینے والے کو اس کے پیے ہوئے گائے میں سے دیا جائے بطور اس کی اجرت کے ۲



اس شرط پر کہ جس قدر دودھ اور اٹھے ہوں وہ دونوں میں نصف نصف میں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور اٹھے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملے گی اور اگر اس نے اپنا چارہ دیا تو اس کی قیمت پادے گا اور نصف نصف ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ نصف گالیوں اور مرغیوں کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہو گا وہ دونوں میں نصف نصف ہو گا ایک شخص کا دیون ہے دوسرے شہر میں سو اس نے مزد دے کے کہا کہ اس کے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب مال مذکور لادے گا تو تجھ کو دس درم دوں گا اسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اس واسطے کہ معنی قفیز طمان ہے کذا فی العالمگیر یہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طمان میں داخل ہیں والجملة ان یفرزلہ الاجرا ولا یطعم قفیز ابلاتعمین ثم یعطیه قفیزاً منہ فجزا اور مسائل متبیین کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اس کی اجرت پہلے سے جدا کر دے یعنی مالک کو سوت اور مال کو طعام قبل از نیج و حمل دے یا قفیز طمان کی صورت میں ایک قفیز اٹا اجرت مقرر کرے بلا تعین یعنی یوں نہ کہ اس گھوڑوں کا اٹا پھر اس کو ایک قفیز اٹا اس کے پیسے اٹے سے دے ہم اس واسطے کہ جب اٹا معین گھوڑوں کی طرف منسوب نہ ہو تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہو اور اجرت کا جس طرح مشارالہ ہونا چاہیے اسی طرح اس کا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہو تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسی گھوڑوں کے اٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیر عن الجیلا ولو استاجرہ لجمیل لہ نصف ہذا الطعام بنصف الاخر لا اجرا لہ اصلاً لیسر درتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اس کا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعض نصف ثانی کے تو اجیر کے واسطے اصلاً اجرت نہیں یعنی نہ اجر کسی نہ اجر مثل بسبب ہو جانے اجیر کے شریک ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اس نے خالد سے کہا کہ میں سیر لادے چل اور میں سیر باقی اپنی اجرت میں لے سو اس نے پورا من لادو تو اس کی کچھ مزدوری ثابت نہ ہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہو گیا زبلی نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لادے جو اس میں اور اس کے غیر میں مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہیں ہوتا اس واسطے کہ جو عمل اپنے شریک کے واسطے کرے گا تو بعض عمل اپنی ذات کے واسطے بھی واقع ہو گا لہذا مستحق اجرت نہ ہو گا واما استنکالہ الذلیعی اجاب عنہ العصف اور جو زبلی نے مسئلہ مذکورہ میں شک کیا بیان کیا ہے مصنف نے اس کا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح میں ہم زبلی نے اس مسئلہ میں دو اشکال مذکور کیے ہیں اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیح میں اجرت نہیں ہوتی تو یہاں بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکہ اجیر مالک ہو گا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرے تو شریک کیونکہ ہو گا اشکال ثانی یہ کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک میں منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہ ہو تو کون سبب سے مالک ہو گا مصنف نے اول اشکال کا جواب یوں دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت میں مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یوں جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق میں منافات نہیں اس واسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہیں ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہو گیا مالک کا غلہ میں قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونوں مطلبوں میں تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب میں خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد میں بدون عمل کے اجرت واجب نہیں ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہیں ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہیں ہو سکتی ہر دن جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہیں لہذا بعض فضلاء نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر صورت مفروضہ میں اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کافی الحال تعجیل سے کذا فی الطحاوی مختصر اذ قال صرحوا بان دلالة النص لا عموم لها فلا یخص عنہا شیء بالعصف کا زعمہ مشائخ بلخ مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالتہ النص میں عموم نہیں تو دلالتہ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہ ہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زبلی میں ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے حمل طعام کو بعض محمول اور نیج کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اس کو جائز نہیں جانتا وہ اس کو قفیز طمان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہے تعارف سے اور اگر یوں کہیے کہ عدم



جواز بطریق قیاس کے نہیں بلکہ قفیز طمان کے نص اس کو شامل ہے باعتبار ولالت کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ استحصان میں قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اس کی تخصیص ہو گئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہیں رکھتے اس واسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طمان کی مخصوص نہیں ہو سکتی بخلاف استحصان کے کہ اس کا رواج جمیع بلاد میں ہو گیا ہے اور ایسے روایات سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ میں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہیں کرتے بلکہ دلالتہ النص سے بعض مافی معنی قفیز طمان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہیں چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب میں تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے میں کہتا ہوں دلالتہ النص میں عموم ہی نہیں کہ اس کو مخصوص کیجیے کذا فی الطحاوی او استاجر خبرنا فی الخبر کذا القفیز ذیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ من العمل والوقت ولا ترجیح لاحد ہما فیقضی الی المنازعة حتی لو قال فی الیوم ادلی ان تفرغ من الیوم جازت اجماعا یا نان پڑے اجارہ کیا کہ اس کو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر کے کی آج ردی پکا دے ایک درہم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونوں میں ایک امر کو ترجیح نہیں تو جھگڑا ہو گا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر نان پڑی سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت میں اجتماع ہو تو دونوں اجارہ کی لیاقت رکھتے ہیں اور کوئی ان میں سے ادلی نہیں تو بہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہے گا تو وہ طرف ہو گا اور منظور طرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یوں کہہا کہ اگر بعض یوم میں تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو نان پڑی ہی معقولہ وسیلہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العناہ مختصراً وارضاً بشرط ان یشہا ای یختر شہرتین او یگیری انہا ربما العظام او لیسر قمتہا بقاء اثر ہذہ الافعال لرب ۱۱ فی فلولم یبق لمفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو دوبار جوتے یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہروں کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین میں مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب یاتی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر ان کا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہ ہو کام دوبار جوتے سے مراد یہ ہے کہ ایک بار مستاجر اپنی زراعت کے واسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہار عظام کی قید واسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیوں کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہیں اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہیں اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منفعہ ہو چنانچہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط مستاجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور مدت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجد کو دینا کذا فی الطحاوی او بشرط ان یزیر عسا بزر راعۃ ارض اخری لما یجی ان الجنس بالفراہہ جرم الفساد یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین میں زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجد مستاجر کی زمین میں زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہے اس واسطے کہ اگے مذکور ہو گا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے جنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکے کا سکے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل میں اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدار میں ہے اور یہاں مقدرات میں گفتگو نہیں تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کے واسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ میں کچھ حاجت نہیں تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اتحاد جنس میں اگر استیفاء منفعت ہو گا تو ظاہر الروایۃ میں اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی تبصرہ و قوله فسدت جواب الشرط ہو قولہ ولودفع الخ اور مان کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولودفع غزلاً الخ کا یعنی شرط مذکور اور اس کے جمیع مطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجر علی ان یکیر یہاں خبر عسا او لیسقیہا ویزیر عسا لانه لیسقیہا العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اس کو جوتے اور بودے یا اس کو سینچے اور بودے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مفقض ہے



ولو استاجرہ لمحل طعام مشترک بینہما فلا اجارہ لہ لانہ لا یعمل شیئاً الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یتحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لانے کا جو دونوں میں مشترک ہے تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اس واسطے کہ شریک امیر کوئی چیز محل میں نہ لادے گا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کے واسطے واقع ہو گا تو اس واسطے اجرت کا مستحق نہ ہو گا اور اگر شریک کی نافرمانی خارجی طعام مشترک کے واسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اس کے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہیں کذا فی الولو لوجوبہ کما رہن استاجر المرہن من المہتمن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بلکہ جس طرح رہن اگر مرہون کو کرایہ لے رہن سے تو مرہن کے واسطے اجرت نہیں بسبب فائدہ لینے رہن کے اپنی ملک سے م حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعض ہو اور مرہن تو منافع مرہون کا مالک نہیں جو تملیک کا مالک ہو اور رہن اور مرہن بسبب تعلق حق مرہن کے مرہون میں تصرف نہیں کر سکتا پھر جب حق مرہن کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی ملک سے منفعہ ہوا و لای مانع کے سبب سے وہی جو اس الفتاویٰ لو استاجرہ ما داخل المجرع مع بعض اصدقاۃ الحمام لا اجر علیہ لانہ یتنزل بعض المعقود علیہ وہو منفقۃ الحمام فی المدۃ ولا یتقطعی من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواب الفتاویٰ میں ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجد اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام میں داخل ہوا یعنی نہانے کے واسطے تو موجد پر اجرت ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لے گا اور کوئی چیز اجرت سے محفوظ نہ ہوگی اس واسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم نہیں استاجر ارضاً لم یزعمہا او یزعمہا فسدت الا ان یعمیم بخلاف الدار لو قود علی السکنی کامرزمین اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اس میں زراعت کرے گا یا کون چیز کی زراعت کرے گا تو اجارہ فاسد ہو گا مگر یہ کہ مستاجر تعلیم کرے اس طرح کہ جو چیز چاہوں گا بوڑوں کا تو فاسد نہ ہو گا بخلاف اجارہ دار کہ اس میں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا و اذ افسدت فزعمہا فسد فی الاجل ما دمجھا قلہ اسی استحساناً کہ الذولم یحیض الاجل لا ارتفاع الجہالت بالزراعت قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ فسد فی الاجل کقاضی خان فی شرح الجامع لکان اولیٰ اور اجارہ مذکورہ جب کہ فاسد ہو چکا پھر مستاجر نے کوئی چیز بوی سودت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اس کے واسطے اجرت بطریق استحسان کے لازم ہو گا اور اسی طرح اگر مدت منقضی نہ ہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائے گا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے عقد یعنی قبل از مدت میں کہتا ہوں تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی نفی الاجل کو حذف کرتا جس طرح قاضی خان نے شرح جامع میں حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا تھا طحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حماراً لی لبغداد ولم یسم حمله فمحلہ المکتا و فملک الحمار لم یضمن لفساد الاجارۃ فالعین امانۃ کانی الصیغۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اس پر محل معقولہ لاداسو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہے م بہتر تعلیل سنیہ یہ ہے کہ محل معقولہ میں اس واسطے نادان نہ لازم آیا مطلق اذن معقولہ کی طرف منصرف ہے اور گدھا امانت اس واسطے ہوا کہ اذن مالک مقبوض ہوا اور اس کا خلاف امر نہ پایا گیا تو نادان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فلہ المسمیٰ الامر فی الزراعتہ پھر اگر گدھا لاد کر بغداد میں پہنچا تو اجرتی ثابت ہو گا اس دلیل سے جو زراعت میں گندگی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل از تمام عقد فان تنازع قبل الزرع فی مسئلۃ الزراعتہ او المحمل فی مسئلۃ فنجت الاجارۃ و فعا للفسا و لقیامہ بعد پھر اگر دونوں میں نزاع واقع ہو اکھیت ہونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ میں یا محل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جائے دفع فساد کے واسطے بسبب قائم ہونے عقد کے مہوز استاجر و انتہ تم جحد الاجارۃ فی بعض الطرقی وجب علیہ اجر مارکب قبل الانکار و لایجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالحد و صار غاصباً والاجر و الضمان لا یتبعان وعند محمد یجب المسمیٰ در رد کا نہ لا قول الامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چل کر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جس میں وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہ ہوگی ابویوسف کے نزدیک اس واسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اس پر نادان لازم ہوا اور اجرت اور نادان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر



شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہے ہم طحاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہوں چنانچہ کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے فی الاشباہ  
 قہر الشوب لمجود فان قبلہ لا یجوز الا لا کذا الصباغ والنساج اور اشباہ میں ہے کہ دھو بی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھوا یعنی مقرر ہو کر تو اگر کپڑا اس نے دھویا  
 یا انکار سے پہلے تو دھو بی کی اجرت ہے اور نہیں تو اجرت نہیں اور یہی حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا کہ معنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے  
 اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اس قدر قیمت دے جس قدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کر دی اور چاہے رنگیں کپڑا  
 نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرے اور جولاہے نے اگر قبل انکار کپڑا بنا تو اس کی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہے  
 اور اس پر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولویۃ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال مفصل ہو گیا اجارۃ المنفعة بالمنفعة مجوز اذا اختلفا جنسا  
 کا نتیجہ اسکی دار بزرگہ ارضی اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جب کہ دونوں منفعتیں مختلف الجنس ہوں جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین  
 کی زراعت کے عوض فاذا اختلفا لا تجوز کا اجارۃ اسکنی بالکفی والیس باللبس والکوب بالکوب وکذا لک لا تقران الجنس بالفردہ یجزم النسا فیجب اجمالاً  
 باستیفاء النفع کامر لفساد العقد اور جب کہ دونوں منفعتیں متی الجنس ہوں جیسے اجارہ اسکنی کا اسکنی سے اور لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور  
 مانند اس کے اس واسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار و صہار کو حرام کر ڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ  
 مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجرہ لیصید لم ادر یطلب له فان وقت لذلك وقتا جاز ذلک ٹھیکاً مقرر کیا ایک شخص سے تاستاجر  
 کے واسطے شکار کرے یا لکڑیاں اس کے واسطے لادے تو اگر اس کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکاً جائز ہے ہم چنانچہ صبح سے شام تک شکار کے واسطے مقرر  
 کیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان  
 وقت ضرور ہے والا فلولم یوقت وین الخطب نسد اور اگر شکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں  
 معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا عین الخطب و هو ای الخطب ملکہ فمجوز مجتبیٰ و بی لفتی صیر فیہ مگر جب کہ عدم تقرر وقت میں لکڑی معین کر دی اور حالانکہ  
 لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی المجتبیٰ اسی کا فتویٰ دیا گیا ہے کذا فی الصیر فیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہو گا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ  
 صحیح ہو گا یہ فتویٰ حادی میں مذکور ہے اور صیر فیہ میں تو عدم جواز ہے اگرچہ یوم مذکور ہو جیسے بیخ الغفار کی عبات سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی فروغ مسائل  
 ملحقہ شارح کے استاجر امراتہ لتجزلہ فجز الا کل لم یجز و للبیع جاز صیر فیہ اپنی زوجہ سے کما نہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں  
 اور بیچنے کے واسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیر فیہ ہم عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کے واسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار  
 دیانت کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی رضی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے  
 کام حضرت رضی پر کذا فی الطحاوی اجرت دار بالزوجه فاسکنا ہا فلا اجرا اشباہ و خانیۃ قلت لکن فی حاشیتہا تنویر البصائر عن المضمرات مغرباً للکبری قال قاضی خان  
 ہذا الفتویٰ علی صحیحۃ التبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں اس گھر میں رہے تو کما یہ نہیں کذا فی الاشباہ و الخانیۃ یعنی اس  
 واسطے کہ سکونت کی منفعت موجود استاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے حاشیہ تنویر البصائر میں مضمرات سے نسبت بقنا  
 کبری یہ منقول ہے کہ قاضی خاں نے کہا کہ یہاں اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ زوجہ زوج کے تابع ہے سکونت میں تو اس اختلاف کو ہاد  
 لکنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ خانیۃ یعنی فتادی قاضی خاں میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتویٰ جواز کا شرح جامع صغیر یا شرح زیادت میں قاضی خاں نے  
 ذکر کیا ہو اتنی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم و جاز اجارۃ الماشیۃ لتزین العروس ان ذکر العمل والمدة بزانہ  
 اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنکسی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیۃ ہم شربلال نے شرح و ہبانیہ میں کہا العمل للمدة



کاواو معنی او ہے وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء یعنی معمول السبوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ اسی قول کا فتویٰ ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات ہم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اس واسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتویٰ ہوا ہے ۴

**باب ضمان الاجیر** | یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور و قسم پر میں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص الاول من العمل للعامة لا الواحد کا لفظ دوحہ تو اول یعنی اجیر مشترک دہ ہے جو سب کا کام کرے فقط ایک شخص کا نہ کرے جیسے درزی اور ساند اس کے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے فقط ایک شخص کے اور عمل لہ عملاً غیر موقت کان استاجره للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدة کان اجیر مشترک وان لم یعمل لغيره یا اجیر مشترک دہ ہے جو ایک شخص کا کام کرے بلاتعین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہو گا اگرچہ درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے اور موقتاً بلا تخصیص کان استاجره لمری غنمہ شہر ابد رہم کان مشترک الا ان یقول دلاترکی غنم غیري و یستفتح یا اجیر مشترک دہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر مشترک ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یوں کہے کہ نہ چرائو میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور اگے یہ ظاہر ہو گا دنی جو اہر الفتاویٰ استاجر جائز کا لفظ لیسج ثوبا تم اجر الحاکم نفسہ من آخر للنسج مع کلا العقدین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعة اور جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ جولا سے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا بنے پھولس جولا سے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقیدیں صحیح ہیں اس واسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یتحقق للمشتري الاجر حتی یعمل کالقصار و نحوہ کفقال و حال و ملاح و دلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہو گا جب تک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور ساند اس کے چنانچہ ری بٹنے دلا اور بوجہ لاؤنے والا اور دلال دلہ خیار الرویۃ فی کل عمل مختلف باختلاف المحل مجتبیٰ اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے ہر ایک اس عمل میں جو مختلف ہو جاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبیٰ ہم مجتبیٰ میں ہے کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہو گیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولے لاہیں راضی نہیں تو یہ اس کو جائز ہے اور اسی طرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہو جاتا ہو محل کے اختلاف سے اس میں خیار الرویۃ ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اس میں اجیر کو اختیار نہیں چنانچہ معین کیوں کا گیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی بھا کذا فی المنع ولا یضمن مالک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانة باطل کالمودع و یہ لفتی کافی مائتہ المعتمدات و یہ جزم اصحاب التوکل مکان ہو لمذہب خلافاً للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم ہو گا اس چیز کا جو اس کے پاس تلف ہو جائے اگرچہ اس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اس واسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ و دیوت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہو جو جس سے چنانچہ ممکن ہو چنانچہ سرقت یا ممکن نہ ہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مردی ہے فاروقی اور مفتی سے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مردی ہے فاروقی اور مفتی سے زمینی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ پیشہ ورد غا باؤ ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور غانیہ اور محیط اور ترمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے تو اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ٹھہر کذا فی الطحاوی و افقی المتأخرون بالصلح علی نصف القيمة اور متاخرین نے

۱۔ لایضمن کے بعد درمختار مطبوعہ مکتبہ دہلی میں ایک عبارت تین سطروں کی لکھی ہے مگر چونکہ وہ متن میں لگے خود مذکور ہے اور دوسرے نسخوں میں نہیں اس لیے زیادہ جان کچھوڑ دی ۲۔







فی الزمی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہونے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اس واسطے کہ آدمی کا خون بہا عقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہاں جنایت نہیں اس واسطے کہ اس کا اذن ہے اس میں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان الکسر ون فی الخلق ان شاء اللہ من المال قیمته فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجره بحسابہ اور اگر مٹکاراہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حال سے تاوان لے اس قیمت کا جو ٹکے کی قیمت سے محل کے مکان میں اور اس کو اجرت نہ دے یا ٹوٹ کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اس کی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے و ہذا وانکسر بطنہ والابان زاحم الناس فاکسر فلان خمان خلافا لہما اور یہ تاوان اس صورت میں ہے اگر مٹکا اس کے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی لوگوں نے اس پر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو محال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین م صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اس کی لازم ہے اور مالک کو اختیار نہ کر نہیں ہے کذا فی الطحاوی ولا ضمان علی حجام وبزاع ای بیطار و فساد ولم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پھینکے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا م یعنی جس نے موضع مقرر سے پھینکے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذالم یسلک المحنی علیہ پھر اگر جراح دغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اس پر تاوان لازم ہو گا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہ ہو گیا ہو م طحاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہ کیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کی جائے زخم ماذون کے ساتھ پھر اس کی قیمت لی جائے زخم مالک کے ساتھ اور اسی طرح غلام کے فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جائے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جائے بکیفیت مقدمہ والشدائم وان ہلک ضمن نصف دیتہ انفسا تشبہا ماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فی نصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرے ماذون تو تاوان نصف نصف ہو گا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جائے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہے پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہو اتم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبری المقطوع بحب علیہ دیتہ کاملہ لانہ لا بری کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہو گیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہوا اس واسطے کہ جب وہ اچھا ہو گیا تو اس پر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند م عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جس کا ثانی نہیں نفس میں تو اس کا بدل مقدر بدل نفس ہو گا جیسے قطع لسان میں ہے رازی نے کہا کہ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہو اور ہلاکت میں اقل یعنی کذا فی الطحاوی وان مات فالواجب علیہ انقصا الحصول تلف النفس بغلیین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجلدۃ والاخر غیر ماذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختلف مر گیا تو جرح پر نصف خون بہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک فعل تو وہ ہے جس میں اذن تھا یعنی کھڑکی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام او نحوہ العمل علی وجہ لا یبری لا یصح لانہ لیس فی دسحہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیۃ اور اگر حجام دغیرہ سے اس طرح کا عمل مشروط ہو جو تلف کی طرف نہ پہنچا دے تو یہ مشروط صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ بات اس کے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جب کہ فعل غیر معتاد کرے گا تو تاوان دے گا کذا فی العمادیۃ و فیہا سئل صاحب المیط عن فساد قال لا غلام او عیدہ انقص فی فصدہ فسادا و انما بسببہ قال بحب دیتہ الحر و قیمتہ العبد علی ما قلنا فسادا و لانہ خطا اور عمادیۃ میں ہے کہ صاحب المیط سے اس فساد کا حکم پوچھا گیا

لہذا من فتح ان ہو التورۃ العظیمہ و ہو کالجیب از الطول مزد و اسع کذا فی المصباح والقاموس ۱۲







کثر یق الثوب من وقہ الافالہم الفاضلین کالموعود اجیر خاص تاوان اس کا دوسے جو اس کے ہاتھ میں یا اس کے گل سے تلف ہو گیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اس کے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند و صورت نعمہ فساد ہم عدم تاوان اس وقت ہے جب کہ گل معتاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اس کی کھوپری پھوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے تو تاوان دے گا اس واسطے کہ ضرب چرانے کی عقد میں داخل نہیں اور چرانے کا لکھار نے اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظہری صبی ضلع فی یدہ ما و سرق ما علیہ من الحلی لکنہا اجیر و حدیچہ مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اس رٹ کے میں جو اس کے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اس پر تھا وہ چور ہو گیا اس واسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ہم اجیر خاص اس وقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر رٹ کے کو لے گئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقان دکن الا ضمان علی عارس السوق و حافظ الخان اور اسی طرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظت کرنے والے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتویٰ ہے کذا فی الحموی من اجیر جندی و صحیح تروید الاجر بالتروید فی العمل کان خطیہ فارسیا فیدرہم اور و میا فیدرہم اور اجرت کی تروید صحیح ہے عمل میں تروید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبلاً مثلاً بطور فارسیوں کے بے گاتو ایک دم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر ہے گاتو دوم اجرت ہیں ہم تروید اس واسطے صحیح ہونی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسموں کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی و زمانہ فی الاول کذا بجز المصنف ملحقاً بمرجہ و سیفح اور زمانہ عمل کی تروید صحیح ہے اول میں اسی طرح ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منع الغفار میں شرح نہیں کی اور تروید زمانی کا مطلب آگے واضح ہو گا یعنی قولہ والحمل کی شرح میں ہم یعنی قولہ و زمانہ فی الاول منع الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا امثلی و معناه يجوز فی الیوم الاول دون الثاني کان خطیہ الیوم فیدرہم او غدا فنصفہ ہمارے استاد علی نے کہا کہ و زمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تروید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبای تو ایک دم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف دم مزدوری ہے و مرکانہ کان سکت بذہ فیدرہم او بذہ فیدرہم اور مکان عمل میں تروید صحیح ہے چنانچہ موجد کا مستاجر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہے گاتو ایک دم کرایہ ہے یا اس گھر میں رہے گاتو دوم کرایہ ہے والعامل کان سکت عطارا فیدرہم او عطارا فیدرہم اور تروید صحیح ہے عمل کرنے والی میں چنانچہ موجد کا یوں کہنا کہ مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھے گاتو ایک دم کرایہ ہے یا لوہار کو رکھے گاتو دوم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذہبت لکونہ فیدرہم او للبصرۃ فیدرہم اور تروید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یوں کہنا کہ اگر تو کو ذہبت گیا تو ایک دم اجرت ہے یا بصرۃ تک گیا تو دوم اجرت ہے والحمل کان حملت شیخا فیدرہم او برا فیدرہم اور بوجہ لا دے میں تروید صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا کہ مال سے کہ اگر تو بوجہ لا دے گاتو ایک دم اجرت ہے یا گیسوں لا دے گاتو دوم و کذا لو غیرہ بین ثلثۃ اشیاء اور اسی طرح تروید صحیح ہے عمل اور زمانہ اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل میں اگر اس کو اختیار دے تین چیزوں میں دو بین الیوم و غیرہ کافی البیع اور اگر چار چیزیں اختیار دے تروید سے تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیزیں کی تخییر صحیح نہیں و یجب اجرا و جہد الانی تخییر الزمان فیجب نجایطۃ فی الاول لم یجز کافی البیع اور اگر چار چیزیں اختیار دے تروید سے تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیزیں کی تخییر صحیح نہیں و یجب اجرا و جہد الانی تخییر الزمان فیجب نجایطۃ فی الاول ماسی و فی الغد اجرا مثل لا یزاد علی ورم ولو خاطہ بعد غدا لا یزاد علی نصف ورم و فیہ غلما و ترویدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائے گی اس کی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی دوخت میں اجرت ماسی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی دوخت میں وہ اجرت مثل جو ورم سے زیادہ نہ ہو واجب ہوگی اور اگر قبلاً کورسوں سے گاتو اس کی اجرت مثل نصف ورم سے زیادہ نہ ہوگی اور تخییر زمانی میں صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی میں دونوں شرطیں صحیح ہیں تو مثال مذکور میں اول دن کی دوخت میں ایک دم اور دوسرے دن کی دوخت میں نصف ورم واجب ہوگا اور اگر کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح نہیں اور



اقول ثلثہ کے دلائل زبانی میں مذکور ہیں بنی المستاجر تنورا او وکانا عبارة الدرر او کانوا فی الدار المستاجرة و احترق بعض مویات الحیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر میں مستاجر تے تنور یا دکان بنائی اور ہسالیوں کے بعض مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر ہر طرح تاوان نہیں خواہ اس نے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت میں کانوں یا بھٹھی بجائے دکان مذکور ہے م کان احترق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہا یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسب ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصلح للناس فی وضعہ او لیاقاد نار لا یوقد مثلہا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ جس طرح لوگ تنور بناتے ہیں اور رکھتے ہیں ان سے مستاجر زیادتی کرے اس کی دفع میں اور اگر جلانے میں کہ دسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹھی میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر جارا فصل عن الطریق ان علم انہ لا یجوز للبطلان لا یضمن کذا راجع من طبیعۃ شاة فحاف علی البانی الہلاک ان یبعھا لانہ انما ترک الحفظ بعذرہ فلا یضمن کدفع الودیعتہ حال الحرق مثلاً گدھا کر لیا سودہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے یعنی بظن غالب کہ اس کو نہ پاوے گا تلاش کرنے کے بعد تو اس پر تاوان نہیں اسی طرح وہ چرانے والا جس کی ریوڑ سے مثلاً اونہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اس کا پیچھا کرے گا تو پاتی جانور تلف ہو جاویں گے تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے تو محافظت مدرسے چھوڑی جیسے دویعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت و دویعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق و دوسرے کو دینا جائز ہے تو مدرسے ترک حفاظت موجب ضمان نہیں و قالان کان الراعی مشترکاً ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانے والا ہیر مشترک ہو تو تاوان دے دو و خلط الفم ان الکلمۃ التیمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا الضلان اور اگر چرانے والے نے لوگوں کی بھیڑ بکریاں ملا ڈالیں اگر اس کو جدا کر دینا ان کا ممکن ہو تو اس پر تاوان نہیں اور جانوروں کے معین کر دینے میں اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلاں شخص کا ہے وان لم یکنہ ضمن قیمتہا یوم الخبط والقول لہ فی قدر الفیئۃ کاویہ اور اگر اس کو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملنے کے دن میں اس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت میں چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیۃ ولیس للراعی ان یرزی علی شئی منها بلا اذن رہبان فعل فعطبت ضمن دان نری بلا فعلۃ فلا ضمان جو ہر چرانے والے کو جائز نہیں چڑھانا نہ کا بادہ پر ہر دن لان مالک کے پھر اگر ایسا کرے گا اور جانور تلف ہوگا تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اگر نہ خود چڑھکا بادہ پر بلا فعل راعی کے تو اس پر ضمان نہیں کذا فی الجوزۃ یعنی اس واسطے کہ اس کی مرعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الخطادی ولیسافر لبعید استاجرہ للخدمۃ لشقۃ اور مستاجر سفر میں نہ لی جائے اس غلام کو جس کو اس نے خدمت کے واسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے سفر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط ملک ملک ام کہ مگر سفر میں لے جانے کی شرط سے البتہ ساتھ لے جانا درست ہے اس واسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر ملکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے میں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اس میں یا نقصان و کذا لوعرف بالسفر لان المعروف بالشرط اور اسی طرح اگر مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لے جانا درست ہے اس واسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزبانی بخلاف العبد الموصی بخدمۃ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ بخلاف اس غلام کے جس کی خدمت کرنے کی موئی نے موصی لہ کے واسطے دمیعت کی ہو تو اس کو غلام کا سفر میں لے جانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لے جانے کی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ اس کا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اس کا خرچ موئی پر ہے نہ مستاجر پر و لو سافر المستاجر بہ فملک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجیر علیہ وان سلم لان الاجر والضمنان لا یجتمعان وعند الشافعی اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مر گیا تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم ہوگا اس واسطے کہ مستاجر بلا شرط لے جانے سے غاصب ہو گیا اور اس پر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اس واسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام شافعی کے

ملک قبل ملک ای اشد ملکاً و ادخل فی التبع و هو فعل تفضیل من البنی للفاعل والمفعول ای اشد ملکیتہ او ملکیتہ بالنظر لمن اشترط لمن اشترط علیہ طحاوی ۱۲ منہ



نزدیک اس کے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد اوقبی مجور اجرا و دفعہ الیمہ لاجل عملہ لعودہ بالبعد الفراغ میثمۃ استماتہ اور مستاجر غلام یا مہنہ  
منوعہ التعریف سے وہ اجرت پھر نہ لے جو اس نے اس کو دی اس کے عمل کی بہت سے اس واسطے کہ اجارہ ذرا عمل کے بعد مہینہ ہو گیا بطور استحسان کے م وہ غلام  
اور مہنہ مراد ہے جس نے بلا اذن مولیٰ اور ولی کے آپ کو کمری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی المطحطاوی ولایہ لضمین غاصب عبد یا اکل غاصب  
من اجرہ الذی اجر العبد نفسہ بہ عدم تقومہ عند ذی حنیفۃ اور تاوان نہ دے گا اور غاصب غلام کا جس نے اس غلام منسوب کی اجرت کھائی جس نے اپنی ذات کا اجارہ  
کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ منقوض ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز منقوض کے اطلاق سے اور یہ مال محرز نہیں اس واسطے  
کہ غاصب نہ مولیٰ ہے غلام کا اور نہ اس کا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک  
تاوان ہے اس واسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزلیعی کا لا یضمن اتفاقا لواجرہ الغاصب لان الاجر لا لمالکہ چنانچہ غاصب  
پر تاوان نہیں باتفاق حنیفیہ دائرۃ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اس واسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی م اگر مہنہ غاصب لے گا اور  
غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی المطحطاوی و جاز للعبد قبضہا لو اجر نفسه لا و اجرہ المولیٰ الا بوجہ کالتہ و نہ العاقد عنایتہ اور غلام کو اجرت  
کا قبضہ کرنا جائز ہے اگر اس نے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبضہ کرنا اگر مالک نے اس کا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبضہ جائز ہے اس  
واسطے کہ پہلی صورت میں مائد غلام ہے اور دوسری میں مائد مولیٰ ہے کذا فی العنایتہ فلو وجبنا مولاہ قائمتہ فی یدہ اخذہ ببقاء ملکہ کسروق  
بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پا دے تو اس کو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع  
بیس کے بعد ہم ہر چند وہ مال منقوض نہیں لیکن مالک کی ملک اس میں ہنوز باقی ہے لہذا اس کو مالک لے گا کذا فی الزلیعی استاجر عبد شہزین شہرا بختیہ  
صح علی الترتیب المذكور حتی لو عمل فی الاول فقط فلا ربتۃ و بعکسہ غمتہ دو مہینے کو اجارہ یا غلام کا ایک مہینہ کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم  
تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط عمل کرے گا تو چار درم پا دے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلاف الاجر والمستاجر فی ابا القعب  
اور مرضہ او جہری ما الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شہد له الحال مع یحییہ موجد اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا  
اس کی بیماری میں یا پین چکی کے پانی جاری ہونے میں تو حال حکم اور پنج فیصلہ کرنے والا ہو گا یعنی قول اسی کا معتبر ہو گا جس کے قول کا شاہد ظاہر حال ہو گا اس  
کی قسم کے ساتھ کما حکم الحال لو باع شجر اذنیہ ثم واختلفا فی بیعہ ای الثمر معا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے  
اگر درخت بیچا جس میں پھل لگے ہیں اور بائع اور مشتری پھل کی بیع میں مختلف ہیں درخت کے ساتھ تو مقبول قول اس کا قول ہے جس کے ہاتھ اور قبضہ میں پھل  
ہو والا اصل ان القول لمن شہد له الظاہر اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس شخص کا قول مقبول ہے جس کے واسطے ظاہر حال گواہی دے دنی الخلاصۃ القطع ماہ  
الرحی سقط من الاجر بحسابہ ولو ماو عاوت اور خلاصہ میں ہے کہ پین چکی کا پانی بن ہو گیا تو اس کے حساب کے موافق اجرت ساتھ ہوگی اور اگر پانی پھر جاری  
ہو گا تو اجارہ پھر آدے گا ولو اختلفا فی قدر الا لقطع فالقول للمستاجر ولو فی نفسه حکم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع  
میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہو تو ظاہر حال حکم کرے گا فی القول قول رب الثوب بیئہ فی التمیص والقباء  
والحمرة والصفرۃ کذا فی الاجر و عدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ تمیص اور قبایہ اور مرضی اور روزی میں اور اسی طرح اجرت اور  
عدم اجرت میں م یعنی مالک تو کہتا ہو کہ میں نے تمیص سلا یا تھا اور خیا ط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ سموع ہو گا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ  
رنگ کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہو گا اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات سموع ہے  
وقال ابو یوسف ان کان الصانع معا لہ فلا اجر والا فلو اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کار گیر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہو کر تا ہو تو اس کی مزدوری



ہوگی اور نہیں تو نہیں یعنی اگر گرفت اس کو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں وقیل ای وقال محمد ان كان الصانع معروفا به هذه الصنعة بالاجرة  
 امام حاله بها اي بهذه الصنعة كان القول قوله بشهادة الظاهر والا فلا ويرى في زبني اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کارگیر اس پیشہ کے  
 مشہور ہو اجرت لینے میں اور اس کا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کارگیر کا قول مقبول ہو گا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول  
 لا ہو بلکہ مالک کا قول سموع ہو گا اور اسی قول محمد پر فتویٰ ہے کذا فی الزبني و هذا بعد العمل اما قبله فتی ان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ اختلاف  
 کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ در دونوں قسمیں کھائیں کذا فی الاختیار مروج مسائل ملحقہ شارح کے  
 الامیر فی کل الصنائع یضمان استاذہ فما تلفه یضمنه الاستاذ اختیار سب پیشوں میں مزدور کا کام اس کے استاد کارگیر کی طرف منسوب ہو گا سو جس چیز کو  
 تلف کرے گا تو اس کا تادان استاد و وکاندار دے گا کذا فی الاختیار یعنی مالک متعبد فیضمنہ ہو گا یہ یعنی استاد اس وقت تادان دے جب تک مزدور کی طرف  
 زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور در صورت قصور مزدور ہی تادان دے گا کذا فی العمدیہ م استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا زکریا جبر مشترک ہے لہذا اس  
 میں ہے اور مزدور جبر خاص ہے وکاندار کالہذا اس پر تادان نہیں مگر در صورت قصور فی الاشباہ او علی نازل الخان داخل الحمام و ساکن الدار المعدلا استقلال  
 صاحب لم یصدق والا جبر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ فتنبہ اور اشباہ میں ہے کہ سرٹے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور  
 گاہ کہ گرایہ کے واسطے بنا اس کے رہنے والے نے غصب کا دعویٰ کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھ پر گرایہ واجب نہیں بواسطہ عدم  
 ہوا تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور گرایہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسی طرح مال یتیم کا حکم ہے یعنی دعویٰ غصب سے اس کی بھی اجرت ساقط نہیں مقبول  
 ہے تو گاہ کہ رہو دنیا الاجرة لارض کاخراج علی المتعمد فاذا استاجر بالزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعده قلت وهو اعتمدہ  
 الخوانیۃ اور اشباہ میں ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ کی زراعت کے واسطے پھر گرفت سماوی یا ارضی نے  
 تہ بباد کرو یا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتمد کہا ہے والوالحیہ میں م یہ قول  
 مجلیہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے ہی قول معتمد ہے انتہی اور  
 مالک بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ محیط میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے  
 وقتی مت باقی نہ رہے جس میں امادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اس سے کتر تو اجرت  
 واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شیء حیث قال اصحاب الزرع آفة فملک او فرق ولم یثبت لزوم الاجر لانه  
 مروج دلو وقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سودہ  
 نہ ہو گئی یا ڈوب گئی اور نہ جی تو اجرت لازم ہے اس واسطے کہ مستاجر اس کو بچا کا اور اگر زمین ڈوب گئی بولنے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی م یہ قول  
 کے قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا والستد اعلم ۛ

**باب فسخ الاجارة** یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام میں تفسخ بالقضاء اور رضی بخیار شرط و رویتہ کا بیع غلاما للشانعی اجارہ فسخ کیا  
 جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضائے عاقدین سے بسبب بخیار شرط و رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی م یعنی چونکہ اجارہ  
 بیعت ہے فخر و منافع سے لہذا اس میں بیع کے مانند بخیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد میں اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اس کے فسخ کر  
 لینے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں بخیار شرط صحیح نہیں اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے و بخیار عیب حاصل قبل العقد و بعد  
 عقد قبضہ او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے بخیار عیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے صحیح یا قبض کے پہلے



لیفوت النفع بہ منہ عیب کخراب الدار والقطاع ماوالارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے جس کے سبب سے  
منفعت فوت ہو جائے پناچہ گھر کا دیران ہو جانا اور پین چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزدور کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا لیفوت النفع کا جملہ عیب کہ  
صفت ہے دکنہ لوکانت تسقی باء اسماء فاقطع المطر فلا جبر خانیۃ ای طمان تنفس علی الامع کما اور اسی طرح اگر زمین سینیچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع  
ہو گیا تو اجرت نہیں کڈانی الخانیۃ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا پناچہ مذکور ہو چکا ہے خلاصہ  
اس باب سے پہلے ہم خیال شرط اور خیال روت اور خیال عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ ان سے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور جو  
قدوری اور صاحب کحفہ کا کلام ہے دلہذا مصنف نے فسخ کہا ہے نہ تنفس دنی الجورۃ لوجا من الما وایزرع بعضہا فالمتاجر بالخیار ان شاء فسخ الامارۃ کلمہ  
دفع بحساب ماروی منها اور جو ہرہ میں ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ  
کر ڈالے یا چھوڑے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہنچا اور جس قدر زمین سیراب ہوئی ہو اس کے سبب کے موافق اجرت دے دینی الو لو الخانیۃ لو استاجر بالخیار  
فانقطع ماوالارض علی وجہ لایرمی فلا الخیار وان انقطع قلیلاً قلیلاً ویرمی منہ السقی فالاجر واجب اور لو الخانیۃ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس  
کی آبپاشی کی نوبت اجارہ میں نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اس طرح پر منقطع ہو گیا کہ اس کی امید باقی نہ رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے اور اگر تھوڑا  
تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اس قدر سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے دنی لسان المحکام استاجر جانی قریۃ فقر موحد حلوا سقط الاجر عند وان لغیر  
الناس لایسقط الاجر لسان المحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گاؤں میں سو آدمی وہاں کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر پر اسے  
ساقط ہو گئی اور اگر گاؤں کے بعض آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی اور کھیل عطف علی لیفوت بہ ای بالنفع بیث یتنفع بہ فی الجملة کفرض العبد  
الدانیۃ ای قرعہا وسقوط حائل دار اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہے اس طرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل  
ہو سکتی ہے پناچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس میں زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا دنی التبعین لو انقطع ماوالارض والبیۃ حایت  
بہ لغیر المحن فعلم من الاجر بخصۃ لبقا بعض المعقود علیہ فاذا استوفاه لزحم حصۃ او زمین میں ہے اگر پین چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پین چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ کٹا  
کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اس کے حصہ کے موافق بہب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے ہر جب وہاں  
بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اس کے حصہ کے اس پر لازم ہوگی فان لم یخلل العیب بہ او ازالہ المومر او اتنفع  
سقط الخیار ہ الزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہ ہو یا مومر اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اس کا  
فسخ ساقط ہو گا بسبب زائل ہونے سبب فسخ کے ہم عیب غیر خلل پناچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اس کے ہال بھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار  
کو مومر جلد تیار کر دے وعمارۃ الدار المستامرة ولطینہا واصلاح المیزاب وماکان من البناء علی رب الدار دکنہ کل مایکل بالسنی اور  
کے گھر کی مرمت اور اس کو مٹی لینا اور پر نالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسی طرح جو چیز سکونت میں خلل انداز ہو وہ  
خانہ کے ذمہ پر ہے ہم تطہین سے مراد وہ مٹی لینا ہے جس کا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابوں میں چھت کی مٹی لینی مذکور ہے کڈانی الطحاوی فان ابی حد  
ان یفعل کالی للمستاجر ان یخرج منها الا ان یکون المستاجر استاجر ما وہی کذلک وقد رآنا لرضاء بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے  
کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو تو آپ نکلنا جائز نہیں بسبب راضی ہو جانے  
کے عیب پر واصلاح ماوالبیر والبالوۃ والمخرج علی صاحب الدار لکن لا جبر علیہ لانه لا یجبر علی اصلاح ملک فان فعل المستاجر فموتہ متبرع ولہ  
یخرج ان ابی رہا خانیۃ ای الا اذرا کا مارا وکنوئیں کے پانی اور جس پانی کے چہنچے اور بدرو کی اصلاح اور دینی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے لیکن اگر



زبردستی نہیں اس واسطے کہ مالک پر مملوک کو درست کرنے کو زبردستی نہیں کی جاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور مستاجر اس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اس کا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ یعنی مگر اس صورت میں نکلنا درست نہیں جب کہ اس نے درست گھر دیکھ کر اجارہ لیا ہو چنانچہ منقریب مذکور ہو چکا وہی الجبرۃ وہ ان بنفرو بالفسخ بلا قضاء اور جو مرہ میں ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت اولعیت احدیما فله ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا فلاں کو دونوں کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونوں پر ساتھ ہی کیا گیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہو ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرے گھر نہیں چھوڑ سکتا قلت فی حاشیۃ الاشباہ معنی اللبناۃ ان العقد ظاہر انفرادی من مشتبہ لا یفرد وہو الاصح میں کہتا ہوں اور حاشیہ اشباہ میں بنایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہیں کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ میں متفرد ہے یا تقاضا یا رضائی حاجت ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خاں و بعد شرط عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان یبقی العقد کما فی سکون ضرر استوجہ قلعة وموت عرس او اختلاعا استوجہ فباخ الطبع ولیمیتھا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہی یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جس کا استحقاق عقد سے ثابت نہیں چنانچہ اس ڈاڑھ کے درو کا ساکن ہو جانا جس کے پکڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اس نوجوہ کامر جانا یا اس کا خلع کرنا جس کی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی کو اجیر کیا ہو یعنی جب درو پکڑ گیا تو ڈاڑھ کھاڑنے میں ضرر مستاجر کا ضرر ہے اسی طرح زوجہ مردہ یا مختلفہ کے ولیمہ کرنے میں سراسر مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ و بعد رخیار شرط پر عطف ہے کمز میں مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے میں مگر یہ کمال ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہیں و بعد لزوم دین سوا کان ثابا لعیان من الناس او بیان ای بنتہ او قرارہ والحال انه لا مال له غیرہ ای غیر المتاجر لانہ جیس بہ فیخر ادا کانت الاجرة والمجدة تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگوں کی دانست سے یا گواہوں کے بیان سے یا موجد کے اقرار سے اور حالانکہ اس کا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اس واسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بنی جائے اجارہ کے سبب سے جو محسوس ہو گا تو اس کو ضرر پہنچے گا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہو گا کذا فی الاشباہ یعنی اگر قیمت گھر کی سودم ہو اور مستاجر نے اسی قدر اجرت موجد کی پیشگی دی ہو تو انقضائے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اس وقت اجارہ فسخ ہو گا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعد رخیار فلاں مستاجر و کان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جس نے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اس واسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں و بعد رخیار فلاں خیاطہ عمل بمالہ لا بابرۃ استاجر عبد النجیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہیں کرتا بلکہ ہنر مال خرچ کر کے اس طرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اس خیاط کا کام چھوڑ دیا اس کے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اس کا افلاس فسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے و بعد رخیار بدلاؤ مکتری دابۃ من سفر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور اجارہ لیا بغداد تک پھر اس کو سفر کرنا بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی



دوئی نصف طریقہ نصف الاجران استویا صعبۃ و سہولۃ والا بقدرہ شرح وہبانیۃ و غانیۃ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو نہ کرایہ ملے گا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہ ہوں تو بقدر اس کی زیادتی یا کمی کے ملے گا کذا فی شرح الوہبانیۃ والخلانیۃ بخلاف بدلہ المکاری فانہ لیس بعذر اذ یکون ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے اس واسطے کہ مکاری یعنی جانور مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے و فی التتقی ولو مرض مذرنی رواۃ الکفرخی دون رواۃ الاصل قلت وبالادلی یفتی اور ملتقی میں ہے اگر مکاری بیمار ہو تو وہ عذر ہے کفرخی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں کہتا ہوں اور پہلی روایت یعنی کفرخی کی روایت پر فتویٰ ہے ثم قال ولو استأجر دکانا لعمل الخیاۃ فترکہ عمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی و دخت کے عمل کے واسطے پھر اس نے دخت کو چھوڑا دوسرے عمل سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاویٰ کبریٰ کے مخالف ہے فتاویٰ مالگیری میں کبریٰ سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے دکان میں مستعد ہو تو اس کو نقص اجارہ درست نہیں اجارہ درست نہیں اور نہیں تو نقص جائز ہے انتہی اور اسی کو شارح بعد اس کے دلو الجیہ سے نقل کیا دکان الی مستاجر بمقام اتم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی مانی ملتقی و فی القستانی سفر مستاجر و دار للسکنی و علی سفر موجد اور قستانی میں ہے سفر کرنا اس مستاجر کا جس نے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے مذر ہے نہ اس کے موجد کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر اجارہ کا عذر نہیں دلو مختلفا لقول للمتاجر فیلغ باء مرم علی السفر اور اگر موجد اور مستاجر نے سفر ادر مدم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے یوں قسم کھائے کہ اس نے سفر کا ارادہ کیا ہے و فی الوالوجیۃ تحو لہ عنہ صنفۃ الی غیر اذ ذلک وان لم یفلس حیث لم یکن ان یتعاطا فانیہ اور دلو الجیہ میں ہے پھر مستاجر پیشہ سے دوسرے پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہو گیا ہو جب کہ اس کو اس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنی اگر ممکن ہو گا تو نہیں و فی الاشباہ لا یزیم المکاری الذباب معہا ولا ارسال غلام انما یجب الاجر تخلینہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں اور غلام کا اور اجرت نہ تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطہ مستاجر عبد یخیط لیعمل متعلق تبرکی الحرف لامکان الجمع بخلاف اس کے جس نے غلام کو مزدوری لگایا و دخت کے واسطے پھر و دخت ترک کی تاکہ غلام صرانی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اس واسطے کہ جمع بین العلمین ممکن ہے و دونوں کام ہو سکتے ہیں اس طرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرانی ہم طحاوی نے کہا تو و بخلاف ترک خیاطہ الخ ترکیب کیلئے ہے باوجود تالیف اضافات کے تو اگر یوں کہتا و بخلاف خیاطہ مستاجر عبد الخیاۃ فترکہ لیعمل فی الحرف تو واضح تر ہوتا و بخلاف بیع ماجرہ فانہ ایضا لیس بعذر فوق دین کامر و یوقف بمعہ الی القضاء مدتها و ہوا لکن لو قفنی بجوارہ نفذت ما منی شرح وہبانیۃ اور بخلاف بیع غلہ موجد کے اس نے اجارہ دہی مذر فسخ نہیں بدو لائق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اس کی موقوف رہے گی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر جواز بیع کا حکم دے گا تو نافذ ہو گا اور پھر اس کا بیان شرح وہبانیۃ میں ہے و فیہ معنی الخانیۃ لوباع الا بر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ معہ لایملکہ ہوا لیس بلع الراہن للمرہن فسخہ اور شرح وہبانیۃ میں ہے خانیہ سے کہ اگر موجد نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اس کی بیع کو فسخ کرے تو وہ اس پر قادر نہیں اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرہن کو اختیار ہے کہ اس کی بیع فسخ کرے م لیکن عداویہ میں فتاویٰ صغریٰ سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرہن کے حق میں نافذ راہن اور مرہن اس کو فسخ نہیں کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحاوی و فی فسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا یکنون عقداً بالنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اس کو مرہون مطبق ہو جانے سے موت سے وہ فسخ ہو جاتا ہے جس کو اپنی خاص ذات کے واسطے عقد کیا ہوا الا ضرورۃ کہ وہ فی طریق مکہ و لا حاکم فی الطرق لتبقى لی مکہ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصل فیو فیو لہ جنون مطبق بضم میم و کسر بائے مودہ اس جنون کو کہتے ہیں جس میں کسی دقت ہو ش نہ ہو ۱۲



و لو ایما او بیعہا بالقیمۃ و یدفع لہ اجرة الایاب ان برہن علی دفعہا و تقبل البیتۃ ہنا بل انھم لانہ یرید الاخذ من ثمن مانی بیدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ  
فسخ ہو تا لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہیں ہوتا چنانچہ موجب کار جانا مکہ عطلہ کی راہ میں اور حالانکہ راہ میں کوئی حاکم نہیں تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ  
باقی رکھا جائے گا پھر یہ مقدمہ وہاں کے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کسے اس طرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانت  
دار ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر نے جانے کی اجرت دینے کو گواہوں سے ثابت کر دے اور اس مقام  
میں بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لینا چاہتا ہے جو اس کے قبضہ میں ہے کذا فی الاشباہ و فی الخانیۃ  
استاجر دارا او عمارا او رخصا شرا فسخن شہرین ہل یلزمہ اجرا شہر الثانی ان معدلا لا استغلال نعم واللا بل یفتی اور خانہ میں ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ اجارہ  
لی پھر مستاجر نے اس میں دو مہینے سکونت کی اس پر دو مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو  
تو ہاں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہیں ہے تو اجرت لازم نہیں اسی قول کا فتویٰ ہے قلت لکذا الوقف و مال الیتیم  
و کذا لو تقاضا المالك و طایبہ بالا جہر بکناہ بعدہ میں کہتا ہوں اسی طرح مکان وقف اور مال یتیم میں دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسی طرح  
اگر موجب نے مستاجر سے شہر ثانی میں تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اس پر اجرت لازم ہوگی اس کی سکونت کرنے سے  
بعد اس تقاضے کے و لو سکن المستاجر بعد موت المورث بل یلزمہ اجر ذلک قبیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ و قبیل ہو کالسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا  
بعد موت موجب کے کیا اس کو اس کی اجرت لازم ہوگی یا نہیں بعضوں نے کہا ہاں اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سالفہ پر اور  
بعضوں نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے مانند ہے ہم یعنی اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجب کے وارث نے شہر ثانی میں تقاضا  
اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہیں تو لازم نہیں و معنی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجرا آخر و لو معدلا لا استغلال لانہ  
فصل مجتہد فیہ ہل یلزم التسمی او اجرا لکشل ظاہر القنیۃ الثانی و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق بقواعد فقہیہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہو جانا ظاہر نہ ہو جب  
کہ وارث موجب کا مکان خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اس واسطے کہ یہ مسئلہ  
مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اس کا پورا بیان شرح و بیانیہ میں ہے  
و فی النیتۃ مات احدہما و الزرع یقل یقی العقد بالمسمی حتی یدرک و بعد المدة باجر المثل اور منیہ میں ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہے یعنی  
مہو نہ کھیت خام ہے تو عقد اجارہ باقی رہے گا بختکی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضا ئے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہے گا ذی طمع الفصولین  
لور فی الوارث و ہو کسیر ببقاء الاجارۃ و رضی بہ المستاجر ہاں انتہی ای فیجعل الرضی بالبقا انشاء عقد ای لہذا بالاعتاطی فتا ملہ اور جامع الفصولین میں ہے  
اور اگر موجب کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہو اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی مانی الفصولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد  
قرار دی جائے گی یعنی جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اس کو تامل کر و فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتمن والمشتري  
ا حق بالعیون من سائر الغرام لوالعقد مجتہدا و لو ما سد فاسوۃ للغرام فلیفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتمن اور مشتری زیادہ تر حق دایم عین  
کے باقی دین والوں سے اگر عقد اجارہ اور مرتمن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتمن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اس کو  
یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر موجب مرگیا اور اس پر دیون ہیں تو اداروں سے مستاجر زیادہ تر عقد رہے اور اسی طرح مرتمن ا حق ہے اور اگر چیز خمر یا دیگر  
مہو و قبض میں نہیں آئی کہ بائع مرگیا اور اس پر دیون ہیں تو مشتری ا حق ہے یعنی اور مستاجر اپنا حق لے گا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہے گا تو ادارہ باب  
دیون پاویں گے فان عقد بالغیرہ لا یفسخ کو کیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ



نہ ہو گا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ جوٹی کسی کو اجارہ دے اور اس نے محدود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے جوٹی کا اجارہ فسخ نہ ہو گا اس واسطے کہ اجارہ ماقہ کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذ مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشرۃ المنافع فصار کالتوکیل بشرۃ الامیان فیصیر مستاجر النفس ثم یصیر موجدًا للموکل فمومنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالك کذا فقہ المصنف عن الذخیرۃ قلت و مثلاً فی شرح المجمع البرزازیۃ العمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مر جائے گا تو اجارہ باطل ہو گا اس واسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شرائط اسیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے پھر موجد ٹھہر جائے گا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلۃ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کتابوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور برزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت بذات مستقیم علی ما ذکرہ الکفرخی من ان الملك ثبت للتوکیل ثم ینقل الی الموکل واما علی ما قالہ البوطاہر من انه ثبت للموکل ابتداءً و بہ جزم فی اکثر و ہوالاصح کانی البیضا لا یتقیم والہذا علم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کتابوں میں یہ یعنی مستاجر کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہے کفرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو البوطاہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنزیس اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں والہذا علم انتہی قول المصنف قلت ولتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکفرخی ایضاً لا لفاقم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملک غیر مستقر والموجب للعتق والفساد والملك المستقر شارح نے کہا میں کتابوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اس طرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جس کو کفرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہاء کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اس واسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لوٹدی کو اس کے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبي ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی والہذا علم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہ میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ والہذا علم ودھی باب دہد وقاضی ومتولی الوقف بقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقودہ بطلت ورر اور چنانچہ دھی تیم اور باب اور واد اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جس کے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہو گا اس کی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجد ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جس کے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور تیم اور غیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجميع غلۃ لکافی وقف الاشباہ معنیاً للوہبانیۃ قال واطلاق المتن بخلافه قلت و باطلاق المتن افتی قاری الہدایۃ نکاح ہو المذنب المعتمد کا قالہ المصنف فی حاشیۃ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہو گا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متنوں فقہ کا اطلاق اس استثناء کے خلاف ہے میں کتابوں اور اطلاق متنوں کا فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ نے تو دھی اطلاق مذہب معتد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجد الوقف الا فی مستثنی اما اذا أجرة الوقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بروۃ وفيما اذا أجرة ارضہ ثم وقف علی معین ثم مات تنفسخ اور اسی واسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا موجد وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ کہ جب کہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہو گیا پھر مر گیا بسبب باطل ہو جانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جب کہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کر دی ایک شخص معین پر پھر واقف مر گیا تو اجارہ فسخ ہو گا یعنی اس واسطے کہ



ابتداءً عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہو جائے گا وہی وقف فتاویٰ ابن نجیم مثل اذا اجر الناظر ثم مات فاجاب لا تفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت المورث والمستاجر کذا رایتہ فی مدۃ فسخ لکنہ مخالف لانی اجارۃ فتاویٰ قاری المدایۃ فتنبہ اور فتاویٰ ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مر گیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہو جاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاویٰ مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاویٰ قاری ہدایہ کی کتاب الاجارۃ کے تو آگاہ رہیوں مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلّیٰ وفيہا ایضاً لا تفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لم یغزوہ فتنبہ اور اسی فتاویٰ میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا اگرچہ وقف کا غلہ قطع متولی کے واسطے ہو خبر دار رہنا م شارح نے خبر داری سے اشارہ کیا رو مذکور کی طرف یعنی دہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رو ہو گیا ولی الفیض الواقف لو اجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانہ أجزأ غیرہ انتہی و مشکہ فی البرازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مر جائے تو استحسان میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس نے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مقرر موقوف علیہم میں نہ واقف اور اسی طرح برازیہ میں ہے ولی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزول کا حکم موت کے برابر ہے تو ان کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہو گا و تفسخ ایضاً بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفسہ فقط ولیقیت فی حصۃ اخی اور دو مستاجروں یا دو موجروں میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہو جاتا ہے فقط اس کے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہے گا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں فروغ مسئلہ طحہ شارح کافی وقف الاشباہ تخلیۃ البعید باطلۃ فلو استاجر قریۃ ہو بالمصر لم یصح تخلیۃ علی الاصح شیخی للمتولی ان یدہب للقریۃ مع المستاجر وغیرہ فیحلیٰ بینہ و بینہما ویرسل وکیلہ اور رسولہ احوال الوقف فلیحفظہ قلت لکن نقل محشیہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر عن سبوح فتاویٰ قاری المدایۃ انہ متی معنی مدۃ یتکون من الذباب الیہا والدخول فیہا کان قابضاً والا فلا فتنبہ انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیۃ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبضہ و تصرف میں کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤں اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہے تو اس کا تخلیۃ صحیح نہیں بنا بر قول صحیح ترکہ تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤں میں جائے مستاجر کے ساتھ یعنی اس کے وکیل کے ساتھ پھر تخلیۃ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گاؤں کے یعنی بلا مزاحمت احد نے اس کے تصرف میں کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رساں کو اس کے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتابوں لیکن اشباہ کے فحشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاویٰ قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت منعقد اجارہ کے بعد گزر جائے کہ اس میں مستاجر گاؤں کی طرف جانے اور اس کے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گاؤں کا قابض ٹھہرے گا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی مافی زواہر الجواہر ذمیرۃ الناظر میں ہے کہ اگر گاؤں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اس کے قبضہ کا اقرار کیا تو تخلیۃ باطل ہے اور اقرار اس کا باطل ہے تا وقتیکہ اتنی مدت نہ گزرے جس میں وہاں جائے اور قبضہ کرے یا اس قدیمت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحاوی۔

**مسائل فحشی** جزیئاً مال متفرقاً ہر قی صفاً مدای بقایا اصول نصب محو فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جزیئاً نصب مقطوع کی جو اجارہ یا مالیت کی زمین کے بعد واقع ہیں ہم نصب یعنی بانس اور زر کل بطریق مثال کے ہے اس کی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیوں کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح المحوی و مشکہ ارض بیت المال المعدۃ لحط القوافل والاحمال ودرعی الدواب ودرعی الحصاصہ قلت حاصلہ ان لم یکن لہ حق لا تغافل فی یفمن ما حرقتہ فی مکانہ بنفس الوقف لا لثقلۃ الریح علی ما علیہ الفتویٰ قالہ شیخنا اور اجارہ اور مالیت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے



جو قافلوں اور بھاری اسباب کے اتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے میں کتا، بول اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلائے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اس پر تاوان لازم ہوگا اس چیز کا جس کو آگ نے جلا دیا اسی مکان میں مجبور رکھنے آگ کے نہ اس چیز کا تاوان جس کو بول نے جلا دیا آگ اڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہے ہمارے استاد غیر الدین رلی نے فاحرق شئی من ارض غیرہ لم یضمن لانه تسبب لامباشرة اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھوٹھیاں جلا دیں تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلائے والے پر تاوان نہیں اس واسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم یضرب الريح فلو كانت مضطربة ضمن لانه لعلم انها لا تستقر فی ارضہ نیکون مباشرتاً عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوائیں زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوائیں ہوں تو جلائے والے پر تاوان دے گا اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اس کی زمین میں ٹھہری نہ رہے گی تو وہی شخص احتراق کا مباشرت یعنی جلائے والا ٹھہرا۔ وکنذا کل موضع کان المواضع حتی الوضیع فیہ ای ذلک الموضع لایضمن علی کل حال اذا تلف بذلک الموضع شئی سوا تلف بہ وہونی مکانہ او بعدہ مازال عمرہ اور اسی طرح جس موضع میں کہ رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہاں تاوان نہیں ہر حال میں جب کہ اس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہو اس حال میں کہ شے موضع اپنے مکان میں ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للمواضع فیہ حق الوضیع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شئی وہونی مکانہ وکنذا بعدہ مازال لا یضمن کو موضع جمرۃ فی الطريق ثم اخری فند حرجتا فاکسرتا لضمن کل جمرۃ صاحبہ ان زال بمنزل کترج وسیل لایضمن الواضع ہذا ہوا الاصل فی ہذہ المسائل کا حقیقہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ رہنے والے کا اس مکان میں رکھنے کا حق نہ ہو اس واسطے کہ رکھنے والا تاوان دے گا جب کہ کوئی چیز اس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضع اپنے مکان میں ہے اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا شے موضع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ میں پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہیں رکھا پھر دونوں گھڑے ڈھکے اور ٹکڑے کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شے موضع ٹل گئی کسی چیز کے ڈالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہیں ہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلوں میں چنانچہ اس کی تحقیق خانیہ میں کی ہے ثم ضرب علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطريق فاحرق بذلک شئی ضمن لتعد بہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دے گا بسبب اپنی تغیر کے آگ رکھنے سے ہم اس واسطے کہ راہ میں چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکنذا لایضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسی طرح تاوان دے ہر ایک ایسی موضع میں جہاں چلنے کا حق ثابت نہیں ہم حق مرور خانہ میں مذکور نہیں اس میں حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخطا دی الا اذا دہبت بہای بالموضع الریح فلا ضمان لشیئہا فلو وضع السیل الحجر و لفتی خانہ مگر جب کہ رکھی ہوئی چیز کو وہاں سے ہوا اڑائے جائے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہیں اس واسطے کہ ہوا نے رکھنے والے کو فعل ملایا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہو گا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسی طرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھکایا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو رکھنے والے پر تاوان نہیں اس کا قول پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی مکانہ ثم ضربہ بمطرۃ فخرج الشرار الی الطريق فاحرق شیئاً ضمن ولو لم یضربہ و اخرجہ الریح لانه طبعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھیجے سے اپنی دکان میں پھر اس پر پتھر اڑا سوراہ کی طرف چنگاری نکل گئی اور اس نے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دے گا اور اگر اس پر پتھر نہیں مارا اور چنگاری نے نکالی تو اب چلنے سے تاوان لوہار پر نہیں کذا فی الذبیعی سقی ارضہ سقیلاً لا یضمن فتنعی الماء الی ارض جارہ فاضد لایضمن لانه مباشرتاً تسبب ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر بکثرت سنی کہ زمین اس کو نہ تمام سکی سو پانی ابل کر اس کے ہسارہ کی زمین کی طرف بہا اور اس کو غراب کر دیا تو سینچا



پرتادان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ مباشر ہے فساد کا نہ سبب انگیز اقتضایا ط او صباغ فی جانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام  
 اختلف کی طبع قصاص مع استئمانا لہ شرکتہ الصانع فہذا لوجاہۃ یفعل و ہذا لاجتہاد فی عمل خیاط یا رنگریز نے ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھا یا جو دکاندار کو سینے یا  
 رنگنے کا کام لے کر دے نصف نصف اجرت پر خواہ دونوں کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونوں خیاط ہوں یا دونوں رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط و دھوبی کے  
 ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اس واسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھتا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت  
 اور روادری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کاستیجار کل لیعمل علیہ محلا وراکبین الی مکۃ ولہ المحمل المتعا  
 ورویتہ احب وکذا اذام بہ الطریقۃ والہیاف جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اس پر محمل لا دیا جائے اور دو سوار اس پر سوار ہوں کہ معظمہ تک  
 اور حالانکہ عمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسی طرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا  
 ہو م شامل میں مذکور ہے کہ دو اونٹ کہ معظمہ تک کرایہ لینے کا ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اس پر سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونے کے سو مکاری لے سوار  
 ہونے والوں کو دیکھا اور ان کا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر گنا من ستوا اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لاوے اور اس کی مقدار بیان نہ  
 کی یا یہ شرط کی کہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لاوے گا جس قدر لوگ لاوتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجہ کے  
 اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ اس کا رواج جاری ہے انتہی زمینی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور  
 عمل ثابت ہے اور اس کی جہالت معاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور اسی طرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی الطحاوی  
 و فی الوالجیہ و لو تکاری الی مکۃ ابلا مسماۃ بغیر ایسا نہا جاز و یصل المعقود علیہ غلامانی و مۃ الکاری والابل آتہ و جہالتہا لا یفسد قلت فما یفعلہ الحاج من الاجارۃ  
 لمحمل و اگر کو ب الی مکۃ بلا تعین الابل صحیح والہذا علم اور والوالجیہ میں ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعین کرایہ لینے کہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ  
 بوجہ فراہ دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجہ لاوے کے آلات ہیں اور ان کی جہالت اجارہ مذکور کی مفید نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی  
 لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجہ لاوے اور سواری کے واسطے کہ معظمہ تک بلا تعین اونٹوں کے تو صحیح ہے والہذا علم ہم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف  
 تہنہ ہے استاجرو جملہ کمال مقدار من الزاد فاکل منہ رد و عوضہ من ذاد و نحوہ ایک اونٹ کرایہ لینا توشہ کی مقدار معین کے لاوے کے واسطے سو توشہ  
 میں سے کچھ کھایا گیا تو اس کی عوض توشہ یا مانند اس کے اور چیز پھر اس پر لادی جائے قال لغاصب دارہ فرغنا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ  
 وجب علی الغاصب السمی لان سکونہ رضی صاحب خانہ لے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہیں تو کرایہ اس کا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا  
 غاصب نے گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اس واسطے کہ اس کا سکوت رضا مندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان  
 اثبتہ بینۃ لہ والا نکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جب کہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ  
 اپنی ملک گواہوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہو تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا و اقر عطف علی انکرہ ای بلکہ و لکن لم یرض بالاجارۃ لہ  
 صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اس کی ملک کا اقرار کیا لیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے عدم رضا کی تصریح کر دی  
 فی الاستنباہ اسکوت بالاجارۃ رضی و قبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال الراعی لا رضی بالسمی بل بکذا فسکت لزیم ماسمی اور استنباہ  
 میں ہے کہ جب رہنا اجارہ میں رضا و قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اس قدر کرایہ کے سکونت کر اور نہیں تو نکل  
 جایا چلنے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اس قدر اجرت لوں گا پھر اس نے سکونت کیا تو اس قدر اجرت لازم ہوگی جتنی اس نے  
 فبجوازہ باوجود عدم تعین جائزہ و بسبب تعلل و رجوع بہ تعارف ۱۲



معین کی بقی روکن ثم لا طابہ قال لم اسع کلاک ہل یصدق من بہ صمم نعم والا لا نکلا بالظاہر باقی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولہ لاکہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اس کی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرہ ہے تو ہاں تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرہ نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنا برعلیٰ نظام جواز للمستاجر ان یوجر الموجد بعد قبضہ قبیل و قبل من غیر موجدہ اما من موجدہ فلا یجوز وان یخلل ثالث بہ یعنی للزوم تملیک الملک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اس کے قبضہ کرنے کے اس کے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبضہ بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اس کے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ غیر شخص درمیان میں واقع ہو اس طرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجد کو اجارہ دے اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے م یعنی میں کا مالک منافع کا بھی مالک ہے اور مستاجر اس کے قائم مقام ہے کذا فی الخطی دی دہل تطل الاولی بالاجارۃ للمالک الصیح لا دیہانیت قلت وصحہ قاضی خان وغیرہ دلی المضمرات وعلیہ القوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہتا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے وقد مناعن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم و اقترہ المصنف ثم ونقل ہنا عن التخلیۃ مالیفید انہ ان قبضہ منہ بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق قتال اور ہم نے بحر الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے دہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اس کا مفید ہے کہ اگر موجد نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اس کے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہو گا اور نہیں تو باطل نہ ہو گا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہو گیا اتفاق ہو گیا سو اس کو غور کرے م یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجد پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجد پر محمول ہے محیط میں ہے کہ موجد نے مستاجر سے لے کر قبض نہیں کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے دہل تسقط الاجارۃ مادام فی بدالوہر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیتہ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجد کے قبض میں ہے اس میں اختلاف ہے جو شرح وہبانیر میں مخرج مذکور ہے وکلہ باستیجار و عقار ففعل الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین الموجدۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ قال الاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجح الوکیل بالاجر علی الامر لنیابتہ عنہ فی القبض فصار قابضاً حکما ایک شخص نے دوسرے کو چیز منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اس پر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہاں تک کہ اجارہ کی مدت گزر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اس واسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور وکیل اجر بھرے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبضہ کرنے میں تو موکل حکم قابض ٹھہر گیا م وکیل موکل سے اجرت بھرے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے نہ لیا ہو یا نہ لیا ہو وکذا الحکم ان شرط الوکیل لتجیل الامر وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الامر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لیسر ورة الامر قابضاً بقبضہ مالم یظهر المنع اور اسی طرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گزر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجد کو اجرت دے گا اور موکل سے اجرت نہ کوہ بھرے گا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الامر الدار منہ وانی الوکیل لتجیل الاجرة لایرجع لانہ لما جس الدار بحق لم یبق یہ یہ نیابتہ فلم یصر الموکل قابضاً حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑے گی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکے گا اس واسطے کہ جب اس نے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم ہوگی لیستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والیٰ منہ والسجلات قدر ما یجوز لغيرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضروں اور سجلوں



کے لکھنے پر جس قدر عیز قاضی کو اجرت یعنی جائز ہے م قاضی پر حکم کرنا واجب ہے نہ لکھ دینا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جس قدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اس قدر لکھنے پر لیتے ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علم منصب سے زیادہ طلبی نہ کر کے مفتی فائدہ یستحق اجر المثل علی کتابہ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع هذا الکف ادلی احترازا عن القیل والقال وصیانتہ لما لا الوجه عن التبدال بزائریہ وتمامہ فی قضاء الوہابیۃ چنانچہ فتویٰ دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتویٰ لکھ دینے پر اس واسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھ دینا اور باوجود اس کے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل اور قال سے بچے اور اگر وہ ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الزائریۃ اور پوریان اس کا وہابیہ کی کتاب القضا میں ہے و فی الصیرفیۃ حکم و طلب اجرة لیکتب شہادۃ جاز و کذا المفتی لونی البلدۃ غیرہ و قیل مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھ دے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فتویٰ دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہ ہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اس واسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر م خطا دی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا یہاں تو گفتگو قاضی میں ہے نہ شاید میں اور فراموش نہ کیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ و فیما استاجر لیکتب لہ تعویذ لاجل السحر جازان میں کہ قدر کاغذ والخط والکتوب اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اس کے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کر دے م اس واسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہو گئی تو معلوم ہو گیا اس قدر سطور کی اس میں گنجائش ہے یا متبار عرض کے اور تفادات بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہر خط سے مراد عدد سطور ہے اس واسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب مع الغفار میں صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطحاوی المستاجر لہ لا یكون خصا لمعنی الاجارۃ والمرین والشرا لان الدعوی لا یكون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اس واسطے کہ دعویٰ نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں م مثلاً ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گھوسے یا میں نے اس کو خرید کیا ہے تو اس کی جواب دہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف مشتری والموہوب لہ لکھا العین بخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہیں تو وہ مدعا علیہ ہو سکتے ہیں اجارہ اور خرید کے دعویٰ کے دہل بشرط حضور الامیر مشتری قولان اور کیا حاضر ہو ناموہوب کا مشتری کے ساتھ دعویٰ اجارہ میں شرط ہے اس میں دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں و صرح الاجارۃ و فسخها والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربتۃ والوکالۃ والکفالتۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون کل واحد ما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کا جرتک اور فاسخک اس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اس کا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملۃ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجھ کو اجارہ دیا یا تجھ سے اجارہ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق م ایضا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلا نے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سو حصہ فلا نے شخص کا ہے میری موت کے بعد تمہارا نے ہمارے مال سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی و بچلہ معنی کا ماثیہ ف قاضی راخذ اجرت بر تحریر دستاویز یا مقدمہ اجرت دیگران جائز است لیکن مگر فتن افضل است ۱۲



مضاف بزمان آئندہ صحیح میں کذا فی الخطا دی لا یصح مضافا للاستقبال کل من کان تملیکاً للمال مثل البیع و اجازتہ و فسخہ و القسمۃ و الشریکۃ و الہبتہ و الشکاح و الرجوعۃ و الصلح عن مال و ابراء الدین و قدر فی متفرقات البیوع صحیح نہیں مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اس کی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء الدین کے اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل میں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اس واسطے کہ اس کی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح زاد و اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید اجد فللمتولی فسخها و مال یفسخ کان علی المستاجر المسمی بلفظی اجرت مثل زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اس کو بڑھادے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی قول کا فتویٰ ہے فسخ العقد بعد تجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یتوفی مال البدل صحیحاً کان العقد فاسداً لوالعین فی ید المستاجر فلیمفظ موبہر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کا مال بھرے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ میں ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولاً و فارغاً صحیح فی الفارغ فقط لا المشغول کامرکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ولیومر بالتفرغ والتسليم مالم یکن فیہ ضرر فله فسخها فتنبہ اجارہ یا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز میں نہ مشغول میں چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موبہر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے میں ضرر نہ ہو تو اس کو اس کا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاة لا رضاع ولدہ او جدیدہ لم یحز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسد اذا اجر صحیحاً اجازت لو بعد قبضہ فی الاصح ینز و قیل لا و تقدم הכל کل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اس کے قبضہ کرنے کے قول اصح میں کذا فی المیزۃ اور قول ضعیف میں اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ میں مذکور ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشرط العبارة فصحی میثلاً لان العبرة للمعانی و قد مناه فی الجہاد و ریانت کیا کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطوں کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اس واسطے کہ اعتبار معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اس کو ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الجہاد میں ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اس طرح کہ بادشاہ کہے میں نے تجھ کو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اس قدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الخطا دی صحیح استیجار قلم بیان الاجر والمدة صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیاناً یتففع بہ خارج المصرفا تنفع بہ فی المصرفان کان ثوباً لزم الاجر وان کان داتہ لایک چیز اجارہ لی تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اس نے شہر ہی میں فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہیں ساقدا ولم یرکبہا لزم الاجر الا العذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اس پر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور میں کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اس کی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہیں م یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہ ہوا تو اس کا قصور ہے اخطا الکاتب فی البعض ان الخطا فی کل درقۃ غیر ان شاء اخذہ و اعطى اجرتہ لوتکر علیہ اخذ منہ القیمۃ کاتب چوک کیا بعض سطور میں اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اس کو لے اور اس کی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہ ہو یا اس کو اس پر چھوڑے اور کاتب سے قیمت کاغذ اور رد و شنائی کی لے کذا فی الاولو الخیر و ان فی البعض اخطا بحسابہ من السعی اور اگر خطا بعضے ورقوں میں ہو تو اس کو اجرت معینہ دے اس کے حساب کے موافق م یعنی جس قدر ورق صحیح لکھے ہوں ان کی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے



اور جسے دوق غلطیوں اس کے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحاوی والصیر فی یا جہرا ذلک الزیادۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صرفانے پرکھائی  
کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب درایم یا دنیا میں ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لی جائے گی اور بعض کے کھوٹے ہونے میں اس کے حساب سے استرد ہوگا  
ولنی علی کذا فہ کذا فہ لہ اجر مثله ان منی لاجد اگر مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو اس کے واسطے اجرت ہے سو اس کو بتائی تو بتانے والے کے واسطے اجرت مثل ثبات  
ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے ولنی علی کذا فہ کذا فہ باطل ولا اجر لہ ذلک اذین الموضع جو شخص مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو اس کے واسطے  
اجرت سے تو یہ باطل ہے اور بتانے والے کے واسطے کچھ اجرت نہیں مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے مگر شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکور بقول  
ابن شریطہ صحیح ہے اور ملفظ من شرطیہ صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ طحاوی نے بزازیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز کہہ کر اس  
نے کہا کہ جو مجھ کو دلالت کرے اس پر تو اس کے واسطے اتنی اجرت ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے یہ کلام تبدیل عموم کے کہا اس طرح کہ من دلی  
یعنی جو شخص کہ مجھ کو بتا دے تو اجرت باطل ہے اس واسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس کے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ  
ملے گی اور اگر تبدیل خصوص کے کہا یعنی اس طرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجھ کو فلاں چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے  
کے واسطے چلا اور اس نے دلالت کی تو اس کو اجرت مثل ملے گی بتانے کے واسطے چلنے کے سبب سے اس واسطے کہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر استحقاق اجرت  
ثابت ہوتا ہے عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہیں لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور  
خصوص برابر ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارۃ تعیین اور چلنے پر ہے نہ لفظ ان اور من کی تعبیر بلور اشباہ کی بھی عبادت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحاوی  
استاجر حفص حوض عشرۃ فی عشرۃ دین العنق مخفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجرا کل من الاشباہ اجارہ لیا وہ درودہ حوض کے کھودنے کا اور اس کا عنق بیان کر دیا مثلاً  
ہاتھ بھر کا گرا سو مزدور نے پنج درج کھودا تو اس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہیں مگر چوتھائی مزدوری اس واسطے  
ہوئی کہ وہ درودہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہیں تو پنج درج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوتے اور  
پچیس چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہونی معلوم ہوا کہ اجسام میں ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق میں کذا فی الطحاوی و فیہا  
جاز استیجار طریق لہ و ان بین المدة قلت وفی حاشیہ تہاذا قولہا ہوا المختار شرح مجمع اور اشباہ میں ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مورد  
بیان کی جائے میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور یہی مختار ہے کذا فی شرح الجمع م جو اجارہ طریق اس صورت میں ہے کہ جب  
طریق ایک شخص کی ملک میں ہو کذا فی الطحاوی وفی الاختیار من دلالتی کذا جاز لان الاجر تعیین بدلتہ اور اختیار میں ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہم کو فلاں چیز بتا دے  
اس کا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اس واسطے کہ اجرت تعیین ہو جاتا ہے اس کے بتانے سے م اور اسی طرح میر الکبیر میں ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ  
ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اس کی جانب سے قبول یا یا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجرا اس کی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت  
مسمیٰ مراد ہے کذا فی الطحاوی عن حاشیہ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمتہ فلکل نسخا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی  
غایۃ البیان میں ہے کہ میر اگر تیرے واسطے اجارہ ہے ہبۃ تو اجارہ غیر لازمتہ صحیح ہے تو موجد اور مستاجر ہر ایک کو اس کا فتح کرنا جائز ہے اگرچہ فتح بعد قبض  
مستاجر دافع ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبۃ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ  
اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبۃ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان واید  
س۱۱ یعنی متباد کے نزدیک معنی ضرب کے یہ ہیں کہ مغزوب کے اجزاء بقدر مغزوب فیہ ہوا ہیں جیسے اگر کہے کہ تجھ کو طلاق دے درودہ میں یعنی دو ضرب کھائے ہوئے دو میں تو دوسری طلاق  
ہوگی یعنی دو طلاقوں کے دو دو ضرب کھائے ہوئے یعنی نہیں کہ دو کو دو بار لیا جیسا حساب میں ہوتا ہے مگر اجسام میں فقہاء بھی مثل مماہوں کے معنی لیتے ہیں جیسے کہ مثال حوض میں لیے ۱۲



عدم لزومہا بان علیہ الفتویٰ اور اجارہ مضافہ کے لزوم میں یعنی جو اجارہ کہ مصنف بزبان مستقبل سے اس کے لزوم میں ذکر قول صحیح ہیں اور عدم لزوم کے قول کی اس طرح تائید کی گئی ہے کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہے ولی المجتبیٰ لا تجوز اجارۃ البناء عن محمد تجوز لو متنعابہ کجدار و سقف و بیفتی اور مجتبیٰ میں سے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہیں اور محمد سے ایک روایت میں اجارہ مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتویٰ ہے م خلاصہ میں سے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ زمین کا بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہے کذا فی الطحاوی ومنہ اجارۃ بناء مکہ و مکہ و مکہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اس کی زمین کا اجارہ مکہ مکرمہ ہے م مختارات النوازل میں سے کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ میں کچھ مضائقہ نہیں اور وہاں کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکرمہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام سے بھی اس کی ایک روایت ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر و فی الوہبانیۃ سے ولی الکلب والبازی قولان ولینا ۛ کام القری اذ ارضہا لیس توجربہ اور وہبانیہ میں سے اور کتے اور باز کے اجارہ میں اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت میں اختلاف ہے اس واسطے کہ وہاں کی زمین کا اجارہ نہیں ہوتا مکتے اور باز میں اگر مدت مذکور ہو تو بعضوں کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور بی کے اجارہ صحیح پکھڑنے کے واسطے بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولودفع الدلال ثوبالتاجر یقلیہ لوراج لیس یخسر اور اگر دلال نے وہ کپڑا جس کو بیع کے واسطے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال پر تادان نہیں ومن قال تصدی ان اسافر فافسخن ۛ فحلفه اذ فاسال رفاقا لیزکر وہ اذ جس مستاجر نے موجد سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کر دوں سو اجارہ کو فسخ کر تو اس کو قسم دے یا اس کے رفیقوں سے سوال کرتا کہ وہ بیان کر دیں م یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجد کہے کہ یہ سفر نہیں کرے گا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا ہے تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مشغول سفر ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں تو عذر فسخ ثابت ہوگا و فسخ من ترک التجارۃ وما کثری ۛ ولو کان فی بعض الطرق وموجد ۛ لم یفنی لومات منہا معین ۛ و اطلق یعقوب وبالضعف یدکرہ ۛ اور تو یک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اس جانور کا جس کو سودا کرنے کے لیے لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چل کر واقع ہوا اور موجد کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے اگر معین اونٹوں کے اجارہ میں ایک معین اونٹ مر جائے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہے یعنی اونٹ معین ہوں خواہ غیر معین بہر کیف فسخ جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہے یعنی قول ضعیف سے لائق عمل کے نہیں م یعنی اگر موجد نے معین اونٹوں کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مر گئے تو اجارہ فسخ ہو گیا اھ اگر بلا تعین اونٹوں کا اجارہ ہوا اور موجد نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اس واسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹوں پر واقع نہیں ہوا تو موجد پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجد کو فسخ کا اختیار ہے اس کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہو جاتا ہے متعین کی موت سے کذا فی الطحاوی و ایجاد ذی ضعف من کل جائز ۛ ولو ان اجرا مثل من ذلک اکثر اور اجارہ دنیا بیمار کا تمام مال سے جائز ہے اگرچہ اجرت مثل اس کے اجر معین سے زیادہ ترہوم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہنگی مال مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہے اور اس پر دیون ہیں اور اس کے وارث میں سو بیمار مذکور نے پانچوں اونٹ اجارہ دے اجرت مثل سے کم کر کو تو اجارہ مذکورہ جائز ہے اس واسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہیں جس میں ارباب دیون اور وارثوں کا حق متعلق ہو اور ان کا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اس واسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہیں رہتے تاکہ تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحاوی عن عبد البر تبصرہ ومن مات مدیونا واجر عقارہ ۛ فوفاه للمستاجر الحبس اجدہ اور جو شخص مدیون مر گیا اور اس نے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اس کی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہے م یعنی تا الفقضاء مدت اجارہ مستاجر استعمال منافع کے کے بعد اس کے ارباب دیون اس زمین وغیرہ میں اپنا تصرف کریں گے والد اعلم واستغفر اللہ اکرم ۛ



# کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام میں مناسبتہ للاجارتہ ان فی کل منہما ملک الرقبۃ لشخص ومنفعة لغيره کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے ہے کہ دونوں میں رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہے اور منفعت اس کی غیر شخص مذکور کی مکاتب کا رقبہ مولیٰ کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اولیٰ عامہ میں رقبہ مملوک ہے اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتاب وہی جمع الحروف سہی بہ لان فیہ ضم حریت الید الی حریت الرقبۃ کتاب لغت میں کتب لغت سے مشتق ہے اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کر کے نئے سے عقد کتب کو کتب اس واسطے نام رکھا کہ اس میں حریت یکہ حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے م بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اس واسطے کہ جمع حروف کتب تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الفحاشی کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے کتب مکاتب سے اور مولیٰ مکاتب ہے یکسر تا اور اصل اس کی کتب سے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے کتب یعنی طائفہ مجتہد لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اس واسطے کہ وہ جامع سے عبارت مفعول کی اور اسی سے ہے کتاب یعنی لکھنا اس واسطے کہ وہ جامع سے حروف کی اور اس عقد کا کتب اور مکاتب اس واسطے نام رکھا کہ اس میں ملانا ہے حریت کا حریت رقبہ کے ساتھ یا اس واسطے کہ اس میں دو قسطیں یا زیادہ مجتمع ہوتی ہیں یا اس واسطے کہ غلام اور مولیٰ دستاویز لکھتے ہیں اور یہی وجہ اخیر ظاہر ہے اس آیت میں <sup>انادی بک</sup> المملوک ید اسی من جہۃ الید حالاً اور رقبۃ مالاً یعنی عند اداء البدل حتی لو اداه حالاً عتق حالاً شرع میں کتب عبارت سے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اس کی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے فی بدل کتب کے اور کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتب کے فی الحال بدل کتب اور دے تو فوراً آزاد ہو جائے م یعنی جب مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا سودم پر مثلاً یعنی اگر سودم کا لادے تو آزاد ہو جائے تو مجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جس طرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کرے گا۔ اس میں مولیٰ کے اذن کی حاجت نہیں اور جب سودم ادا کرے گا تو اس کی ذات آزاد ہو جائے گی تو مکاتب عبد اور حردوں سے مشابہ ہے عبد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اس کی گردن آزاد نہیں تا ادائے بدل کتب اور حرد سے اس واسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہے اور اپنی کئی کالک ہوتا ہے ورکنہا الا یجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بالودی معناه اور کتب کا دکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتب یا جو لفظ کہ موصول یعنی کتب ہوم مثلاً مولیٰ کہے غلام سے کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتب منعقد کی اور غلام اس کو قبول کرے اور م معنی کتب کی یہ مثال ہے کہ مولیٰ کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار درم مقرر کیے تو اس کو ادا کر یا یوں کہے مجھ کو ہزار درم ہر مہینے میں سودم کر کے ادا کر اور تو آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتب سے خارج ہو گئی اور لفظ کتب کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا



اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتیب عجز سے پھر قریبی ہو جائے نہ مقتنی المال و شرطہا کون البذل المذکور فیہا معلوما قدرہ و جنبہ و کون المرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے اس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر و الجنس اور ہونا قریبی کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنبہ معلوم نہ ہو تو کتابت فاسد ہے اس واسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کو نہ منجا او مویلا الصحتہا بالمال نہ ہونا بدل کا منجم یا مویلا بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے م یعنی بدل کا منجم یا مویلا ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور مویلا میں فرق یہ ہے کہ مویلا وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جس کی کئی مدتیں ہوں مثلاً تیزار درم کی دس مدتیں ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ و حکما فی جانب العبد انتفاع الحرج فی الحال و ثبوت الحرۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کافی الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ گردن کے حق میں مگر ادلے بدل کتابت سے و فی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البذل فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البذل اذا قبضہ دعوہ ملکہ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کافی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اس پر مولی قبض کرے اور غلام کا پھر نامولی کے ملک کی طرف جب کہ وہ ادلے بدل کتابت سے عاجز ہو کتابت قنہ ولو القن صغیر العقل بمال حال ای نقد کھ او مویلا کلا و منجم ای مقسط علی اشر معلومہ او قال جعلت علیک الفاتو دیہ نجوما و لہا کذا و آخر ما کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فحقن و قبل العبد ذلک صح و صا د کا بتالہ طلاق قولہ تعالیٰ فکا تبوہم مکاتیب کیا اپنے غلام کو اگر یہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتیب کیا بعض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال مویلا ہو یا منجم ہو یعنی اس کی قسطیں مقرر ہو گئی ہوں معین مہینوں پر یا مولی نے یوں کہا کہ میں نے تجھ پر تیزار درم مقرر کیے جنکی تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ سے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کرے گا تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہو گا تو تو غلام ہے اور اس کو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتیب ہو جائے گا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ فکا تبوہم یعنی غلاموں کو مکاتیب کرو م یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور مویلا اور منجم سب کو شامل ہے والامر للذنب علی الصبح اور امر کتابت کا استحباب کے واسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کے واسطے چنانچہ او دخطا کا مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھیں والمراد بالخیر ان لا یضر یا مسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہنچائے آزاد ہونے کے بعد م یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہے کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو ان کو مکاتیب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہنچا دے تو افضل یہ ہے کہ اس کو مکاتیب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اس کے مکاتیب کرے گا تو صحیح ہو گا ولو کتابت نصف عبیدہ جاز و نصف الاخر ما ذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منع لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق و تمانہ فی التارخانیۃ اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتیب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ما ذون لہ فی التجارۃ ہو گا اگر مولی اس کو منع کرنا چاہے تو اس کو جائز نہیں تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہ ہو جائے اور پورا بیان اس کا تاتارخانیہ میں ہے و اذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البذل الحدیث ابی داؤد و المکاتیب عید ما یبقی علیہ درہم اور جب کہ کتابت صحیح ہو گئی تو مکاتیب نکل گیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اس کے تصرف سے نہ اس کی ملک سے یہاں تک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بذیل ابی داؤد کہ مکاتیب غلام سے جب تک کہ اس ایک درم باقی رہے م اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء اہل صدار کا ثم فرغ علیہ لقبولہ و عزم المولی العقران و ط مکتبۃ الحر مہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے اور تاوان دے مولی عشر قیمت کا اگر اپنی لفظ



مکاتب سے دلی کرے بسبب حرام ہونے دلی مکاتب کے مولیٰ پر ہم عقد آزاد عورت میں مشرک ہے اور لٹدی میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر  
 شہید ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد او جتنی علیہا فانه یغرم اذ شہایا مولیٰ مکاتب پر جنایت کرے یعنی اس کو قتل کرے تو اس کی دیت  
 ماکوان دے او جتنی علی ولد یا مکاتب کے ولد کو مولیٰ قتل کرے تو دیت دے او ا تلف المولیٰ مالہا لانه لبعقر الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لاحد ولا قد  
 علی المولیٰ للشیبۃ شمنی یا مولیٰ مکاتب کا مال تلف کرے تو ماکوان دے اس واسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولیٰ اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہاں  
 البتہ ہے کہ مولیٰ پر حد نہیں دلی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شہد ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتق عتق مجانا لا اسقاط حقہ اور اگر مولیٰ مکاتب  
 و آزاد کر دے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولیٰ کا حق ہے سو اس کو اس کے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ  
 لی و قد ساد ان کا تبہ علی خمر او خمر یعدم مالیتہ فی حق المسلم فلوکان و معین جاز اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سود پر اس کے  
 مال نہ ہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت مذکور جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ  
 مولیٰ کو اختیار ہے کہ اس کو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کر دے بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے  
 فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولیٰ کے فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمتہ نفس العبد لجمالہ  
 تقدیر یا کتابت فاسدہ ہے اس کی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اس کی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اس  
 واسطے کہ تعین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین معینۃ لغیرہ بعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسدہ ہے غیر شخص کی  
 عین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سے نقد و خارج ہو گئے تو اگر غیر کے تقدیر کتابت ہو تو جائز ہے اس  
 واسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقد متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحاوی او علی ماتہ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجمالہ القدر یا کتابت  
 فاسدہ ہے سود دینار پر تاکہ اس کا مولیٰ اس کو ایک غلام نابالغ غیر معین پھر دے بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اس واسطے کہ غلام مذکور  
 کا اشتداد ناسر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحاوی  
 ہاں عقد الکتابۃ فاسد فی کل ما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سبب صورتوں مذکور میں فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جن کو ہم نے ذکر کیا  
 قال لوی الکاتب الخ عتق بالاداء و کذا الخ نیز ملایتہما فی الجملۃ سعی فی قیمتہ بالعمۃ ما بلغت یعنی قبل ان یترا فعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت میں مکاتب  
 شراب اور اسی طرح سود ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا بسبب مال ہونے شراب اور سود کے فی الجملۃ یعنی اگر پہلے اہل اسلام کے نزدیک مال نہیں لیکن  
 کافروں کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اس کا مرا فہ قاضی کے  
 پاس ہو یا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اس واسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے  
 کذا فی الطحاوی و اعلم انہ متی سعی مالا و فسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من السعی بل ینزاد علیہ ما معلوم کر جب کہ مال مسمیٰ ہو اور کتابت فاسد ہو  
 جائے کسی وجہ سے جو مفسدہ سے تو مال مسمیٰ سے نقصان کیا جائیگا بلکہ اس پر زیادہ کیا جائیگا لہذا کتابت علی یتیمہ و نحوہا کالعدم لطل العقد لعدم مالیتہما اصلا عند احد فلا  
 یعتق بالاداء الا اذا علق بالشروط صریحا فیتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مرد اور یا مردانہ اس کے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اس واسطے  
 کہ مرد اور خون اصلا مال نہیں کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مرد اور خون کے ادا کرنے سے مگر جب کہ مولیٰ صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے  
 تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولیٰ نے یوں کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجھ کو دے تو تو مکاتب سے پھر  
 وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے و صح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط اے لایوہ و صفۃ و یؤدی



الوسط او قیمتہ و یجوز علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور جس کی فقط جنس بیان ہوئی ہے نہ اس کی نوع اور صفت اور مکاتب اس جنس کا متوسط حیوان یا اس کی قیمت ادا کرے اور اگر مولیٰ انکار کرے تو قبول قیمت پر اس پر مذکور ہستی ہوگی صحیح ایضا من کا فکرات کا فکرا مثلاً علی خر لا یتہ عنہم معلومتہ ای مقدرة لیعلم البذل او صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جس نے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نہ رہے شراب پر اس واسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافروں کے نزدیک مال ہے وای من المولیٰ والعبد اسلم فلا قیمتہ الخ و عتق یقبضہما التعلیق عتقہ بآء الخ مکن مع ذلک لیسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کرے گا تو شراب کی قیمت جہنی اس کو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اس کے غلام کو شش کرے اپنی قیمت کے دینے میں چنانچہ عن قریب گزر گیا و صحیح ایضا علی خدمتہ شہر الہ ای للمولیٰ او لغيرہ اور کتابت صحیح ہے ایک معنی مولیٰ کی خدمت یا غیر مولیٰ کی خدمت پر بھی اور حضرت بنو بنو دارا ذابین قدر المعمول والا جہا یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوین کھود نے پر یا گھر کے بنانے پر جب کہ بنائی چیز اور اینٹوں کی مقدار کا اس طرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع کرنے سے سبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا نفسد الکتا بۃ بشرط الشہا بالنکاح ابتداء لانہا مبادلة بغير مال و ہوا تصرف کتابت فاسد نہیں ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتداء کے اس واسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام سے ہم اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر یا بشرط کہ غلام شہر سے باہر نہ جائے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اس واسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جس طرح نکاح میں مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسی طرح کتابت میں بھی مبادلہ غیر مال سے ہے یعنی آزادوں کا ساتھ صرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہیں ہوتا بشرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہیں ہوتی الا ان یكون الشرط فی صلب العقد ففسد بشہا بالبیع انتہاء لانہ فی البذل ہذا ہوا الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اس واسطے کہ فساد بدل میں واقع ہوا ہے یہی قاعدہ کلیہ ہے ہم صلب عقد میں شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اس واسطے مشابہ ہے کہ مبادلہ ہے مال کا مال سے انجام کا ایں تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جب کہ شرط صلب عقد میں ممکن ہو۔

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ او لا یجوز یہ باب ہے ان افعال میں جن کا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہیں للمکاتب البیع والشراء و لو بمجاہۃ یسیرۃ مکاتب کو خرید و فروخت جائز ہے اگرچہ خرید و فروخت بنقصان قلیل ہو مگر اس واسطے کہ سود اگر وہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک صفقہ میں کا نقصان قبول کرتے ہیں تاکہ دوسرے میں فائدہ حاصل کریں کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولیٰ عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہے اگرچہ مولیٰ نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اس واسطے کہ سفر میں سود اگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا و تزویج امتہ و کتابتہ عیدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے ہم اس واسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہے بلکہ اس سے زیادہ تر والولاء ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولایۃ یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے سے اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہو جانے کے بعد والا بان اداہ قبلہ ادا یا بعد فلسفہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اس طرح کہ قبل اس کی آزادی کے ادا کیا یا دونوں نے ساتھ ہی بدل کتابت



اد کیا تو اس کا مولیٰ یعنی پہلا مالک دونوں مکاتب کی میراث لے گا لا التزوج بغیر اذن مولانا مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولیٰ کی اجازت کے بدون جائز نہیں  
یعنی اس واسطے کہ یہ الکتاب میں داخل نہیں اور اس میں مولیٰ کا ضرر بھی ہے کہ ہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہیۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیرہا  
اور نہ ہر مکاتب کو جائز ہے اگرچہ سبب بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہے مگر قبیل اور خیرات کم تر جائز ہے ہم ذخیرہ میں ہے سبب اور خیرات بقدر ایک  
پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہے اور طعام موجود سے ضیافت لیسو درست ہے ولا الکفیل مطلقا ولو باذن مولانا بنفس لانه تبرع اور نہ مکاتب کو ضمان  
ہونا جائز ہے مطلقا اگرچہ مولیٰ کے اذن سے حاضر ضمانی کرے اس واسطے کہ ضمانی تبرع ہے اور مکاتب تبرع کا اہل نہیں ہے ولا الاقراض و  
اعتاق عمدہ ولو بال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و بیع نقسہ منہ اور بیچنا جائز ہے غلام  
کی ذات کا غلام سے اس واسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہے و تزویج عمدہ لنقصہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح  
کرنا جائز ہے بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست  
ہے نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے و اب و وصی وقاض و امینہ فی رقیق صغیر تحت حجر ہم مکاتب فیما ذکر او باپ اور وصی اور قاضی اور اس کا امین  
اس صغیر کے غلام میں جو ان کی پرورش میں ہے مکاتب کے مانند ہیں تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی میں یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح  
اور اس کے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہے اور اعتاق عبد اور عبد کو اس کے ماتھے بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہیں بخلاف مضارب و  
اقول و شریک ولو مفاوضۃ علی الاشیہ لاختصاص تصرفہم بالتجارت بر خلاف مضارب اور عبد و اذن اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضۃ ہونا بر قول  
نقیض یعنی مضارب اور اذن اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہیں اس واسطے کہ ان کا تصرف تجارت میں مخصوص ہے اور باپ اور قاضی کا تصرف  
تجارت اور غیر تجارت دونوں کو شامل ہے ولو اشتري اباہ او ابنہ لیکاتب علیہ تبعالہ والمراد قرابۃ الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید  
کیا تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت و لاوت مراد ہے نہ اور قرابت سوائے اس کے ہم یعنی جب  
مکاتب آزاد ہوگا ادا ئے بدل کتابت سے تو اس کا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب ادائے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہے گا بحکم  
تبعیت ولو اشتري محررا لا بدک لا یرح والعم لا لیکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب نے اپنے محرم غیر ولد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی  
کتابت میں داخل نہ ہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتري ام ولد مع ولدہ متہا و کذا لو اشترا ثما ثم ثرا با جوسرۃ  
لم یحر بیعہا لتبعیتہا لولدہا و لکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد  
کی بیع جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے و لکن فرزند کی کتابت میں وہ داخل نہ ہوگی مں ولد کے تابع ہے یعنی جس طرح ولد کی  
بیع جائز نہیں اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ ام ولد کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا فلا  
تعتق بعقۃ ولا شیخ نکاحہ لانہ لم یملکها فجازلہ ان یطأ بالملک النکاح تو ام ولد آزاد نہ ہوگی اس کے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ  
ہوگا خرید کرنے سے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہوگی تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی دہلی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک میں  
کے سبب سے و کذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جب کہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اس کے شوہر  
کو اس کی دہلی ملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحرۃ لم تکتب من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر نہ خرید کرے کی بیع مطلقا جائز  
ہے اس واسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا م یعنی برخلاف مکاتب کے اگر وہ اپنے ولد کو خرید کرے گا ولد کے ساتھ تو آزاد  
یعنی حق آزاد کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہر ہے مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے



کذا فی الطحاوی ولو ملکها بدونہ ای بدون الولد جاز لہ برعیا خلافا لہا اور مکاتب اسنے ام ولد کا مالک ہو بدون ولد کے تو اس کو ام ولد کا بیچنا جائز ہے  
 بر خلاف مذہب صاحبین وان ولدہ من امته ولدہ فادعاه فیکاتب علیہ تبعاً اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہو اس کی لونڈی سے پھر اس نے اس کی لونڈی کا  
 دعویٰ کیا تو فرزند بھی اس کی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے طے کرنا جائز نہیں  
 اس کا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں در صورت ادعائے نسب ثابت  
 ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لاد کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اس واسطے کہ مکاتب کے کسب کا  
 کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کما فی کسب الکسب ہوئی زوج المکاتب امته من عبده فکاتبہا فولدت دھل فی کتابہا وکسبہ  
 وقیمۃ لوقل لہا لان تبعیتہا رجع مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتب لڑکا جنی تولد کا مکاتبہ کی کتابت میں داخل  
 ہوگا اور اس کی کما فی اور اس کی قیمت اگر اس کو کوئی قتل کر ڈالے مکاتبہ کی ملک سے نہ اس کے شوہر کی اس واسطے کہ ماں کی تبعیت غالب ہے باپ  
 کی تبعیت سے م وجہ رجحان یہ کہ مولود میں وہ صفات شرعیہ حیوان میں ثابت ہیں چنانچہ تدبیر اور استیلا اور حریت اور ملک مسرات کما فی میں کذا فی  
 الطحاوی مکاتب اور ما دون نکاح امته زعمت انہا حرۃ باذن مولاه متعلق بنک قولدت منہ ثم استحققت فالولد قیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا  
 لہم لادہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ما دون نے اپنے مولیٰ کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جس نے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اس کے لڑکا پیدا ہوا  
 یا ما دون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر کی تولد کا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ما دون کو لڑکا لینا قیمت دے کر جائز نہیں بخلاف محمد  
 اس واسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانے والے کا فرزند ہے م محمد کا یہ مذہب کہ مکاتب یا ما دون قیمت دے کر اپنے فرزند کو لے گا اس واسطے کہ  
 اس کو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن ان کے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ما دون کے آزاد ہونے کے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العناۃ وخصاۃ المغرور  
 بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے  
 فرزند کو قیمت دے کر لے گا نہ مکاتب یا ما دون واستشکلہ الزلیعی اور زلیعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہم دہر اشکال یہ ہے کہ غلام بچپن کے دین  
 لازم ہوتا ہے مولیٰ کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولیٰ پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولیٰ مفروض  
 ہے تو چاہیے کہ مولیٰ پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اس کے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اس کا جواب را دی نے یوں  
 دیا ہے کہ مولیٰ نے تو نکاح کا اور اس کے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولیٰ اس سے راضی نہ ہوگا تو قیمت دینا  
 موقوف رہے گا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحاوی مختصراً ولوا شترنی المکاتب امۃ شترۃ فاسداً فوطیہا ثم ردوا للفساد لشراہا  
 او شراہا صحیحاً فاستحققت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابۃ لان الاذن بالشراۃ اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مولیٰ  
 کی خرید فاسد کی پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھر دی فساد بیع کے سبب سے یا اس کو خرید صحیح مولیٰ لیا پھر وطی کی سودہ مستحق ملک غیر کی تو مکاتب  
 پر عشر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اس کے آزاد ہونے سے یہ سبب داخل ہونے خرید فروخت کے اس کے عقد کتابت میں اس  
 واسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنے کا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد  
 کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہے موجب ٹھہری عقر کی اس واسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی  
 الطحاوی مختصراً ولو طیہا بنکاح بلا اذنہ اخذہ بالعتق منذ عتق ای بعد عتق لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی بواسطہ

۱۱ یہاں ترجمہ میں سے موافق نہیں کیونکہ متن میں ہے (فوجب علیہ العقر) فقہر ۱۲ محمد عظیم اللہ عفا عنہ عقر بالضم کما بین کہ لشدہ وطی واجب شہود ۱۱



نکاح کے جو اس نے بلا اذن مولیٰ کے کیا تھا تو مکاتب سے عقیر لیا جائے گا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولیٰ جائز نہیں والمآذون کالمکاتب فیہما فی الفصیلین اور غلام مآذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی نوڈی مذکورہ کے شراد فاسد و صحیح میں اور نکاح کی صورت میں و اذا ولدت مکاتبہ من سیدہ فلہا الخیران ثلثات مضت علی کتابہا ذلک عند العقر منہ او ان ثلثات عجزت نفسہا وی ام ولدہ و ثبت نسبہا تصدیقہا لانہا مکہ رقبۃ اور حب کہ نوڈی مکاتبہ جنی اپنے مولیٰ سے تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے چلی جائے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولیٰ سے عقیرے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنی ادائے بدل کتابت سے عاجز نہی کا اقرار کرے اور مولیٰ کی ام ولد ہو اور مولیٰ کا نسب مکاتبہ سے بدون اس کی تصدیق کے ثابت ہوگا اس واسطے کہ مکاتبہ مولیٰ کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صحیح و عتقت ام الولد مجابا بموتہ بالاستیلاہ اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاہ کے بلا ادائے بدل کتابت و سعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء و سعی فی کل البذل بموت سیدہ فقیر الم یرک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اس طرح کہ اس نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو مدبر مکاتبہ صحیح فان عجز بقی مدبر او الا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء و سعی فی کل البذل بموتہ ای المولیٰ معسر الم یرک غیرہ اور اگر اس نے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہے گا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادائے بدل کتابت میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولیٰ کے اس طرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولیٰ نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے وان کان مات مومرا بحیث یتخرج المدبر من الثلث عتق بالتدیر و سقط عنه بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولیٰ مکاتبہ فانہ یعتق مجابا لقیام مکہ اور اگر مولیٰ اس طرح مال دار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولیٰ اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبۃ کاتبہ علی الف موحل ثم صالح علی نصفہ حالاً صحیح استعسانا مولیٰ نے مکاتب کیا غلام کو نیز ابدت دلے پر یہ مکاتب سے صلح کر لی اس کی نصف یعنی پانچ سو نقدیر تو صحیح ہے استعسان کی راہ سے طرین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی سنتہ فمات المریض و الحال ان قیمتہ المکاتب الف دریم و لم تجز الوثۃ التاجیل و لم یرک غیرہ اذی المکاتب ثلثی البذل و عند محمد ثلثی قیمتہ مالا و الباقی الی اجلہ اور در قیقا لقیام البذل مقام الرقبۃ فیستغنی فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کر کے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار دریم ہیں اور مولیٰ کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولیٰ نے سوائے اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے و در محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل قیمت کلمت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا کرے تو پھر غلام بنایا جائے بدل کتابت کے دو ثلث لو اگر سے سبب قائم ہو جائے کہ رقبہ کے مقام پر تو مجاہدۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنتہ و الحال ان قیمتہ الفان و لم یجوز اذی ثلثی قیمتہ حالاً و سقط الباقی اور در قیقا اتفاقاً لوقوع المجاہدۃ فی القدر و التاخر فتنفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور حالانکہ اس کی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس سے ساقط ہوگا یا اگر ادا کرے تو پھر غلام بنایا جائے باتفاق شیخین اور محمد کے سبب واقع ہونے مجاہدۃ کے مقدار اذی تاجیل میں تو مجاہدۃ مریض ثلث میں جاری ہوگی حر قال المولیٰ عبد عبدہ ک فلانا الغائب علی الف و رہم الی انی ان اوتی الیک الف فہو ترک کاتبہ المولیٰ علی ہذا الشرط



قبل المولیٰ ثم ادی الخ القاضی العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی لقیق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس لضرر ولا یرجع الخ علی العبد لانه  
 تبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے غلام نے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجھ کو ہزار درم ادا کروں تو وہ غلام آزاد  
 ہے سو مولیٰ نے اس شرط پر اس کو مکاتب کیا اور مولیٰ نے قبول کیا پھر آزاد کو نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہو گا بموجب شرط مذکورہ کے اور اسی  
 طرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اس نے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہو گا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہونے تصرف فضولی  
 کے سرائیک اس امر میں جو ضروری نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم بھرنے لگا اس واسطے کہ وہ محسن سے نہ معاذی م قیام قبل المولیٰ شارح نے ضمیر کا مرجع  
 مولیٰ کو قرار دیا اور زمینی اور شرح ملا سکین میں قبل الزجل واقع ہے اویسی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد هذا الامر فقبل صادر کتابا انما یحتاج  
 لقبول لا جمل لزوم البذل علیہ اور جب کہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہنچے یعنی قبل ادا کرنے کے مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہو جائے گا  
 قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اس پر لازم ہو جائے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف  
 ہے قال عبد حاضر لیسیدہ کا تبنی عن نفسی وعن فلان الغائب نکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصلہ والغائب تبعہ غلام حاضر  
 نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلان نے غلام کی طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب  
 کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصلہ صحیح ہے اور غائب غلام میں تبعہ و ایسا ادی بدل الکتبہ متعاقبا  
 جمیعہ بلا رجوع و یجبر المولیٰ علی القبول للبذل من احدیہما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کرے گا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے بلا رجوع  
 یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اس کے حصے کے مطالبہ نہ کر سکے گا اور مالک پر نہ ہر دو کتابت قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی  
 دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کرے گا تو مالک کو بجز قبول کرنا ہو گا۔ ولا یطالب بالعبد الغائب لیشی لعدم التزامہ اور غلام غائب سے  
 کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہ ہو گا اس کے عدم التزام کے سبب سے یعنی اس نے عقد کتابت قبول نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو قبول الکتبہ لغو  
 لا یعتبر کردہ آیا یا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں جیسے اس کے رد کرنے کا کتابت کا اعتبار نہیں م قبول اور عدم قبول غائب اس  
 واسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اس کے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اس کے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حرره سقط عن الحاضر  
 خصته اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اس کا حصہ بدل کا سا قسط ہو گا م اس واسطے کہ غائب عقد میں قصدا  
 داخل ہے اگر یہ مقصود بالخطاب نہیں تو بدل کتابت دونوں پر منقسم ہو گیا اگرچہ اس سے مطالبہ بدل کا نہیں ولو حرر الخاضعات ادی الغائب حصہ حالہ  
 والا رد فناء اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مر گیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہیں تو پھر غلام بنایا جائے ولو بار الخ حاضر  
 اور ہبہ لغتقا جمیعہ اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اس کو ہبہ کر دیا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے  
 مفت م اور اگر بعض بدل معاف کرے گا تو باقی کا مطالبہ ہو گا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الخطا وی وان کاتب الامتہ عن نفسہا وعن ابنین غیرین  
 لما قبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اس کی ذات سے اور اس کے دو چھوٹے بیٹوں سے اور لونڈی نے قبول کر لیا  
 تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدل گزشتہ یعنی اصلہ لونڈی کی طرف سے اور تبعہ اس کے بیٹوں کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی من  
 ذکر لم یرجع علی الآخر لانه تبرع و یجبر علی القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکور میں سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کرے گا وہ دوسرے سے رجوع نہ کرے گا اس  
 واسطے کہ وہ محسن ہے اور مولیٰ پر ہر شخص کے ادا بدل کے قبول پر جبر ہو گا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ میں یہ ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت  
 میں معتبر نہیں اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہے گا بقدر ان کے حصہ کے اس کو فی الحال ادا کریں اور مولیٰ مکاتب بدل کا ان کی ماں



سے کرے نہ ان سے اور اگر مولیٰ ان کو آزاد کرے تو ان کی ماں پر سے ان کا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا ان کو بربہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر ان کی ماں کو دین معاف کرے یا بربہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اس کے ساتھ اس کی اولاد بھی ہاتھی تو یہ مسئلہ نظریہ مسئلہ سابقہ کا جمع احکام میں کذا فی الخطاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا کتاب نصف عیدہ فادی الکتابہ عتق نصف وسعی فی بقیۃ قیمتہ و قال العبد کلام کتاب علی ذالک المال وہ ناخذ فادی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اس نے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور کوشش کرے گا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے میں اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہیں کذا فی حادی القدسی

**باب کتاب العید المشترك** | بدل الکتابہ فکاتب الشریک الماذون لہ نقد فی حفظہ فقط عند الامام لتجری الکتابہ عندہ ولیس لشریک فسخ لا ذنہ غلام ہے دو شریکوں کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اس کا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اس نے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اسی کے حصہ میں کتابت نافذ ہوگی امام عظیم کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے ان کے نزدیک مانند اعتاق کے اور اس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہیں اس کے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے واسطے حق فسخ باقی رہے اور در صورت عدم اذن اس کو فسخ میں اختیار ہے اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہے کہ مال مقبوض سے اس کا حق منقطع ہو جائے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اس واسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اس کا اذن سے کہ مال کتابت کو حاصل کر کے شریک کو دے تو اس نے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر اس کے قبل ادا ہوئے بدل وہ مکاتب کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگا اس واسطے کہ احسان ہنود تمام نہیں کذا فی الزیلعی ملخصاً واذا قبض بعضہ بعض الالف فمخرجہ لمقبوض کذا للقبض لا ذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعاً ولو قبض الالف عتق خطا القابض اور جب کہ ہزار درم کے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا ہوئے بدل سے عاجز ہو گیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا ملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اس واسطے کہ قبض کا اس نے اذن دیا تو وہ محسن غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم قبض کرے گا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جائے گا ہم ہدیہ اور درر کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر سے کذا فی الخطاوی امہ بین شریکین کا بتا یا فوطیہا احدہما فولدت فادعاه الوالی ثم وطیہا الشریک الاخر فولدت فادعاه الوالی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہراً خلافاً لہما ایک لڑکی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اس کو مکاتب کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سودہ جہنی تو قربت کرنے والے نے اس کے ولد کی فرزند کا دعویٰ کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سودہ دوسرا لڑکا جہنی سودہ دوسرے قربت کرنے والے نے دوسرے ولد کی فرزند کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر اس کی ملک ہنود قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتب شریک اول کی ام ولد سے بنظر تکمیل استیلاؤ تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اس پر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن شہد ملک کے سبب سے اس پر حد لازم نہ ہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابہ کان لم تکن وجیند فی فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتب عاجز ہوئی ادا ہوئے بدل کتابت سے بعد اس کے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعویٰ کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائے گا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی اور اب تو مکاتب حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے مکاتب شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اس واسطے کہ مقتضی تمیز قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اس واسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت زائل ہو گئی تو مقتضی تمیز نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملقطاً ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدّر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتب میں تھا



ہے اور ہر ایک نے وطن کی اور ہر ایک نے ولد کا دعویٰ کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتب شریک اول کی فقط ام ولد ہوگی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطنی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی ضمن الا اول لشریک نصف قیمتہا و نصف عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت اور نصف عقرہ کا تاوان دے م مراد قیمت مکاتب کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالص کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی الطحاوی عن الفخ و ضمن شریک عقرہا کا مالا لوطیہ ولد الفیر حقیقہ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقرہ کامل کا تاوان دے اس واسطے کہ اس نے حقیقت میں غیر کی ام ولد سے وطن کی و قیمتہ الولد الضاد ہو انہ لہ بنزلہ المغرورہ اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دے اور وہ ولد اس کا بیٹا ہے اس واسطے کہ شریک ثانی بنزلہ مغرور کے ہے م اس واسطے کہ اس نے وطن کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جان کر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اس کی ملک اس میں نہیں ہے اور مغرورہ کا ولد ثابت النسب ہوتا ہے اس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دے کر و امی من الشریکین دفع العقر الی المکاتبہ صح ای قبل العجز لا اختصاصا بمنافعہا فاذا عجزت تردہ للمولیٰ اور دونوں شریکوں میں سے جو عقرہ دے گا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دنیا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہو جائے گا مکاتبہ سے تو عقرہ مولیٰ کو پھیر دے وان دبر الثانی ولم یطأ و المسئلۃ بجا لہا فعجزت لطل التذمیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا بدل کتابت سے تو عقرہ مولیٰ کو پھیر دے و ان دبر الثانی ولم یطأ و المسئلۃ بجا لہا فعجزت لطل التذمیر اور اگر شریک اول نے اس سے وطن کی اور جنہی اور شریک اول اور اس سے وطن کی اور یہ مسئلہ بجا مسئلہ سابق ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطن کی اور جنہی اور شریک اول نے اس کا دعویٰ کیا سو مکاتبہ عاجز ہو گئی ادا نے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہو گئی یعنی اس واسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اس میں ملک باقی نہ رہی اور حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کے واسطے و ضمن الا اول لشریک نصف قیمتہا و نصف عقرہا والولد الاول و ام ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اس کی نصف قیمت اور نصف عقرہ کا تاوان دے اور اگر شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کا بتنا لا فخر احدہما مویر افعجزت ضمن المعق لشریک نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا پھر ایک شریک مقدور و لے لے اس کو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہو گئی تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو اس کی نصف قیمت کا تاوان دے و رجع الضامن بہ علیہا لما تقران الساکت اذا ضمن ان یرجع عنہ لا عندہما و تاوان دینے والا شریک اس کو مکاتبہ سے بھرنے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے شریک سے تو اس کو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرغ مسئلہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدا ثم حرہ الاخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شادا واستمتع فی الصوبۃ اذ من شکر فی الاولیٰ و دونوں کا ایک غلام ہے ایک نے اس کو مدبر کیا پھر دوسرے نے اس کو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والے یا دونوں نے اس کے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونوں صورتوں میں غلام سے سعی کر دے یا فقط پہلی صورت میں یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہوا اپنے شریک سے تاوان لے۔

باب موت المکاتب و عجزہ و موت مولاہ | عن اداء العجز ان کان لہ مال سبیل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا دۃ ضربت لالیاء و لا عند احدہما ایک مکاتبہ ہے کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اس کا ایسا مال ہو کہ عنقریب اس کو ملے گا چنانچہ اس کا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اس کو یا اس کو مال ملنے والا ہو بطریق مہبہ کے کذا فی الطحاوی تو حاکم اس کو عاجز نہ ٹھہراتے تین دن تک اس واسطے کہ یہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہے م چنانچہ تین دن تیار کی مدت ہے اور مرد کی مہلت دینے کی مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعویٰ کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہ ہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہرا دے و قسما بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دے اس کے مولیٰ کی خواہش سے یا اس کا مولیٰ فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے م فسخ کو تعجیز کے بعد اس واسطے ذکر



کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منسوخ نہیں ہوتی بدون نسخ کرنے کے ولو كانت المكتبة فاسدة فالملک له انسخ بغير رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولیٰ کو نسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولیٰ پر در صورت فساد کتابت نسخ واجب ہے گاہ مٹانے کے واسطے و ملک المکاتب فسخا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدة وان لم یرض المولیٰ اور مکاتب نسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ میں اور فاسدہ میں بھی اگر یہ مولیٰ راضی نہ ہو وغارتہ بفسخہا اور اس کی غلامی پھر آوے گی دونوں کے نسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفاً و رقبۃ و مافی یدہ لمولاه اور جو مال کہ اس کے پاس ہوگا وہ مولیٰ کا مملوک ہے اگر یہ خیرات ہو اور مولیٰ غنی ہو قبول صحیح کذا فی الطحاوی و المکاتب اذا مات ولد مال کفی بالبدل لم تنسخ و تودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مر جائے اور اس کا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت نسخ نہ ہوگی اور بدل کتابت اس کے مال سے ادا کیا جائے گا م بعد موت کے بقائے کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اس کے آزاد ہوں اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اس کے وارث ہوں و حکم بعقبتہ فی آخر جز من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اس کی آزادی کا اس کے اجزائے حیات میں سے اخیر جز میں م یہ مذہب ہے جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یکمل بعقبتہ اولاد الملو دین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اس کی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اس کی کتابت کے زمانے میں پیدا ہوئی نہ ان کا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہ ہوں گے حالانکہ ان کی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا حق تھا کما یکمل بعقبتہ من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہو گئے اس کی کتابت میں کذا فی الجلبی والباقی من مالہ میراث لو شرتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہے گا وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے ہم یعنی اگر قربت والے ہوں مکاتب کے تو وہ اس کے مال کے وارث ہوں گے اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولیٰ کو ملے گا بطریق ارث کے کذا فی المحموی ولولم یرک المالا و ترک ولدا و لد فی کتابتہ فلا وفاق یقین کتابتہ و سعی الابن فی کتابتہ ابیہ علی نجومہ المقسطہ اور اگر مکاتب مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اس نے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادائے کتابت کے واسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہے گی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت میں کوشش کرے بموجب اس کے اقساط معینہ کے فاذا ادى حکم بعقبتہ ابیہ قبل موتہ و بعقبتہ تبعاً پھر جب اس کا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اس سے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادى البدل حالا اور مالی حالہ رقیقا و سویا بینہا اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جس کو اس نے اپنی کتابت کی حالت میں مولیٰ لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیر جائے یعنی جس طرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بن رہے گا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اس کا باپ اور صاحبین نے دونوں بیٹوں کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنی بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہوں گے و اما الابوان فیردان للرق کلمات و قال ان ادیا حالا اعتقاد الا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ مجرد موت مکاتب کے مملوک کی طرف پھیرے جائیں گے اور جنہیں نے کہا کہ اگر دونوں فی الحال بدل کتابت کو ادا کریں گے تو آزاد ہوں گے اور نہیں تو آزاد نہ ہوں گے ہم شرح مجمع اور شریعہ الیہ میں مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہیں ادائے بدل کتابت میں بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرتا چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الجلبی اشتری المکاتب ائبہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لموتہ حرام عن ابی حرم مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مر گیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کے واسطے کافی ہے تو اس کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اس واسطے کہ مکاتب آزاد ہو کر مر گیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہرے گا اور اس کے ساتھ اسی وقت اس کا بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہو گیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزلیعی و کذا یرید لوکان ہواى المکاتب و ابنہ الکبیر کتابتہ واحدة لعیور و تبہا شخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد و اسی طرح مکاتب کا بیٹا اس کا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اس کا بالغ بیٹا مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ہو جائے دونوں کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطا و صریح



غیر کے مخالف ہے حیرت قات (او کو تب ہو و ابنہ صغیر او کبیر امیرہ) کذا فی الجلی طحاوی نے کہا یوں جواب ہو کہتا ہے کہ کبیر کی قید اس واسطے لگائی کہ بباد اکتی تو ہم کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترک المکاتب ولدا من حرمہ ای معتقہ و ترک دینا ینکفی ببدلہا فجنی الولد فقضی بہ بما جنی علی عاقلہ امرہ ضررہ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیر الابیہ لعدم المناقاة پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرمہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کے واسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اس کی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اس کا باپ بمنز آزاد نہیں ہوا عدم ادا کے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اس کے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہیں ہے لعلبت عدم مناقاة یعنی حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیر ہو مکاتب کا حکم حرمہ کی تفسیر معتقہ اس واسطے کہ حرمہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا دلالت نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اس واسطے کہ جنایت عمد میں برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحاوی ولا رجوع اور رجوع نہیں یعنی ماں کی برادری باپ کے مولیٰ سے دیت کو رجوع نہیں کر سکتی اس واسطے کہ جب انھوں نے دیت دی تھی تو ان کے واسطے حق وللا ثبات تھا اور باپ کے مولیٰ کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ثبات ہو گا قید بالبدن لان فی الیمن لایاتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا متر وکعین ہو گا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں اصل ہوتا بسبب ملن ہونے ادا کے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امرہ بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولانہ فہو القضاء بما ذکر تعجیر لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اس کی ماں کی قوم کے واسطے دلالت کا حکم کیا ان کی خصوصیت کرنے کے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اس کی ولایت ہو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے کتاب کا اس واسطے کہ قضا امر مختلف فیہ میں واقع ہوئی م یعنی جب کہ بیٹا مر گیا مکاتب مذکور کی موت کے بعد جو چھوڑا ہو باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اس کی میراث میں سو قاضی نے ماں کی قوم کے واسطے ولایت یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ قضا کتابت کا نسخ کرنا ہے اس واسطے کہ خصوصیت واقع ہوئی بقا اور عدم بقا کے ثبات میں اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہ ہوگی بدون اس کے یعنی اگر کتابت باقی ہو کر بدل کتابت ادا ہو گا اور باپ آزاد ٹھہرے گا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نہ رہے گی تو میراث ماں کی قوم کے واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجعے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہو کر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مر گیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے تو یہ قضا تعجیر مکاتب ٹھہری کذا فی الطحاوی مختصر وطاب لیسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقة ما دای الیہ من الصدقات فعجز لتبدل الملک واصلہ حدیث بریۃ ہی لک صدقہ ولنا بدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا ادا کے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولیٰ کو حلال ہے اگرچہ مولیٰ خیرات کا مصرف نہ ہو بسبب بدل جانے ملک کے اور اصل اس کی بریہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یعنی تبدیل ملک تب ال عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یا اس وقت فرمایا جب کہ بریہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریہ اس وقت میں مکاتب تھیں کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ نے نہ بلکہ وہ حرمہ تھیں کذا فی الطحاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقہ اخذنا واثرہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو اس صدقہ کو اس کا مال دار وارث لے گا یعنی ہر چند صدقہ مال دار پر حرام ہے لیکن جب کہ صدقہ کا مورث فقیر اول الملک ہو پھر اس کے بعد اس کا وارث غنی ملک ہو بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہو گیا تبدیل ملک کے سبب سے ولما فی ابن سبیل اخذنا ثم وصل الی مالہ وہی فی یہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اس مسافر میں جس نے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اس کے قبضہ میں ہے تو وہ اس کو حلال ہے اس واسطے کہ جب سلا یعنی ثابت کیا جائے وہ اور اس کا بیٹا چھوڑا ہو یا ایک عقیدہ ۱۲ و تبدیل ملک علت علت مالست پس اگر غنی یا ماشی را مال زکوۃ از فقر بطریق ہدیہ میراث برسد طلال است



اس نے یہاں تھا وہ محتاج تھا کفیر استغنی وہی فی بدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوٰۃ لے کر غنی ہو گیا اور حالانکہ زکوٰۃ اس کے پاس سے تو زکوٰۃ اس کو حلال ہے مگر اس واسطے کہ غنی پر ابتدائے اخذ زکوٰۃ حرام ہے کیونکہ اس میں ذلت ہے تو اس کو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر حرام اس نے محتاج کی حالت میں لیا تو بعد اس کے نہیں مگر استدامت تو حلال ہو گا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ سیدے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت سے اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت سے بخلاف فقیر اباح لغنی اور ہاشمی عین زکوٰۃ اخذنا لا یحل لان الملک لم تبدل برضلاف اس محتاج کے جس نے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوٰۃ جس کو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں اس واسطے کہ ملک تبدل نہیں ہو گئی مگر اس واسطے کہ اباحت سے مباح کرنے والے کی ملک زائل نہیں ہو جاتی تو مباح لہ اس کو تناول کرتا ہے طبع کی ملک یرقان جنی عبد و کاتبہ سیدہ جاہلا بجنایۃ او جنی مکاتیب لم یقض بہ باجی معجز فان شہد لمولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اس کے مالک نے اس کو مکاتیب کیا نادانستہ اس کی جنایت سے مکاتیب نے کسی کو قتل کیا سو اس کی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اگر مولیٰ چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہو گئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال نوۃ کاتبہ معجز یبع فیہ لانتقال الحق من رقبۃ الی قیمۃ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہو گیا اس پر حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہو گیا ادا لے بدل کتابت سے تو بیجا بائے گم اس میں اس واسطے کہ حق اس کی گردن سے اس کی قیمت کی طرف منتقل ہو گیا قضاء کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحاشیاء عن النبیۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتیب علیہ فی کسبہ و طیرمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتیب کی قید لگائی کہ مکاتیب کی جنایات خود مکاتیب پر ہوتی ہیں اس کے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اس پر جو حکم ترے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کم ترے دیت سے تو قیمت کا دینا اس پر لازم ہو گا اور اگر دیت کم ترے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہو گا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمتہ واحدة و لو بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضاء قاضی مکاتیب سے چند جنایت کی واقع ہوئی تو اس پر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضاء چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اس پر لازم ہوں گی مگر یعنی اگر مکاتیب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پتھر سے مارا تو قبل از قضاء قاضی تو ایک ہی قیمت اس پر واجب ہوگی اور اگر مکاتیب سے ایک بار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت میں اگر وہ کم تر ہو دیت سے پھر بعد اس کے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اس پر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علیٰ ہذا القیاس قیمت متعدد ہوئی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطا لزمۃ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتیب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اس پر قیمت لازم ہوگی اس کے کسب میں بعد اس کے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی یجرت بطلت اور اگر قاضی کا حکم اس پر نہ ہوا ہو یہاں تک کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدرر عن القاعدة مگر یعنی در حق مولیٰ جنایت باطل ہے اور اس کا مواخذہ اور مطالبہ ہو گا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلاصہ لکھا جین کہ فی الحال مطالبہ ہو گا کذا فی الخطا وی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر و امومیۃ الولد و کاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولیٰ مر گیا تو کتابت نسخ نہیں ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور چنانچہ دین کی مدت باطل نہیں ہوتی جب کہ طالب دین مر جائے و لو دمی المال الی وراثۃ علی نحو مہ کاجل الدین اور ادا کیا جائے مال کتابت کا مولیٰ کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو اس کی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کثیر ہو تو اس کو مال دیا جائے اور اگر صغیر ہو تو اس کے دمی کو دیا جائے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمۃ برضلاف موت مطلوب کے بسبب مٹ جانے اس کے ذمہ کے مگر یعنی اگر دیون مر جائے تو مدت باطل ہوگی اس واسطے کہ اس کا ذمہ خراب ہو گیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ عین ہے نزد دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ دہو صحیح و لو فی مرضہ لا یصح تاجیل الامن الثلث یعنی ادا لے مال اقساط سابقہ کے بموجب اس وقت سے جب کہ مولیٰ نے اس کو تہنہ کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اس نے بیماری میں مکاتیب کیا ہو تو اس کا مدت ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث مبرکہ سے یعنی بدل کتابت کے و ثلث فی الحال ادا



کرنے اور ایک ثلث اقطاع معینہ کے موافق کذا فی الشرع والیہ والی حرر وہاں کل الورثۃ فی مجلس واحد متفق محانا استجسانا و جعل اہل اقطاع اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد ہو جائے گا استجسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراہیم قرار دیا جائے گا بطریق اقطاع کے م قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہ ہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ آزاد وہ کرتا ہے تو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اس واسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا وجہ استجسان یہ ہے کہ اعتقاد ابراہیم قرار دیا جائے بدل کتابت سے اس واسطے کہ بدل کتابت وارثوں کا حق ہے اور میراث اس میں جاری ہے تو اعتقاد بدل کتابت کا معاف کر دینا ہو گیا بطریق اقطاع کے یا حصول بدل کتابت کا قرار ہو گیا الی کی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحاوی فان حرره بعضہم فی مجلس والاخر فی الآخر لم یفید عتقہ علی الصصح لانه لم یملک پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا تو اس کا عتق نافذ نہ ہو گا بزمہ صصح اس واسطے کہ وارث اس کا مالک نہیں ولو بغير بعد موت المولی عاودہ اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا اطلے بدل کتابت سے بعد موت مولی کے تو اس کی غلامی پھر اوسے کی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جائے گا مکاتب تحۃ امۃ طلقا تنفیتین فملک لا یحل لہ ان یطاعا حتی یشک زوجا غیرہ مکاتب کے بچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اس کو اس نے دوبار طلاق دی پھر مکاتب اس کا مالک ہوا تو اس کو اس کا وطی کرنا حلال نہیں یہاں تک کہ وہ لونڈی سوائے اس کے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا المحرم کا تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں م یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دے پھر اس کو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تا فیکہ اس کے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند قن اور مدبرام طہ کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اس واسطے کہ عدد طلاقات میں عورت کا اعتدال ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دوبار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اس کا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کا تبا بعد اکتاہۃ واحدة ای بعقد واحد و عجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یجتمع لہا کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم محتبی دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اس کو عاجز نہ ٹھہراوے تا فیکہ دونوں مالک ہیں اس واسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں برضات وارثوں کے اس واسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراوے گا ایک وارث کی طلب سے کذا فی الجعفی و فیہ کاتب عبد یرمۃ فجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب هذا المردود وجاہ الاخر تم عجز فلیس للاخر ردہ فی الرق اور محتبی میں سے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہو گیا سو مولی نے اس کو پھر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کہ لینا درست نہ ہو گا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونے کے بعد پھر عبدیت کی طرف پھر گیا ہے غائب ہوا اور دوسرے غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہو گیا ادا لے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اس کا پھر دینا غلامی میں جائز نہیں م عالمگیر میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرے مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسطیں سحی کر والی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اس کو غلامی کی طرف پھیرے تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی فرغ مسائل لمحۃ شارح کا اختلاف المولی والمکاتب فی قدر البدل قال القول ملکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے عم ضعیفوں کے نزدیک اس واسطے کہ وہ منکر بدلیت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے والا یجس المکاتب فی دین مولانا فی الکتابۃ و فیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیۃ اور مجہوس نہ ہو گا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت میں دو قول ہیں جس اور عدم جس میں کذا فی السراجیۃ م سوائے دین کتابت جیسے دین استہلاک یا وہ دین جو اس نے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جب کہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اس پر فن معین تھا قلت و فی عتاق الوہبانیۃ ۵ و فی غیر جنس الحق بحبس سیدنا ۶ مکاتبہ و البعد فیما یخبر فی کتبا مولی اور وہبانیہ







# کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولایہ کے احکام میں ہم کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اس واسطے لایا کہ ولایہ وال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی المنہج مولفہ النصف والحقہ  
 مشتق من الولی و هو القرب واللفظ عربی بمعنی نصرت اور محبت کے مشتق ہے ولی بفتح واو سکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزوی سے م  
 اور قرب ولایہ مصطلح میں حاصل ہے اس واسطے کہ ولایہ کا حکم یعنی ارث قریب ہے اور حاصل ہو جاتی ہے بلا فصل جب کہ اس کی شرط پائی جائے و شرعاً عبارتہ  
 عن التناصر لولاء العتاقہ او لولاء الموالاة زیلعی اور شرع میں ولایہ عبارت ہے باہم کی مدد گاری سے بسبب ولایہ عتاق یا بسبب ولایہ موالاة کے کذا فی الترمذی  
 ہم ناصر عتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کی طرف سے اس کا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولایہ شرعی عبارت اس قرابت سے رکھی ہے جو قرابت  
 نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اس کے نکاح کرنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ولایت اس کو حاصل ہوتی ہے انتہی  
 اور یہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اس واسطے کہ ناصر ولایہ کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئینہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا  
 فی الطحاوی ومن آثارہ الارث والعقل دولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تھلج سبباً للارث اور ولایہ کے آثار سے ہے ارث  
 اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت مولی کے واسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہو گیا کہ ولایہ نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولایہ قرابت حکمی ہے جو میراث  
 کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہم یہ تعریف سے صدر الشریعہ کی طرف کہ انھوں نے ولایہ کی تفسیر میراث کی ہے قبستانی نے اس کا جواب دیا کہ تفسیر  
 بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیر الوجود نہیں و سببہ ان علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلا و ارث القرب حاصل الحق بلا اعتاق اور ولایہ کا سبب اناد ہو جانا ہے مولی  
 کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولایہ اس لیے کہ استیلا یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی  
 ہے بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار بجز میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق  
 تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولایہ اعتق علی ملک المولی ہے نہ اعتاق فقط و اما حدیث الولاء لمن اعتق فبحری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولایہ کے واسطے سے جو اناد  
 کرے سو جاری ہے غالب حال پر ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر فقط اعتاق سبب ولایہ کا نہ ہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے  
 کو مخصوص نہ ہوتا شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت نابراکثریت کے ہے منعت ای حصل لاعتق باعتاق ولومن ویمہ او بفرع لہ لکتابۃ و تدبیر و استیلا و  
 او بلکہ قریب فولاء لیسیدہ جو شخص کہ آزاد ہو یعنی اس کو آزادی حاصل ہوئی ملک کے آزاد کر دینے سے اگر چہ اعتاق ملک کے وصی سے صادر ہوا ہو  
 یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلا سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے ملک ہونے سے تو اس آزاد ہو جانے  
 والے کی ولایہ اس کے ملک کے واسطے ہے ہم اعتاق وصی کی صورت یہ ہے کہ وصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے وصی کی موت کے  
 بعد اس کو آزاد کر دیا تو اس کی ولایہ وصی کی ہے اس واسطے کہ وصی کا فعل موصی کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحاوی یہاں اعتراض دار ہے کہ تدبیر اور استیلا سے







سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اس عجمی سے جتنا تو معتقہ کے ولد کی میراث اس کے مولیٰ کی عجمی کی قید اس واسطے لگائی کہ مولات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی ان کے نسب کے قوی ہونے سے عجمی کے مولائے مولات ہونے کی صورت سے کہ شخص غیر عربی کا باپ کا فر تھا پھر وہ مسلمان ہوا سو اس نے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس نے ایک مرد سے عقد مولات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اس واسطے کہ جب میراث عجمی مولیٰ کے واسطے ثابت ہوئی تو عربی مولیٰ کے واسطے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی کذا فی الطحاوی لقوة وللاعتقاد حتی اعتبارت فیہ الکفاۃ لانی العجم وولاء الموالاة مولائے معتقہ کے واسطے اس واسطے میراث ولاری ثابت ہوئی کہ ولائے عتاقہ قویٰ جز سے میاں تک کہ اس میں کفایت یعنی ہم سری معتبر سے زعم اور ولائے مولات میں ہم یعنی لوگ تفاثر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اس کو کفایت میں اعتبار کرتے ہیں تو قبیح کا معنی کفو نہیں ہے شریف کے معنی کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے اس واسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفایت ان میں معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ اختیار عجم کا قبل از اس مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد اسلام کے دین داری سے بر خلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اس واسطے کہ عرب کے نسب قویٰ ہیں معتبر ہیں حتیٰ نسب اور خون بہا دینے میں اس واسطے کہ عرب میں باہم مد و گاری نسب کے سبب سے ہے ولہذا مولات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحاوی والمعتق مقدم علی الرّد اور آزاد کرنے والا مولیٰ مقدم ہے رد میراث پر یعنی جب کہ عصباء نہ ہوں اور مرد و کباقی ربی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر ان کو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اس کو لے گا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر مؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانه عصبۃ سببیۃ آزاد کرنے والا مؤخر ہے عتق کے عصباء نسبی سے اس واسطے کہ آزاد کرنے والا عصبۃ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبۃ سببی پر فان بات مولیٰ ثم المعتق وللاوارث لہ نسبی فیراثہ لا قرب عصبۃ مولیٰ وحققہ فی بابہ سو اگر مولیٰ مرے پھر اس کے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اس کے مولیٰ کی عصباء ذکر میں سے اس عصباء ملے گی جو مولیٰ سے زیادہ ترقیب ہو اور اگے ہم اس کو محقق بیان کریں گے اس کے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذكور فی الدرر وغیرہ اور عورتوں کے واسطے ولاد عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد کر سکیں تو ان کی ولایاویں گی چنانچہ اس حدیث میں یہ مصرع ہے جو درر وغیرہ میں مذکور ہے م لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن کاتبین او کاتب من کاتبین او دبرن او دبرن او دبرن او دبرن ولا معتقین او معتقین قال یعنی وغیرہ ان حدیث منکر الاصل لہ دسبھی الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اس کی اصل صحیح نہیں اور اس کا جواب کتاب الفرائض میں آئے گا م جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کلام سے موکد ہے تو بمنزل حدیث مشہور کے ہو گئی علیٰ مرضیٰ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتوں کو میراث نہ دیتے تھے مگر ان کو جن کو انھوں نے مکاتب یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل الذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یرک الا انبۃ معتقہ فلاشیٰ لہا ای لابنہ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال پھر مصنف نے قائل مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مر گیا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے آزاد کرنے والے کے بیٹی کے تو اس کے واسطے غلام کی کچھ میراث نہیں اس لیے کہ وہ حق مردوں کا ہے اور اس کا مال بیت المال میں رکھا جائے گا بذات ظاہر الروایۃ و ذکر الزلیعی معزلاً للہایۃ ان نبیت المعتق ترث فی مالہ لفساد بیت المال و کذا ما فصل عن فرض احد الزو جین یرد علیہ و کذا مال کیون لا ابن او البنت رضا کا کذا فی فرائض الاشباہ و اقوال المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہے اور زلیعی نے نہایت کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال بیت المال کے معنی حکام بیت المال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسی طرح جو مال کہ فاضل باقی رہے رواج و زوج کے مال وہ اسی کو پھیر دیا جائے اور اسی طرح فرزند رضا یا دختر رضا علی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جائے کذا فی فرائض الاشباہ و اقوال المصنف وغیرہ



نے اس قول کو ثابت رکھا ہے روئے کیا و اذا ملک الذمی عبد او لمسلما واعتقه فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنه وبہذا تفسد القول بان الولاء ہوا میراث حق الاتصاح اور جب کہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہوا اور وہ اس کو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولایت ذمی کے واسطے ہے اس واسطے کہ ولایت عتاق نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل ذمہ ولایت جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جب کہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہوا اور وہ اس کو آزاد کرے تو ذمی اس کی میراث پناوے گا اور نہ اس کی طرف سے حصہ دے گا اور اس قول سے یعنی ذمی مولیٰ کو ولایت حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے و خروج سے واضح ہو گیا کہ ولایت تو وہی میراث سے م یعنی جب ذمی کو ولایت عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اس کی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ ولایت اور میراث متحدہ الحقیقہ نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولایت کا حکم اور اثب ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولیٰ اپنے عتیق مسلم کا اس واسطے وارث نہ ہو گا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہو جائے اور عتیق مسلم اس کے بعد مرے تو اس کو میراث اس کی ملے گی کذا فی الطحاوی ولوا عتیق حربی فی دار الحرب بعد احربہ لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخیل سبیلہ فاذا خلاہ عتیق حینئذ ولایا لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لایرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب میں حربی غلام آزاد کیا تو بجز اعتاق بلکہ تخلیک کے وہ آزاد نہ ہو گا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو غلی بالطبع کر دے پھر جب اس کو مطلق العنان کر دے یعنی اپنے قبض و تصرف میں نہ رکھے تو وہ اس وقت میں آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولایت اس کو ملے گی تو اگر حربی اور اس کا عتیق دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ دیں گے تو حربی اس کا وارث نہ ہو گا برخلاف مذہب

ابو یوسف کہ ان کے نزدیک میراث پادے گا۔ وکان لہ ان یوالی من شاء لانه لا ولایا لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد مولات منع کرے اس واسطے کہ کسی کی ولایت اس پر نہیں ہے جو عقد مولات دوسرے سے نہ کر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتري عبدا ثم فاعقہ بالقول عتیق بلا تخلیک اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اس نے وہاں غلام خرید کیا پھر اس کو زبانی بلا تخلیک آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ روایت شریانی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اس کو اس کی ولایت حاصل نہ ہو گی امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی اور اس منافات کا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ مصنف نے عتیق ذکر کیا ہے نہ ولایت شریانی میں نفی ولایت مذکور ہے نہ نفی عتیق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولایت اور میراث متحدہ الحقیقہ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعقہ مسلم او حربی فی دارالاسلام فولاءہ لہ ای لمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اس کو مسلمان یا حربی دارالاسلام میں آزاد کرے تو اس کی ولایت اس کو ملے گی یعنی اس کے آزاد کرنے والے کو فروغ مسائل ملحقہ شارح کے ادعیاء ولایت و برہن کل انہ اعتقہ لیقینی بالولاء والیر لہما و شخصوں نے میت کی ولایت کا دعویٰ کیا اور یہ شخص اس کے گواہ لایا کہ اسی نے اس کو آزاد کیا ہے تو دونوں بیویوں کے واسطے ولایت میراث کا حکم ہو گا بسبب عدم تزجیح المولیٰ لیتحق الولاء اولاً حتی تنفذ منہ وصایاہ و لفقہ منہ دیون مولیٰ آزاد کرنے والا مستحق ولایت ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولیٰ کی وصیتیں نافذ ہوں گی اور اس کے دیون اس سے ادا کیے جا دیں گے اگر عتیق کتابت یا تیسیر یا استیلاء سے ہو کذا فی الطحاوی الکفارة تعبر فی ولایت العتاقہ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون البائع بمسری زوجین ولایت عتاق میں مجبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے غط فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دیانت کرنے والے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اس کے مولیٰ کو نسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہ ہو ہو کذا فی الطحاوی امام اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرقی فی اصلہا فلا ولایتی ولداً جب کہ عورت حرہ اصلی ہو یا بی معنی کہ جس کی اصل میں لونڈی اور غلام نہ ہو ہو تو اس کے فرزند پر ولایت نہیں ہے اگرچہ اس کا باپ غلام ہو اس واسطے کہ حریت اور رقییت میں لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحاوی ہم حرہ اصلی فقہاء کے نزدیک دو معنوں میں مستغنی ہے ایک یہ کہ جس کی ذات پر رقی یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گزرتے چھ مہینے کے نکاح اور عتوق کے وقت سے یا اس شخص سے پیدا ہوا ہو جس کی اصل میں رقیق ہوا اور دوسرا یہ کہ جس کی اصل میں اصلاً رقیق نہ ہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذاک فلو عمرہ بالاولاد علیہ مطلقاً اور باپ



جب کہ اسی طرح کا حراصل ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اس کے والد پر ولایت نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے والد سے نہ ماں کی قوم کے واسطے ولو عجیب الاولاد علیہ لقوم الماب ویرث معتق الام وعتبہ خلافاً للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اس پر ولایت نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاوے گا ماں کا آزاد کرنے والا اور اس کا عصبہ برخلاف مذہب ابو یوسف م ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا دلائیں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اس واسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طریقین کی دلیل یہ ہے کہ دلالت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہیں عجمی باپ کی طرف سے اس واسطے کہ عرب سوا عجم میں تناصرت قابل سے نہیں ہے دریں ہے الناحی اصل اگر والدین حراصل ہوں یعنی مذکور تو والد پر ولایت نہیں اور اگر دونوں معتق ہوں یا ان کی اصل میں معتق ہو تو ولایت باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر ماں معتق ہو اور باپ حراصل یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولایت نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحاوی۔

**فصل فی ولایہ الموالاة** کی ہے کہ موالاة یہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں اور نہ کوئی مددگار سو مجھ کو تو اپنی طرف ملے اور اپنی قوم کی طرف تکیہ تیری جماعت میں گنا جاؤں سو تو میری مدد کیجو اور میرے اوپر سے نواب اور مصائب دو کیجو اور اگر میں مجاؤں تو میرے مال کا وارث سے تو دونوں شخصوں میں عقد موالاة منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاعتاقت کو ولایت موالاة پر اس واسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف ولایت موالاة کہ وہ نقل پذیر ہے قبل از ادائے دیت اور ولایت عتاق بالاتفاق سبب میراث سے بخلاف ولایت موالاة کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کا کچھ اعتبار نہیں والدلائل فی المطولات کذا فی الطحاوی اس پر حل مکلف علی پیرا آخر وولایہ او والی غیرہ الشرط کونہ عجمی لا مسلماً علی ما روئے علی ان یرثہ اذات ولعقل عنہ اذا جنى صح هذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اس کا تابع ہو لیا اس کے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ بتو اس کا وارث ہو جب کہ تابع مرے اور شخص متبوع اس کی طرف سے دیت دے جب کہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاة صحیح سے شارح نے کہا شرط موالاة کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا یا بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہو گا م اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ عقد موالاة تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اس واسطے کہ اس میں ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو یہ دونوں عقل و عاقل کے صحیح نہ ہو گا مگر باذن اور عجمی کی قید اس واسطے لگائی کہ تناصرت عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاة کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ اور دیت اسفل کی اعلیٰ پر ہے اور میراث اسفل کی اعلیٰ کے واسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسی طرح عقد موالاة صحیح ہے اگر میراث دونوں جانبوں سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلیٰ میراث اس کی ہے اور اگر اعلیٰ مرے تو اسفل اس کی میراث ہے م تو ارث من الجانبین اسی طرح اکثر کتابوں میں بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولیٰ ہو گا اول کا اور اول کی دلایا مل ہو جائے گی اس واسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ولو والی صبی عاقل باذن امیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاة منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اس کے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح وکیون وکیلا من سیدہ بعقد الموالاة جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاة منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہرے گا اپنے مالک کی طرف سے عقد موالاة کا غلام وکیل ٹھہرے گا نہ اسیل اس واسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے و آخر ارثہ عن ارث ذی الرحم لضعفہ اور مولائے موالاة کی ارث نانہالی رشتہ دار سے موخر ہے اس کے ضعف کے سبب سے م اس واسطے کہ موالاة عاقدین کا عقد ہے تو ان کے غیر مرہ وہ لازم نہ ہوگی اور نانہالی رشتہ دار وارث شرعی سے تو عاقدین اس کے ابطال کے مالک نہیں ولہ انقل عنہ بحضرتہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولده فان عاقل عنہ او عن ولده لا ینقل تاکیدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاة کا نقل کرنا عاقد اعلیٰ سے اس کے سامنے اس کے غیر کی طرف جائز



سے اگر عاقل اعلیٰ نے اس کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اس کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے تو والد نے موالاة منتقل نہ ہوگی اس واسطے کہ مولیٰ نے اس کو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولایہ الی معنی احوال لزوم ولایہ العتاقہ اور عقد موالاة منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے والے عتاق کے امراة و الت ثم ولدت مجهول النسب تبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاة منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا جس کا باپ معلوم نہیں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں ولاد الموالاة بعقد الموالاة او النشأة والولد معہا لای نفع محض فی حق صغیر لم یدر اب اور اسی طرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اس کی ماں عقد موالاة کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بٹیا اس کے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اس واسطے کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جس کا باپ معلوم نہیں و عقد الموالاة شرطہ ان یکون حراً مجهول النسب یا ان لای نسب الی غیرہ النسبہ یغیر الیہ غیر بالغہ عنایت اور عقد موالاة کی شرط یہ ہے کہ عاقل اسفل آزاد مجهول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہ ہو اور غیر شخص کا منسوب نہ ہو اس کی طرف جمہولیت نسب کا نفع نہیں کذا فی الغنایہ م اور دوسرا قول مالگیری میں محیط ہے یہ منقول ہے کہ مجهول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاة کی یہ ہے کہ مولیٰ اسفل عزلی نہ ہو الثالث ان لایکون لہ ولاد عتاقہ ولا موالاة مع احد وقد عقل عنہ اور میری شرط یہ ہے کہ اس کے واسطے ولایہ عتاق نہ ہو اور نہ ولایہ موالاة کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اس کی طرف سے دیت دے چکا ہے والربع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو مگر اس کی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اس کی میراث جماعت مسلمین کے واسطے ہے شرح طحاوی میں ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنات اس کی بیت المال پر ہے اور اس کی میراث بھی بیت المال کے لیے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اس کو اختیار ہے جس سے چاہے موالاة کرے مگر جب کہ اس کی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اس کو کسی کے ساتھ موالاة کرنا درست نہیں کذا فی الطحاوی والخامس ان لیشترط العقل والارث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتوز موالاة المسلم الذمی ومکسہ والذمی الذمی وان سلم الاسفل لان الموالاة کالوصیۃ کالبسط فی البدائع اور اسلام عقد موالاة میں شرط نہیں تو جائز ہے موالاة کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولیٰ اسفل اسلام قبول کرے اس واسطے کہ موالاة وصیت کے مانند ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے بدائع میں م یعنی جس طرح وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاة بھی صحیح ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ موسیٰ وصیت کا مستحق ہوتا ہے موسیٰ کا موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا موالی وارث نہیں ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الجملی فی الوہابیۃ ہے معنی عبد عن امیہ ولادہ ہلہ والوہ بالمشیزہ ہلہ ہا اور وہابیہ میں ہے اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہے اور اس کا باپ شریعت ربانی مابور ہے یعنی اعتق عبدہ عن امیہ المیت قالوا ولہ والاجر للاب النشاء اللہ تعالیٰ من غیر ان یتقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنے غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کے واسطے ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے بلا نقصان ثواب فرزند م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملے گا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونوں کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء والہد ذوالفضل العظیم شارح وہابیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید ناظم نے اس واسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا ولکہ الصدقات والدعوات لابویہ کل مؤمن یكون الا جہلم من غیر ان یتقص من اجر الابن مضمرات اور اسی طرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایمان دار کے واسطے کرنے سے والدین اور مؤمنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جائے کذا فی المضمرات م علامہ عبد البر نے کہا کہ بناؤں مسئلہ اس پر ہے کہ زندوں کے اعمال کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور اس میں قاضی القضاۃ مروی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہیں اور کچھ تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہے جس کا نام کو اکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکور ہے کہ مجهولہ کا مذہب صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحاوی والبدائع واستغفر اللہ العظیم المکریم۔



# کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام میں مولفہ محل الانسان علی شئ مکرمہ اکراہ لغت عرب میں عبادت ہے انسان کو برا ٹیگتہ کرنے سے اس چیز جس کو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اس کو برا لگتا ہے خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی و شرعاً فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعاً الی الفعل الذی طلب منه اور شرع میں اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہیں جو طرف ثانی کے دل میں وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اس کو بنا چاری کرنا پڑے م فعل اول شامل ہے فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہے قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی یہ صورت مذکور ہے قہستانی میں کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اس کو کسی چیز سے تهدید نہ کی اگر مامور جانتا ہے دلالت حال سے کہ اگر اس کو قتل نہ کرے گا تو آمر اس کو مار ڈالے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹے گا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفقہ ہے یعنی جس پر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کہ ذاتی الطحاوی درر غریب سے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کر دانا بواسطہ اس تهدید کے جو رضائے غیر کو نیست و نابود کر دے نہ اس کے اختیار کو لیکن تهدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے نہیں الحاصل عدم رضا مقبر سے اکراہ کی سب صورتوں میں اور اصل اختیار ثابت ہے سب صورتوں میں لیکن بعض صورت میں اختیار فاسد ہو جاتا ہے اور بعض صورت میں فاسد نہیں ہوتا انتہی اور تحقیق اس کی شرح و قیام میں یوں مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ میں جبر ہے جس اور ضرب کے اکراہ میں بلا شک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے مع وصف السلامة اس واسطے کہ اختیار فاسد ہو جاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر میں جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اس سے جمیع حیوانات کی مید الفی ہے کیا تو قتل دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روک رکھتی ہے اونچے مکان کے گرنے اور آگ میں گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اس سے باز رہتا اگر چہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اس واسطے کہ انسان اس پر مخلوق ہے اس راہ سے کہ طبیعت اس پر مجبور ہے باوجود اس کے اہمیت خطاب شرع باقی ہے اکراہ ملکی اور غیر ملکی میں بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے دہو نوعان تام و ہوا ملکی تلف النفس او عضو او ضرب سرج والافناقص و ہو غیر ملکی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملکی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملکی ہے ہم ضرب شد سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع میں ہے ولہذا التقانی نے کہا کہ اکراہ ملکی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شد متوالی سے جس سے تلف ہونے کا خوف ہوا وغیر ملکی چنانچہ ڈرانا مجبوس کرنے اور بیڑیاں پاؤں میں ڈالنے اور ضرب لیسیر سے کذا فی الطحاوی و شرط اربعۃ **قہر المکرہ علی القیاع** یا ہدوہ سلطانا و لہذا او نکوہ و اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک بشرط قادی ہونا اکراہ کرنے والے کا اس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اس نے تهدید اور تکلیف کی ہے خواہ مکرہ پار شاہ ہو یا چور ڈاکو یا مائداس کے اور شخص جابر م مانند اس کے زوج ہے اپنی زوجہ کے حق میں اور



صغیر غیر محکم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی خوف سے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاعہ بامدبر فی الحال بقلبتہ فذلک یصیر ملجاً اور دوسری شرط خوف ہے کرہ بالفتح کا یعنی جس پر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تب ہی دالی چیز واقع کرنے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطرب ٹھہر جائے م اور اگر ظن غالب ہو اس کے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا دالی سے مل گیا ہو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشی المکرہ بہ متلفاً نفساً أو عضواً او موجباً غایعہم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا حسرت کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہر ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کرے م شرح و قیادہ میں ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ جس یا ضرب سے ہوتا ہے اور اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو جس یا ضرب میں رضاموت ہے لیکن اختیار صحیح باقی ہے اور قتل میں رضامندی نہیں لیکن اس کو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہے انتہی اور موجب غم گاہے جس ہوتا ہے اور گاہے ضرب اور اکراہ میں مقدار جس سے کہ جس سے غم سترج حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اس میں ایسی کوئی حد نہیں جس سے کمی اور زیادتی نہ ہو سکے اس واسطے کہ ضرب متقادیرا سے متمتع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی وذا ادنی مراتبہ وبتختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغنون بکلام خشن والارذال وبالاغیون الا بالضرر المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کم تر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے اس واسطے کہ اشراف تو غنیمت ہو جائے ہی سخت بات سے اور کہنے اکثر آزرده نہیں ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرباع کون المکرہ متمتعاً اکراہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کلمات مال غیر او لحق الشرع کشراب الخمر والزنا اور اگر کسی کو چوتھی شرط متمتع ہونا مکرہ بالفتح کا مل از اکراہ ان فعل جس کے واسطے اس پر زبردستی ہوئی یعنی اگر اس پر اکراہ نہ ہوتا تو وہ فعل نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کمال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نہ کرتا ہے چنانچہ شراب خوری اور زنا کاری م ایسے مال کے بیع میں اکراہ غیر ملجی ہے اور کلمات مال غیر اور شراب خوری میں اکراہ ملجی ہے فلوا کرہ لقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الاعلی الذاکرہ والعین بزارۃ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہو بسبب قتل اور ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہیں مگر آلات ناسل اور آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البرازہ م زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اس کی کچھ حدیں نہیں اور تصرفات مذکورہ تن کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتی ہیں اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی میں داخل ہے کذا فی الطحاوی یعنی شارح کو ضرب شدید میں متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی اور جس او قید مدیدین بخلاف جس یوم اوقیدہ او ضرب غیر شدید الا الذی جاہ دریا اکراہ ہوا جس دراز یا قید طویل سے برخلاف جس یک روزہ یا قید یک روزہ یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہیں ہے مگر عزت دار کے حق میں البتہ اکراہ سے کذا فی الدرر م قید سے مراد پیرایا پاؤں میں ڈالنا ہے نہ جس چنانچہ مشہور ہے عوام میں حتی باع او اشتری او اقرا او اخرج م عقد یعنی اگر ایک شخص پر قید قتل یا ضرب شدید یا جس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہو یا نہ ہو کہ اس نے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا جاہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر دے بعد ذوال اکراہ م عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہیں جو قابل فسخ ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء دیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت اصحابہ او حق فسخ کا بطل نہیں ہوتا جاہریا مجبور کی موت سے م یعنی کرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ میں اور کرہ بالکسر کا وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اس کے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتري ولا بالزیادۃ المنفصلہ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا فسخی کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے م زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل تو زیادت مقصد سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا ولفظ بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا



تاوان لازم ہوگا مشتری پاس کی نقدی کرنے سے دیکھی اندر لیسر وادی تداولہ الایدی اور آگے آگے کا کہ بیع پھر لیا جاوے گا اگرچہ درست بدست چند بار اس کی بیع ہوگئی ہو اور امضی لان الاکراہ الخی و غیر الخی بعد ان الرضی والرضی شرط لصحة هذه العقود وكذا الصحة الاقرار فلذا اصاب له حق الفسخ والامضاء یا کرہ بالفتح چاہے تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اس واسطے کہ اکراہ ملحق رضامندی کو نیست اور ابجد کر دیتے ہیں اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہے اور اسی طرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اس کا حق ہو گیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے میں ثم ان تلك العقود نافذة عندنا پھر دیانت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہیں ہم حنفیوں کے نزدیک م مراد یہ ہے کہ مکرمہ بالفتح کی عقود مختلف الفسخ اگرچہ فاسد ہیں مگر قابل نفاذ مفید ملک میں مالک کے ثابت رکھنے سے ناقد سے لازم مراد نہیں کیونکہ مکرمہ فسخ اور امضایں مختار ہے اور قسمستانی کا یہ قول کہ عقود مکرمہ باطل نہیں منافی فساد عقود نہیں اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں مطلب یہ ہے کہ مفید ملک میں امضائے مالک سے اور اگر یوں تاویل نہ کیجیے تو یہ کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاویں درمیں مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرمہ کے منعقد ہو جاتے ہیں بیع فاسد کے مانند اور فتاویٰ عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہیں چند احکام میں کذا فی الخطاوی مختصر تبصر و حینئذ یملک المشتري ان قبض فیصح اعتنا اور اس وقت میں یعنی جب کہ ہم نے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اس پر قبضہ کرے تو مشتری کو غلام بیع کا آزاد کرنا صحیح ہے و کذا کل تصرف لا یکن نقضه او اعتنا کے مانند ہر ایک وہ تصرف سے جس کا نقض ممکن نہیں مگر چنانچہ تدبیر اور استیلا اور طلاق کذا فی القسمستانی و لزوم قیمة وقت الاتفاق ولو معسر ازادی لا تلافی بقصد فاسد او مشتری کو قیمت اس کی جو اتفاق کے وقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنه او سلم البیوع طوعا قید لئلا یزید فی نفقہ یعنی لازم لامر ان عقود المکره نافذة عندنا والمعلق علی الرضی والاجارة لزوم لافاذه اذ اللزوم امر واد النفاذ کا مستحق ابن کمال پھر جس پر اکراہ ہو اگر خمن اس کا خوشی سے لے یا بیع کو رضی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اس واسطے کہ گزر گیا کہ مکرمہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اس کی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اس کا نافذ ہونا اس واسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح میں اس کو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے م بقبض افسد بیع لزوم ہوئی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاوے گی اس طرح کہ اب اس کو فسخ کا اختیار باقی نہ رہے گا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا گے مذکور کیا اس کی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ نہیں مگر اس کو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر نفاذ سے مراد افادہ ملک سے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اس واسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اس کے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اس کا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا پلٹ کر بیع کو صحیح کر دیتا ہے اس واسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ من جملة شروط صحت رضامندی ہے تو مکرمہ بالفتح کی بیع اور فساد ہے اور منار اور اس کی شرح میں مذکور ہے کہ مکرمہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الخطاوی مختصا قلت والضابط ان لا یصح مع المنزل نیت فاسد افادہ البطالة میں کتاب مول اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہیں بنزل اور یہودی سے چنانچہ بیع اور شر اور اجاہہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اس کا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح یصح فیضمن الحامل کما یصحی اور جو عقد کہ بنزل اور یہودی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک حال یعنی اکراہ کرنے والے سے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آوے گا وان قبض الثمن مکرنا لا یزیم اور اگر مالک نے خمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی و ردہ ولم یضمن ان ملک الثمن لانه امانة و در ان لقی فی یدہ لفساده او ثمن کو پھر دے اگر اس کے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دے گا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اس واسطے کہ وہ امانت سے کذا فی الدرر م امانت اس واسطے تھا کہ اس نے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اس پر لازم نہ ہوگا لکنہ بخلاف البیوع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرمہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں بخود بالاجازة



القولیة والفعلیة پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکروہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے بر خلاف ادبیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب یصح نہیں ہوتی والکن  
انہ یقض تصرف المشتري منه وان تداولته الايدي او ردوہی صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اس کی بیع ہوگی  
بوجہ خلاف ادبیع فاسد کے اس واسطے کہ ادبیع فاسد میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکروہ میں حق البعد کی جہت سے فساد ہے اور حق  
البعد حق البعد پر مقدم ہے کیونکہ بعد حاجت مند ہے اور حق تعالیٰ غنی کذا فی الطحاوی والثالث تعین القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت  
یہ ہے کہ بیع مکروہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے وقت بخلاف ادبیع فاسد کے کہ ان میں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے  
والرباع الثمن والمثل امانۃ فی ید المکرہ لخذہ باون المشتري فلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزاتیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثل یعنی بیع امانت ہے مکروہ  
بائع کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدوین تعدی کے تاوان نہیں بر خلاف ان دونوں  
ثمن اور ثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا فی البرزازیۃ م ثمن اور بیع اس وقت امانت ہے جب کہ بائع پر ثمن لینے کا ارادہ ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا  
امر السلطان اکراہ وان لم یؤعدہ پادشاہ کا امر اکراہ ہے اگرچہ اس نے قتل یا جس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ پادشاہ نے ایک مرد سے  
کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھایا اس سوکھا گوشت کھا اور نہیں تو میں تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو کھانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جب کہ اس کو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤں  
تو مقتول ہوں گا پھر اگر اس نے نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہو گا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہو گا اور اپنے خون میں ماخوذ ہو گا لیکن اگر حالت  
ضرورت کی اباحت سے جاہل ہو گا اور نہ کھانے سے مقتول ہو گا تو امید ہے کہ ماخوذ نہ ہو گا اور اگر مباح ہونے کا عالم ہو گا تو ماخوذ ہو گا اور اگر اس کو یہ ظن غالب ہو  
کہ پادشاہ اس کو نہ کھانے سے قتل نہ کرے گا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اس کو کھانا درست نہیں اور اگر پادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ  
ڈالے تو اس کو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر پادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجھ کو قتل کروں گا تو اس کو اپنا قتل کرنا جائز نہیں انتہی مختصراً  
اور ملتی اور اس کی شرح میں ہے اور اگر تہدید قتل ہو اس پر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ میں گھس جائے یا اور ہلک چیز پر تو اس کو اختیار ہے امام کے نزدیک  
چلے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اس پر صبر لازم ہے کذا فی الطحاوی مخصراً و امر غرہ لان لم یعلم الما مور بدلالة الحال انہ لو لم یقتل  
امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضرباً ینحیث علی نفسه او تلف عضوہ منیۃ لفتی و بفتی اور پادشاہ کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں بشرطیکہ مامور دلالت حال سے نہ  
جانتا ہو کہ اگر اس کا کہنا نہ کرے گا تو وہ اس کو قتل کرے گا یا اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گا یا اس کو اس طرح مائے گاجس سے اس کی جان یا عضو کے تلف ہونے کا  
خوف ہو گا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتویٰ ہے و فی البرزازیۃ الردج سلطان زودہ فیتحقق منه الاکراہ اور بزازیۃ میں ہے کہ شوہر پادشاہ ہے اپنی زوجہ کا تو اس  
سے اکراہ ثابت ہے م تہدید زوج اس صورت میں اکراہ ہے جب کہ وہ قادر ہو اس کے کرنے پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے امام سے کذا  
فی الطحاوی اکراہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجوراً عند اللہ تعالیٰ اشباہ احرام باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کھے مارنے کا سوا اس نے انکار کیا  
یہاں تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پادے گا حق تعالیٰ کے نزدیک کذا فی الاشباہ ہم پھر اگر محرم شکار مارنے کا تو قیاس میں اس پر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ  
سے نہ اس کے آم پر اور اگر آم اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ ہے کذا فی الطحاوی ولو اکراہ البائع علی البیع لا المشتري و ملک المبیع فی یدہ  
ضمن قیمتہ للبائع بقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہو انہ مشتری پر ادبیع تلف ہوگی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اس کی قیمت کا بائع کو تاوان  
دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہے اگرچہ بائع ثمن اس کا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہے  
کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے بھرے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہو اور مبیع اس کے پاس تلف ہو جائے بدوین تعدی کے تو تاوان اس نہیں  
کیونکہ وہ اس صورت میں اس کے پاس امانت ہے کذا فی الطحاوی عن المحوی عن الصغری والبائع المکرہ لان یضمن ایأشياء من المکرہ بالکسر والمشتري او مکروہ بفتح



یعنی مانع کو اختیار سے کہ جس سے چاہے تاوان لے کرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی مشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان لے کرہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اس کی بھرے یعنی اس واسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اس کا مالک ہو گیا وان ضمن مشتری نفذای جائز لایمکن شراب بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لومض مشتری الثانی مثلاً الضرورة ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک کرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدیل گذشتہ جائز ہو جائے گی خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اس کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی موصفت نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مانع پر اکراہ ہوئے مشتری پر اور مبیع تلف ہو جائے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثنالت کے اٹھ اور ثنالت رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثنالت سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں جائز ہو جائیں گی طحاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ موصفت اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اس واسطے کہ یہ مسئلہ تاوان ایسی میں مفروض ہے اور پہلا مشتری واحد میں مفروض ہے فیرجع مشتری الغاصم بالتمن علی بالتو تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے مانع سے بھرے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث یجوز الجمع ویاخذ الثمن من مشتری الاول لرد الی مانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے جب کہ مالک کسی بیع کو بیع مذکور میں سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحاوی تو سب اگلی اور پہلی بیوع جائز ہو جائیں گی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا وجہ جواز کل بیوع رد الی مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضا مندی تھی مالک کی سو اس کی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکراہ علی اکل متیتہ اودم او لحم خنزیر او شراب خمر بالکراہ غیر بلعی بحبس او ضرب او قید لم یحل اذ لا ضرورة فی اکراہ غیر بلعی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہو امر داریا خون یا سور کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ بلعی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ کوئی ضرورت نہیں اکراہ غیر بلعی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ شخص میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف نہ ہو تو ضرورت ثابت نہ ہوتی کذا فی المنع نعم لایجد المشترب للثبۃ ہاں یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پئے تو اس پر عذہ ماری جائے گی شہد اباحت کے سبب سے وان اکراہ بلعی بقتل او قطع عضو او ضرب میرج ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ بلعی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اس واسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورة مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت سے ہم مسائل اکراہ تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جس میں اقدام عزمیت ہے یعنی جس کے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اس کا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کرے گا یہاں تک کہ قتل ہوگا تو گنہ گار ہوگا اور وہ شراب خمر اور ناول مردار اور مانند اس کے ہے دوسری قسم میں عزمیت امتناع سے اور اقدام رخصت سے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور جو کہ کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے تبسری قسم میں امتناع عزمیت سے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ قتل نفس معصوم محرم سے یا اس کا قطع عضو کذا فی الاتقان فان صبر فقتل ثم الا اذا اراد به ملاحظة الکفار فلا بأس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں صبر کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہ گار ہوگا مگر جب کہ اس امتناع سے کھار کی غضبناک اور کھانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں م وجہ عیسان یہ ہے کہ تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو کھانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لولم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لایاثم تخفاء فیعضد بالاجمل کاچمل بالخطاب فی اول الاسلام ادنی دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول یا باحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جانتا ہو تو گنہ گار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے یا باحت کے تو معذہ ہوگا نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتداء اسلام میں یا دار الحرب میں عندہ سے مباح محرمات عند الضرورة محل خفا ہے اور اس میں اختلاف بھی علماء اور صابر کے گمان امتناع معصیت سے استراض ہے تو معذہ وخطیر الذانی الزیلعی ابتداء اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہو اور ہنوز احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہو تو جہل سے معذور ہے کما فی النخصۃ کما قد نالہ الخ



جیسے شدت گرسنگی میں محرات مذکورہ کے نہ کھانے اور مر جانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہم نے اس کو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکفر بالله او بسبب النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم جمع وقدوسی بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر بالامر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہو خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا  
کذا فی الجمع والقدری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اس کو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جس کا اس کو امر ہو اور دل سے توبہ کرے درہاں حالیکہ اس  
کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہے بلا تغیر عقیدہ ہم توبہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاص مقصود سے ثمان درہاں لا یفر دیات امراتہ قضایا دیانہ پھر اگر  
مکہ بالفح نے توبہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہ ہوگا اور اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ جائے گا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ ہم توبہ کی صورت یہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کرے  
اور الشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی المحوی اور چنانچہ اس کو کسی نبی کے دشنام کا امر ہو اور اس نے کہا کہ دشنام کے وقت میں نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاء  
کافر ہو گا نہ دیانہ کذا فی القستانی قضاء اس واسطے کافر ٹھہرے کہ کفر اس کی زبان پر گزرا اور دیانہ اس واسطے کافر نہ ہوگا کہ کفر کا اس نے ارادہ نہیں کیا وان خطر بالہ  
التوریہ ولم یور کفر دیات امراتہ دیانہ وقضاء نوازل وجالیۃ اور اگر اس کے دل میں توبہ محظور ہو اور اس نے توبہ نہ کیا تو کافر ہو گیا اور اس کی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر  
طرح دیانہ بھی اور قضاء بھی کذا فی النوازل والجمالیۃ اس واسطے کہ جب دل میں توبہ کا خطہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہو گئی تو وہ  
راہی ٹھہرے کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکہ کہے کہ میرے دل میں توبہ محظور نہ ہوا لیکن میں نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا  
تو اس کی عورت جدا نہ ہوگی استحسان میں اس واسطے کہ جیسا کہ دل میں سوائے اس کے کچھ محفوظ نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہو گئی اور ضرورت میں اظہار کفر کی رخصت ہے اور  
اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ توبہ اس حالت میں لازم ہے جب کہ اس کے دل میں توبہ محظور ہو جائے کذا فی الطحاوی ویوجز لو صبر لہ الا جراہ المحرم اور ثواب پاوے  
اگر صبر کرے گا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے ہم علماء اور حبیب رضی اللہ عنہما اس میں مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور حبیب نے صبر کیا یہاں  
تک کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوق تعالیٰ کا فساد صوم و صلوٰۃ و قتل صید حرام و کلمات فضیہ  
بالکتاب اختیار اور اکراہ علی الکفر کے مانند ہیں رخصت اور صبر میں باقی حقوق حق تعالیٰ کے جیسے صوم و صلوٰۃ کا فساد کر دینا اور حرم کاشکارا زنا یا حالت احرام میں شکار کرنا  
اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیارم زیلعی میں ہے اور اسی طرح جس فعل کی حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ بلعی کے نزدیک  
اس کے کرنے میں رخصت ہے اور وہ چنانچہ اطلاق مال غیر اور فساد صوم و صلوٰۃ اور جنابیت احرام اس واسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہیں تو اس میں اصلا اباحت  
متصور نہیں اور سوائے کفر کے اگرچہ عقلاً محتمل ہے لیکن موجود نہیں تو وہ ملحق ہو گیا غیر محتمل سقوط کے ساتھ تو اکراہ بلعی سے اس کی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقاً  
اور غیر بلعی سے چنانچہ ضرب اور جیس سے رخصت ثابت نہ ہوگی، ولم یخص الاجراء بغیر ما بغیر القطع والقتل یعنی بغیر بلعی ابن کمال اذا تکلم بکلمۃ الکفر لایکل ابداً اور  
اجراء کفر خمس نہیں بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ بلعی کے اس واسطے کہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہیں مگر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر بلعی اس واسطے  
کی تاکہ معلوم ہو کہ اکراہ بلعی قتل اور قطع میں منحصر نہیں بلکہ جو چیز نہایت مضطرب کر دے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم میں ہے چنانچہ آنکھ پیر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم حلت  
اجراء کفر قتل سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہو سکتی ہے تو اسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحاوی و رخص لہ اطلاق مال مسلم او ذمی اختیار بقتل  
او قطع ویوجز لو صبر ابن ملک اور مکہ بالفح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے میں تبدیلی قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اس کو ثواب ہوگا  
اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفح کالاتہ اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان لے اس واسطے کہ  
جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہیں ایک فعل وہ ہے جس میں مکہ بالفح صلاحیت اس کی رکھتا کہ اس فعل میں مکہ بالکسر کا الہ یعنی  
ہتھیار ہو تو یہاں اکراہ کرنے والے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اس نے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جس میں وہ آئینہ  
ہو سکتا تو وہاں فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہ ہوگا چنانچہ اکل اور دہلی اور تکلم اس واسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہیں کھا سکتا اور نہ دوسرے کے آدے  
فعل کر سکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اطلاق مال پہلی قسم سے ہے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو کپڑے کے مال پر گرا دے



اور مال تلف ہو جاوے کذا فی الطحاوی لایرخص قتله اوبسده او قطع عضوه والایستباح بحال اختیار اور رخصت نہیں اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اس کے گالی دینے یا اس کے ہاتھ کاٹنے کی اور اس فعل کی جو کسی حالت میں مباح نہیں کذا فی الاختیار م لیکن قبستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ مجلی سے رخصت ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی میں گرا کے ڈبونا اور زنا کرنا کذا فی الطحاوی ولقد فی القتل العمد المکرہ بالکسر لو لم یطأ علی مانی المبسوط خلا فالمانی النہایۃ فقط لان القتال کالآلۃ او قتل عمد میں فقط مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے قصاص یا جادے گا اگر وہ قاتل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط بر خلاف اس قول کے جو نہایت میں سے فقط مکرہ بالکسر یا اس واسطے قصاص سے کہ مکرہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند منہ الغداز میں سے کہ عنایت میں نہایت سے منقول ہے کہ قصاص امر یہ ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ قاتل ہو یا معتوہ انہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل مقتضائے اس کی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کے واسطے تو وہ آٹھ گھبرا گیا اس فعل میں جس میں وہ آٹھ ہو سکتا ہے یعنی اٹلاف میں نہ گناہ میں اور یہ اس واسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو مقتضائے اپنی طبیعت کے قتل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اس کی طبیعت سے جب کہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اس کی طبیعت جلادینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اس کی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آٹھ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنے والے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں اکراہ مجلی میں امر پر قصاص واجب ہو گا نہ مامور پر کذا فی الطحاوی وادجہ الشافعی علیہا اور امام شافعی نے امر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کہا ہے ولفہ ابو یوسف عنہما للشیبۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب م اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اس واسطے کہ فعل اسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً وحسباً حکماً یعنی در حق گناہ تو اسی پر قصاص واجب ہو گا ولو اکراہ علی الزنا لایرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضایعہا اور اگر زنا پر اکراہ مجلی ہو تو مامور کے واسطے رخصت نہیں اس واسطے کہ اس میں جان کا قتل کرنا ہے اس کے ضائع ہو جانے سے م اس واسطے کہ ولد الزنا حکماً ہلک ہے اس واسطے کہ اس کا کوئی پائے والا نہیں تو زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لایجحد استحساناً لیکن مامور پر حد نہیں از روئے استحسان کے بل یغرم المہر ولو طأ لہ لایستحقان جمیعاً شرح دبائیہ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اس واسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے کذا فی شرح الوہابیۃ م یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے و فی جانب المرأة یرخص لہا الزنا بالاکراہ المجلی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل م جانہا بخلاف الریحل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اس کو زنا کی اکراہ مجلی سے اس واسطے کہ نسب ولد کا اس کے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اس کی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کامر لا یغیر لکنہ لیسقط الحد فی زنا ما لا زناہ لانہ لایم یکن المجلی رخصۃ لہ لیکن غیر المجلی بہشتہ لہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر مجلی سے یعنی ضرب اور جس سے لیکن عورت کے زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اس واسطے کہ جب اکراہ مجلی رخصت نہ ہو مرد کے واسطے تو غیر مجلی اس کے واسطے بہشتہ ہو اسقوط حد کا برخلاف عورت کے فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلیم ان حکم اللواطۃ حکم المرأة لعدم الولد فترخص بالمجلی الا ان یفرقہ کو نہا شد حرمت من الزنا لانہا لم تج بطریق ما وکون قبحاً عقلیاً ولذا لا ینکح فی الحجۃ علی الصیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اس پر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مخص ہو اکراہ مجلی سے گریہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کجھے اس طرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اس واسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قہاحت لواطت کی عقل سے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہو گا فرزند صحیح یہ کہ مہر نے اپنی شرح میں مہر تنفی کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اس کی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس آیت میں اغلام اکراہ مجلی سے ممنوع ہو باوجودیکہ اہلک ولد کا مودی نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور ظاہر اطلاق تنفی فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی

۱۵۔ بلکہ دلیل موافق مضمون لاحق کچھ ہوتی چاہیے کہ نسب ولد الزنا کا مرد کی طرف نہیں رہتا اس لیے مرد کی جانب سے حکم قتل کے ہے ۱۲



صح نکاح و طلاق و عتقہ لوبا بقول لا بفعل کثیرا، ترمیمہ ابن کمال اور اکراہ سے مکروہ بالفعل کالکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال م لیکن جو سہ کی یہ روایت اس کے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم ہوگا، اس واسطے کہ اس نے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمى ان لم یطأ اور جس پر اکراہ ہو وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت بھرے اور نصف ہر مسمی بھرے اکراہ کرنے والے سے اگر اس نے مطلقہ کی وہی نہ کی ہو م یعنی عتق غلام میں قیمت لے مکروہ بالکسر سے اور نصف ہر مسمی لے بشرط عدم وطی اور اگر ہر مسمی نہ ہو تو وہ لے جو اس پر متعہ لازم ہو کذا فی الدرر ذئذہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلا بقول او فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر مکروہ کی اور قسم اس کی اور ظہار اور رجعت اس کی اور ایلا اس کا اور رجوع کرنا اس کا ایلا میں قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المتقی اور زیلعی اور درر میں فقط قول مذکور ہے نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشرخ ومانی الحانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحیحہ مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکروہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کہ ہے اطلاق اکثر مشارخ کا اور جو حانیہ میں تفصیل ہے کہ حربی کا اسلام کراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اس کو یاد رکھنا چاہئے م کہ عمل استحسان پر متواسے نہ قیاس پر متواسے چند مسائل کے کہ یہ مسائل میں سے نہیں سے تو اعتماد استحسان ہی ہو کذا فی الطحاوی بلا قتل لورجع للثبۃ کما مر فی باب المرد اسلام مکروہ صحیح ہے بدو اس کے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جادے قتل نہیں بسبب شبہ چنانچہ باب المرتدین گز گیا م شبہ یہ ہے کہ شاید اس نے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرے جو قتل ہوتا تو کیلید بطلاق وعتاق ومانی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوع اور صحیح ہے وکیل کرنا مکروہ کا طلاق اور عتاق کے واسطے اور جو اشباہ میں اس کے مخالف مذکور ہے سو قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق سے وکیل کی تطلیق اور عتاق سے م اشباہ میں سے کہ مکروہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتا وجہ قیاس یہ ہے کہ کالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسی طرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اس کے وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہیں بلکہ اس کے فساد کا موجب ہے تو اسی طرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت پر نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یصح مع الاکراہ وکما لا یصح مع الاکراہ لا یصح مع الہزل لا یصح مع الاکراہ وعدنا ابو الیث فی خزائن الفقہ ثمانۃ عشر وددنا فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت میں یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اس واسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہے اس میں فسخ کا احتمال نہیں اور جس میں فسخ کا احتمال نہیں اس میں اکراہ اثر نہیں کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہیں ان کو فقیہ ابو الیث نے خزائن الفقہ میں اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق میں ہم نے ان کو نظم میں بیس گنا سے م غیر محتمل الفسخ میں اکراہ اثر نہیں کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہیں ہوتا اس واسطے کہ اکراہ رضا مندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضا مندی کا موجب ہے مزم عقود وکرم مکروہ کو قادر کر دیتا ہے فسخ عقد پر تو اکراہ اس کو قدرت دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد میں کہ فسخ کا احتمال نہیں اس میں اکراہ عمل نہیں کرتا کذا فی المنع لایصح مع الاکراہ ابراۃ مدیونہ او ابراۃ کیفیۃ بنفس او مال لان الابرار لا یصح مع الہزل صحیح نہیں اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکروہ بالفعل کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال ضامن اس واسطے کہ برأت صحیح نہیں ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکراہ التبیع علی ان لیسکت عن طلب التشفعہ فسکت لایسطل شفعة اور اسی طرح اگر شفیع پر اس کا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعة سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعا اس کا باطل نہ ہوگا ولا ردۃ بلسانہ وقلہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجۃ لانی لا یفر بہ والقول لا استحسان قلت وقد متاعن النوازل خلافہ فقیاس قتالہ اور نہ اس کا زانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہے تو اس کی زوجہ چھوٹ نہ جادے گی اس واسطے کہ زہر ہستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہو جاتا اور عدم ارتداد ظہری میں اس کا قول مقبر ہے استحسان کذیل سے میں کتنا ہوں اور اس سے پہلے ہم نے خلاف نقل کیا ہے نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان سو اس کو تاویل کر



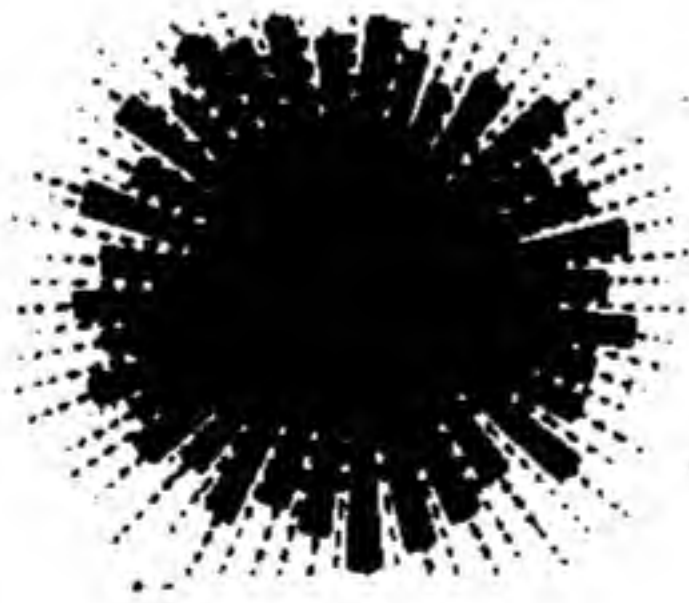
م نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ در صورت تور یہ زوجہ قضاء چھوٹ جائے گی نہ ویانہ اور اگر تور یہ کا قصد نہ کیا ہو جو اس کے دل میں مخطور ہونے کے تو وہ نودا طرح سے چھوٹے گی اگرہ القاضی بجلا یقر بسترہ او قتل جل بعدا ولیقر بقطع بد رجل بعد فاقربہ لکن فقطعت یدہ او قتل علی ماذکر ان کان المقر موصوفاً بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقة معروفاً بها ولا تقتل لا یقتض من القاضی استحساناً للشیئہ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تاکوہ چدی یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدہ کسی شخص کے ماتھے کاٹنے کا اقرار کرے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو اس کا ماتھے کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیک بخت پر مبنی گار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے اگر مقر حری نے کے ساتھ متم مواد چدی اور خون ریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے گا استحسان کی دلیل سے بسبب تبد واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ ہم شہرہ سے کہ شاید اس نے کیا ہو جس کا اس نے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشرب او بیع کریمک فہو اکراہ ان کان شراباً لایکل کالمز والافلا قینۃ قال دکنالہذا و سائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیع کر تو وہ اکراہ سے اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو چنانچہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القیہ صاحب فیہ نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کام در صورت اکراہ جو اس نے سچا تو اس میں بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان و لم یعین بیع مالہ فباع صح لکدم تبینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اس کے مال بیچنے کی تعمین نہیں کی سو اس نے کوئی چیز بیچ ڈالی پادشا کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اس کے عدم تعمین کے سبب سے م یعنی پادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلا فی چیز بیچ کر دے تو وہ بیع میں طالع اور راضی ٹھہرا اس واسطے کہ ادائے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے کذا فی العالگیریۃ والخیلۃ ان یقول من ابن اعطى دلا مال لی فاذا قال الظالم بیع کذا فقد صار مکراً فیہ بزاتیۃ اور خلیہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ میں کہاں سے دوں میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یوں کہے کہ فلا فی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرم ٹھہر گیا اس کی بیع میں کذا فی البزازیۃ خوفا الزوج بالضرب حتی وہبۃ مہر مال صح البیۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اس کے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر معات کر دیا تو بخشنا صح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو م ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونوں کو شامل ہے لیکن قاضی کے قادی میں ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت مہر صاحبین کا قول ہے وان بدوا بطلاق او تزوج علیہا وتسلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تهدید کی یا دوسرا عقد سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سر پہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیۃ م اس واسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کی حرم کو تباہی افعال شرع شریف میں درست ہیں اور فی شرعیہ اکراہ نہیں ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأۃ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تبۃ مہر فوہبیت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ انہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حاشیۃ الفتوی ویما زوج بنتہ البکرمین جل فلما ارادہ الزفاف ملعہا الاب الا ان یثبہ علیہا انہا استوفت من میراث امہا فاقترت ثم اذن لہا بالزفاف تلاویح اقرارہا ملکوتی فی معنی المکرہ وہا فتی ابوالسعود مفتی الروم فی شرح منظومہ تحفہ الاقران فی بحث البیۃ او مجمع الفتاوی میں سے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیل کو منع کیا اس کے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اس کو اپنا فہریش دے سو اس نے کچھ فہریش دیا تو مہر باطل ہے اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا میں کتابوں اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتائے حادث کا جواب وہ استفتاء ہے کہ ایک شخص نے اپنی کواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اس نے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اس کو منع کیا مگر اس طرح کہ وہ شاید وہ لو اپنے اس اقرار پر گواہ ہوئے کہ اس نے اپنی ماں کی میراث باپ سے چھپی بھرنے سے سو اس نے اس کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا اور اسی کا قوی دیا ہے ابوسعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح میں جس کا نام تحفہ الاقران ہے مہر کی بحث میں م ظاہر معنی سے وہ مراد ہے



جس میں والدین کی طاعت جانے کی حاجت ہے اور ضعیف مرض میں منع الخروج شرعاً جائز ہے اور سب کل مہربانہ بعض مہربانہ کے سے اذریع اور شرعاً اور اجارہ اقرار اور یہ کے مانند ہے اور جودلی کہ قادر ہو منع پر وہ باب کے مانند ہے اور اسی طرح بکارت قید نہیں کذا فی الطحاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذه اذا نوى الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہو اور دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اس پر تاوان نہیں جو اس نے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کی نیت کی ہو کہ مال مذکور پھر دے گا اس کے مالک کو اور اگر یہ نیت نہیں کی تو تاوان اس پر لازم ہوگا م یعنی پھر دینے کی نیت سے اس نے مال لیا پھر وہ مال تلف ہو گیا تو اس کا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالك والمکرہ فی النیت فالقول للمکرہ مع یحیہ ولا یضمن محبتی اور حب کہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت میں یعنی مالک گناہ ہو کہ اس نے پھر دینے کی نیت سے لیا تھا اور لینے والا گناہ ہو کہ اس نے پھر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ لا قول قسم کے ساتھ معقول ہے اور اس پر تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی المجتبى یعنی اس واسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وہیہ المکرہ علی الاخذ والذبح اما یسعد مادام حاضر عند المکرہ واللام کل لزوال القدرۃ والالجلو بالبعد منه وبهذا تبین انہ لا عذر لا عنوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبة الامیر اور رسولہ فی حفظ اور محبتی میں ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہو یا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اس کو لینا اور دینا اس وقت تک جائز ہے جب تک اس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہیں بسبب زائل ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اس کے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہو گیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگاروں کو کچھ عذر نہیں ناحق مال چھین لینے میں حاکم یا اس کے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مہسوطین سے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہے تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت میں اگرچہ اس کو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کرے گا اگرچہ کو پاوے گا ہاں اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اس طرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اس کو بیکڑ ملا دے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ جائز ہوگا کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحق شارح کے اکراہ علی کل طعام نفسه ان جائعاً لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ کحصول منفعة الاکل فی الاول لا الثاني ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہو تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہیں اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی مجسریے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال میں نہ دوسری صورت میں یعنی سیری میں قال الی الحرب لینی اخذ وہ ان قلت لست بنی ترکناک والاقتلاک لا یسعد قول ذلک وان قبل لغیرنی ان قلت ہذا لیس بنی ترکنا بنیک وان قلت بنی قتلناہ وسعد لا متناع المکذب علی الانبیاء کفار حربیون نے اس نبی سے کہا جس کو اعمقوں نے گرفتار کیا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ہم تجھ کو چھوڑ دیں گے اور اگر نہ کہے گا تو ہم تجھ کو قتل کریں گے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہیں اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یوں کہے کہ یہ نبی نہیں ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑیں اور اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہے تو ہم اس کو قتل کریں گے تو اس کو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحاوی قال حربی لربل ان نعت جاری تک لازمی بہاد فعت تک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر اپنی لونڈی مجھ کو دے تاکہ میں اس سے بدکاری کروں تو میں تجھ کو نہرا قیدی مسلمان دوں تو لونڈی دینا حلال نہیں م اس واسطے کہ یہ اکراہ نہیں اور قیدیوں کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے ان کو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقریق جمدہ مکرہ لم یقتض فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہو کر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول میں دہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعاً ظاہر القینۃ نعم اذال چھین لینے کا اکراہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں ظاہر قینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مال معتبر ہے م ینا بیع میں سے کہ سلطان نے دمی یتیم پر قتل یا اتمان عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اس نے دیا تو دمی پر تاوان نہیں اور حبس اور قید کی تہدید میں ضمان ہے اور اگر دمی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مثلاً زید نے عمر سے کہا کہ خالد کا مال چھین لے ورنہ تجھ کو مار ڈالوں گا اور اس نے الے لیا تو اگر پھر دینے کی نیت سے یا تو عمر پر ضمان نہیں ورنہ ضمان ہوگا ۱۲



مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑے گا اور مال متروک اس کو کفایت کرے گا تو تسلیم جائز نہیں اور اگر دے گا تو نادان مثل اس پر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لے گا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے میں اس پر نادان نہیں اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت میں وصی پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی و فی الوہبانیۃ قال ۵ وان قیل المدیون انی مرافق ۶ لتبرئ فالا کراہ معنی معصومہ اور وہبانیہ میں کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ میں تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہوں حاکم سے در نہ تو بچ کو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا مگر شرعی لال ہیں۔  
 سے کہ مدیون نے دائن سے کہ اکہ تمہارے کا دینیہ پھر دے اور یہ اقرار کر کے میرا تجھ پر کچھ اور عاری نہیں اور اگر تو قبول نہ کرے گا تو میں حاکم سے ظاہر کروں گا کہ تیرے پائے نہایتے شخص کا اس قدر سونا ہے یعنی اور حاکم اس مال کی تلاش میں ہو سوتا ہے نے وثیقہ مذکورہ پھر دیا اور اپنے دین نہ ہونے کا اقرار کیا نجم الامم بخاری نے جواب دیا کہ یہ در معنی اکراہ ہے اور اس کو جائز ہے کہ اس پر اپنے دین کا دعویٰ کرے یہ جواب اس صورت میں ہے جب کہ حاکم چغل خود کی چغلی سن کر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحاوی ۵ و صح فی الاستحسان اسلام کرہ ۶ و لا قیل ان یرتد بعد و یجبر ۷ اور استحسان میں صحیح ہے اسلام لانا کرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہیں ہوگا اور اس پر حبر ہوگا قبول اسلام میں م یہ مسئلہ مشر و حایان ہو چکا بسوط میں ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مروار کھا ورنہ میں تیرے باپ پیلے یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کروں گا یا تیرے باپ کو حبس کروں گا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اس نے غلام کو بیچا تو قیاس میں یہ بیع جائز ہے اور استحسان میں باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہیں اس واسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحاوی مخقراد المداعلم و استغفر اللہ الحکیم۔





# کتاب الحج

یہ کتاب ہے حجر کے احکام میں م مصنف کتاب الحج کو کتاب الاکراہ کے بعد اس واسطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اس واسطے کہ اکراہ سلب اختیار اس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہے مجبورین پر اور لای غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفید کے حجر میں بقول صاحبین اور حجر غلام بر رعایت حق مولیٰ ہو لہذا المنع مطلقا حجر لغت میں معنی منع ہے مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے تا مگر کسی میں حجر حرکات ثلاثہ حادثہ ملہ و سکون جہم مذکور ہے و شرعا منع میں نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لایکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع میں حجر منع کرنا اور روکنا سے تصرف قولی کے نفاذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اس لیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اس کے واقع ہوجانے کے ممکن نہیں تو فعل سے روکنا متصور نہیں ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شراہ و ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اس لیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہے طحاوی نے کہا بہترین تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اس واسطے کہ نفاذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جس میں ضرر ہو اور جس تصرف قولی میں سراسر نفع ہو چنانچہ قول ہبہ اور اسلام تو اس میں سفیر بالغ کے مانند ہے قلت یسئل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلی الحال بل بعد العتق كما صرح به في البدائع اللهم الا ان يقال الاصل فيه ذلك لكنه آخر لعقبة لقيام المانع فتأمل میں لکھا ہوں اور تصرف فعلی کے اثر پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کے فعل کا نفاذ موانع فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع میں صرح ہے بار خدایا مگر یوں جواب دیا جائے اس اشکال کا کہ اس میں اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے افعال میں فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوتی اس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اس کو تال کرے ہم مانع حق مولیٰ سے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اس میں بیجا جائے اور اس میں حق مولیٰ کا ابطال ہے طحاوی نے کہا اشکال اس وقت میں واضح ہوتا جب کہ غلام اپنے فعل میں گلے سے ماخوذ نہ ہوتا تصرف قولی کے مانند قتال و سببہ و صغر و جنون و یم القوی و الضعیف کما فی المعتوہ و حکم کمیز کما یسجد فی الماذون اور حجر کا سبب ظنی اور وہ جنون سے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا طفل تمیز دار کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون میں آوے گا ورق اور سبب حجر کا رقی ہے یعنی ملکیت یعنی لونڈی غلام ہونا م چونکہ صغیر و عقل اور مجنون عذیم العقل ہے کہ اپنے نفع و ضرر کو نہیں پہنچاتے لہذا شرع میں ان کے تصرفات تو یہ ممنوع و غیر معتبر ہوئے اور مملوک ہر چند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اس کے پاس ہے وہ مولیٰ کی ملک ہے تو بر رعایت حق مولیٰ اس کا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفنی بجال و اما الذی یجن و یفنی فیکون کما یزید نہایت تو صحیح نہیں طلاق دنیا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جائے اور کبھی ہوشیار تو اس کا حکم طفل ممیز کے مانند ہے لہذا فی النہایہ م نہایہ اور غایہ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو گلا ہے دیوانہ ہے اور گلا ہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور زلیعی میں ہے کہ وہ عاقل کے کے مانند ہے شلی معشی زلیعی نے توفیق بین القولین میں کہا کہ اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال اقامہ میں کوئی عقد منعقد کرے تو اس میں نفاذ عند حکم ہے



عاقل کے مانند اور اگر اس کی ہوشیاری کا وقت مبین نہ ہو تو حکم اس میں توقف کا ہے صغیر کے مانند تو ذیلی کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ الہیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحاوی ولا اعتاقہما و اقرارہما نظر لہما اور نہ صغیر اور محبوں کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت ان کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی نظر ترحم اور شفقت کے ہے ان کے حال پر و صیح طلاق عہد و اقرارہ فی حق نفقہ فقط لاسیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اس کا اقرار فقط اس کی ذات کے حق میں نہ اس کے مالک کے حق میں فلواقرار بالانحرالی عتقہ لولغیر مولاہ و لولدہ توالغلام مال کا اقرار کرے تو اس کا مطالبہ صحیح ہے ڈالا جائے گا اس کے آزاد ہونے تک اگر غیر محمول کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اس واسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی البدو و بعد و قد اقيم فی الحال بقاء علی اصل الحرية فی حقہما اور اگر غلام نے عہد و اقرار قصاص کا اقرار کیا تو عہد و اقرار قصاص اس پر فی الحال قائم کیا جائے گا بسبب باقی رہنے غلام کی عہد و اقرار قصاص کے حق میں اصل حریت پر و من عقد عقیدہ و بین نفع و ضرر کیا سچی فی الماذون منہم من مولد المحورین و ہو لیتقل یعرف البیع سالیب للملک و الشرع جالب اجاز و ولیہ اور نہ اور جو کہ ان محورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون میں آوے گی اور حالانکہ عاقد اس کو تعقل کرنا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور بشرط ملک مشتری کو پہنچ لاتی ہے تو عاقد کا دلی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر دے م منہم کی صغیر اور غلام اور مسوہ کی طرف پھرتی ہے اس واسطے کہ محبوں مندوب میں تعقل مذکور نہیں ولی سے مراد قاضی اور باپ اور دادا اور دمی اور ولی ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اس کا باپ نہ ماننا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان لم یعقل فباطل نہایہ اور اگر شخص مجبور عقد کو بھستانہ ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اطلقوا ای مولد المحورین سوا عتقوا اولادہ شیئا مقوماس مال او نفس ضمنوا اذلا بحر فی اقل اور اگر یہ محورین مذکورین خواہ بوجہ بول یا نہ بوجہ ہوں کذا فی الدرر تلف کردائیں شی مقوم کو مال مردہ مشی یا جان تو ضمان ان پر لازم ہو گا اس واسطے کہ تصرف فعلی میں جبر نہیں کہ ان کا تلف کر ڈالنا معتبر نہ ہو مگر ضمان البعد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہے چنانچہ گذر گیا و فی الاشباہ بعض المحور مواخذ بافعال فیضن ما اتلف من المال لھل فاذا قتل فالد علی عاقلة الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما اودع عند بلا اذن ولیہ وما غیرہ و ما یبع منه بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر مجبور مواخذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اس چیز کا تاوان دے گا فی الحال جس کو اس نے تلف کر ڈالا اور جب کہ قتل کرے گا تو دیت اس کی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر اس نے تلف کیا وہ مال جو اس نے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اس کے پاس ودیعت رکھی تھی بدون اذن اس کے دلی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے واسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اس سے بدون اذن کے م عدم اذن ولی چاروں مسئلوں کی قید سے تو اتلاف بعد الاذن میں تاوان لازم ہو شرح نویر الاذنان میں ہے کہ اگر غیر کمال بلا سبقت ایداع یا اقراض تلف کرے گا تو تاوان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی و لیستثنی من ابدانہ ما اذا اودع بھی مجبور متاوی و ہی ملک غیر یا فلان ملک تصمین الدافع او لاخذ او ایداع صغیر سے متشی ہے وہ صورت جب کہ صغیر مجبور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی حالانکہ وہ چیز غیر صغیر کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے م اس مسئلہ پر قید بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحاوی ولا یجوز علی حرمکلف بسفہ بربذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او تعقل و رد و لو فی الخیاء یصر فی بناء المساجد و نحو ذلک فبحر علیہ عندہما و تامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور جبر نہیں کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاهت کے اور سفاهت مراد یہاں اسراف مال اور اس کا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امر خیر میں اسراف مال کرے چنانچہ بنائے مساجد اور کے مانند امور دین میں مال صرف کرے تو اس کا تصرف منع کیا جائے گا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اس کا اشباہ کے فوائد شتی میں ہے م سفہ بربذیر میں عبارت سے طاقت اور خفت عقل سے اور شرع میں سفہ اور سفاهت سے مراد صرف یہود سے مخالف شرع یا عقل کے تو اس کے سوا اور معاصی کا چنانچہ شراب خواری و زنا کاری سفاهت مصطلح میں داخل نہیں جوی نے کہا کہ سفہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ میں اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض میں صرف



جس کو غلامے دین دار غرض شمار نہیں کرتے چنانچہ مغنیین اور ملائین کو مال دینا اور اٹھانے والے کو تروں کو گراں قیمت خریدنا اور خرید و فروخت میں بلا محدث نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہے کہ اول رشید تھا پھر سفید ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفارست کی حالت میں تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے گا جب تک وہ ۲۵ برس کا نہ ہو کذا فی المطحی و فسق و دین و غفلت اور حرمت محض تصرف نہ ہو گا گنہ گاری اور ادھار لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک مہم دین سے وہ دین مراد ہے جو اس کے اموال مملوک سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہیں کہ مقصد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نہ کرنا جانتا ہو اور تجارت میں نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی المطحی بل منع مفت ما جن یعلم الباطل کتعلیم الردۃ للبتین من زوجہا و تسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جائے فتویٰ دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگوں کو باطل چلے سکھائے جیسار تدا سکھاتا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جائے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جائے مہم زلیلی نے کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطل سکھا اور حرام کے حلال کہہ دینے اور حلال کے حرام بتا دینے میں بے پرواہ اور بیباک ہو جائے قاضی خان میں ہے کہ مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطل کی تعلیم کرے اور فتویٰ جہالت سے دے یعنی علم فقہ نہ جانتا ہو اور فتویٰ دینے پر جرأت کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع کیا جائے علاج کرنے سے طبیب جاہل مہم طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے ہلک پلا دیتا ہو خواہ اس کو ہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جب کہ دو امر میں پر شدت کرے تو اس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی المطحی فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگوں کو مضر اور ہلک دوا پلا دے اور وہ اس کو شفا اور دوا جانتا ہو و مکار مفلس اور منع کیا جائے مکار مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا مہم حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ حجر کے اسباب میں ہیں یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور ان کے ساتھ تین اور ملحق ہیں یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہے امام اعظم سے اور مینوں سے تین اور ملحق ہیں محتکر یعنی جو قحط میں غلہ بیچے اور غلہ فروش جب کہ بیع میں تعدی کریں بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جائے اور وہ اس کو بیچے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع میں بیان کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک سفید اور منغلی اور مدیون بھی محرم تصرف میں ابن ضیاء نے شرح مجمع میں کہا کہ یہ جو امام سے مردی سے کہ ان کے نزدیک حجر نہیں مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سومر اس سے حقیقت حجر کی نہیں ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اس واسطے کہ اگر مفتی فتویٰ دے حجر کے بعد اور وہ فتویٰ ٹھیک دیکر تو جائز ہے اسی طرح اگر طبیب دوائے حجر کے بعد تو بیع اس کی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہیں بلکہ منع جس سے ظاہری مراد ہے اس طرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جائیں اس واسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگوں کے دین میں فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل ان کے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس ان کے اموال تباہ کرتا ہے اس واسطے کہ طبیب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اس کے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جس پر بار برداری کرے اور نہ اس کے پاس مال ہے جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اس پر اعتقاد کر کے اپنا مال کرایہ میں دیتے ہیں اور وہ مال کو اپنی حاجات میں صرف کر ڈالتا ہے پھر جب سفر کا وقت آتا ہے تو وہ چھپ رہتا ہے اور لوگوں کے مال تلف ہوتے ہیں اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہنچتا ہے مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو تناقض لازم نہ ہوا کذا فی المطحی و عندہما بحج علی الحر بالسفہ و الغفلۃ نہ ای بقولہما لفتی حیوانہ لملہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جائے آزاد بالغ پر بسبب سفارست اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتویٰ ہے اس کے مال کے بچانے کے واسطے و علی قولہما لفتی بہ فیکون فی احکامہ کصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفید و رغافہ ہے احکام میں صغیر بالغ کے مانند ہیں مہم یعنی اس سبب بالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہو گا چاہے جاری رکھے چاہے نسخ کر دے ثم بذل الخلف فی تصرفات محتمل الفسخ و یطلبہ النزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات میں ہے جن میں نسخ کا احتمال ہو اور نہ ل اور بیہودگی باطل کر گوتی ہو دے مہم یعنی امام کے نزدیک سفید کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنے مخصوص تصرفات مذکورہ ہے چنانچہ بیع اور شرا اور بیہ و غیر ذلک اما لا یجوزہ و یطلبہ النزل فلا یجوز علیہ بالاجماع فلذا اتالی لانی نکاح و طلاق و عتاق و استیلاء و تدبیر و وجوب زکوۃ و فطرۃ و حج و عبادات و زوال ولایۃ



ابیہ وجہہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالضرب من الثلث فہو ای فی ذہ کمالہ اور ان تصرفات میں کہ جو بیع کے تحت نہیں اور ان کو ہر باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ سفیر کے مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور فاق اور استیلا و تدبیر اور رکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بذنیہ کے واجب ہونے اور اس کے باپ اور دادا کی ولایت نازل ہو جانے میں اور اقرار عقوبات یعنی صدقہ و قصاص کے صحیح ہونے میں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور زوی الارحام کے صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہے کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر مجبور ہے یعنی جس طرح بالغ غیر مجبور کے تصرفات صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہوں گے ان میں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کعبہ اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے مانند ہے کذافی الاشباہ مخرانہ اکل میں ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کمال صرف نہ ہونے دے بلکہ وہ دفعہ رکھے کذافی الطحاوی والحاصل ان کل ما لیتوی فی النزل والجد نفیذ من الحجور والافلا الا باذن القاضی خانیۃ و ضامہ کلام یہ ہے کہ جس تصرف میں ہزل اور جد ہوا ہے وہ مجبور کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہیں وہ تصرف مجبور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذافی الخانیۃ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یتبلغ خمساً و عشرين سنۃ پھر اگر سفیہ غیر رشید یا بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا موشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اس کا مال اس کو نہ دیا جائے یہاں تک کہ وہ ۲۵ برس کو پہنچے مگر دریں سے کہ ۲۵ برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ ۲۵ برس کو پہنچ جاتا ہے خزانہ اکل میں ہے کہ جب تیم بالغ ہو تو وہی اس کا مال اس کو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اس کو کچھ مال سوداگری کے واسطے دے کہ آزاد کر دے پس اگر اس کو مصلح پایے تو اس کا مال اس کو دے اور اگر مفسد بیاک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہنچے تو مال اس کو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہ ہو کذافی البدائع فصیح تصرف قبل ای قبل المقدار المذكور فی المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر موشیار کا قبل اس کے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے م یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا تصرف کرے گا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کی واسطے تھا و بعدہ یسلم الیہ وجوباً حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ من قبل طلبہ لاضمان کما یفیدہ کلام مجتبیٰ وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر اس کا ولی اس کو مال نہ دے اس کے مانگنے کے بعد تو ولی پر تادان لازم ہوگا در صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تادان نہیں چنانچہ مجتبیٰ وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے ایسا کہ ہے ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیداً قال لا یدفع حتی یونس رشیدہ ولا یجوز تصرف فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائے گا اگرچہ رشید اور موشیار بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی موشیاری معلوم نہ ہو اور اس کا تصرف بھی قبل از موشیاری جائز نہیں اگرچہ وہ پیغمبر ہی ہو جائے والرشید المذكور فی قولہ تعالیٰ فان استم منہم رشیداً ہو کو نہ مصلحاً فی مالہ فقط ولونا سقا قالہ ابن عباسؓ اور وہ رشید جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول میں کہ اگر تم یتیموں کا رشید معلوم کرو تو ان کے مال ان کو دو تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہ ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم اصلاح فی الحال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور صرف فضول خرچ نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک رشید سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونوں مراد ہیں کذافی الطحاوی والقاضی یحییٰ الحارم المردیون لیبیع مالہ لدنیہ اور قاضی مجوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے م ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور ماطلت یعنی مالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو جاہک کو مدیون کا جس کو نافع ظلم کے واسطے لازم ہوا و قضی دراہم دینہ من دراہم یعنی بلا امرہ و کذا لو کان دنائیر اور حاکم اس کے دین کے روپے کو مدیون کے روپوں سے ادا کرے یعنی بلا امرہ مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرافیاں ہوں تو مدیون کی اشرافیوں سے ادا کرے و باع دنائیر لدراہم دنیہ و بالعکس استحقاقاً لا حقاً فی الثمنیۃ اور قاضی مدیون کی اشرافیاں بیچ ڈالے ادھار کے روپوں کے واسطے اور روپیہ بیچ اشرافیوں کے ادا کرنے کے واسطے استحقاقاً لا حقاً و اس واسطے کہ ثمن ہونے میں اشرافی اور روپیہ دونوں متحد ہیں لا بیع القاضی عرضہ ولا عقارہ للدين خلافاً لما وہای بقولہما بیعہما للدين یعنی اختیار و صحیح فی الصحیح القدری



تہیجے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور فتویٰ سے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا دین کے واسطے بیع ڈلے چنانچہ اختیار شرح مختار میں ہے اور صحیح کیا ہے اس قول کو یصحیح قدوری میں و بیع کل مال لا یتاجر فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیع ڈلے برہ چیز جس کی مدیون کو فی الحال حاجت نہیں م ادا دین کے واسطے اول نقد کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جس کی فی الحال حاجت نہیں وہ بیچی جائے تو نم دار اور ادنیٰ قایلین موسم گرمی میں بیجا جائے اور شرط نجیاں موسم سرما میں اور لو سے کی انکیسٹی بیچی جائے مٹی کی انکیسٹی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحاوی ولوا قریبال یزید بعد الدیون مالم یکن ثابتاً بعتیہ او علم قاض فی الزام الغیر اذ کمال استمکنہ اذ لا جری فی الفعل کما مر الی مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اس کو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان دیون کے جن کے واسطے وہ مجبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہوں سے یا قاضی کے علم سے ثابت ہو ادا اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی ان کے وہ بھی اپنا دین لے گا مانند اس مال کے جس کو مدیون نے تلف کر ڈالا اس واسطے کہ جہر نہیں ہے فعل میں چنانچہ مذکور ہو چکا م قول مستدیر سے کہ قاضی کو اپنی دانست پر مدیون گواہوں کے حکم دینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی افس و معروض تشریح فقہنا بالاذن من ہاتھ دلم یؤدئنا فبالعہ اسوۃ الغرمان فی ثمنہ ایک شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ متاع ہے جو اس نے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اس کے بائع کے اذن سے اور سنوز اس کا ثمن ادا نہیں کیا تو اس کا بائع اور دین والوں کے برابر ہے متاع کے ثمن میں م یعنی بائع فسخ بیع کر کے متاع کو نہیں لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون کو اس کا ثمن حصہ رسد دیا جائے گا اور باقی دین کے واسطے ماحصول قدرت مدیون کو بہت دی جائے گی اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس پادے تو وہ اس متاع سے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پادے تو زیادہ تر وہ اس کا حقدار ہے تو اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور دین کے ہو کہ وہ بعینہ اس کا مال ہے اور بیع تو بائع کا مال نہیں رہی اور نہ اس کی وہ متاع ہوگی بلکہ یہ چیز تو مشتری کا مال ٹھہرے گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور بیع اور قبض سے اس کا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحاوی تبویح فان افس قبل قبضہ او بعدہ لکن بغیر اذن بالعہ کان لہ استرداد و حسبہ بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہوگا قبل قبض بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض بیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو بیع کا پھر لینا اور اس کا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے جہر القاضی علیہ ثم رفع الی قاض آخر فاطلقہ واجاز ما صنع المحرر کذا فی الخانیۃ و ہرما قطن الدر والرخ جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرار وغیرہ سے اس کو روک دیا پھر اس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اس نے اس کو کھول دیا مطلق القان کر دیا اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو مجبور نے کیا کذا فی الخانیۃ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات مجبور کی ماقط اور وہ رہ گئی ہے دند اور منخ الغفار سے و ما صنع المحرر فی مالہ من بیع و شرار قبل اطلاق الثانی او بعدہ کان جائز الان جہر الاول مجتہد فیہ توقف علی امضاء قاض آخر اور جو تصرف مجبور نے کیا اپنے مال میں بیع یا شرار سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اس کے وہ جائز ہوگا اس واسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین سے پس موقوف رہے گا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے یصح الحجر علی الثائب لکن لا یجوز مال یعلم خانیۃ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ مجبور نہ ہوگا جب تک اس کو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کر دیا ہے کذا فی الخانیۃ م اور اگر غائب مجبور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اس کے تصرفات نافذ ہیں اور اگر قییم بالغ ہو سفاهت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی مجبور ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور محمد کے نزدیک مجبور ہوگا بدون حجر گسنے کے کذا فی الخانیۃ ولا یرفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اس کو اٹھنے کا حکم دیوے ولوا علی الرشاد وادی طعمہ بقاہ علی السفہ و برہنا یعنی تقدیم بید بقاۃ السفہ اشباہ اور اگر دعویٰ کیا رشداً اور ہوشیاری کا اور اس کے مخاصم نے اس کے باقی رہنے کا سفاهت پر اور رشاد کو گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو بقتل سفاهت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہے کذا فی الاشباہ م طحاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے







کی تصدیق میں قید لگائی ہے عادیہ وغیرہ میں بار بار برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اس کے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی شرح الوہاب نیعم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیر نو برس کے بعد بلوغ کا دعویٰ کریں اور نہایت ناتوان اور لاغر اور جستہ حال ہوں تو ان کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ ظاہر حال ان کا ان کے قول پر دلالت نہیں کرتا وہما یجئذ کمالیغ حکما فلا یقبل۔ خود بلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمہ ولا یبعد اور صغیر اور صغیرہ اس وقت میں یعنی اقرار بلوغ کے وقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہیں حکم میں پس انکار بلوغ کا مقبول نہ ہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اس کی حالت کے تو اس کی قسمت اور ذریعہ منقوض نہ ہوگی مگر قادی قاضی زمان میں ہے کہ ایک لڑکا خرید و فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پھر اگر بعد اس کے کہے کہ میں بالغ نہیں تو جب کہ اس نے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اس کا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اس کا صحیح نہیں اور حموی میں ہے کہ دونوں کے احکام بالغوں کے مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحاوی وفي الشرع بلالیۃ یقبل قول المراهقین قد بلغنا مع تفسیر کل باذا بلغ بلا یمن اور شرعاً بلالیہ میں ہے کہ صغیر قریب بلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدو نہ قسم ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اس پر لازم ہے وفي الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل انتی عشرۃ سنۃ لا تصح الا بالبنۃ وبعده تصح انتی اور خزانہ میں ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے سیدھے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدو نہ ثبوت صحیح ہے انتی کلامہ مع معائنۃ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۶









تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت م فتاویٰ مالگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولیٰ کی جلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ استخدام ہے عرت اور عادت میں یعنی اگر مولیٰ نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلا نے شخص کے پاس فلا نے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارة نہیں اس واسطے کہ ایک ہی عقد کام کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلا نے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن سے تجارت کا سبب عدم تعین مستاجر تو مقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی القاتی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہو جاتا تو پڑتی نگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسے کے ساگ خرید کرانے سے غلام ماذون فی التجارة ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحاوی مختصر اویثیت الماذون دلالتہ فیحد راہ سیدہ طبع ملک اجنبی فلو ملک مولانا لم یجز حتی یاذن بالطلاق بزایہ ودر عن الحانیۃ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالتہ حال سے تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولیٰ اپنے غلام کو اپنی ملک نیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزایہ اور در میں ہے خانیہ سے م اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جس میں سکوت واقع ہوا کا ذکر غری زادہ اور ادبیہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شربنالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود لکن سوی بینہما الزلیجی وغیرہ ویزم بالتسویہ ابن کمال وصاحب الملتقی ورجحہ فی الشربنالیہ بان مافی المتون والشروح اولیٰ مافی کتب الفتاویٰ فیلحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولیٰ کو برابر کہا ہے زلیجی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب الملتقی نے دونوں مالوں کی برابری کا یقین کیا ہے اور شربنالیہ میں دونوں کی برابری کی ترجیح دی ہے اس طرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح میں ہے وہ مقدم اور اولیٰ ہے اس روایت سے جو فتاویٰ کی کتابوں میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ استدراک بے موقع ہے اس واسطے کہ زلیجی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جس پر سکوت واقع ہوا اور یہ بزایہ اور در کے مغایر ہے اس واسطے کہ بزایہ اور در کا موضوع نفس فعل سکوت عنہ ہے اور یہ مقتضی ہے فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل سکوت عنہ میں اور اس کے بعد میں اور اگر مولیٰ کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد میں نہ اس فعل سکوت عنہ میں کذا فی الطحاوی ویشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر لبتداء تو جس غلام کو اس کے مولیٰ نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اس کو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارة دلالتہ لفظاً سے شارح نے کہا ماذون خبر بے مبتدائی اور مبتدایہ فیحد راہ الا اذا کان المولیٰ قاضیا لشاہ سکوت مولیٰ کا اذن ہے مگر جب کہ مولیٰ قاضی ہو تو سکوت اذن نہیں کذا فی الاشباہ و لکن لایکون ماذوناً فی بیع ذلک الشیء او شرأئہ فلا یفقد علی المولیٰ بیع ذلک المتاع لانه یزیم ان یصیر ماذوناً قبل ان یصیر مادوناً و باطل و لیکن غلام ماذون نہ ہوگا اس چیز سکوت عنہ کی بیع یا اس کی خرید میں تو مولیٰ پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اس واسطے کہ لازم آئے کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے لکن قید القستانی معنی بالذخیرۃ بالبیع دون الشرا من مال مولانا ای فیصح فیہ وعلیہ ینفقر الی الفرق والذالموفق میں کہتا ہوں لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قستانی نے ذخیرہ سے نقل کر کے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اس خرید کے ساتھ جو مولیٰ کے مال سے مولیٰ تو اس میں بھی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑے گی اور حق تعالیٰ توفیق دے فرق بیان کرنے کی م زلیجی میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولیٰ کے درہم یا دینار سے اور اس کو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اسی عقد میں ماذون ہو گیا مولیٰ نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید میں بیع داخل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک میں تو کچھ ضرر نہیں بخلاف بیع کہ اس میں زائل ہو جاتی ہے مولیٰ کی ملک سے تو اس بیع میں سکوت اذن نہ ہوا لیکن اس میں نخل یہ ہے کہ بیع اور شرا دونوں میں اذغال اور اخراج ہے حلّی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی میں مذکور کیا ہے کہ شرا سریع بنفاذ ہے بیع سے اور شری الدین

یعنی اگر غلام سے ہر قسم کی بیع اور شرا کر کے تو معلوم ہوگا کہ اذن ہے اور جو گاہ گاہ اس سے کوئی چیز منگوائے تو یہ استخدام اور خدمت لینا ہے اذن نہیں ۱۲



نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولیٰ کی اجازت پر یعنی اگر مولیٰ اجازت قوی دے تو نافذ ہے اور اگر باطل کر دے تو باطل ہے کذا فی الطحاوی و ثبت  
 صریحاً فلذا اذن مطلقاً بلا قید صریحاً کل تجارة منہ اجماعاً اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحاً تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقاً بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی  
 م اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولیٰ کہے کہ میں نے تجھ کو اذن دیا سو اگر یوں میں یا یوں کہے کہ اذن دیا سو اگر یوں میں اور چیز میں کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم  
 سوداگری کی بیان کی کذا فی المنہ اما لو قید فعندنا لیم خلافاً لثانی اور اگر اذن میں قید عام لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی۔ اذن عام ثابت ہوگا برخلاف  
 مذہب شافعی کے فی بیع و لیثیری ولو بغین فاحش خلافاً لہما تو بعد اذن بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شراغبین فاحش کے ساتھ جو برخلاف مذہب صاحبین  
 کہ ان کے نزدیک بیع اور شراغبین فاحش بعد اذن کو جائز نہیں ہے دیوکل بہا ویرہن ویرہن و یغیر الثوب والکدابة لانہ من مادة التجار اور خرید و فروخت میں  
 غیر کو دلیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گر رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہی رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دے اس واسطے کہ یہ  
 سودا گروں کی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبده اور مال دے کر صلح کرے اس قصاص سے جو واجب ہو اذن کے غلام پر و  
 بیع من مولاه مثل القيمة واما باقل منہ فلا اور اذن بیع کرے اپنے مولیٰ سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کم ترکی بیع تو جائز نہیں م اذ بیع اکثر قیمت  
 سے بطریق اولیٰ جائز ہے و بیع مولاه منہ بمثل القيمة او اقل اور مولیٰ بعد اذن سے بیع کرے برابر قیمت یا کم تر سے و للمولیٰ حبس الجبیل لقیض  
 ثمنہ من العبد اور مولیٰ کو جائز ہے روک رکھنا بیع کا اس کے ثمن کے لینے کے واسطے بعد اذن سے و یبطل الثمن خلافاً لثانی صحیح شارح مجمع معزیا  
 للعیط لو سلم الجبیل قبل قبضہ لانه لا یجب لہ علی عبده دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضاً لم یبطل لتقینہ بالعقد و بذاک لواء الماذون مدیوناً والام یجوز بینہما بیع نہایہ  
 اور ثمن باطل ہوگا اگر مولیٰ بیع کو قبل قبضہ ثمن تسلیم کرے اس واسطے کہ اس صورت میں ثمن دین بھڑے گا اور مولیٰ کا دین اس کے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو بیع  
 مولیٰ کے ہاتھ سے مفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور روزنی چیز تو ثمن باطل نہ ہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد کے سے اور یہ سبب مذکور یعنی  
 ماذون کی بیع مولیٰ سے اور مولیٰ کی ماذون سے اس شرط پر ہے جب کہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہ ہو تو مولیٰ اور اس کے غلام میں بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ  
 م جب غلام ماذون لوگوں کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مباہلت دونوں میں جائز ہوگئی اور در صورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا مال ہے  
 تو خرید و فروخت انہی ذات سے لازم آئی ولو باع المولیٰ منہ باكثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل واحداً منہما حتی الغرار اور اگر مولیٰ نے کوئی  
 چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونوں کاموں میں سے ایک کام کرے دین والو  
 کے حق کے سبب سے فہماکان من التجارة مولیٰ زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز میں جو تجارت کی قسم سے موم طحاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم میں  
 نے کتابوں میں نہیں دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہے اس بیع سے جو طعام اور لباس کے واسطے ہو کہ اس میں فسخ بیع نہیں تو اس کی تیقن اور تلاش کرنا چاہیے و  
 تقبل الشہادۃ علیہ ای علی العبد الماذون حتی ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی مچنا چھ ماذون کی غصب اور استہلاک و ولایت کی گواہی  
 یا اس کے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسی طرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاه گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اس کا مولیٰ اس وقت  
 حاضر نہ ہو ولو محجور الاقبیل یعنی لا تقبل علی مولاه بل علیہ فواخذہ بہ بعد القیق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اس کے مولیٰ پر مقبول نہیں بلکہ غلام  
 محجور پر مقبول ہوگی سو اس کا مواخذہ ہوگا غلام سے اس کے آزاد ہونے کے بعد ولو حضر معانان المدعی باستہلاک مال او غصبہ ففی علی المولیٰ وان باستہلاک و ولایت  
 او لبضاعۃ علی المحجور تسبیح علی العبد وقیل علی المولیٰ اور اگر مولیٰ اور غلام محجور دونوں حاضر ہوں تو اگر استہلاک مال یا اس کے غصب کا دعویٰ ہو تو مولیٰ پر حکم ہوگا یعنی مولیٰ  
 سے خطاب ہوگا کہ اس کو بیچے اور تراوان دے اور اگر ولایت یا لبضاعۃ کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعویٰ ہو تو غلام پر دعویٰ مسوع نہ ہوگا یعنی حق کے بعد اس  
 سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولیٰ پر مسوع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقبض علی المولیٰ مطلقاً وتمام فی العادیۃ اور اگر گواہی دین غلام کے



اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اس کے مولیٰ پر حکم نہ ہوگا مطلقاً خواہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اس کا عادیہ میں ہے و یاخذ  
 بعض اجارہ و مساقاۃ و مزارعہ و لیستی بذریعہ غلام ماذون غیر کی زمین کے بطریق اجارہ اور معاملہ اور مزارعت کے اور وہ بیع خرید کرے جس کو بودے  
 و یا جزو مزارع اور ماذون اپنے غلاموں کو اور دوکانوں اور گھروں کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے کذا فی الطحاوی و لیشارک عناناً الا مقادضۃ اور ماذون  
 شرکت عنان کرے نہ شرکت مقادضہ و لیستاجر ویوجر ویلو نفسه اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو مگر ہر چند ایجاز نفس ماذون ایجاز مطلق سے معلوم  
 ہو چکا تھا لیکن تصریح اس واسطے کر دی کہ اس میں امام شافعی کا خلاف ہے یعنی ان کے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ولیقر بولدیۃ و غصب و دین اور  
 ماذون اقرار کرے و دیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج و ولد والد و سید فان اقرارہ ہم بالبدین باطل عندہ خلافاً لہما اذ اگر ماذون  
 پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولیٰ کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اس کا ہے اس واسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولیٰ کے دین کا  
 باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر لم یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو ان کے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ  
 کسی کا دین ہو یا نہ ہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیوناً و ہبانیۃ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولیٰ کی ہے تو صحیح ہے اگر  
 ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الوہبانیۃ و یمیدی طعنا لیسیر اہل البیضاء و مقادہ ان لا یمیدی من غیر الماکول اصلاً ابن کمال و جزم بہ ابن الشخہ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ  
 دے اس طرح پر کہ وہ اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلاً تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اس  
 پر ابن شخہ نے ہم ابن شخہ نے تحفہ دینا نہ کو نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اس نے بیان کیا ہے کذا فی الطحاوی و المحجور لا یمیدی شیئاً اور غلام محجور کچھ تحفہ  
 نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام و عن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدا بعض رفقاءہ للال مع فلا باس بخلاف مالودفع الیہ قوت شہر اور ابو یوسف سے  
 رعایت ہے کہ جب غلام کو محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا سو اس نے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اس صورت  
 کے کہ اگر اس کو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھانا درست نہیں ولا باس للمرأة ان تصدق من بیت سیدہا اور وہاں بالیسیر کریمت و نحوہ ملحقی اور عورت  
 پر کچھ مضائقہ نہیں اس کا کہ اپنے مولیٰ یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اس کے کذا فی الملتقی م یعنی بدون اطلاع شوہر  
 تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس قدر دینے کو منع کرنا راجح نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اس قدر تصدق دینے کی ناراضمندی مولیٰ یا شوہر  
 کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں و بصیغۃ من لطمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اس کو کھانا کھلاتا ہے و یتخذ الضیافۃ البیسرۃ بقدر مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت  
 کسے بقدر اپنے مال کے کم و بیش ہر روز کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درہم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہے اور  
 اگر مال تجارت دس درہم نہ ہو تو ایک وانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحاوی عن لمیط و یحیط من ثمن بعیبہ قدر ما یحیط بالتجار اور ماذون کم کر ڈالے ثمن سے  
 بیع کے عیب کے سبب سے جس قدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے و یجانی ویوجل مجتبیٰ اور ماذون جنس نیچے اس کے ثمن سے کم تر اور  
 ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبیٰ ہم تا مویس میں ہے کہ جب تجارت سے عطائے بلا عوض اور بلا احسان سے اور محاباة عبارت ہے تصرف اور اختصام اور  
 میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اس کے ثمن سے کم تر کے ساتھ تعلیل ثمن اور تا جیل اس واسطے ماذون کو  
 جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اس کی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحاوی و لایتر وج الابدان اور ماذون نکاح نہ کرے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ یہ  
 تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اس میں ضرور ہے مولیٰ کا صبر واجب ہو جانے سے و لا یمسری وان اذن لہ المولیٰ اور سریرہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنادے اگرچہ  
 مولیٰ نے اس کو اذن دیا ہو م اس واسطے کہ حرم نہ بنانا مالک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں و لایزوج رقیقہ و قال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے  
 مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے و لایکاتبہ الا ان یجیدہ المولیٰ و لادین علیہ و لایۃ القبض للمولیٰ اور ماذون نکاح



نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اس طرح کہ مولیٰ اس کی اجازت دے اور حالانکہ مازون پر دین دم ہو اور بدل کتابت کے قبضہ کرنے کی ولایت مولیٰ کے واسطے ثابت ہے  
 ولا یعتق بمال الا ان یجوزہ الی آخر یا مازون مملوک کو بعض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ کہ مولیٰ اس کو جائز رکھے تا آخر شرط مذکور یعنی مولیٰ اجازت دے اور مازون  
 پر دین نہ ہو اور ولایت قبضہ مولیٰ کے واسطے ہے نہ مازون کے واسطے ولا بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یمس ولا یعوض اور نہ مازون  
 قرض دے اور نہ مہبہ کرے اگرچہ مہبہ بالعوض ہو ولا یمکفل مطلقاً بنفس او مال اور ضامن نہ کرے مطلقاً نہ حاضر ضامن نہ مال ضامن ولا یصالح عن قصاص وحب  
 علیہ اور مازون صلح نہ کرے اس قصاص سے جو اس پر واجب ہو ولا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ولیدلح عن قصاص موجب علی عبدہ خزائنہ  
 المسفۃ اور مازون صلح کرے اس قصاص سے جو اس کے غلام پر واجب ہو کذا فی خزائنہ المسفۃ وکل دین وجب علیہ تجارۃ او باہ مو فی معناہ امثالہ الاول کسب  
 وشرار واجارۃ واستیجار وامثالہ الثانی غرم وودیۃ وغصب وامانۃ محمد ہما عباتۃ الدرد وغیرہا محمد ہما بلا مہم قنبہ وعقر وجب یوطی مشرتہ بعد الاستحقاق کل ذلک  
 متعلق برقبۃ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ سیارۃ فیہ اور جو دین کہ واجب ہو مازون پر اس کی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے ہو جو بمعنی تجارت کے  
 ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرار اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنی تجارت کی مثالیں چنانچہ بیعت کا تاوان اور اس غصب اور امانت کا تاوان جن کا مازون  
 انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی دہلی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین الاستہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ  
 کی مانند مازون بیچا جاوے گا اس دین میں یعنی اس کو قاضی یہ کرے گا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہے (وغرم وودیۃ وغصب وامانۃ وغیرہا محمد ہما)  
 بدون مہم کے سو آگاہ رہنا مہم مصنف کی عبارت میں صیر شدہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کی مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں وودیۃ اور غصب اور امانت  
 وغیرہا کو شامل ہو گیا ولہم استعواءہ ایضا یلغی اور دین والوں کو مازون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزلیلی یعنی اس سے کسب کروانا اور اس کے  
 کسب اپنے دیوں کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجۃ لو اختارت استعواءہ لنفقۃ کل یوم ان یكون لما ذلک ایضا بحرم النفقۃ اور ثبوت استعواءہ سے مستفاد  
 ہوتا ہے کہ اگر مازون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کے واسطے تو اس کو بھی یہ جائز ہے کذا فی المحرم باب النفقۃ بحقیقۃ  
 مولانا اذناہ لاحتال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ میں مازون بیچا جاوے گا اس کے ملک کے سامنے یا اس  
 کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال بحر خلاف کسب ذون کس میں حضور مولیٰ کی حاجت نہیں واسطے کہ عبد مازون صاحب مال ہے اپنے کسی امرا کی ذمہ داری سے اس کا مولیٰ  
 واسطے ولقیسم منہ یا کخص اور مازون کا ثمن مقسوم ہو گا دین والوں میں حصہ رسد و تعلق بکسب حاصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہو گا مازون کی کمائی سے  
 خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد و تعلق ہما وہب لہ وان لم یخصر مولانا اور دین مذکور متعلق اس چیز سے ہے جو مازون کو مہبہ کی گئی اگرچہ اس  
 کا مولیٰ حاضر نہ ہو ہذا قید کسب والایہاب لکن بشرط حضور العبد لانه الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور مہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور مہوب کی  
 بیع میں ادا دین کے واسطے مولیٰ کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اس واسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی میں ثم انما یبد بالکسب  
 وعند عدم سیتونی من رقبۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ادا دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے وقت اس کی گردن سے دین ادا کیا  
 جاوے گا یعنی مازون کو بیع کر قلت والکسب الحاصل قبل الاذن نعم المولی فله اخذہ مطلقاً قال شیخنا ومفادہ ان لو اکسب المحور شیئاً وادفعہ عند آخر ویک فی  
 ید المودع للمولی قضینہ لانہ کو دفع الغاصب قتالہ میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولیٰ کا حق ہے تو مولیٰ کو اس کا لینا مطلقاً جائز  
 ہے خواہ مازون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رح نے کہا کہ مولیٰ کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے  
 شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جائے تو مولیٰ کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اس واسطے کہ غاصب مودع کے ملز  
 ہے سو اس کو مال کر لا متعلق الدین بما اخذہ مولانا منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہو گا اس مال سے جو مازون کے مولیٰ نے اس سے لیا دین ہونے سے پہلے اس



واسطے کہ اس نے اپنا خالص حق لیٹو لب الماذون بما یحق من الدین زائد ان کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولای یباع ثانیاً اور ماذون سے اس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اس کے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بچا جاوے گا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی اس واسطے کہ اگر اس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اس کو جان کر خرید نہ کرے گا تو بیع اس کی ممتنع ہوگی بالفکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا و مولانا اخذ غلۃ مثلمہ بوجود دنیہ و ما زاد للفرء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شئ عشرۃ درہم مثلاً قبل حق الدین کان لہ ان یاخذ ما بعد حرقہ استحساناً لانه لو منع منہا بحجر علیہ فیسبب باب الاکتساب اور ماذون کے مولیٰ کو مثل ماذون کے کما ثی لینا باوجود اس کے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہو تو وہ دین والوں کا حق ہے یعنی اگر مولیٰ غلام سے خریدنے میں درم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اس کو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اس واسطے کہ مولیٰ اگر اس قدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام ممنوع النصف کر دے تو کما ثی کرنے کا ہر دوازہ ہی بند ہو جائے تو دین والوں کا نقصان ہوگا وینچر کچرہ ان علم یونفسہ لیس الضرر عنہ و اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعاً اور عبد ماذون مجبور ہو جاوے گا مولیٰ کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اس کے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولیٰ کا ماذون مشہور ہو بازار یوں میں ماذون کا علم اس واسطے شرط ہوتا کہ ضرر اس سے دفع ہو م یعنی اگر ماذون مجبور ہو سکے بدون اس کی اطلاع کے تو جو کچھ وہ نصف کرے گا بعد حجر کے وہ دین اس کو دینا پڑے گا آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد و حدہ لکی فی حجر علیہ بفقہ ولا یشرط مع ذلک علم اکثر اہل سوقہ لا انتفاع الضرر اور جب کہ اذن مولیٰ کو کوئی نہ جانتا ہو تبنا غلام کے سوا تو اس کے حجر کرنے میں نقص کسی کا علم کیفیت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہ ہونے ضرر کے و فی البرازیۃ بارع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صادر مجبراً علیہ علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحة البیع وان علیہ دین لا مال یقبضہ مشتری لفساد البیع اور برازیہ میں ہے کہ مولیٰ نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اس پر کسی کا دین نہ ہو تو وہ مجبور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اس کے پک جانے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اس کی بیع کے اور اگر اس پر دین ہو تو مجبور نہ ہوگا جب تک کہ اس کا مشتری اپنے قبضہ میں نہ لاوے بسبب قاسد ہونے بیع کے مہر بیع قاسد میں قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے دل لغیر ما فسخہ ان دیونہم حالہ ان لا اذا کان بالثمن وفادوا براد العبد ادا دی المولیٰ و تمامہ فی السراجیۃ اور کیا دین والوں کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ان کے دیون بلا مدت کے فی الحال ہوں تو وہاں فسخ ان کے اختیار میں ہے مگر جب کہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین والوں نے اس کو معاف کر دیا ہو تو مولیٰ نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان اس کا سراجیہ میں ہے و موت سیدہ و جنونہ مطبقاً و کذا یجنون الماذون و حوقہ ایضاً دار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکماً اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے اپنے مالک کی موت سے اور اس کے جنون مطبق ہونے سے اور اس کے دار الحرب بدل جانے سے مرتد ہو کر اور اسی طرح ماذون کے جنون سے اور اس کے لاحق ہونے سے دار الحرب میں مرتد ہو کر اگرچہ حوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وہ حکمی موت ہے م محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر سے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں کذا فی الطحاوی وینچر حکماً باباقہ وان لم یعلم احد بجنونہ ولو عاد منہ اذفاق من جنونہ لم یعد الاذن فی الشیخ ربیع و قستانی اور ماذون مجبور ہو جاتا ہے حکماً اس کے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر ادا دے بھاگنے کے بعد یا موش میں ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کرے گا صحیح قول میں کذا فی الزیلعی و القستانی و باستیلا دنا بان ولدت منہ فادعاه کان حجر اذ لالہ مالم یصر بخلافہ اور جاریہ ماذونہ مجبور ہو جاتی ہے استیلا سے اس طرح پر کہ جنی مولیٰ سے پھر اس کے ولد کا مولیٰ نے دعویٰ کیا تو یا استیلا دجر ہوگا حکماً باعتبار دلالت حال کے جب تک کہ مولیٰ اس کے خلاف کی تصریح نہ کرے م استیلا د اس واسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت میں جاری ہے کہ ام ولد پردہ میں رہتی ہے اور مالک اس کے نکاح سے اور لوگوں کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت میں راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہاں اگر مولیٰ استیلا د کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت

سلا قال الطحاوی الغدۃ کل ما یحصل من اجرة العظام اور ربع الارض او کراہ انہا اور نحو ذلک ۱۲ من



کی توجہ نہ ہوگا اس واسطے کہ دلائل سے صراحت فوق سے کذا فی الطحاوی لاتیجہ بالتدبیر ماذونہ مجوز نہیں ہوتی تدبیر سے یعنی اس واسطے کہ مدبرہ کو پروردہ میں رکھنے کی عادت نہیں تو دلیل جحر کی نہ پائی گئی و ضمن بہا قیمتہا فقط للفرار و علیہا دین محیط اور مولیٰ استیلاء و تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دینا دین والوں کو بشرطیکہ دونوں پر دین محیط ہووے م فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اس کا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ مبتدأ بعد جحرہ ان مامعہ امانتہ او غصب او دین علیہ لاخر صحیح خبر مجہد ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار کرنا کہ جو اس کے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اس پر دین سے دوسرے شخص کا صحیح سے شارح نے کہا اقرارہ مبتدأ سے اور صحیح اس کی خبر ہے فیقضیہ منہ وقال لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اس کا اقرار مذکور صحیح نہیں و احاطہ دینہ بمالہ و رقبۃ لایک سیدہ مامعہ ماذون کا دین محیط ہو گیا اس کے مال اور اس کی ذات کو تو اس کا مالک اس کے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا م اس واسطے کہ مولیٰ اپنے غلام تاجر کے مال کا اس وقت مالک ہوتا ہے اس کا خلیفہ ہو کر جب اس کی حاجت سے فارغ ہوواری کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اس کی حاجت میں مشغول ہے تو مولیٰ اس میں خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اس کی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یحقق عبدمن کسبہ تجریر مولانہ وقال لیکلہ فیعتق وعلیہ قیۃ مومرا و مومرا فلیعلم ان لیسمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی المولیٰ ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہے اس کے مولیٰ کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولیٰ ماذون کے مال کا مالک ہے تو اس کے آزاد کرنے سے اس کا غلام آزاد ہوگا اور مولیٰ پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی مگر مولیٰ مقدور والا ہو اور اگر تنگ دست ہو تو ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولیٰ سے بھرنے کذا صرح ابن کمال و لو اشتری ذارحم محرم من المولیٰ لم یعتق و لو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولیٰ کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اس کا محرم آزاد ہوگا بجز خرید کے م یہ مسئلہ اور اس کے بعد کا مسئلہ اس پر متفرع ہے کہ مولیٰ کسب ماذون مستغرق بالدين کا مالک نہیں و لو املت المولیٰ مافی یدہ من الرقیق ضمن و لو ملکہ لم یعتق خلافا لہما بنا علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولیٰ تلف کر ڈالے اس کو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولیٰ پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مولیٰ اس کی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے وان لم یحیط دینہ بمالہ و رقبۃ صحیح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اس کے مال اور اس کی ذات کو محیط نہ ہو تو مولیٰ کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے و صحیح اعتقادہ مال کون المازون مدیونہ و لو محیط اور صحیح ہے مولیٰ کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت میں اگرچہ دین محیط ہو م اعتاق ماذون بالا جاعا صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے و ضمن المولیٰ للفرار الاقل من دینہ و قیۃ و تاوان دے مولیٰ ماذون کے دین والوں کو کم تر اس کے دین اور قیمت سے م یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دے اس واسطے کہ ان کا دین متعلق ہے اس کی ذات سے اور ذات کو اس کی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاء و التبعوا العبد کل دیونہم و باتباع احدہما لا یسر الا انہما لکفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کے واسطے اور مولیٰ اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولیٰ اور اس کا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ م یعنی جس طرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا و طوب بالقی من دینہم اذا لم یعتق بقیۃ بعد عتقہ لتقرہ فی ذمتہ اور جو ان کا دین باقی رہ گیا اس کا مطالبہ ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اس کے ذمہ یہ مطالبہ اس وقت ہوگا جب کہ اس کی قیمت ادا دے دین کے واسطے کفایت نہ کرے لی صحیح تدبیر و لا تنجی و یخیر الفراد کعتقہ الا ان من اختار احد الشئین لیس لا الرجوع شہد نکلا اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ مجوز النقص نہ ہوگا اور دین والوں کو غلام ہوگا نصین مولیٰ اور استعلاء ماذون میں اس کے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا اس کا پھر نادرست نہیں کذا فی شرح التکلمہ م یعنی اگر دین والے مولیٰ سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اس کے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنارے گا بجا



باقی اور اگر غلام سے سچی کرا دی تو اس کی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنارے گا کذا فی الطحاوی و فی البدایہ ولو کان الماذون مدبرا  
 ادام ولد لم یضمن میتہا لان حق الغراء لم یعلق برقبہا لانہا لا یباع بالین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو ان کی قیمت کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ  
 دین والوں کا حق ان کی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں ہوتے مگر یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولیٰ ماذون کرے اور ان پر لوگوں کا دین غلام  
 جو پھر ان کو مولیٰ آزاد کر دے تو مولیٰ پر تاوان قیمت لازم نہ ہوگا ولو اعتقہ المولیٰ باذن الغراء فلم یضمن مولاه زلیعی اور اگر ماذون کو مولیٰ نے دین والوں کے اذن سے  
 آزاد کر دیا تو ان کو اس کے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزلیعی م یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقی بن المذون  
 وغیرہ مشتری قیدہ لان الغراء اذا قدر و اعلى البعد کان لم یفسخ البیع کما مر من الغراء بالباع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اس کے مالک نے دیون سے کم تر کو بیچا اور مشتری  
 نے اس کو غائب کر ڈالا تو دین والے نیچے والے سے اس کی قیمت کا تاوان لینا بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اس واسطے لگائی کہ دین والے  
 جب غلام پر قادر ہوں تو ان کو بیع کا اختیار ہے چنانچہ گز گیا فان رد البعد علیہ بعینہ قبض مطلقا وبخیار روتہ او شرط او بعدہ بقضاء رجوع السیدہ بقیمتہ  
 علی الغراء وعاد حقیقہ فی البعد لزوال المانع سو اگر غلام پھر دیاجائے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے یا رضا سے یا پھر اجائے  
 بخیار الروتہ یا بخیار الشرط سے یا قبض کے بعد حکم قاضی پھر اجادے تو مالک اس کی قیمت پھر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق غلام مذکور میں پھر ثابت ہوگا  
 بسبب دور ہو جانے مانع کے مگر یعنی تاوان مولیٰ کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنع وان رد بعدا لقبض لا یقضی لاقضاء فلا یسئل ہم علی البعد ولا للمولیٰ علی قیمتہ  
 لان الروا بالتراحمی اقالہ وی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھر دیا قبض مشتری کے بعد با حکم قاضی تو دین والوں کے واسطے کوئی راہ نہیں غلام پر نہ ردیع کی نہ استسعاہ کی  
 اور نہ مولیٰ کے واسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مول نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اس کا استرواد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ ردیع تراحمی سے درحقیقت اقالہ  
 ہے بیع کا اور اقالہ بیع سے غیر عاقدین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی الطحاوی وان فضل من دینہم شئ رجعوا بہ علی البعد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولیٰ  
 دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اس کو پھر لیں اس کی آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا مشتری عطف علی البائع ای الشاؤ و صہنوا  
 مشتری و بیع مشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لیں عہد مغیب کے مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لیں اور مشتری اس کا ثمن بائع سے پھر  
 لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتری بائع پر عطف ہے م طحاوی نے کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغراء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا  
 قیمتہ البعد یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اس کا ثمن لیں نہ قیمت غلام کی مگر زلیعی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو ثمن چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو  
 جائز رکھیں اور چاہیں بائع سے تاوان لیں چاہیں مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کریں گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائے گا وان باعہ السیدہ معلما بذمہ یعنی مقرا  
 بہ منکر الکاسبی والتحقق المخاصمۃ ولیسقط اختیار مشتری لا الغراء اور اگر ماذون کو اس کے مالک نے بیچا اس کا دین جتا کر یعنی مقردین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ ان کا  
 مسئلہ عنقریب آوے گا۔ اعلام دین کی قید اس واسطے لگائی تا مباحصہ مشتری کی ثابت ہو اور اختیار مشتری کا ساقط ہو م قولہ مقربہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو  
 یوں شارح کو بہتر تھا و اقر مشتری بیکما احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جب کہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ مخاصمہ نہ بھڑے گا کذا  
 فی الطحاوی فللغراء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقرب ہے تو دین والوں کو ردیع میں اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن  
 دلیل الرضی بالبیع ردیع میں اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اس کا ثمن نہ پہنچا ہو اس واسطے کہ ان کا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباة  
 قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جب کہ ثمن میں محاباة ہو یعنی ثمن قیمت سے کم تر ہو مگر یعنی اگر ثمن قیمت سے کم تر ہوگا تو دین والوں کو ردیع جائز ہے اگرچہ ثمن  
 قبض کر چکے ہوں اس واسطے کہ وہ کہیں گے کہ ہم نے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہیں ہے اور اس کا محل وہ ہے جب کہ ثمن ان کے دین کو  
 کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کرے گا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اس میں محاباة ہو اس واسطے کہ اس میں مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحاوی فانما ان



یرفع او یغنی البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرا یا جادے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین حالاً وکان البیع بلا طلب الغرماء والتمن لایق بدینہم والا فالبیع نافذ لزوالمال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو بیع کا اختیار اس وقت ہے جب کہ ان کا دین بلا مدت ہو اور بیع ان کی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا ان کے ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہیں تو بیع نافذ ہوگی زوال مال کے سبب سے یعنی اگر دین مہل ہو یا بیع ان کی خواہش سے ہو یا ثمن ادا ائے دین میں کافی ہو تو ان کو بیع کا اختیار نہ ہے گا اس واسطے کہ مانع نفاذ بیع ان کا حق تھا تو مینوں سے تو بیع نافذ ہو اور ان غاب البائع وقد قبضہ المشتري فالمشتري ليس خصم لهم لو منكر ادیه خلافا للثانی ولو منكر ان خصم کما مر اور اگر بائع ماذون کا غائب ہو اور مشتری اس پر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقرر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گزر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتري والبائع حاضر فالحکم کذلک ای لا خصوصۃ اجماعاً حتی یحضر المشتري لکن لہم نصین البائع قیمۃ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اس کا الثاب ہو یعنی مشتری غائب ہو اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصوصیت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اس کی قیمت کا تادان لینا بیع کو جائز رکھنا اور اس کا ثمن لینا درست ہے بعد مقدم مصر او قال انا بعد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فهو ماذون وحینئذ لزمہ کل شیء من التجارۃ ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلا نے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اس نے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اس وقت میں اس کو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی م یہ استحسان ہے اس واسطے کہ یہ خبر سے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہے وکذا الحکم ولو واشتری العبد وباع ساکناً عن اذنه وحجرہ کان ماذوناً استحساناً للضرورة التعالی و امر المسلم محمول علی الصلاح فیعلیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقييد المسئلة بالمسلم ابن کمال اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون بعد مجھ ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہرے گا استحسان کا راہ سے بسبب ضرورت تعالیٰ کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اس کی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قیہ نگا تا مسد کا مسلم کے ساتھ کذا

ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت... بلا بیان اذن اور حجر کے اس وقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جب کہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اس کا ثابت نہ ہوگا لیکن لایباع لہ نیہ اذالم یف کسبہ الا اذا اقر مولاه برای بالاذن ای اثبتہ الغریم بالبیئۃ ولکن غلام مذکور اپنے دین میں بیچا جادے کا جب کہ اس کا کسب ادائے دین کے واسطے کافی نہ ہوگا مگر جب کہ اس کا مولیٰ اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت کرے و تصرف البیعی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشرا ان کان نافعاً محضاً کالاسلام والاہتباب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا ہو جتنا ہے اس کا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور یہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن والی کے وان ضاراً کالطلاق والعنق والصدقة والقرض لا واذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رساں ہو چنانچہ طلاق اور عنق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو م ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اس میں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا و ما ترد من العقود بین نفع و ضرر کا بیع والشرا توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازۃ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دامر اور تحمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جائے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی م طحاوی نے کہا اگر شرا بجا حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہا ولی فہا فی شرا و بیع کبیر ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں جہد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں م م م جہد احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم کے ساتھ مقید نہ ہے گا اور مخصوص بزمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو ان کا ولی خرید کرتے دیکھ کر سکوت کرے گا تو یہ سکوت بجلے اذن ہوگا وغیر ذلک من احکام الماذون والشرط الصیوۃ الاذن ان یعقل البیع سالباً للملک عن البائع والشرا وجہ البالہ زاد الزلیلی وان یقصد الرزق ولیرت الغبن الیسیر من الفاحش

دہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجہتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے یا بیع سے اور خرید ملک کی کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زلیلی نے اس قدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان



کثیر سے متنازع کرتا ہو اور یہ قول ظاہر سے وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم محمیہ کیانی القہستانی عن العمدیہ او صغیر یا معتوہ کا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کا وصی اس کی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی میں سے عمادیہ سے ثم بعدہ جبرہ الصصحح وان علام وصیہ ثم وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزلیعی ثم الوالی بالطریق الادلی پھر ان تینوں کے بعد جبرہ الصصحح اس کا ولی ہے اگرچہ جبرہ عالی ہو یعنی پرداد اسرداد پھر اس کا وصی پھر داد کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زلیعی نے اتنا زیادہ کہا ہے پھر والی یعنی حاکم ولی سے بطریق اولیٰ ہم قہستانی اور زلیعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مردودہ والی ہے جس کی ولایت میں قضا سے جو حاکم کہ قاضی نہیں اس کا اذن جائز نہیں کذا فی الطحاوی ثم القاضی او وصیہ ایہا تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اس کا وصی ولی ہے قاضی اور اس کا وصی جو کوئی ان میں سے تصرف کرے گا تو صحیح ہوگا سوا سی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یوں نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ تم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اس کے وصی کے تصرف میں ترتیب نہیں دون الام او وصیہما ذانی المال بخلاف النکاح کامرہ نہ ماں یا اس کا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اس کا وصی صغیر کا ولی نہیں یہ تفصیل ولایت کی مال میں ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح میں گزر گیا ہم اور ماں کے مانند چچا اور بھائی اور کو تو ال شہر اور عمر اور خالد صغیر کی ولی نہیں کذا فی الطحاوی راوی القاضی البصی والمعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کامرہ یبیع ولشیری فسکت لایکون سکوۃ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونوں کے غلاموں یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہ ہوگا۔ بعد قاضی کا مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضی لہ ان یا اذن للیتیم والمعتوہ اذ لم یکن لہ ولی ولبعدہما اذا کان لکل واحد منہما من البصی والمعتوہ ولی و امتنع الولی من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زلیعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جب کہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہ ہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جب کہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت میں کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزلیعی م یہ ترکیب مصنف کی تھیں سے بہترین تھیں کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اس کا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو اس نے اذن دیا اور اس کے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگر قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہے تو جائز ہے چنانچہ معنی میں ہے انتہی مختصر اور طلب اذن قید نہیں چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہے کذا فی الطحاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لوابی ابوہ او وصیہ صحیح اذن القاضی لہ زاد شارح وہبانیہ دلائل بعد ذلک اصلاً لانه حکم الاجر قاضی آخر قد بریں کتابوں اور برجندی میں خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اس کا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اس کے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اس کے بعد صغیر اصلاً مجبور نہ ہوگا اس واسطے کہ قاضی کا اذن حکم سے اور حکم دفع نہیں ہوتا مگر دوسرے قاضی کے ردک دینے سے سوا اس کو خود کفر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لواقرا لسان بامعہما من کسب اور شارح علی الظاہر کما ذون در اگر صغیر اور معتوہ اقرار کریں کسی آدمی کے واسطے اس مال کا جو دونوں کے پاس سے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار ان کا صحیح ہے بوجہ ظاہر الروایۃ کے غلام یا ذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرہم یعنی اگر یوں اقرار کریں کہ جو مال ہم کو میراث میں ملا ہے وہ در حقیقت فلا نے شخص کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہے کہ کسب میں اقرار صحیح ہے میراث میں صحیح نہیں المآذون لایکون مآذوناً قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ اذا قال بالیوم عبدی فانی اذنت لہ فبالیوم ہوا لا یعلم بلک صار مآذوناً بخلاف قولہ بالیوم ابی الصغیر مآذون مآذون نہیں ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ میں جب کہ مولیٰ نے کہا خرید و فروخت کر دیر سے غلام سے کہ میں نے اس کو اذن دیا سو لوگوں نے اس سے خرید و فروخت کی اور مالاک غلام اس نے کو نہیں جانتا تو وہ مآذون ٹھہر جاوے گا بخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگوں سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت



کہ ماذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم ماذن ہو جاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذن نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الماذن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذانی الطوطی لا یصح الاذن للابن والمقصود المحمود ولا بیئہ اذن صحیح نہیں غلام کو بختہ کے واسطے اور نہ اس غلام کے واسطے جس کا غصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں م اور اگر مالک کے پاس گواہ ہوں اور غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجور بہما علی الصصح اشباہ اور غلام ماذن محجور نہیں ہو جاتا بھاگ جانے اور مقصود ہو جانے سے بقول صحیح کہ ذانی الاشباہ ذنی الوہابیۃ ۵ ولو اذن القاضی لعلل وقدالی ۶ ابوہ یصح الاذن منہ نتیجہ ۷ اور وہابیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اس کا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے ہو صغیر تجارت کے ۵ وھن یعقوب الصغیر ودیۃ ۶ وتحلیف یفتی بہ حدیث نیکر ۷ اور ابو یوسف نے تادان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتویٰ دیا گیا ہے جب کہ وہ منکر ہے م یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اس پر ضمان سے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تادان نہیں اور اگر ماذن ہو قبض ودیعت یا تجارت میں یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اس پر اس تادان ہے اور اگر صغیر ماذن پر کسی چیز کا دعویٰ ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اس کی تحلیف میں اختلاف ہے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتویٰ ہے کہ ذانی شرح الوہابیۃ بعد البر ۵ ولورین المحجور اوباع او شری ۶ بخوزہ المولیٰ فایتعیر ۷ لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رهن رکھا یا بیع اور شرکی اور مولیٰ نے اس کو جائز رکھا تو رهن وغیرہ تغیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر م خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلولم یجزی اذن ذالی التجار ۸ فاجازۃ البعد جاز استحسانا ولولم یاذن لہ فاعقۃ فاجازۃ لم یصح اجازۃ سواکر مولیٰ نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو بعد ماذن نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اس کو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اس کو آزاد کر دیا سو اس نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اس کی اجازت صحیح نہیں قال ذکذا البصی المیز مصنف وہابیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر منیر کا جو بیع اور شرابو جھتا ہے قلت ولا یحییٰ ان بائعہ تشرع ابتداء عند فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضرب ہے تو امر ضروری صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض م شرعیابی نے ذکر کیا کہ من جملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضرب ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے جلی نے کہا یہ اعتراض اس پر ہے جو وہابیہ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۹





# کتاب الغصب

کتاب ہے غصب کے احکام میں ہولغۃ اخذ الشئ مالا دیرہ کا لفظ علی وجہ التغلب غصب بفتح غین بمعجم و سکون صا و مہمل لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق برہمتی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا و غیراً ازالہ ید محققہ و لو حکما کچودہ لما اخذہ قبل ان یقولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض حق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اس ودیعت کا جس کو اس نے مال سے لیا تمام قبضہ مودع بالفتح کا قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اس نے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما یا ثبات مبطلة غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حق دار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی کم غصبوں کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محققہ سے نہ اثبات ید مبطلة سے ولہذا اگر ایک شخص کے ہاتھ میں موقوف ہو اور دوسرا آدمی اس پر ہاتھ مارے پھر موقوف دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہاء کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض کی ضرورت ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اس میں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھر دینے کا موجب ہے تو اس میں اثبات قبض بھی شرط ہے وایمہ الشافعی اثبات الید فقط والثرۃ فی الزاد و فترۃ بتان منصوب لا تضمن عندنا خلافاً لدرادورہ امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا منصوب کی زائد چیزوں میں تو باغ منصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہیں برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو اس پر تاوان ہمارے نزدیک نہیں بسبب عدم ازالہ کے وذلک کے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زائد کو طلب کرے تو بلا اجماع تاوان ہے کذا فی الطحاوی فی مال فلا تحقیق فی قیۃ وحرارۃ الاوراثات ہو مال میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا مردار اور شخص آزاد میں اس واسطے کہ وہ مال نہیں مقبوض ای مباح شرعاً قستانی فلا تحقیق فی مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال مقبوض میں یعنی جو شریعت میں مباح ہو کذا فی القستانی تو غصب ثابت نہیں ہوتا مسلمان کی شراب میں اس واسطے کہ شراب مسلمان کے حق میں مباح الاستعمال نہیں مجرم فلا تحقیق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم میں تو غصب ثابت نہیں ہوتا کافر حربی کے مال میں اس واسطے کہ اس کا مال محترم نہیں قابل للنقل فلا تحقیق بالتعار خلافاً لحمد مال مذکور قابل ہونقل کرنے کے تو غصب ثابت نہیں ہوتا زمین و بیڑہ غیر منقول میں برخلاف محمد کے غیر وقف میں نہیں کا قول صحیح ہے اور وقف میں محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی بخیر اذن ملکہ اھترزبہ عن الودیعۃ واعلم ان الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ یس بمملوک اصل صرح ہئی البدائع فلو قال بلا اذن من لا اذن کا فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور میں اس کے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت میں ہرچند ازالہ ید محققہ ہے مال مقبوض محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا غصب داخل نہیں اور یہ معلوم کر کے مال موقوف لازم القمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجود یکہ وہ اصل کسی کا مملوک نہیں تھریج کی ہے اس کی بدائع میں تو اگر مصنف یہی کہتا ہے ازالہ قبض ہو بدون اذن اس شخص کے جس کو اذن کا اختیار ہے چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی اس واسطے کہ مالک لیکن املویش میں زمین پر غصب مذکور ہے اور فقہ میں بھی جا بجا زمین منصوب کے سائل درمیں پس یا تو غصب لغوی مراد ہے یا یہ کہ قول امام محمد درست ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے



وقف کو بھی غضب شامل ہو جاتا ہے الخفیۃ اثر مرتبہ عن المرتبہ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرتہ نکل جائے  
 غضب سے اور اس میں ابن کمال کا کچھ کلام ہے ہم حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرتہ کا حد و دو میں داخل ہونا اس کے داخل ہونے کا غضب میں منافی نہیں سرتہ  
 سرتہ غضب میں داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حد و دو میں باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غضب ہے اور حالانکہ کتاب البیوع  
 میں مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جس کو یہ نکتہ معلوم نہ ہو اس نے لعلی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرتہ غضب سے نکل جائے فاستخیرام العرف  
 و جمیل الدانہ غضب لازماً بدلا ملک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لاؤنا غضب ہے بسبب دور کر دینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض مالک  
 کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اس کے غضب ہونے میں اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونے  
 شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ تستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الخطا وی عن ابی المسعود لاجلہ علی بساط عدم از التنافل الفین مالک  
 ہیکل بقطع غضب نہیں بیٹھنا اس کا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جاس پرتاوان لازم نہ ہو گا جب تک کہ فرش تلف نہ ہو جائے اس  
 فعل کے سبب سے ہم اس واسطے کہ فرش بچھا نا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اس کا ازالہ نہیں ہوتا بدون نقل اور تحویل کے و کذا لو دخل دار النہد  
 مناماد جحد فہو من دان لم یجولہ ولم یجد لم یغبن مالک ہیکل بفعلة لویجر جہ من الدار غایتہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر میں داخل ہوا  
 کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اس پر تاوان ہے اور اگر اس نے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اس کے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہیں جب تک وہ چیز ملک  
 نہ ہو جائے اس کے فعل کے سبب سے یا اس کو گھر سے نکال دے جائے کذا فی الخانیۃ یعنی در صورت عدم انکار تاوان نہیں مگر ہلاک یا اخراج سے و حکم الاثم  
 علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مرتب غضب کا گناہ ہے اس شخص کے حق میں جو جانتا ہو کہ مغبوب غیر کا مال ہے ہم غضب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت  
 قال تعالی ولا تاكلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالوں کو آپس میں ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہارے حق  
 اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جب تک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ  
 بالشت بھری زمین غضب کرے گا اس کی گردن میں حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالے گا غضب کے گناہ ہونے میں دانست کی قید اس واسطے لگائی کہ  
 سے گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہو گا کذا فی الخطا وی  
 العین قائمۃ والغرم مالکۃ لفعلة او غیرہ او آفة سماءۃ تستانی اور حکم غضب کا پھیر دینا ہے غضب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اس کا تاوان دینا  
 تلف ہو گئی ہو اس کے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی التستانی ہم غاصب نے مغبوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سودہ اپنے گھر لے آیا اور اس  
 پاس تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اس واسطے کہ غضب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی الخطا وی ولغیر من علم الا غیر ان فلاثم لاد غطاء و ہور فو  
 بالحدیث اور غضب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں اس واسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور حالانکہ  
 پر مؤخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغبوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف المغبوب بان غصب  
 وقیمۃ اکثر و کان الثانی املاً من الاول فان العثمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغبوب منہ یعنی جس کا مال غضب ہو گیا وہ مختار ہے دو چیز  
 غضب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غضب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے  
 مگر جب کہ غضب ثانی وقف مغبوب میں واقع ہو اس طرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غضب کیا ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو  
 ثانی ہو زیادہ تر مال دار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہو گا کذا فی وقف الخانیۃ ہم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب  
 ثانی سے بھرے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت خانیۃ کی موہم ہے لہذا عبارت غانیۃ کا ترجمہ نقل کر دیا



ہوا وہ پر ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اس کی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اس کی قیمت زیادہ ہو گئی دو ہزار درہم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مال دار ہو اس واسطے کہ غاصب ثانی تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ ترافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مال دار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی الطحاوی و فی غصبہا غصب مجلہ فاسئلہ و بیس لبن امر من قیمت العجل نقصان الام اور خانہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے کچھ غصب کیا پھر اس کو ہلاک کیا اور اس کی ماں کا دو دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے کچھ طے کی قیمت کا اور اس کی ماں کے نقصان کا ہم اس واسطے کہ بچہ کا غصب مال کے نقصان کا موجب ہو اگرچہ غاصب کا فعل اس کی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب دہی کراہیتہا من ہم حائل غیرہ ممن نقصانہ ولم یومر بعمارة الا فی حائل المسجد اور خانہ کی کتاب الکراہت میں ہے کہ جس نے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اس کے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اس کو حکم نہ ہو گا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہو گا قنہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کی جاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کی جاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا و فی القنہ تصرف فی ملک غیر ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالك الا اذا تصرف فی مال امرأۃ فماتت و ادعی انہ کان باذنها و انکر الوارث فالقول للزوج اور قنہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعویٰ کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہو گا مگر جب کہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مگرئی اور زوج نے دعویٰ کیا کہ تصرف اس کے اذن سے تھا اور وارث اس کا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہو گا و یجب رد عین المخصوص بالمتمتع غیر لغیر فاشنا فحلتہ اور غصب پر واجب ہے پھر دینا مخصص کا بعینہ جب تک مخصص متغیر بتغیر فاشن ہو گیا ہو کذا فی المجتبیٰ ہم جب کہ مخصص غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اس کا نام اور اس کا عمدہ فائدہ زائل ہو جائے تو مخصص منہ کی ملک اس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اس کا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اس پر لازم ہوتا ہے جہاں بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مخصص ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھر دینا لازم ہو گا اور اگر مخصص دائم ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کے پھر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی الطحاوی مخصص کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر نیا یا قمیص سینا یا گیوں میں کر دہی پکانا فی مکان غصبہ تفاوت القیم باختلاف الاماکن پھر دینا عین مخصص کا واجب ہے اس کے غصب کرنے کے مکان میں بسبب تفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف ویرا برد و ما ولو بغیر علم المالك فی البرزانیہ غصب درہم انسان من کبیر ثم رد ما فیہ بلا علم برئ و کذا الواسع الیہ بحجۃ آخری کہتہ او ابداع او شرأ و کذا الواسع فاکلہ خلافا لثانی زلیعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مخصص کے پھر دینے سے اگرچہ پھر نانا کذا نستکی سے ہو برزانیہ میں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے درہم اس کی تحویل سے غصب کیے پھر ان کو اس میں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسی طرح اگر مخصص نے سپرد کر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق سبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسی طرح اگر مخصص مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اس کو کھا دے تو بری الذمہ ہو گا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزلیعی و یجب رد مثله ان ہلک و موشلی یا واجب ہے پھر دینا مثل مخصص کا اگر وہ ہلاک ہو جائے اور حالانکہ موشلی یعنی کبلی ہے یا دزنی چیز ہے وان القطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان لا یوجد فی البیوت ابن کمال فقہیۃ یوم الخمر و عند ابی یوسف یوم الغصب و عند محمد یوم الانقطاع و رجحانہ ثانی اور اگر موشلی کا مثل منقطع ہو جائے اس طرح پر کہ وہ پایا نہ جاوے اس بازار میں جس میں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اس کی قیمت خصوصیت کے دن کی یعنی جس وقت حاکم کا حکم ہو اس وقت کی دنیا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الخمر کا قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القستانی مخرانہ میں امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اس کو صحیح کہا ہے اور نہایت میں ابو یوسف کے قول کو مینا رکھا ہے اور ذخیرۃ الفتاویٰ میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحاوی و یجب القیمۃ فی ایامی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت ثانی







تو جس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاک مرتباً بوجوب رد العین لانه الموجب الاصلی و در المثل والقیمة مخلص علی الرزح مجلس حتی یعلم الحاکم انہ لولقی  
ظہری لا ظہر ثم قضی الحاکم علیہ البذل من مثل و قیمتہ پھر اگر غاصب منسوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو وہ مجبوس کیا جائے یہاں تک کہ حاکم یہ معلوم  
کر جائے کہ اگر منسوب باقی رہا ہوتا تو البیۃ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اس کو ظاہر کرتا پھر حاکم اس پر عرض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر منسوب مثل ہو  
تو مثل و دادے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت و دادے شارح نے کہا ادعی ہلاکت و جوب رد عین سے مربوط ہے اس واسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل  
اور قیمت مخلص ہے قول رزح یرمخص ہے یعنی جب کہ رد عین متعذر ہو اس وقت رد مثل یا قیمت کی طرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب ہلاک  
عند صاحبہ بعد الرد و عکس لالک ای ادعی ہلاک عند الغاصب و اقاً مال البرمان فبرمان الغاصب اندر وہ دہک عند المالك ادلی خلافاً للثانی ملتقی اور  
اگر غاصب نے دعویٰ کیا منسوب کے تلف ہو جانے کا اس کے مالک کے پاس پھر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعویٰ کیا یعنی اس کے تلف ہو جانے کا  
غاصب کے پاس دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اس نے منسوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی  
پر بخلاف البیوسف کے کہ ان کے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہیں کذا فی الملتقی و لو اختلفا فی القیمة و برہنا فالبیۃ للمالك و سببی اور اگر غاصب اور مالک نے منسوب  
کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونوں گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو مالک کے گواہ مقدم ہیں اور اس کا بیان آگے آدے گا و لونی نفس المنسوب فالقول للغاصب  
اور اگر دونوں نے ذات منسوب میں اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ منسوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہیں ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اس  
واسطے کہ وہ تابع ہے والغصب انما یحقق فیما یتقل فلو اخذ عقار او ہلک فی یدہ بآئۃ سادۃ کغلبہ سئل لم یضمن خلافاً للمحمد و بقولہ قالت الثلثۃ و بیۃ  
فی الوقف ذکرہ یعنی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا اور اس کے ہاتھ میں  
آسمانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین و دہ گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ ان کے نزدیک غیر  
منقول کے غصب پر بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور محمد کے قول پر فتویٰ ہے وقف میں علامہ عینی نے اس کو ذکر کیا ہے و ذکر ظہیر الدین فی  
فتاویٰ الفتویٰ فی غصب العقار و در الموقوفۃ بالضممان وان الفتویٰ فی غصب منافع الوقف بالضممان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاویٰ میں مذکور کیا ہے کہ  
موقوف غیر منقول اور موقوف گھروں کے غصب میں لزوم تاوان کا فتویٰ ہے اور منافع وقف کے غصب میں لزوم ضمان کا فتویٰ ہے موطا دی نے  
کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور در و دونوں کی طرف راجع ہے و فی فوائد صاحب المیض الشری دارا و سکنا ثم اظهر انما وقف او کانت للصغیر منہ و المثل صیانتہ  
الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اس میں رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مستحق  
پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کے واسطے و فی اجارۃ الفیض انما لا یحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراؤک  
الذکر فی الرد و کذا فی الاستحقاق الاجرة انتہی فلیحفظ اور فیض کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہیں ہوتا غیر منقول میں فقط تاوان  
دینے کے حکم میں اور لزوم تاوان کے ماسوا میں تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھر دینے میں یعنی منسوب  
پر منقول کا پھر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو اسی طرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ  
اس پر لازم ہوگا اگر وقف اور مال صغیر نہ ہوتا انتہی مانی الفیض تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قیل قالہ الاستروشی و عماد الدین فی فصولیہما و الاصح انہ ای العقار لضمین  
بالبیع والتسليم قول ضعیف یہ ہے کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہ  
قول اپنی فصول میں کہا ہے و کذا بالاجود فی العقار الواریۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول و ولیت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ولیت  
ہو ایک شخص کے پاس پھر وہ ولیت کا انکار کرے تو اس پر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنع و بالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسی طرح تاوان



لازم ہے گواہی کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کو دینے کے بعد صورت اس کی یہ ہے کہ دو شاہدوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اس کے پاس ہے وہ  
نلانے شخص کا ہے سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدوں نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تادان شاہدوں پر لازم ہو گا زلیعی نے کہا کہ یہ ضمان تھا  
ہے نہ ضمان غصب ولی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعدہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تادان نہیں مگر چند مسائل میں تادان ہے اور انہیں  
تینوں مسئلوں کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسليم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذ النقص العقار بسکناہ وذرارۃ ضمن النقصان بالاجماع اور  
جب کہ غاصب ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تادان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب  
اور مفتی یہ ہے کہ اس میں خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھریا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جس قدر دونوں  
قیمتوں میں تفاوت ہو وہی نقصان ہے فسطی مازاد البذر و محمی المجتبی پھر منصوب منہ غاصب کو اس قدر دے جس قدر بیچ نے اس کی مالیت زیادہ کر دی اور  
تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبئی میں ہم یہ مسئلہ ظاہر مرتبط معلوم ہوتا ہے ماقبل سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت  
کی جاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم ملو نہیں بلکہ وہ تخم جس کے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کی جاوے تو جس قدر  
دونوں میں تفاوت ہو اس قدر مالک غصب کو دے اور اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحاوی وعن الثانی مثل بندہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ  
غاصب کے تخم کی قیمت مثل دے یعنی جس قدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع ولی العیر فیہ ہو الخیار اور صیر فیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو  
بہت رقلعہ وتمامہ فی المجتبئی اور اگر غاصب کا تخم جاتا مالک کو اس کا اکھاڑ ڈالنا جائز ہے اور پورا اس کا بیان مجتبئی میں ہے ہم مجتبئی میں ہے کہ غاصب نے غیری کی زمین  
میں زراعت کی اور کھیت جاتا مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اس کے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور مجھے سے پہلے مالک  
مختار ہے چاہے سب سے دے یہاں تک کہ کھیت جے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحاوی کا یضمن اتفاقاً فی النقلی  
ماقص بفعله کافی قلع الاشجار جیسے کہ منصوب منقول میں بالاتفاق اس قدر تادان لازم ہے جتنا ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قلع اشجار  
میں ضمان لازم ہے ہم منقول منصوب کے نقصان میں مطلقاً ضمان لازم ہے خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہو یا بغیر اس کے فعل کے چنانچہ شرح مسکین  
میں مصرح ہے تو شارح کی تفسیر غیر مناسب ہے کذا فی الطحاوی ولو قطعہا رجل اخر ویدم البناء ضمن ہوا غاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے  
قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہدم تادان دے نہ غاصب کا لو غصب عبداً واجر فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال دہذا ساقل من نسخ الشرح  
لہ خولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اس کو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں  
استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقل ہے بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ  
میں ہم طحاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ تصدیق غلام ضمان نقصان کے معائنہ ہے وان استغله فقضہ الاستغلال واجر المستغلا  
ونقص ضمن النقصان تصدیق بالقی من الغلۃ والاجرۃ خلافاً لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر منصوب کر لیا میں ویاسوا اس کو نقصان عارض ہو کر ایہ دینے  
سے یا ماریت کی چیز اجارہ دی اور اس کو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کر لیا اور اجرت سے اس کو غیرات  
کے بخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک تصدیق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البرازیۃ ان الغنی یتصدق بكل الغلۃ فی الصبح لیکن مصنف نے  
اپنی شرح میں بزازیر سے یہ نقل کیا کہ غاصب تو اگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیر کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک میں منصوب اگر غاصب غنی  
ہے تو دادے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدیق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو دادے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحاوی  
کا لو تصرف فی المنصوب والودیعۃ بان باء ورنج فیہ اذا کان ذلک متعیناً بالاشارۃ چنانچہ اگر منصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اس طرح کہ



اس کو بیچ ڈالے اور اس میں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جب کہ مال منسوب اور ولایت اشارہ کرنے سے متعین ہو م متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ منسوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو زورم اور دینار او بالشرایع بدرہم الو دلیقہ او الغصب و نقد یا متعین ہو خرید سے بواسطہ درہم و نقد یا غصب کے اور انہیں درہم کے ادا کرنے سے ہم طحاوی نے کہا مختصراً در واضح تر یوں کہنا تھا اذا كان متعیناً او غیر متعین و نقد یعنی بیع اور شرائع منسوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا کرنے سے منسوب کے درہم سے کرے یعنی تصدق بمنجھل فیہما اذا كان متعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ولایت کے تصرف میں جب کہ دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جائیں ہوں وان كان متعیناً فعلى اربعة اوجه فان اشار اليها و نقد فكذا لک تصدق اور اگر منسوب اور ولایت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ درہم تو چار صورتوں پر ہیں سواگر درہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کوٹن میں ادا کیا تو اسی متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار اليها و نقد غیر بالاشارۃ یعنی غیر بالاشارۃ و لم يشر و نقد فكذا لا تصدق فی الصور الثلاث عند الکفر فی قبیل و بہ لفتی و المختار ان لا یکل مطلقاً کذا فی الملتقی و لو بعد الضمان ہوا تصدق کافی فتاویٰ التوازل اور اگر درہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور ان کے سوا اور درہم ادا کیے یا اشارہ کیا ان کے غیر کی طرف اور غصب کے درہم دیے یا مطلق درہم مذکور کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے درہم دیے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کفری کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقاً حلال نہیں کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ نوازل میں مذکور ہے و مختار بعضہم الفتویٰ علی قول الکفری فی زمانہ اکثرۃ الحرام و ہذا لک علی قولہما و عند ابی یوسف لا تصدق بشئ منہ کا لوقتلف الجنس ذکرہ الزلیعی فلیحفظ اور بعض فقہوں نے کفری کے قول کا فتویٰ مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طریقین کے قول پر مبنی ہے اور ابویوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زلیعی نے اس کو ذکر کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اس طرح کہ تاوان میں درہم دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اس پر واجب نہیں اس واسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن الزلیعی مختصراً ان غصب و غیر المنسوب فزال اسمہ و اعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور منسوب کو غیر کر دیا سو اس کا نام اور اعظم منافع یعنی اس کے اکثر مقاصد زائل ہو گئے م زوال اسم کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر کبریٰ غصب کر کے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان نقصان میں مختار ہے اس واسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اس کو حلال بکری ہوتے ہیں احتراز میں درہم سبکھا بلا ضرب فان زوال اسمہ لکن یقی اعظم منافعہ و لذل لا یقطع حق المالك عنه کافی محیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیاً عن اعظم منافعہ کا لفظ ملاحظہ وغیرہ شائع ہے کہ اعظم منافع کی قید ان درہم سے احتراز ہے جن کو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سک تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہو گیا لیکن اس کا اعظم منافع باقی ہے یعنی ٹمن ہونا اور آرائش اور اسی واسطے مالک کا حق درہم مشبوک سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے معنی نہ ہو گیا کہ صاحب درہم ملاحظہ وغیرہ نے گمان کیا ہے ہم اعظم منافع کی مثال مثلاً گیسوں کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اس واسطے کہ مسلم گیسوں سے جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ جن کا لینا اور پیسہ پکانا وہ پیسے سے فوت ہو گئے کذا فی المنع او اختلط المنسوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کا اختلاط بہ برہ او یکن کبرج بشعیر فتمنہ و ملکہ بلاصل ارتفاع قبل او ارضمانہ ای رضی مالک با دابر او ابراہیم و تفہیم قاض یارب مل گیا منسوب غاصب کی ملک سے اس طرح کہ اس کا جدا کرنا متعین ہو چنانچہ مالک کے گیسوں کا مل جانا غاصب کے گیسوں سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیسوں کا اختلاط جو سے تو ان تینوں صورتوں میں غاصب تاوان اس کا دے اور اس کا مالک جو جاوے گا بلاصل ارتفاع قبل ادا کرنے اس کے تاوان کے ادا کرنے ضمان سے رضائے مالک مراد ہے خواہ رضا ادا کرنے سے ہو یا مالک کے معاف کر دینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو مگر تاوان لینے سے رضائی نہ ہو تو غاصب کو اس کا کھانا یا باغیر کو کھانا







خلافا لہذا اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اس کا مالک نہ ہوگا اور وہ اس کے مالک کی ملکیت ہے بخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اس واسطے مفت مالک ہوگا کہ صنعت سے نقطہ وجود اور عمدگی حاصل ہے اور وجود مال ربوی میں متقدم نہیں فان فسخ شاة غیرہ و نحوہ مایکل طرحا مالک علیہ واخذہ فیہ لیس فیہ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذکور کو غاصب پر ڈالے اور اس کی قیمت اس سے لے یا چاہے مذکور لے اور غاصب سے اس کے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کرے گا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی و کذا فی المحکم لو قطع یدہ او قطع طرف دابة غیر ماکولہ کذا فی الملتقی قیل و لفظ غیر سرید نہنا قلت قولہ غیر سرید غیر سرید ثبوت الخبر فی غیر الماکولہ ایضا اگر لکن ہذا مختار رہا اخذہ لا یضمنه شیئا و علیہ الفتویٰ کا نقلہ المصنف عن العمادۃ لیمحفظ بخلاف طرف العبدان فیہ الارش اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے غاصب سے ہر جانور ماکول اللحم کا لہذا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہر پاؤں کا مالک کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سرید ہے یعنی شیک نہیں اس واسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سرید بھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اس کا لینا اختیار کرے تو اس سے کچھ ضمان نہ لے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے بخلاف قطع دست غلام کا اس میں تو خونہا ہے ہم میوں میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا بچہ ہلاک کر ڈالے اس کا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور مذکور یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہے کسی اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتویٰ ہے انتہی توجہ ملتی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی ہے الحاصل نیا مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اس کے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اس کے دینے اور اس کی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتویٰ تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتی کے کلام کے مانند ہے اساک اور رجوع بالنقصان میں مالانکہ بلا شک بہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں غیر صواب ہے کذا فی الطحاوی او خرق ثوبا فاعطاه فموت بعض العین و بعض نفعہ لاکلہ فلو کہ ضمن کلہا یا غاصب نے کپڑا پھاڑا بخرق فاش خرق فاش و مہر جو فوت کر دے کچھ کپڑے اور کچھ اس کی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق فاش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اس کی قیمت اس سے لے یا چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے و فی خرق لیسیر فقہہ و لم یفوت شیئا من النفع من النقصان مع اخذ عینہ لیس غیرہ لقیام العین من کل وجہ الم یجد و فیہ منقہ او یكون ربویا کما بسطہ النبی اور جس پھاڑے میں ہلاک نقصان ہے اور فرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کر دیا تو مالک نقصان کا تاوان لے بعینہ کپڑا لینے کے ساتھ اس کے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اس میں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جس میں بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ ربوی نے اس کو مشروع بیان کیا ہے ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے منقطع ہو گیا ربوی نے کہا خرق فاش کا حکم یعنی تخیر مالک سب چیز میں جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اس واسطے کہ یہاں تعیب فاش ہو یا لیسیر مالک کی تخیر ثابت کرتی ہے اساک عین میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اس واسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے بیاج ثابت ہوتا ہے ومنہ یعلم جواب حاشیہ دی نصبت حیاضہ ففوتہ بموجبہ بالذہب فزال بموجبہما بخیر مالکین تضمینہا بموجبہ او اخذہ بلا شی لا ینابیح مستلک اور اس سے یعنی او کیون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جس پر سونے کا طبع ہے سو اس کا طبع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک



اس کا مختار ہے چوڑی طبع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اس واسطے کہ طبع کاری تابع مستلک ہے ہم اور اس واسطے کہ بیاب لازم تھا ہے کذا فی المطاویء ولو کان مکان الغصب شراء بوزنها ففرضه فلا رد لغيرها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فانما غنمته فقل من صرح به قاله شيخنا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اس کے برابر وزن چاندی سے پھر طبع اس کا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب عیب طر کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاب کے تو غنیمت جان اس جواب کو اس واسطے کہ کمتر فقہانے اس کی تصریح کی ہے یہ کہ ہے ہمارے استاد یعنی خلیل الدین رثی نے ومن بنی او عرس فی ارض غیرہ بغیر اذن امر بالقلع والرد ولو قیمة الساجۃ اکثر کا اور میں نے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اس کے بلا اذن تو اس کو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑنے کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جائے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ولما لک ان فیمن لہ قیمتہ بناء او شجر امر بقلعه ای مستحق القلع فیقوم بدوھا ومع احدھا مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض به ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت یا عمارت کا جس کے قلع اور قلع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدو کن عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کی جاوے ساتھ اس عمارت اور درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جس قدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان دے ولو زرعھا بغیر العرف فان اقتسموا الغلة انھا قافا واز باعا معتبرا والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل وامانی الوقف فتجب المحقة والا جرة بكل حال فصولین اور اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفانصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا اعتبار ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اس پر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین ہم ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھتے پر راضی ہو یا اس کے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضائے القائے زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الجلبی غصب لو یا فصبغہ لبرة لالوان بل لحقیقة الزیادة والنقصان او سولیا فکنتہ لیسمن فالمالک یخیر ان شاء ضمنہ قیمتہ لو به ابیض ومثل السولق غیر فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا دسماہ ہنا مثلاً لقیام القیمۃ بمقامہ کذا فی لا احتیاء وقد منا قولین عن المجتبیٰ کٹر غصب کیا پھر اس کو رنگارنگوں کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا مستوجب کیا پھر اس کو کسی سے سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستوں کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستوں کی بھی مذکور ہے اس واسطے کہ ستوبریاں کرنے سے مثلی باقی نہ رہے اور یہاں مصنف نے اس کو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اس کی قیمت کے مقام اس کے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں مجتبیٰ سے نقل کر کے کہ ستوں کے مثلی اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان شذلا اخذ المصوغ او المثلوت وقرم ہازا والبصغ وقرم السنن لانه مثلی وقت انفصالہ بلکہ والبصغ لم یبق مثلیا قبل انفصالہ بلکہ لا متزاجہ بالاجتبیٰ اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا سنوے اور جس قدر رنگ سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اس کا اور گھی کا تاوان دے اس واسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی در باقیل از انفصال بلکہ مالک بسبب مل جانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبیٰ و غاصب الغاصب المخصوص علی الغاصب الاول میرا من ضمانہ غاصب کے غاصب نے منصوب پھر دیا پہلے غاصب کو تو منصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کا لو ملک المخصوص فی ید غاصب الثانی فاوی القیمۃ الی الغاصب فانہ میرا ایضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر منصوب ہلاک ہو گیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اس نے اس کی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام میں منصوب کے اذاکاں قبضہ القیمۃ معروفا بقضاء او بیئۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسه وغاصبہ عمادیہ ادا ئے قیمت سے غاصب ثانی اس وقت بری الذمہ ہوگا جب کہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا



معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گوہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہو گا کذا فی العمدۃ یعنی جب کہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کرے گا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جب کہ مالک غاصب ثانی سے در صورت اقرار مذکور قیمت لے گا تو غاصب ثانی غاصب اول سے قیمت پھر لے گا بسبب اس کے اقرار کے غصب شنیعاً ثم غصباً آخر منہ فاراد مالک ان یاخذ لبعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فلو ذلک سراجیۃ والمالک بالخیار فی تضمین ایہا شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یلزم ترک تضمین الآخر وقیل بیک عمدۃ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اس کو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیۃ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جب کہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اس کے بھوٹنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہے گا اور بعضوں نے کہا مالک رہے گا کذا فی العمدۃ الاجازۃ لا تلحق الا تلف مال غیرہ تعد یا فقال المالک اجرت اور ضمیمت لم یأمن الضمان اشباہ مغیرا للبرازیۃ لکن نقل المصنف من العمدۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہواصح قال وعلیہ تلحق الاتلاف لا من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازۃ للاحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہو گا کذا فی الاشباہ منقولاً من البرازیۃ لیکن مصنف نے شرح میں عمدۃ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اس کے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی اس واسطے کہ اتلاف منجمۃ افعال کے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے جمعی نے کہا بعض افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعض ایجاد و توشیح کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہ ہو کذا فی المططاوی کسر الغاصب الخشب کسر افا حشالم بیکہ ولو کسرہ الموموب لم یقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاش توڑی تو اس کا مالک نہ ہو گا اگرچہ اس کی قیمت زیادہ ہو جائے توڑنے سے کذا فی القنبۃ اور اگر لکڑی کو موموب نہ توڑے تو دایب کے پھر لینے کا حق منقطع نہ ہو گا کذا فی الاشباہ و فیہا اجرت الغاصب و در اجرتہ الی مالک تطیب لہ لان اخذ الاجرة اجازۃ اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اس کی اجرت مالک کو پھر دی تو اس کو یہ حال ہے اس واسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل ملحقہ شارح کے استعارہ منشاراً فالقطع فی النشر فوصلہ بلاذن مالک القطع حقہ و علی المستعیر قیمتہ منکرہ شرح و ہبائیۃ آرا ماریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا پھر نے میں سواس نے جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اس سے منقطع ہو گیا اور مستعیر پر ٹوٹے آسے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبائیۃ رکب دارینہ لا طفاء حریق و تقع فی البکر فاندہم لشیء برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحرق عام لکان لکل دفعہ جوہرۃ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہو گئی اس کے چڑھنے سے تو اس پر کچھ ضمان نہیں اس واسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اس کے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الجوہرۃ ولا یجوز دخول بیت النساں الا باذنہ الا انی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا گھسا اس کی اجازت ہے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کھار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے والہذا علم و فیما اذا سقطتوبہ فی بیت غیرہ دخان لواء علمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جب کہ ایک شخص کا پٹر انگریز کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اس کو غیر کر دوں گا تو وہ اس کو خود بار کھے گا محض قبر افد فن فیہ آخریتا فمعلی ثلثہ اد جہان الارض للخاص فہ بشرہ لہ تسوینہ وان مباہتہ فہ قیمتہ حفزہ وان وقفانکذک ولا یکرمہ لوالارض تسخلان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود رکھی سو اس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی ملک ہو تو اس کو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مبارک ہو تو اس کو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اجرت ملے گی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اس کی اجرت ثابت



ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اس واسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گام و لواحقہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اس میں دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص مزامت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزامت کرے اور پہلی صورت میں دفن کرے گا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابواللیث نے اس واسطے کہ جس نے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مرے گا کذا فی الطحاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذن ولا ولایت الا فی مسائل مذکورۃ فی الاستبہاء جائز نہیں تصرف کرنا نیز کے مال پر بدون اس کے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو استبہاء میں مذکور ہیں مگر مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مرخص کے واسطے ما یحتاج خرید کرنا بغیر اس کے اذن کے جائز ہے اور اسی طرح والد کو فرزند کے واسطے اس کے مال سے خرید درست ہے لیکن اور چیز سولے طعام اور دو کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اس واسطے کہ ما یحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے و دوسرا مسئلہ یہ کہ مودع کو صاحب دولیت کے والدین پس بدون اس کے اذن کے صرف کرنا اس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل کرنا ممکن نہیں اور اس پر ضمان لازم نہ ہو گا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رقیق سفر میں مر گیا تو باقی رقیقوں نے اس کا اسباب بچا اور اس کی تجہیز و تکفین اس کے ثمن سے کی اور باقی ثمن اس کے وارثوں کو دیا تو ان پر ضمان نہیں غصب حارۃ فیتعاجل شہا فاکل الذب ضمنہ کانی معایۃ الوہبانیۃ ۵ غاصب شئی کیف یضمن غیرہ ۴ بولیس کہ فعل بما یتغیر ۴ گدھی ایک شخص نے غصب کی سوا اس کا بچہ اس کے پیچھے لگا چلا گیا سوا اس کو بھیڑ یا کھا گیا تو غاصب پر اس کا تادان لازم ہو گا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چہستان میں یوں مذکور ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر منصوص کا اور حالانکہ اس کا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جائے مگر مالگیری میں ہے کہ غیری کی گدھی بلا اجازت ہانک لے گیا اور بھیڑ یا اس کا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اس نے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لے گیا ہو تو اس پر تادان لازم ہو گا اور اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اس کے ہانکنے کے تو اس پر بچہ کا تادان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ بچہ کو بھی وہ ہانک لے گیا اس واسطے وہ اب متعدی ٹھہرے ۴ غاصب نہرہل لہ منہ شربہ ۴ بولہ ثم نہر طامیر لا مطہر ۴ اور نہر کے غاصب کو اس میں سے پینا درست ہے یا نہیں اور کیا وہاں نہر طامیر غیر مطہر ہے یا نہیں م سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اس کے مکان کو بٹایا ہو تو اس میں سے پانی پینا اور وضو کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اس واسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور قوضی درست ہے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طامیر غیر مطہر ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ **فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی غیب بمعنیۃ ما غصبہ وضمن قیمتہ مالکہ ملکہ عند مالک مستند الی وقت الغصب** قسم لہ الاکساب لا الا ولاد ملقی غاصب نے جو غصب کیا اس کو غائب کر ڈالا اور اس کی قیمت کا مالک کو تادان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اس کا مالک ٹھہرے گا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغبوب کی کائیاں حلال ہوں گی نہ اولاد مغبوب کذا فی الملحق والقول لہ ہمینیہ لوانتلفا فی قیمتہ ان لم یرین مالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا اگر غاصب اور مالک نے مغبوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برین او برہنا فللمالک ولا تقبل بنیۃ الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادۃ ہوا صحیح زلیعی پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اس واسطے کہ وہ شہادت ملقی زیادتی پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزلیعی ونقل المصنف عن الجواب لوقال الغاصب اذا مودع المتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت انہا قل ما لوقولہ فالتقول للغاصب بحدیۃ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جوابہ سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کے میں مغبوب اور دولیت



کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اس کی اس سے کم تر ہے جو مالک کتنا ہے تو غاصب اور اسی طرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاوے گا مگر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارۃ تک منتہی ہو گئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ غاصب بوجہ اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان نکمل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجملہ بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لی جاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادت کی قسم کی اس کو لازم ہوگی ولو حلف المالك ايضا علی الزیادۃ اخذ ما اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اس کو لے گا غاصب سے ثم انظر الغصب للغاصب اخذہ وقع قیمۃ اور وہ واخذ قیمۃ وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اس کے اگر غصب ظاہر ہو تو غاصب کو جائز ہے غصب کا لینا اور اس کی قیمت دینا یا غصب کا مالک کو پھیر دینا اور اس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر الغصب وہی ای قیمۃ اکثر مما ضمن او شئہ او دونه علی الاصح عنایت فلا دلی ترک قولہ وہی اکثر مما ضمن بقولہ اخذہ المالك وروعه او مضی القیمان پھر اگر غصب ظاہر ہو اور حالانکہ اس کی قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان یا برابر ہے اس کے یا کمتر ہے اس سے بقول الاصح کذا فی العنایت اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اپنے قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے غصب اور عوض اس کے جو ضمان لیا ہے پھر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایت کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول الاصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا دلاخیا للغاصب لو قیمۃ اقل للزومہ باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملک بالظمان للاختیار عیب وحقہ جتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت غصب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہاں جب مالک ضمان کا مالک ہو گا تو اس کو اختیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی الجتبی م اس واسطے کہ ضمان غصب ظمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اس کو لازم ہونا چاہیے ولو ضمن بقول المالك او مرأته او نكول الغاصب فنكوله ولا خیار للمالك ردناہ حیث ادعی بہ المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اس کے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو غصب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا ملوک ہو گا اور مالک کا اس میں اختیار باقی نہ رہے گا اس کی رہنمائی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اسی مقدار کا دعویٰ کیا و ان باع الغاصب الغصب فضمنه المالك لفضلیۃ بیعہ اگر غاصب نے غصب کو بیع ڈالا پھر مالک نے اس کا تادان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاوے گی و ان مرای الغاصب لان تحریر المشتري من الغاصب نافذ فی الاصح عنایت ثم ضمنه لان الملك الناقص يكفي لنفاذ البيع لا العتق اور غاصب نے غصب کو آزاد کر دیا پھر ملک نے اس سے اس کا تادان لیا تو متفق نافذ نہ ہو گا اس واسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اس واسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول الاصح میں نافذ ہے کذا فی العنایت و زر وائد الغصب مطلقا کمن ضمن او منفصلہ کہ بر ذرا مانتہ لا تضمن الا بالتعدي او المصع بعد طلب المالك لانها امانة اور غصب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فرہی اور غصب کی زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودھ اور بچل امانت ہیں غاصب کے پاس ان کا تادان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اس کے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہو گا اس واسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں م یہاں دعویٰ اور دلیل ایک ہی ہو گیا تو اگر شارع یوں کتا کہ زوائد میں اس واسطے تادان نہیں کہ ان میں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہو تا کذا فی الطحاوی ولو طلب المتصله لا تضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تادان نہیں و ما نقصته الجاریۃ بالاولاۃ مضمون و یکبر لولدہ بالقیمۃ او بغیرۃ ان دنی بہ والا فیسقط بحسابہ اور جاریہ غصب نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اس کا تادان غاصب پر لازم کیا جاوے گا اور لو بیوی کا جبر نقصان اس کے دلہ کی قیمت یا اس کے حرہ سے کیا جاوے گا اور اگر اس کے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت دلہ نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو مگر ہو تو اس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جائے



م یعنی اگر جاریہ منصوبہ کی قیمت سودرم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اس کے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہے تو جبر نقصان ہو گیا لہٰذا دی اور اس کا ولد مالک کو پھر دیا جائے غصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ہم سے اس قدر ساقط کر کے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے جبر نقصان اس وقت ہوگا جب کہ ولد زندہ پیدا ہو والا غزوہ سے جبر نقصان ہوگا غزوہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو اس پر غزوہ یعنی دیت واجب ہوگی اسی سے جبر نقصان کیا جائے گا ولومات و بالولد و فاکفی ہوایصح اختیار اور اگر جاریہ منصوبہ غاصب کے پاس گر گئی اور اس کے ولد کی قیمت اس کی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے ہی قول اصح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں زنی یا مہمہ منصوبہ ای غصباً فرداً حالاً فمات بالولادة ضمن قیمتہا یوم علق زنا کیا اس جاریہ سے جس کو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھر دی سودہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر اس کی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اس کی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی م چونکہ رد فاسد بخلاف اس پر ضمان لازم ہو یعنی جب اس نے غصب کی تھی تو اس میں تلف ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اس نے پھر دی تو سبب تلف اس میں موجود تھا یعنی حل تو پھر صحیح نہ تھا بخلاف الحرة لانہا لا تضمن بالغصب یبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ منصوبہ کے پھر دینے کے یعنی اگر حرہ منصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اس کو پھر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولور دالمحرمۃ فمات لا تضمن اور اگر جاریہ منصوبہ پھر دی اور حالانکہ اس کو تپ تھی سودہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اس واسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں وکذا لوزن عند فرداً فجلدت فمات بطلقی اور اسی طرح غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ منصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھر دی پھر اس پر بیب زنا کے کوڑے مارے گئے سودہ اس کے سبب سے مرگئی کذا فی الملتقی ہم زلیعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولوزنی بہا واستولد باثبیت النسب والولد رقیق در اور اگر غاصب نے جاریہ منصوبہ سے زنا کیا اور اس کو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وکذا فی منافع الغصب استوفوا ما اؤعطاکم فاننا لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا ان کو معطل چھوڑا ہو ان کا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے دیوہدی بعض المتون ومنافع الغصب نیز مضمونہ الخ لکن لا یلائم ما یاتی من عطف غیر المسلم الخ مع انه اخضر فتدبر اور متن کے بعض نسخے میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمونہ الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آدے گی یعنی عطف کرنا غیر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اس کو نوکر الانی ثلث فیجب اجماعاً علی اعتبار المتأخرین ان کیوں المنصوب وقفاً للسکنی او لا استقلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجماعاً ثلث واجب ہے بموجب اختیار کرنے فقہائے متأخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ منصوب دقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے واسطے دقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے دقف ہو او مال یتیم الانی مسئلہ سکنت امر مع زوجہانی دارہ بلا اجر لیس لہما ذلک والا جر علیہما کذا فی الاشباہ مغزیاً لوصایا القییمہ یا مال یتیم کے منافع منصوب میں اجرت مثل واجب ہے مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہیں اور ان پر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ اشباہ میں قینکی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت ولستی ایضاً سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لاشی علیہ وکذا الاجنہی بلا عقد قبیل دار الیتیم کا لوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسی طرح اس اجنبی شخص واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر دقف کی مانند ہے وجوب اجرت میں مطلقاً انتہی قول المصنف ہم مفتی ابوالسعود نے کہا یہی قول معتد ہے کہ مال یتیم دقف کے مانند ہے تو درحقیقت کچھ استثنیٰ نہیں قلت ویکن مل کلا الفرع علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المعتد انہا کا لوقف فنجب الاجرة علی الشریک والزوج لکون سکنی المرأة واجبة علیہ وهو غاصب الدار الیتیم فتکرمہ الاجرة ورافتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنیٰ کے دونوں مسئلوں کا حل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متأخرین کے قول معتد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر







مکان میں جب کہ ایک شریک اس میں سکونت کرے غالب ہو کر بدون اذن کے تہاجرت لازم ہوگی اور غصب کبیت الرحمن اذ اسکنہ المؤمن ثم بان للغير معدا لاجارۃ فلاشی علیہ با سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص ملک ہے درانی ایک دہا جارہ کے واسطے مہیا ہے تو مرتن مذکور پر کچھ ضمان نہیں بقی لواء الغاصب احد بافعلى المتاجر المسمى لاجرا مثل ولا يلزم الغاصب الاجر بل يرد ما قبضه للمالك استباه وقبضه باقى رہی یہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معدلا استفلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو متاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہ ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاستباه والقنیه فی الشرع والایۃ وینظر ما لو عطل المنفعة بل یضمن الاجرة کما لو سکن اور ثمر بن لایمیں ہے اور اس میں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے کیا اجرت کا فاضل ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں وہ ملک خمر المسلم و خمر برہ بان اسلم رہانی دیدہ اذا اطلقها مسلم اذ ذی فلا ضمان اور بر خلاف مسلمان کے شراب اور سور کے اس طرح پر کہ کافر مسلمان ہو اور شراب اور سور اس کی ملک میں باقی رہے جب کہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہیں یعنی اس واسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال متقدم نہیں وضمن المتلف المسلم قیتمہ لان الخمر فی حقنا قیسی حکما لوکان الذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنے والا دونوں کی قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کا ذمی کی ملک ہو قیمت کا تاوان ہو اس واسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے م ضمان اس واسطے لازم ہو کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقدم ہے اور اگرچہ شراب شنی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اس کی تملیک اور ملک سے منوع ہے لہذا اس کی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف یوز الامام او مامورہ برئ ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا ل محمد مجتبیٰ ضمان اس وقت واجب ہوگا جب کہ تلف کرنے والا بادشاہ یا اس کا مامور نہ ہو جو خلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک تلف کرنے کا بر خلاف محمد کے کذا فی المجتبیٰ م یعنی اگر بادشاہ یا اس کا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر ان کو تلف کر ڈالے باعتبار تعزیر کے تو اس پر ضمان نہیں منع الغفار میں ہے کہ ذمی نے دارالاسلام میں خمر اور خمریری بیع علانیہ کی تو اس کو منع کیا جائے گا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خمریر کو قتل کرے تو اس پر ضمان ہے لیکن اگر اہل یم یہ کرے تعزیر جان کر تو اس پر تاوان نہیں نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی یتۃ دم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اس واسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف مالوا شتراما ای الخمر منه ای الذمی وشرہا فلا ضمان ولا ثمن لادفعہ تبسلیط بالعبۃ بخلاف غصبہا مجتبیٰ اس مسئلہ کے اگر شراب ذمی سے خمیر کی اور پی تو نہ اس پر ضمان ہے نہ ثمن اس واسطے کہ شتری نے یہ فعل اس کے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب غصب کرنے کے کہ اس میں تسلط مالک نہیں لہذا اس پر ضمان ہے کذا فی المجتبیٰ وفيہ تلف ذمی خمر ذمی ثم اسما او احدہما لاشی علیہ الا فی روایۃ علیہ قیتمۃ الخمر اور مجتبیٰ ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اس پر تاوان مذکور ہے غصب خمر مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کخطۃ او ملح سیر لا قیمۃ لہ او شمس او غصب جلد یتۃ فدلجہ بہ ہالا یتۃ کہ شراب وشمس اخذہما المالك فجبان شراب مسلمان کی غصب کی پھر اس کو سرکہ بنایا اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ تھوڑے گیسوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جس کی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھ کر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اس کی دباغت کی اس چیز سے جس کی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت سے گاؤں لگاؤ اطلقہا ضمن لا لو تلفہا لیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کرے گا تو ضمان دے گا اور اگر وہ خود بخود تلف ہو تو اس پر ضمان نہیں و فی شرح الوہبیا یضمن قیتمۃ مدبوغنا و احمده فی التلقی اور شرع و ہانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر طقی میں اعتبار کیا ہے م یہ ضمان صورت اتلاف ہے کذا فی الطہادی ولو خللہا بذی قیمۃ کالمح الکثیر والخل ملکہ ولاشی علیہ لاکہ خلافا لہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ نمک اور سرکہ ڈال کر تو غاصب اس کا مالک ہو جاوے گا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں بر خلاف صاحبین ولو بلغ بہ بذی قیمۃ کقرظ و



الجملہ اخذہ المالك وروما زاد البغ اور اگر قیمت دالی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ بھول کی چھال اور مانوسے تملک اس کو لے اور جس قدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہو گئی وہ غاصب کو پھر دے دالغاصب جسے حتی یاخذ حقه اور غاصب کو جلد مدبوع کاروک دکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو تلف لا یضمن کا تلف اور اگر غاصب جلد مدبوع مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دے گا چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے دالضمان بالامان المیتہ ہو لو لونی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مزار ذمی کا ہو دالامان متروک التسمیۃ مردار لو لم یبیعہ ملتقی لان دلایۃ المحاجۃ ثابتہ اور نہ اس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جس پر نام خدا موات ترک کیا اگرچہ متروک التسمیۃ اس شخص کا ہو جو اس کو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اس واسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار ضعیف مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ دلاتا کواہمالم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزوف بکسر المیم آلہ اللہ وولو لکافر ابن کمال قیمتہ نشا منحو تا صالحمال غیر اللہ واور بابے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اس کی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اس کی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا مگر بکسریم عبارت ہے آلہ لہوے یعنی گانے بجانے کا باجام معارف چنانچہ بربط اور مزار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنع قاضی خان نے کہا صالح غیر اللہ کا مطلب یہ کہ دف توڑنے میں اس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں ردئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اس چوبی پیالہ کا ضمان دے جس میں شریذ وینہرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیۃ لا یشل باراقۃ سکر و منصف بچی بیانہ فی الاثریۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشریہ میں سکر اور منصف کا بیان آدے گام سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جب کہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جابل جاوے اگر پر خوش کرنے سے کذا فی النذایۃ وصح بیعہا کلہا و قال لا یضمن دالایصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودر روز ملی وینہرہ باقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور ضمان نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز و نوا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی والمدر والنزیعی وغیرہ اما طبل الطراۃ زاد فی نظم الخلاصۃ والھیادین دالذی یباح ضربہ فی العرس فضمنون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الخطر میں یہ زیادہ کیا ہے اور کذا لکھل اور وہ دف جس کا بجانا شادی میں مباح ہے تو اس کے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ وکحو لا کلبش نطوح وعاتۃ طیارۃ و دیک مقال وصدھی میث تجب قیمتہا غیر صالحہ لہذا الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے دالی لونڈی اور اس کے مانند کی چنانچہ مگر مارنے والا ینڈھا اور اڑنے والا بکوتر اور مرغ لٹنے والا اور خوبہ غلام کیونکہ ان کی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ہم یعنی جاریہ میر مغنیہ اور غلام میر غصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فملکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقدم المدبر دون ام الولد و قال لا یضمنہا لتقدمہا اور اگر ام ولد کو غصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقدم ہونے مدبر کے ذام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اس کے مال متقدم ہونے کے سبب سے مدبر کی قیمت وثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سو ہی حد ہے حل قید عبد یزید ودر باط وابتہ افتح باب اصطبلہ و قفص طائرہ قدسیت ہذا الذکورات اوسعی الی سلطان بمن یوزیر الیہ ان لا یدفع بلارفع الی سلطان اوسعی بمن یشتر الفسق ولا یمتنع بنیتہ او قال سلطان قد یغرم وقد لا یغرم فقال انہ وجد کفر افرغرمہ السلطان شیلہ لا یضمن فی ہذا الذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اس کے جانور کے باندھنے کی سی کھول دی یا اس کے اصطبل کا دروازہ کھول دیا یا اس کے چڑیا کے خیرے کی کھڑکی کھول دی سو یہ سب میزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حکم سے نالاش کرنے کے وہ سنگم رانتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اس کے منع کرنے سے بار نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس مروی یا فاسق پر یا خزانہ پانے والے پر کچھ نہ

ملکہ سکر متعین نہیں مگر کافی قول تعالیٰ فخذون منہ سکر در زقاہن ۱۲۱۵ قول مفتی بر صاحبین آنت کہ ہر گنبدہ ساز و نوا تاوان نیست و بیع آنہا صحیح نہ ۱۳۲



ڈال دیا تو ان مجرموں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جادے کا یعنی نہ غلام اور نہ گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانٹ ڈالنے کا ولور غلام سلطان  
 البتہ بمثل ہذہ السعایہ ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اس طرح کی پھٹی سے تو چھوڑ دے وکلا یقیناً لوسعی بغیر حق عند محمد و جبرالہ  
 ای لیسائی و بہ لیسائی و عز و لو لیسائی بعد التلق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چھوڑ پر محمد کے نزدیک اگر اس نے ناحق چھٹی کھائی و جوہ ضمان چھوڑ  
 کا جہر اور توبیخ کے واسطے ہے تاکہ دوبارہ ترک نہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کو تعزیر دی جائے اور اگر چھوڑ غلام ہو تو اس سے تاوان کا مطالبہ کیا  
 جائے آزاد ہونے کے بعد ولومات السامی للمسمی بہ ان یا خذ قدر الخسران من ترکہ ہوا یصح جواہر الفتاویٰ اور اگر چھوڑ مر گیا تو اس کو جس کی اس نے  
 چھٹی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اس کے متروکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاویٰ ونقل للمصنف انہ لومات الشکو علیہ بسقوطہ من سطح لوفہ غرم  
 الشاک دیتہ لالومات بالهرب لندورہ و قد مر فی باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی حمادیہ سے اور اس کا حکم کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا  
 پر سے مگر کے اس کے خوف کے سبب سے تو شکوکہ کرنے والا اس کی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب دیت  
 موت کے ضرب سے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقة میں امر شخص عبد غیرہ بالا باق او قال لا قتل نفسک ففعل فلک وجب علیہ قیمتہ  
 اور ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اس نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اس نے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت  
 غلام کی واجب ہو گئی و لو قال لا تلف مال مولاک فاتفق لا یضمن الامر والفرق ان امرہ بالا باق والقتل صادر غاصباً لا استعلا فی ذلک الفعل بامرہ بالاتلاف لا یصیر  
 غاصباً للمال بل للعبد و ہوا قائم لم یتلف و انما التلف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولیٰ کا مال تلف کر سو اس نے تلف کیا تو امر کرنے  
 والا شخص تاوان نہ دے اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اس واسطے کہ اس نے غلام کو استعمال  
 کیا اس فعل میں اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہر بلکہ غلام کا غاصب ٹھہر حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہو گیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے  
 ضل سے ہو و اعلم ان الامر لا یضمن علیہ بالامر الا فی سنتہ اذا کان الامر سلطاناً او اباً او سیداً او الامور صبیاً او عبداً امرہ بالاتلاف مال غیر سیدہ اذا امرہ بضر باب فی عاٹ  
 العیر غرم الحافر و رجح علی الامر استنباه اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھو امر کرنے والوں پر ضمان ہے جب کہ امر بادشاہ ہو یا باپ  
 یا مولیٰ یا امور صغیر ہو یا وہ غلام جس کو امر نے مولیٰ کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جب کہ اس کو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو  
 کھودنے والا تاوان دے اور کھودنے والا امر کرنے والے سے بھرنے کذا فی الاستنباه سلطان امرہ اس واسطے ضمان ہوا کہ اس کا امر کر رہا ہے کیونکہ امور جانتا ہے  
 کہ اگر میں اطاعت نہ کروں گا تو وہ عقاب کرے گا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہو گا نہ امور پر اور پدر امر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ  
 اس کی زمین میں آگ جلا دے سو اس نے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان باپ پر ہو گا اس واسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر  
 اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ہر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اس کو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہو گا بسبب فاسد  
 ہونے امر کے اور امر مولیٰ کی صورت یہ ہے کہ مولیٰ نے غلام یا امور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اس کا مولیٰ امر پر ہو گا اور صغیر امور کی یہ صورت ہے کہ کسی مجبور سے  
 کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھردہ چڑھا اور گر پڑا تو اس کی دیت شخص امر کی بلوری پر ہو گی اور عبد امور کا مقترب مذکور ہو چکا جامع الفصولین  
 میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اس کا امر پر ہے نہ حاضر پر اور اگر یوں نہ کہے کہ میرے واسطے کھود  
 امر پر ہو گا بلکہ حاضر پر ہو گا کذا فی الطحاوی استعمال عبد الغیر لنفسہ بان ارسلنی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد او قال فلک العبد الذی استعملت فی خیر من قیمتہ ان  
 ان ہلک العبد حمادیہ کام لیا نیز کے غلام سے اپنی ذات کا اس طرح کہ اس کو اپنی حاجت میں بھیجا اگر چہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے کہا جس کو  
 اس نے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اس کی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا حمادیہ یعنی اس واسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرے



و فیما جاء رجل الى اخو وقال اني اناستعملني في عمل فاستعمله فملك ثم ظفر انه مبدع منه علم اولم يعلم هذا اذا استعمله في عمل نفسه او عماده فيه من ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس آیا اور بولا کہ میں آؤ ہوں سو مجھ سے کوئی کام لے سو اس نے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اس کا تادان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ اس وقت ہے جب کہ اس نے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعمله لغيره ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانه لا یعبیر به غاصبا کقولہ بعد ارق ہذہ الشجرۃ وانظر المشرق لتاکل انت فسقط لم یضمن الامر ولو قال لتاکل انت وانا ضمن قیمۃ لانه استعمله کلمہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو امر پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اس کے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زرد آلود کو بھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو امر پر ضمان نہ ہو گا اور اگر یوں کہتا تاکہ تو کھائے اور میں تو اس کی قیمت کا ضمان دے گا اس واسطے کہ اس نے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا موطائی نے کہا تعیل خبر میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام امر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الى فضا وقال افصد فی فصدہ فصد معتاد وغیرہ بالادلی فمات من ذلک فمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفضا ویک غلام فضا کہ اس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اس نے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس فصد کے زخم سے تو فضا کی بلوری اس غلام کی قیمت کا تادان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہو گا م اس واسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے کذلک الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفضا و عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اس کے مرجانے میں تو اس کی دیت فضا کی برادری پر ہے کافی العمادیہ فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عبد آدمی مال المولی صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا لیضمن ثیابہ تبعاً لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اس کے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہانے کہا کہ غلام کے کپڑوں کا غاصب تادان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزادی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے کپڑوں کا و فی الوہابیۃ شمر ولوسی الحرفات لیضمن نقصانہ ولوسی القرآن اور شاخ مذکورہ اور وہابیہ میں ہے اور اگر غلام مغبوب پیشوں کو بھول گیا تو ان کے نقصان کا غاصب تادان دے اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جو ان پر ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ میں علت شامل فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہو ۵ ولو علم الال قیمتہ سلقۃ ۶ فقدم للسلطان انقص بخیرہ اور اگر مال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اس کی بیان کرے تو اس پر تادان لازم آئے گا ۷ و متلف احدی فردین لیسلم ۸ البقیۃ والجموع منہ یجوز ۹ اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دی جائے اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے م جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہو دے بدون دونوں کے چنانچہ دو کو اڑا دے دوزے اور دو جوڑے تو اگر غاصب ایک فرد اس میں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اس کو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تادان اس سے لے قلت ومن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی تلفها و فی البرزانیۃ ہو المختار و اقروہ الشربلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ غاصب سے تادان نہ لیا جائے مگر ایک ہی موزے کا جس کو اس نے تلف کر دیا اور برزانیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شربلالی نے اس کو ثابت رکھا ہے و ذکر الیقید ان السلطان لیس بقیید و انہ یبغی القول بضمین القاضی ایضا میمانی استبدال الوقف و مال الیتیم فلیحفظ و لیس علم اور شربلالی نے شرح وہابیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اس کا مفید ہے کہ وہابیہ کی بیت میں قبض قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لیس علم یعنی اموال یتیمی اور ویران اوقاف کی قیمت امیروں اور نوابوں اور حاکموں کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہیں اور اس میں غبن خاص ہوتا ہے اور قاضی ان کا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات میں تو اس وقت میں لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہو جیسے کذا فی المطحادی عن الشربلالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مر گیا تو اس کا مواخذہ ہو گا قیامت کے دن یا نہ ہو گا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تجارت کا دین ہے تو امید یہ ہے کہ مواخذہ نہ ہو گا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہو گا ایک شخص کا باپ مر گیا اور پر دین تھا



اور وہ بھول گیا اور اس کا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مر گیا تو مانو نہ ہو گا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اس کا باپ مر گیا تو فرزند سے اطرت میں مواخذہ نہ ہو گا اس واسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اس کا عذاب قیامت میں ہو گا اور مجبوظ ذمی کا قیامت میں سخت تر ہو گا اس واسطے کہ کافر ذمی سب سے گاہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اس پر تخفیف ہو کر سبب اس کی حق تلفیوں کے تو اس سے امید مغفول نہیں اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر غار مغصوب بیٹھا رہو تو اس کی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اس میں مسجد بنائی اور دکانیں اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا تو چند ان مضائقہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہیے اور عدولوں کا گریہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کے واسطے دکانوں میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکروہ جانتا ہوں نماز اس مسجد میں یہاں تک کہ اس کے مالک راضی ہو جاویں اور ان دکانوں کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگران دکانوں میں رہتے ہیں مغصوب جان کر ان کی گواہی مقبول نہیں کنانی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم





# کتاب الشفعة

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ ملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت عصب سے مالک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اس کی رضا مندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اس کی رضا مندی کے عصب اور شفعہ میں مشترک امر ہے لہذا عصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہی لفتہ انضم شفعہ لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ملانا ہم یہ یعنی نے کہا شفعہ یا خود ہے شفعہ بمعنی ضم سے جو مذہب ہے وترکی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے گنہگاروں کے واسطے اس لیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملیں گے اور یہاں شفیع مانو ذکر اپنے ملک کے ساتھ ملتا ہے لہذا اس کا نام شفعہ ٹھہرا دینا تمہیک البقعة بھرا علی المشتري بما قادم علیہ بمثلہ لومتلیا والا بقیمتہ اور شرع میں شفعہ عبارت ہے تمہیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کر کے بعض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے میں پڑا اور تمہیک ہو بعض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہیں تو برابر اس کی قیمت کے ہم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ سبب بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعض غیر عین کے ہو چنانچہ ہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اس واسطے کہ اموال مذکورہ میں شفعہ نہیں اور اگر سبب بلا عوض ہو تو اس میں شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے و سبب اتصال ملک الشفیع بالمشتري بشرکۃ ادوار اور شفعہ کا سبب متصل ہوتا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسائیگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت بقعہ میں ہو خواہ حقوق میں چنانچہ آگے معلوم ہو گا لازم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تاکہ دینی اجنبی شخص کی ہمسائیگی سے تکلیف نہ پادے و شرطہا ان کیون المل محل عقار اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہوم و الملتقی ہیں ہے کہ عقار سے مراد یہاں غیر منقول ہے تو عقار میں کرم اور چکی اور کنواں اور بالا خانہ داخل ہے اگرچہ اس کی راہ اسفل میں نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اس واسطے کہ ان میں شفعہ نہیں مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع میں حق القرار بین العقار عن النکل کذا فی الطحاوی سفلا کان او عتوا شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علوی یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالا خانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک میں سفل اور علوی میں سوا یک شریک نے بالا خانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اس کا شفیع ہو گا تبعیت عقار سے کذا فی الطحاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانه التمسق بالعقار بالامن حق القرار در شفعہ ثابت ہے اگرچہ بالا خانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہ ہو اس واسطے کہ بالا خانہ ملحق بعقار ہے اس واسطے کہ اس کے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدررہم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہے تو استحقات شفعہ بسبب طریق کے ہے اس وجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اس کی دوسری راہ ہے تو استحقات شفعہ بسبب ہمسائیگی کے ہے اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا مندم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکتا ہے تو اس میں دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحاوی واما جزم باین الکمال فی اول باب ما ہی نہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار ملحق بالعقار فردہ شیخنا الدملی وافتی بعد ما تبعنا للبرازیہ و نیز فیلیفظ اور وہ جوابن کال نے اس باب کے اول میں جس کے اندر شفعہ ہے اس کا یقین کر لیا ہے کہ جب بھی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اس میں شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو ہمارے استاد خیر الدین رتلی نے رد کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے عدم شفعہ کا برآزیہ و نیز کاتبیج ہو کر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہے

۱۲ یعنی اس شرط کہ اسی زمین باقی پر رہنے دیے جائیں گے ۱۲



کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقا عمارت واقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابوالسعود کے نزدیک اس میں شفعہ ثابت ہے لیکن درالمفتی اور بزاز یہ اور سراجیہ اور قنیہ میں عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین میں تو اس کے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اس کے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصر ذکر نہا انما یصح من اسد المتعاقدين عند وجود سبب شرط اور شفعہ کارکن لینا ہے شفعہ کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جب کہ اتصال ملک شفعہ ہو اور عقد معاوضہ اور بیع بقار ہو و حکما جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد بین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہوم سالہ سال کے بعد طلب شفعہ اس وقت جائز ہوگی جب کہ شفعہ غائب ہو اور اس کو بیع کا مال معلوم نہ ہو و مقتضا ان الاخذ بها بمنزلۃ شراء بنت داہ فیثبت بها ما ثبت بالشراؤ کالذخیر روثیہ و یحب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خرید کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے جیسے پیر دینا بسبب خیار ردیت اور خیار عیب کے تجب کہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفعہ کے منفعت کے واسطے نہ اس پر مضرت ہونے کو م شاریع نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب بمعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مطلق فقہاء جس کے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفعہ طلب نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسداً انقطع ذی حق المال کا یا قی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جس میں مالک کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے کو اسے گام بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے اور خیار مشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں و لستقر بالاشہاد فی مجلس ای طلب الموائتہ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اس کی مجلس میں یعنی طلب موائتہ کی مجلس میں فلا تبطل بعد تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کرنے کے یعنی بعد اشتہاد کے اگر تاخیر کرے گا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے و عیالک بالآخر بالتراضی اول بقضاء القاضی عطف علی الاخذ للثبوت ملک الشفعہ بموجب حکم قبل الاخذ کا حررہ طائفر و اور عقار بیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شاریع نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفعہ کے بموجب قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ در میں مائسرو نے اس کو تحریر کیا ہے م شاریع نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق مائسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافاً للشافعی شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر رؤس شفعاء کے بقدر ملک شفعہ کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم عدد رؤس شفعاء اور مقدار ملک کی صورت ہے کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک کا حصہ اس میں نصف ہے اور دوسرے کا ٹیٹ اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دو شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ بیع میں اٹاٹ کا حکم ہوگا بقدر ان کی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیچ کرے گا تو دونوں میں ان کا حصہ کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو اربع کا حکم ہوگا اور ہم منفیوں کے نزدیک دونوں شریکوں میں برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتوں میں کذا فی الدرر یعنی جتنے شفعہ ہوں گے برابر حصہ پاویں گے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخیلیط متعلق بتجب فی نفس البیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے غلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات بیع میں شاریع نے کہا لفظ غلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم یہاں سے معنی ہے ترتیب شفعاء کا بیان شروع کیا ہم ان لم یکن اول سلم لہ فی حق البیع و ہوالذی قاسم و لبقیت لہ شریک فی حق العقار کا الشرب والطرین خاص ہیں بعد اس کے اگر شریک نفس بیع کا نہ ہو یا ہو مگر مشتری کے واسطے بیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اس کا شفعہ واجب ہے جو حق بیع میں شریک ہے اور حق بیع میں شریک ہے اور حق بیع کا شریک وہ ہے

۱۲ یعنی دونوں ثلث داسے کو اور ایک سدس داسے کو ۱۳ تین نصف داسے کو اور ایک سدس داسے کو ۱۴



جس نے مشترک چیز باطلی اور اس کی شرکت حق عمار میں باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم نسر ذلک بقولہ کشر ب  
نہ صیر لاجری فیہ السفن و طریق لا یفقد پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہ صیر کی جس میں  
کشتیاں نہیں چلتیں اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلوما بین لاشفعۃ بہا تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہ صیر ہو جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ  
ہو تو ان دونوں شرکتوں سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیاہ شرب نہ مشترک میں قوم تسقی اراضیم منہ بیعت ارض منہا فکل اہل الشرب الشفعۃ ولو انہما نادا المسئلۃ بحا  
فالشفعۃ للہا الملاقہ فقط بیان نہ خاص کا یہ ہے کہ نہ صیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگوں میں کہ ان کی ارضی اس سے سچی جاتی ہیں ان ارضی میں  
سے ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگوں کا حق ہے اس کی خرید میں اور اگر نہ عام ہے جس میں کشتیاں چلتی ہیں  
اور باقی مسئلہ حال سابق ہے تو سب پانی لینے والوں کا وہاں کی زمین کی بیع میں شفعہ نہیں بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان  
کیا اس کے ظاہر ہونے کے سبب سے ثم لجا بہ ملاصق ولو ذمیا او ما ذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے  
اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ما ذون یا مکاتب ہو یا بہ فی سکتہ انہری و ظہر وارہ لظہر بافلو بابہ فی تلک السکتہ فمویط کامر جار ملاصق وہ ہے جس کا دروازہ  
دوسرے کوچے میں ہے اور اس کے گھر کی پشت خانہ میعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اس کا دروازہ اسی کوچہ میں ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط  
حق بیع میں نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اس کا دروازہ سامنے ہو خانہ میعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان  
مشترک ہے دو شخصوں میں اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر میں کوچہ غیر نافذہ کے اندر جب کہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل  
کا شریک حق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک حق ہیں کوچہ کے شریکوں سے اس واسطے کہ وہ اقرب ہیں صحن دار کی شرکت کے سبب  
سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو اہل کوچہ حق ہیں راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو جار ملاصق حق ہے کذا فی الدرر مطاوی میں ہے کہ ترتیب  
مذکورہ وہ اس حدیث میں مذکور ہے الشریک حق من الخلیط والخلیط حق من الشفعۃ یعنی شریک زیادہ تر حق دار ہے خلیط سے اور خلیط حق ہے شفعہ سے  
شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفعہ سے جار ملاصق مراد ہے مجبوی لے ترتیب اس کی یوں مذکور کی  
ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطريق پھر ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اس کی دیوار  
مجاور دوسرے کی دیوار ہے اور دونوں دیواروں میں راہ نہیں چلتے بسبب تنگی ممر کے یا دونوں باہم ملحق ہوں تو اگر دونوں میں طریق نافذہ ہو تو اس ہمسایہ  
کا شفعہ نہیں انتہی و واضح جذوع علی حائط و شریک فی خیمۃ علیہ جار اور رکھنے والا دہنیوں کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار  
پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایۃ والکافی ولونی نفس الجدار و شریک ملحقی قلت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجوان شریکاً فی الجدار  
لا یفقد علی غیرہ من الجوان لان الشریکۃ فی البناء الجود بدون الارض لا یتحقق ہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہے نہ ہمسایہ میں کہتا  
ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اگر ہمسایوں میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اس واسطے کہ فقط عمارت  
کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہیں ہوتا مگر اس پر محمول ہے جب کہ زمین بھی مشترک ہو صورت اس کی یہ ہے  
کہ وہ شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی پھر زمین کی دونوں نے قسمت کر لی صوائے محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اس کے شفعہ کا شریک  
حق ہے کذا فی المطاوی مختصر و فی شرح المبیع و کہ الجار القابل فی السکتۃ العیز النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس  
سامنے کے ہمسایہ کا جس کا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اس کا شفعہ نہیں اسقط بعصم حنفہ من الشفعۃ بعد القضاء فلوقبلہ فلمن لقی  
اخذ کل لوال المراجہ لیس لقی اخذ لہیب التارک لانه بالتقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر یعنی کسی شفعہ نے اپنا حق شفعہ کا سا قنطار دیا



دیالبعہ حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی سے ان میں سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے  
 کذا فی الزمعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعوں کو تمام بیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہوجانے مزاحمت کے ولو کان بعضهم  
 غائباً بقضی بالشفعة بین الحاضری فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤثر بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہو گا حاضری کے اندر تمام بیع میں شفیع غائب  
 کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کی جاوے گی بسبب شک کے و کذا لو کان الشریک غائباً فطلب الحاضر لقصی بالشفعة کلہا اور اسی طرح  
 اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اسی کے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہو گا تم اذ احضر و طلب قضی بہ ہا فلو مثل الاول قضی لہ نصفہ ولو ذوقہ  
 فبکہ ولو دونہ منہ خلاصۃ یہ جب کہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہو اور شفعہ طلب کرے تو اس کے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہو گا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول  
 کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اس کے واسطے نصف کا حکم ہو گا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہو گا اور  
 اگر ثانی کم تر ہو اول سے تو شفعہ ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقہ شرطہ و ہا بیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خرید  
 مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں بسبب نہ پائے جانے اس کی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے امداد الشفیع اخذ البعض و ترک الباقی لم یملک ذلک جبراً علی مشتری لضرر  
 تفریق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اس کا مالک نہیں مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل  
 بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح و سقط حقہ بہ لاعراضہ و تقسیم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں  
 اور اس کا حق اس فعل سے ساقط ہو گا اس کی روگردانی سے اور بیع بٹ جائے گا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انه لیستحق فقط  
 شفعۃ اذ شرط محتما ان یطلب الكل کا بسطہ الزمعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا  
 استحقاق رکھتا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا اس واسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اس کو زمعی نے مشروع بیان کیا ہے تو اس  
 کو یاد رکھنا چاہیے صحیح بیع دور مکتب الشفعۃ فیہا و علیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی توان میں شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتویٰ  
 کذا فی الاشباہ ہم ملقات میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں شفعہ نہیں وہ بقی فتویٰ مختلف ہے چنانچہ ابوالسعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ میں نہیں اور  
 مزید سے مذکور ہے کہ وہاں کے وجوب شفعہ میں دور و اتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب  
 نہیں اور سن کی روایت امام سے یہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی مختصر اقلت و مفادہ صحیح اہارتھا  
 بالادلی و قد قدمنا فلیحفظ لکنہ مکرہ و محقق فی الخطر میں کہتا ہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ ان کا اجارہ بطریق اولیٰ صحیح ہے اور مقرب  
 اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن ان کا اجارہ مکہ ہے اور اگے ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے کتاب الخطر والا بائعہ میں م شارح نے کتاب الخطر میں  
 اجارہ وہبانیہ اور تاتار خانیہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں مکہ کو وہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور ایام فتویٰ دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے کہ  
 گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کر دیں بدیل قول حق تعالیٰ سوا العاکف فیہ والبادعینی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کیا ہے  
 ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہو گیا کذا فی الطحاوی یعنی ایام حج اجارہ مکہ ہے یعنی حج میں اجارہ صحیح ہے وہبانیہ و صحیح  
 الطلب من وکیل الشراء ان یسلم الی موکلہ وان سلم لا و بطلت و ہا مختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر  
 بیع اس نے اپنے موکل کو تسلیم نہ کر دی ہو اور اگر تسلیم کر دی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعویٰ شفعہ اس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے م مصنف  
 اور شارح کا کلام اس کا موہم ہے کہ وکیل مشتری جب کہ شفیع ہو تو اس کو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور



میں یوں ہے کہ وکیل مشتری ختم ہے شفع کا جب تک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل ختم ہے اتنی تو اس میں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور اسی طرح  
 زلیعی میں مذکور نہیں کذا فی الخطا دی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعة فی الوقف ولا لازل ولا بجوارہ شرح مجمع وغایہ خلافا  
 للامامة والبرازیہ ولعل لاساقطہ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کے واسطے شفعہ ہے کذا فی المنازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے  
 کذا فی شرح الجمع والختایہ برخلاف خلاصہ اور برزازیہ کے اور شاید کہ لاساقطہ ہے خلاصہ اور برزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اس واسطے شفعہ  
 نہیں کہ اس کی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اس کو وقف کرنے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ  
 وقولہ لا ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتضایا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور برزازیہ کی روایت  
 یوں نقل کی وکذا ثبتت الشفعة بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا ثبتت الشفعة بجوار الوقف کذا فی الخطا دی بنصرف قلت وکل شیئا الرئی الا دل علی  
 الاخذہ والثانی علی اخذہ بنصفہ اذ ابع فی الفیض حتی الشفعة مبنی علی صحیح الیبع اتنی میں کتابوں اور ہمارے استاد خیر الدین رلی نے قول اول یعنی عدم شفعہ جوار  
 وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بنا ہو تو وقف اور متولی کو اس کا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول  
 ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور برزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جب کہ اس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے  
 کہ حق شفعہ مبنی ہے محض بیع پر انتہی کلام ہم یعنی اگر شرعا کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو تو اس کے جوار کے وقف کے متولی کو اس کا خرید کرنا بحق  
 شفعہ درست ہے کذا فی الخطا دی فمفادہ ان مالایملک من الوقف بحال لا شفعة فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعة تورلی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ ملک  
 نہ ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اس میں شفعہ اور جو وقف کہ ملک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اس میں شفعہ ہے مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ  
 ایک شخص نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمنافع اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے امتداد میں بیع کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے  
 نے اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الخطا دی واما اذا بیع بجوارہ وکان لبعض المبیع ملکاً وبعضہ وقفاً وبع ملک  
 فلا شفعة للوقف والنداء علم اور جب کہ جوار وقف میں کوئی غیر بیع ہو یا بعض بیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کے واسطے شفعہ نہیں لہذا علم  
**باب طلب الشفعة** یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اس کا بیان اور اس کی کیفیت اور  
 تقسیم کا بیان شروع کیا وطلبہا الشفیع فی مجلس علم من مشیر اور سولہ اعدل اور عدو یا بیع اور شفعہ طلب کرے شفعہ بیع  
 دیافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہو یا اس کے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے دان امتد المجلس  
 کالجزء ہوالامع درر علیہ التون خلافاً لانی جوار الفتاویٰ انہ علی الفور وعلیہ الفتویٰ مجلس علم بیع میں طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مجیزہ کی مانند یہی قول  
 اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف روایت جوار الفتاویٰ کہ طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتویٰ ہے مخطا دی نے کہا  
 جب کہ روایت علی الفور پر فتویٰ ہو تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفعہ سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا  
 یعنی اس واسطے کہ طلب پر اس نے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زلیعی میں ہے اور اگر شفعہ کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول  
 یا وسط خط میں لکھا تھا سو اس نے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اس واسطے کہ سکوت اس وقت  
 رضا ہوتا ہے جب کہ مشتری اور ثمن معلوم ہو انتہی مانی الخطا دی بلقظ لفہم طلبہا کطلبت الشفعة ونحوہ کا نا طلبہا او اطلبہا ایہ لفظ شفعہ طلب کرے  
 جس سے طلب شفعہ بھی جائے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے شفعہ طلب کیا اور مانند اس کے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اس کو طلب کرتا ہوں  
 وہو بی طلب المواثبة ای المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبر یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم مواثبات مفاعلت ہے وثوب بمعنی برکت



سے اور وہ استغفار سے سرعت سے اس واسطے کہ جو اچھل کو دیکھتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والا شہادۃ علیہ لیس بلا وہ بل لیس لیس  
اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم نہیں بلکہ اس میں اشد خوف انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے گواہ کرنا اس وقت میں لازم نہیں جب کہ مجلس علم میں گواہ  
نہ ہوں والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنع خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس وقت گواہ ہوں تو ان کو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرے اور اگر کوئی دہاں نہ ہو تو اپنی زبان سے  
طلب شفوعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے کہ اس کا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبت کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلاوے دم  
یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتري وان لم یکن ذابید لانه مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے یا بائع پر اگر عقار بیع اس کے قبضہ میں ہو یا مشتری  
پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض ہو اس واسطے کہ وہ مالک ہے اس کا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول المشتري فلان ہذا الدار انا شفیع ہا وقد کنت طلبت  
الشفوعہ واطلبہا الان فاشہد واعلیہ وہو طلب اشد وایسی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے یہ گھر خرید کیا احد میں اس کا شفیع ہوں اور تقریر میں  
مجلس علم میں شفوعہ طلب کر چکا ہوں اور اب میں اس کو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اس پر اور یہ طلب اشد ہے اور اس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں م اور اس کو  
طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں و ہذا الطلب لا بد منہ حتی لو کمن ولو بکتاب اور رسول و لم یشہد لطلبت  
شفوعہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اس پر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اس کے گواہ نہ کرے تو اس کا شفیع باطل ہو گا و ان  
لم یشہد منہ لا یبطل اور اگر اشد پر قادر نہ ہو تو شفیع باطل نہ ہو گا م منع العقار میں ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبت کرے  
اور طلب اشد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اس پر دلیل مقرر کرے اگر پادے پھار گرنے پادے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہو سکے  
تو اس کا شفیع قائم ہے پھر جب اُدے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کرے گا تو شفیع باطل ہو گا و لو اشد فی طلب المواثبت عند احد ہوا و کفاه و قائم  
مقام اطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبت میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کر لیا تو اس کو طلب ثانی  
سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دوم طلب کے ہوگی تم بعد ہذین اطلبین لطلب عند قاض فیقول المشتري فلان دار کذا وانا شفیع ہا  
بدار کذا لی لو قال بسبب کذا کانی الملتقی لثمن الشریک فی نفس البیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے شخص نے  
ایسی حویلی خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں بسبب فلاں گھر کے جو میرا ملک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلاں نے سب سے  
بسبب شرکت یا ہمارے جس طرح ملتقی میں ہے تو شریک نفس بیع کو بھی شامل ہوتا م مصنف کی تعبیر میں حق بیع کا شفیع شامل ہے نہ شرکت نفس بیع کا اور ملتقی  
کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں مرقہ سلیم الدار الی ہذا الوضو المشتري و طلب الخصومة لا یوقوف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کہیے اس کو کہ گھر مجھ کو دے شارح  
نے کہا یہ اس صورت میں ہے جب کہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہیں و ہوسمی طلب تملیک و خصومتہ اور اس  
طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخریرہ مطلقا بعد رد بغیرہ شرا و اکثر لا یبطل الشفوعہ حتی یسقطا بسا نہ برفیتی و ہوا بر الذنب قبل لفتی  
بقول محمد ان امرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للمنزہ قلنا دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ والترك اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر بدر  
سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفوعہ باطل نہیں ہوتا جب تک شفیع اس کو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتویٰ ہے اور یہی ظاہر مذہب  
ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتویٰ محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینہ تاخیر کرے گا بدون عذر کے تو شفیع باطل ہو جائے گا کذا فی الملتقی یعنی محمد  
کے قول پر فتویٰ دفع ہر مشتری کے واسطے ہے ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ہر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تاکہ قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑ  
کام سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتویٰ ہو اور نیز ظاہر پر بھی فتویٰ ہو تو ظاہر راۃ مقدم ہے کذا فی الطحاوی و اذا اطلب الشفیع سأل القاضی  
الخصم ان مالکیتہ الشفیع لا یشفع بہ اور جب کہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس پر ہر گاہ کہ جس کی



ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے م زعمی نے کہا ملکیت شفعہ کا سوال کرنا بعد طلب شفعہ کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل طلب  
 کے کہ گھر کوں شہر اور کس محلہ میں ہے اور اس کی حدیں کیا ہیں اس واسطے کہ اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم چاہیے اس واسطے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان  
 کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اس واسطے کہ باقبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اس کو بیان کرے تو شفعہ کے سبب  
 اور اس کے حدود سے سوال کرے اس واسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ بسبب غیر صالح کے سبب سے دعویٰ کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے  
 مجرب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور مجرب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ کچھ کو علم مع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اس لیے کہ شفعہ باطل ہو  
 جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال  
 کرے کہ کیونکر کی اور کس کے پاس اشہاد واقع ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفعہ یہ سب کچھ بیان کر دے  
 اور کسی شرط کو اس نے فوت نہ ہونے دیا ہو تو دعویٰ اس کا پورا اور مکمل ہو گا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہوا اور اس گھر کا سوال کرے جس کے سبب سے  
 وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحاوی فان اقر بها اسی بملکیت یا شفعہ بہ او مکمل عن الحلف علی العلم او برہن الشفعہ انہا ملکہ سالہ عن الشراہل اثبتت ام لا  
 سوا اگر مشتری اس کا اقرار کرے یعنی اس گھر کی ملکیت کا جس کے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانت پر یا شفعہ گواہ گزارنے کے  
 وہ گھر اس کا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اس کو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اس  
 واسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقر بہ او مکمل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف  
 الشافعی کا مرنی کتاب الدعویٰ او برہن ایہ قضی لہ بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے  
 سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعویٰ میں مذکور ہو چکا یا شفعہ گواہ لا دے اس کی خرید پر تو قاضی شفعہ کے واسطے ثبوت شفعہ  
 کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعویٰ ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ یہ شفعہ میرے اور  
 مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھائے کہ واللہ میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا بذالذالم یکر مشتری طلب الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ  
 ابن کمال یہ یعنی شفعہ کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اس وقت ہے جب کہ مشتری نے شفعہ طلب کرنے کا انکار نہ کیا ہو سوا اگر وہ منکر ہو اس  
 کی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ کا حکم کر دے اگر جہ  
 شفعہ نے دعویٰ کے وقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اس واسطے کہ احضار ثمن قبل تصادج نہیں واذا قضی لزمنہ احضارہ وللمشتری حبس الی ان یقبض ثمنہ اور  
 جب کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفعہ کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہو گا اور مشتری کو گھر کا رد رکھنا ثمن لینے کے واسطے درست ہے فلو قیل للشفع ای بعد القضاء  
 والبلد فبطل عند محمد لعدم اتاکہ کذا ذکرہ الزیلعی او الثمن فان لم تبطل شفعہ پھر اگر شفعہ سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سوا اس نے تاخیر کی ادا ثمن میں تو اس  
 کا شفعہ باطل نہ ہو گا بعد حکم قاضی کے ادا قبل از حکم تو شفعہ باطل ہو گا تاخیر سے محمد نے نزدیک اس کے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی انھم للشفع  
 مشتری مطلقا و البائع قبل التسليم الا ذل بلکہ والثانی مبدہ ابن کمال اور شفعہ کا ختم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہ ہو اور بائع ختم ہے قبل التسليم کے  
 اول یعنی مشتری ختم ہے بسبب اس کے ایک ہونے کے اور ثانی یعنی بائع ختم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تمنع البینۃ علیہ غنی بحضر مشتری  
 لانہ المالك ولیکن گواہ نہ سنے جاویں گے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہ ہو اس واسطے کہ مالک تو مشتری ہے و یصح بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضورہ البائع  
 لودال الملك والید عند ابن کمال او بیع فسخ کی جائے بائع کے سامنے ادا کر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں  
 بسبب زایل ہو جانے اس کی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ولقبضی القاضی بالشفعة والعمدة لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل



تسليم المبيع الى المشتري والتمه المشتري لولجده لامر او تامين شفوعه كالحكم كرسه اور حالانكه ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسليم كرسه بيع کے مشتري کی طرف اور عہدہ ضمان کا مشتري پر ہے اگر بعد تسليم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اس واسطے کہ تسليم کے بعد بائع سے اس کی ملک اور قبض دونوں زائل ہو گئے تو وہ اجنبی ہو گیا للشفيع خبرا لمرؤئيه والعيب وان شرط المشتري البراءة منه دون خيار الشرط والاحل اختيار شفيع کے واسطے خيار رویت اور خيار عيب ثابت ہے اگرچہ مشتري نے برأت عيب کی شرط کر لی ہو نہ خيار شرط اور مدت کذا فی الاختيار یعنی خيار شرط شفيع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتري کے واسطے خيار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی نہیں اگرچہ مشتري کا ثمن موعبل ہو مگر في الاشباه الشفوعه بمعنی کل الاحكام لان ضمان الغرر للرجوع والاشباه میں ہے کہ شفيع بيع ہے سب احكام میں فريب کے تاوان کے سوا جبر کے سبب سے م صورت اس کی یہ ہے کہ شفيع نے زمین لی بسبب شفيع کے پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگا پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سوا ملک تحت نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اس نے ویسا ہی کیا تو شفيع ثمن پھیرے مشتري سے اس واسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتري کو ایسا دھوکا ہو گا تو بائع سے وہ نقصان پھیرے گا اس واسطے کہ بائع نے اس کو دھوکا دیا اور شفيع کو مشتري کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اس واسطے کہ شفيع نے تو مشتري سے زبردستی شفيع لیا کذا فی الخطا دی وان اختلف الشفيع والمشتري فی الثمن والدراہ مقبوضه والتمن منقود وصدق المشتري بمینه لان منکر ولا یتحالفان اور اگر شفيع اور مشتري ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتري کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گیا ہے تو مشتري کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسليم بيع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھا دیں گے م اس واسطے کہ تحالف دہاں ہوتا ہے جب کہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے ہو اور یہاں مشتري شفيع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزمعي مختصراً وان برہننا فی الشفيع احق لان مینه طرہ اور اگر شفيع اور مشتري دونوں گواہ لادیں اپنے قول پر تو شفيع کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ شفيع کے گواہ طرم ہیں مشتري کے م اور مشتري کے گواہ شفيع کے طرم نہیں اس واسطے کہ مشتري کی جانب سے تحفیر ہے شفيع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتري ثمن او دعی بالعه اقل منه بلا قبضه فالقول لای لبائع دعوی کی مشتري نے ثمن کا اور اس کے بائع نے اس سے کتر کا دعوی کیا بدون اس کے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہو گا یعنی شفيع بائع کے ثمن بتا پرے گا ومع قبضه للمشتري اور قبض ثمن کے ساتھ مشتري کا قول مقبول ہو گا تو بموجب اس کے شفيع لے گا ولو عکس فقبضه القبول للمشتري وقبله یتحالفان اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتري نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتري کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم کھانا لازم ہو گا وای نکل او تبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہو گا وان حلفا فنج البیع دیاخذ الشفيع با قاتل البائع متقی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ کی جائے اور شفيع بائع کے قول کے موافق لے گا کذا فی حوط البعض لغير فی حق الشفيع دیاخذ بالمبائی ولذا ہبہ البعض لا اذا كانت بعد القبض اشباه اور کم کر ڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفيع میں پس شفيع گھرے گا باقی ثمن سے اور اسی طرح یہ بعض ثمن حق شفيع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جب کہ یہ بعد قبض ہو تو وہ یہہ مشتري کے حق میں ظاہر نہ ہو گا کذا فی الاشباه یعنی اس واسطے کہ وہ یہہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہرے گا و حط الكل والزیادۃ لا فیاخذہ بکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفيع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفيع اس کو لے گا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الا خیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اس کے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفيع نصف اخیر سے اس کو لے گا و طم ارہ مشرق بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ فله الشفوعه کالو باء بالف فسلم ثم زاد البائع لاجاریۃ او متاعاً قبیہ اور اگر شفيع کو معلوم ہوا کہ مشتري نے اس کو ہزار سے خرید کیا شفيع سے دست بردار ہوا پھر بائع نے اس میں سے سو کم کر دیے تو ب شفيع کے واسطے شفيع ثابت ہے یعنی نو سو دے کر وہ لے گا پچاس یا اگر اس کو بیس ہزار کے بیچا تو شفيع سے انکار کیا بعد اس کے بائع نے مشتري کو ایک لونی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفيع شفيع کا ثابت ہے کذا فی القیۃ یعنی لونی اور اسباب ک

لہ دونوں کا قسم کھانا ۱۲۱ طہ اختیار دینا ۱۲



قیمت ثمن سہی سے گھٹ جائے گی م یہ دونوں مسئلے حط ثمن کے جزئیات سے ہیں و فی الشراء بمثلی ولو حکما کا لفظ حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید میں مثل چیز سے شفع لے گا بعوض مثلی کے گھر چھٹی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ بھی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اس کا مقتضی ہے کہ مسلم اس کو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الجلبی یعنی شائع کی تعبیر سے خلل ہو گیا نہ ابن کمال کی عبارت سے و فی الشراء بالیقی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید میں قیمت دالی سے شفع لے گا قیمت سے یعنی تو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فنی مع عقار بعقار یاخذ الشفع کلامن العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض تو ہر شفع دونوں عقار کو لے گا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفع اس کو اس کی قیمت سے لے گا اور اس گھر کا شفع اس کو اس کی قیمت سے لے گا و فی الشراء بثلثی مومحل یاخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال یاخذ بعد الاجل اور مدت دے ثمن سے خرید کرنے میں شفع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفع شفعنی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اس کو لے دلائے محل ماعلی المشتري لو اخذ بحال اور جو ثمن مومحل مشتری ہے وہ محل نہ ہوگا اگر شفع نے ثمن حال سے اس کو لیا یعنی اس واسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو محل شفع سے باطل نہ ہوگا و لو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال و صبرتی لطلب عن حلول الاجل بطلت شفعۃ خلا لابی یوسف اور اگر شفع ثمن مومحل سن کر چپ رہا اس سے سو اس نے شفعنی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہاں تک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفع باطل ہو گیا برخلاف ابی یوسف کہ ان کے نزدیک باطل نہ ہوا و یاخذ بمثل الخمر و قیمۃ الخمر بیان کان البائع والمشتري والشفع ذمیا لایدان یكون البائع الباع ذمیا ولا یفسد البیع فثبت الشفعة ابن کمال مغیر بالمبسوط اور شفع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفع ہر واحد ذمی ہو بنقد ضرور ہے کہ بائع بھی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفع ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کر کے و یاخذ بقیمتہا لایم لو کان البائع مسلما لمنع عن تملیکہا و تملیکہا اور شفع لے شراب اور سور کی قیمت دے کر بدلیل گذشتہ اگر شفع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اس کے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اس کے مثل ہونے سے اس کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے مانند نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لایجر تملیکہا بخلاف الدار علی العاشر پھر معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہاں یعنی شفع لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اس کی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف دامد ہونے ذمی کے ماحشر پر م یعنی قیمت خنزیر یہاں گھر کا بدلہ ہے نہ خنزیر کا عوض جو اس کی تملیک حرام ہو بخلاف مرد علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لے کر ماحشر پر گذر کرے تو وہ اس سے کچھ نہ لے گا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قیمت لینا اس کی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اس کی ذات کا لینا جائز نہیں تو اسی طرح اس کے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سور کے خنزیر کے اور چیز کا بدلہ نہیں ہو سکتی کذا فی الطحاوی و طریق معرفۃ قیمۃ الخمر و الخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلام او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتري عنایۃ اور طریقہ فخر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے اس ذمی کی طرف جو مسلمان ہو گیا یا اس مسلمان فاسق کی طرف جس نے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفع اور مشتری فخر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العناۃ و یاخذ الشفع بالثلث و قیمۃ البناء والقمر مستحق القلع کامر فی الغصب اور شفع شفع لے ثمن سے اور اس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب میں مذکور ہو چکا قلت و اما لو دہنہا بالوان کثیرۃ او طلا یا بھیں کثیر غیر شفع بین ترکہا او اخذ باو اعطاء ما زاد البیع فیہا لتعذر نقضہ و لا یمکن لنقضہ بخلاف البناء و حادی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگوں کا روغن لگا یا گھر میں یا بہت کچکاری کی اس میں تو شفع مختار ہے اس گھر کے چھوڑ دینے سے وہ کی لینے والا قابل زکوٰۃ سے ۱۲



میں با اس کے لینے میں اور اس قدر کے دینے میں جس قدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی بسبب متعذر ہونے نقص رنگت کے اور ملائکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقص عمارت کہ اس کی قیمت کچھ بانی رہتی ہے کذا فی حادی الزاہدی لومنی المشتري او غرس او كلف الشفعة المشتري قلعهما شفع من او تمیت عمارت اور درخت کی دے کرے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں یا کہ شفع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اکھاڑنے کی تکلیف دے

الا اذا كان في القلع نقصان الارض فان الشفعة له ان ياخذ ما مع قيمة البناء والغرس مقلوبة غير ثابتة قستانی مگر جب کہ اکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفع کو جائز ہے اس کا لین کھودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ کذا فی القستانی وعن الثاني ان شاء اخذ بالثمن بقيمة البناء والغرس او ترك وبقال الثاني

د مالک قلنا بنی فیما غیرہ فیہ حق اقوی دلذا تقدم عليه فينقصه او بالجو يوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے باچا ہے اس کو چھوڑ دے یعنی تلخ عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے اس میں عمارت بنائی جس میں غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہو گیا اس کے لینے میں مشتری پر تو اس کو نقص عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہو گا کا نقصان شفع جمع

تصرفاته ای مشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والہبۃ زلیلی وزاہدی میں طرح منقوض کر دیتا ہے شفع مشتری کے سبب تصرفات کو یہاں تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور سہ کو بھی کذا فی الزلیلی والزاہدی م یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد اس کو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی سہ کو دیا تو شفع ان سبب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحاوی نے قستانی سے نقل کیا کہ نظم میں ہے کہ نقص مسجد اور من مرقی جائز نہیں اور شفع شفع کا باطل ہے واللہ اعلم

واما الزرع فلا يقلع استحسانا لان له نهاية معدومة وصحي بالاہر اور زراعت تو اکھاڑی جا دے گی اس واسطے کہ اس کی نہایت معلوم ہے اور اس کا بانی رہنا بعوض اجرت کے ہو گا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ قائم رہے گی بھنگی تک اور مشتری پر اس کی اجرت لازم ہوگی ویرج

الشفعة بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم استحققت لا يرجع بقيمة البناء والغرس علی احد لیس منغور بخلاف مشتری اور شفع فقط ثمن کو یہاں لے اگر اس نے شفع کے سبب سے لیا پھر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی ملک ہو گئی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفع کسی شخص سے نہ لے گا اس واسطے کہ اس کو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری و یا اخذ بكل الثمن ان خربت الدار او حرق الشجر بلا فعل احد والا صل ان اشترى يقابل لاصل لا الوصف او شفع كل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہو گیا یا درخت خشک ہو گیا اور قائمہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل بیع کے نہ اس کے وصف کے م عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع میں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا لم يبق ثمن نقص او خشب او ری یعنی در صورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اس وقت ہے جب کہ بناء منقوض یا درختوں کی لکڑی سے کچھ باقی رہا ہو لولقی واخذہ المشتري لانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعاً للارض تسقط حصته من الثمن فیتقسم الثمن علی قيمة الدار لیس علی قيمة النقص یوم الاخذ زلیلی سواگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی رہا ہو مشتری نے اس کو لیا بسبب اس کے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا باقی نہ رہا تو بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے ساقط ہو گا تو ثمن باٹھا جائے گھر کی قیمت پر جو بیع العقد قبی اور منقوض کی قیمت پر جو شفع کے لینے کے دن ہے کن

فی الزلیلی قلت فلوم یاخذہ المشتري کان ملک بعد انفصاله لم یسقط ثمن الثمن لعدم جبره اذ هو من التولیع والتولیع لا یقابلهما شی من الثمن وبالاخذ بالشفعة لا یسقط الی الشفع نقد ملک داخل تبعاً قبل القبض ولا یسقط بمثلہ شی من الثمن قالہ شینی میں کہنا ہوں سواگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ وہ تلف ہو جائے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا مشتری کے عدم جس کے سبب سے اس واسطے کہ مصالحہ اور لکڑی تو اس سے ہے اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفع کے لینے سے بسبب شفع کے نقد گھوم کر شفع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل

لے توڑتا ہے اکھاڑتا ہے اور دس کا



ہلاک ہو گئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاذ خیر الدین ریل نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بخصته لان الفات بعض الاصل زمینی بخلاف اس صورت کے جب کہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اس واسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہے اصل بیع کا کذا فی الزیلعی ویاخذ بخصته العرصۃ من الثمن ان لنقص المشتري البتاء لانه قصد الانلاف و فی الاول الآفة سماویة ویقسم الثمن علی قيمة الارض ولبنایوم العقد بخلاف انہدامہ کامر منقوضہ بالجس اور شفیع نے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھائی اس واسطے کہ اس نے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جب کہ خود بخود عمارت ویران ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی بخلاف اس کے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ منقوض اس واسطے ساقط ہوگا کہ متقوض مال متقدم ہے جس مشتری کی سبب سے ونقص الاجنبی كنقصه ای مشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اس کے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقص بالکسر المنقوض لای مشتری و لیس للشفیع اخذه لئوال التبعیۃ بالفصلہ اور نقص بکسر اول معنی ملکہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اس کا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اس کا تابع نہ رہا ویاخذ بثمر ما استخسانا لالتصال ان ابتاع ارضا دخلا و ثمر اذ اثمر بعد الشرا فی یدہ اور شفیع نے اس کے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خریدہ کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذہ مشتری فلیس للشفیع اخذه لامر اور اگر مشتری نے پھل توڑے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا اور ہلک بافتہ سمادینہ وقد اشترا ثمرہ سقطت بخصته من الثمن فی الاول ای ثمرہ بثمرہ و بکل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض یا باع تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اس کو مشتری نے اس کے پھلوں کے ساتھ خرید کیا تھا ساقط ہوگا اس کا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس بلع کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع نے گاثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اس کے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعة للشفیع لیس لہ تر کہا شرع و ہا نیۃ التحویل العفۃ الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اس کو اس کا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوصیۃ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف تمنا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کہ نابیح فاسد میں انقطاع حق بائع کے وقت ہے بالاتفاق و فی سبۃ لعوض مشروط ولا شیوع فیما وقت اتفاقا و اس میں جو عوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلیں میں شیوع نہیں اتفاقا البدلیں کے وقت طلب شفعہ ہے م یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی المالگیریۃ و فی بیع فضولی اور بخیار بلع وقت البیع عند الثانی و وقت الاجارۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور بخیار بلع کی بیع میں شفعہ طلب ہے وقت بیع کے البویوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہے محمد کے نزدیک و بخیار مشتری وقت البیع اتفاقا مجتبیٰ اور بخیار مشتری بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبیٰ من لم یأخذ بالشفعة بالجوار کالکاش فی مثلاً لہما عند حاکم یراہ لیفول لہ بل تعقد و جو ہا ان قال نعم اعتقد فک حکم لہ ہا ولا یقلد لای حکم خیرۃ و بزانیرۃ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہ ہو چنانچہ شافعی مذہب شلا و وہ شفعہ طلب کرے اس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کے کہ ہاں میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں تو اس کے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی النیۃ والیزانیۃ ہم یہ ایک قول ہے لقوال ثلثہ سے اور یہ جلدانی کا قول حسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ کر دے کیونکہ مدعی اس کا معتقد نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اس واسطے کہ حاکم تو اس کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنع و درع مسائل لمحۃ شامہ کے آخر شفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لایراہ منوع و شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد



نہیں تو شیخ معذور ہے یعنی اس مذہب سے تاخیر طلب مطلق شفعہ نہ ہوگی و کذا لو طلب من القاضي احضاره فامنع بخلاف سبت اليهود کایاتی اور اسی طرح  
شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اس نے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نہ مانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعد و برخلاف یہودی  
کے سبت کے چنانچہ آگے آگے کا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کرے گا تو معذور  
نہ ہوگا کذا فی شرح الحموی مشتری ارضا بما تہ فرغ تراہا و باہہ بآتہ ثم اخذ الشفع بالشفعة اخذ المجسین لان ثمنہا یقسم علی قیمة الارض یوم الشراء قبل رفع التراب و علی  
قیمة التراب الذی باہہ و ہما سواہ ایک شخص نے زمین خریدی سو درم کو پھر اس کی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اس زمین کو شیخ نے لیا بسبب شفعہ کے تو شیخ کو  
کو ۵۰ درم سے لے اس واسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جائے زمین کی اس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اس مٹی کی قیمت پر جس کو  
اس نے بیچ لیا اور دونوں قیمتیں برابر ہیں مطلقاً دی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جب کہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں دو گھبراہٹ کا کانت فالجواب لا یتفاوت  
و یقال للمشتري ارفع باکست فیہا فہو ملک حادی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھری جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شیخ اس  
کو چاہے ہی درم سے لے گا اور مشتری سے کہا جاوے گا کہ نکال دے جو اس میں تو نے مٹی بھری ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حادی الزاہدی فیہ مشتری دار الی  
الحصاد فلیس للشفیع ان یجعل الثمن و یاخذہ بالشفعة لانه ملکها بیع فاسد انتہی قلت و سببی انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا و لو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بناہ  
و نحوہ وجبت اور حادی زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کھلے کی مدت تک تو شیخ کو جائز نہیں کہ ثمن مجمل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اس واسطے کہ مشتری گھر  
کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی مانی الحادی میں کتابوں اور آگے آگے کا کہ اس میں شفعہ نہیں جس میں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد  
احتمال فسخ کے سبب سے اس جب کہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اس کے کوئی اور تعرف سے تو شفعہ واجب ہوگا و فی المبسوط  
الہیۃ بشرط العوض انما تثبت الملك للموہوب لا اذا قبض الكل فلو ذهب دارا علی عوض الف و درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفع الشفعۃ فہو  
حتی اذا قبض العوض الآخر کان لان یاخذہ لدار بالشفعة اور مبسوط میں ہے کہ یہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبض  
ہو یعنی دونوں عوضوں پر دہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جائے تو اگر گھر بہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شیخ شفعہ  
سے دست ہٹا رہا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شیخ کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے و الا فاعلم

یہ باب ہے اس کا جس میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت قصد الانی عقار ملک  
باب ما تثبت فیہ اولاً تثبت بعوض خراج الہیۃ ہو مال خراج المہر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصد مگر اس عقار میں جو ملک ہوئی

اس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے یہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے منکرل گیا م قصد کی قید اس واسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصد  
غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح استباہ میں ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسی طرح نہیں  
کے ساتھ وان لم یکن لقیسم فلا لاشافی کرگی ہی بیت الری مع الری نہایت و حمام و بئر و نہر و بیت صغیر لایکن قسماً اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت  
نہ ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جس کی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق ارتفاع کے نہ ہے نہایت میں  
کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ یعنی اشیاء مذکورہ میں شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور ایہم شافعی کے نزدیک  
نہیں دفع ضرر قسمت کی علت سے لانی عرض بالسکون مالیں بعقار کیونکہ مابعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بفتح اولی  
ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہ ہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر مباح ہیں بے عرض بالسکون عبارت ہے متاع  
اور ہر چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا و لکن حطام و نیا و فلک خلا فال ملک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤں میں برخلاف مذہب مالک



وہنا وکل اذا بیعنا فعدا لومع حق القرار خلافاً لافہم ابن الکمال لینی لافہ النقل کا افادہ ثمنی الرملی اور شفۃ نہیں عمارت اور نخلستان میں جب کہ ان کی بیع بالقصد ہو بلا تبیت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اس کے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اس کے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد غیر الدین رملی نے اس کو بیان کیا ہے ولانی ارث وصدقۃ وینۃ لا یعوض مشروط اور شفۃ ثابت نہیں مورث میں اور صدقۃ اور سہب بلا عوض مشروط میں ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے سبب سے ہے تو اس میں شفۃ نہیں کذا فی الدرر ودار قیمت اور جعلت اہرقاً او بدل خلع او تنق او صلح عن دم عمد او عروان قبول بعضہا ای الدار مال لان معنی البیع تابع فیہ اور اس گھر میں شفۃ نہیں جس کی قسمت ہو گئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل تنق یا بدل صلح کا دم سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہو اس واسطے شفۃ نہیں کہ بیع کے معنی اس میں تابع ہیں ہم بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر یا اس شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھر دے طوطا دی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہر بالنصب لاتا تاکہ اجرت پر عطف ہوتا اس واسطے کہ جب کہ گھر بدل ہو گا مہر کا اس طرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اس میں شفۃ ثابت ہو گا چنانچہ زمینی میں مذکور ہے اس واسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اس واسطے کہ گھر بدل ہے اس کا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر داویا لانی صحتہ المال اور صاحبین نے شفۃ واجب کہا ہے حصہ مال میں یعنی جس قدر گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اتنے میں صاحبین کے نزدیک شفۃ واجب ہے اور آریعت بخیار البائع ولم یسقط بخیارہ فان سقط وجبت ان طلبت عند سقوط الخیار فی الصصح وقیل عند البیع صحیح یا اس گھر میں شفۃ نہیں جو بیع ہوا بالغ کے اختیار پر اور نہ ہوا اس کا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفۃ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور بیعت الدار بیعاً فاسداً ولم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتريہا تثبت الشفۃ لکن یا اس گھر میں شفۃ نہیں جس کی بیع فاسد ہوئی اور نہ ہوا اس کا فسخ ساقط نہیں ہوا پھر اگر اس کا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اس میں کچھ عمارت بنائی تو شفۃ ثابت ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا اسی طرح یہ سے اور مہر میں دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دے کر شفۃ لے گا کذا فی الزمینی اور بخیار ردیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالآخر فقط خلافاً لازماً لمصنف تبعاً للدرر بارذیع ہوا بخیار ردیۃ یا بخیار الشرط کے سبب سے یارد بیع ہوا بخیار العیب سے حکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہے برخلاف اس کے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہے اور درر کا تابع ہو کر مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہے رو سے تو مسائل ثلاثہ سے حکم قاضی متعلق ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زمینی صریحاً اس کے مخالف ہے کذا فی الطوطا دی بعد اسلمت ای اذا بیع وسلمت الشفۃ ثم رد البیع بخیار ردیۃ او شرط کیف ما کان او بعیب بقضاء فلا شفۃ لان فسخ لا بیع رد بیع ہوا تسلیم شفۃ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفۃ سے شفیع نے انکار کیا پھر بیع پھر دیا گیا بسبب بخیار ردیۃ کے یا بسبب بخیار شرط کے یا رد بیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفۃ نہیں اس واسطے کہ فسخ ہے بیع نہیں ہے یہ علت ہے مسائل ثلاثہ کی یعنی شفۃ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد قبض بلا قضاء او باقالہ فان لا شفۃ لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالہ بمنزلۃ بیع مبتداء برخلاف رد بیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اس واسطے کہ شفیع کے واسطے اس میں شفۃ ثابت ہے اس واسطے کہ عیب سے پھر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلۃ بیع کے ہے نہ شرح سے اور اسی طرح اقالہ بیع ہوا گناہ ہے ہم اس واسطے کہ عیب سے بلا قضا پھر لینا چونکہ واجب نہیں اور باوجود اس کے بالغ نے اپنی خوشی سے پھر لیا تو ایسا ہو گیا اس نے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع سے ثالث کے حق میں اور شفیع تیسرا ہے بالغ اور مشتری کا کذا فی الدرر وثبت الشفۃ للبعد الاول المستوفی بالمدین احاطۃ الدین برقبۃ وکسب لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفۃ ثابت ہے غلام ماذون کے واسطے جو دین میں ڈوبا ہے اپنے مولیٰ کی بیع میں ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کائی کو ثبوت شفۃ کی شرط نہیں کیا ہم یعنی اگر مولیٰ نے گھر بیچا تو اس کا شفۃ اس کے غلام تاجر دین



کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ در صورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولیٰ کا ملوک نہیں ہے اور یہی علت ہے مولیٰ کے شفعہ لینے کی غلام کا بیع میں وقت ثبت لیسیدہ فی بیعہ بنا علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء واحد ہما من الاخذ بخیر اور شفعہ ثابت ہے غلام ہاذون کے مالک کے واسطے غلام کے بیچ گھر میں اس وجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور ان میں سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وقت ثبت لمن شری اصلۃ ادو کالۃ اور اشتیری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اصلۃ یا وکالۃ خرید کیا یا اس کے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا یعنی ایک شفعہ نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفعہ ہے تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اس کی یہ کہ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے اور اس گھر کا ایک شخص جارح واقع ہے پھر وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اس کو خرید کیا تو مشتری کے واسطے ثابت ہے خواہ اس نے اصلۃ خرید کی ہو یا وکالۃ اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہے جب کہ وکیل نے اسی کے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کے واسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارع کے قول آئندہ کی وفائدہ نہ انہ لو کان المشتري او الموکل بالشراء شریکا وللدائر شریک آخر فلہ الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدائر جارح فلا شفعۃ للجارح مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا شریک بھی تو دونوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جارح واقع ہو تو ہمسایہ کے واسطے شفعہ نہیں باوجود شریک کے یعنی اس کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصلۃ او وکالۃ او بیع لہ وی کل بالبیع او ضمن الدرع والا صل ان الشفعۃ تبطل باظهار الرغبۃ عنہا لا شفعۃ نہیں اس کا جس نے بیع کی اصلۃ یا وکالۃ یا بیع ہوگی اس کی طرف سے یعنی دوسرے کو اس نے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان ورک کیا یعنی اگر بیع غیر کی ملوک ثمن کا ضمان اس پر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے میں اور باطل نہیں ہوتا خواہش سے اس میں مچو نہ بیع اور ضمان استحقاق بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا

## باب ما یبطلہا

یہ باب ہے اس کا جو شفعہ باطل کر دیتا ہے سببہا ترک طلب الموائبہ ترک بان لا یطلب فی مجلس عہدۃ بالبیع ابن کمال وقت نزہۃ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب الموائبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب الموائبہ کی صورت یہ ہے کہ شفعہ طلب نہ کرے اس مجلس جس میں اس کو بیع کی غیبتی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیال مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب الموائبہ آخر مجلس تک متدہ ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الہدایۃ ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی مدلا الاشہاد عند طلب الموائبہ لاء غیر لازم مع القدرۃ کا مریا بطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا کرنا عقار یا ذی البدر کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب الموائبہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ یوں کہ کفالت نے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور میں اس کا شفعہ ہوں اور میں قبل اس کے طلب الموائبہ کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں سو تم شاید ہو اس پر قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفعہ کا منہ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و بطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کا مارا فقط بعد البیع کے تسلیم شفعہ مطلق ہے اس کی خواہ علم سقوط شفعہ کا سبب تسلیم کے اس کو ہوا یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مطلق نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسلیم شفعہ عبارت ہے اس حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہیں ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہیں ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہیں اور بعد بیع کے صحیح ہے تسلیمہا من اب و دھمی خلا نا لہم دنیا بیع بقیمۃ یا اقل منی تسلیم شفعہ مطلق شفعہ ہے اگرچہ تسلیم غیر کے باپ یا دھمی کی طرف سے ہو برخلاف محمد کے اس میں جس کی بیع کی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی م یعنی غیر کا باپ اگر غیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بیع کے غیر اس کی نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ در صورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باپ اور دھمی کی مطلق شفعہ نہیں ہوگی

سہ درک بقیۃ دسکر لکھنؤ ثمن بعد استحقاق بیع کے کذا فی الفتاویٰ ۱۲



طلبہا اذا سلم الشفعة او اقر على الموكل تسليم الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضي والالم يصح لكنه يخرج من النصوص طلب شفعة کا وکیل جب کہ شفعة تسلیم  
 کیے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعة کا اقرار کرے تو تسلیم صح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصوصیت سے خارج ہو  
 جاتا ہے و سکوت من یملک التسليم تسلیم اور ساکت رہنا اس کا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا دھمی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے مع کے وقت  
 سکوت کیا طلب شفعة سے صغیر کے واسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویطلبها صلح منها علی عوض ای بیز المشتفع لایاتی اور شفعة باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعة  
 ہے عوض پر یعنی عوض بیز المشتفع پر بدلیل آئندہ م قول آئندہ یہ ہے دو سطر کے بعد ولو صلح علی اخذ نصف الدار وعلیه ردة لانه رشوة اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے  
 اس واسطے کہ وہ رشوت ہے م چونکہ شفعة عبارت ہے حق ملک سے بلا ملک لہذا اس کا عوض لینا صحیح نہیں ویطلبها مع شفعة مال ولا یزیم المال اور شفعة کو باطل کرتا  
 ہے چھینا اپنے شفعة کا مال سے اور اس مع سے مل لازم نہ ہوگا یعنی اس واسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالة بخلاف العتق اور اسی طرح کفالت باطل ہو جاتی ہے مع سے  
 لان تقاص کے م کفالت سے یہاں مراد حاضر فاضل ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر فاضل سے کہا کہ میں تیرے ہمنوع حاضر فاضل منی ہتی ہوں اتنے مال پر تو فاضل منی ساقط  
 ہو جاتا ہے اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف تقاص کے کہ اس کا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور اسقاط رقب کا اعتبار درست ہے اس واسطے کہ ان  
 میں ملک ثابت ہے ولو صلح علی اخذ نصف الدار بعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صلح علی اخذ بیت  
 من الثمن لاجمالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعة اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اس کے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب  
 جملہ ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفیع کا ساقط نہ ہوگا م نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول نہیں اس واسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن  
 سے ملے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک والان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعة باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور  
 شفعة ثابت ہے ویطلبها موت الشفیع قبل الاخذ لبعث الطلب او قبله ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یطلب اور شفعة کو باطل کرتا ہے شفیع کا  
 یا شفیع لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعة موروث نہیں ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مرے گا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعة باطل  
 ہوگا م وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعة تو عبارت ہے مجرد حق ملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجع کے بعد تو اس میں کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر  
 ویطلبها موت المشتري لبقاء المستحق شفعة کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے ویطلبها وبيع ما یشفع به قبل  
 القضاء بالشفعة مطلقا علم بیعہام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعة لیا جاتا ہے اس کا بیع ڈالنا قبل اس کے کہ قاضی ثبوت شفعة کا حکم کرے ہر  
 صلح باطل ہے شفعة کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جس کا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو وکذا لو جعل ما یشفع به مسجد او مقبرة او وقف اسمجد اور اسی طرح شفعة باطل ہوتا ہے  
 اس مقام کو جس کے سبب سے شفعة ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف محل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اس واسطے کہ شفعة ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد  
 قبر سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعة ثابت ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعة کا حکم نہ دیا ہو والا شفعة ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی ولو باع بشرط الخيار لنفسه  
 یا لطلب لبقاء السبب اور جس کے سبب سے شفعة حاصل ہوتا ہے اس کو بیع بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعة باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب  
 استحقاق شفعة کا ملک ہے اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط اختیار کے بائع سے زائل نہیں ہوتی ویطلبها شراء الشفیع من  
 المشتري اور شفعة کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہو اطلب سے اور اعراض  
 باطل شفعة ہے فلمن دونه او مثله اخذ من الشفعة بالعقد الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعة میں یا اس کی برابر ہے تو اس کو دار مشفوعہ  
 لینا شفیع سے جوہ شفعة درست ہے خواہ بعقد اول سے یا بعقد ثانی م اس واسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ما دون کا حق بسبب  
 دال مانع کے ثابت ہو جاوے گا بخلاف ما یشرى بالابتداء حیث لا شفعة لمن دونه بخلاف اس کے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا بشرط سے یعنی بائع سے اس واسطے



کہ وہاں شفعہ مادون کا شفعہ ثابت نہ ہو گا م سابق مذکور ہو چکا کہ اگر شریک خرید کرے تو ہمارا مطلق کے واسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلها ان استاجر لاد  
ساومہا میعادا ہجارتہ طبعی اور اسی طرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفعہ نے مشتری سے گھر کر لیا یا اس کی خرید یا اجارہ کی بات ہوتی کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم  
بیع کر لیا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہو گا او طلب مدان یولیہ عقد الشفعہ یا شفعہ مشتری سے یہ طلب کرے کہ اس کو نقد خرید کا متولی کرے  
م اس واسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مطلق شفعہ ہے لیکن طحاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے  
اور یہ مراد نہیں کہ اس کو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اس واسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اس کے ہونے کے قبل عقد کے والیہ علم او ضمن  
الدرک مستدرک ہامر انفا فبطل فی اکل لدلیل الاعراض زلیجی یا شفعہ ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارع نے کہا ضمانت درک کا مسئلہ زیادہ حاجت  
ہے بسبب اس کے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزلیجی قبل الشفعہ انہا  
بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او بر او شیء اعدی مقارب قیمۃ الف و اکثر فلا الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمۃ الف  
فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذا قیمی و ذاک مثلی فہما یسئل علیہ وان کثر شفعہ سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اس نے بیع مسلم رکھی پھر اس کو معلوم ہوا  
ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گہیوں یا جو عدوی مقارب سے بیع ہوئی تو شفعہ کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بیکان دیناروں یا اسباب کی  
عوض جن کی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی متاع میں اور گہیوں جو میں یہ ہے کہ یعنی اسباب متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی  
گہیوں اور جو اور عدوی مقارب مثلی ہے تو گاہے مثلی چیز شفعہ پر آسان ہو سکتی ہے اگرچہ زیادہ ہوم مسئلہ اولیٰ میں شفعہ اس واسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تھی کثرت ثمن  
سے یا تعدد جنس سے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کو شفعہ لینا جائز ہوا اس واسطے کہ رغبت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل ہوم  
کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اس واسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد میں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت  
واجب ہے اور وہ درم یا دینار میں تو آسانی اس میں ظاہر نہیں کذا فی الطحاوی ولو علم ان المشتري رید فسلم ثم بان انہ بکر فلا الشفعۃ اور اگر شفعہ نے جاناک  
مشتري زید ہے سو اس نے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفعہ کے واسطے شفعہ ثابت ہے م اس واسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سوا  
کی ہمسائی قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اس کے غیر کے حق میں تسلیم کرنے کا مستلزم نہیں ولو علم ان المشتري ہومع بیوکان  
اخذ نصیب بخیرہ لعدم التسليم فی حقہ اور اگر شفعہ نے جاناک مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہو گا  
اس واسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں م جلی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے نوکر کرتا تو مناسب نہ ہوتا ولو بلوغہ ثلث النصف فسلم ثم بلوغہ ثلث النصف  
فلا الشفعۃ فی الكل و فی عکسہ بان اخبر بثلث النصف فسلم ثم ظهر ثلث النصف لا الشفعۃ علی الظاہ لان التسليم فی کل الباعض بخلاف عکسہ اور اگر شفعہ کو نصف  
کے خرید کی خبر پہنچی سو اس نے بیع تسلیم کی پھر اس کو خبر پہنچی تمام گھر کے خرید کی تو اس کے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اس کے بالعکس میں اس طرح کہ شفعہ کو  
خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اس نے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اس کے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اس واسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزاء  
میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اس کے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا لا اور ما شلانی جانب حد الشفعۃ فلا شفعۃ  
لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدبیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر شلانی ایک گز نہیں بیچا پھر شفعہ کی  
میں تو شفعہ نہ ملے گا بسبب عدم اتصال کے م شفعہ کا سبب اتصال ملک شفعہ تھا سو اگر اس نے گز بھر یا اٹھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفعہ کی جانب  
کی بیع نہ کی تو اب شفعہ اس میں شفعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول مستثنیٰ شفعہ کے تمام گھر کو مطلق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان  
ذما ما سو ہوا اور یہ قول کہ ذرا نا کا نصیب سو ہے سو ہے یہ بعض ہے صاحب درر کی طرف اس واسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت



والایما بیع الاثر انما یجب ہے سو کتاب کی سو سے ہے شارع نے کہا کہ اس کو سو کنا سو ہے اس واسطے کہ کلام تام موجب میں مشتری کا نصب واجب ہے وکن لا شفعة  
 لوجوب هذا القدر للمشتري وقبضه اور اسی طرح شفعہ نہیں اگر اس قدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو مبیعہ بلا عوض کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا  
 عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ جو متصل شفعہ تھا وہ موجب ہو گیا اور موجب میں شفعہ نہیں طحاوی نے کہا خواہ مبیع قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہامہ  
 شمن ثم ابتاع لبقیتها فالشفعة للجاری فی سہم الاول فقط والباقی للمشتري لانه شریک اور اگر مشتری نے اس کا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ شمن سے خرید کیا پھر باقی گھر  
 خرید کیا تو ہمایہ کے واسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک  
 مقدم ہے ہر پر سہم اول میں اس واسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوگی شفعہ لینے سے پہلے اور  
 مراد یہ ہے کہ شفعہ کو جو بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وجہ کلام انیشری الذراع والسہم بکل الثمن الا درہم باقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہ حیلہ  
 ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولیٰ میں یا سہم کو خرید کرے یا سہم مسئلہ میں تمام شمن سے سوائے ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درہم سے خرید کرے  
 مثلاً ہزار درہم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزارواں حصہ ۹۹۹ درہم سے خرید اور باقی گھر ایک درہم سے خرید کرے تو شفعہ کا شفعہ ہزارویں حصہ میں ثابت ہوگا  
 ۹۹۹ درہم کی شمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اس واسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہے جار سے کذا فی الدرر لیس لہ تخلیفہ باللہ ماروث بہ ابطال شفعتی  
 اور جائز نہیں شفعہ کو قسم دینا مشتری کو اس طرح کہ والدہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا والدہ کلیفہ باللہ ان البیع الاول کان  
 تجزیر مؤید زادہ معز باللہ وجیز اور شفعہ کو قسم دینے کا اختیار ہے کہ والدہ کہ بیع اول تجزیر تھی کہ ذکرہ مؤید زادہ عن الوجیزم تلجیہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری  
 بیع ظاہر کریں شمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ منزل سے اس کی تکلیف کا اس واسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کرے گا تو بائع  
 کی ملک ثابت رہے گی اور شفعہ جوار قائم رہے گا کذا فی الطحاوی وان ابتاع شمن کثیر ثم دفع تو باعہ فالشفعة بالثمن لا بالشوب فلایرغب فیہ اور اگر بیع خرید  
 کیا شمن کثیر سے پھر شمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا شمن سے نہ کپڑے سے تو اس میں خواہش نہ ہوگی مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درہم ہے اس کو ہزار درہم  
 شمن سے خرید کیا پھر شمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفعہ دعویٰ کرے گا تو اس کو شفعہ ہزار درہم کی عوض ملے گا نہ تھان کی عوض اس  
 واسطے کہ ہزار درہم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درہم کا شمن ہے دہدہ حیلہ نعم الشریک والجار لکنہما تفر للبايع اذ یزید کل الثمن اذا  
 المنزل اور یہ حیلہ شریک اور جبار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضرب ہے اس واسطے کہ بائع کو تمام شمن دینا لازم ہوگا جب کہ منزل بیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالادلی  
 بیع درہم الثمن بدینا ریطل الصرف اذا اتفق تو بیع درہم شمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جائے جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو شمن کے درہم  
 مثلاً سو تھے مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درہم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جب کہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی اس واسطے کہ اب فاسد  
 ہو گیا کہ مشتری کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھر پھر پڑے گا یعنی دینار کذا فی الطحاوی وحیلہ آخری احسن واسطہ دی المتعارفۃ فی الامصار زکا  
 بقولہ وکن الواشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارة مع قبضۃ فلوس الشیر الیہا وجہل قدرہا وضع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالت الثمن يمنع  
 الشفعة در رقلت وجہ فی المفترات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے  
 اور اسی طرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے درہم معلوم سے خواہ تعین درہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور ان کے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جن کی  
 طرف اشارہ کر دیا گیا اور ان کی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اس واسطے کہ جہالت شمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر  
 میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند مضمرات میں ہے ہم جب فلوس مشار الیہ پر بائع کا قبضہ ہوا تو شمن عقد کے وقت معلوم اور تعین ٹھہر لیا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جا  
 کے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کے وقت شمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت شمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحاوی نے کہا



فی المجلس کی قید نہ منع الغفار میں مذکور ہے نہ در میں اور اس کا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے قبض سے اس واسطے کہ ملازم وقف مقادیر سے اور یہ برابر ہے خواہ مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے یعنی بن الشفیع لو قال انا اعلم قيمة الفلوس وہی کذا ان یاخذ بالدرہم قیمتہا کالواشتری دارا بعض اوقات الشفیع اخذ بالقیمۃ کامر قال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیرۃ بالوافق قلت ووافق فی تہویر البھار وافرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجوامہ بانہ مخالف للاول دانی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کامر مرارۃ انتہی اور لائق بقولہ دفعہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ دے درہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا مقدار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا مقدار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے شرح میں پھر مصنف نے مقطعات ظہیرہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تہویر البھار حاشیہ شاہ میں اور ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجوامہ حاشیہ شاہ میں اس طرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے جو متن میں مذکور ہے اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاویٰ پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی مانی زواہر الجوامہ متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اس کا مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعین مقدار میں مقبول نہ ہو گا اس واسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس جیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے مگر جب کہ شفیع ساکت رہے کذا فی الخطا دی و قد نزلنا لا شفعہ فیما یبع فاسدا ولو بد القبی لاحتمال الفسخ ثم اذا سقط الفسخ بالبناؤ و نحوہ وجبت والنداء اعلم اور ہم مقدم کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں اس میں جس کی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے بیع فاسد کے ہاں جب کہ فسخ سقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہو گا والنداء اعلم تکررہ الحیلۃ لا سقوط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا لقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البرازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثبوت ہو جانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کر لے ذکر کیا ہے اس کو برازی نے م شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھ سے خرید کر لے تو اگر وہ خرید کر ارادہ کرے گا تو شفعہ باطل ہو گا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابویوسف اور محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ وفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراہنۃ بما اذا کان الجا غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ اور ابتداء سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہو سکے سو ابویوسف نزدیک مکروہ نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتویٰ ہے شفعہ میں سراجہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگا ہے جب کہ ہمسائے کو اس گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اس کو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تہویر البھار میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اس کے حسن اور خوبی کے سبب سے شرع و قیایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کے واسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑیبیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعین ہو جس کی ہمسائی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے والشفعہ ہوا کراہت فی الزکوۃ ولج وآیۃ السجدہ جوہرہ اور اس کے مخالف یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرۃ منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گزرنے سے پہلے اپنے فرزند وغیرہ کو بیہ کرے یا سال سے پہلے اس قدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرع و قیایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے بخلی اختیار کرنا ہے اور فقہوں کا رزق قطع کرنا ہے اور وہ بعد عدم اتفاق میں داخل ہونا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ اتفاقی داخل موافقت کسی محل میں داخل ہو پھر کہ معظم میں بلا احوام داخل ہوا اور یہ حیلہ اسقاط احوام کا ہے نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے لہٰذا جمیع میقات وہ مقام جہاں سے بدون احوام کفاتی کو کہہ کی طرف جانا احوام ہے ۱۲ امل ترجمہ میں بھی عبارت ہے مگر کتاب الحج میں اس کی صورت یوں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے مقام کی لیت سے جادے جو میقات کے اندر اور احوام سے خارج ہو اور اس کا ارادہ کہ میں جائے گا نہ ہو مثلاً جادہ میں جانا چاہے تو اس کو میقات پر احوام کی کچھ نعمت نہیں جہ میں بلا احوام جادے اور جب جادہ میں پہنچ جادے گا لوہاں کے باشندوں کا حکم میدا کرے گا یعنی اب کہ معظم میں بدون احوام جاسکتا ہے ۱۳ امل بکر اسقاط حج کا حیلہ وہی ہے جو زکوۃ میں گزرا یعنی احوام

مقدار اپنے پاس جمع نہ کرے دوسرے فرات کر دے



دوب سجدہ کے خوف سے ولایت موجودہ فی کلامہ لاسقاط الحیلۃ بزانیۃ قال وطلبنا ما کثیرا فلم نجد ما اور کوئی میلہ موجود نہیں فقہ کے کلام میں جیلہ ساقط کرنے کے واسطے کذا فی البرازیۃ کہا بزانی نے اور ہم نے اس کو بہت تلاش کیا سو اس کو نہ پایا اذا اشتری جماعۃ معقارا والبائع واحد یتعد والاخذ بالشفعة یتعد للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم ویرک الباقی ولعکسہ وهو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعد والاخذ بہا بل یاخذ کل او یرک لان فیہ تفریق الصفقة علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تفرق الصفقة بل تفرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سہی کل بعض ثمن او سہی کل جملۃ لان العبرة لا تہتم بالصفقة لا اتحاد الثمن جب کہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعا لینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اس کے یعنی جب کہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعا لینا متعدد نہ ہوگا بلکہ شفیع یا سب بیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اس واسطے کہ اس میں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اس واسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہ ہوا اس میں کچھ فرق نہیں کہ شفعا لینا قبض کرنے سے پہلے ہوا بعد اس کے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجمل مذکور ہو اس واسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واطم انہ لو طلب الحصة ثمنہ علی شفعة اور معلوم کر اس کو کہ اگر شفیع در صورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفیع پر قاصر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفیع باطل ہو گیا کذا فی در المنقذ ولو اشتری دارین او قریتین ادھرین صفقة اخذہما شفیعہما معا اور کما لا یلزم ہما ولو اخذہما بالشرق والاخری بالغرب شرح مجمع ویاتی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونوں گھروں کا شفیع ان کو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور اس کا ذکر آگے آئے گا م اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعا لینا نہیں پہنچتا مگر اسی گھر کا جو اس پاس ہے اور ایسا کہ ہے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفیع سے کس نے کہا حسن کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای العدد والایاد والعاقد متعلق بحقوق العقد بہ دون المالك فلو وكل احد جماعۃ فلف شفیع اخذ نصیب بعضهم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عائد معتبر ہے نہ مالک اس واسطے کہ حقوق عقد کے عائد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے م یہ اس صورت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعا نہیں مگر تمام میں کذا فی المطحانی مشتری نصف دار بغير مقسوم فقام مشتری البائع اخذ الشفیع نصیب مشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح اوصا گھر غیر مقسوم خرید کیا مشتری نے بائع سے ہاٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اس کو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے م غیر اصح قد مدی کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لے گا جو اس کی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولبیس لہ ای للشفیع نقضہما مطلقا سواء قسم حکم ارضی علی الاصح لانہما من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اس واسطے کہ قسمت قبض کی تالی ہے یعنی دون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتیٰ لو قاسم شریک کان للشفیع القبض کا ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیب من دار مشترکہ وقاسم مشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کقض بیعہ ویرتد اگر مشتری نے قسمت کر لی بان کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اس کو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اس کے جب کہ دو شریکوں میں کہ ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جس نے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جس طرح اس کی بیع اور بیع کا نقض ہاں سب م یہ نظر ہے م نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہ ہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اس واسطے کہ عقد



اس شخص سے واقع ہوا جس سے قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہ ہوئی جو بقدر حکم ہے لہذا شفیع اس کو توڑ سکتا ہے کالوا مشتری انسان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسم القضاہ او غیرہ فلما ای للشفیع ان ینقبض القسم ضرورۃ عبیر درۃ النصف لثنا شرح وہبانیۃ چنانچہ اردو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر میرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سولے اس کے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی نہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح وہبانیۃ ہم یہ تعبیر ہے نقض قسمت کی صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاحق ہیں مثلاً ان میں سے دو نے دگر خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر پھر پڑوسی نے شفعہ طلب کیا قسمت مذکورہ مقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص نہائی نہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور نہائی نہیں رہ سکتا اختلاف الجار والمشری فی ملکیتہ الدار التی لیکن فیہا الشفیع الذی ہوا الجار فالقول للمشری لانه ینکر استحقاق الشفعة اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جس میں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکبہ ہے وللجار تحلیفۃ ای تحلیف مشتری علی العلم عند ابی یوسف وہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اس کی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے م یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ والد یہ گھر میرے علم میں شفیع کا ملوک نہیں علم پر اس واسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کالوا مشتری طلب الموأبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب موأبۃ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لی جائے گی یعنی اس واسطے کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر مشتری طلب الاثمہا وعند لقائہ حلف مشتری علی البتات لانه محیط بہا دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کے وقت طلب اثمہا سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اس واسطے کہ مشتری کا علم طلب اثمہا کو محیط ہے نہ طلب موأبۃ کو کذا فی حاوی الزاہدی م اگرچہ طلب اثمہا بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اس وقت ہے جب کہ شفیع طلب اثمہا کا مدعی ہو اور گواہوں سے اس کو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فینہ الشفیع الحق وقال ابو یوسف ینہ مشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لادیں تو شفیع کے گواہ الحق اور فقہاء ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع مانی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذ بالشفعة والابطال الاجارۃ وان رد مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اس کا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اس کی جائز رکھی تو اس کو بے جا بیع شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جاوے گا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے م یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اس واسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی وہبانیۃ ثری لطفہ والاب شفیع کہ الشفعة والوصی کالاب قلت لکن فی شرح الجمع ما یقالہ قنبد باپ نے اپنے طفل ضعیف کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اس کا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح جمع میں اس کے مخالف ہے سو ضرور در بنام شرح جمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اس واسطے لگائی کہ وہی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اس واسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وہی کو نفیم کا مال خرید کر ناجائز نہیں اپنی ذات کے واسطے لو کانت دار الشفیع ملحقۃ ببعض البیع کان لا الشفعة فیہا لاصرف فقط و لوفی تفریق الصفقة اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض بیع سے تو اس کا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اس میں تفریق صفقہ ہوتی ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاحق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحاوی عن الجموی الابراہیم العام من الشفیع یطلبہا قضاء مطلقاً لاویانہ ان لم یعلم ہا شفیع کی جانب سے ابراہیم عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاء ہر طرح سے اور ویانہ بطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہم کو بری الذمہ کر دے ہر خصوصیت سے جو تیری خصوصیت کہ ہماری جانب ہو سو اس نے ابراہیم عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا



نہیں ہے کہ ان کی جانب اس کا شفعہ واجب ہو ہے تو اس ابراہیم سے قاضی کے نزدیک اس کا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ و بین اللہ شفعہ باقی رہے گا اس واسطے کہ اگر وہ جاننا تو شفعہ نہ چھوڑنا زوار الجوار میں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر بڑت من المجهول سے بڑت ثابت ہو جاتی ہے قضاء بھی اور دینا بھی و علیہ الفتویٰ چنانچہ شروع مظلومہ اور خلاصہ اور خزائنہ الفتاویٰ میں ہے کذا فی الطحاوی عن الجلی اذ اصبح المشتري البناء فجاء الشفع خیران شاہ اوسطا ما زاد الصبح اذ ترک جب کہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفعہ آیا تو وہ مختار ہے چاہے اس کو اتنا دے جس قدر اس کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے آخر الجار طلبہ لکون القاضی لایرا بالموعد و شفعہ جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اس واسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہودی سمع بالیوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سینچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یو خدمنا ان الیسودی اذا طلب خصم من القاضی احضاره یوم سبتہ فانه یکلف الحضور ولا یكون سبتہ عذرا و فی واقعة الفتویٰ قال المصنف قلت و فی فی واقعات الحسانی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہ ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے معا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اس کے یوم السبت میں تو قاضی اس کو حاضر کر دے اور اس کا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتویٰ طلب ہو چکا ہے کہ ہاں مصنف نے میں کہتا ہوں اور یہی مسئلہ واقعات حسانی میں مذکور ہے اوعی الشفع علی المشتري انه احتال لا بطلان یكلف دنی الوہابیۃ خلافہ قلت و سنذكره لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ابیدہ بما لا مزید علیہ فلیحفظ شفعہ نے مشتری پر یہ دعویٰ کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لی جائے اس پر اور وہبانیہ میں اس کے مخالف عدم تکلیف مذکور ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہیں اس واسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اس طرح تائید کی ہے کہ اس پر تائید زیادہ نہیں ہو سکتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خاں اور ولوالجی کے کلام مدلل سے مصرع ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق الباطل بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ شفعہ نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کے واسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کے واسطے خرید کی تو اس کا شفعہ ثابت ہے کذا فی الطحاوی عن مینۃ المفتی والمجتبیٰ لدعویٰ فی رقبۃ الدار و شفعۃ فیہا یقول بذہ الدار واری وانا اذ بیہا فان وصلت الی الدار علی شفعۃ فیہا ایک شخص کا دعویٰ ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اس میں دعویٰ ہے تو یوں دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر یہ گھر مجھ کو اپنی تو بہتر ہے اور اگر نہ پہنچا تو میں اس میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں یہ مسئلہ ظہیر یہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اس کا شفعہ ہے اور اس کا زعم یہ ہے کہ خانہ بیع میرا ملک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اس کی ملک کا دعویٰ کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعویٰ کروں تو ملک رقبہ کا دعویٰ باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعویٰ کرے کہ یہ میرا گھر ہے اور میں اس کے رقبہ کا دعویٰ کرتا ہوں سو اگر وہ مجھ کو اپنی تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے دعویٰ پر ہوں اس واسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن المحموی استولی الشفع علیہا بلا قضاء ان اتمد علی قول عالم لایکون ظالما والا کان ظالما شفعہ نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفعہ نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا ہے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہرے گا شیخ مصالح بن مصنف نے کہا کہ مجھ کو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اس واسطے کہ درود وغیرہ کتب فقہ میں یہ مصرع ہے کہ شفعہ کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جب کہ بدون اس کے بجز و قول عالم کے اس نے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظلم ہے اور اگر بجز استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی جلی نے کہا جب ظلم ٹھہرے گا تو اس پر تعزیر ہوگی اشیاء علی مدد الرؤس الحقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیہ النکل فی الاشباہ چند میز میں عدداً اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جب کہ اس میں لوگ اختلاف کریں یہ سب مسائل مذکورہ



اشباہ میں ہیں م دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان ملوک میں تو اس کی ویت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک  
 لم ہو باز یادہ اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اس کی اجرت امام کے  
 نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ عزیز ناقدہ مراد ہے اس واسطے  
 کہ شفعہ عام کسی کا ملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا صحن ہے جب کہ اس باب بیوت اس میں اختلاف کریں اس واسطے کہ وہ لوگ چلنے اور رخنہ کرنے اور لکڑی  
 چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ و الاشیاء لابن السعد ولا شفعہ لمرئۃ منایہ شفعہ  
 کا حق ثابت نہیں مرئۃ کے واسطے کذا فی الحاشیۃ صبیح لا ولی له لا تبطل شفعۃ وان نصب القاضی قیما بطلبها جاز جو برہ ایک رطل کا شفعہ ہے جس کا کوئی والی نہیں تو  
 اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اس کی طرف سے کوئی کار پر واز قائم کرے اور وہ شفعہ کے واسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی جوہرۃ شری کر  
 ولا شفعہ غائب فاشترت الاشبار فاکمل المشتري ثم اتى الشفع و اخذہ ان الاشبار وقت القبض ثمرة سقط بقدره والا لانه لاحقة له من الثمن یعنی مرئۃ مرئۃ مرئۃ  
 لواقعات الحسامی انکور کا باغ خرید کیا اور اس کا شفعہ غائب ہے سو درخت پھیل لائے اور مشتری نے ان کو کھایا پھر شفعہ آیا اور اس نے وہ باغ پوری شفعہ  
 لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہو تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہوں گے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اس  
 واسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اس وقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی و فی الوسیانیت سے یاخذ فیما یشتري لصغیرہ اب دوی للبلوغ  
 یونہیہ اور وہ بیانیہ میں ہے اور باپ شفعہ نے اس میں جو اس نے اپنے صغیر فرزند کے واسطے خرید کیا اور وہی محاسمت میں تاخیر کرے قیم کے بلوغ تک  
 م اگرچہ خصوصیت میں تاخیر چاہیے لیکن وہی کو لادم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزائنہ المل میں ہے یعنی اس واسطے کہ تاخیر طلب  
 سے شفعہ باطل نہ ہو جائے و دلیس له تفریق دارین بیعتا و لو فی جارا فالتفریق اجدر بہ اور شفعہ کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی ہیں پچھلے  
 اور وہ دونوں کا شفعہ ہے اور اگر شفعہ ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اس واسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفعہ  
 ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا و ما ضر اسقاط التخیل مسقطا و کلیفہ فی التکرار شک اگرچہ اور ضرر نہیں کرتا  
 اسقاط شفعہ کا جیلہ سے درنا لیکہ وہ قاصد ہے اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہیں تھا شفعہ ساقط کرنے میں جیلہ سے اور کلیف اعد العاقین کی حالت لکھا  
 میں بلا شک منکر اور محبوب ہے شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہم نے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفعہ کو ان سے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی  
 قاضی خان والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب القسمة

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجے کی چیز بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا ادا لافراق باء موجب الشفعة او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ احد الشریکین جب افراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کرے گا تو شفعہ واجب ہو گا یا قسمت کرے گا بدون بیع کے یہی نفع اسم لاقتسام کا لفظ و لا تقسم لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے فذوہ اسم ہے اقتداء کا و شرعاً جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبادت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے بلا تعین پھر جب اس کے تین حصے ہو گئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہو گیا اسی تعین حق شائع کا نام قسمت ہے و سببها طلب الشراکاء او بعضہم الا متفاد علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلبہم لانفع القسمة او قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سبب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جائے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اس کو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اس کے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اس کی اجابت واجب ہے کذا فی الزلیس و رکنا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعین بین الانصبا و کیل و فروع اور قسمت کا کن و فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جائے حصوں کے درمیان چنانچہ یہاں نہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیل چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذری چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اس کے قسمت کا وجود نہیں و شرطها عدم فوت المنفعة بالقسمۃ و لذلک لا یقسم حائط و حمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہ ہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کی جاتی دیوار اور حمام اور مانند اس کے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اس واسطے کہ قسمت سے غرض مقصود و توفیر منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و حکمها تعین نصیب کل من الشراک علیحدۃ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مرتب معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیہ علیہ و تشتمل مطلقاً علی معنی الافراز و مواخذہ عین حق و علی معنی المساوئۃ و ہی اخذ عوض حقہ اور مطلقاً یعنی مثل اور قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مساوئہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مساوئہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ہم بیان اشتغال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اس کے اجزاء میں ہر جزو شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اس کا لینا افراز ہو یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اس کے شریک کا تھا اس کو لیا اس کے عوض جو اس کے حصہ میں سے شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اس کا لینا بھی مساوئہ ظہر اذانی الشمنی والافراز ہو غالب فی الشلی و مانی حکمہ کا لحدوی المتقارب فان معنی الافراز غالب ذیہ ایضاً ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے یضہ اور جو اس واسطے کہ افراز کے معنی اس میں بھی مثلی کے ماتہ غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اس واسطے غالب ہیں کہ اس کی الباعض اور افراز میں تفاوت نہیں اس واسطے کہ مثلاً گیموں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اس کی مثل ہے



ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اس کو بعینہ اس کا قرار دینا ممکن ہے والمباذلة غالبۃ فی غیرہ اسی غیر المثل وہو القسمة اور مباذلة غالب ہے مثل کے سوا یعنی قسمی میں ہم قیمت وال چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین میں اس واسطے مباذلة غالب ہوا کہ ان میں بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سودرم کا اور دوسرا ہزار دم کا تو اس کو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیوں کہ دونوں حصوں میں بالیقین معاوہ اور مساوات ثابت نہیں اذالقرہذا الاصل فیماخذ الشریک حصۃ لغیبتہ صاحبہ فی الاول اسی المثل لعدم التفاوت لا الثانی اسی القسمة لتفاوتہ جب کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثل میں افراز غالب ہے اور قسمی میں مباذلة تو شریک اپنا حصہ لے اپنے سامنے شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثل میں عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے اس کی غیبت سے ثانی میں یعنی قسمی میں اس کے تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیۃ یکیل اور موزون میں حاضر و غائب اور بالغ اور صغیر فافراز الی حاضر اور بالغ نصیبہ نقدت القسمة ان سلم خطا لآخرین والاولا خانیۃ یعنی فتاویٰ قاضی خان میں کیلی یاد دہانی چیز مشترک ہے درمیان حاضر اور غالب کے پار و میان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اگر تسلیم نہیں کیا تو نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہو گیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کبصرۃ بین و ہقان و ذاع امر و الدہقان بقسمتہما ان ذہب بما افترہ الدہقان اولاً فہلاک الباقی علیہما وان بحظ نفسه اولاً فہلاک علی الدہقان ما احتکذا قالہ بعض المشائخ انتہی منہ چنانچہ اناج کا دھیر مشترک ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اس کے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جس کو زمیندار کے واسطے جدا کیا تھا زمیندار کی طرف لے گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جائے گا دونوں پر پڑے گا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لے گیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑے گی یہ کہہ رہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضی خان منحصہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت یکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جائیگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اس کا حصہ تلف ہو گیا جس نے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدہ سے ہم نے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سوا اس نے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لے گا اس واسطے کہ زمیندار وار کا حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اس کے مخالف ہے اور ظاہر اجماع عالمگیری کے ذخیرہ سے محتمل علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اس فعل کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان اجبر علیہما اسی علی قسمۃ غیر المثل فی متحد الجنس منہ فقط سو ہی رقیق غیر ملختم عن طلب الخصم فجر لما فیہما من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قسمی میں اگرچہ غیر مثل کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ماسوائے اس سلام کے جو غنیمت کا نہیں جب کہ خصم قسمت طلب کرے تو قسمی میں جبر اس واسطے ہے کہ اس میں معنی افراز ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدمہ کا کہ مباذلة غالب ہے غیر مثل میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثل میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مباذلة میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمة باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اس میں تکمیل مقصد ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اس پر جائز ہوگا کہ ضرر و فح ہو اس واسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اس کی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المباذلة قد بحر فیہما الجبر عند تعلق حق الخیر فی الشفعة و بیع ملک المدیون لو فاء وینہ اس کے علاوہ یہ ہے کہ مباذلة میں گاہے جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے منقول ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیون کی ملک نہ ہونے میں اس کے دین کے ادا کرنے کے واسطے وینصب قاسم برزق من بیت المال لقیسم بلا اذہ اجر منہم و ہواحب و ما فی بعض النسخ واجب غلطا اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جس کو روزی دی جائے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے



بدون لینا جرت کے شریکوں اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخہ مدالمتار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب ہاجر المثل صح لانہا لیس بقضاء حقیقۃ فجازلہ اخذ الاجرة علیہا وان لم یجر علی القضاء ذکرہ اخی زائدہ او اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اس لیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زائدہ ہم اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الخرو و یو علی وعدہ و الرؤس مطلقا لا الانصبا و خلانہما اور وہ یعنی اجرت مثل شریکوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض نہ حصوں پر بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قید نابالقاسم لان اجرة الکیال والواحدین بقدر الانصبا و اجماعا و کذا سائر المؤمن کا جرة الراعی والحمل والحفظ وغیرہ شرح مجب زائد فی الملتقی ان لم یکن للقسمة والکیال لکما فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قلیل و تمامہ فیما علقۃ علیہ اختلاف اجرت میں ہم نے قاسم کی قید لگائی اس واسطے کہ کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے یا اتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی مصادر شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور باربرواری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیرہ ذکرہ کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اس وقت ہے جب کہ وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو اس طرح کہ دو شریکوں نے کیل یا موزوں خرید کیا اور ایک آدمی سے اس کے کیل یا وزن کا امر کیا تا اس کی مقدار معلوم ہو تو اس کی اجرت بقدر سهام ہوگی کذا فی درر الملتقی اور اگر وہ چیز قسمت کے واسطے نہ ہو تو اس میں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قلیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اس کا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے والقاسم مجب کو نہ عدلا امین عالما بہما اور واجب ہے ہونا قاسم کا مستقی اور امانت دار اور قسمت کا واقف کار ہم تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہما لکلا یمکن بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادت اجرت مثل پر حکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تو اطمینان اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نہ کر لیں ان کے اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر ان میں اشتراک ہو گا تو اس کا خوف ہے کہ اتفاق کر کے ہوتا گراں کر دیں تو اس میں لوگوں کا ہر ہو گا طحاوی نے کہا قسام مجب ہے قاسم کی وصحت برضی الشراک والا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لہما حیث لا باجاءۃ القاضی او الغائب او العصبی اذا بلغ اولیہ بذل الودیۃ ولو شرکا بطلت نیتہ الملتقی وغیرہ اور قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جب کہ ان میں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جس کی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جس کی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اس کے نہ لازم ہونے کے سبب سے اس وقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت ہے جب کہ معارض ہو جائے یا اس کے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اس وقت ہے جب کہ شرکا وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے ان میں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی ملیۃ الملتقی وغیرہ ہم طحاوی میں عالمگیری سے یوں منقول ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکا حاضرین گواہ لاءین خریداری پر قسم نقل یدعون ارثہ بلینیم او ملکہ مطلقا و شرہ صد الشریعۃ فلا فرق فی النقل بین شرکاء وارث و ملک مطلق اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جس کی میراث کا فیما بینہم شرکا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی ملک مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی خریداری کا دعویٰ کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایۃ لصد الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول میں درمیان خریدار اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اس واسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اس کا حفظ ہے اور حق وارک کا حق پہنچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے



صدق کی اور کوئی ان کے ساتھ منازع نہیں قلت ومن النقل البتار والاشجار حیث لم یتبدل المنفعة بالقسمة وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا میں کہتا ہوں اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعت بتدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار یدعون شراہ اولئکہ مطلقاً اور قسمت کیا جائے وہ مال منقول جس کی خرید کا یا اس کی ملک مطلق کا شریک کا دعویٰ کرتے ہیں فان اوکوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یرہنوا علی موتہ وعدہ وورثتہ پھر اگر شریک دعویٰ کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اس کی قسمت نہ کی جائے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اس کے وارثوں کے شمار پر وقال یقسم باعترافہم کما فی الصور ان خرا اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی تقسیم کی جائے گی محض ان کے اقرار سے چنانچہ اور صورتوں میں قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت میں ولان برہنا ان العقار معہما حتی یرہنہا انہ لہما اتفاقاً فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجازۃ او اعادة فتكون قسمة حفظا والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا کہ غیر منقول ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضہ میں ہے یہاں تک کہ گواہ لاویں اس پر کہ غیر منقول انہیں دونوں کا ملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول ان کے قبضہ میں بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت میں قسمت حفا کی ٹھہرے گی اور حالاں کہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے ولو برہنہا علی الموت وعدہ وورثتہ وہو امی العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولیٰ وفہم صغیر او غائب قسم بلینہم ونصب قال بن لہما نظر للغائب والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثوں کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول ان کے قبضہ میں ہے اور وارثوں میں صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین میں قسمت کی جائے اور صغیر کے واسطے ایک شخص ان کے حصہ کا قبضہ کرنے والا مقرر کیا جائے تاکہ ان کی حق تلفی نہ ہو ولا بد من النبیۃ علی اصل المیراث عنہ ایضا خلا فالہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر ان کی میراث ہے ان کے باپ کی جانب سے مثلاً کذا فی الطحاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضورا شین ولو احدهما صغیر او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدد عدتہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ دو وارثوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اگرچہ ان میں سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کالوا ای الشراکاء مشترکین امی شرکاء بغير الارث وغائب احدہم لان فی الشرکاء لا یصلح الی اخر معہما من الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہوں یعنی شریک ہوں بدون میراث کے اور ایک شریک ان میں سے غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ خریداری کی شرکت میں شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا برخلاف میراث کے کہ اس میں ایک وارث اور وارثوں کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صوۃ ارث العقار او بعنہ مع الورث الطفل او الغائب او کان شیئ منہ لا یقسم للزوم الفقہاء علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتوں میں وارث صغیر یا غائب وارث کے قبضہ میں ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اس کی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونوں کی طرف سے ہم صغیر کی مانند اس کی ماں ہے اور غائب کے مانند اس کا مودع ہے علی نے کہا شارح کا قول او بعنہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ وشیئ منہ وقسم المال المشترك بطلب احدہم ان اتفیع کل بخصم بعد القسمة او مال مشترک قسمہ کیا جائے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد و بطلب ذی اکثر ان لم یتفیع الآخر لقل حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کی جائے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع حاصل ہوتا ہو کثرت حصوں کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ خصاف نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہ قول اصح ہے اور بخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے



کہ انی الدور وفي الثانية يقسم بطلب كل وعليه الفتوى لكن المتون على الاول فليها للمعول اور غايہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت تالیف افتاد کے ہیں وان تضر الكل لم يقسم الا برضاهم لئلا يعود مل موضوعه بالنقض اور اگر قسمت سے سب شرکیوں کو ضرر ہوتا ہے تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شرکیوں کی رضامندی سے تاکہ قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر منقوض ہو کہ ہم یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شرک بک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہ ان مفتو و ہے کذا فی السبب ماں اگر سب راضی ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق ان کا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی اس کا مباشر نہ ہوا اگرچہ وہ طلب کریں اور نہ اس کو منع کرے کذا فی الزیلعی فی المبتنی حالات لما لیمان فیہ طلب احدہما القسمة ان امکن لكل ان یعمل فیہ بعد القسمة ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا یبتی میں ہے کہ ایک دکان ہے شرکیوں کی جس میں وہ اپنا کام کرتے ہیں سوا ایک شرک بک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شرک بک نہیں مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اس میں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تھا تو قسمت کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کی جائے قسم عروض اتحد جنسہما لا الجنسان بعضہما فی بعض لوقوعهما معا وضمة لا یتزافیتہما التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کی جائے ان عروض اور اسباب کی جن کی جنس متحد ہے نہ قسمت کی جاویں دو جنسیں اس طرح کہ بعض جنس بعضے شرک بک کو دی جائے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کہ نہ تمیز ہو کہ تواضع جنس پر تراضی شرک کا یہ اعتماد کیا جائے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ مکمل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو اس میں ایک شرک بک کی طلب سے قاضی جبر کرے گا قسمت پر اس طرح کہ کچھ اس شرک بک کو دے گا اور کچھ دوسرے کو اس واسطے کہ مقصود دونوں میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اس میں جبر کا اختیار ہو گا درمیں ہے کہ جنسین کی قیمت میں ادخال بعض کا بعض میں اس طرح صحیح نہیں کہ ایک شرک بک کو اونٹ دیکھے اور دوسرے کو دو بکریاں مثلاً اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کر کے اس واسطے کہ دونوں جنسوں میں اختلاط اور اتما نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہو گئی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہو گا نہ قاضی کے جبر پر اس واسطے کہ قاضی کو جبر کا وہاں اختیار ہے جہاں قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق و مدہ لغش التفاوت فی الادمی اور نہ قسمت کیا جائے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اس واسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی میں تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ ان میں تفاوت قلیل ہے اتما جنس کی صورت میں فقط کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اس وقت مملوک کی بھی اس کے ساتھ مل کر قسمت ہو جاوے گی باتفاق امام اور صاحبین کے وقالوا یقسم لوزور فقط وانا ثا فقط لیکم الا بل والغنم وریق الغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت ہوگی جیسے اونٹ اور بھیر بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لغش تفاوتہا اور نہ قسمت کیے جاویں جواہرات ان کی کثرت تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بھی قسمت نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تبدیل نہیں ہو سکتی ولا الحماہم والبر والرحی والکتب وکل ما فی قسمة ضرر اور نہ کیا جائے قسمت حمام اور کنواں اور چکی اور کتا ہیں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالیں دے کر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کے واسطے ہے پھر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نہ رہا تو معنی قسمت مستحق نہ ہوئے الا برضاہم لما مر مگر شرکیوں کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شرکاء راضی ہوں قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہیں کا ہے ولوا داد احدہما البیع والی الاخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خدا فاما ملک اور اگر ایک شرک بک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شرک بک نہیں مانتا ہے تو اس کے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاوے گا بخلاف مذہب امام مالک رحم و فی الجواہر لا یقسم لکتب



بین الورثة ولكن يتفخ كل بالهما ياة ولا تقسم بالادراق ولو برضاهم اور جو اہر الفتادی میں ہے کہ کتابیں قسمت نہ ہوں گی ولڑوں میں لیکن ہر وارث ان سے  
 نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی درقوں کے شمار سے نہ ہوگی اگرچہ ہر ذہ اس پر راضی ہوں وکذا لو کان کتابا ذا اجماعات کثیرة اور اسی  
 طرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت جملات ہوں ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی جملات میں تمام ہو چنانچہ فتاویٰ مالگیری مثلاً جس کی پانچ  
 چھ جلد جلد ہوتی ہیں تو ایسی کتاب کی جملات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ کے مثلاً اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیوع ولو ترلینا  
 ان تقوم الکتب ویأخذ کل بعضنا بالیقیمۃ لو کان بالتراضی جازوالالا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جائیں اس پر کہ کتاب کی قیمت معین کی جائے اور ہر شریک  
 بعض کتب کے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہیں ولی التنازعانۃ وادوار وحوالوت بین اثنين لا یکن قسمتا  
 تشا جرافہ فقال احدہما لا اری ولا انتفع وقال الآخر اید ذلک امر القاضی بالمہایات ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شدت فانتفع وان شدت فاعطى الباب  
 اور تانا خانہ میں ہے ایک ایسا گھر یا دکان مشترک ہے دو شریکوں میں جس کی قسمت ممکن نہیں ہے دونوں نے اس میں جھگڑا کیا سو ایک شریک  
 کنتاہے کہ میں اس کو کرایہ نہ دوں گا اور نہ اس سے نفع لوں گا سکتے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کتا ہے کہ میں اس کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی کرایہ نہ  
 کرایا ہے کہ تو قاضی حکم کرے مہایاہ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس شریک سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے  
 فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر گھر یعنی اپنی باری میں اس کو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع  
 کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکہ او دار و صنیعہ او دار و حوالوت قسم کل واحد لا منفردہ مطلقا ولو تلازقہ او نے  
 محلین او مصرین مسکین چھ گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی  
 ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہ باہم متعلق ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھروں میں اس طرح  
 قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اس لیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد  
 اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو ان کی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے  
 اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزلیعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں  
 تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اس واسطے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق  
 ہوتی اور بتیانہ دار سے کذا فی الدرر اقا کا نت کلمانی مصر واحد او لا دور مشترک وغیرہ کی قسمت مجتمہ نہ ہوگی جب کہ وہ سب ایک شہر میں ہوں  
 یا نہ ہوں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگی تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکر ہو گیا وقالہ ان الكل فی مصر واحد فالرأی فیہ  
 للقاضی وان فی مصرین فقولہما کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء  
 مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی  
 اس کو بہتر سمجھے والا جائز نہیں ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمة اور قاسم نقشہ بنا دے کا قذیر اس  
 کا جس کی قسمت کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی  
 یہ صورت ہے کہ کم تر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے تو اگر عقل سہام غیث ہو تو اس کو اثاثات کرے اور اگر سبب ہو تو اس سبب  
 کذا فی الطحاوی عن الشمنی ہیند رعمہ اور گز سے اس کو پیا لٹش کرے اس واسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ولقوم البناء اور عمارت  
 قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اس واسطے ہے کہ عمارت کی قیمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیا لٹش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصے



واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اس قیمت کے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ و شریبہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اس کے راہ  
 اور پانی کی آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور  
 افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث دہلم جہاً اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور  
 ثالث کے ساتھ علی ہذا القیاس رابع اور خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص میں طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے التزام پر قادر ہو  
 قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزلیح ویکتب اسامیہم ویقرع لتطیب النفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کے واسطے ہم ہر شریک  
 کا نام علیہ علیہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھ کر گولی بنا دے جو ہرہ میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے  
 تاکہ کسی کو جانب داری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو جائز ہے فمن خرج اسمه اولاً فله السهم الاول ومن  
 خرج ثانیاً فله السهم الثانی الی ان ینتہی الی الاخر سوجس کا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اس کے لیے پہلا حصہ ہے اور جس کا نام کہ دوسری بار نکلے اس  
 کا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ آخر تک پہنچ جاوے ہم شروع و قایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت  
 خام کے خانہ بندی کرے اور محن اور مکانات کو گزوں سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے  
 قیاس کے متصل کو ثانی ٹھہراوے اور اس کے متصل کو ثالث علی ہذا القیاس تو جس کا نام قرعہ میں اول نکلے تو اس کا حصہ جانب غربی سے دے عمارت  
 اہل زمین سے تا ایک اس کا حصہ پورا ہو جائے پھر جس کا نام دوسری بار نکلے اس کا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت  
 اگر ملخصاً در میں ہے کہ اگر عمارت مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ  
 سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بہ سہم اول کرے اور اس کے پاس والے کو ملقب بہ سہم ثانی علی ہذا القیاس سادس تک کرے اور شریکوں کے نام  
 لکھے اور قرعہ ڈالے جس کا نام پہلے نکلے تو اس کو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور  
 اس کے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اس کے پاس کے دوسم اور لے واعلم ان الدرہم لما تدخل فی القسمة لتقار  
 الابرضانہم فلو کان ارض و بناء او منقول قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یکن التسویۃ روا الفضل وراہم للفرقۃ  
 واستحقاق الاختیار اور یہ جان رکھ کہ نقد درم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال  
 منقول ہو تو اس کی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دی جائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ  
 باقی رہے زمین دے کر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادت درم پھیر دیے جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول  
 کو پسند کیا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سوا انھوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سوا ایک شریک  
 نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اس کے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دی جائے گی اور صاحب عمارت سے درم  
 نہ دلائے جاویں گے مگر جب کہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دانا اس واسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور  
 شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درہم میں تو اس کی قسمت جائز نہ ہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولا حدیم میل ماد او طریق فی ملک الاخر  
 والاول انہ لم یشرط فی القسمة صرف عنہ ان الکن والافسوت القسمة اجماعاً واستولفت مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا نابدان  
 اور افسافت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک میل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان اور راہ اس کی طرف سے  
 دوسری طرف پھیری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت نسخ کی جائے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کی جائے اس طرح کہ ہر



مشرک کا نابدان اور راہ جدا ہو ہم اور اگر مشترک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا تو قسمت برقرار رہے گی کذا فی الجوبہ ولو اختلفوا فقل بعضهم البقیة مشترکاً کان ان امكن افراز کل فعل کا بسط الذلیعی اور اگر شرکیوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اس کو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ ذلیعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم ذلیعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق میں اختلاف ہوا اس طرح کہ بعضوں نے کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہے گی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اس میں حکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شرک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جامعیت کی راہ کے سوا اور راہ قسمت کر دے تشکیل منفعت کے واسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحاوی منقراً اختلفوا فی مقدار عرض الطريق جعل عرضاً قدر عرض باب الدار فاما فی الارض فبقدر ممر الثور ذلیعی شرکیوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جائے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے میل کے کیا جائے گا و صورت اختلاف کذا فی الذلیعی ہم یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شرکیوں میں اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کی جائے گی اس واسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف پھیرا جائے گا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح فتاویٰ قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شرکیوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شرکیوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ ان کو قسمت سے منع کرے تو اس کو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی جاوے گی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور میل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحاوی بطولہ ای ارتفاع حتی یخرج کل واحد منهم جناحاً فی نصیبه ان فوق الباب لا فیما دونه لان قدر طول الباب من الهیاء مشترک والبناء علی الهیاء المشترك لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ طریق کے اختلاف میں عرض اس کا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جائے اس کے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کے چوڑائی اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شرکیوں میں سے گھر کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اوپرا ہو نہ دروازے سے کم تر میں اس واسطے کہ ہو بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک ہے اور ہوائے مشترک پر بنا نا جائز نہیں مگر شرکیوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ہم یعنی گھر کی راہ مشترک میں جو کا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شرک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ گھر کا یا گھر کی یاد دشن وان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں تو درست نہیں ولو شرطوا ان یکون الطريق فی قسمت الدار علی التفاوت جاز وان وصیلہ کان سہا لہم فی الدار متساویۃ وولک لان القسمة علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فجاز قسمۃ التین بالکرام لانہ لیس یوزن فی لا العنب بالشویبۃ علی الصیح بل بالقبان والمیزان لانہ وزنی اور اگر شرکیوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں راہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ ان کے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اس واسطے ہے تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوائے ان مالوں کے جن میں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے محبس کا بائنا سب سے یعنی جالی جو محبس وغیرہ کے اٹھانے کے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اس واسطے کہ محبس وزنی چیز نہیں ہے جس میں بیاج کا احتساب ہو اور جائز نہیں انکو رکھنا محبس کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قبان یا ترازو سے اس واسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاویٰ قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمۃ التین بالجمال ذکر فی النوازل انه یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس یوزن انتہی تو مبتالبت اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ درست ہے

۱۵ یعنی محبس کا بائنا رسیوں سے نازل میں مذکور ہے کہ قلت تفاوت کی جہت سے درست ہے کیونکہ وہ وزنی نہیں ۱۲



یہ اس واسطے کہ اگر جمع ہے کہ بالفتح کی اور وہ معنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اگر جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت سے یہاں نہ  
 آتی ہے قاموس میں بیان کا ترجمہ قسط اس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو کے بزرگ سے تو تردید کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ انگوڑ کی قیمت  
 رسی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفلہ اسی فوہ علوم مشترکان و سفلہ فخر و مشترک والعلو لا خرو علوم مجر و مشترک و السفل لا خرو قوم کل  
 واحد من ذلک علیہ قسّم بالقیمۃ عند محمد وہ لفتی نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص  
 کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اس کے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیہ علیہ اور شرکیوں  
 میں قسمت کی جائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم امام اعظم کے نزہت قیمت سے نہ ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک  
 نزہت مقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اس واسطے فتویٰ ہوا کہ نیچے کا مکان  
 اس کی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اس میں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطلح کرنا وغیر ذلک تو وہ دونوں  
 مکان بمنزکہ و جنسوں کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شرکیوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے اکثر بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء  
 علیہ و شہد القاسمان بالاستیفاء لفقہ تقبل وان قسما باجر ثلثا لاصح ابن ملک بعض شرکاء نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار  
 کیا اور وہ قسمت کرنے والوں نے پورا پانے سے اس کے حق کی گواہی دی تو گواہی ان کی مقبول ہوگی اگرچہ انھوں نے اجرت لے کر قسمت کی ہو کذا ذکرہ  
 ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لاناہ فردا اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی محبت  
 میں ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا و قد کان فی ید صاحبہ غلطاً و قد کان اقرباً بالاستیفاء اولم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق الا بربان  
 و اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الابجۃ نعمت و لا تناقض لاناہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعویٰ کیا کہ میرے حصہ میں سے  
 ہا زوئے غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں پڑ گیا ہے اور حالانکہ اس نے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ  
 البرجندی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اس کے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الابیر بان کے الابجۃ  
 سے تو گواہی اور اقرار اور انکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفاء اور ادعا غلط سے تناقض دعویٰ مدعی کا ثابت نہ ہوگا اس واسطے  
 کہ اس نے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے استیفاء کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اس کی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد  
 ظاہر ہو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شرکی لبعثہ وانکر شرکی ذلک حلف لاناہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں  
 نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر شریک نے اس میں سے کچھ لے لیا اور شریک اس کا منکر ہے تو اس سے قسم لی جائے اس واسطے کہ وہ منکر ہے وان  
 قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابتی من ذلک کذا الی کذا اولم یسلّم الی ذلک بہ شرکیہ تحالفاً و تفسیخ القسمۃ کا اختلاف فی قدر المبیع اور  
 اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھ کو پہنچا ہے اس میرے حصے سے یہاں سے یہاں تک اور شریک نے تمام حصہ مجھ کو  
 تسلیم نہیں کیا اور شریک اس کا اس کی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جائے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں طرفین  
 قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی و لو اقسما دارا و اصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الآخر من نصیبہ و انکر الآخر  
 علیہ البیتۃ لاناہ مدعی اور اگر دو شرکیوں نے گھرانہ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہنچا سو ایک شریک نے ایک کو ٹھہری کا دعویٰ کیا کہ دوسرے شریک  
 کے تصرف میں آگئی میرے حصے سے اور دوسرا شریک اس کا منکر ہے تو اس پر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما بالابجۃ لبینۃ

حاشیہ و بقیہ



المدعی لانه خارج وان كان قبل الاستهاد على القبح مخالفاً فسنحت وكذا لو اختلفا في الحدود او اكر دون شرکوں نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونوں شرک یک قسم کھا دیں اور قسمت منسوخ کر ڈال جائے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں وان استحق بعض معین من نصيبه لا تفسخ القسمة اتفاقاً على الصحيح اور اگر ایک شرک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت منسوخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بقول صحیح ہم اس لیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اس میں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحاوی وفي استحقاق بعض شائع في الكل تفسخ اتفاقاً او بعض شائع غير معین کے استحقاق میں سب حصوں کے اندر قسمت منسوخ ہوگی باتفاق مذکور ہم اس واسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شرک ظاہر ہو اور قسمت ہر دون اس کے صحیح نہیں وفي استحقاق بعض شائع من نصيبه لا تفسخ جبراً خلافاً للثاني بل المستحق منه يرجع بجمعة ذلك في نصيب شرکيه ان شاء او لفقن القسمة دفعا لمخر التفتيش اور بعض شائع کے استحقاق میں ایک شرک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے منسوخ نہ ہوگی بخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اس قدر پھیر لے اپنے شرک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت توڑ دے تاکہ حصص سازی مندرج ہو جائے قلت قد بقي هنا احتمال آخر وهو ان يستحق بعض من نصيب كل واحد فان كان شائعاً فسنحت وان كان معيناً فان تساوى افعالهما والافعال لانه لا يفرق بالذكر من كتمان ههنا ايک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شرک کے حصہ میں تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت منسوخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اس کو علیحدہ ذکر نہیں کیا ہم کی بیش کی یہ صورت ہے کہ ایک شرک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصہ میں پچھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھر دے پھر دے پھر دے في التركة المقسومة لتفسخ القسمة الا اذا قصوه اى الدين او ابراء الخرماء ذمم الورثة او بقي منها اى من التركة ما بقي به لزوال المانع تركه مقسومة في دين ظاهراً او قسمت منسوخ کی جائے گی یعنی اس واسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جب کہ وارث دین کو ادا کر دیں یا ارباب دیون وارثوں کو بری الذمہ کر دیں یا ترکہ سے اتنا باقی رہ گیا ہو جو ادا بردین کے واسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت منسوخ نہ ہوگی مانع کے دور ہو جانے کے سبب سے ولو ظهر غبن فاحش لا يخل تحت التقويم في القسمة فان كانت بقضاء بطلت اتفاقاً لان تعرف لخاصة مقيد بالعدل ولم يوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہو جو قیمت کرنے والوں کی تجویز میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اس واسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گی ولو وقعت بالتراضی تبطل البضائي الاصح لان شرط جواز المعادلة ولم توجد فوجب نقصاناً خلافاً لتفسيح الخلاصة قلت فلو قال كاللغو تفسخ لكان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اس واسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ نہیں پائی گئی تو اس کا توڑ واجب ہو گیا بخلاف تصحیح خلاصہ کے میں کہتا ہوں تو اگر مصنف کثر کے مانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا مگر کثر میں یوں ہے ولو ظهر غبن فاحش في القسمة تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت میں ظاہر ہو تو قسمت منسوخ کی جائے گی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا اشارہ نے اس کو بہتر کہا کذا فی الطحاوی وتسمع دعواه ذلك اى ما ذكر من الغبن الفاحش ان لم يقر بالاسليم وان اقر به لا تسمع دعوى الغلط والغبن للتناقض الا اذا دعوى الغضب فتسمع دعواه وتكامل في الثانية اور شرک کا وہ دعویٰ یعنی غبن فاحش کا مستحق ہوگا اگر اس نے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اس کا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعویٰ غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض مگر جب کہ وہ غضب کا دعویٰ کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اس نے غضب کر لیا تو دعویٰ مسموع ہوگا اور پورا اس کا



خانیہ میں ہے ادعیٰ احد المتقاسمین للترک وینافی التركة صح وحوالہ لانه تناقض لتعلق الدين بالمعنى والقسمة بالصورة متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے دین کا دعویٰ کیا متروکہ میں تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اس واسطے کہ قسمت کر لینے اور دعویٰ دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کی صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہے معنی متروکہ کی مالیت سے اس کا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو ان کو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحاوی ولو ادعی عینا ہای سبب کان لا یمنع للتناقض اذ لا قدام علی القسمة اعتراف بالشركة اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعویٰ کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا مضب سے تو دعویٰ مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اس واسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا و فی الزانیہ اقسامہ اور اوارضائہ ادعیٰ احدہم فی قسم الآخر بناء او تخلازم انه بناء او غرسہ لم تقبل بیئہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھریا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا مطالبہ کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اس کو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں۔ یعنی بسبب تناقض کے وقعت شجرة فی نصیب احدہا اعضا نہ امتد لیتہ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ لفتی لانه استحق الشجرة باعضائها اختیار درخت ایک شریک کے حصہ میں پڑا اس کی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصہ میں تو اس کو نہیں پہنچتا ہے کہ اس پر زبردستی کسے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہو گیا ہے اس کی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کوئی وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الآخر فی عمار مشترک بینہما فطلب شریک رفع بناء قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبناء و نعمت والاہدم البناء وحکم الغرس كذلك بزازیہ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سوا اس کے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کی جلتے سوا اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جائے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہاں اگر وہ شریک کو راضی کر لے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی العالمیہ فی القیئل النقص فلو اقتصموا واخذوا حصتهم ثم تراضوا علی الاشتراک بمنیم صح و عادت الشریک فی عقار وغیرہ لان قسمہ التراضی مبادلتہ و یصح فسخہا و مبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقص ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لے چکے پھر وہ راضی ہو گئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا ٹوڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آدے کی زمین یا اس کے غیر میں اس واسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اس کا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمة الفاسدة کقسمة علی شرط ہبۃ او صدقة اور بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ ویفید جواز التصرف فیہ لقالہ و لہیمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا ہبۃ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوائے اس کے تو قبض کرنا اس کا ملکیت کو اس میں ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے واسطے اس میں جواز تصرف کا مفید ہے اور اس کا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کا المقبوض بالشراء الفاسد فانه یفید الملک كما مر فی بابہ جس طرح شرائء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یتبۃ جزم بالقیئل فی الاستبہاء بالاول فی البزازیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمة فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف یقین کیا ہے استبہاء میں اور قول اول پر یقین کیا ہے بخاریہ میں ولو تھا ینافی سکنی طرہا قد یکن ہابفا ذابضا و ہذا شہر او ذامشراد و ارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یندم ہذا یوما و فایوم او عبد یندم ہذا یوما و آخر الاخر او فی عکۃ دارا و دارین كذلك صح التہا یؤفی الوجہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری



مقرر کریں ایک گھر مشترک کے رہنے میں اس طرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اس کی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ یہ غلام اس کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجہ مستہ میں بطریق استحسان بالا اتفاق صحیح سے ہم ہدایہ اور تالیف مفاعلة اور تعامل سے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق اس کی عنایہ میں یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہ کی اصطلاح میں ہدایہ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادیہ منفعوت کا اس کے ہم جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل آیه کریمہ لہا شرب و لکم شرب یوم معلوم والاصح ان القاضی یبائی بینما جبر البطلب احدهما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بھوت احدهما ولا بھوتہا اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدهما القسمة فیما یقسم بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاوے گی ہم ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقص ہدایہ عذر سے و بلا عذر جائز ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر حکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونوں نقص پر راضی نہ ہوں گے تو نقص جائز نہ ہوگی اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑی تو اب اس کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کی جاوے گی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریہ ولو اتفقوا علی ان نفقة کل عبد علی من یدمہ جاز استحساناً بخلاف السنۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے اس پر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جس کی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً بخلاف لباس کے کہ اس میں تفصیل ہے ہم جب کہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحساناً اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے کذا فی العالمگیریہ و ما زاد فی ثوبہ احدهما فی الدار الواحدة مشترک لانی الدلین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گراں ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت میں دونوں شریک ہوں گے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گراں ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الثانیۃ مختصراً تجوز فی عبد و دار علی اسکنی و الخدمۃ و کذا فی کل المختلف المنفعة ملحق و تمامہ فیما علقۃ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعة میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملحق اور پورا اس کا بیان ہماری شرح ملحق میں ہے ہم شارح کی شرح ملحق میں ہے کہ جب باری متحد المنفعة میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعة میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارضی اور جیسے حمام اور گھر و لو تھا یا فی غلۃ عبد و فی غلۃ جلدین او تھا یا فی غلۃ بعن او بعلین او فی رکوب بخل او بعلین او فی شجرة او فی لبن شاة لا یصح فی المسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کر لی ایک غلام کی اجرت میں یا دو غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان اشخاص

۱۲ ملحق اس کی ایک باری اور تم کو باری ایک دن مقرر یہ ذکر حضرت صالح علیہ السلام کے ناکہ کا ہے کہ ایک دن وہاں بیٹی مٹی اند لیک دن دوسرے مٹائی ۱۲



مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ باری نہیں ہو سکتی مگر دوزمانے میں تو احکام  
ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کہ اس میں مسامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں اس واسطے  
کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت نہیں اس لیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان  
تبادل سے جائز ہے اور کرایہ خیر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خجروں میں اختلاف ہے وعلیٰ ہذا القیاس سواری ایک خیر کی بالاتفاق جائز نہیں  
اور دو خجروں میں اختلاف ہے اور بھیل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اس واسطے کہ بھیل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی  
کیا حاجت ہوئی کذا فی الطحاوی وحلیۃ النہار ونحوہا ان یشتري حظ شریک ثم یبیع کلہا بعد مضي نوبۃ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقرضا فی صلیبہ او قرض  
المشاع جائز اور بہ بھیل اور اس کے مانند اور چیز کی باری کا یہ حلیہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب بھیلوں کو  
بیچ ڈالے اپنی باری کے گزر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لے کر اس  
واسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروغ مسائل لمحہ شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ النفس فعل  
عدا الرؤس ولا یخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی بذلغرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے  
بہانے کے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کے واسطے ہو تو اس کی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کے واسطے  
ہو تو لوگوں کے شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار میں داخل نہ ہوں گے تو اگر بادشاہ ایک گاؤں سے ڈانڈ لے تو اس کی قسمت اہل قریہ  
پر اس طرح ہوگی ولو خیف الغرق فالتقوا علی القادامۃ المستعۃ فالغرم بعد الرؤس لانہا لحفظ النفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہو اسو  
لوگوں نے اس کو ہلکا کرنے کے واسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے اس واسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت  
کے واسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اس پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال  
لازم نہ ہوگا جس کا مال کشتی میں ہے اور اس نے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہ ہو بلکہ  
اسباب کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو دونوں  
طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر المشتک اذا ائتمد فابی احدہما الحمارۃ ان احتل القسمۃ لاجبر و قسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع بما انفق لو  
ہامر القاضی والا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جب کہ مندم ہو گیا سو ایک شریک اس کی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے اگر  
وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالاجائے اور اگر ماتدھام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اس کی تعمیر کرے پھر  
اس کو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو اس نے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اور اگر تعمیر حکم قاضی ہوئی ہو اور اگر حکم قاضی تعمیر نہ کی ہو تو کرایہ سے عمارت  
کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو وہ المقرف فی ملک وان تصرف جار فی ظاہر الروایۃ کل فی الاستبہاء اور انسان کو تصرف کرنا اپنی  
ملک میں جائز ہے اگرچہ اس تصرف میں اس کے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں استبہاء میں ہم صاحب استبہاء  
نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر فتویٰ منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اسی  
قول کو صحیح کہا ہے نسفی میں اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی عن  
الزاد و فی المہبتی وہبیتی و فی السراجیۃ الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلفت الافاء و ینبغی ان لیول علی ظہر الروایۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ جواز  
تصرف پر فتویٰ ہے اگرچہ ہمسایہ مضر ہو اور سراجیہ میں ہے کہ فتویٰ منع تصرف پر یعنی ورمودت مضر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز



اور عدم جواز کے فتویٰ میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گوہر ہا یہ  
 ضرر پائے قلت و مرئی مستقرات القضا میں کتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضایں فی الوہبانیۃ و شرحہا ۵ ولودع الانسان  
 ارضا بارہ ۵: فلیس بہار منہ لم یغزر بہ اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ بودے اپنے گھر میں تو اس کے پڑوسی کو اس کے  
 منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اس کو ضرر ہوئے ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشتباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی  
 کو ضرر ہو ۵ و حیث لاہ اہل فحل واحد ۵ ولا حمل فیہ قبل لیس یغیر ۵ اور ایک دیوار سے جس کے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اس پر دھنیا  
 رکھیں اور حالانکہ قبل اس کے اس پر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اس کو دوسرا شریک ٹخیر نہ کرے گا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جس پر دھنیاں نہیں  
 ہیں سو اگر ایک شریک اس پر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اس کو رفع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیوں پر اور دھنیاں رکھے یا اس  
 پر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بد و ناجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ ۵ و مال شریک ان یملی حیلہ  
 ۵ و قبل التعلی جائز فی عمر ۵ اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور دھنیوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کر لے  
 ہم عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج  
 کے ہو تو جائز ہے ۵ و ممنوع قسم عند منع مشارک ۵ من الرم قاضی موجب فی عمر ۵ اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع  
 ترمیم سے قاضی اس کو کرایہ دے پھر کرایہ سے اس کی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہم ہوا جاتا ہے اور ایک شریک اس کی مرمت پر  
 مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اس کی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار  
 ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے ۵ و یفتق فی المختار راض باذنہ ۵ و یمنع نفعاً من ابی قبل یخسر ۵ اور قول مختار میں جو شریک راضی  
 ہے مرمت کا وہ اس کی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جائے اس کے فائدہ لینے سے وہ شریک جو  
 مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرف کرایہ سے نہ لے گا تب تک دوسرا  
 شریک اس کا کرایہ نہیں لے سکتا ہے ۵ وخذ منقحا بالاذن منہ لحاکم ۵ وخذ قیمۃ ان لا وہذا المور ۵ اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے  
 اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ہم طحاوی نے کہا پہلے تین بیانیہ کی ہیں  
 اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحق مترجم ایک شخص  
 مرگیا اس نے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں  
 اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بد و ن اٹھانے کے برابر بانٹ لیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدمی  
 بھری اور دو خالی دی جاویں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دی جاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدمی بھری  
 تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دی جائیں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضیخان والہ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۵





# کتاب المزارعة

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو محابرت اور محابرت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق فراج بولتے ہیں  
 مناسبتاً ظاہرہ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب المقسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اس میں قسمت جاری  
 ہوتی ہے ورمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لقمہ مفاعلة من الرزق مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعاً عقد علی  
 الزرع بمعنی الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بمقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج  
 پیدا ہونے زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی ولرکانہا اربعة ارض و بذرو عمل و بقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں  
 زمین اور زرع اور محنت اور سیل ولا تصح عند الامام لانہا کفیر البطان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ وہ  
 قفیر البطان کے ماتد ہے ہم امام کی حدیث وہ دلیل ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی محابرت  
 سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی وعندہما تصح وبہ لفتی للماجہ و قیاساً علی المضاربة اور صاحبین کے نزدیک مزارعت  
 درست ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب حاجت کے اور مضاربة پر قیاس کہ نے سے ہم درمیں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ  
 ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام نے غیر کی نمکستان و ہاں کے لوگوں کو دیے بطریق معاملہ کے اور اس کی زمین دی بطور مزارعت کے اور  
 اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے بشرط تمانینہ صلی  
 الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشت کاری کے واسطے ہم تو اگر زمین  
 شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر  
 عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحاوی و ذکر المدة اسی مدت متعارفہ فتقصد ہما لا یتکین  
 فیہما منہا و ہما لا یعیش الیہما احد ہما غالباً اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایک سال یا دو سال  
 تو عقد فاسد ہوگا اس کم مدت سے جس میں زراعت نہیں ہو سکتی اس مدت طویل سے کہ وہاں تک احد العاقدین غالباً نہیں جیتا و قیل فی بلاؤنا  
 تصح بلا بیان مدة و تقع علی اول زرع واحد و علیہ الفتویٰ معتبی و بزازیہ و اقترہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان  
 کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المعتبی و البزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں  
 اس قول کو ثابت رکھا ہے و ذکر رب البذر اور جو بھی شرط صاحب تم کا ذکر کرنا ہم اس واسطے کہ اگر بیج مالک کی طرف سے ہے تو مزارعت  
 استیجار جابل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارضی ٹھہرے گی تو بدون ذکر صاحب تم معقود علیہ مجبول ہوگا اور دونوں  
 کے احکام بھی مختلف ہیں اس واسطے کہ جس کا بیج نہیں تو اس کے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تم کو بدون تم ریزی کے عقد لازم نہیں  
 و قیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا بیج میں عرف ماکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی



معتبر ہے اگر وہاں جو جہاں مالک زمین کا بیج بوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف و امثلی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں و ذکر حصہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہوں یا جو یا باجرہ یا جو ارم بیان جنس تخم اس واسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزلیعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض و شرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اس کے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑے گا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے و ذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اس شخص کا حصہ ہے جس کی طرف سے بیج نہیں ہے اس واسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اس کا معین ہو نا ضرور ہو ا کذا فی الزلیعی ولو بینا حظ رب البذر و سکتا عن خط العامل جازا استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے ہم اور اگر عاقدین نے اس کا حصہ بیان کر دیا جس کا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا و استحسانا کذا فی الخلاصۃ و بشرط التخلیۃ بین الارض و لومع البذر و العامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا و درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجھ کو تسلیم کی کذا فی الطحاوی و بشرط الشریکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اس میں دونوں کی شراکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخر بقولہ فبطل ان شرط لاحدہما قفیز ان مسماۃ مہر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصفانصف ہو او ما یخرج من موضع معین یا ایک کے واسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفانصف اور فرع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جس قدر اس نے بیج ڈالا اس کو پہلے نکال لے پھر باقی نصفانصف اور فرع الخراج الموظف و تنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اس کے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفانصف کر لینا شرط ہو ہم تنصیف الباقی چاروں مسئلوں سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد دفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اس واسطے باطل ہوتی کہ غلہ میں گاہے قطع شرکت ہو سکتی ہے اس واسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہو یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث اور ربع او شرط رفع العشر لارمن اولادہ ہما لانہ مشاع فلا یؤدی الی قطع الشریکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمۃ نکال لیا جائے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جائے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں اس واسطے کہ بٹائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہنچاتا ہے او شرط التین لاحدہما والحب للآخر ای تبطل لقطع الشریکۃ فیما ہو المقصود یا مجوسا شرط ہو ایک کے واسطے اور وادہ دوسرے کے واسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اس میں جو مقصود مزارعت سے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب و التین لغير رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا وادہ اور مجوسے کی تنصیف ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے اس واسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التین والحب لاحدہما لقطع الشریکۃ فی المقصود یا مجوسا نصف شرط ہو او دونوں میں اور وادہ شرط ہو ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود



میں وان شرط تنقیف الحب والتبن لصاحب البذر كما هو مقتضى الحق والى لم يتعرض التبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفاً نصف ہو اور مہوسا فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضائے عقد ہے یا مہوسہ کا کچھ تعرض نہ ہو تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض مہوسہ کا اس واسطے مطلق عقد نہ ہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور مہوسا اس کے تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا

کذا في الدرر وحینئذ التبن لب البذر وقيل بينهما تبعاً للحب كذا قال المصنف تبعاً للمصدر وغيره لكن اعم صاحب الملتقى الثاني حيث قدمه فقال والتبن بينهما وقيل لب البذر اور اس وقت میں یعنی جب مہوسہ کا تعرض نہ ہو تو مہوسا بیج والے کا ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مہوسا دونوں میں نصفاً نصف ہو گا دانہ کے تابع ہو کہ ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعہ وغیرہ کا تابع ہو کہ لیکن صاحب ملتقى نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اس نے کہا ہے اور مہوسا دونوں میں نصفاً نصف ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہو گا قلت دفع

شرح الوهبانية عن القنية المزارع بالربح لا يستحق من التبن شيئاً وبالثلث يستحق المصنف میں کتابوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چومتائی کا مزارع مستحق مہوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع اُدھے مہوسے کا مستحق ہوتا ہے ہم مقتضائے فقہ یہ ہے کہ مہوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر ان کے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اس کے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے جہاں عاقدین کی شرط مفوض نہ ہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربح مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اس پر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانہ میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربح کے واسطے کچھ مہوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبي والطحاوي عنقراً وكذا صحت لو كان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر والارض له والباقي للآخر فهذه الثلثة جائزة اور اسی طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں و بطلت فی الرجة او جہ لو كان الارض والبقر لزید والبقر والبذر له والآخران للآخر او البقر والبذر له والباقي للآخر فنی بالتقسيم العقل سبعة اوجه لانه اذا كان من احد هما واحد الثلثة من الآخر فنی الرجة واذا كان من احدهما اثنان واثنان من الآخر فنی الثلثة اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اس کا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقل کے سات وجہ پر ہیں اس واسطے کہ ارکان الرجة یعنی زمین اور بیج اور عمل میں سے احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جب کہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں ومتى دخل ثالث فاکثر بحصة فسدت اور جب کہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کر کے تو مزارعت فاسد ہو گی ہم اور اگر چار شخص شریک ہوں مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحاوي عن الوهبانية وشرهما واذا صحت فالخارج على الشرط اور جب کہ مزارعت صحیح ہو گئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئ للعامل ان لم يخرج شئ فی الصمیة اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ہم اس واسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا و بحیر من ابی علی المصنف الارب البذر فلا یجبر قبل القاءه وبعدہ یجبر در اور زبردستی کی جائے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر جو انکار



کرتے ہیں مگر صاحب تخم کو اس پر جبر ہو گا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہو گا کذا فی الدرر و مستی فسدت المزارع فالخارج لب البذر لانه ساء  
 ملک اور جب کہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو  
 پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ہو کیونکہ بالآخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد غل الشریط بالغاما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اس کے عمل یا  
 اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اس کے عمل کی مزدوری دی جاوے گی اور اگر صاحب تخم  
 عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کی جاوے گی شرط پر پہنچے جہاں تک پہنچے محمد کے نزدیک وان لم  
 یخرج شئی فی الفاسد فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر  
 مثل العامل حامی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو وہی زمین اور پیل کی اجرت اس پر واجب  
 ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اس پر وہی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المصنی فیہا  
 وقد کر رب العامل فی الارض فلا شئی لہ کراہ حکما ای فی الغضائز لا قیۃ للمنافع ولیست رضی ویانۃ فیضی بان یوفیہ اجر مثله لغرہ اور اگر زمین کا  
 مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جو تائی کی ہے تو قاضی کے حکم میں اس کے واسطے کچھ نہیں اجرت  
 اس کے جوہر کی اس واسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت میں یعنی فیہا بلینہ و بین اللہ اس کو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتویٰ دیا جائے  
 کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت سے اس نے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوہر  
 میں مشغول رہا و لفسخ المزارع بدین محوج الی بیعہا اذالم ینبت الزرع لکن یجب ان لیستر ضی المزارع دیانۃ اذاعمل کما مر اور عقد  
 مزارعت منسوخ کر ڈالا جائے بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جب کہ کھیت نہ اگا ہو لیکن دیانۃ واجب یہ ہے  
 کہ مزارع کو راضی کیا جائے جب کہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی چوتھائی کی اجرت اس کو دینا چاہیے ہم دین محوج الی البیع وہ ہے  
 کہ کوئی جائیداد نہ ہو اس کے ادا کرنے کی مشن ارض کے سوا اما اذ انبت ولم لیست حصہ لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جازا اور اگر  
 کھیت اگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جائے تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کر دے  
 تو بیع جائز نہ ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلى العامل اجر مثل نصیبہ من الارض الی اور اگر کہ ای الزرع کما فی الاجاز  
 پھر اگر مزارعت کی مدت گزر جائے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اس کے  
 حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ہم یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں رہتا ہو تو زمین کی اجرت کی تہائی اس پر واجب ہے  
 اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف مالومات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یكون الكل علی العامل او وارثه لبقا العقد  
 استسنا کما سیجی بر خلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور  
 نگہبانی کی اجرت کذا فی الزلیعی عامل پس اس کے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استسنا چنانچہ آگے آوے گا ہم طحاوی نے  
 کہا یہ دوسرے عمل کی گفتگو ہے اس کا ذکر آگے آوے دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ ولبقرہ والبذر بینہما نصفان  
 والخارج بینہما کذلک فعلى علی ہذا فالمرارۃ فاسدۃ ویكون الخارج بینہما النصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکۃ  
 فیہ والعامل یوجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مروی نے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذریعہ



اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصف نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں اسی طرح نصف نصف ہے سو مزارع اور اس کے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصف نصف ہو گا اور مزارع کا صاحب زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اس کے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کے واسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذر ہما فاسد ایضا

لا بشرط الا عارۃ فی المزارعة عادیۃ اور اسی طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور عامل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر ان کے بیج کے تو وہ بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العادیۃ یعنی اس واسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی الطحاوی واعلم ان نفقۃ الزرع مطلقاً بعد مضي مدة المزارعة علیہا بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقاً بعد گزر جانے مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر ان کے حصول کے ہم مطلقاً یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اس کے کذا فی الحلبي واما قبل مضیہا فکل عمل قبل انتهاء الزرع کنفقة بذرو مؤنة حفظ وکرمی نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی بقى مال مشترکاً بینہما فجب علیہما مؤنة کحصاء وودیاس کذا حرره المصنف و عمل علیہ اصل صدر الشریعۃ فلیحفظا اور مزارعت کی مدت گزر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ اس کی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہنچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہے گا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اس کا واجب ہو گا چنانچہ کھیت کے کٹنے اور وائیں چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ماقبل معنی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انعقائے مدت مزارعت پر تا بقا عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاً علی العامل فسدت کما لو شرطاً علی رب الارض مہر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے جیسے کہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی بخلاف مالومات رب الارض والزرع بقول فان العمل فیہ جمیعاً علی العامل او وارثه لبقا مدت العقد والعقد لوجب علی العامل عملاً یحتاج علیہ الی انتهاء الزرع کما مر بخلاف سابق یہ صحت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہو زنگھاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اس میں تمام عمل عامل پر ہے یا اس کے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جس کی طرف حاجت ہے تا انتهاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حلبي نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ونفقة الزرع علیہا بالحصص سے ولومات قبل البذر بطلت ولاشیئ لکراہہ کما مر وکذا الوضوح بدین مجموع مجتبیٰ اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جو تہائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی طرح جو تہائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے بیج زمین کی طرف کذا فی المبتدی و صح اشتراط العمل کحصاء وودیاس ونصف علی العامل عند الثانی للتعامل و ہوالا صح وعلیہ الفتاوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور پانڈنا اور غلہ کو مہو سے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الملتقی ہم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحاوی عن الخانیۃ



الغلة في المزارعة مطلقا ولو فاسدة امانة في يد المزارع ثم فرع عليه بقوله مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت سے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریح کی بقول آئندہ فلا ضمان علیہ لوبلک الغلة فی یدہ بلا ضمانت فلا تصح بہا الکفالة تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اس کے پاس بدون اس کے کرتب کے تو غلہ کی ضامن صحیح نہیں نعم لو کفل بجھتہ ان استہلکھا صحت المزارعة والكفالة ان لم تکن علی وجه الشرط والافسدت المزارعة خانیۃ ہاں اگر ایک شخص ضامن ہو صاحب زمین کے حصہ کا اگر مزارع اس کو تلف کر ڈالے تو مزارع اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہو جاوے گی کذا فی الخانیۃ ہم کفالت مذکورہ اس واسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف و مشکہ فی الحکم المعاملة ای القاء فان حصۃ الدھقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کے ماتر حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اس واسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتھ میں امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی یلک الزرع بهذا السبب لم یضمن المزارع الفاسدة ویضمن فی الصحیۃ وجوب العمل علیہ فیہا کما مردہ فی یدہ امانة فیضمن بالتقصیر اور جب کہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہاں تک کہ کھیت خشک ہو گیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور مزارعت صحیحہ میں تاوان دے سبب واجب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا اور غلہ اس کے پاس امانت ہے تو ضمان دے گا بسبب تقصیر کے فی السراجیۃ اکار ترک السقی عمد حتی یمس من وقت ماترک السقی قیمۃ نابتی الارض وان لم یکن للزرع قیمۃ قومۃ الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن ففضل ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمدًا چھوڑ دیا یہاں تک کہ کھیت خشک ہو گیا تو سنبھائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جے کھیت کی قیمت ہو اس کا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے ہم یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخرا لا کار السقی ان تاخیر امتداد الا یضمن والا ضمن مزارع نے سنبھائی میں تاخیر کی تو اگر کسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہو جائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی یلک منہم الا ان یؤخر تاخیر امتداد مزارع پر کھیت کا ٹنا مشروط ہو اس واسطے کہ یہاں تک غفلت کی کہ وہ تلف ہو گیا تو تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کسے جس کی عادت ہے تو تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلہ الدواب ضمن وان لم یرو الجراد حتی اکل کلہ ان امکن طرودہ ضمن والا لا بزازیۃ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہاں تک چھوڑ دی کہ اس کو چوپائے جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اس نے ٹڈی نہ ہانکی یہاں تک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اس کا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیۃ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصۃ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او بالثلث ونحوہ جب ڈنک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اس کے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اس کا گاؤں میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اس کے تو وہی واجب ہو گا حث بین رجلین الی احدہما ان یسقیہ اجر فلو فسدت قبل رفعہ للواکم لا ضمان علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ بذلک ثم امتنع ضمن جوابہ الفتاویٰ ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اس کے سینچنے سے انکار کیا تو اس پر زبردستی کی جائے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اس پر تاوان نہیں اور اگر اس نے قاضی سے نالش کی اور اس نے اس کو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اس نے نہ مانا تو اس پر تاوان لازم ہو گا کذا فی جوابہ الفتاویٰ ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اس واسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا



مرطاب بذریعہ المزارع ثم زرعها رب الارض ان مل وجہ الاعانة فمزارعة والا فتقن لما يبيع شرط هو مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے وفتح الارض المستأجرة من الاجير مزارعة جازان البذر من مستأجر ومعاطمة لم يجز مستأجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دمی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستأجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاة کے تو جائز نہیں استأجر ارضاً ثم استأجر لها صاحبها ليعمل فيها جاز الكل من منع المصنف مستأجر نے زمین اجارہ لی پھر مستأجر سے مالک نے زمین اجارہ لی تلاس میں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منع الخفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاة کے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں وفتیہ آخر باب جنایۃ البہیمۃ معزی یا ماہیہ لبستان فی حق امر البستان وغفل حتی دخل الماء وتلفت الكروم والحيطان قال لصين الكروم لا الحيطان ولو فيه حصر ممن الحصر لا العنب النماء ما حفظه عليها قلت لصين العنب فی عرفنا انتہی میں کہتا ہوں اور منع الخفار میں جنایۃ البہیمۃ کے آخر باب میں خلاصہ سے منقول ہے کہ لبستانی مساقی لے ضائع کر دے یا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانی باغ میں داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیواریں تلف ہو گئیں تب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختوں کا نہ دیواروں کا اور اگر درختوں میں خام انگور ہو تو اس کا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اس سے اپنے کمال کو پہنچ گیا تو اس کی نگہبانی مساقی اور مالک دونوں پر واجب ہوگی میں کہتا ہوں اور ہمارے عرف میں انگور کا بھی تاوان انتہی مافی السخ النق بلا اذن الاخذ ولا امر قاض فهو متبرع کمرۃ وار مشترکہ خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ خرچ ہے یعنی اس نے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہیں کر سکتا جسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہیں عدت اس کی یہ ہے کہ مزارع غائب ہے الفقنائے مدت سے پہلے شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لے کر اور صرف کیا غائب پھیر لے خواہ کمیت باقی رہے یا تلف ہو جائے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جس کا کچھ مال نہیں تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم غائب صرف کرے گا تو متبرع ہو گا اور اگر مدت اجارہ منقض ہو گئی اور مالک زمین غائب ہو گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہے قاضی مزارع کو صرف کرنے کا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اس میں اور غائب میں مشترک ہے اور اگر بدون قاضی خرچ کرے گا تو مستطوع مظہرے گا کذا فی الطحاوی مختصرات العاقل فقال وارثه انا عمل الی ان يستعبد فله ذلک وان بابی رب الارض فی مزارع مرگیا سو اس کے وارث نے کہا کہ میں عمل کروں کھیت کاٹنے تک تو وہ اس کو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی فتی وقی الوہبانیۃ سے ویاخذ ارضاً للیتیم وصیہ مزارعۃ ان کان ما ہو یبذر ۛ اور یتیم کا دمی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت اگر یتیم نہ ہو بیع لے والا ہم اگر بیع دیکھی ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیع ہو تو جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی سے ولو قال بذل الارض فی مزارع ۛ لہ بقول بعد المصد والخم سیکر ۛ اور اگر مزارع کے کہ زمین کا بیع میرا ہے تو اسی کا قبول مقبول ہو گا کھیت کاٹنے کے بعد اور مالک طرف ثانی اس کا منکر ہے واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۛ





# کتاب المساقاة

یہ کتاب ہے مساقاة کے احکام میں لا تخفی مناسبتہا پوشیدہ نہیں مناسبت مساقاة کی حرارت سے ہم اس واسطے کہ دونوں عقد شرعی ہیں تحصیل منفعت کے واسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت میں کھیت کی خبر گیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقاة میں باغ اور درختوں کی اصلاح ہے سنبھالی وغیرہ سے ہی المعاملة بلغة اہل المدينة مساقاة اہل مدینہ کی زبان میں معاہدہ ہے یعنی اہل مدینہ مساقاة کو معاملہ کہتے ہیں مٹی نمتہ و شرعا معاہدہ دفع الشجر والکرم و ہل للراد بالشجر ما یعم غیر المشرک الجوز والصفصاف لم ارہ الی من یصلحہ بجر معلوم من ثمرہ تو مساقاة باعتبار لغت اور شرح کے جلدت ہے معاہدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی ہل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کہ اس کے مہین پھلوں پر اور کیا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مٹھ کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت میں نے اس کو نہیں دیکھا کتب فقہ میں ہم یعنی مساقاة کے معنی لغوی اور شرعی میں کچھ فرق نہیں اور یہی قول نہایت میں ہے اور ظاہر کلام زبانی اور عینی ہونے اور درخت پر دلالت کرتا ہے زبانی نے اور اسی طرح صاحب درر نے کہا مساقاة معاہدہ ہے سقی سے علی نے کہا تعریف مساقاة میں مٹھ مصرع ہے تو انشاء غیر مٹھ کو کیونکہ شامل ہوگی مگر یوں جواب دیا جائے کہ ذکر اس کا بنا بر مادت مال کے ہے وہی کا المزارعة حکما و خلافاً اور مساقاة مزارعت کے مانند ہے ازراہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاة صحیح نہیں برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاة یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے و کذا بشرط طائمن ہنا لیخرج بیان البذر ونحوہ اور اسی طرح مساقاة مزارعت کے مانند ہے ان شروط میں جو یہاں ممکن ہیں امکان کی قید اس لیے لگائی تا بیع وغیرہ کا جیسا کہ اس کی جنس اور مقدار کا بیان کرنا مشکل جائے ہم شروط ممکنہ مساقاة چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تمکین کر دینا عامل اور اشجار میں اور شرکت پھل میں جو پیدا ہوا لانی الرجة اشیاء فلا بشرط ہنا اذا امتنع احدہما بکیر علیہ اذا ضرر بخلاف المزارعة کما مر مگر چار چیزوں میں سو وہ یہاں شرط نہیں ہوتی ایک یہ کہ جب کہ احد العاقدین انکار کرے تو اس پر مساقاة میں جبر کیا جاوے گا اس واسطے کہ کوئی ضرر نہیں برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت میں انکار کرے تو اس پر جبر نہیں واذا الققت المدة ترک بلا اجر و عمل بلا اجر و فی المزارعة باجر اور جب کہ مساقاة کی مدت منقض ہو جائے تو چھوڑ دیا جائے بدون اجر کے اور اس میں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں اجرت کے ساتھ ہم یعنی مدت مساقاة اگر منقض ہو جائے اور پھل خام ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبر گیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جس طرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت میں مزارع پر اجرت زبانی کی بقدر اس کے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات میں بقدر اس کے حصہ کے اجرت واجب نہیں اس واسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہیں برخلاف حرارت کے کہ دلوں زمین کا اجارہ ہو گا اور وہ درست ہے کذا فی الطحاوی عن الزبلی واذا استحق التخیل یرجع العامل باجر مثل و فی المزارعة لبقیمة الزرع اور جب کہ نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل مہر لے اور مزارعت میں کھیت کی قیمت

۵ صفصاف بالفتح و رخت بید کو کہتے ہیں اور جز کی جگہ عربی میں سرور ہوتا تھا ہوتا ۱۲



ہم عامل اس وقت ہر مثل لے گا جب کہ کھجور مشرہ ہو اور اگر پھل نہ ہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحاوی عن تاتارخانیہ والراجح بیان المدة  
 لیس بشرط ہنا استسنا للمعلم بوقتہ مادة اور جو تھتی چیز جو مزارعت بشرط ہے اور مساقاة میں نہیں بیان کرنا ہے مدت کا بیان مدت  
 یہاں استسنا بشرط نہیں بسبب معلوم ہونے اس کے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پھل پھل کا وقت مقرر ہے اس میں کم تفاوت پڑتا ہے  
 وحینہ یقع علی اول ثم یرج فی اول السنۃ اور اس وقت یعنی در صورت عدم ذکر مدت مساقاة واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہوا اول  
 سال میں ہم یعنی مساقاة منعقد ہوگی اول ثم یرج اس سال میں خارج ہوا اس واسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اس کا مشکوک ہے و فی الرطبۃ  
 علی اوراک بذریۃ اذ الرطبۃ فیہ وحدہ اور در صورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقاة منعقد ہوگی اس کے بیج کے پکنے پر اس واسطے کہ اس  
 کی فقط بیج ہی میں رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ لفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے ایک بار کا بویا سالہا سال رہتا ہے اس کے بیج کی زیادہ  
 قدر ہوتی ہے طحاوی نے کہا رطبہ جب تک تر رہتا ہے اس کو قصب کہتے ہیں اور اہل مصر ہر سیم کہتے ہیں اور خشک کو در لیس بولتے ہیں اور بعضوں  
 نے کہا رطبہ سے بقول مراد ہیں چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت میں انتہی اور فارسی میں رطبہ کو سببست کہتے ہیں  
 فان لم یرج فی تلک السنۃ ثمۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی در صورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدة  
 لا یرج الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کتر مدت ذکر کرے جس میں پھل ہو پیدا تو مساقاة فاسد ہے ولو تبلیخ الثمرۃ فیہا اولاً تبلیخ صح  
 لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اس میں پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن قوت  
 مقصود کے ہم بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور بسبب حدوث آفت کے احتمال موجود ہے ہر مساقاة اور مزارعت میں فلو خسرج  
 فی الوقت المسمی فعلى الشرط لصحة العقد والافسدت فللعامل اجر المثل لیدوم عملہ الی اوراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت مسمی میں تو  
 مساقاة اپنے مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا ہو تو مساقاة فاسد ہے سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہے تاکہ اس  
 کامل ہمیشہ ہمارے پھل پکنے تک ولو دفع غراسانی ارض لم تبلیخ الثمرۃ علی ان یصلحاً فما یرج کان بینہما تفسد ہذہ المساقاة ان  
 لم یذکرا عواما معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسے پودے درخت کے جو زمین میں قائم ہیں اور ہنوز ان کے پھلنے کی نوبت نہیں پہنچی مالک  
 نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ ان کی خبر گیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ دونوں میں نصف نصف ہو تو یہ مساقاة فاسد ہے اگر وہ  
 چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اس کو تو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت میں اس لیے ضرور ہوا کہ نئے درختوں کا پھل  
 لانا نہایت متباہت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اس کا اول ثم یرج محمول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزلیعی وکذا لو دفع اصول رطبۃ  
 فی ارض مساقاة ولم یسم المدة اور اسی طرح مساقاة فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑیں جو زمین کے اندر ہیں بطور مساقات کے دیں ہم یعنی بقا موصول  
 تک مساقاة فاسد ہے اس واسطے کہ اس کی انقطاع کی حد مقرر نہیں کیونکہ رطبہ کی جڑیں بڑھا کرتی ہیں جب تک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول  
 طحاوی کذا فی الزلیعی بخلاف الرطبۃ فانہ يجوز وان لم یسم المدة ویقع علی اول جزمہ کیونکہ برخلاف رطبہ کے کہ اس کی مساقاة جائز ہے اگرچہ مدت  
 مذکور نہ ہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اس واسطے کہ اس کی نہایت کی حد ہے چنانچہ چھ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ  
 انتہی جذاً وعلی ان یقوم علیہا حتی یرج بذریۃ ویكون بینہما نصفین جاز بل بیان المدة والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ  
 سے جس کے قلع کا وقت منتہی ہو گیا اس شرط پر کہ عامل اس کی خبر گیری کیا کرے یہاں تک کہ اس کا بیج پیدا ہوا و بیج دونوں میں نصف نصف  
 ہو تو مساقاة جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اس کے مالک کی ہے ہم اس واسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے

لے بفتح سین مملو کسر بار فارسی سکون سین مملو ساگ نرم اور کچنا ہے جس کے کھانے سے مواش فریہ ہو جاتے ہیں ۱۲



اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہو گیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اس واسطے کہ عامل کی محنت کا اس میں کچھ اثر نہیں کذا  
 فی الدرر ولو شرط الشریکۃ فیہا اسی فی الرطبۃ فسدت لشرطہا الشریکۃ فیہا لانیو لعمیلہ اور اگر دونوں نے رطب میں بھی شرکت شرط کی تو مساقاة  
 فاسد ہے اس واسطے کہ انہوں نے اس میں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اس کی محنت سے پہلے و تصحیح  
 فی الکرم والشجر والرطب المرو منها جمیع البقول واصول الباذرجان والتخل وخصب الشافعی بالکرم والتخل اور مساقاة صحیح ہے انگور کی  
 بیل اور درخت اور رطبات سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاة صحیح ہے بگیں کی جڑوں میں اور کھجور میں اور امیم شافعی نے مساقاة کو مخصوص کیا  
 ہے انگور اور کھجور میں لوفیہ ای الشجر المذكور مخرقة غیر مدرکۃ یعنی تنزید بالتحمل وان مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجة مساکات  
 صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مگر  
 کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدة معلومة لیغرس وتكون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشترط الشریکۃ فیہا ہو  
 موجود قبل الشریکۃ فکان کفیض الطمان ففسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اس میں درخت لگا دے اور زمین اور درخت  
 دونوں میں نصفانصاف ہو تو مساقاة صحیح نہیں بسبب شرط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطمان  
 کے مانند ہوا تو فاسد ہو گا والشمرو الغرس لرب الارض بتعالا رضة وللاخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور  
 درخت صاحب زمین کا ہے اس کی زمین کا تابع ہو کر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے واسطے اس کے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت  
 لگانے کے دن تھی اور اس کے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین  
 مثل بشی قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعض اوقات زمین کے بیع کرے اور زمین  
 کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے مقوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دے کذا فی شرح  
 الوقایہ لصدر الشریعۃ ثم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہو گا اور اسی طرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا  
 مالک مقررے گا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جس میں درخت پھلنے کے لائق ہو جائیں وہ بہت البرک بنواۃ رجل والمقتہانی کرم آخر  
 فنبت منها شجرة فنی لصاحب الکرم ای لانیۃ للزواۃ ایک مرو کی گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اس کو ڈالا سو اس سے  
 درخت جماتو زمین کے مالک کا ہو گا اس واسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وکذا الوقعت خوختۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوختۃ لاتنبت الا  
 بعد ذاب لہما اور اسی طرح اگر شفتا لود دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جماتو زمین کے مالک کا ہو گا اس واسطے کہ شفتا لو نہیں جمتا مگر اس کے  
 گوشت کے جانے کے بعد یعنی جھنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں و تبطل اسی المساقاة کالمزارعۃ بموت احدہما مضمی  
 مدتها والشمرو فی ہذا قید لصورۃ الموت ومضمی المدة اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد الماقدین کی موت سے اور مساقاة  
 کی مدت منقض ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہ یعنی خالی خرموت اور انقضاۃ مدت دونوں کی قید ہے قال مات  
 العامل لقوم ورثتہ علیہ ان شاء وحتى یدرک الثمر وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجیروا علی العمل سو اگر عامل مر گیا  
 تو اس کے وارث اس پر قائم ہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اس کو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل  
 توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر ان پر جبر نہ ہو گا مگر اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے سامنے وہ بھی

(پہلے مسئلہ کا حاشیہ)

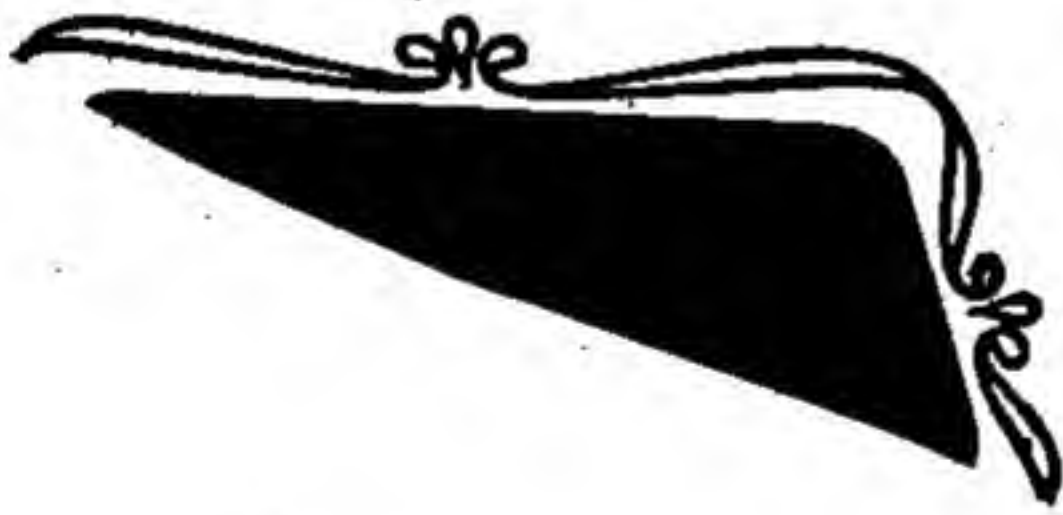
بقیہ حاشیہ



کچا پھل توڑے اور قسمت کرے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کر کے پھلوں کی خبر گیری کر اوسے ان کی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مگر اسے کذا فی الطحاوی وان مات الدافع ليقوم العامل كما كان وان کره ورثته الدافع دفعا للضرر او اگر دینے والا یعنی مالک زمین مر جائے تو قائم رہے عامل عمل پر جس طرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ہم اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اس کو اختیار ہے اس واسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اس کے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا اور اگر وہ راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہو گا اور مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ مقدمہ ہیں کذا فی الطحاوی وان ماتا فالخيار فی ذلک لورثته العامل كما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو اس میں عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم يميت احدهما بل النقصت مدتها ای المساقاة فالخيار للعامل ان شاء عمل علی ما كان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مر گیا بلکہ مساقاة کی مدت منقض ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جس طرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی پھر اور چاہے نہ عمل کرے و تفسخ بالعذر كما لمزارعة كما فی الاجارة اور مساقاة فسخ کی جاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات میں فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنه كون العامل عاجزا عن العمل وكونه سارقا يخاف على ثمره وسعفه منه دفعا للضرر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اس کا چور ہونا کہ اس کی طرف سے خوف ہو اس کے پھل اور شاخوں پر فسخ جائز ہو اور دفع ضرر کے واسطے فروغ مسائل لمحقہ شارح کے ما قبل الا وراک کسقی و تليق و حفظ فعلی العامل وما بعده کذا و حفظ فعلیها ولو شرط على العامل فسدت اتفاقا لمتقى والا صل ان ما كان من عمل قبل الا وراک کسقی فعلی العامل وبعده كعصا علیها كما بعد القسمة فليحفظ جو عمل کہ پختگی پھر سے پہلے ہے چنانچہ سینپنا اور تليق حراما اور نگہبانی سو وہ عمل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عمل پر شرط کیا جائے تو مساقاة فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقى اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینپنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونوں پر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے دفع کر مہ معاملتہ بالمصف ثم زاد احدهما على المصف ان زاد رب الكرم لم يجره لانه بینه مشاع ليقسم وان زاد العامل جاز لانه استقاط مالک نے انکور کی بیل نصف نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انکور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ یہ ہبہ ہے اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشريك مساقاة لم يجره لانه بینه مشاع ليقسم و رخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاة کے تو جائز نہیں اور اس کے واسطے اجرت بھی نہیں اس واسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اس کی ذات کے واسطے واقع ہو گا ہم یعنی عمل اصالتا ابنی ذات کے واسطے ہو گا اور بقا غیر کے واسطے و فی الوهبانية سے و مال المساقی ان لیساقی غیرہ : وان اذن المولى له لیسین یکر : اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں یہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اس کو تو معیوب نہیں ہم یعنی اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاة کرنا درست ہے جیسے شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن اطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحاوی و فی معایاتہ : و ای شباه دون ذبح یحلیہ : و ای المساقی والمزارع یحفر : اور وہبانیہ کی پسیلیوں میں سے یہ پسیلی ہے اور کس بکری کو ذبح کرنے کے شارح حلال کہتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مرد



ہے جو جنگل میں وحشی ہو کسی کسی طرح اس کے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اس کو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھ پائی میں لگے خواہ پیٹ یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کا فرہ ہے اس واسطے کہ کفر لغت میں معنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشت کار تخم بوتا ہے تو اس کو خاک میں چھپاتا ہے تو یہاں کافر لغت میں مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منع النفاق میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاویٰ میں کہا کہ قولہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا کلو مما فی الارض حلالاً طیباً) میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا قفا کے یا اپنی زمین میں مزارعت کرے اس طرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال مزارعت کے تاخیر کرے گا وقت مستحب سے تو اس کی مزارعت طیب نہ رہے گی اور اسی طرح اگر بیج بوسے گا یا درخت لگا دے گا بدین طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دے گا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کرے گا کہ سپینہ مزدور کا خشک ہو گیا یا ادائے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کرے گا یا ثمن متفرق دے گا بدین رضا مندی بالئے کے تو اس کی کھیتی طیب نہ رہے گی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (اللہم انی عبد ضعیف سلت بذالیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ) پھر مرد پڑھے حق سبحانہ تعالیٰ اس کھیت کو آفات سے بچا دے گا اور اس میں برکت کرے گا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب مؤکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (یا ربی القیت بذرا قلیل واعطیتنی شیئاً کثیراً فاجعلہا قوت طاعة ولا تجعلہا قوت معصية واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی تبصرہ واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم ۛ



۱۵ الہی میں بندہ ضعیف ہوں اس کو میں نے تیرے حوالہ کیا تو اس کو میرے حوالے کرنا اور مجھ کو اس میں برکت دینا ۱۲ ۛ

۱۶ الہی میں نے حق تعالیٰ کا ڈالا اور تو نے مجھ کو بہت کچھ دیا پس اس کو غذائے طاعت کر اور غذائے معصیت کر ۱۰ اور مجھ کو

شکر گزاروں میں سے کر ۱۲ ۛ



# کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبحہ کے احکام میں ذبائح جمع سے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعہ کو تھا اتلافی الحال للانتفاع بالنبات ولحم فی الحال مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارع سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار میں ہم مناسب یہ تھا کہ شارع ذبائح اور مساقاة میں مناسبت مذکور کرتا اس واسطے کہ ذبائح مساقاة کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت میں یوں کہنا حق ہے ہر ایک میں خورش انسانی مذکور ہے مساقاة میں پھل اور ذبائح میں گوشت کذا فی المحوی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر واما بالفتح فقطع الا وادج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جائے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شاة الذبح خرج السمک والجراد فیلان بلا ذکاة ودخل المتردۃ والنطیۃ دکل ما لم یتذک ذکاة شرعیاً اختیار یا کان او اضطرار یا جو ہاندار کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جائے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارع نے کہا یاقت ذبح کی قید سے مہل اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اپنے پر سے گر کے مر گیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارع نے جو ماتن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نہ رہا تعریف میں انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا و ذکاة الضرورة جرح و طعن و انہار دم فی امی موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو ہم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی و ذکاة الاختیار ذبح بین الحلق واللہبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لہبہ کے لہبہ بفتح لام و تشدید ہاء منحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم واضح تر زلیعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لہبہ اور لہبۃ کے اتقانی نے کہا کہ لہبہ سر سینہ ہے اور لہیان ذقن ہے اور مصباح میں ہے لہبہ شتر موضع ہے اس کے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لہبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحاوی وعروۃ الملقوم کلمۃ وسطہ و اعلیٰ و اسفلہ و ہو مجری النفس علی الصیغ اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صیح جس کو اہل ہند زخراکتے ہیں ہم بدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سوکاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوتایہ طحاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لہبہ کے چنے گہ کے کمال باشانے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور زلیعی نے کہا ہمارے علماء نے اگرچہ عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک ضروری ہے اور جب کہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہے گا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شنی اور ملا علی اور شربلالی نے کہا ہے اور فتاویٰ عالمگیری اور تجنیس اور مزید میں واقعات سے زلیعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر ادلیحی اور اس کے سامقیوں کا قول حق ہے بالجملہ امتیاز



یہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصراً والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہم وزن امیر ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطباء نے تصریح کی ہے کہ اقتضائے فہم میں دو منقذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منقذ ہے پیچھے سے کی طرف اس کو قصبہ یہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منقذ ہے معدہ کی طرف اس کو مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبہ یہ سامنے ہے اور مری اس کے پیچھے ہے پشت کی طرف والود جان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ووجان ہیں جن میں خون پھرتا ہے جن کو شاہ رگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ دریا واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کے واسطے اس لیے متعین ہوئیں کہ دونوں شاہ رگ کا قطع خون نکل جانے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعبیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکل جاوے کذا فی الطحاوی وحل المذبح لقطع امی ثلاث متہما اذ لا کثر حکم الکل اور حیوان مذبح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہ ہو اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ خواہ حلقوم اور دو شہ رگ خواہ مری اور دو شہ رگ وہی یقینی قطع اکثر کل منہا خلاف اورد کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اس میں خلاف ہے ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جب کہ قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دو مری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضروری ہے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحاوی وحل الذبیح بکل ما افری الا وواج اراد بالادواج کل اربعة تغلیبا وانزل الدم ای اسالہ ولو بنا را و بلیطہ ای قشر قصبہ او مری ہی جرابیعن کالسکین یدبح ہما اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو ادواج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خون نہ ہو آگ سے ہو یا بانس یا نر کل کے پوست سے یا باڑھ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے ادواج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مردہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں ہم شبلی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتفاقاً نے ہدایہ کی کتاب البنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جائے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہ رگ کو قطع کر دے تو اس کا کھانا حلال ہے اس کو قدوری نے اپنی شرح میں مذکور کیا ہے انتہی اور اس کے خط سے حاشیہ پر یوں مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحاوی الا سنا وظرفا قائلین مگر جے دانت اور جے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں و لو کان منہ منہ عین حل عندنا مع الکراہتہ لما فیہ من العذر بالعیوان کذبہ بشفرۃ کلیتہ اور اگر دانت اور ناخن مندرج ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنیفوں کے نزدیک ان سے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اس واسطے کہ اس میں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کہ چھری سے کر وہ ہے ہم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حلال ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانتوں اور ناخن سے ذبح کرتے تھے اور حنیفوں کے نزدیک یہ حدیث نیز مندرجہ پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہے طحاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت سے بے نسوز میں اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے وصح البزازی قطع حلقوم و مری و اکثر و دج یعنی بزازی نے تصریح کی ہے کہ حلقوم اور مری کی اور ایک شہ رگ میں سے اکثر کے کٹنے کی اور بعض نسوز میں یہ عبارت بھی ہے و سبھی انہ یکفے من الحيوة قدر ما یبقی فی



اس پر دلالت کرتی ہے وندب احد او شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجرب علیہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا مذبح کے ٹانے سے پہلے اور تیز کرنا ٹانے کے بعد مکرہ ہے جس طرح اس کا پاؤں پڑے کھینچنا مذبح کی طرف مکرہ ہے ہم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے توجہ قتل کرنا تو اچھی طرح کرنا اور چھری کا تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو و قد کھما من قفایا ان بقیۃ حیتہ حتی تقطع العروق والام تمل لموتہا بلا ذکاة اور مکرہ ہے جانور کا ذبح کرنا اس کی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اس قدر زندہ نہ رہے تو اس کا کھانا حلال نہیں بدون مذبح کے مرنے سے ہم وجہ کراہت مخالف سنت کی ہے اور اس واسطے کہ اس میں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسائی ہے والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وبعون ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکرہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہنچ جائے شارح نے کہا نخع بفتح نون و سکون کا معجم پہنچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رنگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ہم نخاع بالکسر اور فتح اور صنفہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی گریوں میں دینالہ کے مانند واقع ہے طحاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچنے کا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈے ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکرہ ہیں کہ بلا فائدہ تہذیب ہے جیسا کہ زمیعی میں ہے وکرہ کل تہذیب بلا فائدہ مثل قطع الراس والسیخ قبل ان تبردا ی تسکن من الاضطراب وهو تفسیر باللازم کمال الخفی اور بدون فائدہ کے بر تہذیب اور تکلیف رسائی مکرہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنی سکون من الاضطراب کے پیش تر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اس واسطے کہ گاہے سکون عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تہذیب ہے فائدہ سے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلة لمخالفتہ السنۃ اور مکرہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے و شرط کون الذابح مسلما حل الا خارج الحرم ان کان صیدا ففیہ الحرم لا تحلہ الذکاة فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محروم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اس وقت شرط ہے جب کہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہم پس اگر محرم ہو اور شکار کو حلال کرنے تو وہ حلال ہے اوکتا بیا ذمیہ او حربیا الا اذا سمح منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر جب کہ اس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو ذبیحہ حلال نہیں ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ اس واسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور اصل اس میں یہ آیت قرآنی ہے (وطعام الذین اوتوا الكتاب حل لکم) یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جس کو وہ ذبح کریں اور جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اس میں اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ محفل کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت کھایا جائے جس وقت ذبح کے وقت مسلم دماغ موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جب کہ کچھ نہ سنا ہو تو اس پر پھول ہے کہ اس نے خدا کا نام لیا ہو گا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جب کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علماء نے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جب کہ وہ تفریح کرے اس طرح بسم اللہ الذمی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا توب ذبیحہ حلال نہیں انتہی فتعل ذبیحہ اولاد الذابح بمنونا او امرأة او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگر جیہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کر سکتا ہو



م یعنی صغیر اتنا جاتا ہو کہ ذبیحہ اس وقت حلال ہوتا ہے جب کہ اس پر خدا کا نام لیا جائے اور دیوانہ اور صغیر جب کہ نام خدا کو سمجھتے ہوں اور ذبیحہ کرنا چاہتے ہوں اور اس پر قادر ہوں تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہیں کذا فی الدرر من الخفایہ میں ہے کہ اگر مہنون اور صغیر ایسے ہوں کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نہ کریں تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں طحاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اس وقت وہ عاقل ہو یا نفاس وال یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتاب کا حلال ہے اگرچہ اس کا ختنہ نہ ہو ابو کہ وہ گونگا ہو گونگا بابل سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اس کا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہے یعنی جو ذبیحہ کے ذبیحہ کے وقت نام خدا لینے سے بھول جائے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنع لا تحلل ذبیحہ غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتد و حبشی حلال نہیں ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آشت پرست اور مرتد اور جہنی کے عیسیٰ دیو پری ہم جن کا ذبیحہ اس واسطے حلال نہ ہوا کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبیحہ الجہن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبیحہ جہن سے چنانچہ اشتباہ میں ہے ملقط سے اور ظاہر اہل اس کا وہ ہے جب کہ جن آدمی کی صورت پکڑ کے ذبیحہ نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت پر جو کچھ ذبیحہ کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اس کا ذبیحہ حلال ہو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی و جہری لو ابوہ سنیا و لو ابوہ جہریا علت اشتباہ لانه صار کمرئ قنیۃ اور حلال نہیں ذبیحہ جہری مذہب کا اگر اس کا باپ بھی جہری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشتباہ اس واسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جہری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہو گیا کذا فی القنیۃ ہم مصنف نے منع الغفار میں کہا اور فوائد زینیہ میں ہے کہ جائز نہیں ذبیحہ جہری کا اگر اس کا باپ سنی ہو اور اگر جہری ہو تو علت ہے میں کہتا ہوں اور ظاہر اصحاب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشتباہ کا یہ قول قنیۃ سے لیا ہے اور قنیۃ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوعلی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجیرہ کا اگر اس کے آباؤ اور اجداد مجیرہ ہوں تو وہ ذمیوں کے مانند ہیں اور اگر ان کے باپ اہل عدل سے ہوں تو حلال نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہیں انتہی مافی القنیۃ میں کہتا ہوں اور صاحب قنیۃ کی مراد ابوعلی سے ابوعلی جبتائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجیرہ سے اہل سنت و جماعت مراد ہیں اس واسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجیرہ کہتے ہیں چنانچہ بیہقی جیشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہیں ان کے گمان میں چنانچہ علم کلام میں مذکور ہے تو صاحب فوائد نے مجیرہ کو مجیرہ سے بدل ڈالا انتہی مافی المنع اور زواہر الجواہر حاشیہ اشتباہ میں ہے اور ظاہر اصحاب یعنی صاحب اشتباہ نے جہریہ اور مجیرہ کے فرق کی طرف التفات نہیں کیا اور جہریہ اہل ہوائے اور اہل بدعت ہیں اور عقیدہ ان کا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال کی اصلاح نہیں اور تمام خلق اپنے افعال میں مجبور ہیں انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر میں علماء سلف اور خلف میں اس کا اختلاف ہے اور اس میں شک نہیں کہ جس کا مذہب اور مذہبی بدعت الی الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جس کا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اس کے تکفیر میں اختلاف ہے بعض علماء تمام بدعت اہل کو کافر کہتے ہیں اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہ اور متکلمین سے اور بعض نے ان کو جماعت مسلمین سے نہیں نکالا ہے اور وہ اکثر فقہاء اور متکلمین ہیں سوا انہوں نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہیں ان پر احکام اسلام کے جاری ہیں اور مسلمین سے میراث پادیں گے ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں کہا ہاں اکثر اہل مذہب ان کو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہاء کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہی مافی تبیین المارم لہا اس منقول سے ظاہر ہو کہ جہریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے علت ذبیحہ ہے خواہ اس کا باپ سنی ہو یا جہری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون روئے کے اس کو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحاوی مختصر اختلاف یہودی اور مجوسی تنصیر لانه یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر بلک عند الذبائح حتی لو تبس یہودی لایکل ذکاتہ برخلاف اس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ وہ ثابت لکھا



جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جس کی طرف اس نے انتقال کیا یعنی اس واسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت مغنبر ہوگے ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبح حلال نہ ہوگا و المتولد بین مشرک و کتابی لکتابی لاناہنہ اور جوڑ کا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی تو کے مانتہ ہے یعنی اس کا ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اس کی ہدی کمتر ہے و تارک تسمیۃ عمدہ اخلافا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اس کا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالیٰ (ولا تأکلو مما لم يذكر اسم اللہ علیہ) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اس کو جس پر اللہ کا نام مذکور نہ ہو اور امام شافعی سے پہلے اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیۃ عمدہ کے حوازیج پر حکم دے تو حکم اس کا نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیاً حاصل خلاف مالک مگر اگر نام خدا معمول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی ان کے نزدیک عمدہ اور نسیاً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارح نے ناسی کو ذاکر کے مانتہ قرار دیا ہے عندہ سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اہل ناسیاً کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالیٰ غیرہ فان وصل بلا عطف کہہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان اور منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدئاً لکن یکوہ للوصل صوریۃ ولو بالجر والنصب حرم درر اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملاوے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان اور منی یعنی قبول کر فلان نے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہے یوں کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع وال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحاوی یا محمد کاللفظ مبتدئاً ہوا یعنی توجہ کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر وال کو زیر یا زبرد سے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ہم حموی میں نوازل سے منقول ہے کہ وال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاویٰ عالمگیری میں نہایت سے منقول ہے کہ رفع نصب جرتینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اس واسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحاوی قبل بذل اذا حرف النحو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع وال سے مکروہ ہونا اور جہاد نصب سے حرام ہونا اس وقت ہے جب کہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو وال وجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقاً بالعطف لعدم الحرف زلیعی کا افادہ بقولہ اور قول وجہ تریہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم حرف کی جہت سے کذا فی الزلیعی چنانچہ مصنف نے اس کو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ہم شبلی نے حاشیہ زلیعی میں کہا کہ میری دیکھی زلیعی کے سبب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ ہے جو ہم نے فتاویٰ عالمگیری سے من النہایۃ نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او فلان اور اگر ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ و فلان یعنی خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لاناہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطنان لا اذکر فیہا عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اس واسطے کہ ذبیحہ حرام ہوا کہ اس پر غیر خدا کا نام پکا را گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان میں جن میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہیے ایک تو چینکنے کے وقت اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صوریۃ ومعنی کال دعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ اول الذبح لا باس بہ لعدم القرآن اصلاً پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ



اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اس میں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہم بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے ممنون ہے اس واسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو وحشی مینڈھے ذبح کیے سو ان کو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی (اے وحشت و جہی للذی فطر السموات والارض علی ملۃ ابراہیم حنیفاً و ما انا من المشرکین ان صلواتک و نسکی و میحاسی و مافی للہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت و انا من المسلمین اللہم منک و لک والیک اللہم عن محمد و امتہ بسم اللہ واللہ اکبر) پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذکر کیا اور فرمایا (بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی و عنی لمن امتی) والشرط فی التسمیۃ هو الذکر النی لصل عن شوب الدعاء و فیہ فلا یحیل بقولہ اللہم اغفر لی لاندعاء و سوال بخلاف الحمد للہ اوسبحان اللہ مرید اہل التسمیۃ فانہ یحیل اور تسمیۃ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الہی مجھ کو بخش اس واسطے کہ یہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہو بخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جب کہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحیل فی الصحیح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اس نے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہم اس واسطے کہ عاقل الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطیۃ حیث بمنزلة تسمیۃ حمله علی ما اذا نوی والا لا یوفق بینہ و بین ما مر فی الجملة فتأمل بخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اس کا حاصل کرنا اس صورت پر لائق ہے جب کہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نہ کرے گا تو خطبہ ادا نہ ہوگا یہ اس واسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جائے اس میں جو مذکور ہو چکا جمعہ میں سو تامل کر ہم مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کے واسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہ ہوگا انتہی دیوالہبی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نہ کیا اس واسطے کہ یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں صریح ہے کذا فی الطلاق والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو کرہ یہاں نہ یقطع فور التسمیۃ کما عذاه الزلیس للحدیثی وقال قبلہ والمتداول المنقول من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکر وہ ہے اس لیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زلیس نے اس قول کو شمس الہی کی طرف اور زلیس نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جائے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استنباب کا مگر یہ کہ فور مقارب پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاویٰ عالمگیری میں بدائع سے ۱۵ میں نے اپنا منہ پھیرا اس شخص کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمینوں کو ملت ابراہیم پر ایک طرف ہو کر اور میں نہیں ہوں مشرکوں سے میری غار اور حج کے افعال اور دنیا اور مرنا اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھ کو حکم ہوا اور میں مسلمانوں سے ہوں اتنی یہ تجھ سے ہے اہ تیری لیے اور تیری طرف اتنی یہ مجھ کی اور اس کی امت کی طرف سے ہے بسم اللہ واللہ اکبر ۱۶ اتنی یہ میری جانب ہے اور اس شخص کی طرف سے جس نے میری امت میں سے قسربانی نہ کی ۱۷



منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذبائح اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زبان قلیل جس سے پہنچنا ممکن نہیں اور جس طرح حدیث میں وارد منقول ہے اسی طرح علیٰ مرتضیٰ اور ابن عباس سے بھی وارد منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واللہ کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولو سمي ولم تحضره النية صحیح بخلاف ما لو قصد بها التبرک فی ابتداء الفعل ادنوی بہا امر آخر فانه لا یصح۔

محل اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اس کے اگر اس نے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوائے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہو گا ہم در صورت عدم نیت اس واسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جس کا امر ہوا تھا اس کو صریحاً یا لینی لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اس واسطے صحت نہیں کہ اس نے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ غانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اس نے ہائے ہوز کو ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اس کو ترک کیا قصداً تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی کہا لو قال اللہ اکبر وارادہ متابعۃ المؤذن فانه لا یصحیر شارعی فی الصلوۃ بنزائیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ قول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع کرنے والا نماز کا نہ ہو گا کذا فی البنزائیہ ونہا وتشرط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح اور می بصید والارسال احوال وضع الحمد لہما الوحش اذا لم یقعد عن طلبہ کما سیمجی اور بنزائیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کئے چھوڑنے کی حالت میں یا بول کر کھنے کی حالت میں گو خر کے شکار کے واسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اس کی تلاش سے چنانچہ آگے آدے گا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اجمع شاتین احداً فوق الاخری

ذبح کا ذبحۃ واحدة بسمیۃ واحدة صلا بخلاف ما لو ذبحا علی التتابع لان الفعل یقع دفعتہ والتسمیۃ ذکرہ الذلیعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹا یا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کے بعد تو دونوں حلال ہیں برخلاف اس کے اگر دونوں کو علی التتابع ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اس کو ذلیعی نے کتاب الصید میں ولو سمي الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وھ الطول ما یستکثرہ الناظر واذ احد الشترۃ منقطع الفور بنزائیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہو گیا پھر اس نے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہو گیا اور فوریت قطع ہو گئی تو ذبیحہ حرام ہو گیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جس کو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جب کہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہو گئی کذا فی البنزائیہ ہم طحاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالحاء نحر الابل فی اسفل عنق وکرہ ذبحا والحکم فی عنقہ وبقدر عکسہ فندب ذبحا ذکرہ نحر التبرک السنۃ ومنع مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اوپر کردہ ہے اس کا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اس کے حکم ہے یعنی ان کا ذبح کرنا مستحب ہے اور ان کا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اس کو منع کیا ہے ہم ذلیعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں صدر کے نزدیک اھ ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلیٰ عنق میں تحت اللیمین انتہی استجاب سے مراد یہاں سنت ہے اس واسطے کہ صاحب بدایہ نے کہا کہ استجاب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کفر کی عبارت سے کہ اس نے اس کو سنت کہا ہے فتاویٰ عالمگیری میں خزائن المغنیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا جس میں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جس میں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے



اور آبیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بٹا اونٹ کے مانند ہے غریب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس کی گردن طویل ہے اس کو خر کرنا چاہیے اور قستان میں نقت سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے اور دلہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے میں معلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحاوی ولا بد من ذبح صید مستانس لان ذکاة الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاة الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہو گیا اس واسطے کہ ذکاة اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہو و کفی جرح نعم کبقر و غنم تو حش فیخرج کصید او تعذر و حکم کان ردی فی بڑا خدا وصال حتی لو قتلہ المصول علیہ مرید ذکاة حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا چنانچہ گائے بیل اور میٹیر بکری زخمی کی جائے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہو گیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اس کو قتل کیا جس پر اس نے حملہ کیا ذکاة کی نیت سے تو وہ حلال ہے و فی النہایۃ بقرة تعسرت ولادتھا فادخل رہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان قدر لا اور نہایت میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہو گیا سو اس کے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کر کے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہو گیا اور اگر اس کو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہو سکا اس کے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا تو ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التجذبا لواداک صیدہ حیاء او اشرف ثورہ علی البہاک و ضلوق الوقت علی الذبح اولم یجد آت الذبح فخرہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا یا اس کا بیل قریب البہاک ہو گیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہو گئی یا اس نے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اس کو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہو گیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی روایۃ قول کہنا اس واسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضوں نے کہا کہ اس کا کھانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اس کا مالک اس تک نہیں پہنچ سکتا تو اگر اس کی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اس کو تیرے مارے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جائے گا تو اس کا کھانا جائز ہے اور کبوتر جب کہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اس کے مالک یا کسی اور شخص نے اس کو تیرا مارا تو فقہائے کما کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اس کا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اس واسطے کہ ذکاة اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگے تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں دینے منظومۃ النسفی ۵ ان الجنین مفرو بمکتہ ۶ لم یتذک بذکاة امہ ۷ فحذف المصنف ان اور منظومۃ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم میں حلال نہیں ہو جاتا اپنی ماں کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ہم سمجھتے ہیں اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی ماں کا تابع نہیں کہ اس کے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جائے وقال ان ثم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاة الجنین ذکاة امہ و حملہا ما مل التشبیہ ای ذکاة امہ بدلیل اندروی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہے تو کھا یا جلے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاة اس کی ماں کی ذکاة ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی جنین کی ذکاة اس کی ماں کی ذکاة کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اس کی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ذکاة امہ برفع ونصب دونوں طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اس کی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اس واسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشارح ۸ عینا لا وجیدک جیدہ کذا فی



الطحاوی وکس فی ذبح الام اضاعة الولد لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کی موت کا تیقن نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقہ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اس کی موت یقینی نہ ہوئی ہم یہ بقیہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھاتا اس کی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہ ہو تو اس کی ماں کا ذبح کرنا جائز نہ ہوا اس واسطے کہ اس میں ماں کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ ماں ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی المجلد الخیل و ذونا ب یصید مینا بہ مخرج نحو البعیر او مخلب یصید بملکبہ ای ظفره فخرج نحو الهامة من سبيع بیان لذی ناب و سبيع کل مختلف منتہب جارح قاتل عادة او طیر بیان لذی ناب و مخلب او حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنچہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اس واسطے کہ اگرچہ وہ نیش دہرے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اس واسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبيع یعنی درندہ ہر جانور او حیک لے جانے والا غارت گر بھاڑنے والا قاتل بنا بر صحت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی ناب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار پرندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالا جماع سبيع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر بھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی ناب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعاً تو خوف یہ تھا کہ ان کے گوشت کھانے سے انھیں کی خورٹے بد انسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی شکویم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہو گئے کذا فی الطحاوی ولا الحشرات ہی منار و دواب الارض و احدی حشرة اور حلال الحشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرة بالتحکک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنا پنچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیسی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اس واسطے کہ مستنبط میں قال اللہ تعالیٰ و یحرم علیہم البعائم اور اس واسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحاوی عن الاتفاقی و الحمرة الیہیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبتنا حلال اور حلال نہیں پالو گدے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخم کے کہ وہ اور ان کا دودھ حلال ہے ہم پالو گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہو جائے اور گورخم حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مالوس ہو جائے اور اس پر پالان باندھا جائے کذا فی العالمگیریۃ و المغفل الذی امہ حمارۃ فلو امہ لبقرۃ اکل اتفاقاً ولو فرسا فکامہ اور وہ خیر حلال نہیں جس کی ماں گدھی ہو تو اگر خیر کی ماں گائے ہو اور باپ اس کا گدھا تو وہ حلال اور مالول ہے بالاتفاق اور اگر خیر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ اس میں یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اس کا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اس کا حلال ہو و انیل وعندہما و الشافعی مثل قتیل ان ابا حنیفہ رجح عن حرمة قبل موتہ ثلثۃ ایام و علیہ الضمۃ عمادیۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت پہلے اس کی حرمت سے رجوع کی اور اس کے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی العمادیۃ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریری کو اصح کہا ہے اور درر میں بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو در صورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہے گا اس واسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحاوی ولا باس بلینما علی الا وجہ اور گھوڑی کے دودھ

۱۲ اور حرام کرنا ہے ان پر خبیث چیزیں ۱۲



میں کچھ مضائقہ نہیں بقول وجہ ترجمہ اس واسطے کہ اس کے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانے کے  
 کذا فی المنع والصبیح والتعلب لان لہما ناہا وعذ الثلثہ بحیل اور حلال نہیں بجز اور لو مری اس واسطے کہ دونوں عیش و ان میں اور امام شافعی اور مالک  
 اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والصلحۃ ہریتا وحریرۃ اور حلال نہیں کچھ خشکی کا مویا وریانی والغراب البقع الذی یا کل البقیع لانه لم یلق  
 بالنہایت قال المصنف ثم قال والنجیث ما یستخبث الطباع السلیمة اور حلال نہیں البقیع کو جو مردار کھاتا ہے اس واسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ  
 ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جس سے طابع سلیمہ گھنائیں اور اس کو مکروہ اور خبیث جانیں  
 ہم غراب البقع وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحاوی عن الملک عن الکشف والغرائب لوزن غراب النسر جمعہ غدقان قاموس اور حلال نہیں  
 غداف یعنی جنگل سیاہ بڑا کوا شارج نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اس کی غدقان ہے کذا فی القاموس ہم صد الشریعہ نے  
 شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارج نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں  
 غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ  
 والنسر کثیر الریش جمعہ غدقان والفیل والضب وماروی من الکلمہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گویہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت  
 ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتدائے اسلام میں حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وایمن  
 سوس والرحم والبقاٹ و ہوطا ورونی الہمتہ یشبہ الرحم وکلما من سباع البہائم اور حلال نہیں موش وشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور  
 بقاٹ اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ زخم کے اور یہ تمام سباع بہائم سے ہیں ہم ربوع جانور ہے جو ہے کے مانند لیکن اس کی دم اور کان جھبے  
 سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز تر ہیں کذا فی الطحاوی عن ابی السعود تو ظاہر برابر ربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس  
 ہوا اور مخزن الادویہ میں ربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے والہ اعلم وقیل الغداف لانه ذو ناب اور بعضوں نے کہا  
 کہ حلال نہیں چمکا ڈر اس واسطے کہ وہ نیش دار ہے ہم اتفاق نے کہا کہ دلیل میں اختلاف ہے اس واسطے کہ نیش دار حرام نہیں بلکہ وہ نیش دار جانور  
 حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہوا تھی اور فتاویٰ عالمگیری میں چمکا ڈر کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحاوی ولا یحکل  
 حیوان مائی اور حلال نہیں وریانی اور پانی کا جالور ہم حیوان مائی سے مراد وہ ہے جس کا موی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنع الا السمک  
 الذی مات یا فتمت ولذاتی ما یخس ولو طافیہ مجردہ وہا نیہ سب وریانی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو  
 اگر مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو اور گوزخمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ہم قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو  
 مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اڑی  
 ہوئی مچھلی کذا فی الدرر الطافی علی وجہ الماء الذی مات تحت النعہ و ہوا بطتہ من فوقی مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اچھل آئی  
 ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور مچھلی طانی وہ ہے جس کا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف ہے فلو ظہر من فوق فلیس بطاف نیو  
 کما یوکل مانی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طانی نہیں اس کا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا کھانا حلال ہے جو اڑی مچھلی کے  
 پیٹ میں ہے ہم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اس کی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے کذا فی شرح  
 الوہبانیہ اور منہ الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی،

۱۵ غداف بروزن غراب گرمی کا کوا اور گدھ بہت پردن والا اس کی جمع غرقان ہے ۱۲



واما تبحر الماء او ہمدہ اور ربطہ فیہ او القادسی ممرۃ بآفۃ وہبانیۃ اور مجہلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں بانٹنے کے سبب سے  
 بحال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مجہلی اس کو کھا کر مرگئی تو اس کی موت آذت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال ہوئی  
 کذا فی الوہبانیۃ ہم اگر مجہلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مجہلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مجہلی گھیری غیظہ میں کہ اس سے نکل نہیں سکتی  
 اور وہ شخص اس کو پکڑ سکتا ہے سو اس میں وہ مرگئی یا بحال میں مجہلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ بحال سے نکل نہ سکتی تھی یا مجہلی کو پانی میں بستہ کیا  
 سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت میں میونکہ اس کی موت کا سبب  
 پایا گیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اس واسطے کہ پانی مجہلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدرر الجریث  
 السمک اسود والدرماہی سمک فی صوۃ الجبۃ واخرہما بالذکر للنفاد وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریت اور مارماہی حلال ہے جریت سیاہ مجہلی  
 ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر مجہلی ہے مصنف نے دونوں کو جدا اس واسطے ذکر کیا کہ ان کے مجہلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی بہت  
 سے علیحدہ بیان کیا ہم عینی نے کہا جریت بکسر جیم وتشدید رائے مکسورہ ایک ہی قسم ہے مجہلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب  
 میں منقول ہے کہ سب ٹھیلیاں حلال ہیں سو اسے جریت اور مارماہی کے سوہنیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریت کے  
 کھانے کو مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جو رو کے پاس بلاتا تھا سو سوخ ہو کر جریت ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو  
 سوخ ہوا وہ تین دن کے بعد مر گیا اس کی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحاوی والدرماہی کہ اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریت کو بعض اہل ہند  
 کھانے بولتے ہیں وحل الجراوان ما تحت النعۃ بخلاف السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو برخلاف مجہلی کے کہ  
 وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں والواع السمک بلا ذکاة لحدیث امت لنا میتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور  
 سب اقسام مجہلی کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوتے ہمارے واسطے دوسرے مجہلی اور ٹڈی اور حلال ہوتے  
 و خون کلیجہ اور تل شارب نے کہا طحال مکسور الاول ہے وحل غراب الذرع الذی یا کل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے  
 ہم یعنی سناست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا ہے صیغۃ الجبۃ ہوتا ہے مثل فاختہ کے والذاعلم والارنب والعقنق ہو غراب یجمع بین اکل جیف  
 وبوالاصح حلال ہے خرگوش اور عقنق عقنقہ کو ہے کہ مراد اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اس کا حلال ہونا اصح قول ہے ہم عقنق بوز  
 فقتر ہندو باطن سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آوازیں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اس کو مہو کھا کہتے ہیں  
 طحاوی نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقنق برون جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اس میں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب  
 سے ہے بدشگون اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقنق کو پوچھا تو فرمایا لا باس بلفتی اس کے کھانے  
 میں کچھ مضائقہ نہیں تو میں نے کہا وہ سناست کھاتا ہے تو امام نے فرمایا کہ سناست کو ملتا ہے دوسری چیز سے پھر کھاتا تو امام کے نزدیک قاعدہ  
 یہ تھا کہ جو سناست کو دوسری چیز سے ملا کر کھا دے چنانچہ مرغی تو اس کا مضائقہ نہیں ابو یوسف نے کہا کہ عقنق مکروہ ہے جیسے مرغی مملات  
 مکروہ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان معہما ای مع الذکاة کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقنق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم  
 ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجئے جن کی حلت اور حرمت کتب معتدہ میں مذکور ہے فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ انعام ماکولہ بالکل چنانچہ  
 اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ماسوائے انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور  
 گور خراہ نیل گاؤ اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغی اور کبوتر اور ربط اور غراب الذرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور اہل







مارا اور جس کا پیٹ بھڑبھڑا کر رہا تو ان چیزوں کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پر شدید غیر جانبدار ہو اور اس پر فتویٰ ہے بدیل قول حق تعالیٰ کے الاما ذکیم یعنی رہ جائز حلال ہے جس کو تم نے ذبح اور حق تعالیٰ نے اس میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اس کا ذکر آگے آئے گا کتاب الصید میں ورج شاة لم تد رجوتما وقت الذبح ولم تحرك ولم يخرج الدم ان فتحت فاما لا توکل وان ضمت اكلت وان فتحت عینہا لا توکل وان ضمتہا اكلت وان مدت رجلہا لا توکل وان قبضتہا اكلت وان نام شعرہا لا توکل وان قام اكلت لان الحيوان يسترخى بالموت فتفتح فم وعین و مد رجل ونوم شعر علامه الموت لانها استرخت فادوم مقابلها حركات تمتم بالحي فدل على حيوة وبذلك اكله اذ لم تعلم الحيوة وان علمت حيوة وان قلت وقت الذبح اكلت مطلقا بكل حال زليعي بکرمی ذبح کی اور اس کا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہ ہوا اور اس نے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اس نے منہ کھول دیا تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر اس نے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اس نے آنکھ کھول دی تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر آنکھ اس نے بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اس نے پاؤں پھیلادیا تو کھانا درست نہیں اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اس کے بال سو گئے یعنی گر پڑے تو اس کا کھانا حلال نہیں اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اس واسطے کہ جانور موت سے ڈھیللا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلانا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اس واسطے کہ یہ افعال استرخا ہیں یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہیں اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤں کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات حب زندہ کے ساتھ مخصوص ہیں تو اس کی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اس وقت میں جب کہ زندگی معلوم نہ ہو اور اگر اس کی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اس کا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال میں خواہ علامات مذکورہ پائی جاویں یا نہ پائی جاویں کذا فی الزلیعی سمکتہ فی سمکتہ فان كانت المظروفہ صحیۃ حلتا یعنی المظروفہ والظرف موت المبلوۃ لیسبب ایک پھل نکل دوسری پھل کے پیٹ میں تو اگر مظروفہ یعنی وہ پھل جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونوں حلال ہیں یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نکلے ہوئے پھل کی موت سبب حادث سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نکلنے والے کی موت اس پر جانے سے والا تکن صحیۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من ورج لا استقامت عذرة جوہرة وقد غیر المصنف عبارة ملقنہ الی ما سمعته اور اگر پیٹ کی پھل تندرست نہ ہو مگر گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نکلنے والی حلال ہے نہ نکل گئی چنانچہ اگر مظروفہ اس کی مقعد سے نکل تو حلال نہیں اس واسطے کہ مستقیم اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرة اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈال جو تو نے سنی ہم استبہا کی عبارت یوں تھی سمکتہ فی سمکتہ فان كانت صحیۃ حلا والا لا یعنی پھل کے اندر کی پھل ہے تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونوں حلال ہیں اور نہیں تو حلال نہیں یہ عبارت اس کے موسم ہے کہ در صورت عدم تندرستی مظروفہ دونوں حلال نہیں اور حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی اخیر عبارت سے یہ خیال دفع ہو گیا ولو وجد فیہا درة ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مفروا بالاو ہو لقطه اور اگر پھل کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اس کی ملک حلال ہے اور اگر اس کے اندر انگوٹھی یا سکہ یا راشنی پائی تو پانے والا اس کا مالک نہیں اور وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو ولو البیہ میں یوں مذکور ہے کہ موتی پھل کے پیٹ میں پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر پھل بیجی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر پھل بیجی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف میں نہیں ہے تو وہ پانے والے کا ہے مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر مہیاد کے ہاتھ سے اس کو پہنچا کذا فی المعطای ورج لقد هم الامیہ ونحوہ کو احد من العظام یحرم لانه اهل به غیر اللہ ولو وصیۃ ذکر اسم اللہ تعالیٰ ذبح کیا حاکم کے آنے کے واسطے یا حاکم کے ماتہ کسی اور شخص طویل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذاب نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اس واسطے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو دستور عوام میں یوں ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی تعظیم کے واسطے یا دیو مہوت کے مہوگ دینے کے واسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہیں اور حاکم کو اس کا گوشت نہیں کھاتے ہیں



کہ تو فرار دی جا طوطی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام اس پر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمیت کی علت  
 ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں جا بلوں میں رواج ہے کہ منہ مان کر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سعد  
 کا بکرا ذبح کرتے ہیں وہ گائے اور بکرا مردار ہے اس واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہیں اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ  
 ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو ان کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مردار  
 تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام لیا جائے صحیح مسلم: علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعہ موی ہے لعن اللہ من  
 ذبح لغير الله یعنی خدا کے لئے اس پر جو خدا غیر کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضعیف لا یجزم لانه سنة الخلیل واکرام الضعیف اکرام اللہ تعالیٰ اور اگر  
 مہمان کے واسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اس واسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور کریم مہمان  
 کی اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے ہم منع الغفاریں ہے کہ جو یہ گان کرتا ہے کہ مہمان کے واسطے ذبح کرنا حلال نہیں اس واسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے  
 واسطے ہے تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کے واسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اس واسطے کہ اس میں شک نہیں کہ تعاب  
 منفعت کے واسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ذبح کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ تعاب کے ذبیحہ کرنے کھاوے اور نہ اس کو کھائے جو ولیمہ  
 اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قد مہالیہ کل منہا کان الذبح لشر المنفعة للضعیف اولو لیمۃ اول الذبح وان لم یقد مہالیہ کل منہا بل  
 یدفعہا لغيرہ کان لتعظیم غیر اللہ فحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدم امیر کے اور علت ذبیحہ وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اس واسطے پیش کیا تاکہ اس  
 میں سے آپ یا مہمان کھائے تو ذبح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا تعاب کے فائدہ حاصل  
 کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو ریا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہو گا ہم موی شارح استنباہ نے  
 کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے میانیت کے واسطے یا اس کے آنے کے بعد مقوی  
 دیر میں اس کی میانیت کے واسطے ہو تو اس کے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر میانیت کا قصد ہے تو اسی طرح درست ہے بلاشبہ  
 اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام اور مذکور مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اس لیے کہ گاہے تعظیم  
 غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اس کو کھاتا ہے اور اس کے خیال بھی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحاوی یعنی اگر غیر خدا  
 کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے والا حلال ہے وہل یکفر قولان بزانیہ وشرح وہبانیہ اور کیا ذابح لغير الله کافر ہے اس میں دو قول ہیں یعنی بعض  
 نے نزدیک کافر ہے بعضوں کے نزدیک کافر نہیں کہنا کہ گدانی البزازیہ وشرح وہبانیہ قلت ذی صید المنیۃ انہ یکفر ولا یکفر لانا لانسئ الظن بالمسلم انہ یتقرب ال  
 الادی بہذا النحر ونحوہ فی شرح وہبانیہ عن الذخیرۃ ولظہر فقال سن وفاضل جمہور ہم قال کافر: وفصل واسمعیل لیس یکفر: میں کہتا ہوں اور منیہ  
 کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اس واسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے  
 ہیں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس معنوں کو نظم کر کے  
 یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے اور امام فضل اور اسمعیل اس کو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر  
 راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جانا اور اس سے بھنا اور بچانا چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین العتو یعنی الجزء المنفصل من الحمی حقیقہ وکما  
 لانه مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتأملہ بکفۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ ال  
 فی حق صاحبہ فظاہر وان کثر استنباہ من الطمارة وہو المتارکما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا جو ان حی یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے



چنانچہ کٹکان اور گراوانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول ہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقتاً اور حکماً زندہ ہو اس واسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اس کی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنائے دلیل سے سو اس کو تامل کر ہم اگر زندہ حقیقتاً یعنی صورتاً اور حکماً مراد لیجئے تو جز کہ منفصل ہوا مذبح سے قبل اس کی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورتاً سے نہ زندہ حکماً سے تو اس وقت میں استثناء آئندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح دمشقی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقتاً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقتاً یعنی صورتاً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثناء کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اس میں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جائے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے اور کلام ہے بھیل اور ٹڈی کے غیر میں اس واسطے کہ بھیل اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحاوی والامین مذبح قبل موتہ فیصل اکل لومنین الماکول لان ما بقی من الحیوة غیر معتبر اصل بزازیہ قلت لکن یکرہ لکما مرگ جو عضو کہ حیوان مذبح سے جدا ہو اس کی موت سے پہلے تو اس کا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اس واسطے کہ جس قدر زندگی حیوان مذبح میں باقی ہے وہ اصلاً معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکرہ ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہم نے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبل تیمم کے ہم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑ یا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ۱۔ و قد صلا لحم البغال واما من الخیل قطما والکراہۃ اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً چروں کا گوشت حالانکہ ماں ان کی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس چکر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ۲۔ وان ینزکلب فوق غز نمجاہ ۳۔ نتاج لہ راس کلب فی نظر ۴۔ اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اس کے بچہ پیدا ہوا جس کا سر کتے کے مانند ہے تو اس کو دیکھنا چاہیے ۵۔ فان اکلت لحم کلب جمیعاً ۶۔ وان اکلت تبتا فذا راس یترب ۷۔ سو اگر اس نے گوشت کھایا تو وہ بالکل کتاب ہے اور اگر اس نے گھاس کھائی تو اس کا سر کاٹا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے ۸۔ ویوکل باقیہا وان اکلت لذا ۹۔ وذا فاضربہا والصیاح یخبر ۱۰۔ اور سوائے سر کے باقی گوشت کھایا جائے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھائے تو اس کو مارنا اور اس کا چلانا خبردار کرے گا ہم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند مہونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلائے تو حلال کرنے کے بعد سر مہینکا جائے اور باقی کھایا جائے کذا فی الطحاوی ۱۱۔ وان اکلت فاذبح فان کرشہا بدا ۱۲۔ فعنزوالا فوکلب فیطمر ۱۳۔ اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اس کو ذبح کر تو اگر اس کی اوچھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اس کا دور کیا جائے اور اگر اوچھڑی نہ نکلے تو وہ کتاب ہے دفن کیا جائے یعنی اس کا کھانا نہ چاہیے دنی معایاتہا اور وہبانیہ کی چستان میں یہ ہے ۱۴۔ واما شباہ دون



ذبح یکلما ۛ ومن ذالذی صغی ولادم نہر ۛ اور کون بکری ہے جس کو بدن ذبح کے شارع حلال رکھتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہاں تک کہ رقت صغی داخل ہوا اور اس نے خون نہیں چھڑی کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا محل سوال فقط لفظ ہے صغی کا تو ظاہر اس کا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جس نے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہا یا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ پیڑیں ہیں مردار سے جن سے انتفاع درست ہے سینگ اور کھڑ اور عصب اور صوف اور روہر یعنی روئیں اور بال اور پڑ اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللہم ہو یا غیر ماکول ہے کذافی الطحاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ العلیم ۛ





# کتاب الاضحیہ

یہ کتاب ہے اضمیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لنتہ اسم لما یدبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضمیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جائے من قبیل نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان مذکور ہوا ایام غریں اس کو اضمیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وقت اضحی یعنی دن چڑھے اس کو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اس کا نام ماخوذ ہوا اس کے وقت کے نام سے کذا فی العلوی طحاوی نے کہا زلیحی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہیں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم اطلاق ہے چنانچہ اعتاق اور اضمیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوئے کہ خوزیزی سے وہ اطلاق ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہی واقعات میں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اس واسطے کہ جو قربت خوں ریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی و شرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضمیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبارت کی نیت سے مخصوص وقت میں م حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام غر و شر الطہا الاسلام والاقامت والیسار الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کما مر اور شرط قربانی کی الام اور مقیم ہونا اور اس قدر تو نگرانی اور مال داری جس قدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق ہے چنانچہ آخر کتاب الزکاة میں مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام غر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول غریں کا فرمتا اور آخر میں سلمان ہوا یا اول میں مسافر فرمتا اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے ظاہر الروایۃ میں تو نگر اور مالدار وہ ہے جس کے پاس ۲۰ درم یعنی ۵۰ روپے یا سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سوری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اس قدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھریا باغ یا چار پائے جالور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپے کا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اس قدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اس پر قربانی نہیں خواہ بالفعل اس میں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر ہو قرابت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اس وقت جب ..... ایک کتاب کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے جب ان کی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحاوی تبصر لا الزکوۃ فتجب علی اللاتی غایۃ اور مرد ہو تا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہے عورت پر کذا فی الغایۃ و سیما الوقت و ہوا یام النہر و قبل الراس و قدمہ فی التارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے غر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام غر ہے نہ تمام وقت اور تارخانیۃ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے و کہنا ذبح مایکوز و یجہ من النہم لا غیر فیکہ ذبح دجاجة و دیک لانه تشبہ بالہوس بزمانیۃ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اس کا جس کا ذبح کرنا جائز ہے منہملہ چوپایوں کے نہ سولے اس کے تو مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اس واسطے کہ وہ تشبہ ہے موسیوں کے ساتھ کذا فی البزویۃ و حکمہا



الخروج عن حمدة الواجب في الدنيا والوصول الى الثواب بفضل الله تعالى في العقبى مع صحة النية اولا ثواب بدو نسا  
اور قربانی کا حکم یعنی اثر مرتب قربانی کا دنیا میں نکل جانا واجب کے عمدہ سے اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح ہونے  
کے ساتھ اس واسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدو ن صحیح ہونے نیت کے فحش التفضیۃ ای اراقة الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی  
کرنا یعنی چوپایوں کا خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خون ریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے  
تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر السواء یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہ ہے  
کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ معمرات میں ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ یحییٰ اور صدقہ فطر سے کم تر ہے سنت ہونے کی  
دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذبح کرنا چاہو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن  
رودک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ (من وجد سعة ولم یضرب فطره فلا یقرن مصلانا)  
کہ جو کشائش پامے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے پاس نہ جاوے اور اس طرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث اول  
میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہے نہ تخیر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد ان یحج فلیست یجوز  
حج کا ارادہ کرے وہ شتابی کرے مگر جب قربانی واجب عمل ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحاوی ملخصا بقدرہ ممکنہ  
قربانی کرنا واجب ہے قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قدر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ہی مایجب بجز التکلیف من  
الفعل فلا یشرط بقدر لا بقدر الوجوب لانها شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو بجز قادر ہونے کے فعل سے تو بقدر قدرت مشروط نہیں  
بقائے وجوب کے واسطے اس لیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اس میں معنی علت نہیں اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا  
ہے مشروط کے پاسے جانے کے واسطے لامیسرۃ ہی مایجب بعد التکلیف لبعثۃ الیسر فیرفع من العسر الیسر فیشترط بقدر لا لانها شرط فی معنی العلة کما مر فی الفقرة  
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت  
میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اس واسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے  
چنانچہ مذکور ہو گیا نظر کے بیان میں ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا  
او بقیۃ التوہم صحت ایاہما قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ  
تصدق کرنا یا اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گزر جائیں ہم تو قربانی اور نظرہ اور حج بعد واجب ہونے کے مال  
تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ ان کا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے بخلاف زکوٰۃ اور حشر اور فراج کے اس واسطے  
کہ قدرت میسرہ کا بقا مشروط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علیٰ حر مسلم مقیم بمصر اور قریۃ اوبادیہ یعنی فلا تجب علی حاج مسافر ما اہل مکۃ فلتزیمہ ان  
جواو قیل لا تکرم الحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گاؤں یا جنگل میں کذا فی العینی تو قربانی واجب نہیں  
حاجی مسافر پر اور مکہ والوں پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کر رہے ہوں اور بعضوں نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہیں اگرچہ وہ اہل  
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحاوی نے کہا سراج کے مانند فخرج طحاوی میں ہے مرسر لیسار الفطرۃ عن نفسه لا عن طفله علی الظاہر فلا  
الفطرۃ اس مقدور لے پر جس کو نظرہ کا سامعہ در ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الرایۃ کے بصفات



فردہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب ہے ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتویٰ ہے اور من کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اس ولد صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جس کا باپ نہیں اور مالک کی طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحاوی شتاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعل او سلیع بدنتہ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضمنا متنا اور جو جانور قربانی کیا جائے وہ دنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتواں حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاؤں سے شتر اور گاؤں کو بدنہ نام رکھا ان کی ضخامت یعنی تندی اور بڑا پے کے سبب سے شارح نے کما شتاۃ بالرفع بدل سے تجب کی ضمیر سے یا اس کا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو تفسیر مصرع ہے تو شتاۃ نہ اس سے بدل پڑ سکتا ہے نہ اس کا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتداء مخدوف کی تقدیر یا اس کی یوں ہے والمضنی بہ شتاۃ کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا لہذا صاف بیکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاؤں سات شخصوں کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گائے ایک کی طرف سے قربانی ہوتی اس واسطے کہ محل ربیہ قربت واحد ہے اور وہ متجزی نہیں مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاؤں قربانی کی سات کی طرف سے اور چھ بھیڑ بکری میں نص موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولولہ عدم اقل من سلیع لم یجز عن اعداد اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاؤں سے ساتویں حصہ کم تر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی ہم یعنی شتر اور گاؤں کی قربانی سات شخصوں کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو صورت اس کی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گائے یا بیل میراث چھوڑ کر مر گئی پھر بیٹے اور زوجہ نے گائے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ میں قربانی جائز نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض میں اور بسبب عدم متجزی اس فعل کے قربت ہونے میں کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھواں تھا اس گائے میں تو ساتویں سے کمتر ہوا لہذا کسی کی طرف سے قربانی نہ ہوئی اس واسطے کہ جب بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا اور متجزی عمادوں سبب بالاولیٰ اور شتر اور گاؤں کی قربانی کم تر سات سے بطریق اولیٰ جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصوں کی طرف سے بطریق اولیٰ درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتواں ہو یا زیادہ کذا فی اعلیٰ فقہ نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی آخر ایامہ وہی ثلثہ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام النحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہیں یعنی دسویں اور گیارہویں اور بارہویں تاریخ ذی الحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کالفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتوں میں قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلط کے تاہی میں کذا فی المحوی فی ضحیٰ عن ولده الصغیر من مالہ صحیح فی المداۃ وقیل لا صحیح فی الکافی قال ولیس للاب ان یفعل من مال طفله ورجوہ ابن الشتمۃ قلت وهو المحدث لما فی متن مواہب الرحمن من انه اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المعقود اطلاقا فالاب لا یمکن فی مال ولده کالتق او التصدق بالعم فمال الصبی لا یمکن صدقۃ التطوع وعوہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ میں اور بعضوں نے کہا کہ قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی میں صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شتمہ نے میں کتابوں اور یہی قول معتد ہے اس واسطے کہ مواہب الرحمن کے متن میں یہ مذکور ہے کہ فتویٰ مینے میں یہی قول صحیح ہے اور برہان میں اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ اگر قربانی سے اطلاق معقود ہے تو باپ اس کا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اس کے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق معقود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نقل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تم فرع علی قول الاول بقولہ واکل منہ الطفل واذخرہ قدر حاجتہ وما یبقی یبدل بما یتنفع الصغیر بعینہ کثوب وخف لا ہما یتملک کخبز وخوہ



ابن کمال و کذا الجہ والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھائے اپنے قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے تو اس کی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جائے اس چیز سے جس کے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جس کے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانتا اس کے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسی طرح یعنی باپ کے مانتہ اور وصی ہے و صحیح اشتراک سستہ فی بدتہ شریعت لاضحیۃ اسی ان نو ہی وقت الشراک صحیح استمسانا والا استمسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاؤں میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روئے استمسان کے اور اگر شریک کی نیت کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روئے استمسان کے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کے واسطے پھر اس میں شریک کر لیا مالگیر یہ ہیں کہ اگر قربانی نے ارادہ سے خرید کی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کرے گی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر خرید اس کا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گائے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اس کے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روئے استمسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لیے کہ مہیا کر چکا اس کو قربت کے واسطے تو یہ اس کی متولاً متنع ہے وجہ استمسان یہ ہے کہ گائے آدمی موٹی گائے پاتا ہے اور شریکوں کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اس کو خرید کر لیتا پھر شریکوں کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہ ہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعاً مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اس کا مفید ہے کہ گائے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اس نے شریک کو پایا اس وقت کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کرے گا تو مخالف قیاس نہ ہو گا کما ذکرہ الوالی کذا فی الطحاوی ملخصاً و ذامی الا اشتراک قبل الشراء احب اور یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے و لقیسم اللحم و زنا لا جزا فی اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جائے تو نہ انگل کہ ہم فتاویٰ خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحاوی الا اذا ضمم معہ من الاکارع او الجا صرنا للجنس بمختلف جنسہ مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرنے کے سبب سے ہم یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتہ ان الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعد ما احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر نماز میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ہم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار مٹھرے گا کذا فی الحبس وبعد معنی وقتاً لولم یصلوا العذر وکم فی العذر وبعده قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی العذر تقع فقاء لا ادا زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اس واسطے کہ گیارہویں کی نماز قضاء واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الذیلیعی ہم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا و بعد طلوع فجر یوم النحر ان فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں وافرہ قبیل غروب الثالث وجرزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی



ترسوری تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ہم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گزر جاتے ہیں چاروں میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور کچھ دن تشریق ہے نحر نہیں اور تشریق میں ایام نحر و سویں گیارہویں اور بارہویں اور ایام تشریق گیارہویں بارہویں تیرہویں و المعبر مکان الاضحية لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے ہم تو اگر قربانی دینا میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو بجز طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے بر خلاف صدقہ منظر کہ اس میں مکان فاسل معتبر ہے نمیلہ مصری ارادہ التجیل ان یخرجہا لارج المصر فیضی بہا اذا طلح العجر مجتبیٰ تو اس شہری کا حیدہ جو شتانی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فی المجتبیٰ والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وصدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیاً فی اول الایام فقیراً فی آخرہا لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخر یجب علیہ وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا بچہ وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو ان کے پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر غنی ہو گیا پچھلے دن میں تو اس پر قربانی واجب نہیں ہم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبیین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحية لان من العلماد من قال لا یعید الصلوۃ الا الامام وصدہ فکان للاجتماع فیہ مساعفاً زلیعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائے نہ قربانی اس واسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اس میں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزلیعی یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہراتا کہ قربانیوں سے محفوظ رہیں وفی المجتبیٰ انما اتقاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کی جائے گی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے ہم یہ تقیید ہے اطلاق متن کی اس واسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البرازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا و انما بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور برازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جس میں فتنہ ہے یعنی دہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کے بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ہم اس واسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زلیعی حلی نے کہا اور یہ معارض ہوا اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زلیعی سے طحاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو معارض نہ ہا لکن فی البینا بیح لو تعدا ترک فسن اول وقتہا لا یجوز الدبر حتی تنزل الشمس انتہی لیکن ینایح میں ہے اور اگر حاکم نے عہداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک زوال شمس نہ ہوا انتہی مافی البینا بیح ہم قربانی قبل زوال اس واسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحاوی نے کہا اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اس واسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوئی معنی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول و تجوز فی بقیتہ الایام قلت وقد منا انہ منار الزلیعی وغیرہ بہ جزم فی المواہب فتنہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زلیعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبر دار رہنا کما لو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم نضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجز اتتم الصلوۃ والنضیۃ لا ینال یکن التمز عن مثل ہذا

۱۲ ۱۱ تشریق کے معنی گوشت کے قیمہ کرنے کے ہیں چونکہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت ہوتا ہے اس لیے ایام تشریق نام ہوا ۱۲ ۱۱



الخطا في حكم بالحوار صيانة لجميع المسلمين چنانچہ اگر کو ایسی دسی گو ابوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عید کا دن تھا تو ان کو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اس واسطے کہ ایسی خطا کا بہنا ممکن نہیں تو جو ادا صلوٰۃ اور قربانی کا حکم کیا جاوے گا جمیع مسلمین کے سپاؤں کے واسطے معنی تاکان کی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے و کمرہ تنزیہا الذبح لیلالات الخلط اور مکرمہ تنزیس ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترک التضييعة ومضت ايامها تصدق بها حیتہ ناظر فاعل تصدق لمعینہ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنے والے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گزر گئے تو معین جانور کا نذر کرنے والا اس کو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنے والا فقیر ہو شارح نے کہا ناظر فاعل ہے تصدق کا م یعنی جس کے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے مہر واجب ہے یہ کہ میں اس کو قربانی کروں گا کذا فی الدرر ولو ذبحها تصدق بلجہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اس کا گوشت خیرات کر دے ولو نقصها تصدق بقيمتها النقصان ایضا اور اگر اس کو ناقص کر دیا بسبب عیب دار کر دینے کے تو اس کے نقصان کی قیمت بھی خیرات کر دے ولایا اکل الناذر منها فان اكل تصدق بقيمتها ما اكل اور نذر کرنے والا نذر کی قربانی سے نہ کھائے اور اگر کھائے تو جس قدر گوشت کھایا اس کی قیمت خیرات کرے و فقیر عطف علیہ شرأ لہما لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کے واسطے اور قربانی کے دن گزر گئے تو اس کو زندہ تصدق کر دے بسبب واجب ہو جانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اس پر ممنوع ہو گا اس کا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناظر پر ہم یعنی ہر چند محتاج ہو قربانی واجب نہیں لیکن جب کہ قربانی کی نیت سے عید کرے گا تو اس پر واجب ہو جائے گی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خرید کی پھر اس کی بیع کی تو اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اس کا قربانی کن زبان سے واجب کر لیا اس طرح کہ خدا کے واسطے مجھ پر لازم ہے اس کا قربانی کرنا اسی سال میں تو پہلی صورت میں قربانی نہ ہو جاوے گی جب تک زبان سے اس کو واجب نہ کرے گا ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاوے گی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہو گی تو اگر اس کو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاوے گی کذا فی الخطوط و تصدق بقيمتها یعنی شرأ لہما لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمنع علیہ بیعہا اور بعد گزر جانے ایام نحر کے اس کی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اس نے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نہ کرے تو قیمت سے مراد اس بھیڑ بکری کی قیمت جو قربانی کرنے میں کافی ہے ہم در صورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جب کہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اس کی قیمت تصدق کرے چاہے اس کو زندہ خیرات کر دے تاکہ اس کے عمدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضاوت ہو جانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے و صح الجذع ذو سنتہ اشهر من الضان انکان یحیث لوط بالثنا یا لا یکن التیمیز من بعد اور قربانی کے واسطے صحیح ہے بعد ظہر چھ مہینے کا پٹھا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملایا جاوے تو اس کی بمتز دور سے ممکن نہ ہو ہم ضان سے مراد وہ جس کے الیہ ہو یعنی چھٹی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر المنع لوطا وی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضنیہ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا پٹھا دنبہ سے قربانی کے واسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر البشہ ہو تو جائز نہیں جب تک ایک سال پورا نہ ہو اور دوسرا سال شروع نہ ہو ابو و صح الشنی فصا عدا من الشلۃ اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنی منم اور بقر اور اہل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والغراور ثنی اونٹ سے پا



مال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ہم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان  
 مانع زیادت تو اگر ان سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ  
 الولد بین الابل والوحش تبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا بیل اور وحش سے وہ اپنی مال کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم یعنی اگر  
 مال کی قربانی جائز ہے تو اس کی بھی جائز ہے اور اگر اس کی مال کی قربانی جائز نہیں تو اس کی بھی جائز نہیں قروع مسائل ملحقہ شارح کے  
 شاة افضل من سبع البقرة اذا استويا فی القيمة واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں  
 كبش افضل من النعجة اذا استويا قیمتهما اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اس کا  
 گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی الذخيرة والانشی من المعرف افضل من التیس اذا استويا قیمتہ اور مادہ بکری بہتر ہے بکری سے جب  
 دونوں قیمت میں برابر ہوں والانشی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی و فی  
 ہبانیۃ ان الانشی افضل من الذکر اذا استويا قیمۃ واللدا علم اور وہبانیہ میں ہے کہ مادہ بہتر ہے نر سے جب کہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ  
 ہم طحاوی نے کہا کابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اس واسطے کہ ان دونوں قسموں میں مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت  
 ولدت الاضحية ولذا قبل الذبح یذبح الولد معها وعند بعضهم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی کچھ حسنی ذبح ہونے سے پہلے تو کچھ بھی ذبح کیا جائے اس کے  
 اور بعضوں کے نزدیک کچھ خیرات کیا جائے بدون ذبح کرنے کے صلت اور وقت فاشتری آخری ثم وجہہ قال افضل ذبحا وان ذبح الاولی  
 الذکاء الثانیۃ لوقیمتهما کالاولی اور اکثر وان اقل ضمن الزائد یتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال بعضهم ان وجبت عن یسار فکذا الجواب وان عن  
 الذبحا ینابیح قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سود و سری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح  
 کرے گا تو بھی درست ہے اور اسی طرح اگر دوسرے کو ذبح کرے گا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر  
 دوسری کی قیمت پہلی کی قیمت سے کم تر ہو تو زائد کا ضمان دے اور اس کو خیرات کر دے اس میں کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے  
 کہ اگر قربانی مالدار کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسی طرح کا جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی میں خرید کرنے کی سبب سے واجب  
 ہو تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی الینابیح یعنی دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحاوی عن الثانیۃ والضحیٰ بالجواب والضحیٰ  
 الذکاء المبنیۃ اذا لم یمنعها من السوم والرخی اور قربانی کرے مٹے کو یعنی جس کے سر پر سینگ نہ ہوں اور ضعیفی یعنی بدھیا کو اور قربانی  
 سے اس دیوانے کو جس کو دیوانگی چرنے چکنے سے نہ روکے وان منعها لا یجوز التضییۃ بہا اور اگر چرنے چکنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے  
 کو ذبح کرنا جائز نہیں والجر یاہ السمنیۃ فلم یزولہ لم یجز لان الحرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خدشی جانور کو تو اگر خدشی جانور بلا  
 وہمت نہیں اس واسطے کہ گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے ہم یعنی کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اس کی قربانی درست  
 ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی اس واسطے درست نہیں لایا العیاد والعوراء والعجفاء  
 الذکاء الذی لا یخ فی عظامہ جائز نہیں قربانی اندھے اور کانے اور ایسی نہایت دبیلے جانور کی جس کی پٹیوں میں گودا نہیں والعرجاء الذی  
 الذکاء الذی لا یخ فی عظامہ جائز نہیں اور اس لنگھے کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے ہم بزاز یہ میں ہے کہ اگر ایسا  
 جانور جو جو تین پاؤں سے چلے اور چھ پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر چھ پاؤں کو تھوڑا چمکتا ہو اور ہلکا  
 تاہم تو اس کی قربانی درست ہے رملینۃ البین مرضنا اور اس بیمار کی قربانی جس کی بیماری صاف ظاہر ہے ومقطوع اکثر الماذن او



الذنب او العین اسی التي ذنب اکثر نور عینا فاطمہ القطع علی الذنب مجازا وانما يعرف بتقرب العلف اور اس مجاز کی قربانی جائز نہیں جس کا کڑکان یا دم یا آنکھ قطع ہوگی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذنب پر قطع کا اعلان کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے سے معلوم ہوتا ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ جب جانور مجبور ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اس کے سامنے چارہ رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارہ کو دیکھا اور اس کی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارہ سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اس نے چارہ دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تھائی کا تفاوت ہو تو تھائی روشنی کئی اسی طرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحاوی نے کہا اکثر کار عایت کہ نافقہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبیٰ میں اسی قول پر فتویٰ مذکور ہے اور شربلانی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تھائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اس پر فتویٰ تو معلوم ہوا کہ یہاں فتویٰ مختلف ہے اور اکثر الالبیہ لان لا اکثر حکم الكل بقاد فذہبنا فی کفی بقاد ال اکثر وعلیہ الفتویٰ مجتبیٰ اور جس دہ کی اکثر چلتی کٹی ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اس لیے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اہل اکثر اور حکمتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کے واسطے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبیٰ ولا بالتماء التي لا اسنان لها وکفی بقاد اکثر وقیل بالتماء بہ اور قربانی جائز نہیں پوپلے جانور کی جس کے دانت نہیں اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس قدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جس قدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہوں والسکاء التي لا اذن لها خلقة فلو لم اذن صغیرا اجزأت زلیعی اور جائز نہیں قربانی پوپلے کی جس کے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اس کی قربانی کافی ہے کذا فی الزلیعی ہم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اس کی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ والجداء مقطوعة رؤس صرما وایا بسا اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں ولا الحیداء مقطوعة الانف اور قربانی درست نہیں نیکے جانور کی جس کی ناک کٹی ہو ولا المصترمة اطباؤ لا وہی التي عولجت حتی انقطع لبنها اور نہ وہ جانور جس کے تھنوں کی نوکیں مقطوع ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہو گیا ولا التي لا البیہ لها خلقة مجتبیٰ اور درست نہیں قربانی اس دہ کی جس کے پیدائشی چلتی نہ ہو کذا فی المجتبیٰ ولا بالتماء لان الحمائل ینفخ شرح ونبائیۃ وتمامہ فیہ اور جائز نہیں قربانی خنثی کی اس واسطے کہ اس کا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہابیۃ اور اس کا پورا بیان اسی کتاب میں ہے ولا الجمالات التي تاكل العذرة ولا تاكل غیرہا اور جائز نہیں قربانی سببست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کھاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر سببست بھی کھاتا ہو اور چلہ بھی کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے کذا فی الطحاوی تہمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جس کو کھانسی آتی ہے اور اس کی جوڑے صاف سے جن نہیں سکتی اور اس کی جوڑا غلیب ہے اور اس کے دودھ نہیں اترتا بلا مرقن اور جس کی جھوٹی چلتی ہے دم کے برابر اور جس کی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارہ کھا سکتا ہو کذا فی الطحاوی ولو اشتراک سلیمۃ ثم تعیبت لعیب مانع کما مفعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیادان کان فقیرا اجزاء ذلک اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اس میں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اس پر واجب ہے کہ اور قربانی اس کے قائم مقام کرے اگر خرید کرنے والے مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اس کے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو كانت معیبة وقت الشراء لدم الوجوب علیہ بخلان الغنی اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اس واسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں برخلاف مالدار کے کہ اس پر واجب ہے تو اس کے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبا من اضطر بہا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیب دار



جاننا قربانی کا اس کے ترپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا الو ماتت فعلی الغنی غیر لال الفقیہ اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی کے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرت فشری آخری فظرت فعلی الغنی احد ہما و علی الفقیہ کلا ہما ستمنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی اس نے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضروری ہے کذا فی الستمنی ہم یہ مسئلہ ہو گیا وان مات احد السبعة المشترکین فی البذیة وقال الورثة اذ جوعا عنه وسلم صحیح عن الكل استمسنا لفقد القرية من الكل ولو ذبحوا بلا اذن البذیة لم یجز ہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک مر گیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو تو اس کی طرف سے اور اپنی طرف سے تم سب کی طرف کی قربانی صحیح ہوگی استمسنا کی راہ سے اس واسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے مل ہو اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کے بلا اذن اس کو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ ساتواں حصہ واقع نہ ہو یعنی جب بعض عبادت نہ ہو تو کل بھی عبادت نہ ہو عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک السنۃ نصرانیا اور میرا ہم مجز عن واحد منهم لان الاراقۃ لا تجزی ہدایۃ لما مر اور اگر چہ شریکوں کے ساتھ ساتواں شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا تو ان میں کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ خوں ریزی تجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایۃ بدیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور در صورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت بہت مختلف ہو اس طرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی نطوح اور دوم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے فوائد ضمایا میں اور اس سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے کے عقیقہ وغیرہ ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اس کے مفید ہے کہ نسخ فقط وجوب کی راہ ہے والی عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شر بنالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحاوی ص ۱۷۱ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہ کو قربانی نے منسوخ دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استجاب یا اباحت کی لازم نہیں اور اس کو مکروہ کہنا تو قول بدیل ہے اس مسئلے کہ عقیقہ احادیث معتبرہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جلدی ہے فروغ مسائل لمحقہ شارح ولوان ثلثۃ نفر اشتري کل واحد منهم شاة مية احدہم بعشرة والاخر بعشرين والاخر ثلثین وقيمة کل واحد مثل شئنا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاة بعیننا واصطلوا علی ان یاخذ کل واحد ما یلیق بہا جزا تم ولیدق صاحب الثلثین بعشرين وصاحب العشرين بعشرة ولا یتصدق صاحب العشرة بشئ وان اذن کل واحد منهم ان یحما عنه اجزاة ولا شیئ علیہ کما لو منعی اھنیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیح اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کی ایک شخص خود ۲۰ درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے تیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اس کے شن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں اس طرح مختلط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے تو اس طرح قربانی کرنا کفایت کرے گا اور تیس درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نہ کرے اور ہر شخص اگر دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اس کے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اس پر کچھ خیرات کرنا واجب نہ ہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اس کے حکم کے تو اس پر

یعنی حرم کے شکار کا بدلہ اور ہدی احمد یعنی حج سے رکعت ۵۲ اور ایک نسنے میں فروغ کی جگہ قلت ہے ۱۲۔



تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیح ہم ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اس نے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اس پر کچھ تصدق بھی نہیں و یا کل من لحم الاضحية و یوکل غنیا و یدخر و ندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث و ندب ترک لذی خیال تو مستطیع اور قربانی کرنے والا کھا دے اپنی قربانی سے اور مقدّمہ الے کو کھا دے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جائے اور ترک تصدق مستحب ہے خیال دار کے واسطے ان پر کشائش کر کے لیے ہم مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھا لے اور غیر کو کھا دے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا یعنی اور فقیر اور مسکین اور غریب کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرنے کو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ عین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنے والے کو کھانا اس قربانی میں ہے جو مندور نہ ہو اور اگر قربانی نذرمان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنے والے کو اس کا کھانا اور مالداروں کو کھانا حلال نہیں خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر اس واسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور تصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یدفع بیدہ ان علم ذلک والا علیہ شہدہ بنفسہ و یا مفرغہ بالذبح کیل یجعلہا میتہ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جائز تھا ہو اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اس کا ذبح کرنے کا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اس واسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہ ان صلوٰتی نسکی و میامی و ماتی لشد رب العالمین لا شریک لہ جان رکھے کہ اس کا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائے گا سترگنا ہو کر کذا فی الطحاوی و کرہ ذبح الکتابی واما البوسی فحرم لانه لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اس لیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی ریت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر و تصدق بجلد یا او تمیل منہ بخر بال و حجاب و فریہ و سفرۃ و دلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور بھولی اور مشک اور دستار خوان اور ڈول بنا دے اور بیدلہ یا بامیتفیع بہ باقیہا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھے کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستملک کل دحم و نحوہ کہ راہم نہ بدلے کھال کو مستملک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استملاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اس کے چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ائی بمستملک او بدراہم تصدق بشتمہ و مفادہ صحتہ البیوع مع الکراہتہ و من الثانی باطل لانه کا لوقف مجتبیٰ پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑہ بیچا گیا مستملک چیز سے یا روپیوں سے تو اس کے منہ تو تصدق کر دے اور تصدق منہ سے صحت بیع کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اس واسطے کہ وہ وقف ہے مانند ہے کذا فی المجتبیٰ ولا یعطی اجر الجزا منہا ان کیسے واستفیدت من قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ ہدایت اور نہ دے نقاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اس واسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اس کی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اس کی قربانی نہ ہوئی کذا فی الہدایۃ و کرہ جز صوفہا قبل الذبح لیتنتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولایرکبہا ولا یعمل علیہا شیئا ولا یوجہہ فان فعل تصدق بالاجرة حاوی الفتاویٰ لانه التزم اقامۃ القرۃ بجمع اجزاہما اور قربانی کے روپیں اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تاکہ اس سے فائدہ حاصل کر لے

۱۱ البتہ میری نماز اور افعال حج اور زندگی اور موت اللہ کے واسطے ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں ۱۲



پھر اگر کترے تو اس کو خیرات کر دے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اس چیز پر کوئی لاوے اور نہ اس کو کرایہ دے سوا اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کر دے کذا فی حادی الفتاویٰ امور مذکورہ اس واسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قاتم کرنا اس کے تمام جزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعد حصول المقصود مبتدی بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المبتدی یعنی قربانی سے مقصود تربیت مٹی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کے واسطے صوف کترنا اور دودھ کا دہنا درست ہے ویکرہ الانتفاع بلبہنا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہما للغنی لوجوبہما فی الذمۃ فلا متعین زلیجی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہے جس نے صوف کترنا اور دودھ دہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے ال دار کے واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اس پر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزلیجی ولو غلطا اثنان ذبح کل شاة صاحبہ یعنی عن نفسه علی ما ولی علیہ قوله غلطا اولم یغلطا فیکون کل واحد مکیدا عن الآخر دلالتہ بدایۃ قالہ ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعہ وغیرہ وقوعہ من صاحبہ صحیح استمسکنا بلا تعزیم اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استمسک کے دون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلہ دی صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا ذکیل مٹھ جاوے گا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانیا منظور تھا سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعہ وغیرہ کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اس کے مالک کی طرف سے ہم طحاوی نے کہا کہ صدر الشریعہ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اس واسطے کہ ہوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بقرنیہ اذن حالی ویمالان ولو اکلوا ولم یجیر فائتم عرفانہ بدایۃ دونوں شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنی معاف کروالیں اگر قربانی کا گوشت کھا یا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اس کے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ ان تشاھا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ وتصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گشت کی قیمت کا امان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت وفی ادائل القاعدة الاولى من الاستبہا لو شراہا بنیتہ الاہنیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذن فان وظاہر مذبحہ ولم یضمنہ اجزاء وان ضمنہ لا تجزئہ هذا اذا ذبحہما عن نفسه اما اذا ذبحہما عن مالکہما فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ میں کہتا ہوں اور استبہا کے پہلے قاعدے ادائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اس کو ذبح کر ڈالا تو اس کے اذن کے سوا مالک نے اس مذبح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا تو اس کے حق میں قربانی کفایت کر گئی اور اگر اس کا تاوان لیا تو ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے جب کہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہو گا تو اس پر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاستبہا سوا استبہا کی طرف سے مراجعت کرکما یصح لو صحی لبشاة الغصب ان ضمنہ قیمتا حیۃ حیۃ قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغضوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اس واسطے لازم آیا کہ غاصب اس کا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے تو اس پر قیہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبح حلال ہے اور حرام پر سیم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے کا کذا فی الطحاوی کما اذا باعہما حیۃ صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب کر لیا اور مالک اس کی قیمت کا تاوان دیا مکنہ الا انہما ضمن لصاحبہما قیمتا بدایۃ علیہما بالضم ان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کر دے تو تاوان دے اس کی



تیمت کا اس کے مالک کو کذا فی البدیۃ شاة منصوصہ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غضب کے وقت سے لا الودیۃ ان ضمنہما لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح والملك ثبت بعد تمام السبب ہوا الذبح فی غیر ملک قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ اس کے مالک کو تاوان بھی دے اس واسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت و نظیر ان العاریۃ کا لودیۃ والرمیۃ کا لغصوبۃ لکونہما مضمونۃ بالمدین و کذا المشتکۃ فلیراجع میں کتابوں اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں ہے اور مریون بکری مغضوب بکری کے برابر ہے اس واسطے کہ وہ مضمون بالمدین ہے اور اسی طرح مشترک بکری مغضوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے ہم بدائع میں حدیث کو روایت کے مانند مریون بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ اور خلاصہ میں سکہ بن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مریون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہ رہی خزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو شخصوں نے سود و نوں نے ان کو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اس میں تجویز علماء مختلف ہے کذا فی الطحاوی مختصر فروع مسائل ملحقہ شلح کے لون اضمیتہ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحاوی نے کہا شاید کسی سال آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خسی میڈھے شاندار سفید رنگ جن میں کچھ سیاہاں بھی موجود تھے نذر مثلاً ضمیات لزمہ نشان لمبئی الاثر بہا خانیہ والاصح وجوب الكل لا یجاء بہ بالشد من جنبہ ایجاب شرعاً وکذا ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اس پر دو قربانی لازم آویں گی اس واسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میڈھوں کو قربانی کیا ہے چنانچہ اچھی اس کا مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح ترقول و جوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے سبب واجب کر لینے ناذر کے اس چیز کو جس کی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفاد لزوم النذر بما من جنبہ واجب اعتقادی اور اصطلاحی قالہ المصنف فلیفظ میں کتابوں اور شرح و ہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جس کے ہم جنس شرع میں وجوب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہ ابے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے غنم بن حلیں منیا بہا جاز مختلف الحقی لعمۃ قسمۃ النعم لا الرقیق بھیر بکریاں دو شخصوں میں مشترک ہیں سود و نوں نے ان کو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک ملک کے سبب صحیح ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے منی بنیتین فالانیمۃ کلا ہما و قبل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی ٹھہریں گے اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہرے گا والا فضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لهما فان استویا فاطیبہما ولو منی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوۃ فان الغرض منہما ما یطلق الاثم فاذا طولما یفصح الكل فرضاً یجب اور افضل قربانی زیادہ قیمت والی ہے اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اھل اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبک قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے جیسے ناز کے ارکان کہ ان میں سے فرض تو اسی قدر ہے جس پر رکن کا نام بولا جائے پھر جب نازی نے اس کو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قراوت کی یا پانچ پست یا کتر اور سجد میں تسبیح کسی تو سب فرض ہی واقع ہو گا کذا فی البقی ہم فرض سے مراد فرضی عمل ہے کذا فی الطحاوی شری اضمیتہ و امر جلا بذبحا فقال ترک التبیۃ لزمۃ تمیتہا یشتري الامر بها طری و یقوی و لا یاکل لولیم الخرباقیۃ والا تصدق لیتیمتا علی الفقراء خانیہ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرو کو اس کے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ میں نے بسم اللہ کھنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اس کی قیمت دینا لازم ہو گا تاکہ امر کرنے والا اس سے اور قربانی خرید کرے اور اس کو قربانی کہے اور خیریت کر دے اور آپ نے کھائے یہ اس وقت ہے اگر خر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اس کی قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ و فیہا اراد التبیۃ فوضیع یہ مع ایقصاب فی الذبح واعادہ حمل الذبح سہمی کل وجوباً لئلا ترکہا احدھا او ظن ان التبیۃ احدھا کفنی حرمت وہی تصریح لغز فیقال اسی شاة لا تحمل بالتبیۃ مرۃ بل لا بد ان یسہمی علیہا مرتین اور خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا سو اپنا ماتہ تصاب کے ماتہ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اس کی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے گا یا لگام کرے گا کہ ایک شخص کا بسم



مناکفات کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور یہ مسئلہ حیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو یوں سوال کیا جائے کہ کون بھڑ بکری ہے جو ایک بار بسم اللہ  
لے کر ذبح کر لے گا تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اس پر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے و قد نظمہ شیخنا الخیر المل فقال ۵ اسی ذبح لا بد لکمل فیہ ۶ ان شتی بذکر ذمی التشریہ  
واجب عنہ بالتقرض فانما لایزاه نثر اولاً ترغیہ اور البتہ اس کو نظم کیلئے ہمارے استاد خیر الدین نے اور وہ نظم یہ ہے کون ذبح ہے جس کی حلت میں یہ ضرور ہے کہ  
ذبح کر کے جانے صاحب تشریہ کی یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے سو اس کا جواب دے نظم سے اس واسطے کہ ہم نثر کو نہیں دیکھتے اور پسند نہیں کرتے نقلت  
الجواب ۵ خذوا بالظن کا متبقیہ ۶ من فقیہ مروی عن فقیہ ۶ خیر الدین رل نے کہا تو میں نے جواب سوال مذکور میں یوں کہا کہ لے جواب نظم میں جیسا کہ تو  
بتا ہے اس فقیہ سے جس کی روایت ثابت ہے فقیہ سے ۵ ہی شاة فی ذبحا الشترک اشان ۶ فتنکر الذکر شرط کما زویہ ۶ ذاک ذبح قصاب وضع الید  
مع الصاحب الذی یکتب ۶ ۷ بھڑ بکری ہے جس کے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہوئے تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہیں  
۷ ذبح کرنا اس قصاب کا ہے جس نے ہاتھ رکھا تو اس صاحب کے ساتھ جو اس کی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح  
وسکے ۵ فعل کل واحد منہما ان ۶ ۷ ذکر اللہ جل من تشبیہ ۶ ۷ ان دو شخصوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو دو رآنما لیکہ وہ پاک  
تشبیہ اور تمثیل سے و فی الوہبانیۃ و شرحہا قال ۵ ولو ذبحا شاة معاً ثم واحد ۶ اخل بسم اللہ فالشاة تہجر اور وہبانیہ اور اس کی شرح میں کہا اور اگر  
فصلوں نے بکری کو سا ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری مزوک ہو گئی یعنی حرام واجب الزک ہے ۵ وان لیستری منہا ثلثا ثلثا  
اشکل فالتوکیل بالذبح یجوز ۶ اور اگر تین شخص تین بکریاں خرید کریں اور اشکال واقع ہو یعنی تینوں شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت میں حیران  
۵ تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ہم شرح وہبانیہ میں صورت مذکورہ میں یوں چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح کرنے میں وکیل  
میں سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اس کے اذن سے تو بھی جائز ہے ۵ وکیل شراد الشاة للعمران شری ۶ بفتح خلاب  
لس والقود یخیر ۶ خرید شاة کا وکیل اگر عزیزی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف سکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاة خرید کرے ۶  
۵ نہیں اور مانگنے کی اجرت میں وکیل نقصان اٹھا دے گا ہم وجہ صحت یہ ہے کہ شاة اسم جنس ہے فان اور عزیزی بھڑ اور بکری دونوں  
مامل ہے برخلاف سکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اس نے شاة من اعنان یعنی بھڑ خرید کی تو موکل کو اس کا لینا لازم نہیں چنانچہ  
فیہ میں ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل یا سوداگر نے خرید کی اور اس کے مانگنے کے واسطے ایک  
م پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنی وکیل کو دینا پڑے گا ۵ ولو قال سودا فغیر صح لا ۶ اذاکان فی قرناء عیننا بغیر  
اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اس کے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاہدار سیاہ  
م قربانی کی خرید میں تغیر کیا تو صحیح نہیں ہم اس واسطے کہ شاخ دار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالف وکیل مفر ہوگی برخلاف  
ول صورت کے ۵ ثبوتین من یذکر العشر الزموا ۶ و تصحیح ایجاب الجیم محس ۶ علماء نے دو قربانیوں کو لازم کیا ہے اس شخص  
حق میں جس نے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منع اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر  
جب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ۵ ومن میت بالامر الزم تصدقا ۶ والا فکل منہا ہذا المغیر ۶ اور اگر قربانی  
میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اس کا خیرات کہ ۵ اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کی طرف سے تو  
اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ۵ ومن مال طفل فالتصیح سقوطہا ۶ ومن اب فی حقہ ومو الطیر ۶ اور صغیر کے مال سے تو  
طریق قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الامنیۃ



میں مذکور ہو چکا ہے دو اہم شایعہ راجع بعد و بجا ہے فیجزمی من صغی علیہا ویوہر : اور بکری کا بہہ کرنے والا اس کے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اس کی طرف سے جس نے اس پر قربانی کی اور اس کو ثواب ملے گا ہم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اس کو ایک بکری بہہ کی سو اس نے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد بہہ میں رجوع کی یعنی مذبح بکری پھیر لی تو رجوع درست ہے امام کے نزدیک خل فالابیوسف کذا فی الخطا دی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اس کو قربانی کا ثواب ملے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم :





# کتاب المحظور والایباحہ

یہ کتاب ہے حظور و اباحت کی یعنی اس میں فعل ممنوع اور مباح کا ذکر ہے مباح کا ذکر اس واسطے ہے کہ کوئی اس کو مکروہ گمان نہ کرے اس میں فرض بھی مذکور ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب المحظور والایباحہ کو کتاب الکراہت کہا ہے اس واسطے کہ اس میں افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اس واسطے کہ اس میں اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور ان سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب میں اس کو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اس واسطے کہ اس میں افعال مذکور ہیں جن کو شرع نے نیک یا بد کہا ہے مناسبت ظاہرۃ کتاب المحظور والایباحہ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے واسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الخطاوی والخطیر لغۃ المنع والبیح لغۃ حارۃ و ظاہر لغۃ لغت میں عبارت ہے منع اور حبس سے و شرعاً ما منع من استعمالہ شرعاً اور اصطلاح شرع میں حظور ہے جس کا استعمال شرعاً ہے م یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظور کی والخطور ضد المباح اور محظور ضد مباح کی م یہ تعریف بالائیم ہے اس واسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ یا ضد مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جس کا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جس کا مرجع دلائل ثمرہ مذکورہ ہوں کذا فی الخطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وتركہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم بحاسب علیہ حساب السیر الاختیار اور مباح و مذکور ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے کی مکلف لوگوں کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہاں البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب لگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انا الاحمال بالنیات کل مکروہ اہی کراہتہ تحریم حرام اہی کراہتہ فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکر وہ کراہتہ زنیۃ قال کل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے ووزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک ہے باتفاق امام اربعین کے م حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اس کا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل قطعی ممنوع ہو اور اس کا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھینا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اس سے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اس واسطے کہ اس کی دلیل قطعی نہیں جو حرمت پر دلالت کرے تو جس کی حرمت دلیل غیر قطعی یا خبر ادا یا قول صحابی سے ثابت ہے اس کو مکروہ کہتے ہیں اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنی اس کے کرنے والے پر عذاب نہیں لیکن اس کا ترک کچھ تھوڑا ثواب پادے گا کذا فی الخطاوی وعندہما و صحیح المختار و مشد البدعۃ والشیئۃ الی الحرام اقرب اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے امام شافعی کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہیں لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکر وہ تحریم بالنسبۃ الی



الحرام کسب الراجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی لفظی البتوت دیا تم بار تکاہ کیا یا تم قرک الواجب وشد السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی چار قسم ہیں اول وہ دلیل جس کا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جس میں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ سفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض مقتادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جس کا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جن میں تاویل کا احتمال ہے اور یہ سفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جس کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت مقصود قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جس کا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار آحاد محتمل المعانی ایسی دلیل سفید سنت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہیں اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الخطاوی و فی الزلیعی فی بحث حرمت الخمر القریب من الحرام بالعلق بہ محذور و دل استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کشرک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بعقوبۃ النار و لکن متعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ ابنی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحديث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام و لیس بحرام انتہی اور زلیعی میں گھوڑوں کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب و دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب و دوزخ متعلق نہیں و لیکن اس کے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کرے گا وہ میری شفاعت کو نہ پاوے گا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی مافی الزلیعی ہم حرمان شفاعت سے یہاں شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اس واسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہے گا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لابل الکبار من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکہ محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اس کو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اس کی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اس کو حلال میں داخل کیا ہے اس واسطے کہ اصل اشیاء کی حلت ہے اور اس کی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقایہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ ان کے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاقب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الخطاوی مختصر الاکل للغذاء و الشرب للعطش و لیس حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض شایع علیکم السلام کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہے اس پر ثواب ملے گا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اس پر لازم ہو ہم حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یجوز فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعھا العبد الی فیہ کذا فی شربہ لایۃ یعنی حق تعالیٰ ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جس کو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار میں ہے اور منقحی میں ہے کہ جو شخص مردار نہ کھائے مخصوصہ میں یا روزہ رکھتا جائے اور نہ کھائے یہاں

یعنی میری شفاعت میری امت میں کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے ۱۲



تک کہ مر جائے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضوں نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اس واسطے کہ طالع آدمیوں کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی الطحاوی ولكن مقدار ما يدفع الانسان الملاك عن نفسه کھانا فرضی ہے لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وہ مباح و علیہ وہ مقدار ناممکن بہ من الصلوة قائما ومن صومه مفادہ جواز تقبیل الاکل بحیث لیضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہے جس پر ثواب ہوتا ہے اور وہ اس قدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اس قدر تقبیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی اداۓ فرض سے ضعیف ہو جائے لیکن اسی تقبیل مضاعف درست نہیں ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ میں مصرح ہے قلت و فی المبتغی بالغین الفرض بقدر ان یدفع به الملاك فلیکن مع الصلوة قائما انتہی فقہ میں کہتا ہوں اور مبتغی لغین معجمہ میں یوں مذکور ہے کہ اس قدر کھانا فرض ہے جس قدر سے ہلاکی دور ہو اور اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انہی کلام المبتغی تو خبر دار ہو جام اس قدر کھانا اس واسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں ہو سکتی بدول اس کے و مباح الی التبشیر لیزید قوتہ اور کھانا مباح ہے سیری اور اسودگی تک تاکہ آدمی کی قوت زیادہ ہو و حرام عبر فی الخانیہ بیکہ وہ مافوقہ ای التبشیر و ہواکل طعام غلب علی ظمئه انه یفسد معدتہ و کذا فی الشرب قسما فی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور اسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اس کے پیٹ میں فساد کرے گا یعنی بدہضمی ہوگی یا مہینہ ہوگا اور خانیہ میں اس کو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قسما فی میں کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کھانا اس واسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب ان پر ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں ابو داؤد نے روایت کی جو عمد اور شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اس کی مغفرت ہوگی کذا فی الطحاوی عن الدر المنقح الا ان یقصد قوتہ صوم الغدا ولئلا یستغنی ضیفہ او نحو ذلک اسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اس کا سہانہ نہ شرمادے یا مانند اس کے کسی اور عذر سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانا قے کرنے کے واسطے حرام نہیں انس بن مالک صحابی طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے اور قے کر ڈالتے تھے سوان کو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البرزازیہ والخانیہ ولا تجوز الرباۃ بقبیل الاکل حتی لیضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں تھوڑے کھانے کی اس قدر نیت کہ اداۓ عبادت سے ضعیف ہو جائے ولا باس بانواع الفواکہ و ترک الفضل اور طرح طرح کے میوؤں کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اس کا ترک افضل اور بہتر ہے واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا سرف ہے یعنی فضول خرچی ہے مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ سرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو کثیر اطعمہ درست ہے تاہم قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھائے جس قدر سے اداۓ عبادت پر قاصر ہو یا مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو کثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصۃ و کذا وضع الخیر فرق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیودہ صرف ہے مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ و سنۃ الاکل البسملة اولہ والحمد للآخرہ غسل الیدین قبلہ و بعدہ و ید بالثاب قبلہ و بالتشریح بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اس کے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جو انوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے اور کھانے کے بعد ہاتھوں کے

سے ایک نسخہ میں دینی کی جگہ لفظ ہے ۱۲



ہاتھ دھلانے سے ابتدا کی جائے کذا فی المنتقی م اور اگر اول میں بسم اللہ کہنا بھولے تو یوں کہے بسم اللہ علی اولہ و آخرہ اور جب بسم اللہ کے تو بلند آواز سے تاکر اس کے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کے اور الحمد للہ تو ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اس کی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا چاہیے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیے تاکر طعام کا زائل ہو جائے سبوس سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اس میں باقی نہ رہا ہو تو قادی تاضی خال میں لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام میں آٹے اور ستوسے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لے کر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اس میں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھائے اور نہ اس کو سونگھے اور نہ اس کو اور پانی کو پھونکنے والے اگر پھونکنے میں مانند آف کے آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پوچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اس کو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت ہیں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر پر نہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھ کر یا کسی چیز پر ٹیک دے کر مکروہ ہے الكل من العالمگیریہ تہمتہ اپنے اور اپنے عیال پر خرچ کرے اس طرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ ان کے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھائے اس واسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھائے اس واسطے کہ طعام یکساں ہے ہاں اگر طبق میں رنگ برنگ میوے ہوں تو جھڑکے چاہے کھائے اسی طرح اگر طبق میں الوان اٹعمہ ہوں تو ہر طرف سے کھانا درست ہے حدیث میں وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھ کو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھ کو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یوں ہے کہ رکابی اس کے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ تکریم کر دو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالیٰ ان کو گرسلی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اس کے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آئے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی روکھے کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگوں پر محتاج کا کھانا دینا اس وقت میں جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اس کا حال جانتا ہو اس کو اتنا کھانا دینا فرض ہے جس قدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نہ تھا سو وہ مرگیا اور کسی نے اس کو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اس کا حال جانتے ہوں گے سب گناہ میں شریک ہوں گے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اس پر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اس کو حلال نہیں کذا فی الطحاوی وکرہ لحم الالبان ای الحمارۃ الابلیۃ خلافاً لملک ولینہما اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اس کا دودھ یعنی پالو گدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے م کہ است بیارہ وغیرہ سب کے حق میں ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ حلال ہے کذا فی الطحاوی ولبن الجملۃ الی تامل العذرة ولبن الرکۃ ای الفرس وول الابل واجازہ ابو یوسف للعدوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہے م ہادیہ میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشرار میں آدے گا وکرہ لحم الی لحم الجملۃ والرکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت مکروہ ہے وحبس الجملۃ حتی یذہب

۱۳ یعنی شروع ہنم خدا سے اول میں اور آخر میں ۱۴ یعنی کچھ مضائقہ نہیں ۱۵ یعنی نہ کپاک کرنا ۱۶ ڈ



نن لهما وقد رتبتهما إمام الحاجة والرغبة لشاة وعشرة لال وقبر على الناظر اور گوہ کھانے والا جانور بند رکھا جائے یہاں تک کہ اس کے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جائے اور جس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے موجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گائے کے واسطے دس دن دواکلت النجاستہ وغیرہ بحیث لم ینتھن لهما حلت کما حل اکل جدی غزی بلین خنزیر لان لحمه لا یتغیر وما غزی به یصیر مستملا لا یتی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتا ہو اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حیوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ سے اس واسطے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے م اور اسی طرح جو کھیت نجاست سے سینچے جاویں تو اس کا کھانا مکروہ نہیں ولو سقی مایوکل لحمه خمر اذ نکح من ساعته حل اکله وکمره زلیعی وصيد شرح وہبانیۃ اور اگر ماکول لحم جانور کو شراب پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزلیعی و کتاب الصيد من شرح الوہبانیۃ وکمرہ الاکل والشرب والا دمان والتطیب من انا و فہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لا طلاق الحدیث اور مکروہ ہے کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو لگانا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونوں کے حق میں اطلاق حدیث کی دلیل سے م حدیث مذکور بخاری اور مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنوں میں اور نہ کھاؤ ان کی رکابیوں میں اس واسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور ہمارے واسطے ہیں آخرت میں انتہے پھر جب کھانا پینا ان میں منع ہوا تو اسی طرح ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنع وکذا یکمرہ الاکل مبلعۃ الفضۃ والذہب والاکتھال میلھا وما شرب ذلک من الاستعمال مکمۃ و مرأۃ وقلم و دروۃ ونحوہ اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا ان کی سلائیوں سے اور جو استعمال اس کے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ والی اور قلم اور دوات اور مانند اس کے مکروہ ہے م ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی سیسی اور سلیمی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہیں کذا فی الطحاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہتہ حتی لو نقل الطعام من انا الذہب الی موضع آخر اوصب الماء والدہن فی کفہ لا علی رأسہ ابتداء ثم استعمالہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وہو ما حررہ فی الدرر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اس وقت ہے جب کہ ان کو ابتداء استعمال کیجیے ان کاموں میں جن کے واسطے وہ بنائے گئے ہیں لوگوں کے رواج کے موافق اور اگر ابتداء استعمال نہ ہو تو کراہت نہیں تو اگر کھانا نقل کیا جائے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست میں ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداء پھر اس کو استعمال کرے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر میں تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے م درر میں یوں مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہیں ان کا استعمال اس وقت حرام ہے جب کہ ان میں ظروف سے تیل سر پر ڈالا جائے اس واسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوئے ہیں کہ اسی طرح مستعمل ہوں اور اگر ان میں ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ میں لے کر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اس واسطے کہ ان سے ابتداء استعمال نہ ہوا انتہی لیکن محشی درر میں یعنی علامہ درانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اس طرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اس واسطے کہ اصل اسباب میں یہ حدیث ہے کہ ہذا ان حرامان علی ذکور امتی حل لانا ثم اور جب کہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتوں کو فقط زیور حلال ہے تو درائے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہیں کذا فی الطحاوی م ہر چند

۱۷۔ پینے یہ دوائی حرام ہیں میری امت کے مردوں پر حلال ہیں ان کی عورتوں پر ۱۲ \*



در کے موافق فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنیٰ القستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والسعدان منہانی الحرب للضرورة اور قستانی وغیرہ میں چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنیٰ کیا ہے کراہت سے و بذالینما یرجع للبدن والایغرہ تجلایا بادانی مستحکم من ذہب وفضۃ و سیرہ کذلک و فرش علیہ من دیباچ و نحوہ فلا باس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حجتہ اباح البو حنیفۃ تو سد الدیباچ والنوم علیہ کمایاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اس صورت میں ہے جب کہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اس کے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اس پر دیا اور مانند اس کے فرش کرنا تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اس کو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے دیا کا تکیہ لگانا اور اس پر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آدے گا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخنز قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ لوانی بیتی خزنا زارۃ المملکت اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پتیل کے برتن میں اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں مٹی کے برتن رکھے اس کی زیارت فرشتے کرتے ہیں کذا فی الاختیار م ظاہر کراہت اس وقت ہے جب تانبے اور پتیل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی میں تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت و دنوں موجود ہیں اس واسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہیں لاکیرہ ماذکر من امانہ و صامی وزجاج و بلور و عقیق خلافا لشافعی اور مکروہ نہیں کھانا رنگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ ان کے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من امانہ مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی میں اس کو کیم کو ب کہتے ہیں ہندی میں بدر اور جڑاؤم منخ الغفار میں مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی میں مرصع ہے اور قستانی میں مزین بفضہ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور متویر یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہ ہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اس واسطے کہ وہ مستحکم ہے اس کے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اس کو بیان کرے گا کذا فی الطحاوی والکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتحقق ای یجتنب موضع الفضۃ بغم قیل وید جلوس سرج نحوہ اور حلال ہے سوا سونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر و لیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن میں پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اس کے مانند میں بھی بدن جدا رکھے م اجتنب نم کا اعتبار ہے نہ اجتنب بید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ میں مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اس کا استعمال تو کسی طرح جائز نہیں کذا فی الطحاوی و کذا الامام المصنوب بذہب اوفضۃ والکمری المصنوب بہا وحلیہ مرآۃ و مصحف بہا اور اسی طرح حلال ہے ظرف مضرب یعنی برتن میں چاندی سونے کے پتر جڑے ہیں اس کے استحکام کے واسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زلیہ آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کچھ مضائقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف مذہب اور مفضض میں جب کہ سونے چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضرب اور کرسی اور کمرے جب کہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسی طرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح حجر اور لگام اور زین اور دھچ اور رکاب مفضض یا مضرب درست ہے بشرطیکہ اس پر قعود نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جلاہم لتفنیض فی فصل سیف و سبیل او فی قبضتہما اولجام اور کاب و لم یضیع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ

۱۱ سونے یا چاندی کے پتر لگا ہوا ۱۲

۱۳ سونا جڑا ہوا ۱۴ چاندی جڑا ہوا ۱۵



چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی میں یا ان دونوں کے قبضے میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ میں م کافی میں ہے جب کہ چھری کو کوٹھی میں اور تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحاوی وکذا کتاب الثوب بذهب اوفضہ و فی المجتبى لاباس بالسیکن المفضض والمجاہد والرباب وعن الشافعی یکرہ الکل و اسی طرح درست ہے پکڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبى میں ہے کہ چھری مفضض اور رات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہیں امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موقع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس میں چاندی کا پیر جڑا تھا والخلاف فی المفضض اما لمطلی فلا باس به بالا جماع بلا فرق بین لجام و رکاب وغیرہ لان الطلاء مستلک لا یخلص فلا عبرة بملونه یعنی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلقاً یعنی جس پر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالا جماع درست ہے بدل فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہ اس واسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اس کی بقطر رگت کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی المعنی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوساً قال اشتریت اللحم من کتابی فخیل او قال اشتریت من مجوسی فحرم ولا یردہ بخیر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا احلال ہو گا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا تو گوشت حرام ہو گا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے و صد ان خبر الکافر مقبول بالا جماع فی المعاملات لانی الدیانات وعلیہ یحکم قول الکفر فی المحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا یطلق المحل والحرمۃ کما توہم الزلیعی اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالا جماع معاملات میں نہ دیانات میں اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ ضمن معاملات کے حاصل ہے نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زلیعی شارج کنز نے تمہید کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی المداۃ اور اذن تجارت ہے لیکن بایں ہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہو یا ضرر ہے تو اگر اس کے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس پر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو اس کے صدق کا یا شک ہو تو اس پر عمل نہ کرے کذا فی الطحاوی عن الکافی والسرراج معاملات وہ امور ہیں جو بنیابین الناس جاری رہتے ہیں چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو بنیابین خدا اور بندے کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولوائتی والبصی فی المداۃ سوادا خبر باہد الاموالے غیرہ اوفضہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پوچھانے میں خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یوں کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والا ذن سوا مکان بالتجارة او بدخول الدار مثلاً اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خولہ تجارت کا اذن ہو یا مثلاً دخول دار کا اذن م سراج میں ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یوں ہے کہ اس سے لوگ باز نہیں رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیه صدق فلو شری صغیر نحو صابون واثان لاباس ببیعہ ولو نحو زبیب وطلوی لا یبغی بیعہ لان الظاہر کذبہ وتماہونہ اور اذن تجارت میں سراج میں اس کی قید لگائی ہے جب کہ اس کی رائے میں ان کا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اثنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منفقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہیں اس واسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اس کا پورا بیان سراج میں ہے م مٹھائی وغیرہ کی



طرف اطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے مال باپ کے جیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چور لایا ہوگا تو اس کا یہ قول کہ میرے مال باپ نے منگوا یا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیاء کے اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے وبقیل قول الفاسق و الکافر والعبد فی المعاملات کثرة وقوعها اور فاسق اور کافر غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے اس میں یہ ہے کہ معاملات میں ہر میز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت بشرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اس واسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کیاب ہے کہاں اس کو آدمی پادے کہ اس سے معاملہ کرے یا اس کو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر میز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور اس واسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اس میں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اس میں فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی لکھا اذا اخبر انه وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشہادۃ ان غلب علی الراۃ صدقہ کما روٰ یحییٰ انہ لم یخطر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلاں شخص کا فلاں چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے گمان میں اس کی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب المنہج کے اخیر میں بھی اس کا ذکر اس کا وشرط العدالت فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات و مہمور ہیں جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں مگر چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اس میں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور عبد کے قبول کرنے کی اس میں کچھ ضرورت اور حاجت نہیں کا لخبیر عن نجاست الماء فیتیم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منہج عمالیت قد حرمت ولو عبد او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی مگر عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے و تخییری فی خبر الفاسق بنجاست الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اکل دوڑا دے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جس کا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اکل کر کے ظن غالب پر عمل کرے نہ ان کے قول پر ولو اراق الماء فیتیم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ ولو ضا و تیمم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اس صورت میں جب کہ اس کو گمان غالب ہو اس کے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اس میں زیادہ تر احتیاط ہے وہی الجوہرۃ تیمم بعد الوضو احوط اور جوہرہ میں ہے اور اس کا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے مگر اس میں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحاوی واما الکافر اذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقۃ احب فتسانی و خلاصۃ وخانیۃ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اس کے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی الفتاویٰ والخلاصۃ والحنانیۃ مگر اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اس کے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اس واسطے کہ کافر مستہم ہے اس کی خبر مہم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پر مہمنا مستحب ہے قلت مکن تو تیمم قبل اراقۃ لم یجز تیمم بخلاف خبر الفاسق لصلاحیۃ لمزانی الجملة بخلاف الکافر میں کتاہوں در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اس کا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم مذکورہ جائز ہوگا اس واسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملة الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہیں مگر فاسق کی خبر کی فی الجملة ملزم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کر کے حکم دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اس کی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر



حکم دے گا یعنی مسلم کی خصوصیت میں تو حکم اس کا نافذ نہ ہوگا ورنہ خبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اس کو بنجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائے گا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں در صورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا پانی کی طہارت کا اس واسطے حکم ہوگا کہ دونوں خبریں بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہو گئیں تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا و تعتبر الغبۃ فی اوان طہارتہ ونجبتہ و ذکیۃ و متیۃ فان الاغلب طاہر اتحری وبالعکس والسواء لا الا لعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک میں جو باہم مل گئے اور مذہب جو باہم مخلوط ہو گئے تو اگر پاک برتن یا مذہب جو جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور شکل دوڑا دے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف میں گمان غالب معتبر ہوگا و فی الشیاب سحری مطلقاً اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے مگر خواہ اکثر کپڑے طاہر ہوں یا نجس اس واسطے کہ ستر عورت میں کپڑے کا کچھ بدلنا نہیں اور پانی کا بدلائی ہے یتیم کے واسطے وعی الی ولیمۃ و مثلاً لعب او غناء و قعدوا کل لواء المنکر فی المنزل و لو علی المائدۃ لا یتبع ان یقعد بل یخرج موصلاً لقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکر ای مع القوم النظمین کوئی شخص شادی کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو و لعب یا راگ ہے تو بیٹھے اور کھائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دستار خوان پر نہ ہو اور اگر غیر مشروع دستار خوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہیں و جو بآبلکہ نکل جائے ناخوش ہو کر اس واسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو مگر تاشی نے کہا اجابت دعوت میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ محتار ہے لیکن اجابت افضل ہے اس واسطے کہ اس میں دل میں کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معین کی دعوت قبول نہ کرے تاکہ معلوم ہو کہ تو اس کے فسق سے راضی نہیں اور اسی طرح اس کی دعوت قبول نہ کرے جس کا اکثر مال حرام ہے ہاں اگر وہ کسے کمال مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھائے اور اگر اس کا غالب مال حلال ہے تو اس کا تحفہ قبول کرنا درست ہے جب کہ دعوت قبول کی اور اس کے مکان پر گیا تو جو اس کے ذمہ پر تھا ساقط ہو گیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے نہ کھانے سے کچھ حرج نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہ ہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہے تو خصوصاً اہل علم کو اس کی دعوت قبول کرنا نہ چاہیے اس واسطے کہ اجابت میں آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحاوی مختصراً فان قدر علی المنع ففعل پھر اگر دعوت میں گیا اور وہاں ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے مگر یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر دے اور یہ بھی اگر نہ ہو سکے تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ اضعاف اللیان ہے والا یقدر صبر ان لم یک ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہ ہو تو صبر کرے اگر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے قول اور فعل کے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہوں یعنی اگر مقتدائے خلق نہ ہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع فخرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہ ہو تو وہاں سے نکل جائے اور نہ بیٹھے اس واسطے کہ اس کے بٹھرنے میں عیب لگتا ہے دین میں مامور اس میں معصیت کا دروازہ کھولنا ہے



مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کریں گے والضحیٰ عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایک بار لبوی کی دعوت میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ ان کے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولاً باللعب لا یحضر اصلاً سوار کان ممن یقتدی بہ اور لان حق الدعوة انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لبوی کو پہلے معلوم کر جائے تو اصلاً وہاں نہ جائے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اس واسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونے کے بعد نہ قبل اس کے کذا ذکرہ ابن کمال مہم نہ جانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اس وقت ہے جب کہ دہاں امر غیر مشروع نہ ہو کذا فی الزیلعی و فی السراج و دایم المسئلة ان الملاہی کلما حرام اور سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہیں مہم ملاہی سے تین مستثنیٰ ہیں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں گھس جائے بدول ان کے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے یعنی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کے ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو ان کی ہتک حرمت جائز ہوگی کذا فی المنع قال ابن مسعود صوت اللہ والغارینبت النفاق فی القلب کما نبیت المارالبنا عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ لو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو آگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو آگاتا ہے مہم نفاق سے نفاق علی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر سے قلت و فی البرازیۃ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ و الجہلوس علیما فسق والتلذذ بہا کفر اسے بالنعمة فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لا جلد کفر بالنعمة لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لمارجی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اذہل اصبعہ فی اذنه عند سماعہ اشعار العرب لوفینا ذکر الفسق مکرہ انتہی میں کتابوں اور برازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اس کے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اس پر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفر ان نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جس کے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفر ان ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جائے تاکہ آواز کو نہ سنے اس واسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اس کی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر ان میں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی مافی البرازیۃ او تغلیظ الذنب کما فی الاختیار او لا استحلال کما فی النہایۃ یا تقدیر سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اس کو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ فائدہ من ذلک ضرب التوبۃ للتغافل فلو للتنبیہ فلا بأس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتدکر ثلث نفحات الصور لما سبتہ بمنہا فبعد العصر للشارۃ الی نفخۃ الفجر و بعد العشاء الی نفخۃ الموت و بعد نصف البیل الی نفخۃ البعث و تمامہ فیما علقہ علی الملتقی اور منجد ملاہی نوبت کا بجانا ہے تغافل اور نام آوری کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اس کا مضائقہ نہیں چنانچہ جب کہ تین وقت نوبت بکے صورت کی تین بار پھوکے جانے کی یا دیڑ کے واسطے اس لئے کہ نوبت کی آواز اور صورت کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخۃ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخۃ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخۃ بعثت کا یعنی قبروں سے اٹھنے کا اور پورا اس کا بیان اس شرح میں ہے جو ہم نے طبعی الاجر پر معلق کی ہے مہم شرح طبعی میں شارج نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور ہرجیہ میں ہے دف اس وقت درست ہے جب کہ اس میں جلاجل یعنی جھاجھیں نہ ہوں اور اس کا بجانا برہمیت تطرب نہ ہو تہم پہلا گانے والا ابیس ہے کذا فی القستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جب کہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پریت



اس کے سامنے ناپے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے  
 قُلْ تَعَالَىٰ وَلَا تَقْشَرُ فِي الْأَرْضِ مَرَّحًا لِّعَيْنِ مَتَّحِلٍ زَمِينٍ اِتْرَاتِي اور تختہ کی راہ سے اور رقص میں نہایت تجنُّز اور سجاوٹ اور تراؤ ہوتا ہے  
 اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور بعض فقہیوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے  
 مجلس ذکر اور سماع میں تا تا رخانہ میں وہ مضمون ہے جو سباز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جس کی حرکات مرتعش کے  
 مانند ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کا بے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام  
 ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابوالسعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند  
 کر کے لغزے مارتے ہیں حرام ہے و اہل بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر سننا  
 اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تو احمد نبوی صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے  
 والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اس کا وجد پونچ جائے کہ اگر اس کے چہرہ پر تلوار پڑے تو اس کو کچھ خبر نہ ہو در اور الم کی انتہی مافی شرح ملتقی  
 کذا فی الطحاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنائے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلینظر مثلاً

### فصل فی اللبس

یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں م فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپا دے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر  
 یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اس کا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین  
 انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ تنقب میں مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خیس اس واسطے کہ خیر الامور  
 اوساطا اور اس واسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرتی سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الہی  
 کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجنُّز  
 اور تکبر کے واسطے ہو اور رسید لباس مستحب لباس ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً بحکم لبس الحریر ولؤلؤ کجائل بینہ دہین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن  
 الامام المناجیرم اذا مس الجلد قال فی القیئۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع علم بالبلوی اور حرام ہے پینا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو  
 درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اس وقت حرام ہے جب کہ وہ کھال سے  
 لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے و اہل جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہوم جب معلوم ہو کہ مذہب صحیح میں ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن  
 سے متصل ہو یا غیر متصل تو درایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحاوی نے شمس الامم حوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف  
 مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافہ اور اطلس  
 اور کخاب البوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں  
 سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترندی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت  
 کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے اور مجہین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 کہ دنیا میں حریر ہی پینتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر اوفی الحرب فانہ بحیرم ایضا عنہ و قال اکیل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ  
 میں پہنے سودہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے م صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی



درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاؤ سے نہ باریک ریشمی کذا فی عالمگیری علی الرجل المرأة الا قدر اربع اصابع کا علام الثوب مضمونہ  
 قبل مشورۃ و قبل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں  
 ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں مگر نجم الامم بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار  
 انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں اور نہ نہایت کھلیں کذا فی عالمگیری عن القنیۃ و ظاہر المذہب عدم جمع المتفرق و لونی عمامۃ کا بسط فی القنیۃ اور ریشمی  
 بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیۃ میں مشرح بیان ہے م اس کی توضیح قنیۃ میں یوں مذکور ہے  
 کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الامم بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جب کہ ایک خط  
 ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ  
 تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی عالمگیری معنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجے تو چار انگلی سے زیادہ ہو جائی  
 تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے و فیہا عمامۃ طراز بقدر اربع اصابع من ابریم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ و ذلک قیس شبرا  
 یرخص فیہ اور قنیۃ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جس کا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار  
 انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اس قدر نقش و نگار میں رخصت ہے م عالمگیری میں قنیۃ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انجل  
 پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین مقرر تاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی عالمگیری  
 عن القنیۃ طحاوی نے کہا اصابع مشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا و کذا المنسوج بذہب تحلیل اذا کان  
 بذال المقدار اربع اصابع والا لایحل للرجل زیلعی اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو محل سے جب کہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار  
 انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی و فی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین اور اکثر جمع و قبل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار  
 اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تر تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضروری  
 نہیں مگر عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا و فیہ عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ عمامۃ علیہا  
 علم من تعصب فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس و من ذہب بکیرہ و قبل لا بکیرہ اور مجتبے میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے  
 چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں و فیہ بکیرہ  
 المجتبیٰ مکفوفۃ بالحیرۃ قلت بہذا ثبت کراہیۃ اعتادہ اہل زماننا من القمص البصریۃ اور مجتبے میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحیرۃ یعنی جس پر اہل  
 کے اطراف میں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کتابوں اس روایت سے ثابت ہو گئی کراہت اس کی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے  
 پہننے کی ہم طحاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہاء کے اس واسطے کہ عالمگیری میں وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوفہ بالحیرۃ عمامہ علماء فقہاء کے  
 نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحیرۃ پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیحین میں  
 اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے سو اس میں دیا کا گریبان سیا تھا اور اس کے دونوں  
 چاک دیبا سے یے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مریں تو میں نے اس کو لیا سو آنحضرت اس کو پہنتے تھے سو ہم اس کو  
 دھو لیتے ہیں بیماروں کے واسطے سو اس کی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین  
 اور دونوں چاک دیبا سے یے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا  
 سے یے تھے حضرت اس کو مہمانوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی فی العینی مختصر و فیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت







بحین للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیه میں ہے کہ فقہیوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے ولباس لابس بشہ نماز سود علی عینیہ من البشہم لعذر قلت ومنہ الرد اور قنیه میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونوں آنکھوں پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہوں اور منجملہ عذر مذکور جو پیش کرنا ہے آنکھ کا وہی تشریح الوہابیۃ عن المنقذی لابس عبودۃ التھمیس وزرہ من الحریر لادفع اور شرح وہابیہ میں ہے منقذی سے کہ کچھ مضائقہ نہیں پیراہن میں ریشمی تکرہ اور گھنڈی لگانا اس واسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہیں وہی التتار خانہ عن السیر الکبیر لابس باز لائن الدیاج والذہب اور تانا خانہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کی گھنڈیوں میں وہی عن مختصر الطحاوی لا یرکب علم الثوب من الفضۃ ویکرم من الذہب قالوا ہذا مشکل فقد خص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکن من الذہب انتہی اور تانا خانہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علمانے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اس واسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی مافی التتار خانہ قنیه میں ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت میں بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کف سے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جب بکفوف بحریر کا پہننا ثابت ہے اس میں چاندی سونا مذکور نہیں تو اس کی تحریر کرنا چاہیے تاہل سے مجھ کو غلبہ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصر امام و باللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے کہ کف قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لہنا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اس کا اور جو اس کے گرد ہو انتہی توصاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور قنیه سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم وحیل تو سدہ وافر اشہ والہم علیہ وقالوا لا تنفی و مالک حرام وہو یصح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکرہ بنانا اور اس کا فرش کچھانا اور اس پر سو رہنا حلال ہے اور صابین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہوں تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شریکالیہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ابویوسف امام کے سامنے ہیں حلت کے قول میں کذا فی الطحاوی واما جملہ دثارا اولہا اذ ارادنا نکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پا جامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہو اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہ ہو واما الجلبوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح الجمع وحیل لبس ماسدہ ابرسم ولحمۃ غیرہ لکتاب و قطن و خز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالصبغ والصبغ بالحمۃ فکانت ہی المعبرۃ دون السدۃ اور حلال ہے مشہور جس کا تانا ریشم ہے اور اس کا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتاب یا اسی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئی کا اس واسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سی اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر مگر انہ تانا قلت وہی الشرع لایعین المواہب یرکب ماسدہ ظاہر کا لعنابی وقیل لا یرکب ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرزج اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمۃ بل فی المجتبے ان اکثر المشائخ اقتصروا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شریکالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جس کا تانا ظاہر اور مخدور ہو چنانچہ عنابی کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنے کا قول



رجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتہدین صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے برخلاف اس کے فتویٰ دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے  
 کراہت پر فتوے دیا ہے مطلقاً اور اس کی شرح میں ہے جس کا تانا ریشم ہے اور باناروئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ  
 پر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قستانی میں ہے کذا فی الطحاوی و فی شرح  
 ح الخز صوف غنم اجماعی قلت و ہذا کان فی زمانہ داما لان من الحریر و حینئذ فخر برجندی و تار خانہ فی حفظہ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز بفتح خاء  
 و زاء منقطعہ مشدودہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو  
 حریر سے ہوتا ہے اور اس وقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی و التار خانہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو  
 بدل لال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے و حل عکسہ فی الحرب فقط لوصفقا یحصل بہ التقاء العدو و خور قیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدة سراج او  
 سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جس کا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جس کے سبب  
 صدات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے بے فائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج م لفظ  
 ع کا خلل عنقریب محسوس ہوگا و اما خالصہ فیکرہ فیہا عنہ خلافا لہما مطلقاً اور خالص حریر یعنی جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک  
 حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی م جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اس کا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور  
 حلال نہیں اس واسطے کہ حفاظت عدد کا فائدہ اس میں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اس کے مخالف ہے اس واسطے کہ اس میں جو  
 حریر اور دیر با جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے اور حریر خالص ازیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن  
 نگہ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی توجب حریر خالص مطلقاً صاحبین کے نزدیک جائز ہو جنگ میں تو جس کا فقط بانا ریشم ہے کیونکہ  
 نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی قلت و لم ار ما لو خلطت لحمۃ بابر لیسیم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب میں کتا ہوں  
 میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جس کا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر  
 ریشم غالب ہے تو حلال و فی الحاوی الزاہدی بکیرہ ما کان ظاہرہ قز او خط منہ خرد و خط منہ قزو ظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قزو  
 منہ غیرہ بحیث یری کلفراً فاذا کان کل واحد مستبینا کا لطرانی العمامۃ ظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی و اقراء شیخنا قلت و قد علمت ان العبرة  
 لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جس کے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اس کی ایک دھاری اون کی  
 و ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاویں گے جب کہ اس میں ایک دھاری  
 کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب  
 ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کریں گے انتہی مافی الحاوی اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کتا ہوں اور مقرر تو عنقریب معلوم کر  
 ہے کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اس کو سمجھ لے یعنی اگر اس کپڑے کا  
 ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو و کیرہ لیس المعصفر و المزعفر الاحمر و الاصففر للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگ کپڑا  
 مذعفران کا رنگ کپڑا سرخ اور زرد م یعنی دونوں قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ  
 کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناپیل اور بار سنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ  
 فی قاضی خال میں ہے ورس ایک گھاس ہے اس کا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لا یرکب للنساء مرد کی قید اس کی مفید ہے کہ کسم اور زعفران



کارنگ عورتوں کے واسطے مکروہ نہیں ہے ولا لباس بسائر اللوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگوں میں مرد کے واسطے ونے  
المجتبے والعتسانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لابس اللبس الاحمر انتی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبے اور عتسانی اور ابوالمکارم کی  
شرح نقایہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے ہم اس واسطے کہ لباس کا کلمہ اکثر ترک  
اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مٹی اور رسال اور کرمداد کی سرخی  
لکن صرح فی التحفۃ بالحرمتۃ فافادنا تحریرتہ وہی محل عند الاطلاق قال المصنف قلت ولشربلای فیہا رسالۃ فیہا ثانیۃ اقوال منہا نہ مستحب لیکن تحفہ  
میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے نو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محل اطلاق کے وقت یعنی جب مطلق  
کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں  
اور شربلای کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے اس میں آٹھ قول مذکور ہیں از انجد ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم سے روایت  
ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریۃ عن الملقط ولا یتحلی الرجل بذمب وفضۃ مطلقا اور مرد زبور نہ پہنے سونے  
چاندی کا مطلقا کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اس کے سوا میں الا بنجام ومنطقۃ حلیۃ سیف نہای الفقتہ اذالم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور  
حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ کرے یعنی وہ آرائش جو منجر بہ تجرؤ و تکبر ہو  
قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جس کے دونوں کناروں پر چاندی کے دو حلقے ہوں انتی طبریہ میں ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر  
تو مکروہ ہے انتی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر لاتھ نہ لگا دے اور حال سیف منجد علیہ سیف ہے ہر چند کمر بند اور حلیہ سیف  
سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا طبع درست ہے اس واسطے کہ طلا مستملک ہے کذا فی المختار فی المجتبی لاسئل استعمال منطقہ واسطہ  
من دیباج وقیل یمل اذالم یلغ عرضا ربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم ویجی حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبے میں ہے  
کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہیں جس کا بیج دیا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اس کا سم انگل کا نہ ہو اور اس میں سات ورق کے بعدوں ہے  
کہ پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے پہننے کا حکم آگے آدے گا ولا یتحتم الا بالفضۃ لحصول الاستغنا بہا اور تلویح  
نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت  
باقی نہ رہی فیہم غیر ہا کجہ صحن السحری جواد الیشب والحق وحم ملاخضر وذهب وحدید وصفر ورماس وذباج وغیرہا تو چاندی کے سوا  
انگوٹھی پہنا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پتیل اور رانگ اور سیسے وغیرہ بدیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت باقی نہ رکھی اور  
سرخی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملاخضر نے درر غرر میں سب پتھروں کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہ گفتگو حلقۃ انگشتی میں ہے  
اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بوائی ہے  
اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ ابن داؤد والترمذی  
والنسائی بعض اشخاص یشب میں کشف اور شرم درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبس اللؤلؤ ثبت کراہۃ بیجا وصوغنا لما فیہ من الاعانۃ علی مالکونہ  
وکل ما دی الی مالکونہ لایجوز وتمامہ فی شرح الوسیانۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اس کو بیچنے اور بنانے کی بھی  
کراہت ثابت ہو گئی اس لئے کہ اس میں اعانت ناجائز ہے اور جو غفل کہ ناجائز کی طرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اس کا تمام بیان شرح  
وہبانیہ میں ہے والحیرۃ بالحلقۃ من الفص فیجوز من مجر و عقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگشتی میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا



سواگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہ کا جائز ہے م یہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ نگینہ کی طرح  
 کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسال الذہب فی حجر الفضة اور حلال ہے سونے کی کیلیں پتھر کے نگین میں م کیلیں ٹھونکی جاتی ہے استحکام  
 کے واسطے تاکہ نگینہ بیٹھنے سے جدا نہ ہو وجہ جواز یہ ہے کہ سونا یہاں چاندی کا تابع ہے حریر کے نقش و نگار کے مانند و یجعلہ بطن کفہ فی یدہ ایسے  
 وقیل لینی الا ان من شعار الروافض فیجب التحرز عن قتانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فقبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے بائیں ہاتھ  
 میں اور بعضوں نے کہا دینے ہاتھ میں مگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی الفتاویٰ وغیرہ میں کتابوں اور شاید کہ یہ بھی  
 رافضیوں کا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہو گیا سو دیکھ لے م عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں برخلاف مردوں کے اس واسطے کہ  
 عورت زینت کے واسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کے واسطے کذا فی محیط السرخسی و نقیض اسمہ او اسم اللہ تعالیٰ لا تمثال طیر و انسان ولا  
 محمد رسول اللہ ولا زید علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور نہ محمد رسول اللہ کا کدہ  
 کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے م اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی رستین یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو  
 محمد رسول اللہ کا کدہ اس واسطے درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اس طرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری  
 سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر لغم القادر اللہ تھا اور علی فاروق کا نقش نگین کفنی بالموت واعظاً اور ذی النورین کا نقش  
 خیرین اولئذ من اور علی مرتضیٰ کا نقش الملک کند اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والافا سکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندیم اور محمد بن  
 من کا نقش من صبر غفر تھا کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور عن البستان مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے و ترک التعمیم لغير السلطان والقاضی  
 ذی حاجۃ الیہ مکتولی الفصل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ چنانچہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے م یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی  
 وقف محتاج الیہ خلایق ہیں تو ان کو مہر رکھنا ضروری ہے ان کے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک تختم کریں یہ قول ہے تشریحی  
 کا اور فقہیہ البالیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علمائے اس کی اجازت دی ہے چنانچہ جو اہر اخلاطی  
 میں ہے کذا فی العالمگیریہ ولای شذوذ منہ المتحرک بذہب بل بفضتہ وجوز ہما محمد اور اپنے ہاتھ دانت کو سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی  
 سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے وتیجہ الفامنہ لان الفضة تنبتہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی دھورت  
 طبع اس واسطے کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اس کو ذکرہ الیاس البصی ذہباً وحریراً فان ما حرم لبسہ وشر بہ حرم الباسہ وشر بہ اور طفل صغیر کو  
 سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اس لئے کہ جس کا پہنانا اور پہنا بھی حرام ہے م حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر  
 حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لایکرہ خرقۃ لوضوء بالفتح لبقیۃ بلہ او مخاطۃ او عرق لولحاجۃ ولوللتکرکمرہ مکروہ نہیں رومال رکھنا وضو کا  
 پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے شہر طیکہ رنج حاجت کے واسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجتر کے واسطے ہو تو مکروہ ہے  
 شارح نے کہا وضو بفتح واد عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس اعضا پر باقی ہو ولا التیمیۃ ہی خیط یربط باصبع او خاتم  
 ہذا کر الشیء والحاصل ان کل ما فعل تجرکہ و ما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور تمیۃ مکروہ نہیں تمیۃ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھے پر باندھا جائے بات یاد  
 رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ

ف نقوش نگین اکبر ۱۱ اچھا قاضی اللہ تعالیٰ ہے ۱۲ کافی ہے موت نصیحت کو ۱۳ صبر کردہ مذمت اسٹائے گا ۱۴ ملک اللہ کا ہے ۱۵

بہتر کہ مرد چپ ۱۲ جس نے اپنی رائے پر عمل کیا وہ شرمندہ ہوا ۱۳ جس نے صبر کیا وہ جیت گیا ۱۴



فروع مسدودہ شارح فی المجتبى التیمہ المکررہ ناکان بغیر العربیہ مجتبى میں ہے کہ مکررہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعقیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جانے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریہ

## فصل فی النظر والمس

اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں بنظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشوۃ مجتبى ولور امر و صبح الوجه و قد مر فی الصلوۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس گبرو کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قرب البلوغ کو کذا فی المجتبى اگرچہ وہ بے رشتہ خواہ صوبت ہو اور اس کا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا ہم امر و صبح کا دیکھنا اس وقت حلال ہے جب کہ شہوت کی راہ سے اس کو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے از سر تا قدم اس کو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریہ والا ولی تنکیر الرجل لکلا یتوہم ان الاول عین الثانی و کذا الکلام فیما بعد فتستانی قلت و قرینۃ المقام تکفی فتدبر اور میریہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف و لام تاکہ اس کا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اس واسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسی طرح کا کلام ہے اس کے مابعد میں یعنی تنظر المرأة من المرأة کذا فی الفتستانی میں کتا ہوں اور قرینہ مقام معارفت کے واسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انه لو نظر لعودة غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفيه نظر ظاهر بل لفظ الزاہدی نظر لعودة غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتی فلیحفظ پھر فتستانی نے زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اس کے اذن سے تو گنہ گار نہ ہوگا میں کتا ہوں اس میں تو صریحاً اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یوں ہے کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اس کی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہ گار نہ ہوگا انتی کلام الزاہدی تو فتستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ہم زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنے کا مضائقہ نہیں اگر اس پر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اس کا حجم معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو عورت عورت کو تامل کرے اور اس کے کپڑے دیکھے یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم ظاہر ہو جائے وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگے گا کذا فی الطحاوی نسوی مابین سر نہ الی ماتحت رکتہ فاکتہب لہ السقۃ لا السقۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوائے اس بدن کے جو مابین اس کی ناف کے ہے اس کے گھٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور واجب الستر ہے اور ناف عورت نہیں م عورت غلیظہ مبال اور میرز سے اس کے بعد زانو اس کے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اس پر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ان کھلی دیکھے تو اس پر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نہ مانے تو مارے کذا فی العالمگیریہ ومن عرسہ و امتہ الجلال لہ و طہا فخرج المجوسیۃ والاکا والمشرکۃ و منکوحۃ غیر المحرمۃ برضاۃ او مصاہرۃ حکما کالاجنبیۃ مجتبى و لیشکل بالمفضاۃ فانہ لایحل لہ و طہا و بنظر الیہا فتستانی قلت و قد یجاب بانہ اعلی الی فرجہا بشہوۃ و غیرہ والا ولی ترکہ لانه یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جس کی قربت اس کو حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدوں شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی تہ سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوار کی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اس واسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانہ کی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبى اور اس قاعدہ پر کہ جس کی وطی درست ہے اس کی شرمگاہ دیکھنا درست ہے وارد ہوتا ہے اس عورت کا جس کا پیش اور پس ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اس کی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی الفتستانی



کتاب ہوں اور گاہے یوں جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثر یہی ہے نہ کلی م لوندی کی حرمت بالمصاہرۃ کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ وہ ماں ہو یا بیٹی ذہبی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہ ہو جاویں گدھوں کے مانند کذا فی الطحاوی ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ لکاحا ابدانہا بسبب او سبب ولو بنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضدان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی المداۃ فمن قصر علی الاول فقصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پیٹ لی او طرز اگر اپنی شہوت سے بے خوف ہو اور اس کی شہوت سے بھی سیا ذکر کیا ہے ہذا میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتضار کیا سو اس نے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہیں بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرام کاری سے ہو م محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی مانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اس کے اصول اور فردع اور خوشدامن والا لا اور اگر طوفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضا مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی النظر والبطن خلافاً لشافعی والفقہ نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ میں اہم شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالیٰ ولا یبیدین ذینہن الا لبعوثن الایۃ وتلك المذكورات مواضع الزنیۃ بخلاف النظر ونحوہ اور نظر محرم میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آباء اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آباء اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا مملوک کو اور یہ اعضا مذکورہ مواضع میں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہیں م آیہ شریف میں نفس زینت اور زیور مراد نہیں اس واسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سرتاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ بار بار جگنو وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیوں کی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنا بندی ہے اور پیٹلی موضع خمال ہے اور قدم محل حنا بندی ہے کذا فی الزلیعی اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی العینی وحکم امتہ غیرہ ولو بدبرۃ او ام ولد کذا لک فی نظر البیہا کحرمہ اور غیر شخص کی لوندی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسی طرح ہے تو مرد اس کو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند م لوندیاں گھر باہر کے کام کے واسطے ہوتی ہیں تو اگر ان کے اعضا مذکورہ کا کھنا جائز نہ ہوتا غیروں سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور لمس کی موجب ہوتی و ما حل نظره مما من ذکر ادانتی حل لمسہ اذا من الشہوتۃ علی لفسہ علیہا لاند صلے اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتیۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک اوشک فلا یحل لہ النظر ولمس کشف الحقائق لابن سلطان و مجتہد اور جس کا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا تو اس کا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے ہتھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اس نے گویا آستانہ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اس کو حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی الامن اجنبیۃ فلا یحل مس وہما و کفادان امن الشہوتۃ لاند غلط ولذا ثبت بہ حرمتہ المصاہرۃ جس کا دیکھنا حلال اس کا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اس کا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر ان کا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہ ہو اس واسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسی واسطے چھونے سے حرمت

صلے ایک نسخہ میں مس ہے بجائے لمس کے ۱۲



مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے و ہذا فی الشاہدہ والاعجاز لاتی لا تشمتی فلا بأس بمصافحتہا وسیدہا اذ ان اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی مذہب بڑھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہیں رہی تو اس کے مصافحہ کرنے اور اس کے چھونے کا مصافحہ نہیں جب کہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جازا لمس جاز سفرہ بہا ونخلوا اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جب کہ بڑھی کا ہاتھ چھونا درست ہوا تو مرد کو اس کے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان میں اس کے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اس کے ساتھ بھی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط فی الاشباہ والنحوۃ بالاجنبیۃ حرام الا باللازمۃ مدیونۃ ہر بت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاد او کجائل اور اشباہ میں ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدیونہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور دیرانے گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڑھی عورت سے جو نہایت بد صورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حامل ہونے کے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد عورت اجنبی کے درمیان آڑا کر ہو اور وہ دونوں ایک مکان میں ہوں کذا فی الطحاوی عن الاشباہ والنحوۃ بالمحرم مباحۃ الا لاخت رضاعا والصبرۃ الشاہدہ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بن اور خوش دامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں فی الشریعۃ مغلزۃ الجویۃ ولا یكلم الا جنبیۃ الا عجوزا عطست نولست فی شمتہا ویر والاسلام علیہا والا اور شریعۃ میں جو ہرے سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جب کہ بڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اس کو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے م خانہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڑھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر اجنبی عورت کو سلام کرے تو اس میں بالعکس حکم ہے خانہ میں ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڑھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے غرائب میں ہے کہ اگر جوان خولصورت عورت چھینکے تو غیر محرم مرد پکار کے یرحمک اللہ کہے کذا فی الطحاوی و بہ بان ان لفظہ لانی نقل لغستانی ویکلمہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فقیہ اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لاقتسانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی ویکلمہا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا م یعنی اگر لفظ زائد نہ ہو تو کلام غیر ضروری کا جو لفظ ثابت ہوا اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام نہ کرے ولہمس ذلک اسے مائل نظرہ اذا راہ الشراہ وان خاف شہوتہ للضرورة قیل لانی زمانا وہ جزم فی الاختیار اور اس کا چھونا یعنی جس کا دیکھنا حلال ہے اس کا چھونا مرد کو درست ہے جب کہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں م یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹنا درست ہے تا مالم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامتہ بلغت حد الشہوتۃ لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرة والکبتۃ لان ظہرہا ولطینا عورة اور جو لونڈی حد شہوت کو پہنچ گئی ہو اس کو بیع کے واسطے پیش کرنا نہ چاہیے ایک تہ بند میں جو ناف سے زانو تک چھپا دے اس واسطے کہ اس کی پیٹ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وشیطر من الاجنبیۃ ولو کافرة محبتہ الی وجہہا وکفینہا فقط للضرورة قیل والقدم والذراع اذا جرت لفسا للخنز تار خانیتہ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اس کے چہرہ اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جب کہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتار خانیم قدم اجنبیہ کی عورت

ملہ کلام کرے اس کے ساتھ جس کی حاجت مدہو ۱۲



ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف ہے ہدیہ اور قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں اس کی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسی کو اختیار کیا ہے اور قطع اور قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں اس کے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور بیجا بی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اس کی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح غنیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحاوی و عبدہ کا لاجنبی معہا فینظر لوجہہا و کعبہا فقط نعم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعاً ولا یسافر بہا اجماعاً خلاصۃ وعند الشافعی و مالک و غیرہ کہ عورت کا غلام اس کے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اس کا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے اہل اس کے پاس جایا کرے بدوں اس کے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اس کے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اس کے محرم کے مانند فان خاف السہوۃ او شک اتنع نظرہ الی وجہہا فقل النظر مقید بعدم السہوۃ والا فحرام و ہذا فی زمانہ و امامی زمانہ متنع من الشاہدۃ قستانی و غیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی علت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فبا ذلک کے سبب سے کذا فی القستانی و غیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کعاض و شاہد حکم و شہید علیہا لف و نشر مرتب لا لتعلل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضروریات کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا نقل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہ حکم اور شہید میں لف نشر مرتب ہے ہم لینے اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اس کو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوے کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاء شہوت کے واسطے تا بقدر امکان امر قبیح سے بچیں و کذا امر یدلکاحما و لو عن شہوۃ غبیۃ السنۃ لا قضاء شہوۃ اور اسی طرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کے قصد کے ہم تردی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دیکھتا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحاوی و شرائہا و مداواتہا اور اسی طرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اس کے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے فی نظر الطیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدر علاج کرنے والا طیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اس واسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں مسمس الاممہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو لیکن اس میں ظاہر منفعت ہو اس طرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور رخاقت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی و کذا فی نظر قابۃ و حقان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور حقنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے ہم سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدول نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط ایک دو بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام نہ سمجھے و یجب ان یعلم امراۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا علاج کیا کرے اس واسطے کہ ہم جنس کی نظر سبک تر ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں







اور اس کو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور زخنے کو بھی کہتے ہیں جس کے عضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اس کو مطلق خواہش نہ ہو تو بعض فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا احتلاط عورتوں ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس کا بھی احتلاط جائز نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً وقیل لا باس بمحبوب جف مادہ لکن فی الکبریٰ ان من حوزہ من قلة التجربة والديانة اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر وخصتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جس کی ہنسی خشک ہو گئی لیکن فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ جس نے اس کو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ہم اصح یہ ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من البصاریم و یحفظوا فروجهم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول کہو کہ ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور محبوب اور مخنث مؤمنین میں داخل ہیں تو ان کا نظر کرنا اپنی عورتوں کی طرف حلال نہیں وجہ ازہر عن امۃ بغیر اذنہا وعن عرسہ بہ اسے باذن حرۃ او مولیٰ امۃ وقیل یجوز بدو نہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدول اس کے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اس کے اذن سے اور غیر کی لونڈی سے تو اس کے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدول اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

**باب الاستبراء وغیرہ** یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرح میں رحم جاریہ کی طلب برأت محل سے عبارت ہے یعنی ملک جاریہ کے بعد قبض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسی وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع محل کے بعد میں ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشرہ وارث و بی و رفع جنایۃ و فسخ بیع بعد القبض و نحوہا جو شخص ملک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اس سے انتفاع کا بوجہ من وجہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے سے یا قبض سے اور ماخذ ان کے چنانچہ مہبہ یا رجوع عن مہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اس طرح پر کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا عوض اجارہ کذا فی الخطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراد الزوجۃ کما یجیٰ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تاکہ خرید و زوجہ کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آوے گا ولو کبرا او مشتراة من عبد او امراة ولو عبده مکاتبہ وما ذونہ۔ المستغرق بالدين واللہ استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو جیسے اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں مگر باکرہ میں سبب معتبر شہد یعنی سدرت ملک و تصرف و حکمت یعنی تقرق برأت رحم اور چونکہ مکاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدين کے مولیٰ کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبراء بھی واجب ہوگا بخلاف مکاسب غیر مستغرق او من محرمات غیر محرمات کیلئے تعلیق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہ ہو جائے محرم پر محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اس کی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الخطاوی والسنن الچلی علی شرح الوقایہ او من مال صبی ولو طلقہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو محرم علیہ وطمہا وکذا وواعی فی الاصح لاحتمال وقوعہ فی غیر ملک بطور جلی جو مالک ہوا جاریہ مذکور کا تو اس پر جماع ان کا اور اسی طرح دوائی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اس کی غیر ملک میں اس کے حاملہ ہونے کے ظہور کے سبب سے دوائی جماع ملے یعنی اگر کسی نے دوسرے کا قصور ایسا کیا جس کے عوض میں لونڈی دینی پڑے اور ایک نسخہ میں رفع جنایہ کے بدلے دفع جنایہ ہے اور مترجم اول نے دفع جنایات لکھا تھا ۱۲



چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اس کا گل ظاہر ہو گیا اور بائع نے اس کے ولد کا دعویٰ کیا تو جاریہ اس کی ام ولد ہو گئی اور بیع اس کی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتیٰ لیستبرئھا بحیضہ مینن تحیض ویشترنی ذوات اشتروی صغیرۃ وائلستہ ومنقطعة حیض جو لونڈی کا مالک ہو تو اس پر اس کا جماع اور وداعی جماع حرام ہے یہاں تک کہ اس کے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایک بار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ گزرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جس کا حیض بند ہو گیا پیری سے اور جس کا حیض منقطع ہے یعنی اس کو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الخطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایک بار حیض آنے سے برائت رحم کی معلوم ہو گئی اور اگر نابالغہ یا بڑھی ہے یا وہ جوان جس کو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گزر جانے سے م وجوب استبراء میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ او حاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جائے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایک بار حیض اس کو آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فی بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعة کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبراء باطل ہو گیا یعنی استبراء میں اصل حیض ہے اور مہینہ اس کا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہ رہی ولو ان تفع حیضاً بان صارت ممتدة الطهر وہی ممن تحیض استبراءا لشترنی وخمسۃ ایام عند محمد وبہ لفتے اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اس طرح پر کہ اس کا طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اس کا استبراء دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے والمستحاضۃ یدعی ما من اول اشتر عشرۃ ایام برجذی وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبراء یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اس کی قربت کو بھڑ دے کذا فی الیرجذی وغیرہ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولو وضع الحمل فی الحال اور استبراء کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضہ ملکما فیہا ولا الیٰ بعد ملک قبل قبضہا ولا ولادۃ حصلت کذلک اے بعد ملک قبل قبضہا اور استبراء میں شمار نہ کرے اس حیض کو جس میں مشتری اس کا مالک ہو اور نہ اس حیض کو جو حاصل ہو ملک کے بعد اس پر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسی طرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبضہ کے کما لا یعتد بالحال من ذلک اے من حیضہ ونحوہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتري جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اس واسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدوں اجازت کے ولا یعتد ایفا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان لیشرئھا شرأ صحیحا لا انتفاء ملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبضہ کے بعد شمار فاسد میں قبل اس بات کے کہ اس کو بشراء صحیح خرید کرے بسبب نہ ہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبراء میں شمار کیا جائے ویجب لشراء نصیب شریک من امۃ مشترکۃ مینہما التام ملک الا ان اور واجب ہے استبراء بسبب خرید کرنے جسے اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترک ہے دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اس کی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اس پر استبراء واجب ہے اس واسطے کہ شریک مشتری اب اس کا پورا مالک ہوا اور تجزی بحیضہ حاضتا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان مشتری امۃ مجوسیۃ وسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فانتائم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجود البعد ملک اور استبراء کے واسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبۃ ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبراء کے پھر ان کو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی اداسے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب بدلے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنی حیض مذکور اس واسطے استبراء میں کفایت کر گیا کہ وہ حامل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الابقۃ اے فی دار الاسلام غایتہ اور استبراء واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی النایۃ ثم اتقانی نے کہا اس



مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحاوی میں ہے کما اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اس پر استبراء نہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ کفار اس کے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین رح کے نزدیک اس پر استبراء ہے کیونکہ کفار اس کے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گرجتے تھے اور اس کو بکڑ کے دار الحرب میں لے گئے تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک مالک ہو گئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پٹ آوے گی تو سب کے نزدیک اس پر استبراء واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے گرجتے سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اس کو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی الطحاوی و رد المحتار اے اذالم یجعا الغاصب خانیۃ اور جاریہ مغموبہ کے پھر دینے سے استبراء واجب نہیں بشرطیکہ اس کو غاصب نے نہ بیچ ڈالا ہو کذا فی الحانیۃ امام اور اگر غاصب نے بیع مع التیمم کی پھر مالک نے حکم عالم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہو گا تو مالک پر استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہو گا تو در صورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الطحاوی والمستاجرۃ وفک المہر ہونہ لعدم اتحاث الملک اور در دستاجرہ اور فک مہر ہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہ ہونے کے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہ ہو گئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولوا قال لبیع قبل قبض لا استبراء علی البائع کما لو باع عبا بخیار وقبضت ثم اطلت بخیارہ لعدم خرد جہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکڑ اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ اوام ولدہ وقبضت ان لم یطابا بالمشتري اور اسی طرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اس پر قبضہ ہوا پھر رو بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اس کی قربت نہ کی ہو اس میں اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے ملوک نہ ہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اس میں استبراء کیونکہ واجب ہو گا تو اس کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی وکذا لو طلق الزوج قبل الدخول ان کان زو جہا بعد الاستبراء وان قبلہ فالتحدہ وجوبہ وظلّی اور اسی طرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت و فی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرأ لعدم حل وطی البائع وقت وجود السبب میں کتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خرید کی اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کی عدت منقضی ہو گئی تو اس کا استبراء کرے اس واسطے کہ اس کی وطی حلال نہیں بائع کو وجہ سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت م صوب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ وجہ سبب کے وقت مشتری کو اس کی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خرید کی اور وہ مدت میں ممتی خواہ مدت دفات ہو یا طلاق اور اس کی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اس پر استبراء واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہو گئی تو مشتری کو حلال نہیں بدول استبراء کے کذا فی الطحاوی ولا یاسن بحیثۃ اسقاط الاستبراء اذ اعلم ان البائع لم یقر بہا فی طہر ذلک والا لا یغلبا بہ لیسے اور کچھ مضائقہ ہیں اسقاط استبراء کے حلیہ میں جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا حلیہ نہ کرے اسی قول پر فتویٰ ہے ام ابو یوسف کے نزدیک حلیہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بے تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر فتویٰ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دومر و خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں ان کو حلال نہیں کہ ایک عورت پر

شہ ایک نسخہ میں لم یجاءک فجاء بھابی بشرطیکہ غاصب نے اس سے جماع کیا ہو یعنی مفتی غصب موجب استبراء نہیں ۱۲



اجتماع کریں ایک طہریں توجب بائع نے اس طہریں قربت نہ کی تو یہ بھی مستحق نہ ہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہ ہوں تو عدم جواز ظاہر ہے تو ہم شغل رحمہ سے کذا فی الطحاوی وہی اذالم تکن تحت حرۃ اور بیع اما ان ینکحوا ویقبضنا ثم یشتریا فحق للہما لانہ بالنکاح لایجب ثم اذا اشتری زوجۃ لایجب ایضا اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حید جس وقت کہ اس کے نیچے آزاد عورت یا چار منکوہ لونڈیاں نہ ہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرے اور اس پر قبضہ کرے پھر اس کو خرید کرے تو وہ جاریہ اسی وقت اس کو حلال ہوگی اس واسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جب کہ اس نے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہ ہوگا مگر قبل خرید کے قبضہ اس واسطے شرط ہو کہ قبضہ بعد خرید سے استبراء ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جائے گا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبضہ اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ طہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہے کہ قبضہ شرط ہے نہ دخول اور تیسرا قول خسی کا ہے کہ نکاح فسخ کافی ہے نہ قبضہ شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی عدل ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط وطیۃ قبل الشراء وذكر وجهہ اور درمیں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اس کی وجہ بھی ذکر کی ہے مگر وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اس کا مالک ہوگا اور حلالانہ جاریہ اس کی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بجز خرید کے نکاح باطل ہو جائے گا پھر جب ملک کے وقت نکاح نہ ہوا تو استبراء واجب ہو گیا اس کے سبب مستحق ہونے سے یعنی استحدثت عدت وطی بملک یمن کذا فی الدرر وان کانت تحت حرۃ فالجملۃ ان ینکحوا البائع اسے یز وجہا من یتق بہ کما یسجد قبل الشراء وان ینکحوا المشتري قبل قبضہ لما فلو بعدہ لم یسقط من موقوف بلیس تحت حرۃ اور اگر اس کی بی حرمہ ہے یا منکوہ چار لونڈیاں ہیں کذا فی الطحاوی توحید اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جس پر اس کو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ اس کا ذکر قریب آدے گایا بعد خرید قبل قبضہ کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جس کے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبضہ کے نکاح شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کر دے گا تو استبراء ساقط نہ ہوگا اور یز وجہا بشرط ان کیوں امر بائید با ادبیدہ یطلقا متی شارح ان لا یطلقا یا جاریہ کا نکاح کر دے کسی شخص سے بائیں شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اس کو طلاق دے یہ اس وقت ہے جب کہ بائع یا مشتری اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اس کو طلاق نہ دے گا ثم یشتری الامة ویقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبضہ مشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اس پر قبضہ کرے در صورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے در صورت تزویج مشتری کے پھر زوج اس کو طلاق دے قبل دخول بعد قبضہ مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا مگر الحاصل اگر اس کے تحت میں حرمہ ہو تو حید اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جس پر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اس کو خرید کرے پھر زوج اس کو طلاق دے تو استبراء واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کی منکوہ خرید کی اور اس کی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اس پر استبراء نہیں پھر جب اس کے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہو گئی اور اس وقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبضہ کے جاریہ کا نکاح کر دیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اس پر قبضہ کیا پھر زوج نے قبل دخول اس کو طلاق دی تو استبراء واجب ہو بعد قبضہ کے اور اس وقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اس وقت استبراء کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ ونقل المسئلۃ المتی اخذ ابو یوسف رحمہ علیہ ما تہ الف درهم ان زبیدۃ حلفت الرشیدان لایشترے علیہا جاریۃ ولا یشتریا فقال یشتری نصفہا ویوبی نصفہا ملقط اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لئے وہ یہ ہے

سہ پیدا ہونا جماع کی عدت کا ملک یمن کے باعث سے ۱۲



کہ زبیدہ خاتون نے ہارون الرشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اس پر خرید نہ کرے اور نہ ہیہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اس کو ہیہ کی جائے کذا فی المتقسط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہیہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہو گیا اور لیکاتبہا مشتری بعد الشراء والقبض کما یفیدہ اطلاقہ علیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بنی کما سندکرہ ولکن فی الشرع بلائہ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بكونہا قبل القبض فلیحرج قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ارا نقیذ الذکور فقدرت یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبضہ کو فقہاء کا اطلاق مفید ہے اور بموجب اس کے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے بعد خرید اور قبضہ کے تو استبراء ساقط ہو اور اگر قبضہ اس کا نکاح کر دے تو استبراء ساقط نہ ہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کریں گے یعنی اگلے قول میں یعنی شربلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تفتیہ کتابت کے قبل قبضہ کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کتابتوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرے ہم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شربلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اس کی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اس کی غیر تصریح کی ہو کذا فی الطحاوی ثم یفسخ برضا بالیجوز لہ الوطی بلا استبراء لزوال ملک بالکتابۃ ثم تجدد بالتجزئ لکن لم یحدث ملک حقیقۃ فلم یجد سبب الاستبراء وبذہ اسل لیل تاتار خانہ پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضا مندی سے تاکہ مشتری کو وطی اس کے بدوں استبراء کے جائز ہو جائے بسبب زائل ہو جانے ملک مشتری کی کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے اور اسے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبراء کا سبب پایا نہ گیا اور جدید سبب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتار خانہ ہم یہ وجہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جس کے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولیٰ کے قبضہ سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولیٰ کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اس کی ملک جدید حاصل ہوئی تجزئ بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبراء تھا یعنی حدوث ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایت میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولیٰ سے نکلے لیکن اس کے تصرف سے نکلے پھر اس کے تصرف میں آوے تو استبراء واجب نہ ہوگا اور اس کے خارج ہونے کی تصرف مولیٰ سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولیٰ مکاتبہ کی وطی کرے تو اس پر عقر لازم ہوگا کذا فی الطحاوی مضافاً صورت اس جدید کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبضہ کے مکاتب کر دے مثالیوں کے کہ میں نے تجھ کو ہر دو دم پر مکاتب کیا کہ سودم کی قسط ہر مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادا نہ کرے بدل کتابت سے تو اس کی رضا مندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولیٰ پر حلال ہو جاوے گی استبراء واجب نہ ہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ جدید سبب حیلوں سے سہل تر ہے خصوصاً کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد جلد اس کی قسط مقرر کرے تو وہ ادا نہ کرے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاوے گی لہ امتثال لایجتان نکاحاً احتیالاً لا قبلہما فلو قبل اوطی احدہما یحیل لہ وطیاً وتقبیلہا دون الاخری الشہوۃ فی التقبیل لا تعتبر بل فی لمس والنظر بن کمال حرمتا علیہ ایک شخص کی ایسی دونوں ہاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بنیں ہوں یا نہ ہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اس پر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت مجبر نہیں بلکہ مساس اور نظریں شہوت شرط ہے



یعنی بوسہ سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہ ہو اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بملکت میں جمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز نہیں بلکہ جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں اس واسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وکذا لک بحکم علیہ الدواعی کا لنظر والتقبیل حتی بحکم فرج احدہما علیہ ولو غیر فعدہ کا استیلاء الکفار علیہا ابن کمال اور اسی طرح مولیٰ پر حرام ہیں دواعی وطی کی چنانچہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جب تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اس پر حرام ہو جائے اگرچہ بخت بدول فعل مولیٰ کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال م شائع نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ بحکم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملک ولو بعضا بای سبب کان اولکاح صحیح لا فاسد الا بالدخول او عتق ولو بعضا او کتابۃ لانا تحریم فرجا بخلاف تدبیر و رہن و اجارۃ حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اس واسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولیٰ پر حرام نہیں ہوتی بدول دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اس واسطے کہ کتابت اس کی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے ان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت و المستحب ان لا یسہا حتی یغنی حیضۃ علی المحرمۃ کما بسطنی شرح المتقی میں کتابوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگا دے جب تک جاریہ محرمہ پر ایک یا حیض نہ گذر جائے چنانچہ ہم نے اس کو شرح متقی میں مشرح بیان کیا ہے وکرہ تحریر یا قناتی بتقبیل الرجل قم الرجل اویہ او شیئاً مکرہ کذا لتقبیل المرأة المرأة عند لقاء او وداع قبیۃ و ہذا الومن شہوة و اما علی وجہ البر فجاؤ عند النکل خانہ فی الاختیار عن بعضہم لا باس بہ اذا قصد البر وامن الشہوة کتقبیل وجہ فقیۃ و نخوہ او رقتانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اس کے ہاتھ کا یا اس کے عضو کا اور اسی طرح مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی المقنیۃ اور یہ یعنی کہ بہت بوسہ اس وقت ہے جب کہ شہوت کی راہ سبھو و لیکن برہمہ نیکو کاری اور مزید احسان کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الحانیۃ اور اختیار میں ہے بعض فقہار سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکو کاری کا قصد کرے اور شہوت سے بے خوف ہو جیسے چو منہ فقیہ اور مانند اس کے اور بزرگ کے چہرے کا منہ فقیہ ابو جعفر نے کہا کچھ مضائقہ نہیں چومنے ایک مرد میں دوسرے مرد کے چہرہ کو جب کہ وہ فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریۃ و کذا معانقۃ فی ازار واحد اور اسی طرح مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہم میں یعنی کرتہ اور رانگر کہ بدل پر دو فقط لنگی پا جامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہوا ایسی حالت میں معانقہ مکروہ ہے کہ موجب شہوت ہے اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہم سے اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہم میں ہوں اس واسطے کہ یہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کے واسطے انکسار کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا کہ نہیں ہم نے عرض کیا کہ دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار میں اسناد کے ساتھ مذکور ہے کذا فی المعنی شرح الہدایۃ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ فقط تہم بدل پر ہو اس واسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما یجی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ لا باس بالتقبیل و المعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کہ مضائقہ نہیں چومنے اور معانقہ کرنے میں ایک تہم میں ولو کان علیہ قمیص او جنبۃ جائز با کراہۃ بالاجماع و صحیح فی الہدایۃ و علیہ المتون اور اگر مرد کے بدل پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدول کراہت کے باجماع یحییٰ اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہادیہ میں اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر میں حبشہ سے آئے تو رسول خدا



صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاف کیا اور ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معاف کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معاف کرتے تھے اور کافی میں ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف مبارک کو چومتے تھے ابن عباسؓ سے معاف کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معاف شروع کیا وہ مکہ مکرمہ میں تھے جب ذوالقرنین وہاں وارد ہوئے پھر جب الطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھ کو سوار ہونا لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور ان سے معاف کیا کذا فی الزیلعی معاف جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمر سے سند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور زید بن حارثہ سے معاف کرنا عائشہ صدیقہؓ سے ترمذی میں ثابت ہے کذا فی المعنی شرح الدایہ فی الحقائق لوالقیلۃ علی وجہ المبرۃ دون التثویۃ جاز بالا جماع اور حقائق میں ہے کہ اگرچہ منابر و منبریکو کاری اور تکریم کے ہے نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحۃ اسے کما یجوز المصافحۃ لانا سندہ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ سلم وخرک یدہ تناشرت ذنوبہ یعنی معاف جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اس واسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے بدلیل قول بنی کریم علیہ الصلوۃ والسلام جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہمارے تو اس کے گناہ جھڑ جائیں گے یہ حدیث معجم طبرانی میں حذیفہ بن یان سے یوں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا ناجائز ہے عقیقہ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدوں مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایہ والنقایہ والجمع والملتقی وغیرہ یفید جوازہ مطلقا ولو بعد العصر وقولہ ان بدعتہ اسے مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ وعلیہ بحیل ما نقلہ عنہ شارح الجمع من انما بعد الفجر والعصر میں ہے توفیقاً قتالہ اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور جمع اور ملتقی میں وغیرہ امتوں فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اس کو اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابوں میں مذکور کیا ہے اور اسی پر محمول ہے جو شارح جمع نے نووی سے نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ عمل کرنا توفیق کے واسطے ہے سو تامل کر اس کو یعنی لیس ہشتے کو اباحت اور بدعت حسنہ پر اس واسطے کہ اذکار نووی کے مخالف تر ہے م اذکار نووی میں یوں ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگوں کی عادت ہے تو اس کی شرع میں اس وجہ خاص سے کچھ اصل نہیں لیکن اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت میں مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات میں نہ کرنا بعض وقت کے کرنے کو مصافحہ مشروع سے خارج نہیں کر دیا کذا فی الطحاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت ہے و فی القیئۃ السنۃ فی المصافحۃ بکتاب ید یہ وتمامہ فیما علقۃ علی الملتقی اور قیئۃ میں ہے کہ سنت مصافحہ میں ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اس کا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے م سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ہما کہ یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث میں آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ہما پکڑو اس واسطے کہ اس میں ایک رک ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور شریانی کے رسالہ مصافحہ میں ہے شرح ملتقی میں شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصاق صغیر کف بکف اور اقبال وجہ ملہ شیخ عبدالحی محبت دہری نے ترمذی شکرۃ میں بیان کیا ہے کہ مصافحہ اس طرح کرے کہ ہاتھیں اور بائیں ہاتھ کو سینے کا منہ کرے اسے عاتقی کے رخ کا رخ



بوجہ ہر عبادت ہے تو انکلیوں کا پکڑنا سنت نہیں برخلاف روغن کے کذا فی الطحاوی ولا یجوز للرجل مضاجعة الرجل وان کان کل واحد منهما فی جانب  
 من الشرائع قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفحص الرجل فی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأة الی المرأة فی الثوب الواحد اور جائز نہیں مرد کو دوسرے مرد  
 کے پاس بیٹنا اگرچہ ہر ایک کچھونے کے کنارے پر ہو ذیابا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ٹھہرے اور نہ پیٹے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اور  
 نہ پیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے میں م یعنی ایک کپڑے میں دوسرے کا بیٹنا بلا حائل کپڑے تیار کر جائز نہیں کذا فی الطحاوی واذا بلغ  
 الجسی او الجسیۃ عشرین یم التفتق بینہما و بین انیہ و اخریہ و امہ و بیہ فی الموضع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام و فرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابنا عشر و فی  
 التفتق از بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جب کہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہنچے تو دونوں کی خواب گاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اس کے بجائی اور بہن اور اس  
 کی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر میں واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کر دو ان کے بستروں میں جب کہ وہ دس برس کے ہوں اور  
 نتف میں ہے کہ جب بچہ دس برس کو پہنچے یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی شاید کہ مراد اس سے ہم بستی مع التجرد ہے ایک لحاف میں والا جماعت کا پاس بیٹنا  
 کہ ہر انسان کا اور ہذا جدا ہو ممنوع نہیں کذا فی الطحاوی و فیہ الغلام اذا بلغ حد الشوۃ کا نفل اور مجتہد میں ہے کہ گھبر جب حد شہوت کو پہنچا تو بالغ  
 مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام میں والکافرة کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کف دست دیکھنا  
 درست نہیں ویسے ہی کافرہ کا درست نہیں عن ابی حنیفۃ لصاحب اللحم ان یطرا الی الحورة و حبة الختان ام اعظم سے روایت ہے کہ حامی کو شرمگاہ  
 دیکھنا درست ہے اور محبت اس کی ختان لینا جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حامی کو م فقیہ البالیث نے کہا کہ یہ ضرورت  
 کی حالت میں ہے نہ غیر ضرورت میں کذا فی عالمگیری و فی فی ختان البکیر لزاما ان یختن نفسه فعل والام یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شر الی جاریہ  
 اور بعضوں نے بالغ کے ختنہ میں کہا کہ جب اس کو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان  
 نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے یعنی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کر لے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اس کو خرید کر کے اس سے اپنا ختنہ  
 کروائے اور اگر بڑھا مسلمان ہو اور اذیت ختنہ کا تحمل نہ ہو اگر اہل بصارت کہیں کہ اس کو طاققت نہیں تو ترک کرے اس واسطے کہ واجب کا ترک عذر  
 سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولیٰ جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اس واسطے کہ  
 فتاویٰ عالمگیری میں یوں ہے (والام یفعل الا ان یمکنہ ان تیزوج او یشتري ختانه و الخا ہر فی البکیر ان یختن و یکنی قطع الا کثر اور ظاہر  
 مذہب البکیر اس کے حق میں یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہے حصول سنت میں ولا باس لتقبیل ید الرجل العالم و  
 المتورع علی سبیل التبرک و در اور کچھ مضائقہ نہیں مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے میں بطریق تبرک کے کذا فی الدرر بلکہ قبلہ تجتہ کا سنت ہونا یا  
 مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرب لالی نے رسالہ مصافحہ میں بعد گفتگوئے تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حامل ہوئے قبلہ تجتہ میں  
 اول کرابت تقبیل مطلقاً اور یہ ام کا قول ہے ثانی قول صاحبین رحمہم لا باس بطلاق اور قول ثالث تقبیل یعنی اگر بوجہ تبرک کے واسطے ہے  
 جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اس میں بعض متاخرین نے رخصت دہی ہے اور احادیث سے اس کی سنیت یا استحباب  
 معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل غیر تبرک ہے عرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تقبیل  
 مسلم اور اس کا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحاوی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا  
 درست ہے اور جو شخص تقبیل اور تکریم کا مستحق ہے اس کی تقبیل یہ جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم المستدین

۱۳ در نہ ذکر ہے مگر در صورتیکہ نکاح کر سکتا ہو ختنہ عورت کو جو اس کی ختنہ کرے



اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں عالم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحاوی نے کہا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول ائمہ ہیں  
داخل ہے اس واسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبیٰ اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے  
میں مضائقہ نہیں اور بعضوں نے اس کو سنت کہا ہے کذا فی المجتبى تم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از ابن عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ  
میں روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی  
میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب  
فاطمہ آتی تھیں تو حضرت ان کے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت  
کی کہ یہودی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانوں چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ن پر جھکے اور ان کا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل بدو  
محل ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین و علی الشفتین عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جس کو بھیقتی نے  
روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم سے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے حق میں کذا فی المعنی شرح البدایہ  
منقراً و تقبیل راسہ اسے عالم ابو دکنانی البزازیہ اور چومنا اس کے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ طحاوی نے کہا شاید کہ  
جو دمعنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصۃ فیہ اسے فی تقبیل الید غیر ہما اسے غیر عالم و عادل ہوا المختار مجتبیٰ و فی المیط ان تعظیم اسلامہ و اکرامہ جاز  
ان لنیل الدینا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبى اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور  
عادل کا ہاتھ چومنا فقط اس کے اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے  
ملب من عالم او زایدان یدفع الیہ قدمہ و میکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرض فیہ کما یکرہ تقبیل المرأة ثم اخری او خذ عند اللقاء  
لو ادع کما فی القنیہ مقدماً للقبیل ایک شخص نے عالم یا زاید سے اس کی درخواست کی کہ اپنا قدم اُس کی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اس کو چومنے دے  
تو اس کو عالم یا زایدان لے لینے چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منہ اور گال  
چومنا مکروہ ہے مٹنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول بعض یعنی صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا اجابت پر  
قال و ما یغفل الجہال من تقبیل یدہ لنفسہ او القی غیرہ فمکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ منہ  
چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اس میں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے و اما تقبیل ید صاحب عند اللقاء فمکروہ اجماعاً اور  
اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے طحاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اس میں  
کیا وجہ ہے و کذا ما یغفل من تقبیل الارض بین یدہ العلماء والعظماء والحرام والفاعل والراہی بہ اثنان لانه لیشب عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین  
کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرلے والا اور جو اس فعل سے راضی ہو عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں  
اس واسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اس واسطے کہ اس میں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحاوی و ہل  
یکفران علی وجہ العبادۃ و تعظیم کفر وان علی وجہ التمجیۃ لا اوصار اثم ترکها للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگر  
مرد وجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر وجہ تجتیمہ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہ ہو گا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاوے گا و فی المنقط  
التواضع غیر اللہ حرام اور ملقط میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑ گڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے طحاوی نے کہا مراد یہ ہے



کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کسپر اس کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف کی راجع ہے یعنی اس سے غرض دین ہے نہ غرض دنیاوی الوہابیہ مجوز بل یذب القیام تعلیمی اللقادم کا مجوز القیام و اللقاری بین ید سے العالم و کجی نظم اور وہابیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا ہو جانا آنے والے مسافر کے پیچھے جائز ہے کھڑا ہو جانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب المخطوطات میں مسئلہ نظم میں اوسے کام شربندی نے کہا فقہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہو گئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کے واسطے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اس میں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خاں نے کہا ہے چند لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اس کے پاس کوئی اشراف میں سے آیا تو فقہانے کہا کہ اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باب یا استاد ہو تو اس کے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اس کے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور مجمع فتاویٰ انطاکی میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اس سے زیادہ تر علم یا اس کا استاد جس نے اس کو قرآن یا علم سکھایا اوسے یا اس کے والدین اویں اور ان کے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شربندی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اس واسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا موثقت ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ ان کے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں چنانچہ ترک اور الہ عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کرامت قیام پر دلالت نہیں کرتا اس واسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموا لیسلمکم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی المطاویٰ فائدہ قبل التقیل علی غمۃ اوجہ قبۃ المودۃ للولد علی الخد و قبۃ الرحۃ لوالد علی الرأس و قبۃ الشفۃ لاختی علی الجبۃ و قبۃ الشوۃ لامرأۃ و امۃ علی النم و قبۃ التیۃ للمؤمنین علی البید و زاد بعضہم قبۃ الدیانۃ للحجر الاسود جو ہرہ قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیت اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرۃ میں کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہے و فی القنیۃ فی باب ما یقبل بالمقابر تقبیل المصحف قبل بدعۃ مکن روى عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عند ربی و منشور ربی عزوجل و کان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف و لم یسجد علی وجہہ و رقیۃ میں ہے منطلقات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عزوجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اس کو ملتے تھے و اما تقبیل الخبز فخر الشافعیۃ انہ بدعت مباحۃ و قبل حسنۃ و قالوا لیکرہ دوسرے لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیۃ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیۃ و قواعدنا لایا باہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پالٹوں سے روندنا مکروہ ہے نہ اس کا چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اس کو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تکریم اس کی حدیث میں مروی اور تقبیل منجذ تکریم ہے



واللہ اعلم وجار لا تقطعوا الخبز بالسیکن واکرموہ فان اللہ اکرمہ ودر حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اس کی تعظیم و تکریم کرو کہ حق تعالیٰ نے اس کو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف المخلوقات کافوت اس کو مقرر کیا ہے

## فصل فی البیع

یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعض احکام میں مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیار کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خرید اور فروخت کے مسئلہ دریافت نہ کر لے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کس کی نہیں زبان سابق میں سوال ہوا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہیں اور ان کا اکثر مال حرام ہے اور ان میں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر ظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انہوں نے غیر سے نظم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار میں بھی ہے تو اس کا خرید کرنا نہ چاہیے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہو کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اس کی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خرید کرنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کر لے بدلا دے کہ تو اگر بلا دے اے ضمان خرید کرے گا تو مشتری مالک ہوگا مع اکثر ثلث یہ کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور بیع وغیرہ کی چیز اس کے پاس باقی نہیں اس نے بیع ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ان سے خرید کرنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ ان سے خرید نہ کرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جو ہر الفتاویٰ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اپنے اور پر لازم جان اس واسطے کہ ایسی چیز نہ پاوے گا جس میں شبہ نہ ہو قیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے لیکن باوجود اس کے اگر خرید کرے گا تو اس کے حق میں حلال ہوگی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی العالمیہ کرہ بیع العذرة راجع الادی خالصۃ یعنی آدمی کے خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے م برجنڈی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے لایکہ بل یصح بیع السرقین اے الزبل خلافاً للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوہ اور لید اور سگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت ہے زبل بالکسر سے یعنی فضلة حیوانات م سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے زبل اور تعبیر اور خبر سے کذا فی الحموی و صحیح بیع مخلوطہ بتراب اور ماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جب کہ وہ مخلوط ہو گیا اس قدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں ممتسانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ اٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اس واسطے کہ نجس کا اٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بلا قید تراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجئے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحاوی مکاتیب صحیح الانتفاع بمخلوطها اے العذرة بل با خالصۃ علی ما صح الزلیعی وغیرہ خلافاً للقیح المدایۃ فقد اختلف فی صحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باع اور کسیت میں بانس ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے زلیعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف صحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا فی الملتقی ان الانتفاع کا بیع اے فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع عذرة بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اس کو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجہ اخذ دین علی کا فر من مٹن غمر لعمۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے مٹن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو مٹن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اس کے حق میں مال متقوم نہیں تو مٹن کا مالک مشتری محض ہے گا نہ بائع بخلاف دین علی المسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا بیعہ فیجوز عنده خلافاً لہما علی ہذا لومات مسلم و ترک مٹن غمر باعہ مسلم لایکل لودثۃ کما بسطہ الزلیعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو مٹن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جب کہ مسلمان آدمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا براس کے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مر گیا اور اس نے مٹن اس شراب کا مٹرو کہ چھوڑا جس کی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اس کے وارثوں



کو حلال نہیں چنانچہ اس کو زیلعی نے مخرج بیان کی ہے مخرجی نے کہا فقہانے کہا اگر مرد مر گیا اور اس کی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اس کے وارث اس کو نہ لیں اور اس مال کے مالکوں کو پھیر دیں اگر ان کو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے اس واسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر روزہ ہو سکے کذا فی الطحاوی و فی الاشبہاء الحرمۃ منتقل مع اعظم اللوارث الا اذا علم ربہا اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جب کہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت و مر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات و کسب حرام فامیراث حلال ثم مر زوقال لا تاخذ ہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ قنیزہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبے نے ذکر لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خبر دار رہو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے مخرجی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوہ گز عورت یا مہمل یا مہربا نہ بجانے والے نے مال کمایا اگر نوہ اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکوں کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اس واسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اس کا لینا گناہ ہے اس کو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معصوم نہ ہو تو خیرات کر دے مالکوں کی طرف سے تاکہ اگر عین مال ان کو نہیں ملا تو ثواب ان کو ملے اور اگر بلا شرط نوہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہ حلال ہے کذا فی الطحاوی ہندوستان میں رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانے والوں سے اجرت نہیں ٹھہراتے اور شرط نہیں کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگرچہ ظاہر میں یہ شرط نہیں لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہے اس واسطے کہ فقہ کا قاعدہ کہ المعروف کا مشروط یعنی معمولی اور مردج مشروط کے برابر ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و جاز تجلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیم کما فی نقش المسجد اور جائز ہے کہ المصحف مجید کی چاندی سونے سے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم اور جلالت قدر ہے مخرجی میں ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی اور مسجد میں اختلاف ہے سراجیہ میں ہے مسجد میں نقش کاری چونکہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لباس بہ اور فقیروں کو دینا افضل ہے نقش کاری سے مضمرات میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اس واسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشا میں غار سے غافل ہو جاتا ہے اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اس کا لگانا مسجد میں مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی میں ملائی گئی تو اس کا مسجد میں لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد میں کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر متکلف کو درست ہے اور جب کھانا اور سونے کا مسجد میں قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرے پھر مسجد میں جائے اور ذکر خدا کرے جس قدر مدت کی اعتکاف کی نیت ہو یعنی گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اس کے بعد کھانا یا لینا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ میں ہے مسجد میں درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد میں تنگی نہ ہوتی ہو اور صف میں خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہے اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہوں اور اگر نماز پڑھتے ہوں تو یوں کہے السلام علیکم من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیزوں تلاش نہ کرے ۶ سوائے ذکر خدا کے دواں آواز بلند نہ کرے ۷ دنیا کی باتیں نہ کرے ۸ اندر جانے کے واسطے لوگوں کی گردنوں پر نہ مچانے ۹ مکان کے واسطے نزع نہ کرے کہ میں یہاں بیٹھوں گا تو دواں بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف میں ۱۱ نماز کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد میں نہ حقو کے ۱۳ دواں انگلیاں نہ چٹکاوے ۱۴ انجاسات اور لڑکوں اور دیوانوں اور قنات مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ

ف احکام مسجد ۱۵ یعنی ہم پر سلام ہو ہمارے پروردگار کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر ۱۲



کی یاد اس میں بہت کرے کذا فی العالمیہ حدیث صحیح میں درود ہے کہ جب سجد میں جائے تو اول واجباً پانچوں رکعے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے  
 اللہم افتح علی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایں پانچوں رکعوں سے اور درود پڑھے اور یوں دعا کرے اللہم افتح علی ابواب فضلك و تعشیرہ  
 اور قرآن مجید کی دس دس آیتوں پر علامت بنا ناجائز ہے و نقطہ اسے اظہار اعراب و بحیث الفرق جدا خصوصاً للجمع فستحسن اور قرآن مجید کا انعطاف یعنی اس کے  
 اعراب کو ظاہر کرنا لکھ کر جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصاً عجیوں کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والوں کو تو اعراب دینا  
 مستحب مہم بران میں ہے کہ اصل روایت یہ ہے کہ تعشیر اور نقطہ مصحف میں مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ترک تجرید ہے اور عبداللہ بن مسعود  
 نے کہا کہ قرآن کو مجرور رکھو اور اس میں اس چیز کو نہ ملاؤ جو اس میں داخل نہیں اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوة یعنی قرآن کے ساتھ غیر  
 قرآن کو نہ پڑھنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے میں نقطہ اور تعشیر نہ کرنا کذا فی الخطاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہے  
 و علی ہذا لابس بکتاہ اسمی السور و عدد الای و علامات الوقف و نحو ہا منی بدعت حسنہ و درقنیۃ اور بنا براس کے نظر بہ تسہیل کچھ مضائقہ نہیں سورتوں کے نام  
 اور آیتوں کی شمار اور وقف کی نشانیوں کے اور ان کے مانند چنانچہ نقطہ سجدہ علامت آیات سجدہ کے لکھنے میں تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر و القنیۃ  
 و فیہا لابس بکواغذ اخبار و نحو ہا فی مصحف و تفسیر و فقہ و مکرہ فی کتب نجوم و ادب اور قنیۃ میں ہے کہ مضائقہ نہیں اخبار و غیرہ کا غذا کا مصحف اور تفسیر اور  
 فقہ کی دفتیوں میں لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت و غیرہ کا دفتیوں میں لگانا مکروہ ہے ہم فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ابو جابر سے سوال ہوا کہ کو اغذ  
 اخبار اور مستلقات کا جن کو ورق غلاف میں استعمال کرتے ہیں یعنی صحاف دفتیوں میں لگاتے ہیں تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ میں درست ہے  
 نہ کتب ادب اور نجوم میں انتہی لیکن یہ بیان نہیں کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں یا تواریخ کذا فی الخطاوی و مکرہ تصغیر مصحف و کتابہ بقلم دقیق یعنی تنزیہاً  
 للبحر و لاف شے فی کاغذ فقہ و نحوہ و فی کتب الطب بخیر مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ بکرا بہت تنزیہی ہے اور فقہ و غیرہ دینی کتاب کے  
 کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے کتاب قرآن کا جو قصد کرے اس کو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ  
 سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیۃ و جاز و دخول الذی مسجداً  
 مطلقاً و کرہ مالک مطلقاً و کرہ ہمد و الشافعی و احمد جنی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذی کاہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے  
 ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ کہا ہے ذی کے حق میں مام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی المعنی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے انما المشرکون نجس  
 فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہیں تو مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اس طرح نہیں  
 کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں ان کا جانا روا نہیں شارح نے اس کا جواب اگلے قول میں دیا قلنا انہی تکونی لا تکلیفی  
 ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ ہی تکلیفی ہم تکوینی نسبت ہے تکوینی کی طرف اور تکوینی مائیدیوں کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جس کے طرف افعال  
 کی صفات راجع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہ کہ حق تعالیٰ مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کرے گا امر تکوینی کی مثال امتنا طوعاً و کرہاً اور امر تکلیفی  
 کی مثال اقموا الصلوۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہ ہے کہ امثال مختلف نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الجلی و قد جوزد  
 مجبوراً براسمیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے جائز رکھا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم  
 ۱۱ لکھی کھول دے مجھ پر دروازے اپنی رحمت کے ۱۲ لکھی کھول دے مجھ پر دروازے اپنے فضل کے ۱۳ یعنی فرمانبرداری اسی  
 وقت ہوجاتی ہے اس میں درنگ نہیں ہوتی ۱۲



دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناقص ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک مسجد میں بلا توقف گزیرنا درست ہے معنی لایقربوا لا یخروا ولا یعتزوا واعرأۃ بعد حج  
عالم ہذا عام التسع مین امرالصدیق رضی اللہ عنہما علی علیہ السلام بسورۃ بقرۃ وقال الا لایکج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فی حفظ  
پھر جب بنی ٹکونی ٹھہری تو آیت شریفہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نہ کریں گے اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جب کہ حضرت صدیق  
اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علیؑ نے اپنے اونٹ پر سے سورہ بقرۃ باذان بلند سادی اور کما خبر دار رہیو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج  
نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اس کو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ماقافی نے کہا کہ آیت ہمارے  
اصحاب کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ مشرک منع کئے جادیں مسجد حرام کی تولیت اور کار پر دازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے  
توحی تعالیٰ نے تنزیہ مسجد اطرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ ان کو روکیں  
یا مومنین اور کفار دونوں کو موجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ بنی ٹکونی نہیں ہے اس واسطے کہ بنی ٹکونی کا مدلول یہی ہے  
عقلاً مختلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی طحاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس بنی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر  
یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصراً تبصر و لا تنس ما مر فی فضل الجہزیۃ اور نہ معمولیوہ مضمون جو جزیرہ کی فضل میں گذر  
کیا مفضل جزیرہ میں یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کافر کو مسجد اطرام میں منع کیا ہے اور جامع مغیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر کچلی تصنیف ہے محمد کی  
تو ظاہراً اس میں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے و جاز عیادۃ بالاجماع اور جائز ہے بید پر سی ذمی کی بالاتفاق م بخاری وغیرہ میں  
مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا یا مسلمان ہو جا سورہ  
مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا یا شکر ہے خدا کو جس نے اس کو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی المعنی اور اس واسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن  
مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے و فی عیادۃ الجوی تو  
اور مجوسی کی عیادت میں دخول ہیں جواز اور عدم جواز و جاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانه مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بید پر سی فاسق  
کی بر قول اصح اس واسطے کہ فاسق مسلمان ہے گنہگار اور بیمار پر سی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے و جاز خصاً والنہام حتی المرقۃ اور جائز ہے خصی کو  
چار پائے جانوروں کا یاں تک کہ بلی کا بھی مخصی وہ جس کا خضیہ نکالا جائے ہندی میں اس کو بدھیہ کہتے ہیں و اما خصاً والادی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو  
حرام ہے م م خیرول سے خدمت لینا اور ان کو عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ان سے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے  
ان کو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوب سے مخصوص بچہ امور ہیں اول یہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہیں ہوتے اور نہ ان سے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں  
کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آزد و کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے  
ہیں اور شدت سے محفل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی المعنی قبل والفرس بعضوں نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے شیخ الاسلام  
نے کہا حرام ہے اور شمس اللامۃ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں و قید وہ بالمنفعۃ والاحترام اور خصی کرنے  
میں فقہانے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہ ہو تو حرام ہے م یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کے خصی کرنے میں فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست  
ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہ ہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے و آخر سے و انزاعاً عمیر علی الخیل کعکسہ قستانی اور گردھا چڑھا نا گھوڑے  
پر اور گھوڑا چڑھا نا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القستانی والحقنۃ للشدادی و لولہ لعل بظاہر لا جس اور حقنہ اور عمل پاک  
بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہوم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ



بدن کے واسطے سنن ابو داؤد میں ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجو کذا فی الیخ وکذا کل تدار لایکجز الا بطاہر لا یخس اور اسی طرح ہر علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجزہ فی النہایہ مجرم اذا خبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفا ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہ ایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اس کو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں پائی ہم ذخیرہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علمایہ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقیناً جانتا ہو کہ چنگا ہو جائے گا تو حلال ہے اور فقیر عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں مگر تاشی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اس میں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اس میں جلد شفا ہوگی تو اس میں اختلاف ہے کذا فی العالگیریۃ قلت و فی البرزنیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفا کم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفا و دل علیہ جواز اساعۃ اللقمۃ بالخمرد جواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمناہ میں کہتا ہوں اور برزانیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالیٰ نے مہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جس کو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقیناً بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اس کی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ تارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ تارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش ملک کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اس کی حرمت باقی نہ رہی والا جواز کی کون صورت ہے تہتمہ دوا کہ نا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالیٰ ہے اور دوا کو اس نے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ مضر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا منزل ہے اور روئی ضرر گر سنگی کی منزل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب مہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا تو کل نہیں بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اس کا ترک کرنا حرام ہے اور سبب مہوم کا ترک کرنا تو کل کی شرط ہے اس واسطے کہ حدیث میں متوکلیں کا وصف یوں ہی فرمایا ہے کہ وہ داغے نہیں اور افسون نہیں کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اس کا کرنا تو کل کے مخالف نہیں بخلاف سبب مہوم اور اس کا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہیں برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اس کے نفل سے بعض احوال میں بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ میں ہے ظہیر یہ سے ایک شخص کا پیٹ جاری ہو گیا یا آنکھیں جوش میں آئیں مگر اس نے دوا کی یہاں تک کہ ناتواں ہو کر مر گیا تو اس پر گناہ نہیں اور اگر بھوکا رہا اور اس نے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہاں تک کہ مر گیا تو وہ گناہار ہوگا اور دونوں صورتوں میں فوتیہ ہے کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کر دیتا ہے یقیناً تو اس کا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہیں یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہیں ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنوں سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر لو یافت ہے در پندرہ صوبہ تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ میں ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیوں سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مرد یا جانور ہو تو اس کی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قتیہ میں ہے کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہے لیکن جو ہر غلطی میں ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں خلاصہ میں ہے کہ تریاق کا کھانا مکروہ



ہے جب کہ اس میں سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اس کی درست ہے اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اس میں سانپ نہیں پڑا ہے تو اس کا پینا درست ہے  
محیط میں ہے کہ لڑکوں کا دغنا مرض سے اور ایسے حیوانات کا دغنا نشانی کے واسطے درست ہے خزانۃ الفتاویٰ میں ہے کہ قرآن کے انہوں  
کرنے میں اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ میں لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن میں لکھ کے دھونا اور سجاد کو پلانا عطل اور مجاہد کے  
نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانہ مفتیین میں ہے کہ نوزد کے ایام میں کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازوں پر چپکانا حرام  
ہے اس واسطے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی امانت ہے اور نجومیوں سے مشابہت ہے الکل من العالمگیریۃ وجاز رزق القاضی من  
بیت المال لو بیت المال حلالاً جمع بحق والام بحیل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال و اجبی جمع  
ہو ہو نہ غیر و اجبی ظلم سے جمع ہو ہو تو قاضی کو اس میں سے لینا حلال نہیں یعنی اس واسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اس کے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلع  
و غیر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ و اہل فی کل زمان و لو غنیانی الاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعمیر رزق کیا تاکہ معلوم ہو کہ مقدار اس کی بقدر  
کفایت قاضی کے اور اس کے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اس کی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح میں  
م اس واسطے کہ اس نے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور جس منجملہ اسباب نفقہ ہے و ہذا لولہ بشرط ولولہ کالاجرة فحرام لان القضا  
طاعة فلم یجز کسائر الطاعات قلت و ہل یجری فیہ کلام المتاخرین لیسر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اس وقت ہے جب کہ روزی  
بدول شرط کے مقرر ہو ہو اور اگر شرط سے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اس واسطے کہ نفیل کرنا مقدمات کا طاعت اور  
عبادت ہے تو اس کا اجارہ جائز نہ ہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہیں میں کہتا ہوں اور کیا قضائیں متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہیں اس کی  
تحریر کرنا چاہیے متاخرین کا کلام یہ ہے کہ طاعت پر استیجار پر درست ہے طحاوی نے کہا تحریر اس کی یہ ہے کہ جس کے نزدیک قرأت قرآن اور  
نفقہ مخصوص بجواز اجارہ ہے توقفا وغیرہ حاجات میں اجارہ جائز نہ ہوگا اور جو مجموع طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہے تو اس کے نزدیک درست  
ہوگا و جاز سفر امۃ وام الولد والمکاتبتہ والمبضۃ بلا محرم بذاتی زمانہ امانی زمانہ فلا غلبۃ اہل الفساد و بہفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور  
مکاتبتہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اس کا سفر کرنا بدول محرم کے درست ہے یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ میں تو سفر غیر محرم کے ساتھ  
لونڈیوں کا جائز نہیں اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا ذکرہ ابن کمال و جاز شرا مالابد للصغیر منہ و بیعہ اسے بیع  
مالابد للصغیر منہ لاخ و غم و ام و ملقط ہونی حجر ہم اسے فی کفعم واللہ الا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا جو اس کے واسطے ضروری ہے چنانچہ نفقہ  
اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیہا اس کا جو صغیر کے واسطے ضروری ہے جائز ہے اس کے بھائی اور چچا اور مال کو اور اس کو جس نے لاوارث  
لڑکا پڑا یا یا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش میں ہو اور اگر ان کی پرورش میں نہ ہو تو خرید فردخت صغیر کے مال کی درست نہیں و جاز  
اجارۃ لامر فقط لونی مجرب و کذا الملقط علی الاصح کذا اعزہ المصنف بشرح الجمع ولم ارہ فیہ و یاتی تنامینا فیہ قتیۃ اور فقط اس کی مال کو صغیر کا اجارہ  
دینا جائز ہے اگر اس کی پرورش میں ہو اور اسی طرح لاوارث لڑکا پلنے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی  
شرح میں اس قول کو شرح مجمع کی طرف نسبت کیا ہے اور میں نے اس میں نہیں دیکھا اور آگے متن میں وہ معنوں آوے گا جو اس کے مخالف ہے تو آگاہ  
ہویم طحاوی نے کہا کہ مؤید قول مصنف زیلعی میں ہے قدوری کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملقط کو جائز ہے اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے  
اور صغیر کے واسطے محض نفع ہے و کذا العمر عند الثانی خلاف الثلث اور اسی طرح صغیر کے چچا کو اس کا اجارہ دینا درست ہے ابو یوسف کے نزدیک  
نہ محمد کے نزدیک یہ شارح کی غلط فہمی ہے اس واسطے کہ اس نے نقل کلام کافی کا شر بلا لہ سے قصد کیا ہے حالانکہ شر بلا لہ میں یوں ہے کہ اگر صغیر



پچا کی پرورش میں ہو اور اس کی مال اس کو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الخطاوی ولو اجبر لصیغر  
نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لتمحضہ نفعاً فیجب المسمیٰ اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہیں مگر جب کہ اجارہ کے کام سے فراغت حاصل  
ہو گئی ہو تو جائز ہے کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجبر مسمیٰ واجب ہو گا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اثر  
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہو گیا و صحیح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدول اجبر المثل فی الصصح کما یعلم من الدرر فقتصر اور صحیح ہے اجارہ دینا صغیر کا  
باپ اور دادا اور قاضی کو اگر خیر اجارہ بدول اجبر مثل کے ہو صحیح قول میں چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہے تو اس کو دیکھ لے و جائز بیع عصیر غنیمت ممن  
یعلم انه یتخذہ محرلاً ان المعیستہ لا تقوم لعینہ بل بعد تغیرہ وقیل لیکرہ لا اعانتہ علی المعیستہ اور بخوڑ اشیرہ انکور کا بیچنا اس شخص سے جس کو بالغ جانتا  
ہے کہ اس کی شراب بنا دے گا درست ہے اس واسطے کہ گناہ قائم نہیں ہوتا اشیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے اشیرہ کے متغیر ہونے کے بعد  
یعنی اشیرہ میں نشہ نہیں جو اس کی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اس کی حقیقت بدل کر شراب بنے گی تب گناہ ثابت ہو گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ اشیرہ انکور کی بیع  
شراب بنانے والے کے احمق کردہ ہے گناہ کی اعانت کی سبب سے م اشیرہ انکور کی بیع درست ہے جیسے جاریہ مغنیہ اور کمر مارنے والے مینڈھے اور  
اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہے اس واسطے کہ ان اشیاء کی ذات خلاف شرع نہیں بلکہ ان کا استعمال خلاف شرع ہے یعنی  
گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہے برہان میں ہے کہ اشیرہ انکور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہیں بدیل قولہ تعالیٰ  
ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ باہم مددکاری نہ کرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہے و اصل اللہ البیع یعنی حق تعالیٰ

واللہ المصنف علی خلاف مانی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاة قلت قد منّا ثمة معزیا للنمران ما قامت المعصیۃ بعینہ بیکہ بیعہ تحریر  
الاقتضی فی حفظ توفیقاً پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امر کی کراہت خانیہ وغیرہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہے اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہے یہاں  
برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں میں باب البغاة کے اندر میں کتابوں اور ہم وہاں باب  
البغاة میں ذکر کر چکے ہیں نہ الفائق سے کہ جس چیز میں بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہے تو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تفسیر کے گناہ ثابت ہوتا ہے  
تو اس کی بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے م یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع  
ہو گیا یعنی نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم و جاز تعمیر کنیتہ اور تعمیر کنیتہ جائز ہے م کنیتہ عبادت  
خانہ یودیان فارسی میں اس کو کشت کہتے ہیں تعمیر سے مراد ہے نہ اعادہ لعدم الہدم منع الغفار میں ہے کہ اگر مسلمان کنیتہ کی مرمت میں مزدوری کر  
تو لا باس بہ اس واسطے کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لا کف ینیں کذا فی الطحاوی وحمل حمزومی بمنفسہ و ابۃ باجر  
اور کافر ذمی کی شراب لاونا اپنی پیٹی پر یا اپنے جانور پر مزدوری لے کر جائز ہے امام کے نزدیک م اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ  
شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجد ان کے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اس واسطے کہ حمل گاہے شراب کے  
گبار دینے یا سر کہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور طعون وہ خال ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول  
صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصر لایقام المعصیۃ بعینہ اور شراب پیکانے کی مزدوری جائز نہیں اس واسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے و جاز  
اجازۃ بیت لبسوا و الکوفۃ اسے قرأ لا بغیر علی اللامح و اما الامصار والقری غیر الکوفۃ فلا یکنون انہم شرارہ الاسلام فیہا دخص سواد الکوفۃ



لان غالب اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار و کنیستہ او بیعتہ او بیاع فیہ الخمر و قال لا ینبغی ذلک لانہ اعانتہ علی المعصیۃ و بہ قالت الثلثۃ زیلعی و  
قریبات کوفہ میں گھر کر لے دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اس میں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نہ اس واسطے قریبات مذکورہ  
کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دینی جائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے  
اور قریبات کوفہ میں یہ بات اس واسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر دہاؤں کے رہنے والے ذمی تھے اور صحابین نے کہا کہ کرایہ دینا امورہ مذکورہ کے واسطے لائق  
نہیں اس واسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور سی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی م امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے  
منفعت مکان پر ولہذا اجرت بمجر و تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اس میں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اس میں مختار ہے  
پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم و جاز بیع بناء بیوت مکہ و ارضہا بلا کر ہتہ  
و بہ قال الشافعی و بیعتی عینی و قد مر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کر ہتہ جائز ہے اور سی قول ہے شافعی کا اور  
اسی کا فتویٰ دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعۃ میں م دہاؤں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور  
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ ارضی مکہ کی بیع جائز نہیں و فی البرہان فی باب  
العشر و لا یرہ بیع ارضہا کبناء ما دہ بعل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع دہاؤں کی عمارت کی مکہ نہیں اور اسی کے مانند پٹنل ہے و فی مختارات النوازل  
لصاحب الدرایۃ لا باس بیع بناء و اجارۃ تہا لکن فی الزیلعی وغیرہ بیکرہ اجارۃ اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے  
میں اور اس کے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اس کا کرایہ مکروہ ہے و فی آخر الفصل الخامس من التشارعیۃ و اجارۃ الوہبانیۃ  
قال قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اجارۃ بیوت مکہ فی ایام الموسم و کان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالیٰ سوار العاکف فیہ والباد و ینزل فیہا فی غیر  
ایام الموسم انتہی فی حفظ قلت و بہذا یظہر الفرق والتوفیق و لہذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم و لیل قول یا اہل مکہ لا تتخذوا بیوتکم ابوابا  
لینزل الیہا دی حیث شاءتم تلوا آیۃ فی حفظہ اور تاتار خانہ کی فصل خامس کے آخر اور وہبانیۃ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ  
امام غنم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو تاریں اپنے  
گھروں میں بدوں کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں دہاؤں کے کرایہ کی رخصت  
دیتے تھے انتہی مافی التشارعیۃ والوہبانیۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت  
اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسی طرح فتویٰ امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے  
تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر دہاؤں اترے جہاں اس کا بجا چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اس  
کو یاد رکھنا چاہیے و جاز قید العبد تحرزا عن الترد والاباق و ہر سنتہ المسلمین فی الفساق اور جاز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر قرد اور بھاگ جانے  
کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اس کا خوف نہ ہو تو جاز و محترم کہ تکلیف  
دینا ناحق مکروہ ہے اور سی حکم ہے لہذا فی الطہاری و قبول ہدیۃ تاجر و اجابۃ و عوتہ و استعارۃ و ابۃ استئمانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا  
جائز ہے جب کہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کا جانور عاریت لینا درست ہے از روئے استئمان کے م قیاس  
یہ ہے کہ اس کا ہدیہ وغیرہ قبول نہ ہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہیں ہے لیکن بطریق استئمان کے درست ہے تاکہ اہل معاملہ اس کی طرف رجوع کریں  
اور سوداگری اس کی رواج پکڑے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا ان کے آزاد ہونے  
سے پہلے اور بربرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی و مکہ کسوتہ اسے قبول ہدیۃ بعد ثبوت



و ابدالہ النقرین لعدم الضرورة اور مکروہ ہے اس کی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیے اشرفی کا ہر دینا اس کا مکروہ ہے  
عدم ضرورت کے سبب سے یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہیں واستحذام الحنفی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحرمہ حتمہ عشر اور حنفی  
یعنی خوب سے خدمت لینا مکروہ ہے ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہے خواہ باہر خواہ گھر میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوب سے باہر خدمت لینا  
مکروہ نہیں بلکہ اس کا جانا گھر کے اندر عورت میں مکروہ ہے اگر اس کی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو و کہہ اقرض اسے اعطاء بقال کجناز وغیرہ  
راہم اور الخوف بلکہ لوبقی بیدہ بشرط لیاخذ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولو لم یشرط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک بشرط لایہ لانہ قرض جبر  
نفعاً و ہو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقرض یعنی روپیے یا گیسوں بقال کا چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اس کے پاس سے  
یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بموجب اس کے لیا کرے گا متفرق جو چاہے گا اور اگر بہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہے  
مکروہ اسی واسطے دیتا ہے تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرع بلایۃ دلیل کراہت کی یہ ہے کہ اس طرح دینا وہ قرض ہے جس سے مالک نے نفع حاصل  
کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھ دیتا ہے اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہے گا خرچ  
ہو جائے گا تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہے تو یہ مکروہ ہے اس واسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے  
کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ معروف کامل شرط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی میں حدیث مرفوعہ ہے کہ جب  
قرض دے تو مستغرق کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اس کی سواری پر سوار نہ ہو مگر اس وقت جب کہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونوں میں قرض سے پہلے بھی جاری ہو  
و بیہقی کی دوسری روایت یہ ہے کہ قرض جبر منفعۃ فلو وجہ من وجہ الربا یعنی جو قرض نفع کھینچنے تو وہ بھی ایک وجہ ہے ربائی وجہ سے کذا فی یعنی شرح  
لمذاہم فلو اودعہ لایکول لہ لولہک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھ دے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہیں اس  
طے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جائے بقال کے پاس تو اس پر تاوان نہیں مگر جب ودیعت میں ضمان نہ ہو تو قرض ثابت نہ ہو المذاہم منفعۃ مکروہ نہ بھڑا  
و کذا الو شرط ذلک قبل الاقرض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقاً قسانی و شرعاً لایہ اور اسی طرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق  
مکروہ نہیں کذا فی القسانی و الشرع بلایم تجنیس اور خرید میں اس کی تین صورتیں مذکور ہیں ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض میں شرط کرے دوسرے  
یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہے یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اس کے  
قرض دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نفس عقد میں منفعۃ شرط نہیں کذا فی الطحاوی عن الشرع بلایۃ و کہہ تحریراً باللعب بالزاد اور نہ کھینا مکروہ  
تحریری ہے مگر یہ کھیل آرڈشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اس کو نہ دشیر کہتے ہیں کذا فی القاموس قسانی نے کہا کہ یہ کھیل شاہ پور بن آرڈشیر کی موضوعات  
سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہے ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہے اور مسقط عدالت ہے بالاجماع انتہی اور حرمت نہ دشیر کی حدیث مرفوعہ  
میں ثابت ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے اور عینی نے اس میں صحیح مسلم سے روایت کی ہے و کذا الشطرنج بکسر اولہ و ہل ولا یفتح الا نادراً اور اسی طرح  
شطرنج مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجزہ ہے اور سین مہلہ بھی جائز ہے اور اس کو فتح نہیں دیا جاتا مگر بقلتم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث  
ضعیفہ میں مذکور ہے لیکن عمدہ دلیل اس کی تحریم پر یہ ہے کہ وہ لولہ ہے اور ان ملاعب شلہ سے جن کا استثناء حدیث معتد میں ثابت ہے خارج ہے  
کذا فی یعنی شرح وقایہ میں ہے کہ شطرنج کھیلنے میں عزت غانہ کا مظنہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہے اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہے کہ کھیلنے والے کو  
بھوک پیاس کی خبر نہیں رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہے و اباحہ الشافعی و ابو یوسف ر فی روایت و نظمنا شارح الوہابیۃ فقلل سے و لا باس بالشطرنج  
و جاروۃ عن الخبر تاضی الشرق والغرب تو شرعاً اور شطرنج کو مباح کہا ہے شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت میں اور اس کو نظم کیا ہے



شارح و بہانہ نے سو یوں کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں شطرنج میں اور ایک روایت ہے منقول علامہ شرق مغرب کے قاضی سے یعنی ابو یوسف سے و ہذا اذا لم یقام ولم یدام ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ باجہت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہے جب کہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادائے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے و کہہ کل لہو لعلہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو لعلہ حرام الا ثلثہ ملاعبۃ الہ و تادیب لفرسہ و مناصبۃ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کے واسطے لموا اور لعب اور عیث بمعنی واحد میں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے انجستہم انما خلقناکم عبثاً یعنی کیا یہ تم نے گمان کیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے لسانی کی حدیث مرفوعہ میں تعلیم سیاحت یعنی پانی میں طیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے و کہہ جعل العقل طوقاً لراۃ فی عنق العبد یتعلم باقاہ و فی زمانہ لا یأس بہ لغلبۃ الالباق خصوصاً فی السودان و ہوا مختار لکافی شرح الجمع للعیسیٰ لہ اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اس کا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں لیسب کثرت بھاگنے کے خصوصاً جمنی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ہم راایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تاکہ معلوم ہو کہ یہ گرجنیت ہے اور وہ طوق ہے جس میں مسماۃ عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحاوی و کہہ قولہ فی دعاءہ بمقعدا العز من عرشک ولو بتقدیم العین اور اپنی دعائیں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمقعدا العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ہم یہاں دو صورتیں ہیں مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور مقعد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سود و نون طرح مکروہ ہے اس واسطے کہ مقعد مشتق ہے قود سے تو ممکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور مقعد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اس لئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موسوم حدیث ہے اس واسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصاً وعن ابی یوسف ر لا یأس بہ و بہ اخذ ابواللیث ر للآثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعائیں بمقعدا العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابواللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے م اثر مذکور ذہبی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں شائے خدا سے عزوجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیت الکرسی سات بار پڑھ اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و ہو علی کل شیء قدیر دس بار کہ پھر یہ دعا کر اللہم انی اسألك بمعاقدا العز من عرشک و منہشی الرحمة من کتابک واسمک الاعظم و کلماتک الثماتہ پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سراٹھا پھر داہنے بائیں سلام کر اور اجماعاً کو یہ دعا نہ سکھا اس واسطے کہ وہ دعا کریں گے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اس کی تکذیب کی کذا فی العینی شرح المداۃ لطحاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عرش کی صفت قرار دیجے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اس واسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجید کے ثابت ہے اور فقیہ ابواللیث نے جو ۱۱ ایک نسخہ میں اس کے بعد عبارت ہے بخلاف القید فانہ حلال کہ مراد بخلاف القید تنہا ہے باقی مترادف یعنی بخلاف بیڑی ڈالنے کے کہ وہ حلال ہے جیسے اوپر گذرا چکے ۱۲ سند مکروہ ہوتا تھا اور مترجم اول نے اس کو ترک کر دیا تھا لہذا ترک کیا گیا ۱۳ ۱۴ نہیں ہے کوئی مجبور بخیر خدا کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کو سلطنت ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۵ ۱۶ اہل میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بظیف تیرے عرش کے جلوں کے جن میں تیری عزت و اہمیت ہے اور بظیف منمائے رحمت کے تیری کتاب سے اور تیرے اسم اعظم اور کلمات تامہ کے بظیف سے ۱۷



اس کو اختیار کیا ہے تو اس کی بھی وجہ وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذا امتشابه انما یثبت القطعی بذایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اس واسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اس واسطے کہ امتشابه تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ہم یعنی تنزیہ رب العالمین شواہد حدوث اور جہانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موم حدوث سے تو اس کی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اس کا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے و فی التا تاریخانیۃ معزیہ للمنتقی عن ابی یوسف

عن ابی حنیفۃ لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الاب والدعاء الماذون فیہ المأمور بہ بالاستفیض من قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنی فادعوه بہا قال وکذا لا یصلی علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تا تاریخانیۃ میں منسوب بمبنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفۃ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا ماذون فیہ اور مأمور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سوائے اسماء سے دعا کیا کر دے اور اسی طرح صلوٰۃ اور درود کوئی کسی کو نہ کہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالبتع درست ہے مگر خانیۃ میں ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ اللہم صلی علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا اللہم صلی علی محمد و علی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الخطاوی وکرہ قولہ بحق رسدک وانبیائک واولیائک وحق البیت لانه لاحق للمخلق علی الخالق تعالیٰ اور مکرر ہے یوں کہنا دعائیں بحق رسدک وحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اس واسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک و تعالیٰ پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرمًا ثابت ہے یہاں تک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ درست ہے قال تعالیٰ واستغوا الیہ الوسیلۃ کذا فی الخطاوی تبصر و لو قال لاخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لایزید ذلک وان کان الاولی فغدر ودر اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اس پر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہیں مستحب ہے و فی المختارات قال ابن المبارک سال لوجہ اللہ وحق اللہ یعنی ان لا یعطیہ شیئاً لانه عظم ما حق اللہ اور مختارات میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ اس کو کچھ نہ دے اس واسطے کہ اس نے تعظیم کی اس چیز کی جس کو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پر در و گار جل شانہ کا نام لے کر خطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو و فیما قرأ القرآن ولا عمل بموجبہ ثواب علی قرآنہ ممن یصلی ویصی اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اس کے بموجب عمل کیا تو پڑھنے کا ثواب پاوے گا ماننے اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہو ایک جہت سے اور گناہ ہو اور دوسری جہت سے فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا بل یکور رفع الصوت بالذکر والدعاء قبل نغم وتمام قبل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے اولاً مہذب کرنا ذکر اور دعائیں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اس کا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اس کا حکم باختلاف احوال ذکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الخطاوی وکرہ احتکار قوت البشیر کثیرین وغب ولوز والیہا کم کتبہن وقت فی بلد یضربا ہلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور

۱۱۔ اٹھ صلوٰۃ نازل کر خداں شخص پر ۱۲۔ اٹھ اسی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل اور اصحاب پر ۱۳۔ حق اپنے رسول کے اور حق اپنے انبیاء کے اور حق اپنے اولیاء کے تو دعا قبول کر ۱۴۔ اٹھ اسی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ پر سوال کرنے والوں کے حق کی وجہ سے ۱۵۔



اور بادام اور جانوروں کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو، احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا محظ کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جس کا حبس خلق کو مضرب ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے ہم دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتفاع گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہ ہو تو بہتر ہے کذا فی الطحاوی الحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے م یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور ابو علی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر شہر میں بیچنے کو لادے تو وہ مرزوق یعنی اس کی روزی میں برکت ہے اس لئے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے دعاء مسلمان کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلألق ہے لہذا اس پر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اس کو نہ بیچے گرانی کے انتفاع سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر نہ ہو حبس سے یعنی اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہ ہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں م ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہ ہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اس لئے کہ اس نے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تعلق الجلب اور مانند احتکار کے تعلق جلب ہے م تعلق جلب یعنی شہر سے نکل کر کھپ اور بھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر مضرب شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپا دے والا تعلق جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذا فی الہدایۃ وشرعاً وجب ان یا مرہ القاضی بیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عززہ بما یراہ رادعاً وباع القاضی علیہ طعاماً وفاقاً علی الصصح اور یہ واجب ہے کہ جس قدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اس کی اور اس کے گھر والوں کی قوت سے اس کے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اس کو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اس کی زجر اور توبیخ کے واسطے اور قاضی اس کا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین رحمہم کے بقول اصح م ہر چند امام کے نزدیک مجرب جائز نہیں لیکن در صورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک اخذ الطعام من الممتکرین و فرق علیہم فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وذا لیس یجوز بل للضرورة ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضائہ ولقد الزیلعی عن الاختیار واقروہ اور سراج وناج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کٹاؤش ہو تو اس کے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی مجرب نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اس کو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اس کو ثابت رکھا ولا یكون محتکراً بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف ومجلوبہ من بلد آخر خلافاً للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اس کے غلہ کے حبس سے جس کو لاد لایا ہے دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے م اپنی زمین کے حبس غلہ سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اس کا خالص حق ہے حق عوام اس سے متعلق نہیں تو مبطل حق خلق نہ ہوا اور مجلوب کے حبس سے اس واسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق نہیں فقیہ ابواللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اس کے نہ بیچنے سے ضرر نہ ہو اور جو



صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اس کی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اس کو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو مضرت نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ جو صاحب ہدایہ نے محبوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک موسلم نہیں اس واسطے کہ نفعیہ البوالیث نے اس کو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو محبوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکہ احتکار ہو گا کذا فی العینی شرح المداہم مختصر وعند محمد ان کان یحبب من عادیہ کرہ دہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اس واسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نزع مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نزع مقرر نہ کرو اس واسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ہی نزع مقرر دینے والا قابض اور باسط الرزاق ہے یعنی تنگی اور کشائش اناج کی اسی کی طرف سے ہے ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نزع گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نزع مقرر کر دیجیے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرزاق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلیٰ موسلی نے اپنی مسندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعذیرا فاحشا فلیسعر بمشورۃ اہل الراۃ مگر جب کہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل راستے کے مشورہ سے نزع مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کی صورت عینی اور زبانی وغیرہ جانے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گزانی کے سال میں نزع کرنا واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نزع حاکم پر واجب نہیں در صورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے و فی الاختیار تم اذا سمع وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتري وحیثہ ان یقول لہ یعنی ہاتھ اور اختیار میں ہے پھر جب کہ حاکم نزع مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اس کے نزع سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضا مندی کے سبب سے توحید جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیع جس قدر تو چاہے لہذا فی العینی عن الجیظ ولو اصطلموا علی سمر الجوز واللحم ووزن ناقصا رجح المشتري بالنقصان فی الجوز لا اللحم لشہرۃ صغرہ علاۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نزع مقرر کر لیں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان بھرے روٹی میں نہ گوشت میں اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نزع مشہور ہو بخلاف گوشت کے کہ اس میں شہرت نہیں ہوتی مگر لفت ہم یہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان بھرے اس واسطے کہ معروف کا مشروط ہے کذا فی الزبانی وغیرہ قلت وانا دان التسعیر فی القوتین لا غیر وہ بصرح العتانی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیہم الحاکم ہمارے اہل مال ابو یوسف مینعی ان یجوز ذکرہ القستانی فان ابو یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقررتہ برہم کتاہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نزع مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اس کو صریح بیان کر دیا ہے عتانی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گزانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم ان پر زبردستی نزع مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قستانی نے اس واسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت منکر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اس کو غور کرے مگر ہ امساک الحامات و لونی برہان ان کان لیضر بالناس بضر او جلب اور مکروہ ہے کیوتروں کا رکھنا اگرچہ کیوتراپنے درہوں میں رہتے ہیں



بشرطیکہ لوگوں کو ضرر نہ ہو تا ہر نظر سے یا جلب سے ہم نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورت پر کبوتر بازی کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اس کے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر آتا ہو اور یہ شخص اس کو پکڑ لیتا ہو والا احتیاط ان یصدق بہا ثم یشتريہا او تو مہب لم یحببے اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اس کے مالک کو نہ جانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو مچھراس کو محتاج سے خرید کر لے یا اس کو مہبہ کر دیا جائے تصدق کے بعد کذا فی الجلبتے ہم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہ ہو تو اس کا رکھنا حلال نہیں اس کو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسائی کی نیت سے فان کان لبطر با فوق السطح مطلقا علی عورت المسلمین ویکسر زجاجا والناس برمیۃ تلک الحمامات عزرو ومنع اشد المنع فان لم یمنع بند لک ذبحا اسے الحمامات المختب مچھراگر کبوتر بازان کو اڑاتا ہو چیت کے اور چھانکتا عورت مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور مارنے سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اس کے باز نہ رہے تو کبوتروں کو مختب ذبح کر ڈالے وصرح فی انہ یجب وجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بامر ولعلہ اعتمد علی عادتم اور وہ یہاں یہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تعزیر کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورت اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اس نے ان کی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہاں کے زمانے میں تاکنے بھانکنے اور پھریاں پھینکنے کی عادت ہو گئی لہذا اس نے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما لاستیناس مباح کثیرا و عسافر لیقحقا ان قال من اخذ ما منی له ولا تخرج عن ملکک باعنا قہ وقیل یکره لانه یضیع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہے تو مباح ہے جیسے کنجشک نزدیک کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ ان کو پکڑ لے تو وہ اس کے میں اور چھوڑ دینے سے اس کی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی تا وقتیکہ دوسرا شخص ان کو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہے اس واسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی و فی المختارات سیب وابۃ قال ہی لمن اخذ ما منی یاخذ ما منی اخذ ما منی مرفی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اس کا ملک ہے جو اس کو پکڑ لے تو اس کے پکڑنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وحمیدہ والکرب علی الحمیر بلا جہد وضرب از ظلم الدابة اشد من ظلم الذئب انما اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اس کا لادنا اور گدھوں سے کھیت جو تبا بدول مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اس واسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے ہم یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اس کو مبت مانا ظلم شدید ہے وجہ ہذا یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدا کے تعالیٰ کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر ہے جس نے ظلم کیا اس پر جس کا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ظلم ذمی مسلم سے اس واسطے سخت تر ہے کہ وہ شدت ظلم کرے گا اپنے ظلم پر تاکہ اس کے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحاوی ولا یاس بالمسابقة فی الرمی والقوس والبغل والمارک کذا فی ملتقی والجمع واقرو المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فتنہ والابل وعلی الاقدام لانه من اسباب الجہاد فان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لے جانے کا تیر اندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے میں اس واسطے کہ امور مذکورہ جملہ کے اسباب میں تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ مخیر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یہاں تو اس کو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اس کے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی میں علت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیر اندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلث لا یجوز فی الاقدام اسے بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کر کے درست نہیں واما بدو نہ فیباح فی کل الملاعب کمایاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور ملاہی



چنانچہ آگے آوے گا م ظاہر ہے کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اس کا مفید ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحاوی  
**حل الجمل** و طاب لانه یصیر مستحقاً ذکرہ البرجندی وغیرہ و علائہ البرازی بانہ لا یتحقق بالشروط شئ لعدم العقد و القبض انتہی و مفادہ لزوم العقد  
 یقول الشافعیہ فبصر مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحب مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے  
 برجندی وغیرہ نے اور برازی نے اس کی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہ ہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام  
 البرازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اس کو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض  
 سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاوے گا ان شرط المال فی المسابقة من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے  
 اگر مسابقت میں ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمد سے کہا کہ اگر میرا تیرا سبقت کرے تیرے تیرے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے  
 بڑھ جائے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھ سے لوں گا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دوں گا و حرم لو شرط  
 فیہا من الجانبین لانه یصیر قاراً و مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط ہو اس واسطے کہ یہ  
 قار اور جو ہو گیا اس لئے کہ قار وہ ہے جس میں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا خلا ثالثاً محلاً بینہما بفرس کف  
 لفرسہما تو ہم ان لیسبقتما و الا لم یجزئہم اذا سبقتما اخذ منها وان سبقا لم یعطیا و فیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحب جانبین کا مال مشروط حرام  
 ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جب کہ دونوں نے تیسرے شخص محل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اس کا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے  
 سے اس طرح برابر ہو کہ اس کا آگے بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اس کا گھوڑا ایسا نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر  
 تیسرا محل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا ان کو کچھ نہ دے گا اور دونوں  
 شخص آپس میں جو بڑھ جاوے گا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لے گا محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اس وقت جواز کا حید ہوگا جب کہ اس کا  
 سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اس کی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اس کا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین  
 نے محل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھ پر تو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت  
 کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو  
 ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ دیں تو ازراہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے  
 معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی صورت میں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اس میں تو فقط یہی احتمال  
 ہے کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قار ہونا ثابت نہ ہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اس واسطے کہ قار وہ ہے جس میں جانبین احتمال  
 غرامت میں مساوی ہوں کذا فی الطحاوی و کذا فی الحکم فی المنقذۃ فاذا شرط لمن مع الصواب صح وان شرطہ لکل علی صاحبہ لا درر و مجتہد اور اسی طرح  
 کا حکم ہے فرقہ فقہ کی مسابقت میں سوجب کہ مال شرط ہو اس کے واسطے جس کے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا  
 ہر شخص کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتہد صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہوا تو یہ قار کی صورت ہے اس واسطے  
 کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص میں موجود ہے بلکہ حلت مال کی صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جائے اگر حق کوئی اس کی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے  
 کی طرف حق کوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے فقیہ کو داخل کریں اگر مسئلہ میں صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کے واسطے مقرر کریں اگر اس  
 کی حق کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق کوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہیں کذا فی الطحاوی والمصارعة لیست بدعة الا للشمی فکثرہ برجندی



اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لمو لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی البرجندی م جو اہم فتاویٰ میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہوتا کہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاوے گا واما السباق بلا حمل فحل فی کل شئ کمایاتی اور باہم سبقت کرنا بدول اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہے چنانچہ مسائل شتہ میں آوے گا وعند الشافعیۃ المسابقة بالاقدام والبطر والبقر والسباحة والصولجان والبنوق والسفن ورمی الحجر والشالہ بالید والشاک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالی تم وکذا یحل کل لعب خطر لحاق تغلب سلامة کرمی الرام وصيد لیمۃ وحمل التفرج علیہم حیث مذکور حدیث حد فو من بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ بقصد الفرجة لا الحجة بل وما یتیقن کذبہ لیکن یقصد ضرب الامثال والمواظط ولتقیم خواشیا علیہ علی السنۃ اکادیمین او حیوانات ذکرہ ابن حجر اور شافعی مذہبوں کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیہ اندازی اور سفن اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اٹھا دینے اور انگلیاں پیچی کر کے پتھر کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں کیا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے میں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی خطرناک باہر تجربہ کار کو جس کا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہے امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور ان پر اس وقت میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ نقل کی بنی اسرائیل سے اس کے مفید ہے کہ عجائب وغرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جس کا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے انبساط خاطر کے واسطے بلکہ جس کا کذب یقینی ہے اس کی بھی سماعت حلال ہے لیکن حرب اشل اور نصائح کی نیت سے اور طعنت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیدہ ومنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہے ابن حجر شافعی نے م طحاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروغ شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ ہاں اس کا ذکر اس وہم میں البتہ ڈالتا ہے کہ قواعد حنفیہ بھی اسی کو مقتضی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قواعد مذہب اس کے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہیں واللہ اعلم فقیہ ابو الیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہ کہ اس میں مذکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سورتے سے دوسرے یہ کہ حکایات کا ذہب اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہ کہ دفع دھشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اس کا مضائقہ نہیں لیکن ترک اس کا افضل ہے اور جب ایسا کریں تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تاکہ خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختاریہ ہے کہ اس کے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہیں اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحاوی ولستحب قلم الظاہیرہ الامجاہدنی دار الحرب فیستحب تو فیہ شاربہ واطفارہ لیوم الجمعة وکونہ بعد الصلوة افضل الا فاخو الیہ تاخیرا فاحشا میکروہ لان من کان ظفرہ طویلا کان من رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں سوا اس کو موبچیں اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن تراشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جب کہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کر کے تو اس طرح پر جمعہ پر معین رکھنا مکروہ ہے اس واسطے کہ جس کا ناخن دراز ہوگا اس کا رزق تنگ ہوگا م لائق یوں ہے کہ ناخن تراشنے اور بال منڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر ان کو پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہے اس واسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الحانیۃ عنابہ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے ناخن اور بال اور خون اور لہہ حیض کا و فی الحدیث من قلم الظاہیرہ لیوم الجمعة اعافہ اللہ من البلیا یا الی الجمعة الاخری و زیادۃ ثلثۃ ایام در حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالیٰ

سلفہ مترم اول نے اس کا ترجمہ نہیں کیا ظاہر اس سے کشتیوں کی مسافت ہے ۱۲ ف دوز جمعہ ناخن تراشیدن مستحب است ف استماع حکایات کا ذہب مکروہ ہے



اس کو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وعنه صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفاً لمثلہ ابداً یعنی بقول علی رضی اللہ عنہ سے قلموا اظفارکم بسنتہ وادب ۛ یعنی خواہیں بسیار باو خب ۛ و بیانہ و تمامہ فی مفتاح السعاده اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اس کی آنکھ کبھی نہ جوش کرے یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کا نو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خواہیں اور بائیں او خب ہے اور اس کا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعاده میں ہے م اس بیت میں ہر حرف سے انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہے تو خاء معجب سے مراد ہے خنصر اور واؤ سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ اور بائیں ہاتھ میں علی ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف باطل اور موضوع ہے و فی الشرح الغزنویہ و ردی اند صلی اللہ علیہ وسلم بدلاً بمسحۃ الیمینہ الی الخنصر بخنصر الیسر سے الے الہام و ختم باہام الیمینہ و ذکر لہ الغزالی فی الاحیاء و جہا و حیاء اور شرح غزنویہ میں اور مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور اہام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی وجہ معقول بیان کی ہے م وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں سے بلا شک افضل ہے اور داہنے ہاتھ میں کلمہ شہادت کی انگلی بلا رب افضل ہے تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اس کی جانب مین وسطی ہے اور اس کے یمن بنصر اور اس کے یمن خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملائے تو بائیں ہاتھ کی خنصر جانب یمن ہے علی ہذا القیاس تا ابہام الیمین اور یمن افضل ہے شمال سے لہذا احتتام ہوا ابہام الیمین پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاوی تقیمما کتھلیہا اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں اور بہتر ہے پاؤں کے ناخن تراشنا اس کے حلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یعنی سے اور احتتام خنصر یعنی پر قلت و فی المواہب اللدیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شئ ولا فی تعیین یوم لہ عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ حافظ حدیث ابن حجر سے نقل نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہے جس طرح کہ اس کی حاجت ہو اور اس کی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور اس کے واسطے روز مقرر کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہیں م تعلیم اظفار وغیرہ میں جو احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہیں و بالعیز من انہم فی ذلک للام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تعلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف پھر ابن حجر کی طرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین ربی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے و یستحب حلق عانۃ و تنظیف بدنہ بالاعتسال فی کل اسبوع مرۃ والا فضل یوم الجمعۃ وجانزی کل خمسۃ عشر وکرۃ ترکہ وراہ الاربعین مجتہدے اور مومئے زمار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک بار اور جمعہ کا دن اس کے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا حلق اور اعتسال کا ۴ دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتہد م یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتہد کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد از بعین اس میں کچھ عذر نہیں اور وہ وعید کا مستحق ہے عزاب میں ہے کہ حلق عانۃ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر مومئے زمار دفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دود کرنا کھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہے لیکن کھاڑنا افضل ہے قنیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے کذا فی الطحاوی وفیہ حلق الشارب بدعۃ و فیل سنتہ ولا باس بقتف الشنب واخذ اطراف اللیمۃ والسنتہ فیہا القبضۃ اور مجتہد میں ہے کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سنت ہے اور ضائقہ نہیں ہے سپید بال کے کھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے

۱۔ خنصر چھنگلی اور بنصر اس کے پاس کی اور وسطی بیچ کی اور سبابہ انگوشت شہادت اور ابہام انگوٹھا ۱۲



میں اور ڈاڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے ہم محیط سرخسی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی قبضہ میں پکڑے جس قدر قبضہ سے باہر ہو اس کو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہیں انتہی مجتہد میں ہے کہ اتنا مچھوں کا کرتا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاویں یہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غراب میں ہے کہ نتف فینکین یعنی زیر لب کے دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قینہ میں ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث اکلا ہے کذا فی الطحاوی وفيه قطع شعر رأسہ اثمت ولعنہ زائد فی البرازیۃ وان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یکرہ علی الرجل قطع لحيته والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتہد میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اس پر لعنت ہے بزاز یہ میں اتنا زیادہ کہا کہ اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اس واسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں اور اسی واسطے حرام ہے مرد پر دوسرے مرد کی ڈاڑھی کا قطع کرنا اور معنی مؤثر یعنی علت ففتی قطع موئے زن کی حرمت میں مشابہت پیدا کرنا ہے مردوں سے اور عورت کی تشبیہ برجال جائز نہیں انتہی مافی البرازیۃ قلت واما خلق رأسہ ففی الوہابیۃ قال وقد قیل ۵ خلق الرأس فی کل جمعة ۶ ۷ یجب وبعض بالجوار یعبیر بہ میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہ بیانیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعض اس کو جائز کہتے ہیں نہ مستحب نہ حل تعلیم علم الصلوٰۃ او نحوہ لیسلم الناس و آخر لیعمل یہ فالاول افضل لانه متعدد ایک مرد ہے کہ غازی یا اس کے مانند علم دین سیکھتا ہے تکلیفوں کو تقسیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اس پر عمل کریں تو پہلا شخص افضل ہے اس واسطے کہ اس کے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غرق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر مناتا ہے وردی مذاکرۃ العلم ساعة خیر من احياء لیلۃ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت م عالمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جب کہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسی طرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اس واسطے کہ اس کا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادائے فرائض میں نقصان واقع نہ ہو اور صحت نیت یہ کہ رضائے حق تعالیٰ اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجمل اور نفع خلق اور احياء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہ ہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلیم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شامک صالحین میں نظر کرے طلب علم بقصد ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوائے اس کے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جس کا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اس کے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جس کے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تبہر علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات غازیچگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جس کا نفع آخرت میں نہیں وہ علم بدل اور منافرات کا ہے تو اس کے اشتغال میں علم کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام خصم ہے نہ اعمار حق کذا فی الطحاوی مختصراً ولہ الخروج للطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ یو ملتییا ونامہ فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ ڈاڑھی والا ہو اور پورا بیان در میں ہے ہم اور اگر مرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مرد علم شرعی ہے نہ علم کلام اور مانند اس کے جو زبان فلاسفہ

ف اقسام علم



اور ان کے ابائیں سے ملو ہے ہذا تمام مافی الدرر و اذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضرب الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبتہ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جب کہ ایک شخص ناز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اس کی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں بیان تک کہ اگر حاکم کو اس کی خبر دے تاکہ وہ اس کو ڈانٹے تو مجرب کہچہ گناہ نہیں مگر اس بدگوئی اس وجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اس کا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے و قالوا ان علم ان اباه یقدر علی منعہ علمہ ولو بکتاہ والا لایکمل تفعیل العداۃ و تمامہ فی الدرر اور فقہاء نے کہا کہ اگر جانے کہ اس کا باپ اس کے منع کرنے پر قادر ہے تو اس کو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہ ہو تو آگاہ نہ کرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جائے اور پورا اس کا بیان درزیں ہے و کذا الاثم علیہ لو ذکر مساوی اخیه علی وجہ الاستہتمام لایکون غیبتہ انما الغیبتہ ان ینذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسی طرح اس پر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسی طرح کا بیان عیوب غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بر وجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور جب جوئی کا قصد کر کے ولو ان عتاب اہل قریۃ فلیس بغیبتہ لانہ لایرید بہ کلم بل یغضبہ و ہو مجہول خانیۃ فیباح غیبتہ مجہول و متظاہر بفتح و لمصاہرۃ و لسوا اعتقاد تحذیرا منہ و لشکوی ظلامۃ للہی کم شرح و مہینۃ اور اگر ایک گاؤں والوں کی غیبت کرے تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے اس واسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں معین نہیں کذا فی الخانیۃ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتارشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی الشرح الوہابیۃ مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اس کے عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسی طرح اگر معاملہ یا اس کے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اس کا عیب نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسی طرح روایت اور شیوخ میں مجروحین کی جرح جائز ہے تا مہلین شرع محفوظ رہیں اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے معنی سے اس طرح فتویٰ پوچھنا درست ہے کہ مجھ پر فلا نے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اس کا شرع میں کیا حکم ہے اور تعین کے واسطے القاب مشورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلا نا چیرا یا لنگڑا درست ہے یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الخطاوی مختصراً و کما تکون الغیبتہ باللسان صریحاً تکون ایضاً بالفعل و بالتعریض و بالکتابۃ و بالحرکت و بالمرز و بغير تعین و الاشارة بالید و کل ما یفہم من المقصود منہ و مل فی الغیبتہ و مہرام اور جیسے صریحاً زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے او تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور انحال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت عائشہ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امراة فلما ولت اولدت بیدی اے قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبیہا اور بمنزلہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پیٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس کی غیبت کی ومن ذلک المحاکاة کان میثی متعارفا و کما میثی فہو غیبتہ بل اجمع لانہ اعظم فی المتصور و استقیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرتا ہے چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدرجہ

ف پانچ شخصوں کی غیبت نہ ہے

۱۲ یہ بقیہ ہے اس کا جو درمیں ہے ۱۲



غیبت قوی سے اس واسطے کہ وہ بقویہ اور تقصیم میں زیادہ تر اور عظیم تر ہے قوی سے ومن الغیبت ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من راناہ اذا کان الخ  
 یفہم شخصاً معیناً لان المنہ ورتقہ دون مابہ التفتہم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منہ غیبت یہ ہے کہ کہ جو شخص آج کے دن  
 ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جس کو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اس وقت غیبت سے جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اس واسطے کہ منہ ورتقہ اور  
 ممنوع یفہم شخص سے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جب کہ مخاطب اس کی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اس کا شرح و بیانہ  
 میں ہے م اور بعض نسخہ میں بجائے شرح و بیانہ کی شرح شرح ہے وفيما الغیبت ان تصف احاک حال کو نہ غائباً بوصف پھر یہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ  
 رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ردون ما الغیبت قالوا اللہ ورسولہ اہم قال ذکرک احاک بما یکرہ قیل افریت انکان فی اجنی ما قول قال  
 انکان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اس کا ایسا حال  
 یا قال تو بیان کرے جو اس کو برا لگے جب کہ وہ اس کو سنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے  
 کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ تر دانہ ہے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اس کو مکروہ  
 معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اس میں وہ  
 ہے جس کو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو البتہ تو نے اس پر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا  
 یہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افتراء ہے غیبت سے قبیح تر مخطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں  
 تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی  
 اس کا استماع بھی حرام ہے حق تعالیٰ اس بلائے عام سے ہم کو نجات بخشنے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث  
 صحیح ہے واذ لم تبلغہ یغیہ الذم والاشراط بیان کل ما اعتابہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اس کو اس کی خبر نہیں پہنچی تو غیبت کرنے سے مذمت  
 اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اس کو غیبت کی خبر پہنچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اس کا بیان کرنا معتاب کے سامنے اور معاف  
 کروانا شرط ہے رفع گناہ میں م یعنی در صورت عدم علم معتاب تو یہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اس کے سامنے یوں بیان کرنا چاہیے کہ  
 میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اس کو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا مخطاوی نے کہا نا ہر ابراربت عامہ کفایت نہ کرے گی  
 واللہ اعلم وصلۃ الرحم واجبہ ولو کانت بسلام و تحیۃ و ہدیۃ و معادۃ و مجالسۃ و مکالمۃ و تطف و احسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک  
 قرابت والوں سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہم نشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی  
 کرنے اور احسان سے ہو ویز و رحم غنائیزید جابل یز و راقربادہ کل جمیعۃ او شہر ولا یرد حاجتہم لانہ من القطیعیۃ فی الحدیث ان اللہ یصل من وصل رحمہ  
 یقطع من قطعہ و فی الحدیث صلۃ الرحم تزیید فی العمر و تمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والوں سے ایک روز درمیان دے کر حاجت  
 زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر سات دن میں یا ہر مہینے میں اور ان کی حاجت کو نہ روکے اس واسطے کہ حاجت روانی نہ کرنا  
 قطع رحم میں داخل ہے حدیث میں ہے کہ مقرر حق تعالیٰ احسان کرتا ہے اس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اس  
 سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اس کا پورا بیان  
 درر میں ہے م درر میں ہے کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ مکمل اور مددگاری میں غیروں پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق میں انتہی اور مددگاری قرابت

سے یعنی اس طرح کہ جو میں نے تیری غیبت کی ہر اس کو معاف کر اور وہ معاف کر دے تو کافی نہیں جب تک کہ غیبت کی تعیین نہ کرے ۱۱



والے کی اس شرط پر ہے جب کہ وہ مخالف شرع کے نہ ہو اور نہیں تو اس کا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحرم میں ہے اختلاف ہے اس قرابت میں جس کی معاونت واجب ہے بعضوں نے کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہر قرابت در مراد ہے محرم ہو یا نہ ہو تو اگر قرابت والوں کے پاس ہے تو ان کو ہدیہ دینا اور ان کی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور ان کے کام میں اعانت کرنا لازم ہے اگر ان کو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اس کی دشمنی سے قطع احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور ان کی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہے اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ ماں کے مانند ہے ماں کے بعد اور چچا باپ کے مانند ہے حسن سلوک میں بنا بریک قول کے اور صلہ رحمی میں دس فضیلتیں ہیں ۱۔ خوشنودی حق تعالیٰ کی ۲۔ ادخال سرور ۳۔ فرشتوں کا خوش کرنا ۴۔ نیک نامی ۵۔ شیطان کو غمگین کرنا ۶۔ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷۔ رزق میں برکت ہونا ۸۔ سرور موت ۹۔ محبت زیادہ ہونا ۱۰۔ انوار زیادہ ہونا موت کے بعد اس واسطے کہ جب اس کا احسان یاد کریں گے دعا خیر کریں گے زیادت عمر کی تادیل میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت کے اس کا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ لوح محفوظ میں طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہے کذا فی الطحاوی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے متعلق ہے کہتی ہے جو مجھ سے جوڑے اللہ اس سے جوڑے گا اور جو مجھ سے توڑے اللہ اس سے توڑے گا اور بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اس واسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت ہوتی ہے اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہے اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کی خیرات میں فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت والے کے دینے میں دو ثواب ہیں ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول و سلیم المسلم علی اہل الذمۃ لولہ حاجت الیہ والا کرہ وہو الصحیح کہا کہ المسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح و اکثر الممتون بلفظ و سلیم فادلتما ہذا و لکن بعض نسخ المتن و لا سلیم وہو الا حسن الاسلام فافہم اور سلام کرے مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسی طرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخوں میں بلفظ و سلیم کے وارد ہے تو میں نے اس کی یوں تادیل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے ولکن متن کے بعض نسخوں میں و لا سلیم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر ہے تادیل سے تو اس کو سمجھ لے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت میں تو یوں سلام لکھے السلام علی من اتبع الهدی کراہت مصافحہ ذمی غیر مہمایہ پر محمول ہے اور اگر مہمایہ ہو تو قننیہ میں ہے کہ مہمایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جب کہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اس کو رنج ہوتا ہو محیط میں عبد الرحمن کا تب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اس پر پیشگی کرنا مکروہ ہے زلعی میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست اور حلیکم سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداء سے سلام نہ کرے اس واسطے کہ اس میں اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اس کی طرف حاجت ہو تو ابتداء سے سلام میں مضائقہ نہیں اور اس کے واسطے دعائے مغفرت ذکر کرے لیکن دعائے ہدایت

۱۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۱۲

ف فضاہل صلہ رحم



درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی المطحطاوی وفی شرح البخاری للعلینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرأ  
 السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال و هذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقوله علیہ الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیہود والنصار  
 بالسلام فاذا یقیمتم احدکم فی طریق فاضطروه الی الضیقہ رواہ البخاری اور علینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون صفت  
 اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلاوے اور سلام کرے اس کو جس کو تو بھیچا تا ہے اور جس کو نہیں بھیچا تا عینی نے کہا اور تعمیم سلام مخصوص مسلمین  
 ہے تو کافر کو ابتداء سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جس کو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصاریوں کو ابتداء سلام نہ کیا کرو پھر جب تم ان میں  
 سے کسی کو راہ میں ملو تو ان کو تنگ راہ کی طرف مضطر کروم تنگ راہ میں ان کو کر دینا اس صورت میں ہے جب کہ اس کا مکان ہو اور منزل کا خوف  
 نہ ہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے و کذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب  
 سے م فاسق سے فاسق معین مراد ہے نہ مستور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتہد  
 میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق متعین کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا منق اعلان کے ساتھ نہ ہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ  
 خوف نہ ہو اور ضرورت داعی نہ ہو کذا فی المطحطاوی و اما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی عموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور  
 کفر میں شک ہو تو اس میں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہاں تک کہ خصوص ثابت ہو م اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو  
 تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے و لیکن ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلوۃ التالیف ثم ورد  
 النبی انتہی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر  
 کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام یعنی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و لو سلم یہودی اور نصرانی اور مجوسی علی مسلم فلا بأس بالرد و لیکن  
 لا یرید علی قولہ و علیک کما فی النہیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اس کے جواب دینے کا مضائقہ نہیں و لیکن و  
 علیک سے زیادہ نہ کہ چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں ہے م یعنی جواب میں فقط و علیک کہے و علیک السلام نہ کہے اس واسطے کہ کافر بھی مسلمان  
 کو اسلام علیک کہتا ہے یعنی تجھ پر موت ہے اور گناہ ہے کتا ہے اسلام علیک بکسر سین یعنی تجھ پر پتھر ہے تو جب رعینک کہا تو اس کا قول  
 اسی پر ڈالا کالائے بد بڑیش خاوند و لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو  
 کافر ہو جائے گا اس واسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے و لو قال لمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور مجوسی لو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو  
 کافر ہو جائے چنانچہ اشباہ میں ہے و فیہا لو قال لذمی اطال اللہ بقاءک ان نوبی بقلوبہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذیلًا فلا بأس به اور اشباہ میں  
 ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کما حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید دراز فائدہ زندگی سے  
 سمجھے اور مسلمان ہو جائے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں م جو ہندوستانی نصاری کے نوکر و انص میں ان کو اقبال  
 لکھتے ہیں سو حرام ہے اس لئے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہ ہو ورنہ نیت  
 کون کرتا ہے و لا یجیب و سلام السائل لانیس للنجیۃ و لا یسلم وقت الخطیۃ خانیۃ اور بھیکہ مانگنے واسطے کے سلام کا جواب دینا واجب  
 نہیں ہے کذا فی النہیۃ قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار گزار کے واسطے یا تسبیح اذارت قرآن میں مشغول ہے  
 اور مذکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عتابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان  
 مواضع میں جواب نہ دے انتہی تبلیغہ سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے تا بودہ اگلے



کو سلام کرے اس لئے کہ سلام موضوع ہے اس لئے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل ہو جائے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کے واسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کے واسطے تو سلام سے مقصود دو لغز ہیں یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع بکرم وہ تو سوا کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قبیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نزدی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کس کا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الخطاوی مختصر و دنیا و اذا اتی دار انسان یجب ان یتساذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولاً ثم یتکلم ولو فی قضاء یسلم اولاً ثم اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جائے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہ ہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں و لو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برء غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہ ہوگا و لو قال یا فلان او اشار لم یعین سقط اور یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے م اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہ ہوگا کذا فی تبیین المحارم و شرط فی الرد و جواب العباس فلو اھم بریہ تحریک شیفۃ انتی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اس کا سنا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا برا ہو تو اس کو اپنے لبوں کی حرکت دکھاوے یعنی تاکہ وہ جانے کہ جواب دیا انتی مافی الخانیۃ قلت و فی المتبعی و یسقط عن الباقین برء صبی یعقل لانه من اہل اقامۃ الفرض فی الجملة بدلیل حل ذبیحہ و قیل لانی کہتا ہوں اور متبعی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اس واسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الحمد البیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا و فی المجتہد و یسقط برء العجز و فی رد الشائبۃ و الصبی و المجنون و لان و ظاہر التاجیۃ ترجیح عدم سقوط اور مجتہد میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بدھنی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں و قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے و سلیم علی الواحد لفظ الجمع و کذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام و علیکم اور جواب میں علیکم سلام کہے اس واسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اس کے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاویں گے طحاوی نے تارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے و اگر عطف زیادہ کر کے یعنی و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ اور حذف و او بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف کے ساتھ کما افضل ہے انتی و لایزید علی و برکاتہ اور زیادہ نہ کرے و برکاتہ پریم ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر شے کا منتی ہے اور سلام کا منتی برکات ہے کذا فی المحيط و رد السلام و تسمیت العباس علی الفور اور سلام کا جواب چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے م ظاہر تاخیر بلا عذر کردہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہ ہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الخطاوی و یجب رد جواب کتاب التیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اس واسطے کہ

ف خط کے سلام کو پٹھ کر جواب دینا واجب ہے

سہ اور ایک نسخہ میں و لایزید الزاد ہے یعنی جواب دینے والا و برکات سے زیادہ کہے ۱۲



غائب کی طرف سے خط منبرہ خطاب کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبیٰ اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کر جواب سلام کا نہیں دیتے  
تتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لاخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے  
دوسرے سے کہا کہ فلا نے شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو اس پر بلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اس کا سلام نہ پہنچا دے گا تو گنہگار ہوگا امام  
محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہنچا دے تو اس پر لازم ہے کہ  
پہنچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریہ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرمہ السلام علی الفاسق لو معذنا والا  
لاکما لیکرہ علی عاجز عن الرشد حقیقۃً کامل او شرعاً مکمل او قاری و لوسلم لا یتحقق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو  
اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہے سلام کرنا اس پر جو حقیقۃً جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنی جس کے منہ میں لقمہ ہے  
اور وہ چار ہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعاً چنانچہ غازیہ کا پڑھنے والا اور قرآن خواں اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق  
نہ ہوگا انتہی مافی المفتقی و قد منافی باب ما یفسد الصلوۃ کراہتہ فی بنیف و عشرین موضعاً و انہ لا یجب رد سلام علیکم بحزم المیم اور مفصلات صلوۃ کے  
باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کے میں اور چند مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بحزم المیم یعنی اگر سلام  
کے میم کو حزم کے ساتھ کہے تو زین اور منہ مذب کرے تو جواب واجب نہیں اس واسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں  
کذا فی الطحاوی لیکن ظاہر عموم جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ولو دخل ولم یر احدثاً یقول السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین  
اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں  
پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضرین جن تتارخانیہ میں ہے کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل  
ہونے میں چاہیے فروع مسکۃ طحۃ شارح کا لیکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقبۃ الناس فی المختار کما فی الاختیار و متن مواہب  
الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمذہب اللہ لبقولہ ویؤتون الزکوۃ و ہم را کون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے مگر جب  
کہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پہچانتا ہو تو اس کو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اس واسطے  
کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ان کی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ  
رکوع میں ہوتے ہیں م یعنی وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہوگئی یا جب کہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق  
اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعینہ تحفظی رقبہ ہے کذا فی الطحاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ و  
عبد الرحمن و دست ترین اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ہم مسلم اور ابو داؤد و او ترندی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر  
سے حدیث مرفوعہ منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن منادی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتیٰ کہ عبد الرحمن سے  
بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب  
الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عہدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر  
کذا فی الطحاوی و جاز التسمیۃ یعلیٰ و رشید و غیر ہما من الاسماء المشتركة و یراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی  
زماننا و لے لان العوام یصغروننا عند الذاد کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور ان کے سواے ان اسماء  
سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں ان کا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اس کے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو



حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن ان کے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اس لئے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء  
مکرمہ کو حقیر کر کے پکارتے ہیں کذا فی السراجیہ مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی عالی رتبہ ہے ہر شے سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ  
ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی مؤصل الی المداۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ حاصل کرنے  
والا اور سحر راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلیم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا باس یا ان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا باہمی  
ولا تکتوا بکینتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جس کا نام محمد ہو اس کی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ  
نہیں اس واسطے کہ یہ حدیث کہ میرا نام تور کھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اس واسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ  
کی کنیت ابو القاسم رکھی م سبب کراہت کا یہ تھا کہ ابو القاسم کہہ کر بیوہ پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات فرماتے  
تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا نہ تم کو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأة زوجہا باسمہ انتی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے  
باپ کا نام لے کر اور عورت اپنے شوہر کا نام لے کر پکارے انتی مانی السراجیہ بلفظہ چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے  
تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر ہے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کے واسطے امر ہوتا تو زوجہ کو زوج  
کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وہیہا لیکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابواللیث رحمہ فی البستان وعند قراءة القرآن  
وزاد فی المستقی تبعاً للفتاویٰ وعند التذکرۃ فاطنک بہ عند العند الذی لیسونہ وجہا اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے ویچے اور  
بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقہ ابواللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور طہنقی  
میں بات بات مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور عند اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جس کو  
بعضے صوفی وجہ کہتے ہیں معنی جب کلام صباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا محرم وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاری نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا  
فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاثر خانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر میں اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع  
آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر اللسان وهو لسان اہل الجنة من تعلمها او علم غیرہ فهو ما جور فی الحدیث حب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن  
عربی ولسان اہل الجنة فی الجنة عربی زبان فضل ہے باقی زبانوں سے اور ہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اس کو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب  
پاوے گا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھتین وجہ سے اس واسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت  
میں عربی ہے م جامع صغیر میں اجواء البیض جمع امر حاضر ہے حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ حفظہ  
لی فی العرب ثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علحدہ کتاب اس میں تالیف کی ہے ازاجلہ  
افراد و اقطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان و بغضہم نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت ان کی نفاق ہے  
اور ابوالشیخ نے ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور ان کے بانی رہنے کو اس واسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام  
میں اور ان کا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام سے کذا فی الطحاوی و فیما لطیبین القبور لا لیکرہ فی المختار وقیل لیکرہ وقال البردوی لو احتجج الی  
الکتابۃ کیلانیہ بب الاثر ولا یمتنن لا باس بذكرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقد مناه فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر مٹی لگانا  
اور کھل کر ناول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بردوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہوتا اثر نہ جاتا رہے اور گنام  
ملہ یعنی تیرا کیا گمان ہے غنا پر وعظ کے وقت ۱۲ ملہ میرا نا اور تعظیم کر د عرب میں تین باتوں کے سبب سے ۱۲ ملہ پہنچانے والا ہدایت پر اور بہتری پر ۱۲



نہ ہو تو مضائقہ نہیں اس کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اس کو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں  
فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا  
اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور  
آیت الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور اس کا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالیٰ قبر کو نورانی کر دے گا اور مصلیٰ کو بہت  
ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبہ کو پشت دے کر کھڑا  
ہو اور یوں کہ سلام علیکم یا اہل القبور لعنہم اللہ لکم انتم سلفنا دخن بالاثار اور اگر شہید ہو تو یوں کہ سلام علیکم یا صبرتم فنعیم عقبہ الدار  
اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور اذا زلزلت والکلم التکثار پڑھے  
قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دو شنبہ اور پنج شنبہ اور جمعہ اور  
ہفتہ میں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنج شنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسی طرح متبرک راتوں میں چنانچہ  
شب برات اور اسی طرح ازمنہ متبرک میں چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشوراء ابو بکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورہ اخلاص  
سات بار پڑھنا مستحب ہے مجھ کو روایت پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اس کی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو  
پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ علی بدۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر سے  
سے ہم برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر اچھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ  
لینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت  
غیرات کر دے تو بہتر ہے اور اخراج شمع قبروں کی طرف بدعت ہے اکل فی العالمگیر یعنی الموت لعنہم عیش الا خوف  
الوقوع فی معصیۃ اسے فیکرہ الخوف الدنیا لا الدین لحدیث فطن الارض خیر لکم من ظہر باخلاصہ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی  
سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے مذہب کے خوف سے  
بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اس کی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مزاجینے سے بہتر ہے لا باس  
بلبس البسی باللولو وکذا البائع کذا فی شرح الوہبانیۃ معنی بالمینیۃ وقاس علیہ الطرطوسی بقتیۃ الاحجار کیا قوت و زمر و نازعہ ابن وہبان  
بأنہ یحتاج الی نقل صریح و جزم فی الجوبہ بخرۃ اللؤلؤ قلت و عمل المصنف ما فی المینیۃ علی قولہ و ما فی الجوبہ علی قولہ و قال و قد حرقوا قلوبہا  
لفی الکافی قولہما اقرب الی عرف و یارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف و علیہ فالمتحد فی المذہب حرمت لبس اللؤلؤ و نحوہ علی الرجال لانه من  
علی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسی طرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی لی طرف منسوب کر کے  
اور موتی پر طرطوسی باقی پتھروں کو مثل یا قوت اور زمرہ کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرطوسی سے یہ نزاع کیا ہے اس کی حلت میں  
نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جو ہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کتابوں اور مصنف نے اپنی شرح میں  
موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جو ہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے  
۱۰ سلام تم پر اسے قبر والو بخشہ اللہ ہم کو اور تم کو ہم سے پہلے پہنچے اور ہم تمہارے بعد ہیں ۱۱ ف زیارت و تودہ ۱۲ سلام تو پر اس درجہ سے کہ تم نے  
ممبر کیا سو کیا اچھا ہے پچھلا گھر ۱۳ اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے طریق پر ۱۴



مصنف نے کہا اور البتہ علماء نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیانے کے روح سے تو اسی کا فتویٰ دینا چاہیے پھر مصنف نے کہا اور بموجب اس کے تو مذہب میں موتی اور اس کے مانند اور پتھروں کے پینے کی حرمت محمد ہے مردوں پر اس واسطے کہ وہ عورتوں کا زور ہے ویکرہ للولع الباس الخلیال والسوار للصبی اور ولی کو پینا ناگوجری اور کنگن کا صیغہ کو مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ عورت کا زور ہے کذا فی الخطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے اور جوشن اور ٹھونگروں کو پینا درست نہیں ولا باس یشق اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا فی الملتقط م ظاہر طفل سے مذکور مراد ہے عطف کے قرینہ سے لیکن فتاویٰ عالمگیری میں کبریٰ سے منقول ہے لا باس ان یشق اذن الطفل من البنت اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اس میں کن چھیدن انڈیٹ کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الخطاوی دہل یجوز الخرم فی الالف لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پینا ناک چھید کر میں نے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا م خطاوی نے کہا میں کتابوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانشء الکتابۃ یا لقلم المتخذ من الذہب او الفضة او من دواة کذلک سراجیہ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے پاندی کی دوات سے کذا فی السراجیہ ثم قال لا باس بتجویہ السلاح بذهب وفضة ولا باس بسرج ولجام وشر من الذہب عندانی حنیفة خلا فالابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے م ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جا رہی ہے لہذا یہ قال بکر وکفی زید ببيعها حل لعمر وشر او با و طیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مروان اکبر رایہ کذب لا یقبل قوله ولا یشتري منه ولولم یخبرہ ان ذلک الشئ لغيره فلا باس بشرایہ منه زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجھ کو زید نے اس کے بیچنے کا دلیل کیا تو عمر و کو اس کی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمر و کو اس کی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اس کے کذب کا گمان غالب ہو تو اس کے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اس کی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہے تو اس کے خرید کرنے میں تاہن سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اس واسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل و طی من زفت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اس واسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے در صورت عدم معارض و حل نکاح من قالت طلقت زوجی والنقصت عدتی او کنت امۃ لفلان اعققتی ان وقع فی قلبہ صدقا وتمامہ فی النانیۃ قلت وحاصلہ ان متی خبرت بامر محتمل فان ثقتہ او وقع فی قلبہ صدقا لا باس بتزوجہا وان بامر مستنکد لا یستفسر با اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جس نے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دی اور میری عدت گزر گئی یا میں فلا نے شخص کی لونڈی تھی سو اس نے مجھ کو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل میں اس کی راستی واقع ہو جائے اور اس کا پورا بیان خانیہ میں ہے میں کہتا ہوں خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل میں اس کی راستی جم جائے تو اس کے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر

۱۷ نہیں مضائقہ صیغہ لیکوں کے کان چھیدنے کا ۱۲ مترجم اول نے تقریر بالتحریک کا ترجمہ رکاب کیا ہے مگر کتب لغت میں

دچی یا لینڈی کو کہتے ہیں جس کی فارسی پارہم ہے ۱۲



اور غیر معلوم کی خبر سے تو اس کے نکاح پر حجت نہ کرے جب تک کہ اس کا حال دریافت نہ کرے لوگوں سے مامر مستنکر چنانچہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اس کا قول مان لینا درست نہیں اور نہ اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اس واسطے کہ اس نے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ میں تمہجہ کو حلال ہو گئی تو اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں بولے استفسار کے اس واسطے کہ بعض علماء کے نزدیک مجبر نکاح کے بلا وطنی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحاوی فروع مسائل طحاوی شارح کے کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفہؒ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہؒ کا جواب لکھے یہ مبنی ہے علماء کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محض اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالکس اس کے اور اس کی بنا اس پر ہے کہ تقلید مفضل کی باوجود فضل کے جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ تقلید مفضل کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو محمد کے حق میں ہے نہ تابع مقلد کے حق میں اس واسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع میں اور اس پر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحاوی واذا کتب لمفتی بدین یکتب ولا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحکمتہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانہ درست ہے یعنی فیما بینہ وبين اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اس کی تصدیق قضاء نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اس کے حائث ہونے سے مثلاً شاید کہ یہ بریل اولویت کے ہے والاقتضار قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جب کہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور فقہاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فی الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے میں ترجیع یعنی تردید صوت حلق میں خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع میں حروف زیادہ نہ ہو جائیں مسمخ الغفار میں اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری میں ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہیں اس لئے کہ فاسقوں کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی متغیوں کی گشکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے لپٹی مراد ہے اس واسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لم یستعمل اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جائے مثلاً فتح سے الف اور کسرہ سے یا اور منہ سے واؤ پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اس کی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسن ان لسکوتہ فحسن وان لتک القراءة یخشی علیہ الکفر اور مستمع کا یوں کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اس کے چپ رہنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت مجرہ کے واسطے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے م وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اس نے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحاوی المناظرۃ فی العلم لمنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثہ حرام لعنہ المسلم والعلماء علم وفیل دنیا و مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم میں کرنا نفرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور میں سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلافت کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتقاۃ سنتہ الانبیاء والمرسلین ولریاستہ و مال و قبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصارى وعظ اور درس کہنا منبروں پر غیروں کے اور اپنی پسند پندیری کے واسطے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے م اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن مجید میں خلف من بعدہم خلف ورنہا للکتاب یاخذون عرض ہذا لادنی الایۃ قلۃ القرآن بقراءۃ معروۃ و شاذۃ و نفعۃ واحده مکروہ کما فی الحادی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور

سہ پھر اس کے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لینے اسباب الہی زندگی کا لینے وراثت لے کر مسند غلو پہنچنے لگے ۴



قرأت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حادی قدسی میں ہے م قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشورہ ہے اور جب مشورہ اور غیر مشورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرأت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولجیۃ ولونی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یغسلہ وکیرہ بالسواد وقیل لا یجمع الفتاویٰ والکل من منخ المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور ڈاڑھی میں اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاویٰ اور سب مسائل مصنف کی شرح منخ الغفار سے منقول ہیں ہم ہاتھ پاؤں میں ہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ لہنا اور جواری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ جیسے مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی الطحاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ دسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے دسمہ کا خضاب مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں دسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ دسمہ کی الکعب النقی لا ینتفع بہا لیمی عنہا اسم اللہ و ملائکہ و رسلہ و یحرق الباقی و لا یاس ہاں تلقی فی ما رہا یہ کیا ہی اوتدفن و ہوا حسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جن سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے ان سے حق تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا نام مٹایا جائے اور باقی جلاوی جائیں اور بستے پانی میں اسی طرح بلائیں اسما مقدسہ ان کا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کر دی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکر وہ ان یجتمہ بالیس لہ اصل معروف و العظیم کما لا ینعظ بہ و یزید و ینقص یعنی فی اصلہ اما للتریزین بالعبارات اللطیفۃ المرفقۃ والشرح لفوائد فذلک حسن و عظیم مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جس کی کچھ اصل مشورہ اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا ان کو اس چیز کی نصیحت کرے جس پر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کر دے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیفہ مل نرم کرنے والوں سے اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سودہ بہتر ہے ہم اکثر جہاں و عظیم یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کا ذہب اور روایات موضوعہ جس کی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی ہشتی کر دیتے ہیں معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا حریص عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والا فضل مشارکت اہل محملۃ فی اعطاء الناصب لکن فی زماننا اکثر باطل فتن تمکن من دفعہ عن نفسه فحسن وان اعلیٰ فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جس کو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نواب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اس کے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ مال سکے عاجز ہو تب دے م دفع کرنا اپنی ذات سے اس وقت درست ہے جب کہ اس کا حصہ غیر ہند والا جائے فتاویٰ عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق تصور باندھا گیا تو اس کو مالنا اپنی ذات پر سے دست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اس کا حصہ نہ ڈالا جائے اور فضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی و ہوا الا وسیع صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو

ف دسمہ کا خضاب مکروہ نہیں



شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں م یعنی اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیموں قرض ہیں اور اس سے وصول نہیں اور وہ اس کے جو یا چاول پاوے تو اس کو لینا درست نہیں اس واسطے کہ اس کے ہم جنس نہیں غیر جنس میں مجتہد میں ہے کہ درامہ اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلوم طلب من العبدان اثنان الحصر فحصر فشری بعضہما واخذ بعضہما لذلک لانه قلیل لمن الالباس معلوم نے لکھا ہے فرش مکتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کئے سو جمع کئے تحصیل کر کے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں اور کچھ پیسے آپ لئے تو اس کو درست ہے اس واسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکوں کے باپوں کی طرف سے قلیل ہے معلوم کو م خطاوی نے کہا کہ اس میں تامل ہے اس لئے کہ معلوم نے لکھا ہے کہ اس کے خرید میں یعنی وکیل کو بعض مشن کا لینا درست نہیں کہ خیانت ہے لابس بوطی المنکوحة بمعانیۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہیں منکوہ کی قربت کرنے میں لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اس کے یعنی لونڈی کی قربت منکوہ کے سامنے درست نہیں م مجتہد میں یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اس کے محمد کا قول یوں ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیوں یا دو عورتوں کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الخطاوی فی ہر اکراہت کا قول معتد ہے اس واسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجدہ بالاقیمۃ لہ لابس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پانی جس کی کچھ قیمت نہیں اور اس سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولولہ قیمتہ وہ غنی تصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانے والا غنی ہے اور مالک معلوم نہیں تو اس کو خیرات کر دے لابس بالجماع فی بیت فنیہ مصحف بلبوی کچھ مضائقہ نہیں جماع کرنے میں اس کو ٹھہری یاد الا ان کے اندر جس میں مصحف رکھا ہے یہ جائز ہو بسبب تکلیف اور مشقت کے م مجتہد میں اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ میں یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر اولویت پر نظر کیجئے تو منافات زائل ہو جائے لاکر مسئلہ علی السراج للحدیث بذالولتہای ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ فلا باس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نئی حدیث کے یہ عدم جواز اس وقت ہے جب ہو لعب تماشا منظور ہو سواری نہ کرنے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سواری ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اس کے واسطے ضروری ہے سواری ہو تو مضائقہ نہیں م حدیث مذکور خطاوی میں یوں مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تعنی بالقرآن ولم یخرج بالی نہ عن قدرہ صیح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھا خوش آوازی سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اس مقدار سے جو زبان عرب میں صحیح ہے تو وہ خوب ہے م قرآن میں خوش آوازی وہاں تک درست ہے جس میں قواعد موسیقی کی رعایت نہ ہو یعنی راگ اور لاگنی کو دخل نہ دے یعنی حسن صوت طبعی مستحسن ہے نہ صنائی جس میں حروف اور حرکات اور سکنات میں تغیر ہوتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولے من قرأ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے و تسحب القلۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت م فتاوی عالمگیری میں غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات میں جن میں نماز درست نہیں درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات میں تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہیں پڑھتے تھے انتہی تو شاید یوں کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قرأت مستحب نہیں یا ذکر مستحب ہے ان اوقات میں کذا فی الخطاوی لابس للامام عقیب الصلوۃ بقراءة آیت الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاحقاف فضل مضائقہ نہیں امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا آمین الرسول کے پڑھنے میں بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا ان کا فضل قرأت الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہراً للمہات بدعتہ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والاثار سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہے ہمارے استاذ یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے



م فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ میں تفصیل واقع ہے یعنی اگر اس غار کے بعد سنت ہو چنانچہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ فرض اور سنت میں سوائے اللہ انت السلام یا اور اذکار و ثورہ کے فضل کرنا نہ چاہیے الرشوة لامذک بالقبض رشوت مملوک نہیں ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرثی کے یعنی راشی کو اس کا پھر لینا درست ہے مگر عالم کو تحفہ دیا اس واسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کر دے تو یہ رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے معنی کی اور اس کا کام نکال دیا تو بعد کا بربر آری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار بر آری سے پہلے اس کے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدوں طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردوں کے تحفہ قبول کرنے میں اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الخطاوی عن المجتبے لا بأس بالرشوہ اذا خاف علی دینیہ کو مضاائقہ نہیں رشوت دینے میں جب کہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں مجبوظ برانی میں بھی ایک مرد ایک گاہ میں رہتا ہے اور اس میں ظالم ہے اور یرد اس ظالم کو میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والہی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشجرۃ لمن یخاف لسانہ وکفی لبسم المولفۃ من الصدقات ولیداعی امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جس کی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُس کو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفہ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوٰۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے م مؤلفہ القلوب روساء کفار تھے جن کو زکوٰۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع اہل الجملہ امام حسن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد باہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے امام سے ظاہر امام مسجد مراد ہے بدیل محلہ ومن السحت مایوخذ علی کل مباح کلمح وکلام وواد و معادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانین ہم اشیاء مذکورہ علی مباح ہیں سب آدمی اس میں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اس کے کھان سے اٹھا لاوے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے تو اب اس کو بیچنا درست ہے و مایاخذ غار لغزو و شاعر لشعر و مسخرۃ و حکواتے قال لقائے ومن الناس من لیشتر لہو الحدیث اور منجد اموال محرمہ کے وہ مال ہے جس کو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخر اور حکواتی لیتا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بات خرید کرتا ہے ہم مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہ آیت نفرین حادث بن کلدہ کے حق میں اتری وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کتا کہ محمد تم سے عاد اور مثنو کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم و اسفندیار و غیر ہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافراں کی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اتری و اصحاب معارف و قرار و کامن و مقام و واقفہ و فروغ کثیرہ اور حرام ہے وہ مال جس کو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قرار اور غیبی خبر تانے والا اور قرار باز اور عورت نبل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے اور مال حرام کی فروغ اور شاخیں بہت ہیں ہم از انجد اجرت و اثرہ یعنی اس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کروا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا من اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل از دباغت اور خرجی اور شرط کر کے حجام یعنی کھنچنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الخطاوی قیل لہ یا خبیث و نحوہ جازلہ الردنی کل شئتمہ لا توجب الحد و ترک فضل کسی نے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اس کے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھر کے کہنا اس

لہ اس کو ترجمہ اولیٰ نے قواد جواد کے ترجمہ کھا تھا دوسرے نسخہ میں فرادہ دانے پہلا تھا تو دیکھا مناسب معلوم ہوا اس کے معنی میں بندر نیچانے والا ۱۲



گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اس کا افضل یعنی صبر افضل ہے جواب دینے سے کہہ قول الہام المتلوع اذا سئل اصنام متی  
انظر فانہ نفاق او محقق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اس کا یوں کہنا کہ دیکھا جاوے مکر وہ ہے اس  
واسطے کہ یہ نفاق ہے یا محقق اور جہالت م یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ  
ہاں میں روزہ دار ہوں اس واسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں لٹھاؤی من لہ اطفال و مال قلیل لایومی بنقل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں  
اور حقوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے م لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت  
کراویں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اس کا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال  
اور دوستوں کو جمع کرے اور الحمد للہ بحالادے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اس کی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور  
قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد پھر ان کو ایمان کی وصیت کرے اور ان سے کہے کہ نہ مرلو  
مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اس کے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی مجتہ  
یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اس پر ہوں ان کی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی کے بعد اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے  
کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلے او لصدق یرامی بہ ان س لا یعاقب بتک الصلوۃ ولا ثیاب بہا  
قیل ہذا فی الفرائض وعلمہ الزاہدی للنوافل لقولہم الریاء لایدخل الفرائض جو شخص ناز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے  
کے واسطے تو اس ناز ریا کی کے سبب سے اس پر عذاب نہ ہوگا اور نہ اس کو اس کا ثواب ملے گا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عقاب اور ثواب  
فرائض میں ہے نہ نوافل میں اور زاہدی نے اس کو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہائے اس قول کی دلیل ہے کہ ریا فرائض میں داخل  
نہیں ہوتا م شراح کو یوں کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی بالنوافل اس واسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتہ میں ہے ولکن نص فی الواقعات ان  
الریاء لایدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعیل ظاہر ہے اور تعیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحاوی غزل الرجل علی  
ہیئۃ غزل المرأة یکرمہ سموت کا نام مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکر وہ ہے یعنی اس واسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور  
عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اس پر لعنت وارد ہے یکرمہ للمرأة صور الرجل وصورا لہ عورت کو مرد کا جھوٹا اور مرد کو  
عورت کا جھوٹا مکر وہ ہے م مراد جھوٹا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت در صورت تلذذ کے ہے والا ظاہر مکر وہ نہیں اس کا تحریر  
کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی ولہ ضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا ناز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر  
مذہب کے م اور اسی طرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہے کذا فی المجتہ للکجب علی الزوج تطلیق الفاجرة زوج پر واجب  
نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لایجوز الوضوء عن الحيض المحدث للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا  
ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول صحیح میں م لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے وینع من الوضوء منہ وفیہ اور  
پانی پینے کے حوض سے پانی لے کر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا منع کیا جائے وحملہ لابلہ ان ماذونا بہ جائز والا لا اور اس حوض سے پانی  
لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو لے جانے کی تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لا حیاحقہ  
ودفع الظلم عن نفسه والمراد التقریر لان عین الکذب حرام قال وسوا الحق قال تعالیٰ قتل الخراصون انکل من المجتہی جھوٹ بولنا اپنے حق  
ف وصیت کا طریق ۱۷ یعنی مخصوص کیا ہے اس کو زاہدی نے نوافل سے ۲۷ لیکن واقعات میں تصریح ہے کہ ریا فرائض میں نہیں داخل ہوتا تو نفی ہی متعین ہو گئیں ۱۸



کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اور پر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریف ہے یعنی مخالف تصریح اس واسطے کہ عین کذب حرام ہے صاحب مجتہد نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریف مراد ہے نہ عین کذب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہ مسائل یعنی مسئلہ محو کتب غیر متفقہ سے یہاں تک مجتہد سے منقول ہیں و فی الوہبانیۃ قال سہ للصلح جاز الکذب او دفع ظالم ۱۱ اہل لترضی والقتال لیطفر ۱۲ اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المؤمنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے وحشت میں نہ اوسے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتنہ حاصل ہو شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معارف مراد ہے نہ کذب خالص ویکرہ فی الحما تمییز خادم ۱۳ ومن شاد تزیرا فقا لوی نور ۱۴ اور حرام میں خدنگار کا دانا اور چپٹی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نور لگانا تو علمائے کما ہے کہ اپنے ہاتھ سے نور لگا دے مگر پڑے چپٹی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیولت ثوب ران پر چپٹی کرنا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ و فی حق معتاد المرور بجامع ۱۵ ومن علم الاطفال فیہ ویوزر ۱۶ اور عادت گرفتہ میں در جامع مسجد فاسق ہے اور اسی طرح جو معلم کہ اس میں لڑکے پڑھائے اور وہ گنہگار ہے م شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا اُس کو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب اس نے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ومن قام اجلالاً لشمس فجائز ۱۷ فی غیر اہل العلم بعض یقرر ۱۸ اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے اور بعض علما غیر اہل علم میں اس کو ثابت رکھتے ہیں مگر شخص سے مرد مسلمان ہے نہ کافر اس واسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ میں ہے وجوز نقل المیت البعض مطلقا ۱۹ وعن بعضهم نافون میلین یخطر ۲۰ اور بعضوں نے میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقاً خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہاء منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں مگر طوسی نے ذکر کیا کہ میت کو اٹھائے جانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حلال ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اس پر مطلع نہیں علمائے کلام سے اور ظاہر طوسی کا کلام حق ہے ولزوجة التسمین لافوق شعبا ۲۱ ومن ذکر التعوذ للعب یخطر ۲۲ اور زوجہ کا اپنا بدن مٹا کر یا معوی طما کھا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھائے اور زوجہ کا تعوذ لکھنا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے مگر تسمین زوجہ بشرط رضائے زوج جائز ہے خانہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعوذ لکھوتی ہے تا اس کا زوج اُس کو چاہے اور اُس کی طرف سے نفرت چھوڑے جامع مغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں انتی ابن وہبان نے توجیہ اُس کی یوں بیان کی ہے کہ ایک طرح کا یہ بھی سحر ہے اور سحر حرام ہے ویکرہ ان تسق لاسقاط حمل ۲۳ وجاز لعذر حیث لا یتصور ۲۴ اور عورت کا دوا پینا اپنے گل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جب کہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو مگر حمل کا گرنا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عادت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اس کے زوج کو دوا یہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور ہلا کی طفل کا خوف ہے تو اس صورت میں حمل کا گرنا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل ٹھہرا ہو اعضا نہ بن گئے ہوں وان اسقطت میتا ففی السقط غرقہ ۲۵ والدہ من عاقل الام تحضر ۲۶ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گر دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے مال کی برادری سے غمرہ حاضر ۲۷ اور ایک نسخہ میں تسعین ممد ہے بجائے ناف اور یہ معنی کی مد سے مناسب تر ہے اور نیز بلا حاف آجاتا ہے ۱۲



کیا جاوے م غزوہ بھم غین مجہد عبات پانچ سو دس سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جائے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے یا  
 قدر لیا جائے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خوبیا ہے تین سال کے اندر اگر برادری نہیں تو عورت کے مال  
 سے اس قدر لیا جائے کذا فی الخطاوی و فی یوم عاشوراء مکرمہ و لا باس بالاعتقاد خطا دیو جبر و اور یوم عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ سرد  
 لگانا مکرمہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں خطا طعمہ کی عادت میں اور ثواب ہے و بعضہ المختار فی الکحل جائزہ بفضل رسول اللہ فہو المقررہ و بعضوں  
 کے نزدیک یوم عاشوراء کو سرد لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے م و جب کہ بہت سرد ہے  
 کہ علامت ہے دشمنان اہل بیت نبوت کی اس واسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرد لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہے  
 کہ اللہ کا سرد لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خطا طعمہ میں یوم عاشوراء کوئی اشرقی وارد نہیں لیکن اس میں مضائقہ نہیں بدلیل حدیث من  
 وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الخطاوی عن شرح الوہبانیۃ و سفر السعادت  
 فیروز آبادی میں ہے کہ استجاب صیام عاشوراء ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشوراء اور فضل صلوٰۃ و انفاق و خضاب و ادب و اکتال و بیخ و بوب  
 و غیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اس میں سرد لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسینؑ کی ایجاد ہے شیخ عبدالحق و ہادی نے  
 سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشوراء اور وقوع و قانع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم کورفع اودیش آسمان پر اور نجات ابراہیم  
 کی آتش فرود سے اور اترنا نوح کا کشتی سے اور اترنا تورات کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمعیل کا اور لکنا یوسف کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقائع انبیاء  
 عظیم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں کثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین  
 عراقی نے اپنی مانی میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ و اہل یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہ حدیث  
 ضعیف ہے و لیکن بعضوں کے نزدیک حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل صواعق محرقہ میں ہے کہ اہل سنت  
 کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات ردافض سے چنانچہ نوحر گری وغیرہ سے اجتناب کریں اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے  
 پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش کرنا سرد لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک  
 کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں ائمہوں سے اور نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہے انتہی مانی صراط المستقیم مختار و ضرب  
 عبید الغیر جائز بامرہ و و ما جائز فی الاحرار والاب یا مرہ و اور غیر کے غلاموں کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ پاپ  
 امر کرے اپنے فضل کے مارنے کا م لیکن معلم کا مارنا تمبیک پر جائز ہے مصلحت کے سبب سے شرب لالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ بکری  
 سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت میں ہے جب کہ قاضی عادل ہو اور حجت ملزمہ کا مشاہدہ ہو گیا اور اس نہ  
 میں فقط قاضی کے حکم پر اعتقاد نہ کرنا چاہیے کذا فی الخطاوی والوثب من ذکر القرآن استماعہ و قالوا ثواب لطف لطف یحرمہ و اور قرآن کے پڑھنے  
 سے قرآن کی سماعت میں زیادہ ثواب ہے اور علمائے کما ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے م استماع قرآن کا ثواب پڑھنے  
 اس واسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اس کے باپ کو تعلیم کا ثواب ہے  
 و در سک باقی الذکر اولیٰ من الصلوٰۃ و نفل و درس العلم اولیٰ و النظر و اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی  
 علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے کا م اس واسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور  
 سے جو شخص عاشوراء کے دن اپنے کنبے اور گھر والوں پر دعوت کرے دینے بہت سا پاداش اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال وسعت کرے گا ۱۱



مستقال بعرض عین اولے ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے وہ قدر ہو واللہ اعلم ونحوہ ۱۱ لا اعلام ختم المدرس عین ليعتر بہ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اس کے چنانچہ در رد المحتار کو اختتام درس کے اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو م وجہ کراہت یہ ہے کہ اس نے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قیرو یا اسی طرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اس نے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اس کے آنے سے خبردار ہوں اور اس کے لائق بیٹھنے کو جبکہ دیں اور تعلیم کریں یا چوکیداریوں کے لالہ الا اللہ اور مانند اس کے تا لوگ اس کے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اس واسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الموطا وی فائدہ طحاوی نے مالک طرطوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اس میں سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس حق تعالیٰ انہیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ اور متقی کا ہم۔ میراث اصل طیب سے یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خود رو ہا خمس غنیمت جب کہ عدل اور انصاف سے اس کی قسمت ہوئی ہو ۸ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰ احیاء موتات تو طوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تقیید ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے۔

واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم





# کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح وضم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہے جس کا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جائے اس واسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لعل مناسبہ ان فیہ مایکرہ و ملائکہ شاید کہ مناسبہ اس کتاب کی کتاب الکماہتہ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاء نوعان حاسۃ و نامیۃ والمراد بہنا ان نامیۃ حیات دو قسم ہے حاسۃ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیۃ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے نہ حاسۃ و سمی مواتا بطلان الانتفاع بہ اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اس کی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی دیا نہیں یا جنگل ہو گیا وغیرہ ملک من موانع الانتفاع و احیاء وہ ببناء و غرس او کرب اوسقی اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتے یا سینچنے سے اذالہ حیثی سلم او ذمی ارضنا غیر متفق بہا ولیست مملوکۃ لمسلم ولا ذمی فلو مملوکۃ لم یکن مواتا فلو لم یعرف مالکها ففی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکها ترد الیہ و یضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع و ہی بعیدۃ من القرۃ اذا صاح من باقصی العامر و ہی جموری الصوت بزازیۃ لا یصح بہا صوتہ ملکھا عند ابی یوسف و ہو المختار کا فی المختار وغیرہ جب کہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دو واقعے کے گائوں سے اس طرح کہ اگر چیتھے وہ شخص جو منتہائے آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کہ انی البرازیۃ تو اس زمین تک اس کی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سوا کر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ لقطۃ یعنی لا وارث مال ہے اس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اس کے اس کا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اسی کو پھیر دی جائے اور اس کے نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اس پر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خرارج واجب ہو گا اور اگر خرارج کے پانی سے اس کو سینچے گا تو اس کو اختیار ہو گا کذا فی الاختیار و اعتبار محمد عدم ارتفاق اہل القرۃ و بہ قالت الثلثۃ قلت و ہذا ظاہر الروایۃ و بہ لفتی کافی زکوۃ الکبریٰ ذکرہ القستانی و کذا فی البرجندی عن منصور عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فاعجب من الشر بن لالی کیف لم ینذکر ذلک فلیحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اس زمین کی طرف معتبر کیا ہے بعضی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ منتفع نہ ہونے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے آئمہ ثلاثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اس کی فتویٰ ہے چنانچہ فتاویٰ کبریٰ کی کتاب الزکوۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصور عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے تو شر بن لالی سے تعجب ہے کہ اس نے اس کو کیوں بیان نہ کیا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر منتہائے آبادی میں آدمی ٹھہرا ہو کہ بلند آواز سے چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک موانعی پرلے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب میں محمد کے قول پر فتویٰ بیان کیا ہو گا واللہ اعلم ان اذن لہ الام فی ذلک و قال یمیکما بلا اذنہ احیاء موات سے مسلم مالک اس کا ہو جاتا ہے اگر امام نے اس کو آباد کرنے میں حکم دیا ہو اور زمین



ماکہ اس کا مالک ہو جاتا ہے ہر دوں اس کے حکم کے بھی و ہذا لوسلما فلوزمیا شرط الاذن اتفاقا اور یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اس وقت ہے جب کہ وہ سلم ہو اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو ستا منا لم یملکھا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر ستا من ہو تو زمین کا اصلا مالک نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکھا بعد الاحیاء و زرعمای غیرہ فالاول باحتی بہانی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اس کو نو یا تو پہلا شخص اس کا زیادہ تر حق داسے صحیح تر قول میں ولو احی ارضا بیتہ ثم احاط الاحیاء بجوا نہیسا الاربعہ من الاربعۃ لفر علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الاربعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اس کے چاروں طرف سے بادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی م اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اس کی راہ مقرر کرنے میں ہر طرف سے اس کو اختیار ہے اور اگر جو انب الاربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیر ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا البوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملھا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلھا ہو احتی بہا وان لم یملکھا لانہ انما یملکھا بالاحیاء والتمیر لا بمجرد التجر اور جس نے روک ڈال زمین کو یعنی غیر کا تصرف دہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کر پھر کو چھوڑ دیا نین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دی جائے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اس کا حقدار ہے اگرچہ وہ اس کا مالک نہیں ہو گیا اس واسطے کہ آدمی اس کا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کر بہا او ضرب علیہا المسنۃ او شق لہا نہرا او بندھا فہو احیاء مبسوطا اور اگر ویران زمین کو جو تبا یا اس پر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اس کے واسطے نہر کھودی یا اس میں بیج ڈالا تو وہ اس کا زندہ رہتا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ثم مسنۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنا جائے یا پانی کو ہٹانے اور الیاسد کو رہے غایتہ البیان اور مغرب میں اور مصباح العلوم میں ہے کہ مسنۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جس کو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسنۃ کی تفسیر غم کی ہے اور غم مشترک ہے سد وغیرہ میں ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یرکب علی لہم وطرحا لخصا یدہم متعلق حقہم فلم یکن مواتا کذا لو کان محظبا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی سے قریب ہے بلکہ اس کو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور ان کے کھلیان ڈالنے کے واسطے اس لیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسی طرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور ایندھن رکھتے ہوں واعلم انہ لیس امام ان لقطع مالا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وہی ماکان جوہرا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض با زرا کمعاون الملح والکحل والقار والنقط اور یہ معلوم کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسی کو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کھانوں سے اور ظاہر کھان وہ ہے کہ جس کا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا جو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفع کی کھانیں م قار اور قیر اور نفع کی کھانیں رطوبت ہے جو زمین کے چٹوں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ میں ملا جاتا ہے اور نفع کمان وغیرہ میں اتھکا کے واسطے مل جاتی ہے والا بار الی التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسی کے مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کما فی القنی والماء المحرز فی الطرف فملک للمحرز والمستنبط وتامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاد والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو بھر کر رکھا گیا برتن میں سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اس کا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ سب مسلمان شریک ہیں تین چیزیں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم قننی بضم قاف وکسر نون وتشدید یاء جمع قناة بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر کھودی جائے الی التی لیس قننی منہا الناس زمین لیس الی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جن سے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی

سہ بیع اول وکسر ثانی بند ہائے آب ۱۲



یعنی وہ کنوئیں کسی کے مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اس کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحاوی فلو اقطع ہذا المعادن  
الظاہرۃ لم یکن لا قطعاً علیہا حکم بل المقطوع وغیرہ سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اس کے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جس کو عطا  
ہوئی اور غیر شخص برابر میں انتفاع میں فلو منعہم المقطوع کان بمنعہ متعدیاً وکان لما اخذہ مالکاً لانه متعدیاً بالمنع لا بالاختصاص عن المنع وصرف عن ملوئہ  
العمل لئلا یشتبہ اقطاعاً بالصحة او یصیر معنی حکم الا طاک المستقرۃ ذکرہ العلامة قاسم فی رسالۃ احکام ابراءۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک او  
پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اس نے جس کو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے کے سبب متعدی ظالم ٹھہرے گا اور جو چیز کھان سے لے گا اس کا مالک ہوگا  
اس واسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جائے روکنے سے اور پھر ابراء سے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص لیا کرے  
تا عطا سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اس کے ساتھ در حکم املاک مستقرہ کے نہ ہو جائے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں بھاجا  
اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ جو اس کی ملک میں سابق سے داخل ہوں کذا فی الطحاوی وحریم بئر الناضح وہی التي نیرح الماء  
منہا یا ببعیر کبیر العطن وہی التي نیرح الماء بالید والعطن مناخ الابل حول البئر لبعون ذراعا من کل جانب وقالان الناضح فستون اور گرد اگر دیر  
ناضح کا بیڑ عطن کی مانند ہم گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بئر ناضح کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بئر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہو  
نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور بیڑ عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے  
پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد و فی الشریعۃ عن شرح المجمع لوعن البئر فوق الاربعین یزاد علیہا انتی لکن لیر  
الفتنی محمد ثم قال طیفی بقول الامام وعزاه للمتمم ثم قال وقیل التقدر فی بیروین بما ذکر فی اراضیہم لصلابہا و فی اراضیہا خاوة فیزاد لئلا ینقل الماء الی  
الانی وعزاه للہدایۃ وعزاه البرجندی للکافی فی حفظ اور شریعۃ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق ۴۰ گز سے زیادہ ہو تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ  
کیا جاوے گا اتنی لیکن فتنی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتویٰ امام کے قول پر ہے کہ حریم ۴۰ گز سے زیادہ نہیں اور اس کو فتنی  
نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کی اراضی میں تھی بسبب سخت ہونے ان کی اراضی  
کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں منتقل نہ ہو جائے اور اس کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے  
اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہا تا تاریخانہ میں اور کبریٰ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے تو معلوم ہوا  
کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول منقہ ہو گیا ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہو جائے تقدیر کا تو مسئلہ میں خلافت معنوی باقی نہ رہا کذا فی الطحاوی اذا حفر  
فی موات باذن الامام کنوئیں کا حریم ۴۰ گز اس وقت ہے جب کہ کنواں زمین موات میں سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو فی غیر موات او فیہ بلا اذن الامام  
لم یکن الحکم کذلک کذا ذکرہ المصنف تو اگر کنواں موات میں نہ ہو یعنی غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو بدول اذن سلطان کے تو اس کا حکم ایسا نہ ہوگا یعنی  
۴۰ گز اس کا حریم نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وعبارۃ الفتنی وفیہ مزیالی انہ لو حفر فی ملک الغیر لایستحق الحریم فلو حفر فی ملک فله من الحریم  
ما شاء والی ان الماء لو غلب علی ارض ترکھا المملک او ماتوا او انقرضوا لم یجز احیاء فلو ترکھا الماء بحیث لا یعود الیہا ولم یکن حریماً لہما جاز احیاء وغیرہ الی  
المضمرات اور عبارت فتنی کی یوں ہے اور اس میں یعنی اس کے مانی کے قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنواں کھودے غیر کے ملک میں یعنی اس کے اذن  
سے تو وہ مستحق حریم کا نہیں ہے الا باشرط حریم کذا فی الطحاوی تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودا تو اس کو حریم رکھنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اس کی  
طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکوں نے اس کو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا منقرض ہو گئے تو اس زمین کا آباد کرنا جائز نہیں سوا اگر پانی وہ  
زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اس کا عود اس کی طرف نہ ہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہیں ہے اس کا آباد کرنا درست ہے اور اس قول کو فتنی  
نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحریم المعین خمساً ذراعا من کل جانب کافی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰ گز ہے ہر جانب چنانچہ حدیث



ہے ابو یوسف نے کتاب الخراج میں زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیرون کا حریم ۴۰۰ گز ہے اور بیرون کا حریم ۴۰۰ گز ہے کذا فی العینی شرح البدایہ والنہایہ ہوا المنکسرۃ دہوست قبضات وکان ذراع الملک ای ملک الاکاسرۃ سبع قبضات فکسر منہ قبضۃ اور گز ۴۰۰ گز ہے اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا سو اس میں سے ایک قبضہ بھر کر ڈالا گیا وینع غیرہ من المحفر وغیرہ فیہ لاند ملکہ فلو تحفر اول رومہ او قضینہ وتمامہ فی الدار اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جائے کنواں وغیرہ کھودنے سے حریم میں اس واسطے کہ حریم تر چشمہ اور کنوئیں والے ملک ہے تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنواں کھود گیا تو پہلے شخص کو اسکا پانچ دینار یا بقدر نقصان لینا درست ہے اور اس کا پورا بیان درمیں ہے ولو حفر الثانی فمقتی حریم البیر الاولی باذن الامام فذہب ماء البیر الاولی وتحول الی الثانیۃ فلا شیء علیہ لاند غیر متعدد الماء تحت الارض لایک فلا فحاصمۃ مکن بنی حانوتا بحجب حانوت غیرہ فکسرت الحانوت الاولی بسببہ لاند شیء علیہ در روزیعی اور اگر دوسرے شخص نے کنواں کھودا منتہائے حریم میں مکن ۴۰۰ گز کے بعد پہلے کنوئیں سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئیں کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئیں کی طرف منتقل ہو گیا تو حافر ثانی پر کچھ وان اور مواخذہ نہیں اس واسطے کہ وہ متغری نہیں ہے اور پانی جو زمین کے نیچے ہے وہ مملوک نہیں تو اس کے ساتھ کچھ مختصت نہیں اس شخص کے مانند جس نے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو میں سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہو گئی جاری نہ رہی تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں کذا فی الدرر الذی وفیہ لوہم ہمدان وغیرہ فلصاحبہ ان یواخذہ بقیمۃ لا ببناء الجدار ہوا الصحیح اور زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اس کی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہے نہ دیوار بنانے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثانی المحریم من الجوانب الثلاثۃ دون الجانب الاولی بسبق ملک الاول فیہ اور منتہائے حریم کے دوسرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئیں کی جانب سے اس واسطے کہ حافر اول کی ملک اس میں بسبق لعلی وللقتناۃ ہی مجری الماء تحت الارض حریم بقدر ما یصلحہ للقاء الطین ونحوہ وعن محمد کالبیر ولو ظہر الماء فکا لعین وفي الاختیار فوضہ لرأی الامام ای لو اذنہ والا فلا شیء ذکرہ البرجدی اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اس کا حریم بقدر اس کے اصلاح کے ہے اندر کی مٹی ڈالنے کی واسطے مانند اس کے اور سے روایت ہے کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہے طحاوی نے غایتہ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ہے شیخین کا بھی اگر کاریز کا پانی اوپر کی زمین بھٹے نظر ظاہر ہو گیا تو اس کا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اس کا حریم ہو گا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر موقوف کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اس کا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے برجدی نے وحریم شجر بغیرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان بغیرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اس کا حریم پانچ گز ہے ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اس میں درخت لگا دے وخلق ما تنفع عود وحبلة والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک حریم عام اور جہاں دجلہ اور فرات کا پانی پھرتا متنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہ ہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اس طرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات میں داخل ہے اس کا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حربیا او جازر عودہ لم یجز احیاءہ لاند لیس بموات پھر اگر زمین دریا برد حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر ناجائز اور متوقع ہو تو اس کا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا بمرأی اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اس کا حریم نہیں امام کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہو گا وقال الامناء النہر مشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے مینڈ کی ملکیت ہے اس کے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پھجائے تو اس کے اندر سے مٹی نکال کر مینڈ پر ڈالی جائے و قدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب و قدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قمتانی معریا لکرماتی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی المنتقی اور ابو یوسف نے اس کی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی القمتانی عن لکرماتی وفیہ معریا للاختیار والمخوض علی ہذا الاختلاف اور قمتانی میں ہے اختیار سے منقول اور جو من کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام



کے نزدیک حرم نہیں مگر باقامت شہر اور صاحبین کے نزدیک حرم ہے محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض  
وفیہ مخریبا للکافی ولو کان النهر صغیرا یتحتاج الی کریم فی کل عین فله حرم بالاتفاق اور قستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جس کی مٹی صاف کرنے  
کی ہر وقت حاجت ہو تو اس کا حرم بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہے وفیہ مخریبا للکافی ان الخلاف فی نہر مملوک امساة فارغة یز قبا ارض لغير صاحب النهر  
قامساة (عندہما صاحب لارض عنہ اور قستانی میں کمال سے منقول ہے کہ البتہ امام اور صاحبین کا اس نہر مملوک میں جسکی مینڈ خالی ہو اور مینڈہ ایک متصل اور برابر ہو سر شخص کی نہیں ہو گا جہر کے  
سوا اس میں صاحبین کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی ملک اور امام کے نزدیک ماسا ارض کی ہے اگر حید فارغ نہ ہو بلکہ ماسا نہر یا ماسا ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا  
مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحاوی من الدرر علی فی قاضی نماں سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہ ہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی  
مملوک ہے اس واسطے کہ ظاہر ارتفاع اس کا نہر کی مٹی سے محفوظ ہو بالستمة الصصح ان در حرم بالاتفاق بقدر ما یتحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی  
قلت ومن نقل الاتفاق الشریب لالی عن الاختیار وشرح الجمع اور قستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حرم بالاتفاق ثابت ہے  
اس قدر جس قدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی مافی القستانی میں کہتا ہوں جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے ان میں سے خرنبالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح الجمع  
فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغت نصیب الماء وشرعاً نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعة والدواب شرب بالکسر لغت میں  
عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانوروں کے پلانے  
کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبهائم بالشفاء اور بنی آدم کا پینا ہے اور لمیوں سے جانوروں کا پینا ہے ہم یہاں شرب بضم شین مصدر ہے  
بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پچاتے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لئے اور مانند اس کے اور بہائم  
کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی .... اور جو اس کے مناسب ہے کذا فی الطحاوی ولکل حقہ فی کل ما لم یحضر زبانا او جب اور ہر  
جاندار کے واسطے اپنے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا ٹکے کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہم پانی میں حق عام اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام  
میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھرے یا ٹکے یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا  
اور مصنف نے احراز کمانہ اخذ اس میں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھر اور کنوئیں کے مہرے سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو یخچان کے نزدیک بھرنے والا  
اس کا مالک ہو گا اس واسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شے کے کر دینے سے موضع مضبوط میں کذا فی الطحاوی ولکل سقی ارضہ من بحر او نہر عظیم کہ جلتہ  
والفرات ونحو ہمالان الملک بالاحراز ولا احراز لان قمر الماء بمنع قمر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ جلد  
بغداد اور فرات کو ذ اور مانند ان کے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اس واسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر  
میں احراز نہیں اس واسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر سقی ارضہ منها او لنصب الریحی ان لم یضربا العامة لان الانتفاع  
بالمباح انما یجوز اذا لم یضرب احد کانتفاع بالشمس والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھودنے کا اپنی زمین میں سینچنے کے واسطے یا پہنچکی قائم  
کرنے کے واسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو اس واسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس صورت میں مخصوص ہے جب کسی کو  
ضرر نہ ہوتا ہو جیسے آفتاب اور مہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریلہ کرے ایک  
طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہ ہو گا اس واسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے واجب کذا فی الطحاوی  
عن خزائنہ المفتین لاسقی دوابہ ان خیف تخریب النہر کثر تھا ولا سقی ارضہ و شجرہ و زرعمہ ونصب دلاب ونحوہ من غیرہ و قناتہ و بئرہ الا باذن  
لان الحق لا یتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے دیران ہونے کا خوف ہوئے جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ زمینی اور درخت  
اور زراعت کا سینچنا اور نہ دلاب یعنی چرخ اور ریت کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اس واسطے کہ حق اسی کا ہے



ترافع اسکے اذن پر موقوف ہوگا زمین مزرعہ کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہ ہو لیکن اگر بلا اذن سینچا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچا تو مالک اس کو تعزیر دے حرب یا حبس سے اگر مصلحت جلنے کے کذا فی الخطاوی عن النخانیہ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملہ ایہ بجرارہ دارانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا پانی اٹھا لاکر گھڑوں اور بہنوں سے بلا اذن درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور ویز میں قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونوں قول معصم ٹھہرے کذا فی الخطاوی والمحرز فی کوز وجب بمہملہ مضمومۃ النخانیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ ملکہ باحرارہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور مٹھور میں تو اس سے فائدہ لینا نہ چاہیے مگر اس کے مالک کے اذن سے بسبب اس کے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے ولو کانت البراء والموضو او النہر فی ملک رجل فله ان ینزع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اس میں سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اس کو اپنے مملوک مکان میں داخل نہ ہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اس کے پانی پاسکت ہو بشرطیکہ متصل پانی کسی کا مملوک نہ ہو پیاسے کا منع کرنا اس واسطے جائز ہو کہ اس کو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پیوے گا کذا فی الخطاوی فان لم یجد یقال لا یمسک صاحب البراء نحوہ اما ان تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر طفتہ امی جانب النہر ونحوہ لان لا ینفذ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والناسو اگر پانی کا طالب اس کے متصل پانی نہ پاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اس کے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو پانی نکال دے یا اس کو چھوڑ مت روک تا وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اس کے حوض کا کنارہ اور لگنے توڑ ڈالے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اس کے میلح پانی نہ پاوے تو اس کو پانی پینے کا حق ثابت ہے مستند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزیں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں ہم مراد حدیث شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اس پر اپنا قبضہ کر لے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اس کا مالک ہے دوسرا اس کا مالک نہیں اس کو اس کی تملیک بجمع وجوہ تملیک کے درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہووے تو صاحب زمین اس کا مالک نہیں تو جو اس کو پھیل یا کاٹ لے وہ اس کا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اس کا مالک ہے اس کو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے جو جھلک میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اس میں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اس کے گرد بیٹھ کر تاپا چاہے یا اس کی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اس کو روک نہیں سکتا اہل اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اس کو اپنی ملک سے ارتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں بدوں اس کے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور مطلب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف مضر نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ان کی مملوک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے کسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الخطاوی وحکم الکلاء حکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ ولا تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جلاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے دے کہ یا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اس کا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اس کا جی چاہے کذا فی الزیلعی م گھاس کاٹ کر دینا اس وقت ہے جب کہ قریب اس کے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسه ودابۃ العطش کان لا ین یقاتلہ بالسلاح لا یمسک منی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اس کو

لے اصل میں مہموز الا ہے حمزہ کو با سے بدل لیا ہے معنی اس کے خم کے ہیں ۱۲ ۱۱ طفتہ النہر یفتح المعجمۃ وتشدید فاکنارہ ۱۲



اس سے لڑنا درست ہے مہتیار سے بدلیل اس اثر کے جو غفار و قرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزاً فی الادانی قاتلہ بغیر السلاح کلمہ  
عند المحضہ در اذا کان فضل عن حاجتہ لملک بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البر و نحوہ الاولی ان لقاتلہ بغیر سلاح لانه ارتکب معصیۃ فکان کالتغزیر  
اور اگر پانی بھر رکھا ہو زمینوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو مہتیار سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیا سا اس سے بدوں مہتیار کے رٹے یعنی لاشی وغیرہ سے  
رٹے نہ ملو اسے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدلہ لڑنا اس شرط سے ہے جب کہ پانی اس کی حاجت سے زیادہ ہو بسبب ملک  
ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدوں مہتیار کے اس  
سے رٹے اس واسطے کہ مانع مرتکب ہوا گنہ کا قولا بھی سے لڑنا بمنزلہ تغزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے تا دیب اور زجر کے واسطے  
و کبری نہر ای حقہ غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمنہ ای فی بیت المال شئی یجبر الناس علی کر یہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا  
بیت المال سلطان سے ہے سوا گرداں یعنی بیت المال میں کچھ مال نہ ہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اس کے کھودا سنہ بر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے  
یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال صرف کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو ان پر جبر کرنا درست ہے جیسے لشکر اس  
سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الجموع و کبری النہر المملوک علی اہلہ و یجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے  
اس کے مالکوں پر ہے اور جو ان میں سے انکار کرے اس پر زبردستی کی جائے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے  
ہم نہر خاص وہ ہے جس میں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جس میں شفعہ واجب نہ ہو اور اس کی تحدید اختلاف ہے بہتر قول اس میں یہ ہے کہ اگر نہر  
کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اس میں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اس میں ہر شریک کو واسطے  
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی و ہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے سے بھر لیں گے یا نہیں تو اگر  
یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں و مؤنۃ کبری النہر المملوک علیہم من اعلامہ اور نہر مشترک کے کھودنے  
کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اس کا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں حصہ ہے  
و ہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اس وقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر ہے گا ہر شخص پر نوں حصہ فان جاوذا من رجل منہم یرئی  
من مؤنۃ الکبری و قال علیہم کریم اولہ الی آخرہ بالخصص کما یستودن فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جائے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری ہو گیا  
کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب خرچوں پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر ہیں شریک ہیں بہتر  
یوں تھا کہ شایع یوں کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اس واسطے کہ حق شرب شریکوں کو مخصوص  
نہیں کذا فی الطحاوی ولا کری علی اہل الشفعۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی اس واسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں ان کا حق تو فقط شرب  
میں ہے جب کہ پانی موجود ہو و تصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدوں زمین کے درست ہے از روئے استحسان کے ہم و یستحسان  
یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور ارتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدوں زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اس لیے کہ گاہے زمین یک  
جاتی ہے بدوں پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا تصور ہے بدوں ارض کے و اذا کان لرجل ارض و لاخر فیہا نہر و ارد رب الارض ان لا یجری  
النہر فی ارضہ لکن لہ ذلک و نیز کہ علی حالہ اور جب کہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اس کی زمین  
میں نہر جاری نہ رہے تو اس کو اس کے روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اس کے فدی حال پر و ان لم یکن فی یدہ و لم یکن جاری فیہا ای فی الارض

۱۲ اور ایک نسو میں الشفعہ ہے بجائے الشفعۃ کے ۱۲



فعلیہ البیان ان ہذا النہر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ہذا النہر مسوق لسطی اراضیہ اور اگر نہر اس کے نشتر ہیں نہ ہو یعنی اس کے درخت نہ ہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہ ہو یعنی اس کا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر پانی ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اس کی مملوک ہے یا اس کا پانی اس نہر میں جاری تھا اس کی روانگی تھی مدعی کی زمین سینچنے کے واسطے م قولہ وانہ قد کان کا واد یعنی اوہ ہے اس واسطے کہ دعویٰ ملک نہر میں ہے یا حق ابراہین چنانچہ ذیل میں مصرح ہے کذا فی الطحاوی و علی ہذا المصیب فی نہر اعلیٰ سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب زمینی اور اسی قیاس پر پانی کرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت پر و علی ہذا القیاس پر نہر یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو اس میں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے م مصیب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرنا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کے گھر میں دوسرے کا پرنا یا راہ واقع ہو تو وہ اس کو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعویٰ کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہ ہوں تو اس پر گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر ارضیہم لان المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری ان کے درمیان میں بقدر ان کی اراضی کے ہوگی اس واسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اس کی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف اختلاف فہم فی الطرق فانہم لیتوون فی ملک رقبۃ بلا اعتبار سوا الدار و ضیقہا لان المقصود الاستطراق برحلت راہ کے اختلاف کے کہ رقبہ طرق کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اس واسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے و لیس لاحد من الشراکاء فی النہر ان لیشق منہ نہر او یصیب علیہ رجی الارحی وضع فی ملک ولا یضر نہر ولا بناء وقایہ اور نہر کے شرکوں میں کسی کو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اس پر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اس کی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نہ کرے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اس واسطے درست نہ ہو کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار رہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس کے جاری ہونے میں خلل واقع نہ ہو اور والیتہ کنا عورۃ او حیرۃ او نظرة یا قائم کیے مشترک نہر پر ڈھیلکی چنانچہ دلاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور تنگی پل تو شریک کو جائز نہیں اولیٰ وسع ثم النہر او لیتسم بالایام والجمال انہ قد کانت لہتمہ بالکوی بکسر الکاف جمع کوة وفتحہا النقب لان القیم تیرک علی قدرہ لظہور الخن فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دونوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدری قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اس واسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوة یعنی نقب م اصل اس کی نقب بیت ہے لیکن یہاں مستعار ہے کشت زار کے مفارح آب کے واسطے کذا فی المغرب اولیٰ وسع نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہ منہ ای من النہر شرب یا شریک بجائے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اس کے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلکہ رضائہم متعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدوں رضامندی باقی شرکوں کے شارح نے کلام و رضایہ اشیاء مذکورہ متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور ڈھیلکی وغیرہ اس پر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدوں رضامندی شرکوں کے لے جانا درست نہیں و لم نقضہ بعد الاجازۃ ولور شتم من بدہم اور شرکاء کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شرکوں کے بعد ان کے وارثوں کو بھی یہی اختیار حاصل ہے و لیس لاہل الاعلیٰ سدا النہر بلارضاہم ان لم تشرب ارضہ بدونہ تلتقی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدوں رضامندی شرکوں کے اگرچہ اس کی زمین سیراب ہوتی ہو بدوں بند باندھنے کے م اور اگر شریک راضی ہو جاوے اعلیٰ کے باندھنے پر بقدر اس کے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جائے لے اعلیٰ کے حصہ میں عبارت اس طرح ہے قد کان لہ قدیم مجری لسطی اراضیہ یعنی قدیم سے مدعی کا ایک سا نہر میں پانی سینچنے کے لیے تھا جس کو وہ سینچنے کے واسطے رواں کرنا تھا و لسطی یعنی جس میں پانی کھیت میں لایا ہوا



تو جائز ہے لیکن اگر تختوں وغیرہ کے روکنے سے پانی رک جائے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہیں بدوں رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی  
 اراضی کو پانی نہ پہنچتا ہو بدوں نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے درجہ بدرجہ حصہ حصہ تا اعلیٰ بدیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے  
 لوگ امیر ہیں اعلیٰ نہر کے لوگوں پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی والطحطاوی کطریق مشترک اراد احدہم ان یفتح فیہ بآب الی دارا خری ساکنہا  
 غیر ساکن ہذہ الدار التی مفتحت فی ہذا الب طریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان الممارۃ لا تزاد چنانچہ ایک راہ مشترک ہے  
 چند شخصوں میں سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اس میں اس دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جس کا پہننے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والے کا جس کا دروازہ اس  
 راہ میں ہے برخلاف اس صورت کے کہ دونوں گھروں کا پہننے والا ایک ہی شخص ہو وہاں دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں آمد  
 رفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جائیں اور پہلی صورت میں زیادہ ہو جاتے ہیں اس لیے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز و یورث الشرب ویوصی بالانفاق  
 اما الا یصاء بیعہ فباطل اور میراث باری ہوتی ہے پانی کی باری میں اور وصیت کی جاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اس کے بیع کی وصیت باطل ہے  
 ولایباع الشرب ولایوہب ولایوجر ولا یتصدق بہ لانہ لیس بمال متقوم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتویٰ کا سببی اور پانی کی باری بھی نہیں جاتی اور اس کا  
 ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دی جاتی ہے اور نہ خیرات دی جاتی ہے اس واسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ لوگ  
 آوے گا ولایوصی بذلک ای بیعہ واتویہ اور وصیت نہیں کی جاتی اس کی بیع اور ہبہ اور اجارہ کا ولایصلح الماء بدل خلع و صلح عن دم عمد و مہر نکاح  
 وان ہذہ العقود لانہا لا تبطل بالشروط الفاسدہ لان الشرب لایملک بسبب ما حتی لومات وعلیہ دین لم یبع الشرب بلا رضی اور باری کا پانی لیاقت نہیں  
 رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے بعد انھوں سے اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاویں گے باری کے  
 عوض ڈالنے سے اس واسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتی پانی بدل صلح اور مہر اس واسطے نہیں کہ پانی کی باری قائل تملیک کے نہیں کسی سبب  
 تملیک سے یہاں تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اس پر دین ہے تو اس کے دین میں باری بدوں زمین کے بیچی نہ جاوے گی قلو لم یکن لارض قبل یبع الماء فی کل نوبۃ  
 فی حوض فیباع الماء الی ان ینقض دینہ وقیل یظن الامام الی ارض لا شرب لہا فیضہ الیہا فیضہا براضا و ہا فیضہا بقیۃ الارض بلا شرب و قیمتہا معہ فیضہ  
 تفاوت ما بینہما لدین الیمت وتمامہ فی التزیلی تو اگر میت مدیون کی زمین نہ ہو فقط باری ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض  
 میں پھر وہ پانی ہر باری میں بکا کرے یہاں تک کہ دین آخر چھاؤں بعضوں نے کہا کہ حاکم اس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جس کی باری نہیں ہے تو میت کی  
 باری کو اس زمین کے ساتھ ملائے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدوں باری کے کتنی ہے  
 اور باری کے ساتھ اس کی قیمت کتنی ہے تو مابین کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اس کا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت  
 بدوں باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں ولایضمن من ملا ارضہ ما وفرت ارض جارہ او غرق لا  
 تسبب فی متعدد و ہذا اذا سقاہ سقیا مقادیر متجددۃ و لا یضمن و علیہ الفتویٰ اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جس نے اپنی زمین میں پانی بھرا سو اس کے پڑوسی کی زمین  
 اس کا پانی سوک لیا یا اس کی زمین غرق ہو گئی اس لیے کہ وہ تسبیب غیر متعدی ہے اور تسبیب میں تاوان اس وقت ہوتا ہے جب کہ تعدی ثابت ہو اور یہ یعنی ہم تاوان  
 اس وقت ہے جب کہ اس نے عادت کے موافق سینیچی ہو اور باعتبار عادت کے اس کی زمین اس قدر پانی کی مقفل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اس نے پانی بھرا  
 ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی تو اس پر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے و فی الذخیرۃ ہذا اذا سقی فی نوبۃ مقدار حصۃ اما اذا سقی فی غیر نوبۃ او زاد علی  
 یضمن علی ما قال اسماعیل الزاہد قستانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اس وقت ہے جبکہ اس نے اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینیچی ہو اور اگر



باری کے سواے میں پہنچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اس پر تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زادہ کے کذا فی القمستان فی ولا یضمن من سقی ارضہ  
 او فرعہ من شرب غیرہ بغیر اذن فی روایت الاصل و علیہ الفتوی شرح وہبانیہ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما مر انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جس نے اپنی  
 زمین یا زراعت پہنچی غیر شخص کی باری سے بدوں اس کے اذن کے اصل کی روایت بلخ اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اس واسطے تاوان  
 نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال مقنوم نہیں ہے ولو تصدق بئر لم یحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المخصوص فان الدایۃ اذا سمحت بہ الغنم  
 و صار شیئاً آخر قمستانی اور اگر اس کے پیدا ہونے غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اس میں برخلاف مخصص  
 چلے کے اس لیے کہ جب جانور موتا ہو گیا چار اکھانے سے تو چار معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القمستانی فان تکلمہ  
 ذلک منہ لاضمان و ادبہ الامام بالضرب المجلس ان رأى الامام ذلک غانیۃ و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہو اس شخص سے  
 تو تاوان نہیں اور تضریر دے اس کو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اس کو مصلحت جانے کذا فی الحانیۃ اور اس کا مطلب بیان شرح وہبانیہ میں ہے وقال و یجوز بعض  
 بلخ بیع الشرب لتعال ربل بلخ و القیاس یترک بالتعال و لو قص بانہ تعال اہل بلدۃ واحدة اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری  
 بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے اور یہ ترویج توڑی گئی اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج  
 ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک انہیں ہوتا ہوا فتی الناصحی بضمائہ ذکرہ فی جوابہ الفتاوی قال و یستقد الحکم لامحۃ بیعہ فلیست اوزناھی  
 نے فتویٰ دیا ہے اس کے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے لینا مذکور ہے جوابہ الفتاویٰ میں اور یہ کہ ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے  
 م اس فتویٰ میں ناصحی منفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ طہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے  
 کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نہ کرے کذا فی الطحاوی قلت و فی الہدایۃ و شروحا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نقسہ بما غیرہ ضمتہ  
 و برہزم فی النقایۃ ہنا فافہم میں کہتا ہوں اور ہدایہ اور اس کی شرح میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین پہنچی غیر کے  
 پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہاں سو اس کو سمجھ لے م شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام  
 میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت و قد مر ما علیہ الفتویٰ فقہ میں کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جس پر فتویٰ ہے تو خبردار رہنا ہم مراد جمہور کا فتویٰ ہے  
 عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا ناصحی کا فتویٰ کذا فی الطحاوی و فی الوہبانیۃ و سابق بشرط الغیر بس لہما من بیعہ و ضمتہ بعض و ما مر طہیریہ اور وہبانیہ  
 میں ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضمان نہیں اور بعضوں نے اس پر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے و ما جوز اذا التراب لہدی  
 علی + جواب نہ ردون اذن یقر بہ اور فقہائے اس مئی کا لینا جو نہر کے جواب پر ہے تجویز نہیں کیا ہے بدوں اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو + و لو حفروا نہرا و القوا ترابہ  
 فلو فی حریم یس بالنقل یومر بہ اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اس کی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے دلوں سے اٹھانے کا  
 حکم نہ ہوگا ہم صوّر اس کی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین میں اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اس کی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب  
 زمین مٹی اٹھانے کا ان سے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ ان سے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیہ  
 کی دو بیعتوں میں مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کذا فی الطحاوی و اللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ العظیم الکریم :





# کتاب الاشریہ

یہ کتاب ہے اشریہ یعنی شرابوں کے احکام میں م اشریہ مجرمہ کے حرام ہونے کی خوبیاں ظاہر ہیں اس لیے کہ مزیل عقل ہیں اور عقل الاشریہ ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن غمراہی امتوں پر مباح تھی ان کی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب تو بہت اپنی قوت کے آفت شراب کے متحمل تھے اور ان پرستی غالب ہوتی تھی تو اس کی اباحت میں ان کے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب اور یہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو ان پرستی غالب ہو جاتی ہے شراب قلیل سے بھی اس لیے کہ ان کے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر یا نکل قلیل یا کثیر ان پر حرام ہو اور ابتدائے اسلام میں اس واسطے مباح ہوئی تھی تا فساد خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی العینی طحاوی نے کہا کہ مستی اور نشہ سب دینوں میں حرام تھا اور خمر کا تصور ابھی دنیا امت محمدی پر حرام ہوا ان کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا امر قبیح میں واقع نہ ہوں کیونکہ یہ امن مشہور بالخیر ہے ہی جمع شراب والشراب لغو کل مائع یشرب واصطلاحاً مالیکر اشریہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رفیق سائل سے جوہی جائے چنانچہ پانی اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نہ کرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کرے م عرف ہندوستان میں شراب اس کو کہتے ہیں جو دیک میں ڈال کر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والحمز منہا لریغۃ النواع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلا اور سکرا اور نقع زہیب چنانچہ تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی م اصول اشریہ چار چیزیں ہیں ایک تو شمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور مور یعنی انگور خشک جس کو اہل ہند منقی کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جو اور تیسرے شیریں چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سوا گور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور یاقوت اور منصف اور مثلث اور منج یعنی پختہ اور منقی سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقع اور نبذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی شکر بفتقین اور فنیخ اور نبذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہ اسے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اس کے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام جو سواشریہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق پھوڑا گیا تو اس کو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیریں ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا کر گیا اس کا نام خمر ہے اور جب کھا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو پھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اس کا نام بادہ ہے اور اگر کہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اس کا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈال کر پتلا کیا پھر اس کو پکایا تو اس کا نام پختہ ہے اور اس کو یعقوبی اور بابوسفی بھی کہتے ہیں اس لیے کہ ابو یوسف نے مارون الرشید کے واسطے اس کو مرتب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اس کو بولتے ہیں اور منقی سے نقع اور نبذ بناتے ہیں نقع یہ کہ منقی کو پانی میں چند روز رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا اور نبذ یہ کہ منقی کا پانی پھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکرا اور فنیخ اور نبذ بناتے ہیں سکرا پانی ہے خمر پختہ کا اور فنیخ پانی ہے گڑ کھجور کا اور نبذ پختہ یا گڑ کھجور کا پانی ہے جو پھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی وقاضی خاں منقط الاول الخمر وی الثانی بکسر النون فتشید الیاء من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الزخوة چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جب کہ وہ جوش کھائے

لہ جسیانہ انگور خشک ۱۲ سے ۱۵ بمجموعہ ماروزن امیر شراب بخورہ خام ۱۲



اور ایسے اور اشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے شایع نے کھانے بکسرون اور تشدید یا تختانیہ ہے اور زبد بفتح زائجہ و باء موحده عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے مراد جوش کامل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جائے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے مست کر دینے کی قوت حاصل ہو جائے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شراب کے جو اس کو فہم اور رک سے روکے اور بعضوں نے کہا صلاحیت اسکا یعنی مست کر دینے کی یاقوت مراد ہے کذا فی بنایۃ العینی ولم یشرط اذ ذہوبہ قالت النکتۃ و بہ اخذ ابو حفص البکیر و ہوا لا ظہر کما فی الشرع بلا لایۃ عن المواہب و یافی بالیقیدہ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدوں جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شریک بلا لایۃ میں مواہب سے منقول ہے اور آگے آوے گا جو اس مطلب کا مفید ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے رکھنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اس کو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتداء ہے اور اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اس واسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے مگر اسے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اس کے لہذا مناسط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الحمرۃ علی غیر ما ذکر مجازا اور گاہے خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے م ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اس واسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہاں تک کہ مخمر ہو گئی اور اختار عبارت ہے تغیر سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اس کی مخمرت کے سبب عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلاثہ کے موافق ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل ان کی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہم نے کی ہے اس پر اہل لغت کا اتفاق ہے اس کے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اس کی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وہم قلیلہا و کثیرہا بالاجماع لعینہا اسے لہذا تھا پھر مصنف نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نہ کرے ہم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اس واسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اسی میں قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اس لیے کہ قرآن میں خمر کو جس فرمایا اور جس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لم یشرک کو نجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں یکساں فی قولہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الا یہ عشر دلائل علی حرمتہا بسوۃ فی المجتبى او غیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیل خمر کے حرام ہونے پر مجتبى وغیرہ میں مشروعا مذکور ہیں دلائل مذکورہ یہ ہیں ۱ خمر کو قمار اور اسنام کے ساتھ ذکر فرمایا ۲ اس کو جس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اس کو شمار کیا ۴ ہتھاب کا حکم کیا ۵ ہتھاب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اس کے سبب ۸ روکتا ہے زیادہ ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰ نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدید کی کذا فی العللی وہی نجسۃ بنجاستہ مغفلۃ کالبول اور خمر بنجاست مغفلہ ہے پیشاب کے مانند اس واسطے کہ اس کی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے و یکفر مستحلبا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اس واسطے کہ وہ بدیل قطعی کا مسکر ہوا و سقط تقوہما فی حق المسلم لاما لیتہما فی الاصح اور خمر کا مال مقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اس کی صحیح تر قول میں مال مقوم مسلمان کے حق میں اس واسطے نہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کی اہانت کی نجس العین فرمایا اور مقوم لہا سب حرام ہیں جس جوش کھائیں اور شدت پکڑیں ۱۱ ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے ۱۲ اسے جس کی ذات ناپاک ہو ۱۲



ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اس کی طرف وحرم الانتفاع بہا  
 ولو سبق دواب او لطین او نظر للتلوی اونی دواء و دمن او طعام او غیر ذلک اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر  
 کرنا دیوار بنانے کو یا اس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے  
 الا لتخیل او لحوق عطش بقدر الضرورة ولوزاد فسر حد مجتبیٰ مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی  
 کر مست ہو گا تو اس پر حد ماری جاوے گی کذا فی المجتبیٰ ولای یجوز بیعہما لحدیث مسلم ان الذی حرم شرہما حرم بیعہما اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث  
 کی دلیل سے مقرر جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے ہم مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک خمر تحفہ لایا  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پینا حرام کیا ہے پھر اس نے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات  
 کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اس نے کہا کہ میں نے اس کے پیچ ڈالنے کا امر کیا تب یہ حدیث فرمائی کہ جس نے پینا حرام کیا اس نے اس کا  
 بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا ڈالنا کھول دیا تو جو اس میں خمر خفی سب جاتی رہی کذا فی العینی و یکحد شاربہا وان لم یسکر منها اور حد ماری جلے خمر  
 کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہ ہو جائے اس سے ہم باوجود عدم سکر مد لازم ہے اس واسطے کہ اس کی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ  
 ام الخبیثات ہے بسو ط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اس پر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت  
 کرتے ہیں پھر اگر اس نے پی تو اس کی غارت چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اس کو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحاوی عن  
 القسستانی و یکحد شارب غیرہ ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جب کہ اس کو یہوشی اور نشہ ہو م فتاویٰ عالمگیری میں  
 ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے تو حد ماری جلائے گی اس پر جو مست ہو جائے اور ان شرابیوں کو پی کر جو خوب اور شہد اور دودھ اولہ  
 انجیر سے بنائی جاتی ہیں اس واسطے کہ فاسق لوگ ان شرابیوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو و لعب کا قصد کرتے ہیں اور اس کے پینے سے مست  
 ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولایوثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اس کے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا نام یعنی پکانے سے اس کی حرمت زائل نہیں ہوتی  
 اس واسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اس واسطے کہ اس کی حرمت کو باطل کر دے حرمت کے ثابت ہو جانے کے بعد یعنی خمر  
 ہو جانے سے پہلے طبع البتہ مؤثر ہے اور جب کہ خمر بن گئی تو اس کے بعد طبع کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحاوی الا ان لا یسکر فیہا مال لیسکر منہ لاختصاص الحمد بالشی ذکرہ الطحاوی  
 واستظهر المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی و فیہ  
 کلام لابن اشحنہ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نہ جاوے گی جب تک اس سے مست نہ ہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی  
 نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیۃ اور مجتبیٰ میں ہے یعنی جب خمر پکائی گئی اور اس کی تخمیں دور ہو گئی تو حلال  
 بہ جاتی ہے پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نہ کیا جائے اس کے قول کی طرف جو صاحب قنیۃ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے  
 جب تک کہ اس کی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہ ہو انتہی اور اس تصنیف میں ابن شحنہ شارح وہبان نے گفتگو کی ہے ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا ذوق  
 ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ رضی کا یہ ہے کہ اس کے شارب پر حد واقع ہوگی مھوڑی پیئے یا بہت چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول  
 ہے اور اسی طرح قاضی خلیل اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیۃ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جب کہ اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تخمیں  
 اور مست کر دینا زائل ہو جائے کیونکہ اس کی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب بسو ط نے کہا ہے کہ طبع  
 سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اس کی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استعمال نہیں پایا گی جو مقتضی ہے ابا حنت کا اور یہ ہو کہ



طبخ کو اس کی صحت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اس کے نہیں اس لیے کہ مؤثر انقلاب ہے طبخ کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحاوی واللہ بخیر  
 بہا التداوی علی المعتمد قال المصنف قلت ولو باحققان واقطار فی ارجل نہایہ اور جائز نہیں خمر سے دو اکڑا بنا بر قول معتد کے ایسا کہا ہے مصنف نے  
 شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقن کیا جائے اور پیشاب کے سوراخ میں پکائی جائے کذا فی النہایم پر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال مسکر کا نہیں لیکن نجس العین ہونے  
 سے یہ بھی درست نہیں اسی طرح اس کا سرمہ اور ناس میں ڈالنا جائز نہیں ویکوز تخلیلہما ولو بطرح شیء فیہا خلافاً للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرمہ بنانا اگرچہ  
 کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈال کر سرمہ بنے برخلاف شافعی ہم امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرمہ ہو جائے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈال کر سرمہ بنانا  
 درست نہیں پھر جب خمر سرمہ ہو گئی تو جہاں تک سرمہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اس کی اوپر کی جانب اس کی تیجیت سے پاک ہو گئی ابو سعود نے اپنے استاد  
 سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی ہے کذا فی الطحاوی والثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر لیطبخ حتی یدہرب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکراً و صوب المصنف  
 ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشرارہ خمر سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہاں تک کہ دو تہائی سے کمتر جل گیا اور وہ مسکر ہو گیا  
 اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس کا نام بادہ ہے نہ طلاہم ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا وہ بادہ ہے اور فحش نا  
 کے فتاویٰ میں دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اس واسطے لگائی  
 کہ اگر تہائی جل جائے گا تو جب تک تیریں ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد علیان اور اشتداد کے جب تک نشہ نہ کرے تب تک شہین کے نزدیک حلال ہے  
 خلافاً لمحمد واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما یطبخ من ماء الغضب حتی یدہرب ثلثا و صا مسکراً وہو الصواب کا جری علیہ صاحب المحیط  
 وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لافی الحکم لان حل ہذا الثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت لشراب کبار الصحابہ رضی اللہ عنہم کما فی الشرع بنبلالیہ اور دوسرا قول یہ ہے  
 کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جل جاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہو جائے اور اسی مشروب کو طلاء  
 کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث کو طلاء کہا ہے اس کو حرام نہیں کہا ہے  
 اس واسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمی بطلاء ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے چنانچہ شریک بنبلالیہ میں ہے خلاصہ  
 یہ کہ طلاء بتفسیر اول یعنی بادہ حرام ہے اور طلاء بتفسیر ثانی یعنی مثلث عینی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں الا بقدر مسکر کذا فی الطحاوی و فی الطلاء بقول  
 عمر رضی اللہ عنہ ما شربہ ہذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر الحمر بان اور مثلث کا نام طلاء رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے سبب  
 کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلاء کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء وہ قطران ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے م طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح و کسر وہ  
 چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ مثلث عینی غلظت قوام میں از بسکہ مشابہ تھا طلاء سے لہذا اس کو فاروق اعظم نے فرمایا ونجا ستہ ای الطلاء  
 علی التفسیر الاول کذا قال المصنف کا تخمینہ یہی مفتی اور اس کی نجاست یعنی طلا کی بنا پر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتویٰ  
 ہے م طلاء بتفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو مسمی ببادہ ہے اس کی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عینی چونکہ وہ حلال ہے تو ظاہر ہے  
 والثالث المسکر بفتحین وہو النبی من ماء الرطب اذا اشتد و قذف بالزبد اور اشرارہ مجرم سے تیسری شراب مسکر ہے بفتح سین و کاف اور وہ کچا رس  
 ہے پختہ تر کھجور کا جب کہ وہ خوب جوش مائے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اس میں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر تیریں ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحاوی  
 عن القہستانی والرائع یقنع الزبیب وہو النبی من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشرارہ مجرم سے چوتھی شراب یقنع زبیب ہے یعنی  
 خیسانہ مویری اور وہ کچا پانی ہے مویر کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرط اس کے جھاگ ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد والکل ای  
 الثلثۃ المذكورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکور شرابیں یعنی بادہ اور مسکر اور یقنع زبیب حرام ہیں جب کہ جوش کھاویں اور اشتداد پکڑیں



والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہ ہو تو بالاتفاق حرام نہیں مام کے نزدیک اس واسطے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اس وجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالنا تو بالاتفاق حرام ہے مام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اس لیے حرام ہے کہ جب فقط غلیان اور اشتداد میر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہو گئی و ظاہر کلامہ بقیۃ الملتون انہ اختار ہونا قولہما قالہ البرجندی نعم قال القمستانی و ترک القید ہنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور منوں کے مانند یہ ہے کہ اس نے اس مقام میں صاحبین کا قول پسند کیا ہے کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہیں کیا ایسا کہ ہے برجندی نے ہاں قہستانی نے کہا کہ ماتن نے یہاں جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اس واسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہاں اس کے ذکر کو ضرور نہ جانا تو اس سے خبردار رہنا مخطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اس واسطے کہ اس نے سکر کی حرمت میں جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیض زمیہ میں بھی جاری ہوگی اس واسطے کہ دونوں میں یکساں خلاف ہے ولم یبین حکم نجاستہ السكر بالنقیض ومفاد کلامہ انہا خفیۃ وهو مختار السخسی واختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف نے سکر لفتحتیں اور نقیض کی نجاست کا جو بیان نہیں کیا اور اس کے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی نجاست خفیہ ہے اور یہی قول شمس الاثرہ سخی کا مختار ہے اور ہدایہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے و حرمتہا دون حرمتہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اثر بہ ثلاثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیض کی کثر ہے خمر کی حرمت سے تو ان کا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاوے گا اس واسطے کہ حرمت ان کی اجتہاد کے سبب ہے اور حرمت خمر کی بدیل قرآنی قطعی ہے ہم کشف میں ہے کہ یکفر کو کفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اس واسطے کہ اول نسبت الی الکفر میں خاص اور ثانی مشترک ہے اور خاص دلالت مراد میں اولی ہے مشترک سے کذا فی الطحاوی والحلال منہا اربعۃ النوع الاول نبیذ التمر والزبيب ان طبخ ادنی طبخۃ بجل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہیں اول نبیذ تمر اور زبيب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ کھوڑا سا پکا یا جاوے یعنی یہاں تک کہ لہجہ حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اس کا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے مام اشتداد کے ساتھ قذف کو ذکر نہیں کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ مز میں ہے عینی نے کہا متخذ من التمر کی حرمت میں احادیث وارد ہیں اور اس کی حلت میں بھی احادیث وارد ہیں تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جائے و ہذا اذا شرب منہ بلا لہو و طرب فلو شرب للموقلہ و کثیرہ حرام اور یہی حلت نبیذ اور تمر اور زبيب کی اس وقت ہے جبکہ وہ پیا جائے بدول لہو اور طرب کے تو اگر لہو و لعب کے واسطے شرب ہوگا تو اس کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے مام مختار میں ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے در میں کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقوں کی وضع پر تو حرام ہے و مالم لیسکر فلو شرب ما یغلب علی لہو اد مسکر فیوم اور یہی حلت اس وقت تک ہے جب تک وہ نشانہ کرے تو اگر اس قدر پیے گا جس قدر کہ پینے سے اس کے نشہ کرنے کا گمان غائب ہوگا تو وہ پینا حرام ہے نہ مشروب بتمامہ سحر رائق میں ہے کہ جس نے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اس کو نشہ نہ ہوا پھر اس نے دسواں پیالہ پیاسو اس نے نشہ کیا تو حرام دسواں پیالہ ہے نہ لگے پیالے الہو لہو سفن نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا حرام اور اس کی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحاوی والثانی الخلیطان من الزبيب التمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد بجل بلا لہو و طرب حلال سے مشروب ثانی خلیطین ہے یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جب کہ وہ کھوڑا سا پکا یا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اس میں حاصل ہو حلال ہے بدول لہو و لعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر کر اور مٹھی بھر زبيب رسول خدا صلی اللہ



عِلْمِ دَاوِدِ مَحْبَابِ دِلْم کے واسطے برتن میں ڈالتے تھے اور پانی اس پر ڈالتے تھے سو جو علی الصبح تکرر رکھتے تھے حضرت صلعم اس کو شام کو پیتے تھے اور شام کو بھگور رکھتے اس کو علی الصبح پیتے تھے اور وہ جو احادیث میں خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتوں کا اجتماع نہ ہو ورنہ اور حالانکہ پڑوسی محتاج ہے بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ حالی میں تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحاوی والثالث تبیذ العسل والتین والبر والشعیرۃ والذرة یحل سواء طبخ او لا بلا لہو وطرب اور اشربہ حلال سے شہد اور انجیر اور گیہوں جو درجہ کار کا نبیذ ہے یعنی خیساندہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدوں لہو اور طرب کے والایح المثلث العینی وان اشد ہو باطن ماء العنب حتی یذهب ثلثا فقی ثلثا اذا قصدہ استمر الطعام والتداوی والتقوی علی طاعة اللہ ولو لہو لا یحل اجماعاً حتی اشربہ حلال سے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اس میں اشداد حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگوڑا رس پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائیاں جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی ہے یہ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالیٰ کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو ولعب کے واسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق شیخین کے نزدیک مثلث عینی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور آئمہ مثلث کے نزدیک حرام ہے بخلاف دلائل حلیت شیخین کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ ہم نے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا پڑھا اس میں یہ تھا کہ شام کا قافلہ مشروب غلیظ اسود لایا طلاء اہل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ میں نے ان سے سوال کیا کہ تم اس کو کتنا پکاتے ہو سو انھوں نے مجھ کو خبر دی کہ دو تہائیاں جلا ڈالتے ہیں اس کے دوثلث اجنب جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشداد اور سکر کا سو اپنے لوگوں سے حکم کر کہ اس کو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاؤ یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا ہے سو شیطان کے دو حصے ہیں اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اس کا پینا حلال نہیں سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کے خلاف کرنے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو ولعب اور فسق و فجور کے واسطے پیتے ہیں ابو یوسف سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کشتی کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا اور اس طرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ میں نبیذ مکر کو حرام نہیں کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اس واسطے کہ اکابر دین اس کو استعمال کرتے تھے اور میں اس کو نہیں پیتا ہوں باعتبار مروت کے انتہی مافی العینی و صحیح بخاری غیر الخمر مہم اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہو چکے ان کی بیع صحیح ہے یعنی اشربہ محرم یعنی منصف اور سکر اور نقیع زہیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اس واسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحاوی ومفادہ صحیح بیع الحشیۃ والا فینون قلت وقد سل ابن نجیم عن بیع الحشیۃ بل یجوز فکتب لایجوز فیحلی انی مرادہ بعدم الجواز عدم الحلی قال المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افینون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اس واسطے کہ دونوں غیر خمر ہیں میں کہتا ہوں اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اس پر ہے کہ عدم جواز ابن نجیم کی مراد عدم حلیت ہے ایسا کہ ہے مصنف نے شرح میں وضمن ہذہ الاشرۃ بالقیمۃ لایا مثل لمنعنا عن تملیک عبیدہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائے گا ان شرابوں کا بہ سبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اس واسطے کہ ہم ممنوع ہیں اس کی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور شراب مراد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمۃ صلیب لانه مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکہ ما یدنیہون نہ طبعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا تلف کر ڈالے تو اس کے مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جائے گا اس لیے کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم امور ہیں ان کے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحررہما محمد اسے الاشرۃ المتخذۃ من العسل والتین

۱۲۔ پینے کی چیز گاڑھی سیاہ رنگ۔



وہو ہما قال المصنف مطلقاً قلیسہا وکثیرہا وبلقی ذکرہ الزلیعی وغیرہ اور حرام کہا ہے ان کو محمدؐ نے مصنف نے شرح میں میں کہا یعنی ہوشیار میں کہ نبائی  
جاویں شہد اور انجیر اور ان کے مانند سے وہ محمدؐ کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیلئے زلیعی  
وغیرہ نے ہم قستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ جب اور خلاوات کا بندہ یعنی ان کا بوزہ بشرط مذکورہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو ان کو پی کر مست ہو  
اس پر حد نہیں اور اس کی طلاق واقع نہیں اور محمدؐ کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمدؐ کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کفار وغیرہ  
میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ اشریہ مذکورہ سے جو نکاح کرے علی العموم اس کا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو  
بدلیل حدیث صحیح مسلم کرم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد ابن ماجہ ودارقطنی کہ  
(ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام) یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور فتویٰ محمدؐ کے قول پر ہے اور برازیہ میں ہے کہ محمدؐ کے نزدیک قلیل اس کا  
اور کثیر سب حرام ہے فقہانے کہا کہ ہم محمدؐ کے قول کو لیتے ہیں اور محمدؐ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور ابو داؤد  
ظاہری کا ہے انتہی اور یہ اختلاف شیخین اور محمدؐ کا چار اشریہ حلال میں ہے اور اشریہ محرم میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمدؐ کے حرام ہے گو کہ اس قدر  
سے نشہ نہ ہو اگرچہ حد لازم نہ ہوگی بدوں نشہ کرنے کے کذا فی الخطاوی مختصر و اختصار شارح الوہبانیہ و ذکرانہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمدؐ کے قول  
کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمدؐ سب میں اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ  
میں غبار سے لے کر مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو السیرین مروی سے حکایت ہے کہ اس نے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اس واسطے کہ اس سے  
نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشہ فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اس کے پینے سے لوگ باز رہیں تاروئے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے  
خمر کے سوا باقی اشریہ میں بھی کذا فی الخطاوی ملخصاً و نظیر فقالہ فی عصرنا فاختیر حد و اقواہ طلاق من مسکر الحیج مسکر و عن کلہم بروی دافعی محمدؐ بتحریم ما قد قتل  
وہو المحرمہ اور شرح وہبانیہ نے اس کو نظم کیا ہے سویوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے اور علمائے طلاق واقع کر دی ہے اس شخص کی جو اناج  
کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا شیخین اور محمدؐ سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمدؐ نے قلیل کی بھی تحریم کا فتویٰ دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے و فی  
طلاق البرازیہ و قال محمدؐ ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام و ہونجس ایضاً ولو سکر منہا لمختار فی زماننا ان یحذر اذ فی الملتقی و وقوع طلاق من سکر منہا تابع للمحرمۃ و اکل حرام  
عند محمدؐ و بلقی و الخلاف انما ہو عند قصد التقویٰ ما عند قصد التسلی فحرام اجماعاً انتہی و تمام فیما علقہ علیہ اور برازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمدؐ نے کہا کہ جس  
چیز کا کثیر نشہ کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اس پر حد ماری جائے  
ملتقی میں اتنا زیادہ کہ ہے کہ جو شخص مست ہو اس کے پینے سے تو اس کی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہیں محمدؐ کے نزدیک  
اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ خلاف شیخین اور محمدؐ کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمع مسکرات کا باجماع شیخین اور  
محمدؐ کے حرام ہے انتہی مافی الملتقی اور پورا بیان اس کا اس شرح میں ہے جو ہم نے ملحق پر لکھی ہے زاد القستانی ان لمن الابل اذا اشتد لم یجل عند محمدؐ خلافاً لہا  
والسکرمۃ حرام بلا خلاف والحد و الطلاق علی الخلاف قستانی نے اس قدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کھا کر سستی لاوے تو محمدؐ کے نزدیک  
حلال نہیں برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اس کے مست پر حد واقع ہونا اور اس کی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی  
ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور محمدؐ کے نزدیک واقع ہوگی و کذا لمن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یجل و صحیح فی الہدایۃ خلعہ و فی الخزانۃ انہ یکرہ  
تحریراً عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جب کہ جوش کھا کر سستی لاوے تو محمدؐ کے حلال نہیں اور ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو صحیح کہا ہے یعنی امام کے  
کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے سب مشائخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حدت اس وقت تک ہے جب تک نشانہ کرے



زیلعی میں قول صحیح ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب فکر کرنے صاحب ہدایہ کے اس لیے کہ اس کے گوشت کی کراہت احترام کے سبب ہے اور اس لیے کہ مادہ جہاد منقطع نہ ہو جائے تو یہ کراہت اس کے دودھ کی طرف متعدی نہ ہوگی انتہی کذا فی الطحاوی وحل الانتیاز استخار النبیز فی البیاء جمع ویاذہوی القرع حلال ہے نمیز بنانا تو شیوں میں ویاذہ شدید باجمع ہے دباؤ کی جو معنی کہ وہ ہے الحنتم جرة خضراء والزفت المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الخشبہ المتقوۃ وماورد من النہی نسخ اور حلال ہے نمیز بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جس پر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہے اور کڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے بھی وارد ہے سو منسوخ ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابی برید عن لیبہ حدیث مرفوع روایت کی کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور یہودہ گوئی ذکر و اور محمد کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے سو اب رکھو حنتم چاہو منع اسی واسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے اور ویاذہ و حنتم اور زفت میں نمیز بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اس واسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتا اور نہ پیونشہ کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایۃ ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر ان میں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے ان کا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد کے نزدیک وہ بھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس میں بار بار پانی بھرے اور گراتا رہے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے جس میں نہ شراب کا مزہ ہے نہ رنگ نہ بو فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے وکرہ شرب وردی الخمر ای عکرہ والا متشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ لکثیرہ کما مر و لکن لا یجد شاربہ عندنا بلا سکر و بہ یجد اجماعا اور خمر کی لچھٹ پینا اور اس کو کنگھی میں ملا کر بالوں میں لگانا مکروہ اس واسطے کہ درد اور لچھٹ میں خمر کے اجزاء موجود ہیں اور خمر کا قلیل اس کے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لیکن اس کے پینے والے پر ہمارے نزدیک مدہ ماری جاوے گی بدول نشہ کے اور نشہ کے ساتھ باجماع مدہ ماری جاوے گی ویکرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ولیمد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اس واسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا سے اور نماز سے باز رکھتا ہے اور روکتا ہے م طحاوی نے بنج اور حشیش میں عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اس لیے کہ بنج بفتح یا موصدہ و سکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جس کو جاہل فقیر میتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن باقی ست شبیہ بہ برگ بادرنجبویہ و بسیار غلیظہ و در طول و عرض ازاں بزرگ تر و بسیار سبز مائل لبیاب و برگ و ساق غلیظہ آن مرغوب و ثمر آن در غلافی شبیہ گل انار و شاخہ آں کے زیر دیگرے و مملو از تخمے شبیہ بکلبہ و بسیار ریزہ ترازاں و غیرہ و در دوسرے نوع است سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول با سمیت و غیر مستعمل و نوع سوم کہ مفید است مستعمل و کیا بہ بعضے سرخ آزا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ بفارسی کتب و بنگ و ہندی بھاگک و اصطلاح ورق الجنال حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند و زنت آن بند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آن را شہد انج و بفارسی شاید نہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جس کو قلندر یہ استعمال کرتے ہیں جو لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مفارحہ حشیش کی اس واسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اس میں اوصاف ذہبہ ہیں لہذا متاخرین کا اس کی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل سقمونیہ اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اس پر زیادہ ہوا اور قتل کرے یا عقل کو زائل کرے وہ حرام ہے انتہی مانی العینی طحاوی نے قستانانی عن شرح اللباب نقل کیا کہ



بج دو قسم ہے ایک نزل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری قسم مباح ہے ایون کے مانند اس واسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بیچ کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے اتنا کہ دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئاً من ذلک لا یطہر وان سکر منہ لم یحضر بہما دون الحد کذا فی الجوبہ بخلاف اسی اور بنگ اور ایون حرام ہے لیکن زنت حرمۃ ان کی حرمت کمتر ہے سوا کوئی شخص ان میں سے کھائے تو اس پر حد نہیں اگرچہ اس سے مست ہو جائے بلکہ اس کو تعزیری دی جائے حد سے کمتر کذا فی الجوبہ وکذا خمر جوز الطیب لکن دون حرمۃ الخمر قال المصنف اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جائے پھل حرام ہے لیکن اس کی حرمت بنگ کی حرمت سے کمتر ہے ایسا کہ مہر مصنف نے شرح میں حرمت جائے پھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اس کو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق تھان کر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب مکہ ہے ونقل عن البامع وغیرہ من قال یحل البیج والحشیۃ فهو زندق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدانہ یکفر ویراح قتلاً مصنف نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بیج اور بنگ کے صلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدانہ نے کہا کہ وہ منسوب بہ کفر ہے اور اس کا قتل مباح ہے مہر مصنف نے جامع الفتاویٰ سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح ترمذی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ رخی سے حلت اور حرمت شیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہؒ سے کچھ منقول نہیں اس واسطے کہ ان کے وقت میں اس کا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھ منقول نہیں مرنے کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق اور عجم میں تھے اور اس کی اباحت کے قائل تھے پھر جب اس کی بلا عام ہو گئی اور یہ تمام میں پھیلا اور سفارت عقل پر غالب ہو گئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء اور ائمہ مرنے مرنے کے مانند اس کی حرمت اور اسکے جلا اور اس کے بائع کی تعزیر کا فتویٰ دیا تو اب شافعی اور حنفی دونوں مذہبوں کا اس کے حرام ہونے پر فتویٰ ہے یہاں تک کہ اس کی حلت کے قائل کو زندق اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق سے تو اس کی طلاق واقع ہوگی زہرا اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا البغہم الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبار والصغار عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحريم جوز الطیب باجماع الائمة الاربعۃ وانہا مسکرة میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح میں جو ان کے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبار اور صغار کے بیان میں ہے ابن حجر مکی سے یوں کہتا ہے کہ اس نے تصریح کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا البغہم والیتین الذی حدث وکان محدثہ مدنی فی سنتہ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لایسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام بحديث احمد علیہ سلمۃ قالت نخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبار تبنا ولا المرأة والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرام قطعاً علی ان استعمالہ بماضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبار الصقائر انتہی بحرف پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعیؒ نے کہ تنباکو جو نوپیدا کث ہے اور اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی اس کا پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اس کے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر جو اس کو منکر اور ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور مست کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کرنے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہ کہ اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صفائے کادوم کبیرہ گناہ ہو بات ہے انتہی کلام البغہم الشافعی بلطفہم ابو السعد مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زہر جہتہ پیتی ہو تو زوج پر اس کا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہم نے ثقات شافعیہ سے دریافت کیا سوا انہوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر بعض



اور حقہ اس وقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اس کی عادت ہو اور ترک اس کا ضرر نہ کرے تو از قبیل تفکرات ہوگا اور اگر اس کا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہ ہوگا انتہی کلام الشافعیۃ اور یہ جو ضرر بدن کا مد کو یکساں حقیقت ہمارے کمرے پر مختلف ہے اختلاف مستعملین کے یعنی کسی کو مضر ہے اور کسی کو نافع و فی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الا باسۃ او الوقت و لفظہ اترہ نیما شکل سالہ کا حیوان المشکل امرہ والنبات المجهول سمۃ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاد فی زماننا المسعی بالتبیین فتنہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدہ کا اس چیز میں جس کا حال معلوم نہیں چنانچہ وہ جائز جس کا حال معلوم نہیں درجہ گھاس جس کا زہر ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کتا ہوں تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہماری زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہے جس کا نام ہمیں یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنی بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں اباحت ہے تنباکو مباح ہے اور بموجب اس قاعدہ کے اصل اشیاء میں توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم مخرج کے تو نہ مباح ہے نہ حرام وقد کرہ شیعۃ العمدی فی ہدیۃ الحاقار بالثوم والبصل بالاولی فتنہ بر اور البتہ تنباکو کو ہماری استاد عمدی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمدی میں مکروہ کہا ہے اس کو لسن پیاز کے ساتھ بطریق اولی ملحق کر کے سوا کچھ غور کر لے ہم مفتی روم ابوسود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی لسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدیں تحریمہ مکروہ تحریمی ہے جیسے لسن پیاز و ل مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کے وقت اس کا استعمال صریحاً ادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ (کل دخان حرام) سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہیں سو یہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدلو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملا بست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا نہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن اجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن جرم بجمرتہ المحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی المحظر ونظم فقال سے وافتوا بتحریم المحشیش وحرقۃ و تطلیق محتش زجر وقرر واداء لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا: وزندقتہ للمستحل وحرر واداء: اور ان علما میں سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہیں شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہے اس کو کتاب المحظر میں اور اس کو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علما نے فتویٰ دیا ہے بنگ کے حرام ہونے اور اس کے جلادینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توہین کی وجہ سے اور ثبات کی ہے علم نے بنگ فروش کی تعزیر اور سن اور اس کے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اس کو منقح اور محقق بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم:





# کتاب الصيد

یہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں مہتمم قستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممنوع متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممنوع کی قید سے مرغی اور بٹ نکل گئی اس لیے کہ ممنوع سے وہ مراد ہے کہ اس کے پاؤں یا پر ہوں جن سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کہ بوتر نکل گیا اس واسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہے کہ آدمیوں سے مالوف نہ ہوں نہ رات نہ دن اور وحشت طبعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلامہا لیورث لہم شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاثر یہ سے یہ ہے کہ دونوں چیز مورث سرور ہوتی ہیں مباح نجستہ عشر شرط مبسوطۃ فی العنایۃ وسفقرہ کفی اثنا المسائل شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم ان کی تقریر بیان کریں گے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم مجددہ شروط مذکورہ پانچ شرطیں ہیں شکار کرنے والے میں اہونا اس کا مسلم یا کتابی ۲ پھوڑنا اس کا کلب یا باز کو ۳ شریک نہ ہونا اس کے پھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ہم ترک لیسہ عمدانہ کرنا ۴ پھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا اور یہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ ہیں اہل علم ہونا اس کا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جاننا اس کا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی سہ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطیں شکار میں ہیں ایہ اس کی خورش نیش داردانت اور جنگل سے نہ ہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہ ہونا ۳ سوائے مچھلی کے آبی جانور نہ ہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پاؤں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اس کے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ عن النہایۃ پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کے واسطے ہیں نہ مطلق شکار کیے منع الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اس لیے کہ شکار کرنا کبھی کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور میں اور حرام میں حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اس کی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منع الغفار میں ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالیٰ واذ احلتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حراما یعنی جب تم حلال ہو یعنی حرم نہ ہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جب تک تم حرم ہو اور مشروع ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب اپنا کتا پھوڑے تو اس پر بسم اللہ کہہ پھر اگر اس نے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اس کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کر اور اگر تو نے اس کو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اس کو نہیں کھایا تو اس کو کھا اس واسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اس کے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اس کی خوبی ثابت ہے اس واسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے انتہی مافی المنع الا الحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر حرم کو غیر حرم میں مباح نہیں مصلیٰ نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا الحرم اوفی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر حرم کو یا حرم میں مباح نہیں اس واسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار حرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں اور ملتہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو ولعب کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے اور حرفۃ علی مافی الاشباہ قال المصنف وانما زدت تبعا له والا فالتحقیق عندی اباۃ اتخاذہ حرفۃ لانه نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی



الترازیہ وغیرہ یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم ایاحت بموجب اشتباہ کے یہ مصنف نے شرح میں کہا کہ میں نے عدم ایاحت حرفہ متن میں زیادہ کی اشتباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی ایاحت تحقیق ہے اس واسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام ایاحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ ترازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد ہے صاحب اشتباہ کا ادب کی راہ سے اس کے قول ضعیف کو بھی علامہ رد نہ کیا نصب شبکہ لصد ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للبحاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہو گا اس جانور کا جو اس میں پھنس گیا برخلاف اس صورت کے جب کہ جال لگایا اس کے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہ ہو گا اس کا جو پھنس گیا اس میں تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اس کو پکڑے گا مالک ہو گا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المقلش او غیرہ خاتما او دینار مضر وبالغرب الاسلام لایملکہ ویجب تعریفہ اور اگر نیار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا شرفی جس پر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اس کا مالک نہ ہو گا اور اس کی تعریف یعنی پہنچانا واجب ہے کہ جس کا ہو سو اس کو لے ہم مقلش بضم میم و سکون قاف و کسر لام و شین معجم عرف میں اس کو کہتے ہیں جو زمین کی مالیت کی چیز تلاش کرتا پھرے کذا فی الطحاوی اور جس پر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم اسباب الملك تلتینا قل کبیع و ہبۃ و خلافتہ کارث و اصلۃ و ہوا استیلا و حقیقۃ بوضع الیاد و حکما بالتمیۃ کنصب شبکہ لصد لا یخاف علی المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفاذۃ علی حطب غیر ملکہ ولم یحل للمقلش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جائے جیسے بیع واداء ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کی اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اس کے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہ ہو گا یعنی اس واسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدوں تعریف کے تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قسمانی سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکیل الصيد بکل ذی ناب و مخلب تقدما فی الذبائح من کلب یا ز و نحوہا و بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس نجس العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور جنگل گیر سے کتا ہوا یا باز اور مانند ان کے چنانچہ چیتا اور شکار بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اس کے نجس العین نہ ہونے کے کتاب الذبائح میں فی شمار اور جنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر جنگل والا مراد نہیں اس لیے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر جنگل والا لیکن یہ شکار نہیں کرتے نیش اور جنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصيد بدب و اسد لعدم قابلیتہما للتعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخصاستہ والحق لبعضہم بالدب الحدادۃ لخصاستہا پھر مصنف نے تفریع کی اس قاعدے پر جس کی مہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا یہ کچھ اور شیر سے اس واسطے کہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے یہ عمل نہیں کرتے شیر اپنی علومیت سے غیر کام نہیں کرتا اور یہ کچھ بسبب اپنی خصاست اور حرص کے دوسرے کام نہیں کرتا اور بعضوں نے یہ کچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اس کی خصاست کی وجہ سے ہم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا ولا یختر بر بنجاستہ عبیدہ و علیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ چہنہ الا ان یقال ان النض و رد فیہ قنبہ اور سور سے شکار کرنا درست ہے اس کے نجس العین ہونے کے سبب اور بموجب اس قاعدے کے

ملہ ایک نسخہ میں التفریع بجائے تعریف کے یعنی اس مسئلے کی پوری تفریع بڑی کتابوں میں ہے ۱۲



تو کتے سے بھی شکار جائز نہ ہوا لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجیے کہ کتے کے ہواز شکار میں نفس وارد ہے تو کتہ مستثنیٰ ہے اس قاعدے سے آگاہ رہنا وہ بہیندفع قول القستانی ان الکلب نجس العین عند بعضهم والخزیر نجس العین عند ابی حنیفہ علی ما فی التہرید وغیرہ فتاویٰ اور اس جواب سے قستانی کا یہ قول مندرج ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک چنانچہ تجربہ وغیرہ میں ہے سو تامل کر لے بشرط علمہما علم ذی ناب و مخرب نیش دار اور جنگل گیر کا شکار حلال ہے ان کی تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اما الشرب من الصيد فلا یضر قستانی و بانی تلثانی الکلب نخوہ و بار جوع اذا دعوتہ فی البازی و نخوہ اور یہ یعنی ان کی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں عین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور بازو وغیرہ میں پلٹ آنے سے جب کہ تو اس کو بلا دے اور شکار کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں چنانچہ قستانی میں ہے اور آگے مذکور ہو گا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اس کی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پردہ وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اس کا معلم ہونا ثابت ہو گا اس واسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور بازو وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت پھوڑی تو تعلیم یافتگی ثابت ہوتی خواہ بازو گوشت دیکھ کر پلٹ آتا ہو یا بدوں گوشت کے اور اگر بازو شکار سے کچھ کھا دے گا تو یہ اس کی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحاوی و بشرط جو حما فی لے موضع منہ علی الظاہر و یہ یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کے اور بازو کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایہ کے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی فقط گل از خمی کرنا شرط نہیں بلکہ زکوۃ اضطرابی ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکل جاتا ہے وعن الثانی یکل بلا جرح وہ قال الشافعی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدوں زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی کا و بشرط ارسال مسلم او کتانی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا بازو کو مسلمان یا اہل کتاب پھوڑے شکار پر بھی اگر کتا یا بازو شکار کا پیچھا کرے بدوں ارسال کے اور اس کو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہ ہو گا و بشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہما علی حیوان مستمتع ای قادر عن لا متناع بقوا ائمہ او بجنایہ متوحش فالذی وقع فی الشبکہ او سقط فی البئر او استانس للتحقق فیہ الحکم للمذکور ولذا قال یوکل لان الکلام فی صید الاکل وان حل صید غیرہ کما سجدی او اعم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتاویٰ اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ اسم اللہ کے کتے یا بازو کے پھوڑنے وقت با نور متمتع متوحش ماکول پر اگر چہ اسم اللہ کہنا حقیقتہ نہ ہو بلکہ حکما تو شرط صلت عدم ترک تسمیہ عدم ہے یعنی ترک تسمیہ نہ کرنا مضر نہیں متمتع سے اس واسطے کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پاؤں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اس واسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اس میں حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اس کی صلت ثابت نہ ہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہو گا اور اس واسطے مصنف نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اس واسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اس واسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آئے گا سو تامل کر لے و بشرط ان بشرک الکلب المعلم کلب لا یحیل صیدہ ککلب غیر معلم و کلب مجوسی اولم یسل اولم یسم علیہ اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہ ہو گیا ہو جس کا شکار کرنا حلال نہیں بدوں سیکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمداً بسم اللہ کہنا اس پر ترک ہو اتوان صورتوں میں شکار حلال نہ ہو گا و بشرط ان لا یطول وقفۃ بعد ارسال لیکون الا صطیاد مضافا لارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا بازو نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں زیادہ وقفہ اور توقف نہ کیا ہو یہ اس واسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمین و استخفی کا لفظ لکما یکن العہد علی وجہ الجملة لا الاستراۃ بخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا بازو دیکر رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دیکر رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے



یہ بمنزلہ استثنائے ہے یعنی اگر وہ قنفذ کرنا شکار کی گھات میں ضرر نہیں کرتا تو اگر چتیا یا گتیا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دیکھ رہے نہ بطریق استراحت کے  
 شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی عن  
 قسستانی عن المحیط مختار ولفہد خصال حسنۃ ینبغی لكل عاقل العمل بہا کما یسطہ المصنف اور چیتے کے چند عادات ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ  
 مصنف نے شرح میں ان کو مفصل بیان کیا ہے ہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت  
 باہر نہ کرے فرصت تاکتا رہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اس کا سیکھنا مارے نہیں ہوتا بلکہ کتا اس کے سامنے ماما جاتا ہے اور چیتا اس کو  
 نیچے کر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ الغیرہ از انجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے  
 ملک سے طیب طلب کرتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھائے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا  
 بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جاں کیوں ہلاک کروں غیر کے واسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنع عن السخری عن الحلوائی فان اکل منہ الباری  
 لان تعلیم لیس بترک اکلہ پھر اگر شکار میں سے باز نہ کچھ کھایا تو باقی حلال ہے کھایا جائے گا اس واسطے کہ اس کی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اس کی تعلیم  
 ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لایوکل مطلقاً عندنا اور اگر کتے اور مانند اس کے نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائے گا ہمارے مذہب میں  
 طرح خواہ اس کو کھانے کی عادت ہو یا نہ ہو کا کلمہ منہ اسے کما لایوکل الصيد الذی کل الکلب منہ بعد ترکہ لاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجمل جیسے اس کا کھانا  
 اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جس میں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا پھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اس نے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا  
 شکار اس کا حلال نہیں اس واسطے کہ وہ علامت ہے اس کی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لایوکل ماضی وبعده حتی یتعلم ثانیاً بترک الاکل ثلثاً اور اسی طرح وہ  
 مار بھی نہ کھایا جائے گا جو اس نے شکار کیا بعد کھانے کے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے پھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد تین بار  
 شکار کرے اور نہ کھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا اور ماضی قبلہ لولقی فی ملکہ فان ماتلفہ من الصيد لا تلغ فیہ الحرمة اتفاقاً لقوت محل وفیہ اشکال ذکرہ قسستانی  
 وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اس لیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا ہے یعنی مثلاً کھاپکا تو اس میں  
 اتفاقاً امام اور صاحبین کے حرمیت ظاہر نہ ہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اس میں اشکال ہے جس کو قسستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ مقام یہ ہے  
 شکار غیر موجود ہے موجود اگر غیر موجود ہے تو اس کا حکم شائع نے بیان کیا کہ اس میں حرمت ظاہر نہیں عدم بقائے محل کے سبب ہے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں  
 جو وہ ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اس میں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اس کی ملک میں ہے تو اس میں اختلاف ہے سو امام کے نزدیک  
 امام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دماز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتے کہ ہم مردہ  
 مذہبی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعویٰ دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمة  
 مقررہ ظاہر ہو جب کہ شکار بیک گیا تو شتری بائع سے ٹن پھیرے گا کیونکہ بیع مردار تھا اور از ظاہر ہوتا ہے تو بہ میں اس کے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہیے کہ حکم  
 بود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جائے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جائے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحاوی کصغر فر من  
 ما جہ فمکت حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصا دلہ لکل لکرہ ما صار بہ معلماً فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے  
 سو چند مدت چھوڑا مارا پھر ملٹ آیا مالک کے پاس سو اس نے شکار پر چھوڑا سو اس نے شکار پکڑا تو وہ کھایا نہ جائے گا اس لیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا  
 جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اس نے ترک رجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ولوا تھد الصیاد الصيد من الکلب  
 نیک بخت وہ ہے جو غیر کے حال سے نصیحت پکڑے ۱۳



وقطع منه لصنعة والقالا اليه فاكلها او خطف الكلب منه واكله ما بقى كما لو شرب الكلب من دمه لانه من غايه علمه اور اگر مياں نے شکار سے لیا کتے سے اور اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈال دیا سو اس نے اس کو کھا لیا یا کتا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کے لے گیا اور کھا گیا تو باقی کھا حلال کھا یا جائے گا جیسے وہ شکار حلال ہے جس کا خون کتا پی گیا اس واسطے کہ یہ حرکت اس کی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس نے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون ادا باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنع ولو نهش الصيد فقطع منه لصنعة فاكلها ثم ادرک فقتله ولم ياكل منه الا يוכל لاكله حالة الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اس میں سے نصف کاٹا اور کھا یا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور کھا یا تو وہ حلال نہیں کھایا نہ جاوے گا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نهش واتبع الصيد فقتله ولم ياكل منه حتى اخذه صاحب ثم اكل ما القی حل لانه حينئذ لو اكل من نفس الصيد لم يضر كما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈال دیا جو نوچا اور پیچھا کیا گیا شکار کا سو اس کو قتل کیا اور اس میں سے نہ کھا یا یہاں تک کہ اس سے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کھا یا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی شکار کر چکے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت میں ضرر نہ کرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا واذ ادرک المرسل او الرامی الصيد حیة بحیوة فوق مانی المذبح ذکاہ ووجوباً اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبح سے زیادہ ہے تو اس کو ذبح کر لے بنا بر وجوب کے ہم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پیا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدوں ذبح کرنے کے سو اسلئے کہ اس نے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق مانی المذبح حیات باقی نہیں اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انٹریاں نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہیں اس واسطے کہ جب زندہ ملا تو بدوں ذبح کے حلال نہ ہو گا اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط حله بالرمی التیمیہ ولو حکما كما مر اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ ضرر حلت نہیں وشرط المخرج لیتحقق معنی الذکوۃ اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکل جانے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقع عن طلبہ لو غاب الصيد متحمل لسمه فمادام فی طلبہ یحیل وان قعد عن طلبہ ثم اصابه ميتا لا یוכל لاحتمال موته بسبب انزله وشرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہو گیا ہو اس کے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک تیر انداز اس کی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اس کی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اس نے شکار کو مردہ پایا تو اس کا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سو اس واسطے کہ محرمات میں موبہم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی النجانیۃ لحملہ ان لا یواری عن بصره وفيه كلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاویٰ قاضی خاں میں حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے ہم وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اس پر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اس کو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہو گیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اس کا مانع ہے انتہی شخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحاوی فان ادرک الرامی او المرسل حیة ذکاہ ووجوباً بانلو لم یحرّم وجبی پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے واجب ہے کہ اس کو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کرے گا تو شکار حرام ہو گا اور آگے آوے گا اور آگے آوے گا یہ مسئلہ مقرر ہو گیا والحبیۃ المعی



ہنا ما یكون فوق ذکوة المذلول بان يعيش یوما وروی اکثره مجمع اور حیات کی یہاں یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوة مذلول سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم نہ زندہ رہے کذا فی الجمع اما مقدار ہا و موالا یتوہم بقاۃ کما فی الملتقی فلا یعتبر بہنا حتی لو وقع فی ملہم بحرم اور حیات مذلول کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اس کا باقی رہنا متوہم نہ ہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی یہاں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر اس قدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اس کو ذبح نہ کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہ ہو گا ہم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول باجماع امام اور صاحبین کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات مخفیہ میں بھی ذبح کرنا ضرور رکھے متردبہ وغیرہ کے مانند کذا فی المحوی والمعتبر فی المتردبہ واخواتہا کنظیرہ وموقوفہ وما اکل السبع والمرافقۃ مطلق الحیوة وان قلت کما اثرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردبہ اور اس کے مانند چنانچہ نظیرہ اور موقوفہ میں جس کو درندے نے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں متردبہ وہ جانور ہے جو ادر سے گر پڑا اور لطیمہ وہ جس کو دوسرے جانور نے اپنے سینک سے ماما اور موقوفہ وہ ہے جو لاکھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدوں ذبح کے حلال نہیں بدوں ذبح کے اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیہ کے معتبر ہونے کا فتویٰ ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدوں ذبح کے خواہ اس کی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہ ہو کئے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بدیل اس آیت کے (وما اکل السبع الا ما ذکیمتم اور بدیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اس کو زندہ پاوے تو ذبح کر اس کو کذا فی الطحاوی فان ترکہا ای الذکاة عمدا مع القدرة علیہا فمات حرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا محمد باوجود قادر ہونے کے اس پر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ بھی ابی حلیفہ والی یوسف یحی و ہو قول الشافعی قال المصنف وفی ثلثی وثمن الوقایۃ اشارة الی حملہ والظاہر ما سمعتمہ انتہی قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یکل الحرام اور اسی طرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایت میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اس کے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو حلیفہ اور امام ابو یوسف وغیرہ ظاہر الروایت یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اشارہ اس حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایت کو تو سن چکا فی شرح المصنف میں کتا ہوں اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ہم بخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مہر اور کما استعمال مباح ہو گا اور اسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر جو مسلمان نے کئے کو تیز کیا اور بھڑکا یا شور کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اس نے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم ہر چند زجر لغت میں معنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور خواہش دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجر سے مراد ظہار زیادت طلب ہے چنانچہ علینی شرح ہدایہ اور طحاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اس کے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کئے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اس کو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاوے گا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہ ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پھر اگر زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے اور قتلہ معراض بعرضہ و موہم لاریش لسمی بہ لا صابۃ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جس میں پر نہیں اور معراض اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے م معراض بوزن محراب تیر ہے بدوں پر کا دونوں کندے اس کے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے زیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولوراسہ مٹا فاصاب بجدھل اور اگر معراض کے کندے پر حدت اور زیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے



لگے تو وہ حلال ہے اور بندہ ثقیلہ ذات مدہ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ بارھولے نے تو شکار حرام کی سبب اس کے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ بارھ اور تیزی سے ہم بندہ بضم بار موحده وسکون نون مدور مٹی ہے اس سے مارتے ہیں اور اس کو جلاہتی بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اس کو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جس کو غلیل سے چلاتے ہیں ولو كانت خفیفة لمادة حل لقتلہا بالجرح حیثہ ولو لم یجرح لایوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماہ وقیل لا ملتقی وتماہ فیما علقہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکین ہو تو شکار حلال ہوگا اس لیے کہ اس وقت میں نوکیلا غلیلہ زخم قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نہ کیا تو اس کا کھانا مطلقا درست نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک بشرط نہیں کذا فی الملتقی اور اس کا پورا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے ہم فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور محراض اور لاکھی اور اس کے مانند کاشکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اس کے اشیاء مذکورہ پھرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انگوں دراز نوک دار تیر کے مانند کر لے اور اس کا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ جیسے پھاڑے اپنی مدت اور تیزی سے تو کھانا اس کا حلال ہوگا اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اس لیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درمیں اس کی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب ان سے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے جیسے اور مٹی کی گولی سے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اس کا کھانا حلال نہیں زبانی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اس میں کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطا حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں اس واسطے کہ گولی تو اندفاع عینف کے سبب قتل کرتی ہے نہ اپنی مدت اور بارھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور می صید فوقع فی ماء لا احتمال قتلہ بالماء فیجوز یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اس کا پانی سے ہو اور نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان النفس جرم فیہ حرم والا صل ملتقی ادا اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہوگئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اس واسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری صورت میں احتمال نہیں یہ سب اس وقت ہے جب کہ ایسا زخم لگا ہو جس میں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعہم ہے کذا فی العالگیریۃ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان احتمال عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پھاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اس واسطے کہ ایسی صورتوں سے بچنا ممکن ہے ہم یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پھاڑ ہی پر گرے اور اسی طرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برہمی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پھاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پگری تو حلال ہے اس واسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی المحوی فان وقع علی الارض ابتداء اذا احتراز عن غیر ممکن فخل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اس واسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہم یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا اور اسل مسلم کلیہ فہرہ اسے اعزہ بصیاحہ مجوسی فائز جہرا اذا الزبر دون الارض والفضل یرفع بما ہو فوقہ ویشترک کمنع الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اس کو زجر کیا یعنی شور کر کے اس کو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اس واسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اس کے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے



جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اسی طرح صحیح سے نہ ضعیف سے مگر اس واسطے کہ تر ہے ارسال سے کہ زجر یعنی ہے ارسال پر کہ اس کی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر اولم پر سہل احد فزجرہ مسلم فان زجر اولم ارسال حکما یا کتہ کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اس کو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اس واسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید شکیں حتی لو ارسل علی صید کثیرۃ بتسمیۃ واحده فقتل اکل اکل یا کتہ نے اور شکار مارا سوائے اس کے جس پر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اس واسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے جس پر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایک بار بسم اللہ کہہ کر سو اس نے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجہ المذكورۃ لما ذکرنا وجہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جن کو ہم نے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزا ہے فان دفع احد اس کے معطوفات کی کصید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو خلاف الشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ما بین من الحی فهو میتہ چنانچہ شکار تر سے زخمی ہو اس کا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی یعنی ان کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی میں لہذا قد لیثی سے یوں روایت ہے قال ابنی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فهو میتہ یعنی جو چیز جو پائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو لعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقہ ہو یا حکماً سو جس وقت اس کا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقتاً زندہ تھی کیونکہ حیات اس میں قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اس کا اس زخم کے بعد متوہم ہے حیوی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جس کے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پاؤں یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یمیتہ واحتمل التمامہ اکل العضو ایضاً والا لا ملتی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اس کا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اس کا نہیں ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی ثلاثاً واكثرہ مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلمہ لان فی ہذہ الصور لا یکن حیۃ فوق حیات المذبح فلم یناولہ الحدیث المذكور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اس کا اکثر بدن اس کی ڈھڈی اور دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کا یا یا شکار کا جسم نصف یا نصف پچھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اس واسطے کہ ان صورتوں میں اس کی زندگی مذبح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اس کو شامل نہ رہی ہم اس واسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اس واسطے کہ اس کی سلامتی اور بقا ایسے زخموں کے بعد متوہم نہیں ہونی الحال اس کی ذکوۃ واقع ہو گئی تو وہ بالکل حلال بھڑا یعنی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف مالوکان اکثرہ مع راسہ لامکان المذكور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اس کے سر کے ساتھ رہا تو اس کا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب یعنی اگر ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اس واسطے کہ جانب سر کی حیات مذبح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنع وحرم صید مجوسی و دنی و مریم و حرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کنی لان ذکاۃ الاضطراۃ کذاۃ الاختیار اور اہرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور بت دار اہرام باندھنے والے کا اس لیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی بیعت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اس واسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیار کے مانند ہے وان رمی صید فہم یختصنہ فرماہ آخر فقہانہ فہو للثنائی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا تو اس کو قتل کیا تو وہ شکار مردار سے



شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنی اس واسطے کہ دوسرے نے اس کو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اشحنہ الاول بان اخرجه عن حیز الامتناع  
وفیه من الحيوة ما یعیش فالصيد للاول ورم لقدرته علی ذکاة الاختیار فصار قاتلاً لہ فحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اس طرح پر  
کہ حیز امتناع سے اس کو خارج کر دیا یعنی اب بھاگ نہیں سکتا اور اس میں اتنی حیات ہے جس سے جیتا ہے بعد اس کے دوسرے نے اس کو تیر مارا اور  
قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاة اختیار پر تو دوسرا شخص اس کا قاتل ہو گیا  
تو وہ حرام مٹھراہم زلیعی نے کہا جب کہ شخص اول نے اس کو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہو گیا اور وہ اس کے ذبح پر قادر ہو گیا تو اس پر  
ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اس نے اس کو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اس کا قاتل مٹھراہم زلیعی نے اس کو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اس کا قاتل مٹھراہم زلیعی نے اس کو ذبح نہ کیا  
سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اول حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمته کما وقت اتلاذہ غیر ما نقصتہ جراحۃ اور دوسرا شخص  
پہلے شخص کو تاوان دے اس کی پوری قیمت کا جو اس کی قیمت ہوا اس کے تلف کر ڈالنے کے وقت سوائے اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے  
سے حاصل ہوا م و جہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اس واسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اس کا مالک ہو گیا تھا  
تو وقت اتلاف کے اس پر قیمت لازم آویگی جراحۃ اول کا نقصان وضع کر کے تو مٹھراہم زلیعی نے اس کی یوں ہے کہ وہ شکار دس درم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے  
زخم سے دو درم کا نقصان ہو گیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا تاوان دے کذا فی المنع وحسب  
اصطیاد مایوکل لحمہ ومالا یوکل لحمہ لمنفعة جلدہ او شعرہ اور لیشہ اول دفع شرہ وکلمہ مشروع لا طلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اس جائزہ کا جس کا  
گوشت حلال ہے اور جس کا گوشت حلال نہیں اس کی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اس کی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اور سیب شکار  
ماکول اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی مطلق دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا و اذا صلتتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا احرام باندھے  
نہ ہو تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفي القیۃ تیجوز ذبح الہرة  
والکلب لنفع ما والاوی ذبح الکلب اذا اخذت حرارة الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے  
کہ جب کتا مرنے لگے تو اس کو ذبح کر ڈالے م جبکہ بلی موزی ہو تو اس کو نہ مارے نہ اس کے کان ملے بلکہ اس کو ذبح کر ڈالے چنانچہ وحیز میں ہے اور اگر کلب  
عقور ہو یعنی کاٹا ہو تو اس کا قتل جائز ہے اور اس کا مالک تاوان نہیں دے سکتا کذا فی الطہطاوی و بہ طہر لحم غیر نجس العین کحزیر فلا یطہر اصلاً  
وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشربلایۃ عن الواہب ہنا و مر فی الطہارۃ پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا  
چنانچہ سور کہ وہ اصلاً پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اس کا اور یہ قول اقوال مفتی بہا میں صحیح تر ہے  
چنانچہ شربلایہ میں مواہب کے کتاب الصيد میں منقول ہے اور یہ گزر گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطہر لیل مباح والاوی عدم فعلہ خانیہ پرند کا پکڑنا  
بات کو مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ بکرہ تعلیم البازی بالطیر المحی لتغذیہ مکروہ ہے بازو شکار سکھانا زندہ پرند پر اس لیے  
کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس الانسان او غیرہ من الابلیات کفرس وشاة فرمی الیہ فاصاب صید لم یحل شکاری نے  
آدمی یا اس کے سگ یا لوجانور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اس کی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں م یہ مسئلہ کتب فقہ  
میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور حلال کہا ہے او مضمرات میں اس کو قول مختار قرار دیا ہے مفتی نے اس کو غیر ماکول کہا اس واسطے کہ اس نے  
تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زلیعی نے اسی کو پسند کیا اس وجہ سے کہ آدمی وغیرہ کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے

۱۲ اس کے بیان کرنے کا کچھ فائدہ نہیں



کذا فی الطحاوی بخلاف ما اذا سمح حس اسد و خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا هو صید حلال الا کل حل برضات اس سورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سے سو اس کی طرف تیر مارا یا کتا پھوڑا پھر ناگماں وہ شکار ماکول اُحم نکلا تو وہ حلال ہے لوم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل جو ہرہ لاش اذا اجمع المبیح و المحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہ ہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوزہ اس واسطے کہ جب بیع اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاط کی راہ سے رحمی طبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماء اکل لوجود الجرح و الا لا تیر مارا ہرن کو سولگا اس کے سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اس کو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہو گا زخم کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں و البقرة بحالہ الرمی فخل الصید برودة اذ رمی مسلما لا باسلامہ اور اہلیت اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت میں اور شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جب کہ اس نے تیر لگایا ہو بیت پرستی کی حالت میں ہم عتاب میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلوم چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے نو اگر اس نے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال اور اس کے بالعکس حلال نہیں کذا فی العالمگیریہ و وجب الجزاء بحلہ اذ رمی محرما لا با حرامہ و سببی قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہو گا محرم کے حلال ہو جانے سے جبکہ اسے تیر مارا حالت احرام میں نہ اسے محرم ہو جائے یعنی اگر غیر محرم تیر مارا شکار کو پھرنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الدیات سے پہلے آویا

فرع مسئلہ طمۃ شایح کالوان بازیا معلما اخذ صیدا فقتله ولا یدری ارسلہ انسان او لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا ابا حاتمہ بدو نہ وان کان مرسلًا فہو مال الغیر فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبہ زلیعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اس کو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اس کو کسی انسان نے پھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اس کا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدو ارسال کے اور اگر باز آدمی نے پھوڑا بھی تو وہ غیر کامال ہے تو بھی اس کا کھانا درست نہیں بدو مالک کے اذن کے کذا فی الزلیعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاة مذبوحة بستان ہل یحل اکلہ ام لا وقتنی ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذایح من تحل ذکوۃ ام لا و ہل سمی اللہ تعالیٰ علیہما ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتویٰ طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم نے زلیعی سے ابھی ذکر کیا اس کا مقتضایہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اس کا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جن کا ذبح حلال ہے یا ان میں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اس نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لیکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصحاب البعیر انہ لوھا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء و وقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحتہ للناس لا باس بالآخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالقریح انتہی فقد اباح اکلہا بشرط اللہ کورفعہ ان العلم بکون الذایح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطۃ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے نہ ہو اور اس کے دل میں یہ بات جم جائے کہ اس کے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اس کے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اس واسطے کہ جو امر دلالت مال سے ثابت ہو وہ اس کے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی مافی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اس کا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا دریافت ہونا کہ ذایح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم یہ قول استدراک ہے عدم علت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اس واسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہو گا تو بہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اس کو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اس کو باہر ڈال دیا اور بعضوں نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہوے یا نہ ہوے قلت قد لفرق بینہ حادثۃ الفتوی واللغۃ بان الذایح فی الاول غیر الماک قطعاً و فی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں استفتاء مذکور اور مسئلہ لقطہ میں

لشہ اور نسخہ میں الصید ہے بجائے الطیر کے ۱۲



فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقیناً اور ثانی میں احتمال یہ ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے  
 م اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ معلوم نہیں کہ اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الجلی والطحاوی وادارۃ  
 بخط ثلثہ سرق شاة قد بجا بتسمیۃ فوجد صاحبہا بل توکل الامح لا لکفرہ بتسمیۃ علی الحرام القطعی بلا ملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحررہ اور میں نے دیکھا  
 فقہ متعبد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چورائی پھر اس کو ذبح کیا بسم اللہ کہہ کر پھر بکری کے مالک نے اس کو پایا تو اس کا  
 کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی  
 بسم اللہ کہنے سے بدو ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قول تو اس کی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت عادت فتویٰ طلب کے  
 مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وہ سے لازم آئی اور ولین ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ  
 سے کافر ہو گیا سو معتد قول یہ ہے کہ اس قدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اس کو حلال جانے کا نب کافر ہو گا اور تسمیہ علی الحرام سے  
 اعتقاد صحت کا لازم نہیں اور اس کا موید فقہاء کا یہ قول کہ شاة غضب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتہبی میں ہے کہ جس نے بکری غضب کی اور  
 قربانی کی تو اس کی قیمت کا تاوان اس پر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غضب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحاوی و فی الوہبانیۃ قال  
 ے ومات لا تطعمہ کلبا فانہ ۛ خبیث حرام نفعہ متعذر ۛ اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مر گیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع  
 ہے ہم یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اس کی طرف سے جانا جائز ہے چنانچہ شربلانی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقاً  
 حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ بچے نے کھانے کا مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور کتوں کو بھی کھلانے  
 اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحاوی و تملیک عصفور لواءہ اجز اور اجازت دی گئی تملیک کنجشک کی اس کے پانے والے کو  
 ہم یعنی ارسال کے وقت اس کی تملیک پر وجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید میں ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے  
 نے اس کو لیا اور اس کی درستی اور خبر گیری کی پھر اس کا مالک آیا سو اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اس کو  
 پکڑے ہم نے اس کو اس کا کر دیا یا یہ نہ کہا تو پہلی صورت میں مالک اس کو نہیں لے سکتا اس واسطے کہ اس نے تملیک کو مباح کر دیا اور  
 دوسری صورت میں اس کو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارا ہے شکار کے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحاوی محققاً  
 واعتاق بعض الائمۃ منکر اور اس کے اعتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو یعنی علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں  
 کہتے ہیں شراح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اس پر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اس کے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب  
 یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحاوی وان یلقہ مع غیرہ ہازاخذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اس کا لینا  
 جائز ہے ہم یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا  
 کذا فی الطحاوی کفشر لیمان رباه المبقشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اس انار کا جس کو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم برازیہ میں ہے شے خیر  
 بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اس کو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ بعد البیر  
 و فی معایر تنہاۃ و ای حلال لا یحل اصطیادہ ۛ صیود او ماصیدت ولا ہی تنفر ۛ اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض  
 حرم میں ہے جس کا شکار کرنا حلال نہیں ان شکاروں کا جن کو غیر اس کے نے شکار نہیں کیا اور نہ اس سے متفر ہووے نہ بھلے گے ہم اس کا جواب  
 شارح نے اگلے قول میں دیا ہو صید دخل دار رجل فخلق علیہ بایہ ملک فلا یملکہ غیرہ ولو بعد خروجه یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا



ہو اس نے اس کے پتلہ دروازہ بند کر لیا یعنی قصداً اس طرح سے بند کر لیا کہ اس کے پکڑنے پر قادر ہو گیا تو اب اس کا کوئی مالک نہ ہو گا سوائے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اس کے خروج کے ہم یعنی شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اس کے پکڑ لینے پر قادر ہے بدوں شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اس کا آخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اس نے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اس کو معلوم نہیں تو اس کا آخذ اور مالک نہ ہو گا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اس کو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہو گا اور دوسری صورت میں مالک ہو گا چنانچہ شرح دہبانیہ میں ہے قولہ ما صیدت میں نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔





# کتاب الرهن

یہ کتاب ہے مسائل رهن یعنی گرو کرنے کے احکام میں مناسبتہ ان کلام من الرهن والصید سبب لتخصیل المال مناسبت کتاب الرهن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ رهن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہیں ہولغۃ مجلس الشیء یعنی دین لغت میں عبارت ہے مجلس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال و شرعا مجلس شئی مالی ای جعل الشیء محبوبا سالان الحالیں ہوا الرهن اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے مالی چیز کے مجلس کرنے سے یعنی چیز کو محبوب کر دینا اس واسطے کہ مجلس کرنے والا مرتن ہے نہ راہن م شاح نے مجلس شئی کی تفسیر جعل الشیء محبوبا اس واسطے کی تا راہن مالیں نہ کھڑے اس واسطے کہ مالیں تو مرتن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شئی کا محبوب کر دینے والا ہے اور تعریف میں مجلس مرتن اس واسطے معتبر نہ ہوا کہ کلام ہے اس رهن میں جو راہن کا فعل ہے نہ ارہان میں جو مرتن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سود مر لیے اور اپنا باغ اس کے پاس گرو رکھ دیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتن اور باغ مرہون بحق لیکن استیفاء وہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا کان قیمت المرہون اقل من الدین رهن عبارت ہے مجلس شے سے یعنی اس حق کے جس کا حاصل کرنا اور لینا مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہو گا نہ کل کام امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ٹھہرتی چنانچہ عرف کذا فی الطحاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمکن استیفاء من الرهن الا اذا صار دینا حکما کما سبھی چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اس واسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جائے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شاح نے کہا کالدین کاف الاستقصاء کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض ہم استیفاء عین مرہون سے اس واسطے ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اس کا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اس کا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اس کو بیچ کر کذا فی شرح الوقایہ حقیقۃ و مرہون واجب ظاہر او باطن او ظاہر فقط کٹمن عبد او غل و جدلا او خمر او خواہ دین حقیقۃ اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن ہو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا م تو بنظر ظاہر رهن صحیح ہے تو تاوان لازم آوے گا بائع پر اس کے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر شتری کو دس درم دینا لازم ہو گا محمد نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رهن فاسد لازم الضمان ہے ہی قول مختار ہے کذا فی الطحاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما سبھی خواہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان جن کا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا م مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعہ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جس کے تلف ہو جانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اس کا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اس کا مثل نہ ہو چنانچہ مضمون اس واسطے کہ اگر غاصب مضموب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رهن رکھ دے تو رهن صحیح ہے حالانکہ مضموب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراہ اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مرقہ اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ بیع جو بائع کے پاس ہے تو اس کا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن پہلی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رهن رکھنا صحیح ہے جیسے عوض دین کے رهن صحیح ہے اس واسطے کہ اس کا



مال کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض اعیان کی اس طرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسی طرح رہن بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسی طرح اعیان مضمونہ بغیر اس سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیجا اور بعوض بلیع کوئی چیز رہن رکھ دی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمت سے رہن رکھنا مانند مفسوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین یا غیر دین یا غیر مضمونہ یا عین مضمونہ بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی و منعقد یا یجاب و قبول حال کو نہ غیر لازم و جہنڈ فلما رہن تسلیم و الرجوع عنہ کافی الہبتہ اور رہن منعقد ہوتا ہے یجاب اور قبول سے در حالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اس وقت میں تو رہن کو تسلیم مہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ مہبہ میں جائز ہے مہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند مہبہ اور صدقہ کے ولہذا رہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں فاذا سلم قبضہ المترہن حال کو نہ محرز الامتفرقا کثر علی شجر مفرغاً لا مشغولاً بحق الراہن کثیر بدون الشجر ممیز الامشاعا ولو حکما بان اتصل المترہون بغیر المترہون خلقة کا ابتداء و تیسضغ لازم پھر جب راہن نے مہون تسلیم کر دیا مترہن کو اور مترہن نے اس پر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مہون مجتمع اور مضمون ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدو پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اس طرح کہ مہون متصل ہو بغیر مہون سے باعتبار بیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مہون سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرط مذکورہ جب عدم تفرق مہون کا شرط ہو تو پھل کا رہن رکھنا بدو درخت کے اور زراعت کا رہن بدو رہن کے جائز نہ ہوا اور جب مہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہو تو درخت کا رہن بدو پھل کے اور زمین کا بدو درخت کے اور گھر کا رہن بدو متاع راہن کے جائز نہ ہوا فاذا ان القبض شرط اللزوم کافی الہبتہ و صحیح فی المجنبی انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اس کا مفید ہے کہ قبض مہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے مہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجنبی میں اس کی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے جب کہ قبض لزوم کی شرط ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدو قبض کے مگر بدو قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدو قبض کے والتخلیۃ بان الراہن والمترہن قبض حکما علی الظاہر اور تخلیۃ کر دینا درمیان مہون اور مترہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الرواہۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیۃ میں تو اگر بعد تخلیۃ مترہن اس کو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اس کا مترہن پر لازم آئے گا کذا فی الطحاوی عن ابی السعود نعم تخلیۃ یہ کہ راہن مہون کو ایسے موضع میں رکھ دے کہ مترہن اس کے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الرواہۃ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدو نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ کا بیع فانہ فیہ ایضا قبض تخلیۃ رہن میں قبض ہے مانند بیع کے اس واسطے کہ تخلیۃ بیع میں بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ملک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مہون تلف ہو جائے مترہن کے پاس تو مترہن پر اس کا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آئے گا ہم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اس کا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مترہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایۃ تلف ہو جانے کی قید اس واسطے لگانا کہ اگر مترہن مہون کو تعدی سے تلف کر ڈالے گا تو تمام مہون کا تاوان اس پر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گھر رکھے کہ اگر ضائع ہو مہون تو مفت بلا ضمان ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہو کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جائے گا مالک اور موجود پر مثلاً اگر گھر رہن رکھا اور اس کی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہے گا کذا فی الطحاوی وعند الشافعی ہوا مانۃ اور شافعی



کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آوے گا والمعتبر قیمتیہ یوم القبض للاموال المہاک کا تو ہم فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کا حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اس کی قیمت یوم القبض ہو یا یوم المہاک کی قیمت جیسا کہ دھوکا کھایا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اس کی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الزہد اذالم یسبہن المقدار ای مقدار مایہ ید اخذہ من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہو بطریق گفتگوئے رہن کے جب کہ مقدار اس دین کی مذکور نہ ہوئی ہو جس کو راہن طلب کرتا ہے تو اس کا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیۃ اور اشباہ میں ہے ہم یعنی راہن نے مرہون سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض میں تجھ سے لوں گا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اس پر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہو گا فان ملک و مساوت قیمتہ الدین صار مستوفیاً دینہ حکماً سو اگر مرہون مرہون کے پاس تلف ہو گیا اور اس کی قیمت دین کے برابر ہے تو مرہون اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اتنا دینا لازم آیا تو برابر برابر ہو گیا گو یا دین بھر پایا اور زادت کا ان الفضل امانتہ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہے تو جس قدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اس کا تاوان تعدی سے لازم ہو گا یعنی جب امانت ٹھہری تو اس کے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جب کہ مرہون تعدی سے اس کو ہلاک کرے گا اولقصت سقط بقدرہ ورجع المرہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہو گا اور زائد کو مرہون راہن سے بھرے اس واسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس دم دین ہے اور دس دم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت میں گو یا مرہون نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ دم قیمت ہے تو پانچ دم مرہون کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ دم قیمت ہے تو پانچ دم مرہون راہن سے بھرے گا وضمن المرہن بدعوی المہاک بلا برہان مطلقاً سوا مکان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصۃ مالک بالباطنۃ اور تاوان دے گا مرہون کے دعوی ہلاک سے بدو شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنۃ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور امام مالکؒ نے تاوان خصوصاً اموال باطنۃ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ وان کان المرہن فی یدہ لان الحبس جزاء عطلہ اور مرہون کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اس کے راہن سے اور اس کو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اس واسطے کہ حبس اور دین کی تائیر کا بدلہ لے یعنی باوجود قبضہ مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادائے دین کے واسطے محبوس کرنا مرہون کو درست ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ اور برسرہ لان الزہد لا یصلح تجرد الفسخ بل یبقی رہننا ما بقی القبض والدین معافا ذافات احد ہما لم یبق رہننا بل یجوز در غیر ہما اور مرہون کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانے کے بعد یہاں تک کہ وہ اپنا دین پا لے یا دین کو معاف کر دے اس واسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بجز فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ اور دین ساتھ ہی باقی رہیں پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہے گا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہا لا الانتفاع بہ مطلقاً لا بالاستخدام ولا سکنی ولا لیس ظاہرۃ او عارۃ سوا مکان من مرہون اور راہن الا باذن کل للاخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ ظلام لوندی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پھیننے سے نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرہون لے یا راہن کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرہون راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرہون کو تب البتہ درست ہے ہم میر فیہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرہون تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرہون کے اذن سے اور اسی طرح اس میں تعرف کرنا کذا فی الطحاوی عن ابی السعد و قیل لا یصل للمرہن لانه یو او بعضوں نے



کہ فائدہ لینا مرہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اس واسطے کہ تو بیان ہے ہم جب مرہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل ہو فصل ہے یہی تو بیان ہے اسی لیے بعض علماء اس بات کے قائل ہوئے کہ مرہن کو مرہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور ی پر محمول کیا اور جو کتب معتبرہ میں علت انتفاع باذن راہن کو ذکر اس حکم اور فتویٰ پر محمول کیا کذا فی الخطا و قبل ان شرط کان ربوا والا لا اور بعضوں کا کہ عقد مرہن میں استیفاء منافع شرط ہے تو بیان ہے اور اگر شرط نہیں تو بیان نہیں فی الاشباہ و الجواهر اباح الراہن للمرہن اکل الثمار و سکنة الدار و لبن الشاة المرہونۃ فاکلھا یخمس و لم یمنعہم افاد فی الاشباہ ان یرکب المرہن الانتفاع بذلک و یجوز آخر الراہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرہن کو درختوں کا پھل کھانا رکھ کر مہنا اور مرہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرہن نے وہ کھایا تو اس پر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا کہ مرہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اس کا بیان کتاب الراہن کے آخر میں آدے کا ہم غالب حال لوگوں میں ہے کہ مرہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہ ہو تو غرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اس واسطے کہ معروف کا مشروط ہے یہ تاہم ہے عدم جواز کی کذا فی الخطا و ی ماتت الشاة فی ید المرہن قسم الدین علی قیمتہ الشاة و لبنھا الذی شر بہ فخط الشاة لیسقط و حظ لبن یاخذ المرہن بکری مرہن کے پاس یعنی وہ بکری جس کے دودھ پینے کی راہن نے مرہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائے گا بکری اور اس دودھ کی قیمت پر جو مرہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرہن نے کام ایک مرد نے بکری گرور رکھی اور مرہن کو اس کا دودھ مباح یا تو مرہن کو پینا جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں پھر اگر بکری اس کے پاس مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی باری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرہن راہن سے بھر لے گا اس واسطے کہ مرہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحاوی نے مسئلہ مالگیری علی المحيط سے نقل کیا ہے اس کی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذ نہ صار متعديا ولم یسئل الراہن بہ پھر اگر مرہن نے مرہن سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور مرہن باطل نہ ہوگا اس کی اس تعدی سے و اذا طلب المرہن دینہ امر باحضار دینہ لئلا یضیروا فیا مرین اور جب کہ مرہن اپنا دین طلب کرے تو اس کو مرہن کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی نہ ٹھہر جائے ہم اس واسطے کہ مرہن کا قبضہ استیفاء کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا یا وجود قیام بہ استیفاء جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تکرار استیفاء لازم آتا ہے اس صورت میں جب کہ مرہن ہلاک ہو جائے مرہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان له محل او عند العدل لا دلم یا متہ شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار دین ضرور نہیں جبکہ مرہن کے حاضر کرنے کے واسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہن کسی عقد کے پاس رکھا ہو اس واسطے کہ راہن نے مرہن کو معتقد نہ سمجھتا دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح الجمع فان احضر مسلم لہ دینہ اولاً ثم سلم المرہن دینہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرہن نے مرہن کو حاضر کر دیا تو اس کا پورا دین اس کو دیا جائے گا پہلے پھر مرہن اس کے مرہن کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جائے ہم یعنی حق مرہن دین میں متعین ہو جائے جیسے راہن کا حق مرہن میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ مرہن مجبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہ ہوگا مرہن دفع مرہن کا نامور نہ ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد للمرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للمرہن مؤنۃ وان کا لحدہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضر کان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرہن نے اپنا دین طلب کیا عقد مرہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہن کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہ ہو اور اگر اس کے لانے میں مشقت ہو تو دین اس کو دیا جائے گا اگرچہ مرہن مرہن کو حاضر نہ کرے اس واسطے کہ مرہن تسلیم مرہن بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہن کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف و نقل القمستان فی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلاح قیامہ



یہ یوم رہا انتہی غلیظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر مہون کو حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہو تو مہون کے تو اس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا اتنی قول تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر چہ مہون عقد زمین کے شہر میں ہو و لیکن للراہن ان یکلفہ بالشد مالک و لیکن راہن اختیار ہے کہ مہون سے قسم لے خدا کی قسم مہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی در صورت عدم احضار و ہذا کلام ادا علی الراہن ہذا کلام فی فائدہ فی احضارہ و کذا حکم عند کل بنجم حل اور یہ سب مذکور اس وقت ہے جب کہ راہن مہون کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر ہلاکی کا دعویٰ نہ ہو تو مہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جس کی مدت پہنچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آئے اور مہون بقدر قسط کے طلب کرے تو مہون پر اظہار مہون کا جبر نہ ہوگا کما حررہ ابن السنۃ وقال لا دفع مالم یحضر الراہن او یکن فی غیر مکان العقد والحمل لیسر فی چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحہ شایع نے تحریر کیا ہے اور یوں کہا ہے اور تمام دین کا دینار راہن کو لازم نہیں جب تک مہون کو حاضر نہ کرے یا کہ مہون ہو عقد راہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اس کی بار برداری میں دشواری ہے یعنی در صورت عدم دشواری غیر شہر میں حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہ ہو + و کذا البنجم اولادون دعویٰ مدنیہ ہلاک و ہذا فی النہایۃ یدکرہ اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدوں احضار مہون راہن تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مہون پر اظہار راہن لازم نہیں بدوں دعویٰ ہلاک راہن کے اور تفصیل قول اخیر کی نہایت شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تنویر قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایت کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفائے کل دین کے واسطے احضار مہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہو جانے کے اور نہایت اور زیادات میں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار ضرور ہے تا اس کی خاطر جمع ہو جائے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصراً ولا یکلف مہون قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مہون گناہین طلب کیا وہ مکلف نہ ہوگا اس مہون کے حاضر کرنے کا جو اس نے رکھا ہے معتقد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اس واسطے کہ راہن نے مہون پر اعتماد نہیں کیا تب اس نے دوسرے کے پاس رکھا و لا احضار مہون راہن باعہ المہون بامرہ اسی بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بذلک اور نہ مکلف ہوگا مہون مہون کے مہون حاضر کرنے کا جس کو مہون نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہاں تک کہ مہون پر قبضہ کرے علم احضار مہون کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع و حینئذ فاذا قبضہ ای المہون یکلف احضارہ لقیام البذل مقام المبدل اور اس وقت میں جب کہ مہون پر قبضہ کرے گا تو مہون حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے م بدل مہون ہے اور مبدل مہون یعنی جیسے مہون کا حاضر کرنا در صورت طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبضہ مہون کے مہون کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مہون کا و لا یکلف مہون معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیتقبضہ لانی لان حکم الراہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مہون کے ساتھ مہون ہے وہ اس کا مکلف نہ ہوگا کہ راہن کو بیع مہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اس کے مہون سے ادا کرے اس واسطے کہ راہن کا حکم دائمی جلس ہے یا قبض دین و لا یکلف من قبض بعض دینہ او ابرا بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من الدین او یرثہا اعتباراً بحبس المبیع اور جس مہون کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اس نے کچھ دین معاف کر دیا وہ بعض مہون کی تسلیم کا مکلف نہ ہوگا جب تک وہ قبضہ نہ کرے گلاہنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کر دیا جس بیع کے قیاس پر یعنی اگر مشتری نے بعض مہون ادا کیا تو باقی پر جبر نہیں تسلیم بیع کا اسی طرح بعض دین کے قبض یا ابرا سے بعض مہون کی تسلیم مہون پر لازم نہیں و یجب علی المہون ان یحفظہ بنفسہ و عیالہ کافی الودیعۃ اور مہون پر یہ قیام ہے کہ مہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جس طرح و دلچست کی حفاظت واجب ہے ہم حفظ عیال میں مساکینت معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مہون اپنے زوج کے حفظ میں دے تو اس پر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی النہوی و مضمون ان حفظہ لیسر ہم کما مر فیہا اور مہون پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اس کی حفاظت کر اویے گا چنانچہ کتابا لودیتیں گذر گیا اور ضمان سے عقیب ضمان مراد ہے نہ مہون کا ضمان



کذا فی الطحاوی ومن یأیداعه واعرته واجرته واستخاره وتعدیه کل قیمته فیسقط الدین بقدره اور مرتن پر ضمان لازم ہوگا اس کی ودیعت رکھنے  
 عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینا اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جائے گا بقدر اس کے یعنی اور باقی کا مطالبہ  
 کرے گا راہن پر وکذا الضمن کل قیمته بجعل خاتم الزین فی خضره سوا جعل فیه بطن کف اولاہ لیتی برجندی الیسری والیمنی علی ما اختارہ الرضی اور اسی  
 طرح مرتن تاوان دے گا پوری قیمت کا راہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی یا میں یا راہنی چھنگلی میں بنا بر اس قول کے جس کو رنی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی  
 نے نگیں کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البرجندی ضمان اس واسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قد منا  
 فی الخطر عن البرجندی منها ان شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنہ قلت ولکن جرت العادة فی زماننا بلبسہ کذلک فیسبغی لزوم الضمان  
 نیاسا علی مسئلہ السیف الایہ فلیحذر لیکن ہم نے کتاب الخطر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ راہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا اور فضیوں کی علامت  
 اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو راہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے  
 وولازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اس کی تحریر اور منقح کرنا چاہیے لایسجلہ فی اصبع اخری الا اذا کان  
 لمرتن امرأة فضمن لان النساء یلبس کذلک فیکون استعلا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہ ہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری  
 نگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتن عورت ہوگی تو دوسری نگلی کے پہننے سے بھی تاوان دے گی اس واسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا  
 اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو ان کے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے ہم یہ جو کہا اور انگلی  
 پر ضمان لازم نہ ہوگا تو مراد ہے کہ ضمان منصب لازم نہ ہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جائے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اس قدر ضمان  
 لازم آوے گا کذا فی الزیلعی ومثلہ تعلقہ سیفی الزین للاثلثة فان الشجعان یقلدون فی العادة بسیغین للاثلثة اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں  
 کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اس واسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر مرتن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا  
 لیونکر یہ استعمال ہے اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال و فی لبس خاتمة ای خاتم الزین فوق آخر  
 جمع الی العادة فان کان ممن یجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فیضمن اور مرتن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا  
 جائے گا تو اگر مرتن ان لوگوں میں سے ہے جو تجل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہن کر تو تاوان دے گا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ کھڑے گا  
 تو ضمان نہ دے گا ثم ان قضی بہا ای بالقیمۃ المذكورة من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجرده ای بجز القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا  
 وطالب المرتن الراہن بالفضل ان کان ثمره فصل پھر اگر مرتن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں مل کر برابر  
 ہو جائیں گے بجز ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موبل اور مرتن راہن زائد کا مطالبہ کرے گا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے  
 ہم مدایم اور مدانیہ و جنس مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرع ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وان کان الدین مؤجلا  
 فیضمن المرتن قیمته وتكون رہنا عنده فاذا حل الاجل اخذه بدینہ اور اگر دین مؤجل ہو تو مرتن اس کی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتن  
 کے پاس رہے گی پھر جب مدت دین کی آوے گی تو مرتن اس کو لے گا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا  
 عنده الی قضاء دینہ لان بدل الزین فاخذ حکمہ اور اگر مرتن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہے گا مرتن کے پاس اس کے دین کے  
 ادا ہونے تک اس واسطے کہ تاوان بدلہ ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا مجوس رہنے میں واجرة بیت حفظہ وحافظہ ومادی الغنم علی المرتن  
 ادا ہونے کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اس کی نگہبانی کی رحمت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتن پر لازم ہے واجرة راعیہ لوجیوانا ونفقۃ



الرهن والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جائید ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحتہ الرهن بنفسہ وتبقیۃ فعلی الراہن لانه ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتهن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اس میں یہ کہ جو چیز ذات مرہون اور اس کے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اس لیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو سو وہ مرتهن پر لازم ہے اس واسطے کہ اس کا مجبوس رہنا اس کے حق کے واسطے ہے ہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے کی اور چاہا اور باغ کی سچائی وغیر ذلک من المصلحات والعلم انہ لا یلزم شیئ منہ لواء شرط علی الراہن فہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتهن پر لازم ہے اس میں سے کچھ لازم نہ ہوگا اگر مرتهن راہن پر شرط کرے کفافی بقیۃ عن الذخیرۃ ہم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتهن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتهن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ امور راہن پر لازم نہ ہوں گے کذا فی الطحاوی عن القستانی واما مؤنۃ ردہ فجعل ابقی اور جو چیز منہ کداۃ جریح الی یدہ ای لا ید المرتهن فتقسم علی المصنوع الا مانتہ فالمصنوع علی المرتهن والا مانتہ مصنوۃ علی الراہن لوقیمۃ اکثر من الدین اور مرتهن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام اگر نختہ کے لئے والے کا اجریا اس کے کسی جز کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عسوز خنی کا معالجہ سو منقسم ہے مصنوع اور امانت پر سو تیس قدر مصنوع ہے اس قدر کا خرچ پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین زیادہ ہو ہم مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرتهن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام اگر نختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوئے تو نصف مرتهن پر لازم ہوں گے اور نصف راہن پر والا فعلی المرتهن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اس کا خرچ پھیر لانے کا مرتهن پر ہے نہ راہن پر وگنہ معالجۃ امراض وقرح و فداۃ جناۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجۃ امراض اور قرح اور قدریہ جناۃ کا وکل ما وجب علی احدہما فاداء الآخر کان متبرعہ الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فینفذہ جمع علیہ ویکبر دینا القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لایرید جمع کما فی المنطقہ اور جو چیز مرتهن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اس کو ادا کرے تو وہ تبرع ہوگا اس کا دعوی نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اس کو اس کا حکم کرے اقداس کو دین پھر اسے دوسرے پر تو اس وقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ پھیرے گا اور بکبر دینا قاضی کے بدوں اس تصریح کے کہ اس کو دوسرے پر دین پھر اسے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ یہ منقطع میں مصرح ہے وعن الامام لایرید جمع لوصاحبہ حاضر مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الجہر زیلعی اور امام سے ایک روایت یوں ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نہ کرے گا اگر اس کا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نہ کرے بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک امر اور بدول امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ جہر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی جہر نہیں کر سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اس کا اختیار فتاوی عالمگیری میں جو اہر اخلاعی سے منقول ہے کہ قول اول پرفتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک دوسرے سے اپنا خرچ پھیرے گا کذا فی الطحاوی قال الراہن الرهن غیر بذل و قال المرتهن بل بذل ہوالذی ارہنتہ عندی فالقول للمرتهن لانه القابلین راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتهن نے کہا کہ یہ وہ مرہون ہے جس کو تو نے میرے پاس رکھا تھا تو مرتهن ہی کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لواء علی المرتهن ردہ فی الراہن بدقبحہ فان قول الراہن لانه النکر بخلاف اس مسئلہ کے کہ اگر مرتهن نے اس کو پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فلراہن ایضا وسقط الدین لاجبا الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتهن گواہ گدراہن تو بھی راہن ہی کے مقبول ہوں گے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتهن کا ساقط ہو جائے ولوقبل قبضہ فالقول للمرتهن لانکارہ دخول فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہو اس کے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتهن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتهن کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کے دخول فی



کامکر ہے کذا فی الطحاوی عن البرازیہ وان برہنا فللراہن لا ثباتہ الضمان بزازیہ اور اگر دونوں اپنے دعویٰ پر گواہ لاویں تو راہن کے گواہ مقبول ہوں گے  
 بسبب اس کے ثابت کرنے صناعی کے کذا فی البرازیہ ویجوزہ السفر بہ بالراہن اذا کان الطريق آمنا کما فی البدیۃ وان کان لہ حمل وموتہ اور مرہن  
 کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جب کہ راہ بے خوف ہو جیسے ودیعت کو سفر میں لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لے جانے کے  
 واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا لا انتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا للعدۃ علی خلاف مافی فتاوی  
 القاضیین ولعل مافی العدۃ قول الامام ومافی الفتاوی قولہما کما لیفیدہ کلام القینۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا درست  
 ہے اگرچہ مدت سفر نہ ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جس کے قبضے میں مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیوں  
 کے فتاویٰ یعنی قاضی خاں اور قاضی ظہیر الدین کے فتاویٰ کے اور شاید کہ جو روایت عدہ میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاویٰ میں ہے وہ صاحبین  
 کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قینۃ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ فتاویٰ قاضی خاں میں قول صاحبین کا صریح مذکور  
 ہے کذا فی الطحاوی فائدۃ فی الحدیث اذا رمی الرہن فہو بافیہ قالوا معناه اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادرے کم کانت قیمتہ ضمن بافیہ  
 من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب فائدہ حدیث میں ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعض اس دین کے ہے جس میں وہ مرہون ہے شرح حدیث  
 نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس طرح پر کہ ماہن اور مرہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا  
 کہ اس کی قیمت کتنی تھی تو مرہن تاوان سے اس قدر دین کا جس قدر میں وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاوے گا جب کہ مرہن کے پاس مرہون  
 ہلاک ہو جائے ایسا ذکر کیلئے مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ہم یہ حدیث مسند اور مسل دونوں طرح مروی ہے مسند کی تودار قننی نے بسند ضعیف روایت کی  
 ہے اور مسل کی بوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مسل بوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہمدانیۃ

یہ باب ان مسائل میں ہے کہ کوئی چیز کارہن رکھنا جائز ہے اور کس کا جائز نہیں لایصح رہن مشاع لعدم کوہ غیر  
 باب ما يجوز اتمانہ وما لا يجوز | کما مر صحیح نہیں رہن رکھنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اس کے ممتاز اور جدا نہ ہونے کے سبب سے چنانچہ شروع میں گذر گیا  
 مطلقا مقایبا او طاریا من شرکہ او غیرہ بقیم اولامشاع کا رہن مطلقا صحیح نہیں خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک  
 سے اس کو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہ ہو ثم الصحیح انہ فاسد للہین بالقبض و بوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح  
 یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرہن پر اس کا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہو گا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن  
 کی شرط یہ ہے مال ہو اس کے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہو گا اور اگر کوئی شرط منقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد  
 ہو گا اور جہاں رہن مال نہ ہو چنانچہ آزاد یا غرہ ہو یا مقابل اس کے مال مضمون نہ ہو تو رہن اصلا منعقد نہ ہو گا اسی کا رہن باطل نام ہے و فی الاشیاء ما قبل  
 البیع قبل الرہن الا فی الرجبۃ المشرع والمشتغل والمتصل بغيره والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ غیر للبدیر فیجوز بیعہا لا رہنہا اور شاہ میں ہے کہ جو چیز بیع  
 قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح اس کا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوائے چار چیزوں کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ غلام جس کا عتق  
 معلق ہو کسی شرط سے قبل اس کے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چاروں کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا ان کا جائز نہیں ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ  
 ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول بلکہ ماہن مانع رہن ہے اور مشغول بلکہ غیر کارہن جائز ہے اور متعلق معلق کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام کہا کر تو اگر  
 اس گھر میں داخل ہو گا تو آزاد ہے تو اس کی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ہاں مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے

لہ اندیک لسنہ میں القاضیین کی جگہ قاضی خاں ہے ۱۲



کذا فی الطحاوی وفيها الجملة فی جواز رہن المشاع ان یبیع النصف بالخیار ثم یفسخ البیع قال المصنف وفيه نظر ولعل مفسر علی الضیف  
 فی الشیوع الطحاوی اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیاء کے کسیے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے  
 پھر بائع شرط خیاء کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اس میں اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طحاوی میں ضیف  
 قول پر ہم برآن میں ابو یوسف کا ضیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طحاوی بقا حکم رہن کا مانع نہیں کذا فی الطحاوی قلت بل ولا علی الصیح لان بالخیار  
 لا یخلو اما ان سقی فی ملک او یعود لملک و علی کل ما یكون رہن المشاع ابتداء کا بسطہ فی تنویر البصائر فقہینہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صیح کے ضیف  
 قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ شرط خیاء سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہے گا اس کی ملک میں یا اس کی ملک کی طرف عود کرے گا اور یہ  
 حال میں مشاع کا رہن ابتداء سے ہو گا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اس کو تنویر البصائر میں تو خبر دار رہنا م شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ  
 والنظائر میں مذکور ہے کہ حیلہ اس پر متفرع ہے کہ شیوع طحاوی مضر نہیں بلکہ ظاہر اس پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جب بائع نے بیع کی  
 اس شرط پر کہ مجھ کو اختیار ہے تو بیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اس کے ملک سے باہر گیا تو اس نے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع  
 ابتداء سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیاء شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن  
 رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیاء میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری  
 کی ملک میں داخل ہو گا یا بائع کی ملک میں عود کرے گا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتداء سے ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی مختصر اقلت والجملة الصیحة مافی  
 حیل منیۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاعا بیع نصفها من طالب الرهن ولیقبض منه الثمن علی ان المشتري بالخیار ولیقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم  
 الخیار فیبقى فی یدہ بمنزلۃ الرهن بالثمن واعتدہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو منیۃ المفتی کے حیلوں  
 میں مذکور ہے ایک شخص نے اپنے گھر میں سے نصف غیر متسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن  
 اس کا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑے بحکم خیاء کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہے گا  
 بمنزلہ رہن جو منیۃ ثمن کے او اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف نے زواہر الجواہر میں اعتماد کیا اور اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھنے لکھا  
 میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہو گا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہو گا اور اگر عیب دار ہو جاوے گا تو اس کے حساب کو افاتی ثمن گھٹ جائے گا و فیہا  
 الشیوع الثابت ضرورۃ لالیف لما فی الوفاء الجیۃ ولو جاء ثوبین وقال فذا احد ہما والاخر لبقاعۃ عندک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالذین لان احد ہما لیس  
 باولی من الاخر فیشیع الزین فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اس واسطے  
 کہ ولو الجیۃ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ ان میں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا بفاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف  
 رہن بٹھ جائے گا دین کی عوض اس واسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بفاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہو شائع ہو گا دونوں کپڑوں میں عدم  
 ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا یمن ثمرۃ علی نخل ورنہ ولا زرع ارض او نخل او بناء وید و نہا اور جائز  
 نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدوں درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدوں زمین کے و کذا عکسہا کہ رہن الشجر  
 لا الثمر ولا یمن لا نخل اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدوں پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدوں درخت کے ہم اور اگر نخل  
 شجر کی تقریر نہ کی تو درخت بھی رہن میں بائع داخل ہو گا والاصل ان المرہون متی اتصل غیر المرہون فخلقہ لا یجوز لا متناع قبض المرہون وصدہ در راہ قاعدہ  
 کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار سیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب امتنع ہونے قبض مرہون کے فقط



کذا فی الدرر عن الامام جواز رہن الارض بلا شجر اور امام سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدوں درخت کے جائز ہے ولو رہن الشجر بمواضعها  
اولا لار با فیہا جواز ملقی لانه متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو ان کے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اس کے ساتھ جو اس کے اندر  
ہے کذا فی الملحقی اس واسطے کہ وہ متصل ہے بالاتصال مجاورت اور مقاربت کے وفي القیئۃ رہن دارا والحیطان مشترکۃ بینہ و بین الجیران صح فی الحرۃ  
ولا یفر اتصال السقف بالحیطان المشتركۃ لکونہ تبعاً اور قیئہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اس کی دیواریں مشترک ہیں فی مابین راہن اور  
پڑوسیوں کے تو رہن صحیح ہے صحیح اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اس لیے کہ وہ تابع ہے نہ اصل میں  
پوری روایت یوں ہے کہ رہن صحیح ہے صحیح اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحاوی ولا رہن المحر والمدر والمکاتب ام الولد  
والوقوف اور جائز نہیں رہن رکھنا آزاد غلام کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا تم لما ذکر مالاً یجوز رہنہ ذکر مالاً یجوز رہن بہ فقال  
ولا بالامانات کو دلیقہ و امانتہ پھر جب کہ مصنف نے وہ چیزیں ذکر کیں جن کا رکھنا درست نہیں اب اس کا ذکر شروع کیا جس کے بدلے رہن رکھنا  
درست نہیں تو مصنف یوں کہا اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانتہ ام اور اسی طرح عاریۃ اور مال مضاربتہ اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا ....  
جائز نہیں اس واسطے کہ رہن کا موجب یہ استیفاء ہے مرہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضروری ہے تاکہ قبضہ مضبوط  
واقع ہو اور استیفاء دین اس سے ہو سکے اور امانت کے قبضہ میں ضمان نہیں کہ رہن اس کے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرك خوف استحقاق المبيع  
فالرہن یہ باطل بخلاف الکفالتہ لکما مر اور رہن بالدرك جائز نہیں استحقاق بیع کے خوف سے تو رہن بالدرك باطل ہے بخلاف کفالت بالدرك کے کہ وہ صحیح  
ہے چنانچہ گذر گیا م رہن بالدرك اس واسطے صحیح نہیں کہ رہن تو استیفاء ہے اور استیفاء نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اس واسطے کہ معنی درک کے  
تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق بیع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرك کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اس کا ثمن  
لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ بیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے  
تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اس کا لازم نہ آوے گا خواہ درک حاصل ہو یا نہ ہو بخلاف کفالت  
کے اس واسطے کہ کفالت بالدرك صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفاء کے واسطے اور استیفاء نہیں وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی  
زبان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالب سے اور التزام افعال کا مضاف مستقبل صحیح ہے ولا بعین مضمونۃ لیغیر  
ای بغیر مثل او قیرۃ مثل المبیع فی بدل البائع فان مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیر ہا کے بدلے یعنی وہ چیز جس کا  
تاوان مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ بیع بائع کے پاس اس واسطے کہ اس کا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر بیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا م بائع  
نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور بیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے بیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اس واسطے کہ  
رہن واجب ہوتا ہے دین کے مقابلہ میں اور بیع بائع کے پاس دین نہیں ہوتا بلکہ اگر بیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق  
ہے اور اس میں ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالتہ بالنفس اور رہن جائز نہیں حاضر ضامن کے بدلے یعنی کفیل کا اسیل پر مال واجب نہیں جس کے بدلے  
رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اسیل اس کے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن درست ہے کذا فی المنع ولا بالقصاص مطلقاً فی نفس  
ولم یؤتھا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اس واسطے کہ استیفاء نقصان رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن  
باطل ہے اس واسطے کہ مرہون یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطا لا مکان استیفاء الارش من  
الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اس کے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال  
کے جائز ہوگا ولا بالشفعة اور رہن جائز نہیں بدلے شفوعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جس نے تسلیم بیع شفوعہ کے سبب سے واجب اس واسطے کہ



بیع کا مشتری پر ضمان نہیں و باجرۃ الناحیۃ والمغنیۃ اور رهن جائز نہیں نوکر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اس واسطے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر والعبء الجانی او المذیون کا رهن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اس واسطے کہ مالک پر اس کا ضمان نہیں و اذا لم یصح الرهن فی ہذہ الصور فللمرہن اخذہ فلو ملک عند المرہن قبل الطلب ہک مجانا اذ لا حکم للبطل فبقی القبط باذن المالك صدرا الشرعۃ وابن کمال اور جب کہ رهن صحیح نہ ہو ان سب صورتوں میں تو رهن کو مرہون کا لینا مرہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مرہن کے پاس رهن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا اس واسطے کہ رهن باطل کے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشرعۃ وابن کمال ولا رهن خمر وارتہا نہا من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرهن خمر او یرتہا نہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلم کو رهن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رهن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رهن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رهن لے اس واسطے کہ ایذا اور استیفاء حق مسلم میں متعذر ہے اس واسطے کہ مسلم ممنوع ہے تمکک اور تمکیک خمر سے ولا یضمن لای المسلم مرتهنا حال کو نہ ذمیہ او مسلم رهن کو خمر کا مرہن ذمی ہو کر تاوان نہ دے گا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رهن رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو اس پر تاوان اس کا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ خمر مسلم کے حق میں ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہونی عکس الضمان لتقومہا فہم لا ینذروا اور اس کے بالعکس میں ضمان یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رهن رکھے اور وہ تلف ہو جائے مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ خمر ذمی کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک صحیح الرهن یعنی مضمونہ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کا لمغضوب و بدل التحلج والمہ و بدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہے رهن عین مضمونہ بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اس کے مثل سے یا اس کی قیمت سے لازم ہوتا ہو چنانچہ غصب کی چیز اور بدل ضلع اور مہر اور بدل صلح کا عمد اخون سے ہم اس کی تفصیل کتاب الرهن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلیٰ ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کا لمغضوب ونحوہ وتماہ فی الدرر وریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اس کا ضمان نہیں چنانچہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے چنانچہ وہ بیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمونہ بنفسہا ہے چنانچہ مغضوب اور مانند اس کے اور اس کا پورا بیان درر میں ہے ہم تفصیل اس کی درر میں یوں ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنی اس کا تاوان نہیں چنانچہ امانات اس واسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یعنی جو چیز تلف ہو گئی اس کے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اس کی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمتی والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جائے بدوں تعدی کے تو اس کے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمونہ بنفسہا چنانچہ مغضوب اور مانند اس کے اور فقہاء اس کو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ کہتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل مالک سے یا اس کی رد قیمت سے چنانچہ معلوم ہو چکا اور شئی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اس کا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمونہ فی حد ذاتہا بھٹری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جس کا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے بیع بائع کے قبض میں اس واسطے کہ اگر بیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اس کی مثل یا قیمت کا ضمان نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جائے گا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو بمجرد اس اعتبار کے اس کو عین مضمونہ بغیرہ کہا انتہی مافی الدرر وصرح بالدرین الموعود بیان رهن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض و امتنع لاجر اشباہ اور رهن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ ماہن نے کوئی چیز گرو رکھی تاہن اس کو قسمی دے اس قدر چنانچہ مثل ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلاً نصف دے اور باقی نہ دے تو اس پر جر نہیں کذا فی الاشباہ ویدی موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیتا تو ای قدر مرہون مجبوس رہیگا اور رهن موعود کا ایفاء لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ رکھنا حقیقت چھ قوی تر ہے کذا فی الطحاوی معتقراً فاذا ملک فہو رهن فی ید المرہن کان مضموناً علیہ جما وعلیہ من الدین فیسلم الالف للراہن جبراً اذا کان الدین مساویاً للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ



پھر جب کہ یہ رهن مذکور تلف ہو گیا مرن کے پاس تو اس پر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرن ہزار درم راہن کو دے گا زبردستی اس وقت میں جب کہ دین قیمت مرن کے برابر ہوگا یا کمتر اور جب کہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون قیمت ہے یعنی مرن پر قیمت مرن کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا ہذا اذ اسمی قدر الدین فان لم یسلم یکن مضمونا فی الاصل کما مر فی المقبوض علی سوم الرهن بان رہنہ علی ان یعطیر شیئا فملک فی یدہ بل یضمن خلاف میں الاما میں مذکور فی البرازیہ وغیرہ والا صلح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرهن اذا لم یسلم بین المقدرہ غیر مضمون فی الاصل بل یعنی دین موعود میں ہلاکی مرن سے تاوان لازم ہونا اس وقت ہے جب کہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اس نے معین نہ کیا ہو تو اس کا ضمان لازم نہ ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرن کے بیان میں جس پر قبضہ ہوا طلب رهن پر اس طرح کہ رهن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرن کچھ دین دے سوم مرن مرن کے پاس تلف ہو گیا ضمان اس میں لازم ہوگا یا نہیں اس میں خلاف ہے دو اماموں میں جو برازیہ وغیرہ میں مذکور ہے اور قول اصح تریہ ہے کہ اس میں تاوان نہیں ہے اور مقرر مرن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رهن جب کہ دین کی مقدار بیان ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں صحیح براس مال المسلم وضمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رهن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی مرن اور سلم فیہ کے بدلے ہر چند صحت اس رهن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اس کو علیحدہ اس واسطے مصنف نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اس پر مرتب ہوں فان ہلک الرهن فی المجلس ثم الصرف والسلم وصار المرن مستوفیا حکما خلافاً للثلاثہ پھر اگر مرن تلف ہو گیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہو گیا اور مرن پا جانے والا ٹھہر گیا حکم بر خلاف آئمہ ثلاثہ کے مرن کے مرن نے گویا راس المال اور مرن صرف کا پایا اگر مرن راس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اس کے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اس کے مستوفی ہوا اور باقی کو رب سلم سے لے وان افسر قبا قبل نقد و ہلاک لبطلا ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہو گئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرن کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہو گئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہو گئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقاً اور سلم فیہ تو مطلقاً صحیح ہے خواہ مرن مجلس میں تلف ہو گیا یا بعد افتراق کے اس واسطے کہ سلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرهن ثم العقد وصار مرن المسلم فیہ پھر اگر مرن ہلاک ہو گیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ محض ہو گیا سلم فیہ کا دلوم ہلک و لکن تفاسی السلم و بالمسلم فیہ مرن مرن براس المال امتحاناً لانه بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرن ہلاک نہ ہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور سلم فیہ کے بدلے مرن ہے تو وہ از روئے امتحان کے راس المال کے بدلے مرن ہوگا اس واسطے کہ راس المال بدل ہے سلم فیہ کا تو راس المال بجائے سلم فیہ کے قائم ہو گیا وان ہلک الرهن بعد الفسخ المذكور ہلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ بقاء الرهن حکما الی ان یہلک اور اگر مرن ہلاک ہو گیا فسخ مذکور کے بعد تو سلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم تو سلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے مرن کے حکما اس کے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم سلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اس واسطے کہ مرن مضمون ہے اس کے بدلے اور البتہ مرن کا حکم اس کی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم مرن کی ہلاکی سے سلم فیہ کا مستوفی ہو گیا کذا فی المنع و لا ب ان یرهن بدین کائن علیہ عبد الطفلة لان لہ ایداعہ فہذا اولی لہما کہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام مرن رکھنا بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اس واسطے کہ باپ کو اس کے غلام کا دلایت رکھنا درست ہے تو مرن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے مرن کے مرن پر تاوان واجب ہو کر اور ہلاک ہونے و دلایت کے امانت ہو کر بلاتاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے مرن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یسکن ذلک اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اس کے مالک نہیں یعنی اس کے غلام کے مرن رکھنے کے تم اذ ہلک مرننا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانا امانۃ پھر



جب کہ غلام مرہون ہلاک ہو جائے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اس واسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں قال التمر تاشی لیضمن الوسی القیم لان ملاب ان یتفیع بمال البسی بخلاف الوسی لکن جرم فی الذخیرہ وغیرہ بالتسویۃ بینہما تاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اس واسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اس کو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے ولہ ای ملاب رہن مالہ عند ولده الصغیر بدین لہ ای للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے م فرزند صغیر کا دین جیسے اس کی مال کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے و یکبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوسی فانہ لایملک ذلک سراجیۃ اور باپ نے اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیۃ وکذا عکسہ ملاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لو فور شفقۃ جمل شخصیتی و عیالین کثرانہ مال طفلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اس کے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اس واسطے کہ باپ و فور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اس کی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی چنانچہ باپ کو خرید کر اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوسی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رہن لایصح وتمامہ فی الزلیعی برخلاف وصی کے اس واسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہ ہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع میں اور اس کا پورا بیان زلیعی میں ہے اصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ میں اس کی و فور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اس کی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہ ہوگا کذا فی الزلیعی ملخصا و صح ثمن عبد او خل او ذکیۃ ان طهر عبد حرا او الخ خمر او الذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذکورہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذکورہ مردار ہے م فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مہر تن پر ضمان واجب ہوگا و اگر رہن باطل ہو تو ضائع ہوتا امانت ہو کہ کذا فی الطحاوی و صح بیدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مر ان وجوب الدین ظاہر لفظی بصحۃ الرهن والکفیل اور رہن صحیح ہے اس صلح کے بدلے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اس کے کہ اس پر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھ دی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر و صح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کسلی اور وزنی چیز کا اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر فان رہن المذكور بخلاف منسہ ہلک لبقیمتہ و ہون ظاہر پھر اگر چاندی یا سونا یا کسلی یا وزنی کو رہن رکھا اس کی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعض کتب یا ثباب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثباب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے ان بجنسہ و ہلک ہلک بمثلہ وزنا وکیل لا قیمۃ خلا فالحما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا بیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین کے م در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہو گئی مہر تن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین



کے نزدیک مہتمن پر اس کی قیمت کا ضمان واجب ہے اس کے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملائکین ولا غیرۃ بالحدودۃ عند المقابلة بالجس تم ان تساویا قضاہروان الدین ازید فالزائد فی ذمتہ الرهن وان الرهن ازید فالزائد امانۃ در رد صدر الشریعہ اور اعتبار نہیں مہون کے جمید اور کھڑے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہو گیا اور اگر دین زیادہ مہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ پر ہے اور اگر مہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے یعنی اگر تلف ہو گیا تو مہتمن پر اس کا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدور الشریعہ باع عبد علی ان یرہن المشتري بالثمن شیئاً بعینہ او یعطی کفیلاً کذلک بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھ دے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے مگر اگر متعین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعین یا ثمن اور مشتری متفق ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن الزلیعی ولا یجوز المشتري علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر حیر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کارہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہ ہو گا وللبائع فسخ لفوات الوصف المرغوب اور در صورت عدم وفا یا ثمن کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدول اس کے راضی نہ ہو گا پھر جب اس کی رضا تمام نہ ہوئی تو اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جائے الا ان یدفع المشتري الثمن حالاً او یدفع قیمتہ الرهن المشروط رہنا الحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھ دے تو فسخ بیع کا اختیار نہ ہے گا بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اس کی خلاف ہے حال جواب یہ ہے کہ استیفاء تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اس کی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتري لبائع قد اعطاه شیئاً غیر بیعہ امسک بذاتہ اعطیک الثمن فهو رہن تلفظہ بما یفید الرهن والعبرة للمعانی خلافاً للثانی والثالثۃ اور اگر مشتری نے سوائے بیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اس کو رکھ یہاں تک کہ میں تجھے کو ثمن دوں تو وہ رہن ہو گا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اس کا مادہ شرط نہیں ولو کان ذلک الشئ الذی قال له المشتري امسک هو المبیع الذی اشتراه بعینہ لول بعد قبضہ لانہ حیث یصلح ان یكون رہنا بمنہ اگرچہ وہ چیز جس کو مشتری نے کہا کہ رکھ یہ وہی بیع جس کو اس نے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہو گا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے بیع کے یہ کہا ہو اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ مہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے بیع پر قبضہ کیا تو اس کی ملکیت اس میں متعین رہ گئی یہاں تک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہو گا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہ ہو گا ولو قبلہ لایكون رہنا لانه محبوس بالثمن کما مر اور اگر بیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اس کو رہن رکھ تا دوائے ثمن تو وہ رہن نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا م تو اگر بیع قبل قبضہ کے تلف ہو گا تو بیع فسخ ہو گی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہو گا باقی لوکان المبیع مما یفسد بکلمہ و خبر فایطأ المشتري و خلاف البائع تلفہ ہا زیعہ و شراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شیمتہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر بیع غیر مقبوض جس کو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگا دی اور بائع ڈر اس کے تلف ہو جانے سے تو اس کا بچنا اور دوسرے شخص کو اس کا خریدنا جائز ہے اور اگر اس کو بیچا ثمنی اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کرے اس واسطے کہ اس میں شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا یعنی مشتری کا م طحاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہ ہو رہن رہل عینا عندہ جلدین



بدین لکل منہما صح وکلہ رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صح ہے اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس رہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہ ہوں یہ نہیں ہے کہ اس کا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اس واسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع علی کی طرف بصفتہ واحدہ اور اس میں شیوع نہیں اور موجب اس کا حبس بالدرن ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس کھڑا ہر شخص کا اور اس میں کچھ منافات نہیں برخلاف اس کے کہ اگر ہبہ کر دے دو شخصوں کو تو اہام کے نزدیک درست نہیں اس واسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان ینایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لوما لا یتجران مما یتجر افعلی کل حبس النصف فلو دفع لکلہ ضمن عنذہ خلافا لہما واصل مسئلہ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرتہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرتہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا چنانچہ گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیسو تو ہر مرتہن کو نصف مرتہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرتہون دے گا تو اہام کے نزدیک اس پر تاوان لازم ہو گا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم دافع پر ضمان غضب لازم آوے گا زیلعی میں ہے کہ جب شی قابل قسمت دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آوے گا خلافا للصاحبین ولو ہلک ضمن کل حصۃ لتجزی الاستیفاء اور اگر مرتہون تلف ہو گا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دے گا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفا دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اس واسطے کہ استیفاء متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لکما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر لاہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرتہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہے گا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی وال رہن رہتا رہتا واحد بیدین علیہما صح بکل الدین ویسکھ الی استیفاء کل الدین اذلا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی محض اس وجہ کے جو دونوں ہبہ ہے تو رہن صحیح ہو گا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرتہون کو اپنے پاس رکھے گا تمام دین کے محال ہونے تک اس واسطے کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے ہم اس واسطے کہ قبض رہن تمام مرتہون میں بلا شیوع محال ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یأخذ احدہما بقضاء حصۃ حبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اس کا حصہ ادا کرنے سے نہ سکے گا بسبب مجبوس ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے بیع مجبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادا کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ ان یقبض احدہما اذا دی ماسمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الہین لا یباع ہوا لا صح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنی مثالیوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو دم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو دم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جب کہ ادا کیے اس قدر دین جو اس کے واسطے معین کر دیا تھا بخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں بیع میں یہی قول صحیح تر ہے ہم وجہ اس کی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اس واسطے کہ بیع میں اہام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہیں ہوتا ولہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے دوسرے میں تو بیع باطل ہو جاوے گی کل میں اس واسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفتہ سے کیونکہ یہ عادت جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنع طحاوی نے کہا بہترین تھا کہ شایع بجلای تفصیل الثمن کے تفصیل البذل کتا اس واسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے رہن



میں و بطل بیعتہ کل منہما ای میں رحلین علی رحل انہ ای ان کل واحد رہنہ ہذا الشی کعبہ مثلاً عندہ وقبضہ لا ستمالہ کن کل رہنا لہذا  
 وکلہ رہنا لہذا ک فی آن واحد ولا یکن تنصیفہ للزوم اشیوع فقہا تہرنا و جینڈ فیہ ملک مانہ اذ الباطل لا حکم لہ اوردور مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل  
 ہیں اس مقدمہ میں کہ اس مرد نے اس کے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اس نے اس پر قبضہ کیا اس واسطے کہ تمام غلام کا اس کے پاس رہن ہوتا  
 اور سب غلام کا اس کے پاس رہن ہونا ایک آن میں محال ہے اور اس کا نصف نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں  
 گواہیاں ساقط ہو گئیں اور اس وقت میں اگر مرد ہون ہلاک ہو گا تو امانت ہلاک ہو گا بدون ضمان کے اس واسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہوتا  
 م حق یوں ہے کہ اے کی ضمیر کا مرجع رحل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رحل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اس لیے کہ مرتن دو  
 مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحاوی لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا نہ شائع کے موافق لان الحق حق بالاتباع ہذا اذالم یؤرخا فان  
 ارخا کان صاحب التاریخ الا قدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی ید احدہما کان ذوالید الحق لقرینۃ سبطہ یہ یعنی بطلان شہادتین کا اس وقت ہے  
 جب کہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا لائق رہے اور اسی طرح جبکہ مردوں ایک مٹی کے پاس ہو تو بعض زیادہ تر حق دار ہے  
 اس کی سبقت کے قرینہ سے یعنی اس کا قادر ہونا قبضہ پر دلیل ہے اس کے سبقت کی ولومات راہنہ ای راہن العبد مثلاً والحاں ان الرہن معہما  
 ای فی ایدیہما اولای ولیس العبد معہما فان الحکم واحد زلیعی فیرہن کل کذلک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ  
 استحسانا لا لقلابہ بالموت استیفاء و الشائع یقیدہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مر گیا اور حالانکہ مرد ہوں ان کے ساتھ ہے یعنی ان کے قبضے میں ہے  
 یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزلیعی پھر ہر مرتن اسی طرح گواہ لایا چنانچہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتن کے  
 گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اس کا قبضہ اس پر رہا تو ہر مرتن کے قبضے میں نصف نصف غلام رہن ہے گواہ  
 اس کے حق یعنی اس کے دین کے بدلے از روئے استحسان کے اس لیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفاء ہو گیا اور شائع استیفاء کو  
 قبول کرتا ہے ہم قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اس واسطے کہ رہن سے مقصود مجلس ہے استیفاء دین کے واسطے اور مجلس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع  
 کے سبب وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رکھنا زندگی راہن میں جس تھا اور شائع اس کو قبول نہیں کرتا اور راہن کی موت کے  
 بعد دین حاصل کرتا ہے مرد ہوں کو بیع کر اس کے ثمن سے اور شائع اس کو قبول کرتا ہے کذا فی المنع اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لکن رہنا  
 بکلت تہلک ہلاک ہوں قال و ہذا ظاہر اذ الرضی المطلوب تبرکہ رہنا عمادیہ ومفادہ انہ ان رضی تبرکہ کان رہنا والا لا وعلیہ بحمل اطلاق السراجیہ وغیرہا کما اذا  
 افادہ المصنف راہن نے مدیون کی پگڑی لی تا اس کے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہرے گی اور جب کہ تلف ہوگی تو بطور مرد ہوں کے تلف  
 ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہو گا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اس کا ہلاک ہونا بطور مرد ہوں کے ظاہر ہے جب کہ مدیون اس کے  
 رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیہ اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اس کے رہن رہنے پر راضی ہو تو وہ رہن ثابت ہو گا اور اگر راضی  
 نہ ہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہ کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف نے اس کو شرح میں بیان کیا ہے ہم سراجیہ میں  
 یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدوں اس کی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاف مطلب  
 شائع کا یہ ہے کہ اگر بدوں رضائے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی ہے اور  
 راضی نہ ہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اس کے عالمگیری میں جو اہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحاوی وفي المجتبی رب المال میسک



مال المدیون رہنا بلا اذن قبیل اذا ایس فله اخذه مکان حقہ قضایہ من دینہ و اقربہ المصنف اور مجتبیٰ میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدوں اس کی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اس کو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست ہے اور اس کو مصنف نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختارا احدہما سراجیۃ مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا ان دو میں سے ایک کپڑا جس کو تو چاہے رہن رکھ جو فی اس قدر دین کے سودائے دو نوں کپڑے لے تو ان میں سے ایک کپڑا بھی رہن نہ ہو گا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیۃ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نہ کرے گا تو رہن ثابت نہ ہو گا قروغ مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرهن کہلا کہ الا اذا غصب فی انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اس کے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں مگر جب کہ غاصب نے غصب کیا اس حالت میں جب کہ مرتہن مرہون اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہ ہو گا مگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اس میں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہ ہو گا یعنی اس لیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہ ہو گا اس لیے کہ رہن کا حکم عیس ہے پھر جب اس کو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہو گا کذا فی العالمگیریہ عن الوجیز امرہ بدفعہ لللال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اس نے اس کو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہ ہو گا حامی وضع المصحف الرهن فی صندوق و وضع علیہ قصعة ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرهن لا الزیادۃ ایک حامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اس پر پانی پینے کا کٹورا رکھ دیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہو گیا تو حامی رہن کا تاوان دے گا نہ زیادہ کا یعنی دین اس کا ساقط ہو گا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اس کا تاوان لازم نہ ہو گا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئاً فنیۃ اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدوں تعدی کے کذا فی القنیۃ الاصل فی الرهن یفسد مدت مقرر رہن کی مفسدہ اس واسطے کہ رہن کا حکم عیس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاکی کے تاوان لازم ہو گا اس واسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الخطاوی سلسلہ بیع و مات للمرتہن بیع بلا محضارۃ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اس کی بیع کا اختیار ہے بدوں حاضر ہونے راہن کے وارث کے م تو وارث نقص بیع نہیں کر سکتا اس لیے کہ حق مرتہن کا اس سے متعلق ہو گیا ہے اور وہ باطل نہیں ہو سکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الخطاوی غاب راہن غیبۃ منقطعة فرغ المرتہن امرہ القاضی لیبیعہ بیع یعنی ان بجز ولومات ولا یعلم وارث فباع القاضی دارہ باز کذا فی متفرقات بیوع النہر راہن غائب ہو گیا بطور غیبت منقطعة کے سو مرتہن نے اس کی نالیش کی قاضی سے تا مرہون کو بیع دے اس کے دین کے سببے لولائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مر گیا اور اس کا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اس کا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفي الذخیرۃ لیس للمرتہن بیع ثمرۃ الرهن وان خاف تلفہا لانہ ولایۃ المجلس لا البیع ویمن رفعہ الی القاضی حتی لوکان فی موضع لا یمکنہ الرفع للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جازلہ ان یمیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اس واسطے کہ مرتہن کو عیس مرہون کا اختیار ہے بیع کا اور ممکن ہے اس کا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اس کو قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہ ہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ مرہون کا مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اس کا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم ۔

یہ باب ہے اس رہن کے احکام میں جو رکھا جائے عدل یعنی معتد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور باب الرهن یوضع علی ید عدل ہو چکے تو اب ان کے نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جس کے ہاں مرہون



کہنے پر راہن اور مرہن دونوں راضی ہو گئے اور اس کی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور ہوں گے سہمی بعد اللہ فی زعم الراہن والمترہن نائب کا نام عدل اس واسطے رکھا گیا کہ اس کی عدالت راہن اور مرہن کے گمان میں ثابت ہے اذاً وضعا الراہن علی يد عدل صحیح و تم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو مرہن صحیح ہے اور مرہن تمام اور لازم ہو گا اس شخص کے قبضہ کرنے سے ولایا خذہ احدہما منہ اور نہ لے گا مرہون کو راہن یا مرہن معتمد سے یعنی اس کے واسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال مالک نہ ہو گا ضمنی لو دفع الی احدہما متعلق صحتمآبہ اور معتمد تاوان دے گا اگر مرہون یا مرہن کو دے گا اس لیے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنی اس واسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دین سے کذا فی الدرر فلو دفع فہو قفلت منہم لتعدیہ واخذ امنہ فیمتہ وجعلنا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلنا رہننا فی یدہ لایصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرہن کو دیا سو وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرہن سے مرہون کی قیمت لیں اور اس قیمت کو مرہن رکھ دیں اس معتمد کے پاس یا اس کے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو اس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہ ہو جائے ہم اس واسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں میں مخالف ہے کذا فی المنع و ہل للعدل الرجوع ببسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اس کا مفصل مذکور ہے بڑی کتابوں میں ہم زیلعی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرہن کے واسطے سالم رہی اس کو لے جس کے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اس وجہ سے کہ اس نے مرہون مرہن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لے گا جس کے پاس ہو پھر معتمد کو مرہن سے قیمت بھر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہو اس کے پاس تو مرہن سے اس کا رجوع درست نہیں اور اگر مرہن نے اس کو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرہن سے بھر لے گا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت مرہن سے یوں کہا ہو کہ لے اس کو بدلے اپنے حق کے یا جس کما س کو بدلے اپنے دین کے کذا فی الخطا وی مختصرا و اذا ہلک یہلک من ضمان المترہن اور جب کہ مرہون تلف ہو گیا معتمد کے پاس تو مرہن کے ضمان سے تلف ہو گا یعنی مرہن پر تاوان اس کا لازم ہو گا و کل الراہن المترہن او کل العدل او غیرہما بیعہ عند حلول الاصل صحیح تو کیدہ لو الوکیل اہل الذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرہن کو یا معتمد کو یا ان کے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی یاقت رکھنا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا لکن اہل الذلک عند التوکیل لاصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل بیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لما ادا وکیل اس کی یاقت نہ رکھتا ہو تو وکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہ ہوگی اور اس وقت میں تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اس نے اپنے بائع ہونے کے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہ ہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک بیع صحیح ہے خان شرطت الوکالۃ فی عقد الرهن لم یغزل بعزلہ ولا یموت الراہن ولا المترہن للزومہما بلزوم العقد فہی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احد ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رهن میں تو وکیل معزول نہ ہو گا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرہن کی موت سے سبب لازم ہو جائے وکالت کے عقد رهن کے لزوم کے سبب تو رهن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت



وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہنہ کہے کہ میں نے اس کو یہ رکھا اس شرط پر کہ  
 فلا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اس کے بیع کرنے کا کذا فی المحوی والثانی ان الوکیل ہنا بجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے  
 کہ وکیل پر یہاں یعنی بیع راہنہ کی وکالت میں جبر کیا جائے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے تا مرنہ کو ضرر نہ ہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے  
 کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اس پر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اس کو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا فی الشرطت بعد الزہد فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر  
 الروایۃ وان صحیحاً قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القمستانی وغیرہ فقہیہ نجل الوکالۃ المفردۃ اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط  
 ہوئی ہوئے بعد راہنہ کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قمستانی  
 وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری میں ہے کہ اگر معتد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام راہنہ کے  
 ہوئی ہو تو ابولویوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اس پر جبر کیا جائے گا چنانچہ وجہ میں ہے اور یہی قول  
 صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارث او تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون کے نیچے اور دین کے بیع  
 کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اس کی دیت میں اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس  
 کا اختیار والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یشترک فی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب وکیل  
 نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اس کو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والجنس  
 اذا کان عبداً وقتلہ عبد خطاً فذبح بالجنایۃ کان لہ بیع بخلاف المفردۃ متعلق بالبیع اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام  
 ہو اور اس کو دوسرا غلام از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اس کی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے  
 یہ مخالفت کا قول پانچویں صورتوں سے متعلق ہے ولہ یو فی غلبۃ ورثۃ ای وراثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتیۃ البیع بغیر حضرت ای حضرت  
 الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہنہ کے وارثوں کے پیچھے درست ہے جیسے اس کو اس کی بیع کا اختیار تھا راہنہ کی زندگی میں بغیر  
 موجود ہونے راہنہ کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقاً اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرنے ہو یا قتل  
 یا غیر ان کا اس واسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اس کی بغیر کی رائے پر یعنی الثانی ان وصیہ یخلف لکنہ  
 خلاف جواب الاصل اور ابولویوسف سے ایک روایت ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہے امور مذکورہ میں لیکن یہ روایت اصل یعنی امام محمد کے مبیوط  
 کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحاوی ولو اوصی الی آخر بیعہ لم یصح الا اذا کان مشروطاً لذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت  
 کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جب کہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہو گیا ہو تو درست ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ  
 راہنہ نے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھ کو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو اس میں کہے میں نے تجھ کو اس کی اجازت دی کذا فی الطحاوی و  
 لا یملک راہنہ ولا مرنہ بیعہ بغیر رضی الآخر اور مالک نے راہنہ اور مرنہ مرہون کی بیع کا بدو رضا مندی دوسرے کے یعنی راہنہ بدو رضا نے  
 مرنہ یا مرنہ بدو رضا نے راہنہ بیع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدو اس کے  
 اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاصل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہوا حکم فی الوکیل بالخصومتۃ اذا غاب موکلہ او اباً فانہ یجبر علیہا  
 بان یجسہ ایا ما بیع فان لہ بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آپہنچی اور راہنہ غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاوے گا اس کی بیع  
 کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جب کہ اس کا موکل غائب ہوئے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اس پر خصومت یا بیع مرہون کے واسطے



میر گیا جاوے گا اس طرح کہ قاضی اس کو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اس کو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے مطلقاً وی سے  
 لیا کہ کیفیت اجبار کی در المختار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں و ان باعہ العدل فالتمن رہن کا لتمن فیہ ملک کہلکہ اور اگر معتقد نے مرہون بیچ ڈالا  
 تو اس کا ثمن رہن رہے گا بیع کے مانند تو ثمن تلف ہوگا بیع کے تلف ہونے کے مانند یعنی مرہن کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے  
 اس واسطے کہ ثمن قائم مقام ہے بیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ بعد بیعہ المرہن فاستحق الرهن وضمن فان كان البیع بالکافی ید المشتري ضمن  
 المستحق الراهن ان شاء الله غاصب پھر اگر معتقد نے مرہون بیچا اور اس کا ثمن بیع کے بعد مرہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک بھڑا اور اس کا  
 تاوان دیا گیا سو اگر بیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اس واسطے کہ وہ غاصب ہے  
 جس نے پر ایسا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وینئذ صح البیع والقبض لئلا یضمن المرہن اور اس وقت میں بیع معتقد کی اور قبضہ مرہن کا ثمن پر معتقد کے ہاتھ  
 سے صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن کے اس کے تاوان دینے سے اور ثمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہوای العدل لضمن الراهن وھی ایضا  
 یا چاہے مالک شخص معتقد سے تاوان لے بسبب اس کی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتقد تاوان لے گا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اس وقت  
 میں بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرہن کا ثمن پر بھی بھڑے گا وضمن المرہن ثمنہ الذی اداه الیہ یا معتقد چاہے مرہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتقد نے  
 اس کو ادا کیا یعنی اس واسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا کہ مرہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر و هو ای لتمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملک اور وہ یعنی ثمن مذکور  
 معتقد کا مملوک ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کا بدلہ ہے جب معتقد نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اس کی ملک ہو گیا اور ثمن اس کا بدلہ ہے تو ثمن معتقد کا  
 مملوک ہو گیا کذا فی الدرر ورجع المرہن علی راہنہ بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرہن راہن سے اپنا دین بھڑے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتقد نے  
 مرہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا تو بالضرور مرہن راہن سے اپنا دین بھڑے گا و ان كان الرهن قائماً فی ید مشتری اخذہ المستحق  
 من مشتریہ اور اگر مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اس کے مشتری سے لے گا اس واسطے کہ اس نے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہوای المشتري  
 علی العدل لئلا یضمن لان العاقد اور مشتری معتقد سے اس کا ثمن بھڑے اس واسطے عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اسی سے متعلق ہوں گے ثم یرجع  
 ہوای العدل علی الراهن یہ ای بتمنہ پھر معتقد راہن سے اس کا ثمن بھڑے یعنی اس واسطے کہ راہن نے معتقد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اس کو وکیل کر کے  
 تو راہن پر اس کی غلبہ واجب ہو گئی کذا فی الدرر و اذا رجع علیہ صح القبض وسلم لتمن المرہن اور جب معتقد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھڑ لیا تو قبضہ  
 مرہن کا ثمن پر صحیح ہو گیا اور ثمن اس کو مسلم بھڑا اور رجع العدل علی المرہن بتمنہ یا چاہے معتقد مرہن سے اس کا ثمن بھڑے یعنی اس واسطے کہ جب بیع  
 ٹوٹ گئی تو ثمن باطل بھڑا اور حالانکہ اس نے اس کو ثمن جان کر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اس کا نقص قبضہ بالضرور واجب ہو گیا  
 کذا فی الدرر ثم رجع ہوای المرہن علی الراهن یہ ای بدینہ پھر مرہن ثمن بھڑے راہن سے اپنا دین بھڑے اس واسطے کہ جب مرہن نے ثمن بھڑ دیا تو اس کا دین  
 پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا زاد ہن فی الدرر والوقایۃ و ان شرطت الوکالۃ بعد الرهن رجع العدل علی الراهن فقط مود القبض المرہن ثمنہ اولاً و درر و قایہ میں یہاں اس قدر  
 زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتقد فقط راہن پر رجوع کرے گا نہ مرہن پر خواہ مرہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو  
 ہم اس واسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرہن کا حق اس سے متعلق نہ ہوا تو اس پر رجوع بھی نہ ہوگا اور عدم قبضہ ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتقد نے مرہون  
 بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہو گیا معتقد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتقد کو ناحق ہو گیا اس کو راہن سے بھڑے گا کذا فی  
 الدرر فان ملک الرهن عند المرہن فاستحق الرهن وضمن الراهن قیمت ملک الرهن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا مرہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا  
 ملک نکلا اور مالک کے راہی سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہو گیا مرہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادا ضمان سے اس کا مالک ہو گیا اور ایفاء



دین صحیح ہو گیا کہ انی الدروان ضمن المرهن الثمن یرجع علی الراهن بقیمة التي ضمنها الضرر ویدینہ لا یتقاضی قبضہ اور اگر مالک نے مرہن سے اس کی قیمت کا تاوان لیا تو مرہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھرے یعنی وہ قیمت جو مرہن نے تاوان دے کر بھری اپنے ضرر کے سبب اور دین بھرے انتقاض قبض کے سبب ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے لہذا تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرہن کا باطل ہو گیا تو اس کا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا کہ انی الدروان مصدر الشرعۃ قرع مسئلہ طحہ شارح کافی الوو البجیۃ ذہبت علین دابة الرهن لیسقط ربح الدین و سببی ولو البجیۃ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرہن کے پاس تو پھر نکالی دین ساقط ہو گیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آوے گا واللہ اعلم

### باب التصرف فی الرهن

والجنایۃ علیہ وجنایۃ ای الرهن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراهن رہنہ علی اجازۃ مرہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اس کے مرہن کی اجازت پر یا اس کا دین ادا کرنے پر موقوف ہے ہم یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرہن کے تو بسبب متعلق ہونے ہی مرہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اس کا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جائے گی فان وجد احدہما فقد و صارت مرہنہ فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہو گئی اور اس کا مرہن ہو گیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادائے دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یحجز المرہن ابیع و فسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخ فی الاصح اور اگر مرہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہ ہو گیا اس کے فسخ کرنے سے صحیح ز قول میں و اذا بقی موقوفاً فالمشتری بان یار ان شاء صبر الی فکاک الرهن اور رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع و ہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رهن کمال اور جب کہ بیع راہن کی عدم اجازت مرہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے پھوٹنے تک یا اس امر کا مراعات کرے قاضی کی طرف تا وہ بیع کو فسخ کرے اور یہ اختیار مشتری کا اس وقت ہے جب کہ اس نے خرید کیا اور اس کو اس کا رہن ہونا معلوم نہ تھا کہ ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراهن من رجل ثم باعہ الراهن ایضاً من رجل آخر قبل ان یحجز المرہن البیع فالثانی موقوف ایضاً علی اجازۃ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون کو راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اس کو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند اس لیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایما اجازۃ لم ینزل لطل الاخر پھر دوسری سے جس بیع کی مرہن کی اجازت دے گا وہ لازم ہو جاوے گی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعہ الراهن ثم اخرجہ اور منہ او وہیہ من غیرہ فاجازۃ المرہن الاجازۃ او الرهن او الہبۃ جازۃ البیع الاول لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما تقرر فی محلہ تحریر دون غیرہ من ہذہ العقود المذكورۃ اذ لا منفعۃ للمرہن فیہا فکانت اجازۃ اسقاطاً لحقہ فزال المانع فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اس کو اجارہ میں دیا یا کیس رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے ہی مرہن کے حق کی طرف بنا بر اس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اس کے سوا ہبہ عقود مذکورہ میں اس واسطے کہ مرہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اس کی اجازت اسقاط ہے مرہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی ہم مسئلہ اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ میں تصرف جائز نہ ہوا سو بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اس واسطے کہ اس کا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا برخلاف عقود مذکورہ کے اس واسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اس کی اجازت میں حق مرہن کا اسقاط ہے سو جب کہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کہ انی الدروان فی الاستباہ باع الراهن من زید ثم باعہ من المرہن الفسخ الاول اور استباہ میں ہے کہ رنج مرہون کو بیچا پھر اس کو بیچا مرہن نہ



بیع اول منہ ہو گئی م یہ گویا استدراک ہے مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند ہے جب کہ بیع ثانی غیر مرتن سے ہو اور اگر مرتن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ ہو جاوے گی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحاوی و صح اعتقادہ و تدبیرہ و استیلاؤہ ای اعتقاد الراجح رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا ہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاؤ یعنی اگر بلا اجازت مرتن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کرے یا اس کو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا و کان درینہ ای المرتن حالاً رزونیہ من الراجح سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتن کا دین بلا مدت ہو تو مرتن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلاً اخذ قیمۃ للرجل بدلہ الی زمان سلولہ فاذا حل استوفی حقہ لومن جنبہ و رد الفضل اور اگر مرتن کا دین مدت والا ہو تو مرتن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہنچنے تک پھر جب مدت آپہنچے تو مرتن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیرے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیرے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الراجح معسر افقی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اس کی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے و رجع علی سیدہ غنیا اور جس قدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے بھرے جب کہ اس کا مقدور ہو فی التدبیر والاستیلاؤ سعی کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر و ام الولد ملک المولی اور استیلاؤ میں سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اختلف الراجح المرتن فحکم حکم ما اذا اعتقه غنیا کما مر اور جب کہ راہن نے مرہون کو تلف کر دیا تو اس کا حکم مانند ہے اس حکم کے جب کہ مالدار مالک غلام مرہون کو آزاد کر دے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین مؤجل ہو تو اس کی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر والرجح ان اختلف اجنبی ای غیر الراجح فالمرتن لیضمنہ ای المتلف قیمتہ یوم ملک فکلون القيمة رہنہا عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتن تلف کرنے والے سے اس کی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونے کے دن اس کی حقیقی سو قیمت اس کی رہن رہے گی مرتن کے پاس چنانچہ گذر گیا و اما ضمانہ علی المرتن فقیمتہ یوم القبن لان مضمون بالقبن السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتن نے تلف کیا تو مرتن پر اس کے تاوان میں یوم القبن کی قیمت معتبر ہوگی اس لیے کہ مرہون کا ضمان مرتن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و با عارتہ ای المرتن المرتن من راہنہ یخرج من ضمانہ تسمیتہا عاریۃ مجازاً اور عاریۃ دینا مرتن کا راہن کو نکالنا ہے مرتن کو اس کے تاوان سے یعنی اگر مرتن نے مرہون راہن کو بلور عاریت کے دیا تو مرتن پر سے ضمان رہن ساقط ہو گیا اور اس کو عاریت کہنا مجاز ہے ہم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازاً استعارہ ہے اس واسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکہ ممکن ہوگی قلوب ملک المرتن فی ید الراجح ملک مجازاً حتی لو کان عطاء کفیل لم یزیم الکفیل شئ لخروجہ من المرتن نعم لو کان راہن اخذہ بغیر رضی المرتن جازہ ضمان الکفیل تا تا رجاہ سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتن کا قائم رہے گا کچھ ساقط نہ ہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہو گیا یہاں تک کہ اگر راہن نے مرتن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضمان دیا ہو تو ضمان پر تاوان لازم نہ ہوگا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدوں رضامندی مرتن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التا تا رجاہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتن کو دلا دے کذا فی الطحاوی فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتن کا مرہون پر عود کرے گا تو اس کا ضمان بھی مرتن پر پھر ثابت ہوگا و للمرتن استردادہ من الیدہ



اور مرتن کو جائز ہے پھر لانا مرتن مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے قلو مات الراءین قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتن حق یسأل  
الغرماء لبقاء حکم الراءین پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرتن سے پہلے تو مرتن زیادہ تر حقد ہے مرتن کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم مرتن کے  
م مرتن کا حکم اس واسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں دلو ا عارہ اولودعہ احد ہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ اور اگر راہن یا مرتن نے مرتن یا راہن  
دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اس کا ساقط ہو گیا اس واسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سو باقی نہ رہا وکل منہما ان یعیدہ رہنا کا مکان اور  
راہن اور مرتن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر مرتن کو قائم کرے جیسا کہ سابق مرتن تھا اس واسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اس میں ثابت ہے  
بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والراءین من المرتن او من اجنبی اذا باشر احد ہما باذن الآخر حیث یخرج عن الراءین ثم لا یعود الالبعد مبتدا لاسنا  
عقود لازمہ بر خلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور مرتن کے مرتن سے یعنی جیب کہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ  
راہن یا مرتن ان عقود کا مباشر ہو اور دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرتن ہون نکل جاتا ہے مرتن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرتن ہون عقد نہیں کرتا مرتن کی طرف  
مگر بعقد جدید اس واسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں یعنی اگر راہن نے مرتن کو مرتن اجارہ دیا تو مرتن باطل ہو گیا اس واسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا  
مگر بعقد اتقا حق مرتن کے اور اسی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتن نے جائز رکھا یا مرتن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اس کو جائز رکھا تو مرتن باطل  
ہو جائے گا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحاوی نے کہا لیکن مرتن بعد الراءین میں نظر ہے زیری نے کہا اس کو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ و بخلاف بیع المرتن  
من الراءین لعدم لزومہا بر خلاف عاریت مرتن کے راہن سے اس کے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتن سے حق لازم  
متعلق نہیں ہوا جو مرتن باطل ہو جائے بقی قلو مات الراءین قبل رہنہ ثانیاً فالمرتن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار مرتن رکھنے سے  
پہلے تو مرتن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی اجارہ دیا راہن نے مرتن کو یا اجنبی کو اور نقص اجارہ کر کے دوسری بار اس کو مرتن کے پاس مرتن نہیں رکھا  
اور راہن مرگیا تو مرتن اسی بالمرتن نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہے اس واسطے کہ اجارہ وغیرہ سے مرتن سابق باقی نہ رہا باطل ہو گیا ولولون  
الراءین للمرتن فی استعمالہ او اعارۃ للعمل فملک الراءین قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ملک بالدرین لبقاء عقد الراءین اور اگر  
راہن اذن دے مرتن کو مرتن کے استعمال کا یا اس کے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرتن تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد  
فراغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہو گا دین کے عوض یعنی مرتن کا ساقط ہو گا بسبب باقی رہنے عقد مرتن مراد یہ ہے کہ راہن نے مرتن کو استعمال کا  
اذن دے بدو طلب کرتے مرتن کے یا کام کے واسطے مرتن راہن سے عاریت ملے اور وہ اس کو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہو گا  
تو مرتن پر ضمان مرتن لازم ہو گا کہ انی الدرو لو ملک فی حالۃ العمل والاستعمال ملک اما نہ للثبوت بدالعاریۃ حیث نہ او اگر مرتن تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت  
میں تو امانت ہو کہ تلف ہو یعنی اب ضمان لازم نہ ہو گا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اس وقت میں یعنی اور قبض عاریت مخالف قبض مرتن کے تو ضمان ثابت  
نہ ہو گا ولو اختلافی وقتہ ای وقت ہلاکہ فقال للمرتن ملک فی وقت العمل وقال الراءین فی غیرہ فالقول للمرتن لازم منکر والبیئۃ للراءین لاسنا اتفاقاً  
علی زوال ید الراءین فلا یمدق الراءین فی عودہ الا بنحوہ بزاتیہ اور اگر راہن اور مرتن نے اختلاف کیا مرتن کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتن نے  
کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتن کا قول مقبول ہو گا اس واسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور  
اور شہادت راہن کی مقبول ہو گی اس واسطے کہ راہن اور مرتن قبض مرتن کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض مرتن کے عود کرنے میں نہ ہو گی بدو  
گو ای کے کذا فی النزازیہ و فیہا اذن للمرتن فی لبس ثوب الراءین یوما فجاءہ المرتن فتخلف فقال تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراءین مال بستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول  
للراءین وان اقر الراءین باللبس فیہ ولكن قال تخرق قبل لبسہ او بعدہ فالقول للمرتن فی قدر ما من الیوم بنزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتن کو اذنی دیا مرتن

لہ یعنی مقدم سابق



پکڑے کے پینے کا ایک دن سو مرتبہ وہ پکڑا لیا پٹھا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اکن کے پینے میں اور اس نے کہا کہ تو نے اس نہیں پیتا اور نہ اس میں پچھا تو اس کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اس دن کے پینے کا اقرار کیا و لیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اس کے پینے سے پہلے یا بعد پینے کے تو مرتبہ کا قول قبول ہے و ضمان کی مقدار میں م جب راہن نے پینے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو در صورت تلف ہونے تو ب متخرق کی قیمت لازم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شایع کے رہن الا ب من مال طفله شیئا بدین علی نفسه جاز فلو الرهن قیمته اکثر من الدین فہلک ضمن الاب قدما لدین دون الزیادۃ بخلاف الوسی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان یتفح بمال الصغیر عند الحاجة ولا کذلک الوسی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بیچ لی اس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن بھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دے گا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دے گا برخلاف وصی کے کہ وہ اس کی پوری قیمت کا تاوان دے گا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی ایسا نہیں کہ اس کو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو و لو ادرک الاب لیس للاب ان یتفح قبل قضاء الدین و یرجع الابن فی مال الاب ان کلان رہنہ لنفسہ لانہ مضطر لمعیر الرهن اور اگر صغیر بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدول ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اتنا بھرے اگر اس کے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رکھا ہو رجوع اس واسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عادت دینے والے کے مانند ہم یعنی فرزند اپنے مال کے غلام کہنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہرے گا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جب کہ وہ بچہ مال کی تکلیف کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحاوی و لو رہن شیئا ثم اقر الراہن لغيره لا یبطل فی حق المترقی ولیم اقبض الدین و ردۃ الی المقلد اما اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز تو غیر مرتبہ کے پاس رہن تھی تو مرتبہ کے حق میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور راہن کو ادا دین کا حکم کیا جائے گا اور اس چیز کے پھر دینے کا مقلد کی طرف امر ہوگا و لو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبها جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اس کے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے و ینتہ الراہن علی قیمتہ الرهن اولی اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتبہ کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اس کی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اس کی قیمت سو ہمتی تھی مثلاً اور مرتبہ کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گزرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہریں گے اس واسطے کہ وہ زیادت ضمان کے مثبت ہیں و زوانا الراہن کولہ و ثمرۃ رہن لا غلۃ دار وارض و عبد فلا یصیر رہنا اور زوانہ رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہے نہ کہ یہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہ ہوگا عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوانہ رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہ ہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء علیین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند ان کے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور رو میں یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خون بہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوانہ بھی محبوس رہیں گے مرتبہ کے پاس لیکن ان کے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو ان کے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہ ہوگا کذا فی الطحاوی مختصر الراہن الفاسد کا لصیح فی ضمان رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اس کی ضمان میں م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہر دو درم قرض لے کر اور درم کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتبہ کو جس مرہون تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون



تلف ہو گا مگر تنہی کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند رہن پر تاوان لازم ہو گا کذا فی المنع لمخصاص صحیح استعارۃ شئی لیرہنہ فیہ رہن بماشاء  
اذا اطلق ولم یقید بشئی اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اس کو رہن رکھنے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جس قدر کو چاہے اور  
جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو و ان قیدہ بقدر او جنس اور رہن او بلکہ بقید  
وحیث فان مخالفت ما قیدہ بہ المعیر من المعیر المستعیر او المرہن لتعدی کل منھا اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرہن کی  
یا شہر کی قید لگائی یعنی لوں کہا کہ اس قدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اس  
قید کے ساتھ مقید ہو گا اور اس وقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کہے گا تو معیر تاوان لے گا مستعیر سے یا اس کے مرہن سے دونوں  
کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے م مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرہن کی تعدی یہ ہے کہ اس نے بیگانہ چیز پر قبضہ کر  
بدل اس کے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرہن غاصب کا غاصب ٹھہرا الا اذا مخالفت الی خیر بان علین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من  
لم یمن لمخالفتہ الی خیر مگر جب کہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اس طرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا  
مستعیر نے اس کو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہ ہو گا کیونکہ اس نے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے  
نقصان ہوتا و ان لازم آئے فان ضمن المعیر المستعیر ثم عقد الرهن لتمامه یا لتمامه پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہو گا  
بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دے کر و ان ضمن المرہن یرجع بما ضمن بالدين علی الراهن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان  
مرہن سے تو مرہن رہن سے دین اور تاوان بھرے جس قدر کہ اس نے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جب تنہی کو مرہن نے مرہون کے تلف ہونے  
کے بعد تاوان دیا تو مرہن رہن سے دین اور تاوان بھرے گا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہیک عند المرہن صار المرہن مستوفیاً لہ ینہ پھر  
مستعیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہو گیا مرہن کے پاس تو مرہن اپنے دین کا پانے والا ہے  
گیا بشرطیکہ قیمت اس کی دین کے برابر ہو یا زیادہ اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو رہن سے لے گا کذا فی المطحطاوی و وجب مثلاً مثلاً  
للمعیر علی المستعیر و ہوا الراهن لقضاء دينه بہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی رہن پر دین واجب ہو گا بسبب ادا ہونے دین رہن کے  
مرہون کے سبب ان کا ان کلمہ مضمونا والا لکن کلمہ مضمونا ضمن قدر المضمون والباقي امانۃ و ہوب بقدر دین اس صوت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون  
اور اگر تمام دین کا ضمان نہ ہوا ہو تو رہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دے گا اور باقی امانت ہے و کذا لولعیب فیذہب من الدین بحسابہ و بحسب مثلاً للمعیر  
اور اسی طرح اگر مستعار مرہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا ہے گا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہو گا و  
لوا فتنک ای الراهن المعیر جبر المرہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراهن لانه غیر متبرع لتخلیص ملک بخلاف الاجنبی بما دی بہ ساوی الدین  
القیمۃ و ان الدین ازید فالناشد تبرع و انی اقل فلا جبر و رکن استشکلہ الرہنی و غیرہ و اقرہ المصنف فلذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعت  
للدرد بقدر بر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرہن پر اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جاوے گا پھر معیر نے جو دین دیا کیا وہ رہن سے بھرے گا  
اس واسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب بخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے یہ رجوع معیر اس  
شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہو گا اس کی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اس قدر کار رجوع نہ ہو گا اور اگر دین  
کم ہے قیمت سے تو مرہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زلیعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اس

لہ معیر عاریت دینے والا اور مستعیر عاریت لینے والا ۱۲



اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اس کو ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعیت و رد کے سو اس کو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زلیعی وغیرہ کے سبب اس کو متن کے اندر داخل نہیں کیا تبرع زائد کا اشکال زلیعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اس واسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر مھٹر اور یہ اس واسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدوں ادا کرنے تمام دین اس واسطے کہ مرہون کو اختیار ہے جس مرہون کا تادائے کل دین کذا فی الحل ہی طحاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا اور کہا کہ مصنف پر اس کی تصریح واجب تھی من شاء فلیزجح الیہ ولو ہلک المرہون المستعار مع الراءین قبل رہنہ او بعد فکلم لیمین وان استخدا المرہون فکلم من قبل لانه امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یمن خلافاً للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فکلم مرہون کے تو راہن پر اس کا تادان نہیں اگرچہ قبل اس کے مستعار سے اس نے خدمت لی ہو یا اس پر سواری کی ہو اور مانند اس کے اور احتمال کیا ہو اس لیے کہ راہن امین ہے جس نے مالک کی مخالفت کے بعد اس کی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفت سے اس پر ضمان لازم نہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مکن فی الشربلایہ عن العادیۃ المتاجر او المستعیر اذا خالف ثم عاد الی الوفاق لا یرأی عن الفحان علی ما علیہ الفتویٰ انتہی لیکن شربلایہ میں عادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جب کہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اس کے پھر موافقت کریں تو ہر واحد تادان سے بری الذمہ نہ ہوگا بموجب اس قول کے جس پر فتویٰ ہے انتہی ما فی الشربلایہ بقی لوانت خلافاً للقول للراہن لانه ینکر الایفاء بمالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہ اپنے ابقار مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرہون کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فکلم مرہون تلف ہوا کذا فی الطحاوی تو مطلب یہ کہ یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھ پر ضمان واجب نہ ہو دلو اختلافی قدراہو راہن فالقول للمعیر بایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جس پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ معنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آئے اور مستعیر اقل دین کا مدعی کرتا ہے اختلافی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرہون فی قدر الدین و قیمتہ الیہ عن شرح تلمذہ اور اگر راہن اور مرہون نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرہون کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التلمذہ ولومات مستعیرہ مفلسا یدلونا فالمرہون باقی علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانه ملکہ اور اگر مرہون کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرہون کے پاس تو مرہون بیچا نہ جائے گا مگر معیر کی رضامندی سے اس واسطے کہ مرہون مجبر کا مملوک ہے ولو اراد المعیر بیعہ وابی المرہون البیع مع بغیر رضاه ان کان بہ ای بالمرہون وفاء والا فلا یباع الا برضاه اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرہون نہ ملے تو وہ بیچا جاوے گا بدوں اس کی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرہون کا ادا ہو جائے ادا کر دین ادا نہ ہو تو اس کی بیع نہ ہوگی بلا رضامندی مرہون کے ولومات المعیر مفلسا وعلیہ دین امر الیہ بقضاء دین نفسه ویرد الیہ لیصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرہون کے مفلس ہو کر اور اس پر دین ہو تو راہن پر امر کیا جائے اپنے ذات دین کے ادا کرنے کا اور مرہون مستعار پھر دیا جائے تاکہ ہر مقدار اپنے حق کو پہنچے وان عجز لفقرہ فالمرہون علی حالہ لکان المعیر حیاً اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب تو مرہون باقی ہے اپنی حالت پر اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو مرہون قائم رہے گا ولو رثتہ ای ورثتہ المعیر اخذہ ای الہن بعد قضاء دینہ کمورث اور معیر کے وارثوں کو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرہون کے



مورث کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہ کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کریں فان طلب غرام المعیر من ورثتہ بیعہ فان وفاء بیع والا فلا یباع  
 الا برضی المرتهن کما مر لہا مرہون کے قرض خواہ معیر کے وارثوں سے مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جائے تو وہ  
 بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہ ہو تو نہ بیچا جائے مگر مرتہ کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ہم منہ الغفار میں ہے کہ اگر دین  
 مرتہ سے فاضل معیر کے قرض خواہ کو کفایت نہ کرے تو بدوں ان کی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدوں  
 ان کی رضامندی کے بسبب پہنچ جانے ان کے حق کے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر ہائے کذا فی الطحاوی و اعلم ان جنایۃ الرہن  
 علی الرہن کلا او بعض مضمونہ اور یہ معلوم کر کہ جنایت رہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اس کا رہن پر واجب ہے ہم لکھا اگر  
 رہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو رہن پر ضمان واجب ہوگا اس لیے کہ حق مرتہ کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اس کی ملک  
 متعلق ہے لہذا مالک اجنبی کھڑا یا گیا ضمان کے حق میں کجناۃ المرتهن علیہ جیسے جنایت مرتہ کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہ مرہون  
 کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتهن بقدر ما ای الجنایۃ لانه تلف ملک غیرہ فلیزم ضمانہ واذا الزم وقدر کل  
 الدین سقط بقدرہ و لزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہ کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاوے گا اس واسطے کہ مرتہ نے غیر کی ملک کو تلف  
 کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور جب کہ ضمان لازم ہوا اور دین موجب نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اس کے اور باقی مرتہ پر لازم ہوگا مرہون  
 کے تلف کر ڈالنے کے سبب نہ رہن کے سبب سے ہم مرتہ کو لازم ہوا اس واسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے  
 اور مرتہ پر اس کا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودلیعت کے ہے جب کہ مودع اس کو تلف کرے  
 اور اس پر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر و ہذا الوالدین من جنس الضمان والالم لیقط منہ شیء الجنایۃ علی المرتهن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اس وقت  
 ہے جب کہ دین ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اس کی جنس سے نہ ہو چنانچہ مکمل ہو تو دین سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور جنایت مرتہ پر قائم ہوگی  
 وللمرتهن ان لیتوفی دینہ اور مرتہ کو درست ہے کہ اپنا دین پورا بھرنے لکھن اور عینہ لیتقط نصف دینہ عنہ قہستانی و برجندی لیکن اگر مرتہ نے غلام  
 مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہ کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی القہستانی و برجندی ہم یہ اس صورت میں ہے جب کہ غلام کی قیمت دین کے  
 برابر ہو اس واسطے کہ آنکھ مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اس کی قیمت ہے اور اگر مرہون بیا نور ہو تو اس کی آنکھ پھوڑنے سے دین دین  
 ساقط ہو گیا چنانچہ نہ کور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحاوی  
 و جنایۃ الرہن علیہما ای الرہن والمرتهن و علی مالہما ہدرا ی باطل اور جنایت مرہون رہن اور مرتہ پر اور ان دونوں کے مال پر ہدرا یعنی باطل  
 ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذاکانت الجنایۃ غیر موجبة للقصاص فی النفس ورن الاطراف اذا لا تو دین طرفے عدا و حر قبض  
 جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جب کہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہ ہو سوائے اطراف کے اس واسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتھ پاؤں  
 وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص ہی نہیں ہے وان کانت موجبة للقصاص فمعتبرة فیقتل  
 ویطل الدین خانیۃ وعبارة القہستانی وشرح المجمع یطل الرہن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد میں غلام سے قصاص  
 لیا جاوے گا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیۃ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاوے گا بطلان دین کی وجہ یہ ہے  
 کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحاوی کجناۃ ای الرہن  
 علی ابن الرہن او علی ابن المرتهن فانہا معتبرة فی الصیغ حتی یدفع بہا او لغدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ہوا اجنبی لتباین الاطلاق



حق جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرہون کے فرزند پر اس واسطے کہ وہ معتبر قول المائۃ صحیح میں تو مرہون دیا جاوے گا بسبب جنایت کے  
 کا فدیہ دیا جائے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیجا جلائے گا اور صاحب مال کو دیا جائے گا چنانچہ شخص اجنبی پر اس کی جنایت معتبر ہے  
 نہ راہن اور مرہون پر جنایت اس واسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتاؤ اس کے سبب کذا فی الذیلی ولو رہن عبد البادی الفا  
 ت موکل فرجعت قیمۃ الی مائۃ فقتل رجل وعزم علی لاجل فالمرہن یقبضہا ای المائۃ قصداً لحقہ ولا یرجع علی الراہن لشیئ کموتہ  
 تل والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیاً وید المرہن بدلاً ستیفار فیصیر مستوفیاً للکل  
 الا ابتداءً اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہے ہزار درم موکل پر مرہن رکھا پھر اس کی قیمت پٹ کر سودم کی ہو گئی پھر اس کو ایک مرد نے قتل  
 کر دیا سودم کا تاوان دیا اور دین مرہن کی مدت آہر پہنچی تو مرہن سودم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب یعنی ادائے بعض حق سے اور راہن سے  
 لے گا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیتہً ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف  
 ان علیہ کے پھر جب کہ دین باقی رہا اور قبضہ مرہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا کھڑ گیا ابتداءً مرہن سے ولو یا عہ ای العبد المذکور بآئہ مر  
 ہن فی قبض المائۃ قصداً لحقہ ورجع بتسع مائۃ لانہ لما کان الدین باقیاً وقد اذن ببعیہ بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کا نہ استردہ و باعہ بنفسہ اور اگر  
 نے غلام مذکور بیجا سودم سے راہن کے امر سے تو مرہن قبضہ کرے گا سودم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سودم راہن سے بھرے گا اس واسطے  
 ب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اس کو سودم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سودم راہن کے ذمہ پر لازم ہے گویا اذن مذکور سے  
 ہی نے مرہون پھیر لیا مرہن سے اور اس کو بذات خود بیچ ڈالا ولو قتلہ بعد قیمۃ مائۃ فدفع بہا فکتہ الراہن وجوباً بکل الدین وهو الالف لقیم  
 فی مقام الاول لحداد ما وقال محمد ان شاء افتک بکل دینہ او ترک علی المرہن بدینہ وهو المختار کما فی الشریعۃ لایعین الموہب لکن عامۃ المتون والشروح علی الاول  
 ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جس کی قیمت سودم ہے پھر قاتل غلام قاتل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام  
 کو تمام دین یعنی ہزار درم دے کر مرہن سے چھوڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں  
 ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اس کا مرہن فک کرے مرہن کا سبب دین دے کر یا اس کو مرہن کے پاس چھوڑے اس کے دین کے بدلے اور یہی قول  
 کا مختار ہے چنانچہ شریعۃ لایعین الموہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی ترک التفریع اولی الرہن خطا  
 ہ المرہن لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراہن لشیئ پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرہن اس کا فدیہ دے اس واسطے کہ مرہون اس کی ملک ہے  
 مرہن فدیہ دے کہ راہن سے کچھ نہ لے گا شایع نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اس واسطے کہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں  
 غلیل ملک مرہن غیر ظاہر ہے تو اگر شایع یوں کہتا لان الجنایۃ فصلت فی ضمانہ تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرہن کے ضمان میں اس  
 واسطے کہ ضمان جنایت کا مرہن پر ہے اور غلام مرہون کا بانیکل اس کے ضمان میں ہے اور اس کا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک  
 فی دفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور مرہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اس واسطے کہ مرہن  
 مالک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرہن من الفداء دفعہ الراہن ان شاء وفداہ ویسقط الدین بکل منها لو اقل من قیمۃ الرہن او مساویا ولو  
 شہ لیسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اس کا فدیہ  
 دے اور دین مرہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہو گا اور اگر دین کمتر ہو مرہون کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو  
 قسط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو گا اور باقی دین ساقط نہ ہو گا ولو استہلک ما لا یتفرق رقبۃ فداہ المرہن فان ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر مملوک







بھان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الخطاوی عن الزیلعی وعلیہ الفتوی فان انتقص شی من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار  
 بیٹی مقدار کے اگر شہرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اس کے ساقط ہوگا اور اگر کم نہ ہوگا تو دین بھی ساقط نہ ہوگا و لورہن شاة قیمتها عشرة  
 عشرة بذقید لابنة لانه لو كان قیمتها اكثر من الدين يكون المجلد ايضا بعض امانه بحسب تبذیر فماتت بلا ذبح فذبح جلدہا بمالا قیمته فلولہ قیمۃ ثبت  
 مرہن حق حبسہ بازاد دباغہ واصل رهن قولان و ہوا فی الجلد لیساوی درہما فہو رهن بہ اور اگر وہ بکری جس کی قیمت دس درم ہے دس درم پر رهن  
 لیس پھر وہ بدو ذبح کرنے کے مرگئی سو اس کی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہے تو  
 ایک درم پر رهن بھڑے کی شایع نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ اگر اس کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال  
 ہی مرہن کے پاس امانت بھڑے کی اس کے حساب کے موافق سو خبر دار رہنا طحاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کھال  
 ایک درم کی ہے تو کھال نصف درم پر رهن ہوگی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جس قدر دباغت سے اس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی اس قدر کے جس  
 رهن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رهن باطل ہوگا یا نہیں اس میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رهن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح م بلا ذبح  
 کے قید اس واسطے لکائی کہ اگر بکری ذبح ہو کر مرے گی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الخطاوی بخلاف ما اذا ماتت الشاة لمبیعة قبل القبض فبلغ  
 جلدہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی مشہور والفرق ان الرهن یقرر بالہلاک والبیع قبل القبض یفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ بکری قبض مشتری سے  
 ملے مرگئی پھر اس کے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہ ہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رهن اور بیع میں یہ ہے کہ رهن ثابت ہو جاتا  
 ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے نسخ ہو جاتی ہے بیع کے تلف ہو جانے سے ولو البقی عبد الرهن وجعل العبد بالدين ثم عاد ليعود الدين والرهن  
 غلاما للفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے بھڑا یا گیا بعد اس کے غلام پھر آیا تو دین اور رهن پھر ثابت ہو گیا بخلاف  
 ذفر کے و نساء الرهن كالولد والتمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولده من مملوہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے  
 پیدا ہوئی نہ بچہ اور بھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خون بہا اور مانند اس کے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اس کے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک  
 چیز سے و ہو رهن مع الاصل تبعاً اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رهن ہے اپنی اصل کے تابع ہو کر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعة كالکسب  
 والاحقة وکذا المبتدئ والمصدقہ فانہا غیر داخلہ فی الرهن وتكون للراہن الاصل ان کل ما یولد من عین الرهن لیسری الیہ حکم الرهن وما لا فلا مجمع  
 الفتاوی بخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلہ ہے چنانچہ کمائی اور مزدوری اور اسی طرح ہبہ اور صدقہ اس واسطے کہ وہ رهن میں  
 داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اس کی طرف رهن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات  
 مرہون سے پیدا نہ ہو تو اس کی طرف رهن کا حکم سرایت نہیں کرتا و اذا ملک النماء المذكور ملک مجانا لانه لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جب کہ  
 زیادت مذکورہ متولہ تلف ہو جائے مرہن کے پاس تو دیر لگال تلف ہوگی یعنی مرہن پر اس کا تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ عقد رهن میں  
 بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے و اذا البقی النماء ولو حکما بان اکل بالاذن فانه لا یسقط حصۃ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ملک  
 الاصل بعد الاکل فانه یقسم الدين علی قیمتھا قسمتان کما ذکرہ بقولہ اور جب کہ زیادت متولہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقتہ باقی نہ ہو بلکہ حکماً باقی  
 رہے اس طرح پر کہ کھایا جائے راہن کے اذن سے اس واسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرہن اس کو بھرنے کا  
 راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جائے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائے گا دو توں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القستانی  
 چنانچہ مصنف نے اس کو اپنے قول آئندہ میں ذکر کیا ہے ہم زلیحی میں ہے کہ اگر راہن نے مرہن کو زوالہ رهن کے کھانے کا اذن دیا سو اس نے



کھایا تو اس پر ضمان نہیں اور اس میں کچھ ساقط ہو گا اگر مرہون تلف ہو گیا مرنہ کے پاس تو دین مقسوم ہو گا زیادت ماکولہ اور اصل پر جو جس قدر اصل کو پہنچے گا وہ ساقط ہو گا اور جتنا زیادت ماکولہ کو پہنچے گا سو مرنہ راہن سے لے گا اس واسطے کہ اتلاف زیادت کا ہو مرنہ کے فعل سے راہن کی تسلط کے سبب سے تو گویا راہن نے اس کو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحاوی لمخصا بعد ہلاک الاصل فک بھضتہ من الدین لانه صار مقصود بالفک والتبع ایقا بدشی اذا کان مقصوداً یعنی جب کہ زیادت متولہ باقی رہے بعد ہلاک ہو جانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ کے دین سے اس واسطے کہ زیادت مقصود ہو گئی خلاص کرنے کے سبب اور تابع کے مقابل چیز ہو جاتی ہے جب کہ تابع مقصود ہو جاوے و جیند لقسیم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک و قیمتہ الاصل یوم القبط و یسقط من الدین حصۃ الاصل وفک البتہ بخصتہ لکان الدین عشرۃ و قیمتہ الاصل یوم القبط عشرۃ و قیمتہ النہار یوم الفک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط و ثلث العشرۃ فیفک بہ اور اس وقت میں دین قسمت کیا جائے گا زیادت متولہ کی قیمت پر خلاص رہن کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور اس سے حصہ اصل کا ساقط ہو گا اور زیادت خلاص کی جائے گی بقدر اس کے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس دم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس دم ہوتی اور زیادت متولہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ دم ہوتی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسرے زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہو گا دس کی ایک تہائی یعنی تین کسرے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین دم سے زیادہ مذکورہ کا فک رہن کیا جائے گا ولو اذن الراہن للمرنہ فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الراہن بان قال رہمانا دلک فاکلہا طابہ لیم اکل ثمنہا و بہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص بخصتہ الاکل فینبع فلا ضمان علیہ ای علی المرنہ لانه اتلف باذن المالك اور اگر راہن نے اذن دیا مرنہ کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے مرنہ سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اس کو کھا سو مرنہ نے اس کو کھایا تو مرنہ پر اس کا تاوان نہیں اس واسطے کہ اس نے مالک کے اذن سے تلف کیا شایع نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے یعنی خواہ پھل یا دودھ کھائے یا اس کو بیچ کر اس کا ثمن کھائے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کرے تو اس کو اتباع کیا جائے یعنی در صورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہ ہو گا ولا لطلاق يجوز لعلہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے بخلاف تملیک کے م یعنی جب راہن نے مرنہ کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اس کو تو کھا درست ہے اور جائز ہے ولا یسقط شیء من الدین اور ساقط نہ ہو گا مرنہ کے دین سے کچھ اباحت اکل سے قال فی الجواب رجل رہن دارا و اباح السکنۃ للمرنہ فوق بکناہ خلل و خرب البعض لا یسقط شیء من الدین لانه لما اباح له السکنۃ اخذ حکم العاریۃ حتی لو اراد منعه کان لہ ذلک جوابہ اضلاطی میں کہا کہ ایک مرنہ نے گھر رہن رکھا اور مرنہ کو اس کے اندر رہنا مباح کر دیا سو اس کے رہنے سے خلل پڑ گیا اور کچھ مکان ویران ہو گیا تو مرنہ کا دین کچھ ساقط نہ ہو گا اس واسطے کہ جب راہن نے مرنہ کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عازیت کا حکم لیا یہاں تک کہ اگر راہن مرنہ کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اس کا اختیار ہے م اس میں اختلاف ہے کہ مرنہ کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعض فقہاء اس کو مکروہ کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ سود اور ہیا ج ہے اور بعض اس کو مباح کہتے ہیں چنانچہ زبلی اور جواہر اوقنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے جموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود و فی المصنرات ولو دین ثاۃ لہ اور ایک نسخہ میں اتلاف ہے بجائے اطلاق کے یعنی اتلاف کی تعلیق شرط اور خطرہ پر درست ہے نہ تملیک کی ۱۲



فقال له الراهن كل ولدنا واشرب لبنها فلا ضمان عليه وكذا الواذن له في ثمره البستان فصار اكله كاكل الراهن ثم نقل عن التهذيب انه يكره للمرتن ان يرفع  
بالرهن وان اذن له الراهن قال المصنف وعليه يحل ما عن محمد بن اسلم من انه لا يحل للمرتن ذلك ولو بالاذن لانه ربحوا قلت وتعليله ليفيد انها تحريمية  
فتامه اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتن سے راہن لے گا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اس کا دودھ پی تو مرتن پتا وان نہیں اور اسی طرح اگر راہن  
نے مرتن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتن کا کھانا راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے مہذیب سے نقل کیا کہ مرتن کو نفع حاصل  
کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اس کو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے مصنف نے شرح میں کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہ منقول  
ہے کہ مرتن کو یہ حلال نہیں اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ بیابج ہے میں کہتا ہوں اور تعلیل اس کی اس کے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی  
ہے سو اس میں تامل کرو ان لم یفتک الراهن الرهن بل بقي عند المرتن على حاله حتى يهلك الرهن في يد المرتن قسم الدين على قيمة النماء اى الزيادة  
التي اكلها المرتن وعلى قيمة الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزيادة اخذ المرتن من الراهن كما في الهداية والكافي والخائنة  
وغیرہ اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑا یا بلکہ مرہون بجال سابق مرتن کے پاس باقی رہا یہاں تک کہ مرہون ہلاک ہو گیا مرتن کے ہاتھ میں تو دین  
بانتا جاوے گا اس زیادت کی قیمت پر جس کو مرتن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جس قدر اصل مرہون کو پہنچے گا وہ ساقط ہوگا اور جس قدر  
دین زیادت کو پہنچے گا اس کو مرتن رہن سے لے گا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خائنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم اخذ مرتن کی وجہ یہ ہے کہ مرتن کا شرب مثلاً  
راہن کے اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہیں ہوتا ویسے ہی مرتن کے استعمال سے سقوط نہ ہو لہذا فی  
الخائنة فی الجواهر الاصل ان الاتفاق باذن الراهن كاتلاف الراهن بنفسه لتسليطه او رجواہ میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے  
راہن کے ذاتی تلف کرنے کے برابر ہے بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفيہا اباح للمرتن نفعه بل للمرتن ان يوجره قال لا قيل فلو آجره ومضت المدة  
فلا جرة له ام للراهن قال له ان آجره بلا اذن وان باذن فللمالك ولطل الراهن اور اسی کتاب میں ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتن کو مباح کر دیا تو  
مرتن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ درست نہیں ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتن نے مرہون کو اجارہ میں دیا اور اجارہ کی مدت  
منقضی ہو گئی تو اس کی اجرت مرتن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتن کی ہے اگر اس کو اجارہ دیا بدوں اذن راہن کے اور اگر اس کے اذن  
سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا کیسے کہ ماؤ تسلیم المرتن ثم دفعه للراهن ليسقيه وليقوم بمصالحه لا يطل الراهن  
اور اسی کتاب میں ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتن کو تسلیم کیا پھر مرتن نے راہن کو باغ دیا تا اس کو سیچے اور اس کے امور ضروریہ کی خبر گیری کیا کہ  
تو رہن باطل نہ ہوگا رہن کر ما و اباح ثمره ثم باع الكم فقبض المرتن والتمن ان ثمره حصل بعد البيع فلم تشتري وان قبله فللراهن ان يقضي دين المرتن  
والا يكون رهنًا ويجعل البيع رجوعاً عن الاباحته فانها تقبل الرجوع كما مر باغ رہن رکھا اور اس کا پھل مباح کر دیا مرتن کو پھر راہن نے باغ بیچ ڈالا  
سو مرتن نے اس کے ثمن پر قبضہ کیا اگر اس کا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتري کا پھل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ  
راہن نے مرتن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہیں کیا تو پھل رہن رہے گا یعنی ثمن مفبوض کے ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحته ٹھہرائی جائے گی  
اس واسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بر خلاف اس صورت کے کہ مرتن پھل کھا گیا ہو واسطے کہ اس نے مباح کو کھایا اور راہن  
رجوع کا مالک نہیں کھا جانے کے بعد کذا فی الطحاوی عن المنع وفيها زرع المرتن ارض الراهن ان ابيع له الانتفاع لا يجب شيء وان لم يبيع لزم نقصان  
الارض وضمان الماء لومن قناة مملوكة فليحفظ اور اسی کتاب میں ہے کہ مرتن نے رہن کی زمین میں زراعت کی اگر اس کے لیے انتفاع مباح ہے  
تو کوئی چیز واجب نہیں اور اگر انتفاع مباح نہیں تو مرتن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کا ریزہ کا ہو تو اس کو



یاد رکھنا چاہیے زعماء الراہن او غرسہا باذن المرئین یعنی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرحمن فتنبہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یاد رخت لگایا مرہون کے اذن سے تو لائق دیوں ہے کہ وہ زمین بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہ ہو جائے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہیں مگر حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرہون پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الرحمن لیس المرئین طلب غیرہ مقامہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرہون کو اختیار نہیں کہ بجائے اس کے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعہ بطل الرحمن فیما لقی وان مفروز البقی فیما لقی وحبس بکل الدین لکن ہلکہ بعضہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی میں بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں رہن باقی رہے گا اور بعض نما دین کے وہ محسوس رہے گا لیکن اس کا تلف ہو جانا بقدر اس کے حصہ کے ہوگا اگر دارہ لغیرہ تم رہنا منہ صح وطلبت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اس کو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگا و لو انہ تم اجیرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلہ اور اگر رہن رکھا پھر مرہون نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے البق الرحمن سقط الدین کہلا کہ فان عادی سقط بحساب نقصہ لان الا باق عیب مدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرہون کا دین ساقط ہو گیا اس کے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد اس کے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اس کے نقصان کے اس لیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اس میں اب پیدا ہوا تم لما فرغ من الزیادۃ الضمیرۃ ذکر الزیادۃ القصیدیۃ فقال پھر جب کہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اس نے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرحمن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے و تعبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے و فی الدین لا تصح خلافاً للثانی اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں برخلاف ابو یوسف کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرہون سے لے کر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھ دیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اس واسطے کہ استدان بعد استدان کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالا جماع جائز ہے کذا فی الطحاوی والاصل ان اللاحق باصل العقد انما تصور اذا كانت الزیادۃ فی معقودہ او علیہ والزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جب کہ زیادت معقودہ میں مثلاً ثمن میں یا معقودہ علیہ مثلاً بیع ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا معقودہ نہ ہوتا تو ظاہر ہے اور اس کا معقودہ علیہ نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقدہ من سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ فی شرح علی انہ انما عطفہا بالواو لایا لفاء لیفید انہا مسئلہ مستقلہ لا فرع للاولی فتنبہ عیداً بالف فذفع عبداً آخر رہنا مکان الاول و قیمت کل من العین الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرہون فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فیمنذ یصیر الثانی مضموناً اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا جائے اول غلام کے اور حال تکہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جب تک کہ مرہون راہن کو دوسرا غلام پھیرے اور مرہون دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے نہ ضمنی یہاں تک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اس طرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیرے تو اس وقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرہون پر لازم ہوگا شائع نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدر لفظ ہیں باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ ہے نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں ملکہ ہے مجھ سے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہے یعنی غیر راہن حصہ رسد اس کا مالک ہو جائے گا اور جو زمرہ مرہون دینے کی ہر کہ اس کا تلف ہو یا بقدر اس کے نقص ہوگا تو وہ



کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسی واسطے عطف ہوا کیونکہ عطف بفتا کا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا گانہ ہے مسئلہ اولیٰ پر متفرع نہیں سو آگاہ ہوا برا  
 المرتهن الراہن عن الدين او مبرمہ ثم ہلک الرهن فی ید المرتهن ہلک بغیر شئی استحسانا لبقول ط الدین الا اذا منعه من صاخرہ فیصیر غاصبا بمنع  
 مرتهن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اس کو دین ہرہ کر دیا پھر مرہون مرتهن کے پاس ہلک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا از روئے استحسان کے  
 بسبب ساقط ہو جانے دین کے جب کہ مرتهن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائے گا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہو گا  
 تو مرتهن پر تمام قیمت لازم آوے گی م در صورت ابرا اور مبرمہ کے اس واسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ رهن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر  
 جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولوقبض المرتهن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ مکتطوع او شری المرتهن بالدين عینا او صالحا  
 ای عن دینہ علی شئی لانہ استیفاء او احوال الراہن مرتهنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رهنہ معہ ای فی ید المرتهن ہلک بالدين اور اگر مرتهن نے اپنا تمام  
 دین یا بعض دین رهن سے یا اس کے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنے والے سے قبض کیا یا مرتهن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا  
 راہن کے ساتھ کسی شئی پر دین سے صلح کی اس واسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن مرتهن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون  
 ہلاک ہو گیا مرتهن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا م وجہ فرق ابرا اور استیفاء میں یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفاء  
 سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء مدیون با مثالی ہے لا بالنفسا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول  
 یعنی استیفاء بقبض مرہون ثابت ہو گیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منقوض ہو گیا کذا فی الدرر المنثور والزیلعی  
 والدردر مختار و رد ما قبض الی من ادی فی سورة ایفاء راہن او متطوع او شرا و صلح اور مرتهن پھیرے وہ مال جو اس نے لیا اس کو جس نے ادا کیا  
 راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتهن اس کو پھیرے یا کسی محسن نے دیا ہو  
 تو اس کو پھیرے اسی طرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر نہ ہو جائے ولطلت الحوالۃ و ہلک الرهن بالدين لانہ فی معنی الابراء  
 بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنی مرتهن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتهن کے تلف اس واسطے  
 کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا ہے کذا فی الدرر المنثور یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف  
 منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اس واسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے ہے تو لائق یوں تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا  
 غلام جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گو یا مرتهن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الدرر المنثور والزیلعی  
 منقطعاً ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدين ليس باكثر من قيمة الرهن والا فينبغي ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ فہستانی اور بطلان حوالہ کے قید  
 لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتهن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یوں ہے  
 کہ حوالہ باطل نہ ہو زیادت کی مقدار میں کذا فی الفہستانی و کذا ای کیا ہلک الرهن بالدين فی الصورة المذكورة یہلک بہ ایضا لو تصادقا علی ان لا دین  
 علیہم بلک الرهن بالدين لتوہم وجوب الدين بتصادقهما علی قیام فتكون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ لیسقط الدين اصلا اور اسی طرح یعنی جیسے  
 مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفاء کی صورت مذکورہ میں اسی طرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی کہ اگر راہن اور  
 مرتهن نے اس پر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے  
 بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی ہے کابر خلاف  
 ابرا کے کہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اس میں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا م تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین منسور ہے



اور ضمان مرہون تو ہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے بخلاف ابراہیم میں تو ہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ و شروحا کل حکم عرف فی الرهن الصحیح  
فہو الحکم فی الرهن الفاسد کما فی العبادۃ جو حکم کہ رهن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رهن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العبادۃ قال و  
ذکر الکفرخی ان المقبوض بحکم الرهن الفاسد تعلیق بہ الضمان عبادۃ نے کہا اور کفرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر حکم رهن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق  
ہے ہم طحاوی نے شرح و ہیانہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلاً متعلق نہیں واللہ اعلم و فیہا ایضاً و فی کل موضع کان الرهن ملا و التقابل  
بمضمونا الا انہ فقد لبعض شرائط الجواز کہ رهن المشاع یعتقد الرهن لوجود شرط لا انعقاد لکن بصفة الفساد کالفساد من البیوع اور یہ بھی عبادۃ میں ہے  
کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اس کا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط حوازی سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رهن تو عقد رهن کا  
منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صنعت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند و فی کل موضع لم یکن الرهن کذا لک ای  
لم یکن مالا ولم یکن المقابل بمضمونا لا یعتقد الرهن اصلاً اور جس مقام میں مرہون ایسا نہ ہو یعنی مال نہ ہو چنانچہ خون یا مردار یا آئل ہو اور اس کا مقابل  
بھی مال مضمون ہو چنانچہ اجرت ناحہ او غنیمہ کی یا حق شفعہ تو رهن اصلاً منعقد نہ ہوگا ہم اس کو رهن باطل کہتے ہیں و حینئذ فاذا ہلک بغیر ثمنی بخلان  
الفساد فانہ یہلک بالاقول من قیمتہ ومن الدین اور اس وقت میں یعنی جب رهن منعقد اصلاً نہ ہوا یا باطل ٹھہرا تو جب کہ مرہون مرہن کے پاس تلف  
ہوگا تو رانگاں تلف ہوگا مرہن پرتا و ان لازم نہ آوے گا بخلاف رهن فاسد کے اس واسطے کہ رهن فاسد میں جب کہ مرہون تلف ہوگا مرہن کے  
پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے  
تو دین لازم ہوگا و من مات و لہ غرام فالمترہن احق بہ کما فی الرهن الصحیح اور رهن فاسد کا جو رهن مرے گا اور اس کے چند قرع دینے والے ہیں تو  
مرہن زیادہ نہ حقدار ہے مرہون کا جیسے رهن صحیح میں مرہن احق ہے فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کا رهن الرهن باطل کا حررناہ فی العادیۃ معنیاً  
للوہیانۃ ایک مرہون کا ہلاک رهن دوسری بار رهن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اس کی کتاب العادیۃ میں تحریر کی ہے و ہیانہ سے منقول کر کے  
ہم رهن کا رهن باطل ہے خواہ رهن رهن کرے خواہ مرہن لیکن اگر مرہن کے رهن کو رهن جائز رکھے گا تو باطل نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و فی مسلیاتہا  
قال و دای رهن لا یرام انفکاکہ و مجتہد لومات بالموت لیشطر و اور وہ بیانہ کی پسیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جس کا انفکاک مطلوب  
نہیں یعنی اس کا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جس کا مقتول اگر مر جائے تو موت سے اس کی دیت نصف ہو جاتی ہے ہم سوال اول کا جواب  
یہ ہے کہ مرہون عديم انفکاک نفس ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہر کل نفس بما کسبت ریمینہ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک  
اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد غلنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کا حشفہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مر گیا تو اس پر نصف دیت  
واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب ۔



لہ ایک نسخہ میں شیخ محمد بن عبدالحسین کل نفس بما کسبت ریمینہ یعنی کل نفس ترہن بکسبہا عند اللہ تعالیٰ واللہ اعلم بالصواب اور اس کا ترجمہ مترجم اول نے طحاوی میں لکھا ہے  
اس لیے فروگزاشت کیا گیا ۱۷۰



# کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہ ان الزم لصیانتہ المال وحکم الجنایۃ لصیانتہ النفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الزم سے یہ ہے کہ من مشروع ہو مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہو جنایات پر اس واسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوئی ہے تاکہ نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اس کی خوبیاں وہیں جو حدود کی خوبیاں میں اور سبب بھی اُس کا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جائز ہو کذا فی الطحاوی ثم الجنایۃ لغتہ اسم لما یتسبب من الشریر دریافت کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں بُرے کام کرنے کا نام ہے ہم جنایت مصدر ہے جمع اس کی جنایات ہے ہر حین مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر یعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اُس کا درست ہو اور شرعاً اسم فعل محرم حل بال او نفس وخص الفقہاء الغصب السرقة باحل بال والجنایۃ باحل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اُس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے برہم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقة خاص کر لیا ہے اُس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کر لی ہے اُس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان آنکھیں واقع ہو ہم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جرحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اُس فعل سے جو عید کی طرف مضاف ہو اور زندگی اُس کے سبب زائل ہو جائے اور زوال حیات بلا فعل عبدسمی موت ہے کذا فی الذیعی والشمس القتل الذی تعلق بالاحکام الآتیۃ من قودودیہ وکفارۃ و ثم حرمان ارث خمسۃ والا فانواع کثیرۃ کرجم وصلب وقل حربی وقل جس سے احکام آئیدہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہے پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا رانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا یعنی قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئیدہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ میں قتل عمد شہ عمد خطا جاری مجرائے خطا قتل بسبب الاول عمد و ہوان تیعد ضربہ اے ضرب الا آدمی فی اے موضع من جسدہ بالک تفرق الاجزاء مثل سلاح و متقل من حدید جوہرۃ و محمد من حشب وزجاج و حجر و ابرۃ فی مقتل بران و لیطہ و قولہ نار عطف علی محمد لانما تشق الجلد و عمل علی الزکوۃ حتی لو وضعت فی المذبح فاحرق العروق اکل یعنی ان سالما الدم والالاکما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جائے کسی مقام میں اُس کے بدن سے بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُس کے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بجاری چیز ورنی لوہے کی کذا فی الجوہرۃ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار یا زہد والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا زہک کا تیز چھپکا یا قصد قتل ہو آگ سے اس واسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رکوں کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنی اگر آگ کے جھلانے سے خون بے اور اگر خون نہ بے گا تو کھانا اُس کا درست نہیں کذا فی الکفایۃ ہم خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جس میں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرے سلاح سے تفریق اجزاء میں کذا فی



اکثر المتون شرح طحاوی میں کیا قتل عمد ہے جس میں قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اس میں حدت ہو کہ چھڑ سے یا حدت نہ ہو لیکن کپل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترارز کے بانٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کوچکر ہو بشرطیکہ لوہے کا ہم اس پر قائم ہو خواہ غائب اس سے ہلاکی ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وہاں احادیث میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف و فی روایۃ لا قود الا بالسلاح و فی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبرہ ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پتیل اور رازگ اور چاندی اور سونا اور تانبہ خواہ قتل چیر بھاڑ کے ہو خواہ کپل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلا نا عمد ہے اور اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز بھاڑ دے یا بدن میں گھس جائے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے میں زخم ہونا شرط نہیں اور طحاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو بموجب ظاہر الروایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلا شک قصاص واجب ہے اس واسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہیں اس لیے کہ عادت میں اس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکر ابو اسود کذا فی الطحاوی مختصراً فتاویٰ قاضی خاں میں اس میں عدم قصاص مذکور ہے و اما علم قلت و فی شرح الوہبانیۃ کل بابہ الذکاۃ بالقتل و الاطلاق انتہی میں کتابوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی و فی البرہان و فی حدید غیر محدود کا سبب روایتان اظہر مما ابہا عمدہ اور برہان میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہ ہو جیسے ترارز و کا بانٹ اس میں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے و فی الجتب و اجماع المتورکین للقتل و ان لم یکن فیہ نارہ اور مجتہدین میں ہے کہ تور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اس میں آگ موجود نہ ہو دے م منع الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے تور گرم کیا اور کسی انسان کو اس میں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈال دیا کہ اس میں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اسی دن مر جاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اگر چنانچہ پتھر بیگا اور پیر بیگا تو قاتل پر قصاص نہیں و فی معین المفتی للمصنف الابرة اذا اصاب القتل فغیر القود والا فلا یلیفظ و فی معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگ جائے تو اس میں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و قالوا الثلثۃ ضرب قصداً بالاسیطعۃ البنیۃ کتف عظیم عمدہ اور صاحبین اور معینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اس چیز سے جس کی ضرب اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے م امام کے نزدیک قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمدہ ہے چنانچہ آگ کے معلوم ہوگا موجب لاثم فان حرمتہ اشد من حرمتہ اجزاء کلمۃ الکفر مجازہ لکفرہ بخلاف القتل و قتل عمد کا موجب گناہ ہے اس واسطے کہ اس کا حرام ہونا سخت تر ہے کفر کے بولنے سے اس واسطے کہ کفر بولنا مکروہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکروہ کو بھی درست نہیں م حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ و من قتل مومن متعمداً فجزاؤہ جہنم الایہ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق نصیحت کے واسطے کافی ہے اور احادیث تو اس میں بہت ثابت ہیں از الجملہ ترمذی اور نسائی میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لہ قصاص نہیں مگر کبوتر سے مارنے میں ۱۲ لہ قصاص نہیں مگر بھینس سے مارنے میں ۱۲ لہ قصاص نہیں ہے مگر لوہے سے مارنے میں ۱۲ ۛ



اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل اگ میں ڈال دے اور نسائی میں حدیث مرفوعہ ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر سے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور باہن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدمی بات سے امانت کرے گا تو وہ خدا سے ملے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح المداہیہ اماذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغير حق آئین و موجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا اذوم مال م امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خون بہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتل) یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اس واسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مؤمنا خطا الا لہ) و بدلیل حدیث عبداللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہؒ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ادلی مقتول کا معاف کر دے ملازم نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جب کہ خبر واحد محل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق ادلی محل قرآن کا بیان پڑ سکے گا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اس کی محض واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ محل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کا شفا بحال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر الا بالترغی فیصح صلیا ولو بمثل الدیۃ اکثر ان کمال عن المقاتل جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرے تو وہ مال نہ ہو جاوے گا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگر صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ ترجیحاً پھر ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے م ا دیا مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جس سے ہو یا غیر جس ہو حال ہو یا محل کذا فی الجوهرة لا الکفارة لانہا کبیرة محضة فی الکفارة معنی العبادۃ فلا یطاب بہا موجب اس کا قصاص ہے نہ کفارہ اس واسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خاص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی میں تو عمد مر لوط بکفارہ نہ ہوگا قلت لکن فی النہایۃ لو قتل مملوک لولدہ المملوک لغيرہ عدا کان علیہ الکفارة میں کتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عدا قتل کرے تو اس پر کفارہ واجب و اثالی شبہ و ہوان لقصہ ضربہ بغیر ما ذکر اسے بالافرق الہذا و لو بوجہ خشب کبیر بن غنہ خلافا لغيرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جائے سوائے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اس چیز سے جو تفریق اجزا بدن نہ کرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یا امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے م شبہ عمد وہ ہے جس میں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو صلاح نہیں اور نہ قائم مقام صلاح کے خواہ اس سے غالباً ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصائے کبیر اور موگرا دھبوی کا یا ہلاکت غالباً نہ ہو چنانچہ عصائے صغیر اس کو شبہ عمد اس لیے کہا کہ خطا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اس میں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اس میں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اس نے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور فاعل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اس کے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہو گئی کذا فی العینی و موجبہ لاثم و الکفارة و دیتہ مغلظۃ علی العاقلۃ سیبہ تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات میں آوے گی م شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اس واسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے متواؤنٹ کے دینے سے جن میں ۲۵۔ یک سال ہوں اور ۲۵۔ دو سال اور ۲۵۔ سہ سال اور ۲۵۔ چار سال لا القود و شبہ بالخطا نظر لا لہ الا ان یتکرر منہ فللا مام قتلہ سیاستہ اختیار نہ قصاص یعنی شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اس ملا خدا تعالیٰ ہم کو اور سبب ہماروں کو نفس کے ناحق قتل کرنے سے محفوظ رکھے ۱۲ قادیانیت کی ترمیم تہذیب و دینہ مسلولی الہد ہے یعنی جو شخص مومن کو خطائے قتل کرے کہ اس پر آزاد کرنا ہر ایک بروکلمان کا اور خون بہا وارثان مقتول کو دینا ۱۳







خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحاوی میں مالگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اُس کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اُس کے صدر سے مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کھیل کر مار ڈالا اور زمین میں ہے کہ نام منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اس واسطے کہ یہ حقیقت میں خطا نہیں اس واسطے کہ نام کا کچھ قصہ ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا منطقی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی مافی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعہ کی طرف صریح خطا ہے <sup>چونکہ وہ اپنے مقصود کا منطقی ٹھہرے</sup> <sup>والہو</sup>

اے موجب بذالنوع من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراه الكفارة والدية على العاقلة والاثم دون اثم القتل اذ الكفارة تؤذن بالاثم لترك العزمية اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اس واسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اس واسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اُس نے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اس واسطے کہ کفارہ معنی پوشیدہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی و التامس قتل بسبب کما فربر و واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفرا و وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ درمیں ہے تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھے گا تو اُس کی طرف سے تعدی ثابت نہ ہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا واضع خبثہ علی قارعة الطريق و نحو ذلک الا اذا مشی علی البتر و نحوہ بعد علمہ بالحفر و نحوہ درر اور اسی طرح قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اُس کے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جب کہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ پر چلا کھدنا وغیرہ جان بوجھ کر کذا فی الدرر ہم اس واسطے کہ جان بوجھ کر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ و موجبہ الدیۃ علی العاقلة اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اس میں تو بمنزلہ واقع اور ملحق کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی حیانت نفوس کے واسطے لا الکفارہ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اُس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثبات ہے کذا فی الدرر و کل ذلک یوجب حرمان الارث لوالہابی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کرے گا تو اُس کی میراث قاتل نہ پاوے گا بشرطیکہ قاتل مائل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مہرح ہے الا ہذا اے القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہ ہوگا اُس کے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو بوجہ حرمان ہوا اس واسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اس کو اس واسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نہ جاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطا فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اُس کے جمیع احکام میں والہو

**فصل** فیما یوجب القود والایوبہ یہ فصل ہے اُس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں **یجب القود اے القصاص لقتل کل محقون الدم بالنظر لقائلہ درر و یتفہم عند قولہ و قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدا قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ قاتل اُس کے قاتل کے خون اُس کا محفوظ ہے**

لہ و حکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنی ایسا ہو کہ دوسرے کو حکا دے کر کنوئیں میں ڈال دیا ۱۲



کذا فی الدرر اور اس کا مطلب اسی فعل میں ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہو گا کہ یعنی جو مقتول کو نظر لقا قتل دانا معفو الدم ہے یعنی اس کی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اس کے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اس کے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہو جیسے زانی محض اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستان سے احتراز ہو یعنی اس کا خون تا قیام دارالاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحاوی نے نہایت جزی سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ قاتل کے ساتھ وہ فعل کیا جائے جو اس نے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا براحہ تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی میں سو جو ان کو عدا قتل کرے گا وہ ان کے بدلے مقتول ہو گا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عدا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت میں داخل نہ ہو گا اس واسطے کہ قصاص تو یہاں واجب تھا اصل میں پھر منقلب بال ہو گیا اس واسطے کہ البوت شہر ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد میں قصاص واجب نہیں بلکہ قصاص منقلب بدیت ہو گا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحاوی لا المستان والموالی زمتان اور حربی یعنی ان کے قتل عمد سے قصاص واجب نہیں مستان تو اس وجہ سے کہ اس دم دائما محفوظ نہیں اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یکن القاتل مکلفا لما تقرانہ لیس یبھی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اس کا مائل اور بالغ ہو اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہیں فی البرازیہ حکم علیہ بقود من قبل دفعہ لولی القلب دیتہ بزاز یہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہو گیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہو گیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہو جاوے گا یعنی پہلے قاتل مائل تھا پھر دیوانہ ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہ ہو گا کذا فی المنع قتل من یمن وینفق قتل فی افاقتہ قتل کی اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ میں مارا جاوے گا فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہو گیا بعد اس کے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہو گیا لیکن بطریق استمان دیت اس کے مال میں واجب ہو گی کذا فی العالمیہ اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہو گا قتل عبد مولاہ لا روایۃ فیہ وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میاں کو قتل کیا تو اس میں کچھ دایت نہیں امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاوے گا قتل عبد الوقف عدا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اس میں قصاص نہیں یعنی مراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اس کی قیمت لی جائے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جائے قتل ختنہ عدا و بنتہ فی نکاح سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح میں ہے تو قصاص ساقط ہو گا کہ اس واسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ میں ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے بدت واجب ہو گی کذا فی الطحاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کو لا اذا ملک او اعم قولہ اقلنی فقتلہ بینہما کما یبھی اور قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول میں قصاص ٹل جانے کا شبہ نہ ہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر مردانیت اور ملک سے عام ترجیحاً پچھو مقتول کیوں کہ قاتل سے کہ تو مجھ کو قتل کر سو قاتل نے اس کو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی فیقتل الحر بالحر وبالبعید غیر الوقف کما مر خلافاً لشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے میں قصاص واجب نہیں بلکہ اس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اس واسطے کہ ان کے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہ ہو گا بلکہ قاتل پر اس کی قیمت کا تاوان لازم ہو گا کہ امام شافعی کا دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے



یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اس کا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جائے اس واسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد میں برابری نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ولنا اطلاق قولہ تعالیٰ النفس بالنفس فانه نسخ لقولہ تعالیٰ الحر بالحر لا یتکادوا السیوطی فی الدر المنثور عن النخاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اس میں آزاد اور غلام کی قید نہیں تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی نسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور میں نسخ کو نخاس سے ابن عباس نقل کیا ہے ہم منجملہ دلائل خفیہ کے عموم ہے اس آیت کا (کتب علیکم القصاص فی القتل) یعنی مقتولین میں تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازاں جملہ قولہ تعالیٰ (ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کرے گا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر فلا یقتل بالذکر کیف ولودل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قاتل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر ماسوائے مذکور کے نفی نہیں کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہیں ہوتی یہ کیونکہ موصلا لہذا اگر تخصیص ماعدہ کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بوجہ عورت کے مارا نہ جاتا اور حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اس واسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعویٰ فضیلت رکھتا تو مدعی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہ ہوں گے جب تک کہ عورت کے بدلے ان کا مرد نہ ماریں اور اپنے غلام کے بدلے ان کا آزاد نہ ماریں حق تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم ایاحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونوں برابر ہیں قبل ولا الحر بالعبد ودر بخولہ بالاولیٰ کہا گیا ہے مذہب شافعی کی اشکال میں کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدہ کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نہ جاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اس کے داخل ہونے سے بطریق اولیٰ کے ہم شارح کی اس عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت منع الفقار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اس کا قلم بے موقع چل گیا یوں کہنا حق تھا قبل ولا العبد بالحر اور یہ عطف سے ان لا یقتل الذکر بالانثی پر کذا فی الطحاوی مختصر یعنی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدہ کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نہ جاتا بلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو منضرب کا کلام مندرج ہے اس وجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اس کی منع الفقار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی نقل سے خذ وابدی ہذا الغزال فانه یدمانی بسی مقلبتہ علی عمد ولا تقتلوا انہی انا عبیدہ یدولم احر اقط یقتل بالعبدہ اور مناسب مقام ابوالفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ بچہ و میرے خونی کے بدلے اس غزال کو کہ اس نے اپنے دونوں گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجھ کو قتل کیا ہے لیکن اس کو قتل نہ کیجیو اس واسطے کہ میں اس کا غلام ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جائے بدلے غلام کے ہم طحاوی نے کہا قولہ خذ وابدی اور لا تقتلوا منافات ہے اس واسطے ۱۵ اور جو شخص مارا جائے ظلم سے تو ہم نے دیلے اس کے وارث کو زور ۱۶ ۱۵ یعنی غلام نہ مارا جائے بدلے آزاد کے ۱۲ ۱۱ ونفس النعمان قلت لودل الی قولہ تعالیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد اسے عن التخصیص المقابله لوجب ان لا یقتل العبد بالحر عندہ قلت لانه یجب منه بان ہذا تفاوت الی نقصان قلائع و ہذا ما ذکرہ ائمۃ اہول من ان شرط دلالتہ مفہوم تخصیص بالذکر ان تعذر اولیٰ المسکوت علی المنطوق وان کان المسکوت عنہ اولیٰ من المنطوق لانه لما کان العبد یقتل بالعبد فبالاولیٰ ان یقتل بالحر و ہذا یندفع ما ذکرہ بعض الشارحین من انہ ان دل لوجب ان لا یقتل بالحر بقولہ تعالیٰ والعبد بالعبد اتفق کذا فی الطحاوی ۱۲ -



کہ اخذ بالدم قتل کا تقضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ غلام کی دیت اس کے مالک پر واجب نہیں قاجا بہ بعض الحنفیہ راوی علیہ السلام قتل  
بدی من رام قتل بلنظہ ولم یحش بطش اللہ قاتل العمدہ و قدودا یہ جبراً دان کنت عبدہ ۱۲ لعلہ ابن الحریق قتل بالعبدہ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب  
دیا ہے بطریق رد کے کہ پھر وہ میرے خون کے بدلے اس کو جس نے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور ماڈالا اور  
شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے قتل عمد میں اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ میں اس کا غلام ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آزاداں جاتا  
ہے بدلے غلام کے موطاوی نے کہا اس نظم میں خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام ملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر حمل  
کیجیے تو دان کنت عبدہ کے مناسب نہیں والمسلم بالذمی خلا قالہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض بڑے  
شافعی کے مام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مؤمن بکافر رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے  
اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبد الرحمن بن سلمان بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہدہ کے بدلے  
قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من ذمی یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ کریم ہوں ہر چند دارقطنی نے ابن سلمان کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن  
جبان نے اس کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مؤمن بکافر میں کافر عربی مراد ہے  
توفیقاً بین الروایتین کذا فی العینی زلیعی نے علی مرتضیٰ سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ اس واسطے دیا تھا کہ ان کے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور  
ان کے مال ہمارے مال کے برابر لا ہما مستامن بل ہو مثلاً قیاساً مساواة لا استمنا لقیام المبیح ہدایہ مجتبیٰ و درر وغیرہ قتل کیا جائے مسلمان  
اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اس واسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اس کے برابر ہے  
قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استمنا کی راہ سے بسبب قائم ہونے بھیج کے کذا فی المداۃ والمجتبیٰ والدرر وغیرہ  
مباحث خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اس واسطے کہ مستامن رجوع دار الحرب کا قصہ رکھتا ہے قال المصنف و یغنی ان یقول علی  
الاستمنا لتقریحہم بالعمل بہ الا انی مسائل مضبوطہ لیست ہذہ منها وقد افقر لما خرونی منہ علی القیاس انہی یعنی فتنہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ قلہ  
و بعضہ عامۃ المتون حتی المتفق مصنف نے شرح میں کہا اور سنن اواریوں ہے کہ استمنا پر اعتماد کیا جائے بسبب تصریح کرنے علما کے استمنا پر  
عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ ان میں سے نہیں ہے اور البتہ لما خرونی نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اکتفا کیا ہے انتہی کلام  
المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملحق ابی جریج و یقتل  
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمین و ناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار  
بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لو لے لنگڑے کے بدلے  
اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق ہم تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور مذاکر یعنی نازہ اور  
فوطے مقطوع ہیں اور اکھیں اس کی پھوٹی ہیں تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عموماً اور اس واسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں  
مساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کے مساوات ہے نہ اور امور کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاوے گا کذا فی الموطاوی والفرع باصلہ وان  
علالاً عکسہ خلا قال مالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اس کے یعنی اصل بدلے فرع کے  
مقتول نہ ہوگی برخلاف امام مالک کے اس خاص صورت میں جب کہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر م یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل  
کے اور اس کا جواب یہ ہے دان کنت عبدہ سے معنی حقیقی مراد نہیں ۱۲-۱۳ نہ قتل کیا جاوے ایماندار بدلے کافر کے ۱۲



کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھتری پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں اور جو اس مالک میں ہے کہ اٹھپ نے کہا کہ والد بدلے والد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت و مالک لا بیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی الیٰ یعنی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب میں معتد نہیں والا کتب المکیہ میں معتد قصاص علی العموم مذکور نہ ہوتی واللہ اعلم اسے لا یتقص الاصول وان علوا مطلقا ولو انما ثامن قبل الام فی نفس او اطراف یفرو عہم وان سفلوا القول علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ کیا جاوے گا بدلے اُن کے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقا اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اُسی کے بیٹے کے بدلے ہم یعنی داہا لی ناہالی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پر پوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنی نانی کو یا پر نانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہ ہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پر نانی کو قتل کرے گا تو اُس پر قصاص جاری ہوگا یعنی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وهو وصف معلن بالجزیۃ فیتعدی لمن علا لانہم اسباب فی احیائہ فلا یحکم سببا لانہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اس واسطے کہ اصول اسباب میں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع اُن کے مٹانے کا سبب ہوگا م دلتا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اُس کو وصف کفار میں یا دے یا اس کو ذاتی محض دیکھے یا مرتد یا دے کذا فی البدایۃ وینبذ متجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلة لا یعقل الحمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبد الصلح زلیعی وجوہرۃ وسیبی فی المعامل اور جب کہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زلیعی اور جوہرہ میں ہے اور اس کی تفصیل آگے کتاب المعامل میں آدے گی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ فی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولیٰ او المظنیٰ او العیسیٰ او الجنون ومن کل سبب القصاص یقتل لما تقر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العائد عندنا خلافا للشافعی برہان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مظنیٰ یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جس کے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں اُس کے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہو اُس کے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہو اُس کے غلام کے قتل میں مالک شریک ہو قاتل مظنیٰ کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور مولیٰ اور مظنیٰ کے مانند اس واسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پریری بدلیل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عائد بھی مقتول نہ ہوگا ہم ضعیفوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا یسید بعیدہ اسی بعد نفسہ ومدبرہ ومکاتبہ وعبد ولہ ہذا دخل تحت قولہ من ملک قصاصا علی ابیہ سقط کما سیبی اور نہ قاتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے نفیوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ مسئلہ چند سطر کے بعد آدے گا ہم مالک پر قصاص اس واسطے واجب نہ ہوا کہ غلام اُس کا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں لیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ مولیٰ پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحاوی ولا یعبد ملک بعضہ لان القصاص لا یجزی اور نہ قاتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے



اس واسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے یعنی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اُس کے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بعد الرأی حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں ہم یعنی جب تک راہن اور مرتن دونوں موجود نہ ہوں گے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا اس واسطے کہ مرتن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتن کا باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تاکہ حق مرتن اُس کی رضامندی سے ساقط ہو جائے وقال محمد رحمہ اللہ لا قود ولا اجتماع جوہرۃ وعلیہ کمال مالی الدرر معزیا للکافی کما فی المنع اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرہون دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو دریں کافی سے منقول ہے کذا فی المنع ہم یعنی جو کافی سے دریں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد مرہون کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیعین کا تو موجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لے کر مرتن کے پاس رہن رہے گی کذا فی الطحاوی لکن فی الشریعۃ لیت عن الظہیرۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شریعہ الیہ میں ظہیرۃ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لوانتلفا فلہا القیمۃ کون رہنا مکانہ باقی یہی صورت کہ اگر راہن اور مرتن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جائے گی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول کے رہن رہے گی ولو قتل عبد لا اجازۃ فالقود للموثر اور اگر اجازہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل لی بدائع قبل القبض فان اجازۃ المشتري البیع فالقود له وان رده فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جائے تبض مشتری بیع کو جائز کر دے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اُس کی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ ولا بمکاتب دکانہ وبعده شریعۃ لیت قتل عمدا لا حاجۃ لقیۃ العمد لا نہ شرط فی کل قود عن وفاء وارث و سید وان اجتماعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرا اور قیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اُس مکاتب کے جو عدا مقتول ہو اوفاء بدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر اگرچہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اُس کی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اُس کے ولی میں اس کے اختلاف کے سبب سے شبہ پڑا تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشریعۃ لیت حاج نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے ہم علی نفسی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مراورز یزین ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا فان لم یدر وارثا غیر سیدہ سوا ترک وفاء اولاد ترک وارثا ولا وفاء اقا و سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے مولی کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اُس نے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اُس کا مولی قصاص لے گا بسبب متعین ہونے مولی کے ولی ہونے میں ولی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہے کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ مولی مولی کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہیں چلی مٹشی نے کہا شارح کو یوں



کنا صواب تھا (دفعہ ثانیہ الصور الاربع خلاف محمدؐ) یعنی صور اربع میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمدؐ کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی یعنی جب مولیٰ کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمدؐ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے ولسقط قود قدرۃ علی ابیہ اے اصل لان الفرع لایستوجب العقوبۃ علی اصلہ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جس کا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہو اور مقتول کا وارث فرع اصول ہو وہ قصاص ساقط ہے اس واسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی م اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولیٰ جب کہ اپنے غلام کو قتل کرے اسی طرح بشبہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی المعنی وصورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب اب امراۃ مثلا ولا وارث لہ غیر بائم ماتت المرأة فان ابنا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشرعیۃ فنبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی خنیفۃ وان اتحد المحکم کما لا ینفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جو رو کے باپ یعنی خسرو کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوائے اس کی بیٹی کے جو زوجہ ہے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مگرش تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اس کے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاوے گا اس دلیل سے جس کو ہم نے بیان کیا اور وہ جو صدر الشرعیۃ نے مخرج وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اس میں قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتداء سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظمؒ کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکساں ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں ہم صدر الشرعیۃ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے دفعہ الجوبہ لہو عفا المجرور اور لہو قبل موتہ صح استحسانا لان عقاد السبب لہا اور جوہرہ میں ہے کہ اگر شخص زخمی یا اس کا وارث معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اس کے وارث دونوں کے واسطے م قیاس یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ قصاص یعنی بدلہ لینا ابتداء سے وارثوں کے واسطے ثابت ہے اس واسطے کہ اگر ابتداء سے ثابت نہ ہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہ ہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اس لیے حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اس کا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الخطا وی عن المنع مخقر الا قود یقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا میں البصیفین لما مرانہ من الخطا واما اناذ لیسین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ وودیۃ فصاص نہیں مسلمان کے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جان کر مسلیں اور کافریں کی دھمکیوں کے اندر اس واسطے قصاص نہیں کہ ابتدائی فصل میں مذکور ہو چکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اس کو دوسری بار اس واسطے ذکر کیا تاکہ اس کا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے مردگاروں پر دیت ہے قالوا اذا اذا اختلطوا فالکافی صنف الشرکین لایجب شئی لسقوط عصمتہ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فهو منہم قلت فاذا کان کثر سواد منہم وان لم یتزی بترہیم فکیف بمن تری قالہ الزاہدی قال المصنف حتی لو تشکل حتی با یباح قتلہ کیمۃ فینبغی الاقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ حتی فلا شئی علی القاتل وانشاء علم علماء نے کہا کہ یہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہوتا اس وقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار مل جاتے رہتے رہتے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اس کے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اس کی عصمت کے سقوط کے سبب سے یعنی اس کا خون معصوم نہ رہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں جب کہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا اگرچہ ان کا ہم شکل اور ہم لباس نہ ہو تو کون حال ہوگا



اُس مسلمان کا جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے اُن کی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح میں کہا تو اگر ایک جن اُس جانور کی شکل بن جائے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ سانپ تو اُس کے قتل پر پیشقدمی لائق ہے پھر جب کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتلہ بغیرہ فالشافعی اور قصاص نہ لیا جائے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے کہ یعنی اُن کے نزدیک اُسی طرح قتل کرنا قاتل کا مزدوری ہے جس طرح اُس نے مقتول کو مارا یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعہ ہے لا قود فی النفس وغیرہ الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی البدایۃ والدررین الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وہ صرح فی حج المضرات حیث قال والتفصیل باسم القود لا ینع الحاق غیرہ بہ الا ترمی انا الحقنا الریح والتجرب بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا قود الا بالسیف فمات فی السراجیۃ من لا قود قاد بالسیف فلو القاه فی بر او قتلہ بجر او نبوع اخر عزروکان مستونیاً یحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در میں کافی ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کتابوں اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہے وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو گنہگار میں ڈالے گا یا اُس کو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کرے گا تو وہ شخص تغیر دیا جاوے گا اور وہ شخص اس قاتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہوگی انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اس پر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم ولاب المعنوی القود تشفیاً للصدر واذا ملک ملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا بقطع یدہ اسی ید المعنوی و قتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یمکنہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اُس کے قرابت دار کے قتل کے بدلے اُس کے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جب کہ اُس کا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اُس کو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں اس واسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں م معنوی وہ ہے جو ہو قوت ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جس کو اہل ہند بھولا اور بھوندو بولتے ہیں اُس کے قرابت دار سے مراد اُس کا اخیانی بھائی اور اُس کی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اُس واسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اُس کا باپ اُس کے قائم مقام ہوا اس لیے کہ مزید شفقت کے سبب سے اُس کی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دی گئی کذا فی الطحاوی ولقیہ صلیہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ انظر للمعنوی اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اُس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے صلح کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہ ہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اس لیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کا لاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح کن قتل ولا ولی لہ لہما قتلہ والصلح لا العفو لانہ ضرر للعامة اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکور کے اندر قول صحیح تر میں مانند اُس شخص کے کہ مارا گیا اور اُس کا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اُس کے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اس واسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لا وارث عوام خلق کا بڑا ضرر ہے والوصی کا لاخ یصلح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولا القود فی الاطراف استمسا لانہ لیسک لہ چنانچہ صاحب مضمرات نے کہا ہے اور خاص کر نا قود کے نام کا دوسری چیز کو اُس کے ساتھ ملانے کا مانع نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم نے نیزہ اور خنجر کو تلوار میں ملا دیا ہے حدیث آئندہ میں سواتنا ترجمہ اس جگہ مترجم اول ہے چھوٹ گیا تھا اس لیے اُس کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ۱۲۔



بہا مسلک الاموال اور وصی مدحوش کے حق میں اُس کے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اُس کے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدحوش کے اطراف میں قصاص لینا بیل استمان کے جائز ہے اس واسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والہی کا لغتوہ نیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکور میں ہم یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اُس کے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا نہ عفو کا اُن کو اختیار ہے مگر فقط صلح میں اُن کو اختیار ہے وللبکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لہما والاصل ان کل مال لا تجزی اذا وجد سببہ کمالا ثبت لکل علی الکمال کو لایۃ النکاح و امان او مقتول کے ماقبل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اُن کے نزدیک قصاص نہ ہوگا جب تک صغیر وارث جوانی ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جب کہ اُس کا کامل سبب پایا جائے تو وہ چیز ہر ایک کے واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینا اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہم شے عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جب کہ کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن مہم بعض علی مرتضیٰ کے مار گیا اور حضرت کی اولاد صغار حتیٰ اُن کے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر محض صحابہ کرام کے موافق بنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم امیر دار الحرب نکل گیا اس واسطے کہ اُس کا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعنا علی فیہ یحفظ مگر جب کہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر اس کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے ہم ابو السعد نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحاوی نے کہا لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یاں جو وارث نہ ہو مقتول کا تو متشیل اس کی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہوں وہ اولیٰ سے زوہہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانه محقون الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اُس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اُس کا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اس واسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے نظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اول میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اُس کا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اُس کے بدلے مارا جاوے گا والدیت علی عاقلته اے القاتل فی الخطا اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القاتل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقاتلہ لا یصدق و قتل الاجنبی دُرر اور اگر مقتول کے وارث قاتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اُس کے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہ ہوگی اور قاتل اجنبی قاتل کیا جاوے گا ہم برازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کر دانا جائز ہے استیفاء قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا اُس صورت میں جب کہ وارث کا ظاہر ہو سواگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعویٰ کیا اور وارث نے اُس کی تصدیق کی تو امر ثابت نہ ہوگا اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاوے گا بخلاف من حفر بئرانی دار رجل فمات فیہا شخص فقال رب دار کنت امرتہ بالخف صدق مجتبیٰ یعنی لانه یملک استیفاء لہما فیصدق بخلاف الاول لغوات اہل بالقتل کما ہوا القاعدہ برخلاف اُس شخص کے جس نے کواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اُس میں گرے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اس واسطے کہ



صاحب خانہ استیناف اور ابتدائے حفر کافی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھوڑے کنواں کھدوا سکتا ہے وجود عمل کے سبب سے لہذا اس کے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اس واسطے کہ وہاں ابتدائے امر بالقتل الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے عمل کے قتل کے سبب چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا ہم قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلاً یوں اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتدائے رجعت کا مالک ہے اس طرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اس کی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتدائے رجعت کافی الحال مالک نہیں اس وجہ سے کہ رجعت دعویٰ کیا بعد عدت کے تو اب اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الخطاوی و ظاہرہ ان حق الولی یسقط رأسا کما لو مات الذات اقل تحت الفہ افظاہر تن یا ظاہر تعلیل فوت عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مر جائے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاه بعض الاولیاء لم یضمن بشیاء اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی و فی الدرر والنجی دم بین انہن فعفا احدہما و قتله الآخر ان علم ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقادوا لافلاذ الدیۃ فی مالہ بخلاف مسک رجل یقتل عدداً یقتل ولہ القتل المسک فعلیہ القود لانہ ممالا یشکل علی الناس اور درر اور نجی میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر اس کو یہ معلوم نہیں تو اس پر قصاص نہیں اور اس کے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عدداً قاتل کیا جائے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جس کا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو م برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اس میں در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اساک کی صورت میں فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا د مات المجرورح فاقام اولیاء المقتول بنیۃ انہ مات بسبب الجرح و اقام الضارب بنیۃ انہ برئ من الجرحۃ و مات بعد مدۃ فیئنتہ ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام مغزی اللحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گزرنے کہ وہ زخم کے سبب سے مر گیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چرکا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرنا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ جرحہ زید و قتله و اقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زید لم یجرحنی ولم یقتلنی فیئنتہ زید اولی کذا فی المشتل مغزی الجمع الفتاوی ورثہ مقتول نے اس پر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید گواہ قائم کیے اس پر کہ مقتول نے خود کہا زید نے مجھ کو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھ کو مارا تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہیں کذا فی المشتل عن مجمع الفتاوی ہم اس واسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر قال المجرورح لم یجرحنی فلان ثم مات المجرورح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح ہذا سبب مطلقاً قیل ان الجرح معروف عند القاضی انہ قاتل قبلت قتیۃ مجرورح نے کہا کہ مجھ کو فلا نے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مر گیا تو اس کے وارثوں کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعویٰ نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اس سے زخم معلوم ہو یا نہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعویٰ وارثوں کا مقبول ہے کذا فی القیۃ دلی الدرر عن المسعودیۃ لعفا المجرورح ادا لاولیاء الجرح قبل الموت جاز العفو استمانا و درر میں مسعودیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر مجرورح یا اس کے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استمان کے معاف کرنا جائز ہے



۴۱۱ مسئلہ اس فصل میں مکر ہو گیا وہی الوہابیہ جبر تحتانی فلان و مات فبر من وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم تسمع لانه حق المورث وقد اذہم اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھ کو فلان نے شخص نے قتل کیا اور وہ مر گیا سو اس کو وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسوع نہ ہوں گے اس واسطے کہ جیہی ہے مورث کا اور مورث تو گواہوں کو یاد دہانوں کو جھوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلان و مات فبر من ابنہ علی ابن آخر انہ جرحہ خطا قبلت لقیما علی ہرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھ کو فلان نے شخص نے زخمی کیا اور وہ مر گیا سو اس کے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اُس نے ازراہ خطا اُس کو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اُس کی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سماحتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحبس ولعینہ راہیک نے دوسرے کو زہر پلایا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اگر اُس نے اُس کی طرف کر دیا یہاں تک کہ اُس نے خود کھالیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا سو مر گیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ مجبوس ہوگا اور اُس کو تعزیر دی جاوے گی ولو اوجرہ السم ایجرا انجب الدیۃ علی عاقلۃ اور اگر زہر کے حلق میں زہر پستی ڈال دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر مدگاروں پر وان دفع لہ فی شربہ فشرب و مات منہ فکا لاول لانہ شربہ باختیارہ الا ان الدفع خذۃ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیۃ اور اُس کو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اُس نے پیا اور مر گیا اُس کے پینے سے سو اُس کا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اس واسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اس طرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذانی الخانیۃ وان قتلہ مرفتح المیم مایعل بہ فی الطین لقیص ان اصابہ حد الحدید او ظہرہ وجرحہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پھاڑے اور مٹھی سے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اگر اُس کو لوہے کی بارہ لگی یا اس کی پیٹھ لگی اور اُس نے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاوے گا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاڑہ وغیرہ اور اگر پھاڑے کے دستہ چوبی سے قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کر بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوٹے کے مانند ہے امام کے نزدیک کذانی الخطاوی عن الاتقانی والایضہ حدہ بل قتلہ بظہرہ ولم یجرہ لا یقصر فی روایۃ الطحاوی و ظاہر الروایۃ انہ لقیص بلا جرح فی حدید و نحاس و ذهب و نحوہا و عزاء فی الدرر لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجب القود و علیہ جری ابن الکمال اور اگر پھاڑہ بارہ کی طرف سے اُس کے نہیں لگا بلکہ اُس کو اُس کی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اُس کے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند ان کے جو لوہے کا ہم جنس ہے اور اس قول کو در میں قاضی خاں کی طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ بوجہ اعتبار کذا صیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے ولی المجتبی ضرب بسیف فی غمہ فزق السیف الغمد و قتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے اُس تلوار سے مارا ہوا اپنے میان کے اندر سے تو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اُس کو قتل کیا تو اُس میں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک مگر لیکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولو المجی سے نقل کیا کہ قصاص اس واسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اُس کو نہیں مارا کا الخنق والتغریق خلافا لہما و الشافعی جیسے کلا داب کر مارنے اور ڈوب دینے میں قصاص نہیں برخلاف صاحبین اور شافعی کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں مڑا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے غالباً اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمدہ سبب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے



اس وجہ سے کہ اُس کے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیرا کہ ہے تو یہ بھی خطا عمدہ ہے اور اگر اس طرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امامؑ کے قول پر یہ قتل خطا عمدہ ہے اور قصاص نہیں اور صاحبینؒ کے قول پر یہ عمدہ ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المیطد ولوا وحسد۔

بیتافات فیہ جو عالم یضمن شیا و قال لا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اُس میں گر سکی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبینؒ نے کہا کہ دیت واجبہ قاتنی خاں میں محمدؐ سے منقول ہے کہ اُس پر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیافات عن محمدؐ لقادیرہ محبتی بخلاف قتلہ بموالاة ضرب السوط کما سبھی اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمدؐ سے روایت ہے کہ اُس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ مسئلہ عنقریب آوے گا ظہیر یہ ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ قاتل کے برادر وں پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وقیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاست ولا تقبل توبۃ توبۃ بعد مسکہ کالساہر اور محبتی میں ہے کہ اگر کھلا داب کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اُس کو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اُس کی توبہ مقبول نہیں اگر گنہاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ اُن کو پچانسی سے مارنے کی عادت ہے ہی اُن کا پیشہ ہے وقیہ قمار جلا و طرحہ قدام اسد اوسبع فقتلہ فلا تودیہ ولادیۃ ولعیر و یکس الی ان میوت زادی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور محبتی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُس کو شیر یا درندے جا لور آگے ڈال دیا سو اُس نے اُس کو قتل کیا تو اُس میں قصاص اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دی جائے اور وہ یہاں تک مبسوس رہے کہ مرجائے یعنی اُس کو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امامؑ سے ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے م اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے اور سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اُس نے قتل کیا خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولوقط صبیاء والقاہ فی الشمس والبروتی مات فعلی عاقلۃ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادر وں پر دیت ہے م اور جوان مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ دنی النانیۃ قمار جلا والقاہ فی البحر فرب وغرق کا القاہ فعلی عاقلۃ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سب ساعت ثم غرق فلا دیۃ لانه غرق بعجزہ و فی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اُس کو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا بمر ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادر وں پر دیت ہے امامؑ کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا بھر ڈوب گیا تو دیت نہیں اس واسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت میں اُس کے پانی میں گرا دینے سے ڈوبا قطع عنقہ و یقی من الملقوم قلیلا و فیہ الروح فقتلہ اخر فلا تودیہ علیہ لانه فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور زرخے میں سے کچھ باقی رہ گیا اور اُس میں روح ہو سو دوسرے آدمی نے اُس کو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اس واسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے م تو اگر مقتول مذکور کا بیاباں کی اس حالت نیم جانی میں مر گیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذخیرۃ ولو قتلہ دیہونی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش منہ کذا فی النانیۃ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اُس کے بدلے قتل ہوگا مگر جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص زندہ نہ رہے گا اس حالت نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی النانیۃ ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاوے گا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہے گا کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن



مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم اغلب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا و فی البرازیہ شق بطنہ  
بجدیدہ قطع از عنقہ ان تو ہم بقاہ جابعدا شق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعز القاطع اور برزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ  
لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اس کی گردن کاٹی اگر اس کا زندہ باقی رہنا متو ہم سے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جائے اور  
اگر اس کی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جائے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جائے ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا  
اگر قطع عمدہ ہو اور اگر خط سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت  
کے دو ثلث واجب ہوں گے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی در صورت عمد کے ہے اور خط میں دیت واجب ہے کافی العالمگیرتہ ومن جرح  
رجلاً عمدًا فصار ذافراش ومات لقیق الا اذا وجد ما یقطعہ کبر الرقبۃ والبرمنہ اور جس نے ایک مرد کو عمدہ زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہو گیا  
یعنی بستر پر سے چٹکا ہو کر نہ اٹھا اور مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاوے گا مگر جب کہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کر دے جیسے  
زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم کا چٹکا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارج پر قصاص نہ ہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افتادہ  
پاکر چلنے پھرنے لگا اور مر گیا تو جارج پر قصاص نہ ہوگا وقد مننا انہ لو عفا المجرع او الاولیاء قبل موتہ صح استئمانا اور اس سے پہلے ہم نے ذکر  
کیا کہ اگر مجرع نے یا اس کے وارثوں نے مجرع کے مرنے سے پہلے عفو کر دیا تو یہ عفو باعتبار استئمان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه  
وزید واسد وحیتہ ضمن زید ثلث الدین فی مالہ ان کان اقتل عمدًا والا فعلی عاقلته اور اگر ایک شخص مر گیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید  
کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمدہ ہو اور اگر عمدہ نہ ہو تو اس کے  
برادرین پر دیت ہے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اس کے سر میں زخم لگایا اور شیر اور  
سانپ نے بھی اس کو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیرتہ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانه ہرئی الدارین فعل زید  
معتبر فی الدارین فعل نفسه ہرئی الدنیا لا العقبی حتی یام بالاجماع فصارت ثلثہ اجناس زید پر ثلث دیت اس واسطے واجب ہوگی کہ شیر اور  
سانپ کا فعل ایک جنس ہے اس واسطے کہ وہ باطل ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے  
اور اس کی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یاں تک کہ وہ گناہ کار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر حسب تین فعل سو  
دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف یصیر فعلہ جنس آخر  
غیر فعل الاسد والحیۃ وان ملایزید علی الثلث لو تعدد قاتلہ لان فعل الكل جنس واحد ابن کمال اور ثلثیت اجناس کی تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے  
کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اس واسطے کہ اگر  
مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اس کا بھی فعل باطل ٹھہرے گا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا  
فی الطحاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہ ہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اس لیے کہ سب بنی آدم کا فعل  
جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن کمال  
حیث غیر عبارتہ الوقایۃ فقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو یقتلہ ان لم یکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفاۃ امی لانه من باب دفع  
الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی بالویدہ اور جس نے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اس کا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اس کا قتل  
واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ اس نے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سویوں کہلے کہ واجب ہے دفع کرنا



اُس شخص کا جس نے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اُس کا اُس کے مار ڈالنے سے ہو اگر اُس کا دفع ممکن نہ ہو بدن قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں یعنی اس واسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اس کی شمی وغیرہ نے اور آگے آوے گا وہ کلام جو اس کی تائید کرے گا ہم ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اس کی نہیں اس واسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اشارۃً ابن کمال کذا فی الطحاوی ولا یشترک بقتلہ بخلاف محل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اُس کے قاتل پر قصاص نہ دیت نہ تعزیر بر خلاف محل صائل کے قتل کے یعنی اگر آدمی پر حملہ کرے اور وہ اُس کو مار ڈالے تو ہر چند اُس کے قتل میں گناہ نہیں لیکن اُس کی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا یقتل من شہر سلاخاً علی بجل لیلہا ادنہا زانی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلہا فی مصر او نہارانی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہیں اُس کے مار ڈالنے سے جس نے لوبے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوائے اُس کے جنگل میں یا اُس پر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سوا اُس کو مار ڈالا اُس نے جس پر ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہم یہ مسئلہ غیر مسئلہ سابقہ کے ہے اس واسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار کھینچنے والے اور یہاں ایک مرد پر ہتھیار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں مطلقاً خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اس واسطے کہ ہتھیار بیون پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اس واسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کرے گا تو اُس کے بدلے قاتل مارا جاوے گا اس واسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھسے اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مدد گاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحاوی ملقطاً وان شہر المجنون علی غیرہ سلاًخاً فقتلہ المشہور علیہ عداً نجیباً لدیہ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہاتھ کھینچا سوا اس شخص نے مجنون کو عداً مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اُس پر قصاص نہیں و مثلاً العصبی والد ابیہ الصائلۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکمل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور جانور حملہ کرے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اس واسطے کہ قتل دفع شر کے واسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بمریت نہیں تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو اُن کے خون کی عصمت ساقط نہ ہوگی احتیاج اصح کے نہ ہونے کے سبب ولہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں یا جانور کسی کا کوئی نقصان کرے تو اُس پر تاوان نہیں پھر جب ان کا خون معصوم ہو امباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہ ہوا وجود بیع کے سبب یعنی دفع شر نے اُن کا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خون ہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف دَفْعُ عَنِ عِلِّ وَجْہِ لایرید ضربہ ثانیاً فقتلہ الاخر اے المشہور علیہ وغیرہ کذا عم ابن کمال تبعاً للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتمترانہ مادام شاہر السیف لہ ضربہ والا فلا یلیق حفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور ادھر سے باز رہا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے اُس کو مار ڈالا یعنی جس پر تلوار کھینچی تھی اُس نے مارا یا اُس کے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہو کر تو اُس کا قاتل قتل کیا جاوے گا اس واسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہو گئی پلٹ جانے کے سبب میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہو گیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہے گا تو اُس کو اُس کا بازو درست اور نہیں تو بازو درست نہیں تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تفسیر ظاہر نہیں اس واسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر ٹھٹھ پھیرے

۱۵ جیسا اشارہ کیا اُس کی طرف ابن کمال نے ۱۲ ۱۵ کھینچنے والا ۱۲ ۱۵ حملہ کرنے والا ۱۲ ۱۵ مباح کفندہ ۱۲



بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقاً برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلًا فاخرج المشرقین بیتہ  
 فاتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شئ علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری  
 کا مال اُس کے گھر سے لکائے اور صاحب خانہ اُس کا پیچھا کرے اور اُس کو مار ڈالے تو اُس پر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ  
 الصلوۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کو اپنے مال کے اُس پاس م نسا ئی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا  
 سو اُس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لے جائے فرمایا کہ بنام خدا اس کی تذکر کر یعنی خدا کے غضب اُس کو ڈرا  
 سو اُس نے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے اُس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اُس نے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہ ہو فرمایا کہ حکم سے  
 داد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھ سے دور ہو فرمایا (قاتل دون مالک) یعنی اپنے مال کے اُس پاس مقاتلہ کی یہاں تک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا  
 مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا لوقتل قبل الاخذ اقصد اخذ مالہ ولم یکن من دفعہ الا بالقتل صدر الشریعہ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اُس کو قتل  
 کرے مال لینے سے پہلے جب کہ وہ اُس کے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اُس کے ہٹانے پر سوائے مار ڈالنے کے قدرت نہ ہو کذا فی صدر الشریعہ  
 و فی الصغری قصدا ل ان عشرة او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ ولا یقتلہ اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال قتل دم  
 یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اُس سے مقابلہ کرے لیکن اُس کو قتل نہ کر ڈالے لیکن نہ الفائق میں آخرباب قطع طریق میں یوں ہے کہ  
 انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ ہو اور اُس کو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے (من قتل دون مالہ فهو شہید)  
 یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحاوی عن ابی السعود و ہل یقبل قولہ انہ کابرہ ان بینہم انافان المقتول معروفًا بالسرقۃ  
 والشلم یقض استمنا والدیۃ فی مالہ لورضا المقتول بزازیۃ اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اُس نے اُس سے مکابرہ کیا تھا یعنی پھر بھی چوری  
 وہ باز نہ رہا اگر یہ قول کو اسی سے ثابت ہے تو ہاں مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ  
 استمنا قصاص نہ لیا جاوے گا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البرزازیۃ ہذا اذالم یعلم انہ لو صاحب علیہ  
 طرح مالہ وان ظلم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص فقتلہ بغیر حق یہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہ ہوا اُس وقت  
 ہے جب کہ صاحب مال کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر وہ اُس پر شور کرے گا اور لٹکارے گا تو سارق اُس کے مال کو ڈال دے گا اور اگر یہ جانے کہ لٹکانے  
 سے مال کو چھوڑ بھاگے گا پھر باوجود اُس کے اُس کو قتل کرے گا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اُس کے ناحق قتل کرنے کے سبب کا لغصوب  
 منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ بالاستغاثۃ بالسلین والقاضی مغصوب منہ کے مانند یعنی جس کا مال پھینا گیا جب کہ وہ غاصب کو  
 قتل کرے گا تو اُس پر قصاص واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ اُس کے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کر کے ہم ادرا اگر مسلمین اور  
 قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہ ہوں چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر قاتل غاصب جائز ہے عموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحاوی  
 مباح الدم التجا الی الحرم لم یقتل فیہ ظانًا لثانی ولم یخرج عنہ لقتل لکن یمنع عنہ الطعام والشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم  
 فیمتد لقتل خارجہ مباح الدم یعنی جس کا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل  
 نہ کیا جائے گا اور دہاں سے گرفتار کر کے نکالا جاوے قتل کے واسطے لیکن اُس کا کھانا پینا روکا جائے یہاں تک کہ وہ گھبرا جائے مہوک  
 پیاس کے مارے سو آپ نکل جائے حرم سے تو اُس وقت میں حرم سے باہر قتل کیا جائے برخلاف امام شافعی کے یعنی ان کے نزدیک حرم کے  
 اندر قتل اُس کا جائز ہے وامینا دون انفس فیقتض منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں تو قصاص لیا جائے گا اُس سے حرم کے اندر اتفاق



یعنی اس واسطے کہ اطراف میں تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشاء القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعاً سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیہ و قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اس کے اندر قتل نہ کیا جاوے گا مصنف نے یہ کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتله سیف فلا قصاص وحب الدیۃ فی التسمیح لان الا باجہ لا تجری فی النفس و سقط القود بشبہہ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے کما کہ مجھ کو قتل کر سوا اس نے اس کو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اس واسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوئی اور قصاص ساقط ہو گیا اذن مقتول کے شبہہ سے ہم ہر چیز حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہو گیا اور قصاص میں شبہہ در حکم حقیقت ہے و کذا لو قال اقتل اخي او ابني او ابی فقتله الدیۃ استیسا ناکافی البزازیۃ عن الکفایۃ اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بیل استیسا کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے طحاوی نے کہا بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو و فیہا عن القوعات لو ابنہ صغیرا یقتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاوے گا مگر یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منع الغفار میں ہے کہ یہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استیسا کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحاوی و فی الحانیۃ بقک دی الغلس ابوالف فقتله یقتص اور حانیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کے کما کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سوا اس نے اس کو قتل کیا تو قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ باطل ہے اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول قتلی کے قول کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص و فی القتل ابی علیہ دیتہ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کے واسطے و فی القطع یہہ قطع یہہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سوا اس نے اس کا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاوے گا قطع سے و فی خجج ابنی شیبہ لاشی علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سوا اس نے اس کا سر پھوڑا تو اس پر کچھ نہیں پھرا اگر وہ مر گیا اس سبب تو اس پر خون بہا ہے دلیل لا تجب الدیۃ ایضا و صحیح کن الاسلام کما فی العادیۃ و استظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہے چنانچہ عادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اس کو رد کیا ہے ہم شروع وہبانیہ میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اس واسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص کو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن کے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں کما لو قال اقتل عبدی او اقطع یہہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعاً چنانچہ اگر مولیٰ نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اس کا ہاتھ کاٹ سوا اس نے اس کو قتل کیا اور اس کا ہاتھ کاٹا تو اس پر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اس واسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں ابتداء جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدہ او رجلہ وان مری لنفسہ و مات لان الاطراف کالاموال صحیح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اس کی جان تک پہنچ جائے اور وہ مر جائے اس واسطے کہ اطراف اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا ان میں صحیح ہوگا مگر سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منع الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجئے تو بمنزلا قتلی کے اس میں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحاوی و لو قال اقطع علی ان لعننی بذل الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود و بطل الصلۃ بزازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھ کو یہ کپڑا یا دراہم دے سوا اس نے قطع کیا تو ہاتھ کا خون بہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیۃ فروع مسائل لمعہ شارح کے ہر بابہ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانه لا یجری فیہ التملک قصاص کا



ہمہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اس واسطے کہ اُس میں تملیک جاری نہیں ہے اور اسی طرح قاتل کو بھی ہمہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو المولی عن القاتل فصل فی الصلح والصلح افضل من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے برائت ہو جاتی ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برائت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعد کذا عفو المجرور اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے بدل لینے سے لا نفح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسه للقتل وہبانیۃ صحیح نہیں توبۃ قاتل جب تک اپنی جان کو قصاص کے واسطے تسلیم نہ کرے کذا فی الوہبانیۃ ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جب تک قصاص کے واسطے اپنی جان حاضر نہ کرے اور یہ بھی بشرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ یہ قصور بھی سے ہوا ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیۃ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کا محدود عند الاصولیین و فرقی الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے بدل لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہوں کے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ہم یعنی فقہائے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہے قصاص کے واسطے محیط میں ہے کہ ایک مرد مقتول ہوا عدا اور اس کا ایک وارث ہے تو اس کو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اس کی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جائے اور اگر قتل ممنوع کرے گا تو تعزیر ردی جائے گی اس پر تاوان نہیں اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریۃ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبهات القصاص کا محدود والانی سبع يجوز القصاص بلکہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تدرأ بالشبهات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اس پر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی موروث نہیں کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳۔ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا محفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعد التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴۔ مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا وثبت باشارة اخری وکن بتہ بخلاف الحد ۵۔ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارے سے اور اس کے لکھ دینے سے برخلاف حد کے ہم صورت اس کی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اس نے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اس کو تلوار سے مارا ہے تو اس طرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی يجوز الشفاعة فی القصاص لا الحد ۶۔ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابغۃ لابن القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف اتہا ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعویٰ ضرر دیکھے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعویٰ ضرر دیکھے اتہا مانی الاشباہ و فی القینۃ نظر فی باب دار رجل ففقا الرجل عینہ لا یغنی عنہ ان لم یکنۃ شیئۃ من غیر فقہاء وان امكنہ ضمن اور قینہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ برضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہ ہو اور اگر بدون اس کے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اس پر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یغنی فیہا اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں تاوان نہیں ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اس کی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہیں اور جاری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو

۱۲ اور ایک مسند میں تدرأ ہے بجائے تدرأ کے



اور اس لیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع نہیں اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الذہر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائے لیکن مسئلہ آئینہ کے منافی ہے کہ وہ طلق ہے اس میں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحاوی مختصر اودخل راسہ فرماہ بجز فقہ الا لیسن اجماعا اما الخلاف فمیں نظر میں جا رہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اس کو پتھر سے مارا سو اس کی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن البغیہ عن کنز الدین باتفاق جنفی اور شافعی کے اختلاف جنفی اور شافعی تو فقط اس صورت میں ہے جب کہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم۔

**باب القود فیما دون النفس** یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلہ لینے میں ہم قصاص مادی و نفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالیٰ والجر وحق قصاص حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انکار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی و ہونی کل ما یکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص مادی و نفس ہر ایک اس مقام میں جاری ہے جہاں حفظ المماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری اعضائی ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہاں بدلہ لینا جاری ہے اور جہاں حفظ المماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں دیا دیت ہے یا کچھ اور خیانت پر معلوم ہوگا کہ بھربھرت کی رعایت مماثلت کے بدلہ لینے میں لازم ہوئی تو دانت کا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاوے گا اور نہ بایاں بدلے دہن کے اور نہ تندرست ہاتھ لہجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اس واسطے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بالی میں اور سر کی کھالی میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور دقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طہینہ وغیرہ مارنے میں اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہ ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور سفیر بدلے سفیر کے اور بصر بدلے بصر کے اور اسی طرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو نیش توڑا جائے بدلے نیش کے اور ڈاڑھ بدلے ڈاڑھ کے و علی ہذا القیاس مساوات اعضاء واجب ہے ان کے منافع اور موانع کے تفادیت کے سبب کذا فی الطحاوی ملخصا حدیث فی قواد قاطع الید عمدا من المفعل اور جب کہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاوے گا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑے یعنی جس نے دوسرے کا ہاتھ لٹکا کر کسی کے جوڑے سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاوے گا فلو القطع من نصف ساعد و ساق او من نصفہ الف ان یقتل تنوع دغنا المماثلۃ وہی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاوے گا بسبب تمتع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم بسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑے ہو تو اس میں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑے سے نہ ہو بلکہ ہڈی توڑے ہو تو اس میں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اس واسطے کہ ہاتھ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جائے یا اس میں زیادہ خلل ہو جائے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکر نہما لاتی والمنفعۃ قصاص میں جوڑے ہاتھ کاٹا جاوے گا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو موقوف کے ہاتھ بسبب تمتع منفعۃ کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں براحت راس کے سو اکیونکہ دونوں عضو منفعۃ میں یکساں ہیں کذا فی الزیلمی و کذا فی الحکم فی الرجل والمران والاذن اور اسی طرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں ہم بدن جسم نرم عضوونی ہے ناک میں

۱۵ بدن نرم یعنی کوکتے ہیں جیسا کہ مراح وغیرہ میں ہے تو اس کا ترجمہ قطع کرنا خالی مسامت سے نہیں ۱۶ یعنی چینی ہڈی کا ہونا ۱۷۔



بائس کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص نہیں اسی طرح اگر پاؤں اور کان چوڑے سے قطع ہو تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں مالگیری میں خزانۃ المقتین سے منقول ہے کہ لوک بینی کے قطع میں حکومت عدل ہے قول صحیح میں دکن اعیان ضربت فزال ضوفا وہی قائمہ غیر منصفہ فیعمل علی وجہ قطن رطب و تقابل عینہ مبرآۃ محمۃ اور اسی طرح قصاص یا جاوے اس آنکھ کا جس پر چوٹ لگی سو اس کی روشنی نائل ہو گئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روٹی ڈالی جائے اور اس کے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جائے ہم یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضیٰ کی تجویز سے مجبور صبا بہ کرام ہوا عبدالرزاق کے مصنف میں حکم ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طانچہ مارا سو اس کی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صبا بہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اس کی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ تعالیٰ آئے اور فرمایا کہ اس کی آنکھ پر روٹی رکھی جائے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اس کی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اس کی بینائی منقطع ہو گئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعیت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکال جائے تو اس کا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبى فقام البین ویسری الفاقی ذاہبہ انتص و ترک عمی اور مجتبى میں ہے کہ دہائی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والی کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلایا جاوے گا اور وہ اندھا پھوڑا جاوے گا وعن الثانی لا قود فی عین جولاء اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہم مجتبى میں ہے کہ اگر اٹول کی آنکھ میں حول مضربارت نہ ہو تو قصاص ہے اور اگر مضرب ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہیں اتہی تو ظاہر قول اول معتد ہے اور قول ثانی ضعیف تشارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحاوی و کذا ہوا یضانی کل شجۃ یرامی و تحقیق فیہا المماثلۃ کو ضمیمہ اور اسی طرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اس زخم میں جس میں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضع میں ہم موضع وہ جراحت ہے جس میں ستر یا چپے کی کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے چنانچہ مزید تفصیل اس کی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوت طول او کبر الامر اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور شعبی اور حسن بھری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثناء عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی فقلع ان قلعیت قیل تبر والی اللہ موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اور بما تفسد لہا تہ وہ اخذ صاحب الکافی قال المصنف ولی المجتبى وہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جائے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا جائے سو ہاں سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور ماورائے گوشت کے جس قدر دانت باقی رہے اس کا قصاص سا بظ ہے تعذر مماثلت کے سبب اس لیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف کے شرح میں اس کو کہا ہے اور مجتبى میں اسی قول اخیر پر فتویٰ ہے ہم طحاوی نے کہا کہ بخلافہ اسی طرح تفسد لہا تہ ہے اور مصنف اور شارح اس کا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ تفسد لہا تہ ہے یعنی بجائے ہاں ہوتا مثلاً ہے لثات جمع لثہ بکلام معنی مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص میں اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اس واسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑہوں میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبر والی ان تیسار ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یاں تک کہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت برابر ہو جا دیں اگر مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ہم ریتنا اس وقت جب کہ

۱۲ یعنی حکومت عدل کے معنی صفحہ ۳۸۸ میں مذکور ہیں ۱۲ ۱۵ ہڈی میں قصاص نہیں ۱۲



دانت برابر ٹوٹا ہوا والا قصاص نہیں بخون بہا ہے کذا فی الطحاوی عن الظہیریہ ذی المبتی ویوجل حولاً فان لم یثبت تقیض ذیل یوجل العیسی لا ابالیغ اور  
مبتی میں ہے کہ قصاص کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی جاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیجاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے  
دانت کے واسطے مدت مقرر کی جاتی ہے نہ بالغ کے واسطے ہم متقی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب  
سال پورا ہو جائے اور دانت نہ بھر جائے تو اس پر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیری میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت  
کے چنگے ہونے تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہیں مگر مجرد کی سعایت میں اور صحیح قول اول ہے اس واسطے کہ بالغ کے دانت کا  
اگنا نادر ہے کذا فی الطحاوی فلو مات العیسی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف  
فیہ حکمۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اس میں حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اھل فی تحریک فلم یسقط فعدا ابی یوسف یجب حکومت عدل الا  
ای ابرقہ القلاع والطیب انتہی و تحقیقہ اور اسی طرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جب کہ مدت مقرر کی جائے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے  
اندر متحرک دانت ساقط نہ ہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خون بہا یعنی دانت اکھاڑنے اور طیب معالج کی اہرت دینا ضارب پر واجب ہے اور اگر  
ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے ہم محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر  
دانت ساقط نہ ہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اس ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدتھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے  
تھی تو ریت واجب ہے کذا فی الطحاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے مذکور  
کیا و توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناہ بالناہ ولا یؤخذ الا علی بالاسفل ولا الا علی بالاعلیٰ والی اصل انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص  
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور پیش کا پیش کے بدلے اور بدلائیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے  
اور نیچے کے اوپر کے سے کذا فی المبتی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلہ لائیں لیا جاتا مگر اس کی مثل اور مانند سے ولا تؤد عن ذنابی طرفی  
رجل وامرأة وطرفی حر و عبد وطرفی عبدین لتعذر المائتہ بدلیل اختلاف دینیم و تمیتہم والاطراف کا لاموال اور قصاص نہیں ہم حنفیوں کے  
نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور دو غلاموں کے اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے ان  
کی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوتی حالانکہ  
مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر پھر اقلت ہذا ہوا المشہور  
لکن فی الواقعات لو قطعت امرأة ید رجل کان لہ القودان الناقص لستونی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرقی بین حر و عبد لایمن عبدین و اقربہ  
القستانی والبرجندی میں کہتا ہوں یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہ ہونا بھی مذہب مشہور ہے  
لیکن واقعہات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اس واسطے کہ استیفاء ناقص کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ  
صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جائے تو اس طرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جب کہ آزاد  
غلام سے بدلہ لینے پر اور عبد اعلیٰ کا مالک عبد ادنیٰ سے بدلہ لینے پر راضی ہو جائے اور اس قول کو قستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے  
بالنہ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور معتد ہے نہ یہ قول و طرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارض اور اطراف مسلم اور کافر  
کی برابر ہیں خون بہا کی مساوات کے سبب ہم کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر عربی اور مستامن کذا فی الطحاوی وقال الشافعی کل من یقتل بقطع  
بہ دمن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے اس کے بدلے اس کا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اس کے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا



اُس کا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اُن کے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اُس کے عضو کا بھی قطع نہیں اُس کے عضو کے بدلے ولائی قطع بدلے نصف الساعد لہذا اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلہ گزشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولائی جائزہ برئت اور قصاص نہیں اُس جائزہ میں جو چپکا ہو گیا م جائزہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہنچ گیا سینہ کی طرف سے یا پیٹ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائزہ نہیں ہوتا لیکن فوطون اور مقدم میں جائزہ ہوتا ہے کذا فی الخطاوی عن شرح القہوری فان لم تبرا فان ساریہ یقصر والما ینظر البراء والسرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائزہ چپکا نہ ہو اسو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدر سے زخمی مر گیا تو جارج سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال و لسان و ذکر دلو من اصلہما بغنی شرح وہبانیۃ و اقروہ المصنف لانه ینقص و ینسب قتل لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وجعلہ فی المیط قول الامام و نصہ قال ابو حنیفہ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقص منہ اذ لہ حد معلوم و اقروہ فی الشربلایہ فلینظر اور قصاص نہیں زبان اور نائزے کے قطع میں اگرچہ دونوں بڑے سے قطع ہو گئے ہوں اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی شرح وہبانیۃ اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اس واسطے کہ نائزہ سمٹا اور پھلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطع حکم کیا ہے اور محیط میں اس کو امام رح کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر نائزہ بڑے سے قطع ہو یا سپاری سے تو قطع سے قصاص لیا جاوے اس واسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شربلایہ میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتادی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے قطع میں عذاب بڑے سے قصاص ہے اور اگر اس کو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں اتنی اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے امام کا اور عالمگیری میں ظہیر سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی بسوط میں ذکر یوں ہے کہ اُس میں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اُس میں قصاص ہے مضرات میں ہے کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی و انتہا علم الا ان لقطع کل الحشفۃ ینقص و لو بعضہا لا مکرہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جائے تو اُس کا قصاص لیا جاوے گا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں م اس واسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے نہ بعض کی و سببی ما لقطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا و یجب القصاص فی الحشفۃ ان استقصاھا یا لقطع لا مکان المائتہ و الا ینقصہا لا یقتضی مجتبیٰ وجوبہ اور قصاص واجب ہے ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب لب کو نہایت تک پہنچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹنا کچھ باقی نہ رکھا جو بقیہ قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاوے گا کذا فی المجتبیٰ و الوجہۃ یعنی قصاص نہ ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے و فی لسان اخرس و صلیٰ یتکلم حکومت عدل اور کوٹنگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیدار اور عیب کی قیمت ٹھہرائی جائے تو جس قدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت اسی حکومت عدل ہے وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاچ اکبر من الشجون خیر المجنی علیہ بین القود و اخذ الارش و علی ہذا فی السن و سائر الاطراف التي تقاد اذا کان طرف ایضاً و القاطع معیناً خیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاٹا اور اگر قاطع لہذا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر ٹپا ہو اُس کے سر سے جس کے سر کو اُس نے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں و علی ہذا القیاس دانت اور باقی اُن اطراف میں جن کا قصاص لینا واجب جبکہ عضو



ضارب اور قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیب دار کو اڑے چاہے پورا خون بہا۔ لے ہم اختیار اس واسطے دیا گیا کہ ان صورتوں میں ایفائے کمال حق متعذر ہے حموی نے ولوالہی سے نقل کیا کہ اس وقت ہے جب کہ قاطع قطع کے وقت اپنا ہوا و اگر قطع کے وقت اس کا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لہجہ ہو جائے تو مقطوع قصاص دیت نہ پاوے گا اس واسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحاوی قال برہان الدین

بذلوا الشلار ینفع بہا فلو لم ینفع بہا لولم یکن مملا للقدود فلدیتہ کاملہ بلا اختیار و علیہ الفتویٰ مجتبیٰ برہان الدین نے کیا یہ اختیار اس شرط سے کہ لہجہ ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو و اگر اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبیٰ و فیہ لا یقطع الصیمۃ بالشلار اور مجتبیٰ میں ہے کہ صحیح ہاتھ لہجہ ہاتھ کے بدلے قطع ہوگا و لیسقط القدوموت القاتل لغوات المحل اور ساقط ہو جائے قصاص قاتل کے مرجع سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا و بعفو الاولیا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورنہ مقتول کے معاف کرنے سے و صلح علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارتوں کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو م اس واسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اس میں عوض کی کچھ تعین نہیں کذا فی الحموی یعنی جس قدر پرزنا صبی طریقین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش و یکب حالاً عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعین مدت کی صحت میں و صلح احدہم و عفوہ و لمن بقی من الورثۃ حصتہ من المدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہوا لصلح و قبل علی العاقۃ ملتی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے سے اور معاف کرنے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جس نے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاوے گا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادرین پر دیت ہے کذا فی الملحق امر الحار القاتل و سید العبد القاتل رجلاً بالصلح عن و مہما الذی اشترک فیہ علی الف ففصل الامور الصلح عن و مہما قال الف علی الحار و السید الامرین نصفان لانہ مقابل بالقدود ہو علیہما سوتہ فبدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے ہونا نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جس میں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد و مامور نے دونوں خون شریک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں امر کرنے والوں یعنی آزاد اور مولیٰ پر آدھوں آدھوں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولیٰ پر ہوں گے اسی لیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلہ بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا و لقتل جمع بمفرود ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یمتق بالشارک لانہ غیر متجزئ بخلاف الاطراف کما یجی القتل کی جائے کی جماعت پر ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اس لیے کہ روح مقتول کا ٹکنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اس واسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہرے گا کذا فی الزیلعی بخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ہم دلیل نقلی قتل جماعت کی بوطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اس کے قتل پر اتفاق کرتے اور مرد کرتے تو میں ان کو قتل کرتا صنعا شہر ہے مین کا کذا فی العینی شرح المداۃ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھ ہی ماریں اور اگر ضرب علی المتعاقب ہو اور مقتول مرجعے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جائے اور میٹھو نہیں مگر موت پہلے تو اس پر قصاص واجب ہوگا جس کا زخم مہلک اور کاری



کذا کذا فی الطحاوی والاکمال فی تفسیر العلامۃ جم اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہ ہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح ہے ہم خواہ کسی کا زخم مہلک نہ ہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جس کا مہلک ہوگا اس پر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحاوی و الجیشی انما یقتلون اذا وجہ من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغفین او معینین بامساک واحد فلا توذیم اور مجتبیٰ میں ہے جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہوں گے جب کہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جائے جو روح نکالنے کی یاقوت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہوں یا قاتل کو درغلانے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کر کے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ ان پر خون ہے کذا فی الطحاوی والاکمال ان یعرف الجمع بلام الہمد فانہ لو قتل فردا جمع احدہم ابوہ او مبنون سقط القود و قستانی اور بہرہ یہ تھا کہ مضاف بجمع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اس واسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ ان میں سے ایک باپ سے مقتول کا یا کوئی ان میں دیوانہ ہے قصاص ساقط ہوگا کذا فی الفتاویٰ م یعنی اگر لایم عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہو جاتا بلکہ تکلف و قتل فردا جمع اکتفایہ للباقیین خدا کا شافی ان حضور ولیم اور قتل کیا جائے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فر کے نہیں کے واسطے برخلاف شافعی کے مام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہ ہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات ان کے فی مابین قسمت ہوں گی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے فی ہے اس واسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روے قصاص کے اور اس لیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے صالح ہے و اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضور لی واحد قتل لہ و سقط عندنا حق البقیۃ کموت القاتل حتف انفہ لغوات المل کما مر ہر اگر ایک وارث حاضر ہو تو قاتل اس کے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی وارثوں کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے میں اپنی موت سے بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاکثرید رجل اور جملہ او قلعاسنہ و نحو ذلک مادون النفس جو ہر دو شخصوں یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا یا دونوں نے اس کا دانت اکھاڑا اور مانند اس کے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوسرۃ بان اخذ اسکینا فامراہا علی یدہ حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحدہا او منہم لانعدام المماثلۃ ہاتھ یا پاؤں اس طرح پر کاٹا کہ دونوں شخصوں نے چھری کو پکڑا سو اس کو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پاؤں پر یہاں تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دونوں سے یا جماعت میں سے بسبب نہ ہونے مماثلت اور مساوات کے م اس لیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور مل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہ ہوئی دو ہاتھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل النفس بنفس واحد اس واسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیر کی سبب کذا فی الہدایۃ و مشروحہ لان الشرط فی الاطراف المساواة فی النفع والقيمة بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواة فی العصۃ فقط در کسی پر قصاص نہیں الغدام مماثلت کے سبب اس واسطے کہ اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اس واسطے کہ نفس کے قصاص میں فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور نفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے واسطے بہت جانوں کا قصاص ہوتا ہے و منہا او منہا ویتہا علی عدم ہم بالسویۃ اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحدینی جلیس قلعہا قطع بمینہ و یدہ یدہا ان حضرا معا اور اگر ایک مرد و مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو







آخر قاتل یقتل للاول لانه عمد وللثانی الدیۃ علی قلنتہ لانه خطا را یک مرد کے عمد تیر مارا سو اس کے بدن سے پار ہو کر دوسرے شخص کے جا لگا سودوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاوے گا اس لیے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر وں پر اس لیے کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہر چیز فعل واحد ہے لیکن تعدا اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزلیعی وقعت جتہ علیہ فدفعها عن نفسه فسقطت علی آخر فدفعها عن نفسه فلو وقعت علی ثالث فاسعته اسی الثالث فملک فعل من الدیۃ بکذا اسئل ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ صحفۃ جماعة فقال لا یضمن الاول لان الحیۃ لم تضر الثانی وکذا لک لا یضمن الثانی والثالث لو کثر ادا اما الاخر فان لسعته مع سقوطها فوراً من غیر مہلتہ فعل الدافع الدیۃ لورثۃ الممالک والا لسعته فوراً لا یضمن وانما علیہ ایضاً فاستصوبہ جمیعاً وندہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرنیہ مجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اس نے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سودوں سے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اس کو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا تو تیسرے کو اس نے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پر خون بہا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہنچایا اور اسی طرح دوسرے تیسرا شخص ضمان نہ دے گا اگر تینوں آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اس کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خون بہا مر جانے والے کے وارثوں کے واسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آوے گا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرنیہ مجمع الفتاوی ہم فوراً کاٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اس پر خون بہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب نہ رہا قال المصنف و بهذا التفصیل اجبت فی حادثة الفتوی وہی ان کلنا عقور واقع علی آخر فالقاه علی الثانی والثانی علی الثالث و اللہ اعلم مصنف نے شرح میں کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا سو اس نے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی دافع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اس کے فوراً کاٹنے سے مر گیا اور اگر ٹھہر کے اس نے کاٹا تو اس پر بھی دیت نہیں فروغ مسائل ملحقہ شراح کے القی جتہ او عقربانی الطریق فلدعت ربہ یضمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بھجور راہ میں ڈالا سو اس نے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جب کہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہے پھر اس نے کاٹا تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا ہم طحاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضایہ جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹا تو ضمان نہیں وضع سیفانی الطریق فمشر بہ انسان ومات کسر السیف فدیۃ علی رب السیف و قیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈال دی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اس کے گرنے سے تو اس کا خون بہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے تلور بطور سیرہ للمرعی منقطع تلور غیرہ فمات ان اشہد علیہ یضمن والا لا وقال فی البدائع لا ضمان لان الا شہاد انما یكون فی الحائط لانی المیوان تا جتہ ماروبیل چھوڑا چراگاہ میں سو اس نے دوسرے کے بیل کے سینک مارا سو وہ مر گیا اگر گاؤں مقتول کے مالک نے اس پر شہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اس کی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤں قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون شہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اس واسطے کہ شہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں نہ جانور میں کذا فی السراجیۃ واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کا جنبی شارک الالب فی قتل ابنہ وکجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکفایہ مع منقطع وقاتل مع



مجنون و بالغ مع صغیر و شریک حیثہ و بیع کما فی الخانیۃ فلا قود علی احدہما اسی لا قصاص علی واحد منہما فیما ذکر اور یہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عذا اس شخص کے ساتھ جس پر قصاص واجب نہیں چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اس کے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اس کی اس زوجہ کے قتل میں جس کے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عدا قاتل محفل کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں مہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اس کے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت میں زوج سے اس واسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اس پر واجب نہ ہوا تو اسی طرح اس کے شریک پر بھی واجب نہ ہوا طحاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں اس لیے کہ دونوں قاتل عدا میں اور عدا و محفل کی شرکت میں نصف دیت عدا پر ہے اور نصف باقی محفل کے برادرین پر اسی طرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرین پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرین پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیتہ فراسی رجلا مع امرأۃ او جارتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معنی بالشرح الوہبانیۃ وقد حققنا فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اس کو اس نے مار ڈالا تو اس کو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اس پر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیۃ اور ہم نے اس کی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں مہملت قتل میں ظاہر احصان شرط نہیں اس واسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزاری نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خاں نے اس کو مصرح بیان کیا ہے تو فتاویٰ صفیری کا اطلاق لائق التفات ہے کہ نہیں ہوا اس واسطے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور حموی میں زانیہ سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اس کو حاکم وغیرہ سچا نہ جانے گا اس میں کہ اس نے زنا کرتے دیکھے کہ قتل کیا ہے انتہی اور منہج الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اس وقت ہے جب کہ شور کرنے سے زانی نہ بھاگے اور زنا سے باز نہ رہے کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحہ شارح کے صبی مجور قال لرجل شد فرسی فاراد شد ہا فرسنہ فمات فہی علی عاقلۃ الامر صغیر مازون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اس نے اس کے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اس کو پاؤں سے کچلا سو وہ مر گیا تو اس کا خون بہا امر کرنے والے کے برادرین پر ہے وکذا لواعطی صبی اعطی او سلاخا وامرہ بجل شئی او کسر ططب و نحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اس کو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا ٹکڑی پیرنے کا اور مانند اس کے اور کوئی امر کیا بلا اذن اس کے ولی کے سو وہ لڑکا مر گیا تو دیت واجب ہوگی مہملت لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا منہ کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اس کے سبب وہ مر گیا اس طرح کہ اس کے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اس واسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کرے گا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن التاتاریخانیۃ والملاصۃ ولوا عطاہ السلام ولم یقتل امسکہ فقولان اور اگر اس کو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اس کو پکڑے رہے تو اس میں دلو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب م قول

وہ صاحب نکتہ ج ۲



مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حاط صاحب بہ رجل فوقع فمات ان صاحبہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال تقع فوقع ضمن بعتی وقیل لا یضمن مطلقا تا جیرہ طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اسی پر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مر گیا اگر یوں شور کر کے کہا اس سے کہ خبردار نہ کرنا سو وہ گر پڑا تو اس پر خون بہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خون بہا لازم ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسی طرح ضمان نہیں کذا فی التاجیۃ۔

## فصل فی القلعین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلا قطع یا اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع یا در رجل ثم قتله اخذ بالامرین اے بالقطع والقتل ولو کان عمدین ادکا باخطائین او کان مختلفین اسی احد ہما عدا والاخر خطاء تخیل بینہما برہ اولیٰ ہاتھ کاٹنا ایک مرد کا پھر اس کو مار ڈالا تو دونوں امر یعنی قطع اور قتل دونوں فعل میں یکساں ہوا گا یعنی دونوں فعل کا بدلہ اس سے لیا جاوے گا اگرچہ دونوں فعل عمد ہوں یا دونوں خطا ہوں یا دونوں مختلف ہو یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونوں فعل میں صحت واقع ہو گئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوخذ بالامرین فی السکل بلا تدخل الا فی خطائین لم یتخیل بینہما برہ فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیتہ واحدة وان تخیل برہ ولم یتداخل کا علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتوں مذکورہ میں بدون تدخل کے مگر ان دو خطاؤں میں جن کے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہوں گے یعنی ایک فعل میں داخل ہو جاوے گا باعتبار اتحاد اجزاء کے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی تو دونوں متداخل نہ ہوں گے چنانچہ تو معلوم کر چکے ہیں تن کے عموم سے فالجاصل ان القطع اعم او خطاء والقتل کذا ک صا راربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برہ اولیٰ صا رثانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمیں ہو گئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہ ہوئی تو آٹھ قسمیں ہو گئیں اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہو گیا مگر تو اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہو گئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاوے گا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہ ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ قطع پر کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل ہو گئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاوے گا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاوے گا کذا فی شرح الوقاۃ لمن ضربہ مائۃ سوطہ فبرامن تسعین ولم یبق اثر ہا اسی اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ نفیہ دیتہ واحدة لانہ لا برامن تسعین لم یبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر یا نہ اس شخص کے جس کو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہو گیا تو بے کوڑے سے اور ان کی جراحت کا اثر کچھ باقی نہ رہا اور وہ مر گیا دس کوڑے کے صدمہ تو اس میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ جب وہ چنگا ہو گیا تو بے کوڑے سے تو ان کا مارنا معتبر باقی نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی یوسف فی مثلہ حکومت عدل وعن محمد بن ابی الطیب وثن الادویۃ درد وصد الشریعۃ وہدایۃ وغیرہا اور اسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ رقم جو بھر گیا ہو اور اس کا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس کے مانند میں عدل ہے اور محمد سے روایت ہے کہ طیب کی اجرت اور دوائیوں کا مشن واجب ہوگا چنانچہ درد اور صدر الشریعۃ اور ہدایۃ وغیرہ میں ہے وحب حکومت عدل



مع دیت النفس فی ماتہ سوط برحتہ ولقی اثر بالاجماع بقار الاثر وجوب الاثر باعتبار الاثر بدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت النفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنہوں نے زخمی کر دیا اور اس کا نشان باقی رہ گیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مہر ہے ہم یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہو گیا لیکن اس کا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارتے سے وہ مر گیا تو حکومت عدل اور دیت النفس واجب ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ دیت مادون النفس کی واجب ہوتی ہے عیب ناک اور بدنمائی سے اور عیب ناک پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہ جانے سے وئی جو اہر الفتاویٰ رجل جرح رجل فجز الجروح عن الکسب بحسب علی الجراح النفقة والمداواة اور جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو زخم لگایا تو زخمی کو کئی سے عاجز ہو گیا تو زخم لگانے والے پر اس کا نان نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقائے زخم کذا فی الطحاوی وفيہا رجل جرح رجل جرحاً علی رجل فجز به العوان فجز عن الکسب فمداواة المضروب ونفقته علی الذی جرح بالعوان انتہی قال المصنف والظاهر انہ مفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقد منّا معزیا للمجتبى عن ابی یوسف نحوه وسمی فی الشہاج اور اسی جو اہر الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اس کو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب اور کار سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اس پر واجب ہے جو ظالم کو لایا انتہی مانی جو اہر الفتاویٰ مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر مفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اس کے ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں ابو یوسف سے نسبت یہ مجتبیٰ اور آگے شہاج کی فصل میں اس کو ہم محقق بیان کریں گے ہم باب القود فیما دون النفس کے شروع میں شارح مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ایمی عمد او خطا بدلیل مایاتی وہ صرح فی البرہان کما فی الشربذالیہ لکن فی القستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطا ومن ظن انها علی القاطع فی الخطا فقد الخطا وکذا لوشج او جرح فوعا عن قطع او شجۃ او جرحۃ فمات منہ صمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جس کا ہاتھ یا پاؤں کا ٹانگی سو اس نے اس قطع یا سرکینے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مر گیا تو اس کا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اس کی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اس کے بعد آئے گا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ شربذالیہ میں لیکن قستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جس نے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اس نے مقرر خطا کی اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اس کا سرکلیا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافاً لما قلنا انہ عفا عن القطع وهو غیر القتل بخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک عضو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مفار ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع و ما یحدت منہ عفو عن النفس فلا یمن شیئاً اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہوا قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دے گا ہم اس واسطے کہ جنایت اہم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نہ کرے اور اسی طرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی الطحاوی وحینئذ قاطع الخطا لیس من ثلث مالہ فان خرج من الثلث فیہا والا فعلى العاقلۃ ثلث الدیۃ کما فی شرح الطحاوی اور اس وقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہ ہوا تو اگر جنایت ازراہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خون بہا اس کے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اس کے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہ ہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل کے برادر و ن پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہوں گی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت



خطا ہو اور اس نے جنایت عفو کردی ہو تو یہ دیت کی معافی ہے تو مقتول کے ثلث مال سے اس کا اعتبار ہوگا اس واسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لیا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اس واسطے کہ موجب اس کا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد اخطأ قطعاً سو جس نے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اس مقتول کی قلع پر ہے سو وہ بالیقین چوک گیا و مفادہ ان عفو الصیغہ لا تعتبر من الثلث ذکرہ القستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہ ہوگا ایسا ذکر کیا ہے قستانی شارح نقایہ نے ہم اس واسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اس طرح کہ ہاتھ اس کا ازراہ خطا قطع ہو گیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اس نے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مر گیا اس کے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا نہ ثلث میں کذا فی الطحاوی تبصرہ والعبد من کلہ لتعلق حق الوترۃ بالدیۃ لا بالقول لا لیس مال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اس واسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے نہ قصاص سے اس واسطے کہ قصاص مال نہیں ہے والشجرۃ مثلاً اسی مثل القلع حکماً و خلافاً اور سرکار ختم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امام اور ضائع کے خلاف میں قطعت امرأۃ ید رجل عمداً اسی او خطا کیا یا قی فلما اطلق کما سبق وکالمستی وغیرہ کان اولی قتال ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا ازراہ خطا ہاتھ کاٹنا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ میں مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اس کو تامل کر یعنی اگر مطلق کتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحاوی فتکھا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات فلومیت من السرایۃ فمہربا الارش ولو عمداً اجما عا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اس نے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مر گیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خون بہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگر چہ قطع عمد ہوا باتفاق امام اور صاحبین کے بحسب عندابی حنیفہ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعیرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب ہے اگر اس نے عمد ہاتھ کاٹا مہر چونکہ قصاص نے الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جب کہ مرد قطع کے صدمہ سے مر گیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اس کے مردگاروں پر اس واسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اس کے مردگاروں پر توقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا تتراد الفضل اور مہر اور دیت برابر ہو جاویں گے اگر دونوں مساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دیں ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اس کی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہو گیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں دلی عاقلہا ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مردگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اس کا ہاتھ کاٹا ہو و لا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطا بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم مجرا نہ ہوں گی اس واسطے کہ دیت تو مردگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اس واسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں باہم مجرا ہو کر برابر ہو جاویں گے قلت وقال صاحب الدرر یسعی ان تقع المقاصۃ فی الخطا ایضاً لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المتعارفی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی العمد ولعلہ اطلاقہ لا حالہ لملہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب در نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر ہو جاویں اس واسطے کہ



دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مدگاروں پر موجب اس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے گروہ میں منحصر ہے یعنی اس واسطے کہ عجم میں تنازعہ کا مضمون نہیں جو دیت مدگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اس کے محل پر حوالہ کیا ہے یعنی اخلاق باعتبار عجم کے ہے نہ عرب کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وان نکمھا علی الید وما یحدث منھا اعلی الجنایات ثم مات منه وجب لھا فی العمد من المثل ولا شیء علیھا لرضاء یا سقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطع سے نکاح کیا قطع ید پر اور اس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مر گیا اس کے سبب تو عجم میں عورت کا مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اس نے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطا رفع عن العاقلۃ مہر مثلھا والباقی وہی علیہم اے للعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مدگاروں سے اس کا مثل مر لفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مدگاروں کے واسطے ہم جنایت خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مثل دیت کے برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مدگاروں پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ نکاح کنہا حرج اصل سے ہے تو جمع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اس واسطے کہ عورت تو مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مدگاروں کے واسطے اور وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ کو قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مدگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنی جو مثل سے زیادہ ہے تو اس کو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مدگاروں پر ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے ان کے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اس واسطے کہ مدگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مدگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کے واسطے مدگاروں پر واجب ہوگا اس واسطے کہ وصیت سوائے تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنع ولو قطعت یدہ فاقص لہ فمات المقطوع الاول

**قبل الثانی قتل** الثانی بلسیرتہ وعن ابی یوسف لا تؤد لانیہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأ عا وروہ وظاہر اشکال ابن الکمال یغید تقویۃ قول ابی یوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اس کا بدلہ لایا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا کیا جائے گا اس کے بدلے بسبب سیرت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اس واسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اس کو بری الذمہ کر دیا اور اسے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہ سے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کرے پھر مر جائے تو دیت ہے اس وجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ مورث شہید ہے تو وہاں اس کی براءت معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی طحاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں ولومات المقص منہ فیرتہ علی عاقلۃ المقص لہ خلافا لہا قلت ہذا اذا استوفی بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والجمام والعتان والفساد والبراغ فلا یتقید فعلم بشرط السلامة کالاجیر واما منہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلہ لایا گیا تو اس کی دیت مدگاروں پر ہے جس کے واسطے بدلہ لایا گیا برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک دیت نہیں میں کتا ہوں یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور سختہ کرنے والا اور قصہ کھولنے والا اور شتر زن سوان کا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اس کا پورا بیان



در میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامة والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت بہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور قصاص پر عقد اجارہ کے سبب فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے ان پر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کے کہ اس میں عدم ضرر شرط ہے ورنہ ضرب الاب ابنتہ تادیبا او الام او الوسی اور منجلہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا ماننا تم کو ومن الاول ضرب الاب او الوسی او المعلم باذن الاب تعلیمات لا ضمان فی ضرب التادیب مقید لانه مباح و ضرب التعليم لا لانه واجب اور قسم اس سے یعنی منجلہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کے واسطے پھر صغیر مرگیا تو ضمان نہیں تو تادیب کی واسطے مارنا سلامت رہنے کے ساتھ مشروط ہے اس واسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط سلامت نہیں اس واسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے و محلی فی القرب المتعاد و ما غیرہ فموجب للضمان فی النکل فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے سوائے مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اس کا اشتباہ میں ہے ہم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کیفیت اور کیفیت اور محل کے سوا اس میں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہو اور صغیر تلف ہو جائے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کو دیا چھڑی ماری کذا فی الطحاوی عن ابی السعد عن تلخیص الکبریٰ وان قطع ولی القاتل یا القاتل و بعد ذلک عفا عن القاتل ضمن القاطع دیر الید لانه استوفی غیر حقہ لکن لا یتقص للشبهة وقال لا شئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اس کے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خون بہا دے اس واسطے کہ وارث کے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اس کا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاوے گا شہد کے سبب اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت و ضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ و وصیہ تادیبا اسی للتادیب علیہما اسی علی الاب الوسی لان التادیب تحصیل بالزجر والتعزیر و قال لا یضمن لو متاذا واما غیر المتعاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جائے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کے واسطے انھیں دونوں پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اس واسطے کہ ادب سکھانا تو چھڑکے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر متعاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کہ ضرب معلم صبیہ او عبد الغیر اذن ابیہ مولاہ لف و نشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جبے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اس کے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قولہ ابیہ و مولاہ میں لف و نشر مرتب ہے وان الضرب یا ذنما لا ضمان علی المعلم اجماعا قاتل ہذا رجوع من ابی حیثۃ جہالی قولہا اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہ یعنی امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابو حنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف ہم تہمہ اور کفایت المبیہ میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے لیکن اس میں خلل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید سلامت نہیں اور اس میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحاوی و کذا فی الضمن زوج امراة ضربها تادیبا لان تادیبا للمولی کذا عواہ المصنف لشرح الجمع للعیس قلنت و ہونی الاشباہ وغیرہا کما قد مناہ اور اسی طرح ضمان دیگا وہ شوہر جس نے اپنی جورو کو مارا تادیب کے واسطے سو وہ مرگئی اس واسطے کہ اس کی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کی طرف میں کتا ہوں اور یہی قول اشتباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے دئی دیات المجتبۃ الزوج والوصی کا لاب تفصیلا و خلافا تعلیم الدیۃ والکفارة و قتل



رجع الامام الی قولہا وتمامہ ثلثہ اور مجتہد کے باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور دھمی باپ کے مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور دھمی پردیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کی طرف اور اس کا پورا بیان مجتہد میں ہے **فروع مسائل ملحقہ شارح کے** ضرب امراة فافضاها فان كانت تستمسک بولہا فقیہ ثلث الدیۃ والا فمکمل الدیۃ کسی نے ایک عورت کو مارا سو اس کے صدمہ سے مسک اس کے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائظ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اس کا پیشاب ہضم سکتا ہو تو اس میں تہائی دیت ہے اور اگر ہضم نہ سکتا ہو تو اس میں پوری دیت ہے وان افقن بکرا بالزنا فافضاها فان مطاوعة حد او لا غرم وان مکرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء لا العقر حامی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اس کا مسلک بول اور غائظ کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضا مندی سے حرام کاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد جاری جاوے اور مرد پر مرتب ہے اور اگر عورت بدست کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خون بہا چیر ڈالنے کا نہ مہر کذا فی الحادی القدسی قطع الحجام لهما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فغلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گتھی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اس کی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وذل القینۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فاستفتح راسہا فقال کثیر من الجراحت ان شقمت راسہا تموت قال واحد منهم ان لم تشقوه ایوم تموت وانا افشقه دابر اہا فشققت فمات بعد یوم او یومین ہل یضمن قتال ملیا فم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان مات فانا فاما من ہل یضمن قتال لا انتہی قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقر ان شرطہ علی الایمن باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قینہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پر سے گر پڑی سو اس کا سرورہم کر گیا تو بہت جراحتوں نے کہا کہ اگر اس کے سر کو چیر دے تو وہ مر جاوے گی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اس کو نہ چیر دے آج تو وہ مر جاوے گی اور میں سر کو چیر دے گا اور اس کو اچھا کر دوں گا سو اس نے اس کو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اس پر ضمان لازم ہو گا یا نہیں سو نجم الدین نے دیکھ کر تامل کیا پھر کہا کہ اس پر ضمان نہیں جب کہ چیرنا اذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہ ہو پھر نجم الدین نے کہا کیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیر مر جائے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اس کا خون نہا ہے تو ضمان دیت کا اس پر لازم ہو گا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہ ہو گا انتہی سوال و الجواب من القینہ میں کہتا ہے شرط ضمان کی معتبر نہ ہوئی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی کے انتہی حکم المصنف فی شرحہ کشف الظلمة واعتبار حالہ امی حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود

**باب الشہادۃ فی القتل**

یثبت للمورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود لتشفی الضرر وورک الثار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کے واسطے ثابت ہوتا ہے سر سے بطریق خلافۃ کے بدون سبقت ملک مورث کے اس واسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اس کا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتدا ہوتا ہے بطریق خلافۃ کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستند علی ہے پھر مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافۃ اس کی مستند نہیں تو خلافۃ کے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اس کے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسی طرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اس کے وارث اس کے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہو یا پھر ملک



نے اُس سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اس واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کے واسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت و قولہ تعالیٰ فقد جعلنا لولیہ سلطاناً نص فیہ اور حق تعالیٰ کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطاناً نصیح ہے اس میں یعنی وراثت کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اُس کے وارث کے واسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا و قال لا بطریق الارث کما لو انقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اُس صورت میں جب کہ قصاص منقلب بمال ہو جائے یعنی قتل خطایں و ثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا یصیر احدہم اسی احد الورثۃ خصماً عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافاً لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثر وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا اپنے آئندہ قول سے یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہ ہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جائیگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں برخلاف صاحبین کے والا اصل ان کل ما یملک الورثۃ بطریق وراثۃ ہم خصم عن الباقین وقائم مقام الكل فی الخصومتہ وما یملک الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصماً عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز کے مالک وارث ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا ہم جب یہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعویٰ کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہو گیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدی کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجتہ بقتل ابیہ مع غیبتہ اخیرہ یرید القود لا یقتید اجماعاً حتی یحضر الغائب لکنہ یجس لانہ صار متہماً بقتل مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ لے باتفاق غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جا دیگا اس واسطے کہ وہ متہم ہو گیا ہم امام کے نزدیک اس واسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعنی لیسنا ینال یقتل القاتل و قال لا یعیذ پھر اگر غائب بھائی حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسرے بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نہ کرے یعنی اس واسطے کہ ان کے نزدیک ملک وراثۃ بطریق میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے و فی القتل الخطا والحدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعویٰ قتل خطا اور حدین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور حدین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کو ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برز القاتل علی عفو الغائب فالخاص خصم لا یقلابہ مالا و سقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اس واسطے کہ قصاص منقلب بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ہم حاضر اس واسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اُس پر حق کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ عفو کے حاضر کا حق قصاص میں ساقط ہو گیا اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا تو جب اُس پر حکم ہو گیا تو غائب پر بیعاً حکم ہو گیا پھر اگر غائب آئے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اُس کا حق ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا فی القتل عمد ہما عمداً او خطا و الحال ان السیدین احمد ہما غائب فہو علی التفصیل سابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور مالک دو مالکوں میں ایک غائب ہے



تو اس کا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ہم یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاوے گا تو گواہی مقبول نہ ہوگی بدون اعادہ غائب مالک کے اور اگر قاتل گواہ لاوے گا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر غصہ ٹھہرے گا اور قصاص ساقط ہو جاوے گا و لو اخبر و لیا قود لعفوا خیرھا الثالث فہو ای اخبارہا عفو للقصاص منہما عملاً بزعمہا اور اگر قصاص کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو ان کا خبر دینا عفو قصاص ہے انھیں دونوں کی طرف سے ان کے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم اس واسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیوں کہ قصاص قسمت پذیر نہیں وہی ربا عیۃ فالاول ان صدقہا ای المجرین القاتل والاخ الشریک فلا شئی لہ ای للشریک عملاً بتصدیقہ و لہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مجرم وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اس کی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب اور دونوں مجرم بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں ہیں ہم اس واسطے کہ دونوں کا حصہ مل ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذبہما فلا شئی للمجرین ولا خیرھا ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مجرم بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہا القاتل و حصہ فلکل منہم ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مجرم دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقہا الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ اذہم بتکذیب القاتل ایہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ مجرم دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے ان کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اس واسطے کہ اقرار اس کا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب یعنی جب قاتل نے تیسرے بھائی کی تصدیق کی تو اس کا عفو کرنا ثابت نہ ہوا لہذا ثلث دیت اس کے واسطے واجب ہوئی ہم شایع نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے بھائی نے مجرمین عفو کی تصدیق کی تو اس کا حق قاتل پر نہ رہا معاف کر دینے کے سبب پھر ثلث دیت کیوں اس کے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اس کا اقرار قاتل کی تکذیب کا ثابت نہ رہا اس واسطے مستحق ثلث کا ہوا لکنہ لیفر ذلک الی المجرین استسنا نامہ والاصح زیلعی لانہ صار مقراً لہما بما اقر بہ لقاتل و لیکن ثلث مذکور مجرموں کی طرف پھیرا جاوے گا استسنا کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذافی الزیلعی اس واسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مجرم بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقرر ہو گیا جس کا قاتل نے اقرار کیا ہم یہ بیان ہے وجہ استسنا کا یعنی جب قاتل نے مجرمین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اس واسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہو گیا مجرمین کے دعویٰ عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب ہوا ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مجرمین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مجرمین کا حصہ منقلب ہوا ہو گیا تو اس کا مقرر ٹھہرا جس کا قاتل مقرر ہے کذافی شرح البوقایۃ طحاوی نے کہا نظر اس کا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرا اوپر خالد کے سودر میں پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسی طرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونوں مجرم بھائیوں کا ٹھہرے گا وان شہدا انہ ضربہ بستی خارج فلم یزل صاحب فراش حتی مات لقیقہ لان الثابت بالبینۃ کا ثابت معاینۃ ولایحتاج الشاہدان لقول انہ مات من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس کو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص یا جادیکا اس واسطے کہ جو شہادت ثابت ہے وہ اس کے مانند ہے جو مشاہدہ ثابت ہے تو اس کی حاجت نہیں شاہد کو کر لیں کہے کہ مقتول مر گیا اس کے زخم سے کذافی البزازیہ اس واسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف وان اختلف شاہدان قتل فی الزمان او فی المكان او الیہ او قال احدہما قتلہ بعضا وقال الآخر لم او ربما اذا قتلہ او شہدا حدیہما علی معاینۃ القتل والاخر



علی اقرار القاتل بہ بطلان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اس کو لاش سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار سے مارا گیا ایک شاہد معاذ قتل کی گواہی دے اور شاہد قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اس واسطے کہ قتل دو بار نہیں ہو سکتا ہم تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ قتل عمد کی دیت مدد کا برہنہ ہوتی و کذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما للیقین القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقیں کی ہر واحد میں پوری ہو اس واسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود و لو کمل احد الفریقین دون الاخر قبل الکامل منہما لعدم المعارضہ اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں خلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی و لو شہدا یقتلہ قالاجملنا اللہ تعجب الدیۃ فی مالہ فی ثلاث سنین شربنا لیسہ استمنا حملاً علی الاولی و ہوالدیۃ و کانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ قتل کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کہ انی الشربنا لیسہ بلیل استمنا لکتر پر محمول کرنے کے سبب اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اس واسطے کہ فعل میں فاعل کا عمد کرنا اصل ہے نہ خطا ہم قیاس یہاں یہ تھا کہ شہادت مقبول نہ ہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے محمول ہونے سے لیکن بلیل استمنا اور نصاب موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اس پر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہوں نے عقوبت مل جانے پر جو شرعاً مسیحیہ و خش کی دان اقرار کمل واحد منہما اسی من الرجلین اتہ قتله وقال الولی قتلتما جمیعاً لہ قتلہما عملاً باقرار ہما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے ان کے اقرار پر عمل کرنے کے سبب و لو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہما شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق و فسق الشاہد بطل شہادۃ ما فسق المقر لا یطیل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جائیں گی اس واسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب قاسق کہنا ہے گواہوں کا اور گواہ کا قاسق ہونا اس کی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مفکر قاسق اس کے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اس واسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا و لو قال الولی فی صورۃ الاقرار السابقۃ صدقتمالیس لہ ان لقیل واحد منہما لان تصدیقہ بالافراد کل بقولہ وحدہ اقرار بان الاخر لم یقتل بخلاف قولہ قتلتما لہ دعوی القتل بتصدیق فیتقلہما باقرار ہما زلیعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک مقرر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقرر کے تنہا قتل کہنے کی اقرار ہے اس کا کہ دوسرے نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی تو در حقیقت دونوں کا مذہب ٹھہرا بخلاف اس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اس واسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کرے گا ان کے اقرار کے سبب کذا فی الزلیعی و لو اقرار رجل بانہ قتله قامت البینۃ علی آخرانہ قتله قال الولی قتلہ کلہما کان لہ لول قتل المقروون المشہود علیہ لان فیہ تکذیباً لبعض موجبہ کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اس پر کہ دوسرے شخص نے اس کو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقدار مشہود علیہ دونوں نے اس کو قتل کیا ہے تو وارث کو مقرر کا قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اس واسطے کہ اس میں بعض موجب مشہود یہ کہ تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہم موجب مشہود یہ افراد ہے یعنی شہادت اس پر قائم ہوئی



ہے کہ غیر مقررہ شخص نے اس کو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشترک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفرادی اور تکذیب تنصیق سے شاہدوں کی اور تنصیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلہ وحدک کان لہ قتلہ تصادقہما علی وجوب القتل علیہ حصہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اس کو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اس مقررہ قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ فقط مقررہ قتل واجب ہونے پر وارث اور مقررہ دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے کہا لو قال ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ مشہودہ علیہ واما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دونوں سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ اس نے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اس نے تو اور گواہوں کی تکذیب کی وکذا حکم الخطا فی کل ما ذکر ذکرہ الزلیعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہے زلیعی نے لیکر عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شہد اعلیٰ رجل بقتلہ خطا وحکم بالمدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیاضاً من العاقلۃ الولی لقبضہ الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا اے الشہود علیہ لولی تمکم المضمون الذی فی ید الولی دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہو گیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول ہونے کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اس واسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں کا تاوان لیں اور گواہ وارث سے بھی لیں اس واسطے کہ گواہ مالک ہونے کے دیت دے کر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں ہے والشہادۃ علی القتل العمد فی ہذا حکم کا لفظ جارحاً یا بخیر الوارثۃ بین تھیں الولی المدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم اوجہوا القود وہو لیس بمال وقال یرجعون کا لفظ جارحاً اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر حسب مقتول مفروض زندہ آوے گا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں اس میں مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اس لیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہیں اور حاجت میں لے گیا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لیں گے قتل خطا کے مانند مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اس واسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہ واقع ہو گیا اور شبہ قصاص کا مستقط ہے کذا فی الطحاوی ولو شہد اعلیٰ اقرارہ اسی اقرار القاتل بالخطا او العمد ثم جارحاً او شہد اعلیٰ شہادۃ غیر ہما فی الخطا وقضی بالمدیۃ علی العاقلۃ ثم جارحاً لم یضئنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتهما ومن الولی المدیۃ فی الصورتین للعاقبۃ اذ ظہر انہما منہم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے شہادۃ کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کہ فی الطحاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اس واسطے کہ گواہی میں ان کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت کا ضمان دے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا اس کے زندہ ہونے سے کہ اس کے وارث نے مددگاروں کو ناحق خون بہایا والمعتبر حالۃ الممی فی حق المل والفضائل الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تیر لگنے کی حالت میں اس واسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب ہوتا ہے تیر مارنا اس واسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کی تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوڑنے کے بعد آدمی کا اصلاً اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہرے تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحاوی وحینئذ فتجب المدیۃ بالحق القود للثبوت برد الممی الیہ قبل الوصول وقال لا حقی علیہ ورجب کہ تیر اندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیر اندازی



کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہونے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ یہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں م صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر دیت اس کی واجب اس واسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اس کے مسلمان ہونے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں م یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اس کی دیت واجب نہیں اس واسطے کہ تیر اندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اس حالت میں اس کا خون مباح تھا نہ معصوم و تجب القیمۃ لبعثۃ بعد المرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہونے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے م یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت نکالنا واجب ہوگی نہ خون بہا آزاد کا اس واسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا و یجب الجزاء علی محرم مرمی صید الفل فوصل لا علی حلال رہا فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جس نے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر پھوڑا پھر اس نے احرام ترک کیا پھر اس کے بعد تیر شکار کو لگا اور اس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جس نے شکار کو تیر مارا پھر اس نے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من مرمی مقصدا علیہ برجم فزج شادہ فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں جس نے اس شخص کو تیر مارا جس کے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر اس کی زنا کاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اس کے بعد اس کو تیر لگا م ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اس واسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو مال دیتا ہے کذا فی الطحاوی و حل صید ماہ مسلم فتجب فوصل اور حلال ہے وہ شکار جس کو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا لایکل ماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعبر حالۃ المرمی حلال نہیں وہ شکار جس کی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اس کے تیر شکار کو لگا اس واسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی م یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی تغزیہ مسائل حیرت انگیز ہیں بطور پہلی کے اسی جان لومات مجنبہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ نقل ختان قطع الخشفۃ باذن ابیہ کون جنایت گر ہے اگر جنایت کردہ مر جائے تو اس پر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اس کا جواب دے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جس نے صغیر کی سبھاری قطع کر ڈالی اس کے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اس نے خطا سے سبھاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا اسی انسان لقطع اذ نہ تجب نصف الدیۃ و لقطع راسہ نصف عشر و نقل نہیں خرج راسہ فقط فعفیۃ الغرۃ کون آدمی ہے جس کے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اس کے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ پیٹ کا وہ بچہ جبکہ فقط سر نکلا سو اس کو قطع کیا تو اس میں عذہ ہے یعنی پانسو دینار م دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اس کا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اس وقت ہے جب کہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے زندہ کذا فی الطحاوی اسی شیء یکجب باتلاف دیۃ و ثلثۃ اخماسا نقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جس کے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ م اس کا بیان کتاب الدیات میں مفصل آدے گا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحکیم





# کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لاسم للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونہا اصطلاح شرع میں اس مال کا ناکہ ہے جو جان کا بدلہ ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے معنی مفعول اس کا کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہاء کے نزدیک لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عفو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس والارش اس مال کا ناکہ ہے جو سوائے جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو م اور گاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثر می یہی ہے جو شارح نے بیان کی دیتہ شبہ العمدۃ من الابل ارباعاً من بنت مخاض و بنت لبون و حقۃ الی جذعۃ باوخال الغایۃ اور دیت شبہ عمدہ کی سواونٹیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المخلطۃ لا غیر اور یہی دیت مغلطہ ہے نہ سوائے اس کے م یعنی اس کے سوا چاندی سونے سے شبہ عمدہ کی دیت نہیں شرعاً لہذا یہ ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ فی الخطا اخصاً منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سواونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے م یعنی ۲۰ اونٹیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چار سالہ اور ۲۰ اونٹ زہر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرة الاف درہم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار میں سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے م قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمدہ میں اختیار نہیں وقال الشافعی ۱۲ اثنا عشر الفا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہے وقال منسا ومن البقر مائۃ بقرة ومن الغنم الفاشۃ ومن الحبل مائۃ حلة کل حلة ثوبان ازار و درواہ ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار بکریاں اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑے نہیں اور سداہل ہے یعنی گرتا اور پا جامہ بران میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسکی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے و کفار تہما اے الخطاء و شبہ العمدۃ عتق من فون فان عجز عنہ صام شہرین ولا ادوا اطعام فیہا اذ لم یرد بہ النص والمقادیر تو قیضۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمدہ کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پورے روزے رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مسکین کا کھانا دینا جائز نہیں اس واسطے کہ نص قرآنی اس میں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ تو قیضی ہیں یعنی نہیں شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اس میں قیاس مجتہد کو مطلقاً دخل نہیں وصح اعتاق ربيع

۱۲ ایک نسخہ میں عتق کے بعد رقبہ بھی ہے



احد الوسمین لانه مسلم تبعاً لا المجنہن اور صحیح ہے آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا جس کا باپ یا ماں مسلمان ہے اس واسطے کہ وہ مسلمان ہے  
 باپ یا ماں کا ساتھ دے کر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں و دیت المرأة علی النصف من دیت الرجل  
 فی دیت النفس و ما دونها ردی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفاً و مرفوعاً اور عورت کی دیت نصفاً نصف پر ہے مرد کی دیت  
 سے جان کی دیت میں بھی اوزجان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مردی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع  
 بھی موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عقل المرأة علی النصف من  
 عقل الرجل فی النفس و فیما دونها اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیت المرأة  
 علی النصف من دیت الرجل کذا فی شرح البدایہ للیعنی والذی والمتامن و المسلم فی الدیت سوا عرلاً فالشافعی و صحیح فی الجوهرة انه  
 لادیت فی المتامن و اقرہ فی الشربکالیہ لکن بالتسویۃ ہزم فی الاختیار و صحیح الزلیعہ اور کا فز میطیع الاسلام اور متامن یعنی جو کہ فرحرب  
 و الاسلام میں آوے پناہ لے کر اور مسلمان دیت میں برابر میں برخلاف شافعی کے اور جو ہرہ میں اس کی تصحیح کی ہے کہ متامن میں دیت  
 نہیں ہے اور شربکالیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور متامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول  
 کو صحیح کہا ہے زیلعی نے فی النفس خبر المبتدأ و ہو قولہ الا فی الدیت اور جان میں یعنی جان کے قتل خطایں دیت ہے شارح نے  
 کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اس کی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدأ کی یعنی دیت کی والالف و مارہ و ارنبتہ و قیل فی ارنبتہ حکومت عدل  
 علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے زم منتقون میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سر بینی  
 کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر و الحشفۃ اور آلت تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے  
 میں پوری دیت واجب ہے م قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا ان پر قیاس ہے مبسوط  
 میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اس میں کمال دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں  
 کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور  
 ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے  
 اور ایک کے قطع سے دو اہل حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشم والذوق والسمع والبصر واللسان ان  
 منع المنطق افاد ان فی لسان الاخرس حکومت عدل جوہرۃ و ہذا ساقط من نسخ الشرح فتنہ اور ازالہ عقل اور سوٹکھنے اور چکھنے اور دیکھنے  
 میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع لطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ  
 گوئی کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوهرة اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے  
 تو آگاہ رہیو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جائے  
 تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اس واسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گوئی کی  
 قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اس لئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے  
 سہ ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا دیت عورت کی نصف ہے بہ نسبت دیت مرد کے نفس میں اور نفس سے کم میں ۱۲  
 سہ معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد سے ۱۳



قطع آرتناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں اور چنم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے محمد میں نہ خونہا خطا میں بلکہ اس میں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اس کا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چارہ قول کا حکم کیا کذا فی المعنی اومنع اوارا اکثر الحروف والاقسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء الثانیۃ والعشرون او حروف اللسان الستۃ عشر تقسمان فما اصاب الفأنت یزمرہ وقامرہ فی شرح الوہبانیۃ وغیرہ یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے جب کہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اس میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جس قدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہنچنے کی ایک قدر جانی کو لازم ہوگی اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیۃ وغیرہ میں مذکور ہے منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدرے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نہ نکلا بقدر اس کے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حرف یہ ہیں ت ت ج ذ ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحاوی ولحیۃ حلقۃ فلم تنبت اور اس ڈاڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اس کے بال نہ جھے پوری دیت ہے م اس واسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی ڈاڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ولولعل سنۃ فان مات فیہا بری اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مر گیا تو مونڈنے والا ڈاڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وہی نصفنا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومت عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصبح اور آدمی ڈاڑھی مونڈنے میں آدمی دیت ہے اور آدمی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے موچہ میں اور غلام کی ڈاڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شئی فی یحیۃ کوسج علی ذقۃ شعرات محدودۃ ولو علی خذہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومت عدل ولو متصل فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اس کھو سے کی ڈاڑھی مونڈنے میں جس کی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اس کے رخساروں پر بھی بال ہوں ولکن متصل نہ ہوں تو اس میں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الرأس کذلک ای اذا حلق ولم یثبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومت عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جب کہ سر کے بال پر درود زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جھیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اس میں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولوبات قبل تمام السنۃ ولم یثبت فلاحی علیہ کشر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالوں میں مطلقا قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمدتاً ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جھیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سو اے قزیر کے کذا فی الطحاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں والعینین والسفتین و الحاجین والرجلین والاذنین والانیسین اے الخفین وثیدی المرأة وعلیتہا والایتین اذا اسلما والافحکومت عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں بھوڑوں اور دونوں پاؤں اور دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں



کی دونوں چھاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوڑوں کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اس میں حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المرأة من الجانبین الدیۃ و فی تدی الرجل حکومت عدل اور اس طرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل سے قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے کہ ہڈی تک پہنچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحاوی و فی کل واحد من ہذہ الاشیاء المردودۃ نصف الدیۃ اور ان دو ہری چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹ یا ایک بھول یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوڑے کاٹنے میں نصف دیت ہے و فی اشعار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم شین وفتح الجفن والحدب الدیۃ اذا قلعا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں سے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھڑیں اور پھر نہ جھیں شارح نے کہا اشعار جمع ہے شفرۃ کی بضم شین اور فتح بھی اس کا جائز ہے شفرۃ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے مطلق شفرۃ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اس واسطے کہ پلکوں اور ان کے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے و فی احدہما رجباً اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے مگر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں و لو قطع جفون اشعاراً فذیۃ واحدة لانما کشی واحد اور اگر قطع ہوں پلک ان کے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اس واسطے کہ پلک اور ان کے بال ایک چیز کے مانند ہیں مگر شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشعار کذا فی الطحاوی و فی جفن لا شفرۃ علیہ حکومت عدل مکن المعتد ان فی کل دیتۃ کاملۃ جفتا و شفرۃ اور اس پلک میں جس پر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اس کے بال مگر طحاوی نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اس میں حکومت عدل مجر کو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتد مذکور کو کس نے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شفرۃ کے شفرۃ بالفارسی و فی کل اصبع من اصابع الیدین والرجلین عشرۃ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ م ابو داؤد و ابن ابی نعیم ابو یوسف اشعری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی ابی نعیم و یافینا مفصل فقہی احد ماثلث دیتۃ الا اصبع ونصفھا اے نصف دیتۃ الا اصبع لو فیہا مفصلان کالاسام اور جس انگلی میں مفصل اور جوڑتین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑتین چنانچہ انگلی میں و فی کل سن یعنی من الرجل از دیتۃ سن المرأة نصف دیتۃ الرجل جو مہرۃ خمس من الابل او خمسون دیناراً او خمسۃ درہم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درہم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اس واسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدمی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیتۃ لوحد او نصف عشر قیمۃ لو عبد دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اس کی دیت کے دسویں حصہ کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ م دیت اس وقت ہے جب کہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمدتاً ہے تو اس میں قصاص ہے اور دیت میں سب دانت برابر ہیں



بدیل اس حدیث مرفوعہ کے جو بزاز میں ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی المعنی فان قلت تزیید حینئذ دیت  
الاسنان کما علی دیت النفس ثلثہ اثنا سہا قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنفس علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرہ اور فی الغایۃ  
وہیں فی البدن ما یجب تبغویۃ اکثر من قدر الدیت سو سے الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ مٹھری تو سب دانتوں  
کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تین ٹیم جیسے دیت کے میں کتا ہوں کہ ہاں زیادہ ہوتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں  
اس واسطے کہ وہ ثابت ہے نفس حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں مذکور ہے اور غایۃ میں ہے اور بدن  
میں وہ عضو نہیں ہے جس کے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوائے دانتوں کے ہم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں  
۲۰۔ اضراس یعنی داڑھیں اور چار ایناب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواہک یعنی جو دانت کہ منہ کے  
وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور  
دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم کذا فی المطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد وجدوا جذارۃ فکون اسانہ تساو لثین  
ذکرہ القستانی قلت وحینئذ فللمکوج دیت وخمسا دیت وغیرہ مادیتہ ونصف او ثلثۃ اثنا سہ اور گاہے ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی  
دندان خروجن کو بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے ہیں تو اس حساب سے ۳۴ دانت ہوتے ہیں یہ ذکر کیا ہے قستانی نے میں کتا ہوں اور  
اس وقت میں کھوسے دانتوں میں ایک دیت واجب ہے اور دو خمس دیت کے اور کھوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہے  
یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہیں م مغرب میں ہے کو سج یعنی کھوسا معرب ہے جس کے ذقن پر بال ہوں نہ ضار دل پر  
اور صمعی نے کہا کو سج وہ ہے جس کے دانت کم ہوں اور یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ سے قستانی میں ہے کہ کو سج کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں  
اور یہی شناخت ہے اس کی تو کھوسے کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قستانی میں ہے کہ اگر ۳۲ دانت  
اکھاڑے جاویں خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۱ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور نصف  
دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے جاویں تو دیت اور چار خمس واجب ہیں یعنی اسٹارہ ہزار درم کذا فی المطاوی  
وعلت ان المرأة علی النصف فبصر اور حید بار تو معلوم کر چکا ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبر دار رہو و تحجب دیت  
کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بغرب منارب کید ثلثت و عین ذہب ضواہا و صلب القطع ما وہ اور دیت کال جب  
ہے ہر ایک اس عضو میں جس کی منفعت جاتی رہے کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور  
بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدر سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی و کذا لو سلس بولہ او اعدبہ ولو زالت المحوۃ  
فلان علیہ و لیس فی اثر الضرب محوۃ عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اس کا جاری ہو گیا بند نہیں ہوتا  
یا اس کو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کو بڑ زائل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کو بڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اس میں حکومت  
عدل ہے و تحجب حکومت عدل بالتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہے  
اس عضو کے تلف کر ڈالنے میں جس کی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب منارب سے پہلے بشرطیکہ اس عضو میں جمال اور خوشنائی نہ ہو چنانچہ  
لجاءتہ یعنی نہ اس میں منفعت ہے نہ خوشنائی تو اس کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اور شہہ کمالا ان کان فیہ جمال  
کالاول الشاخصۃ ہواطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنائی ہو چنانچہ



گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے میں اطمینان دہی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخص ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخص یعنی طرش مذکور نہیں کیا اتنے میں کہتا ہوں وباللہ التوفیق کہ شاید شارح نے یوں کہا ہوگا وہو الا طرش یعنی در حالیکہ اونچے کان والا ہر اسے سماعت نہیں رکھتا طرش بر وزن فحش بمعنی گراں گوش لغت میں ثابت ہے عجب نہیں کہ سوکاتب سے طرش کا الف اور واو حالیہ کتابت میں رہ گیا ہو والا ہو الا طرش کا محصل مفہوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرائی گوش شخص یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وحسب ما لوالصقہ فالنجم فی اوخر هذا الفصل اور اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسند آوے گا کہ اگر عضو کو چپکایا پھر گوشت جم گیا

## فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی و تحقش الشجۃ بالیون بالوجه والراس لغة اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے فرق تک اور تحت فرق موضع شجہ نہیں اور وارسی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالم گیر جموی نے کہا حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت طحی شجہ نہیں اس واسطے کہ وجہ اور راس اکثر مشکوف رہتے ہیں تو ان کے زخم میں نہایت عیب اور بدنامی ہے و مایکون بغیر ہما فجراحتہ اے شمی جراحتہ دنیا حکومت عدل مجتبیٰ و مسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اس میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبیٰ و المسکین وہی اے شجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصہ بمہلات وہی التي تحصر الجلد اے تحذ شہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بجار مملہ و دار مملہ و صا و مملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جس میں کھال مخدوش ہو جائے یعنی چھل جائے ہندی میں اس کو کھرو نچا کہتے ہیں والد امة مہلات التي تظهر الدم کالد مع ولائیدہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مملہ و عین مملہ دامعہ وہ زخم ہے جس میں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جائے اور خون کو نہ بہاوے والد امة التي تید اور تیسرا زخم دایہ ہے جو بطن کو بہاوے والیا صفة التي تبضع الجلد ای تقلعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والممتلا حمة التي تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسحقاق التي تصل الی السحقاق ای جلد رقیقہ بین اللحم و عظم الراس اور سحقاق وہ زخم ہے جو سحقاق تک پہنچ جائے سحقاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحة التي توضع العظم ای تلمحہ اور موضحة وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جس میں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جائے والباشمة التي تشتم العظم اے شکسو اور باشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلة التي تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اس کے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والامة التي تقفل لیسہم الدماغ وہی الجلد التي فیما الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمد ہے جو ام الدماغ تک پہنچ جائے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جس کے اندر دماغ ہے یعنی بیجا و بعد بالدماغ یعنی معجمہ وہی التي تخرج الدماغ ولم یذكر ما محمد للموت بعد عادة فتكون قتلاً لا شجاج فعلم بالاستقراء بحسب الآثار انما لا تزيد علی العشرة اور جراحت آمد کے بعد گیا رصویں جراحت دامعہ ہے یعنی معجمہ اور دامعہ وہ زخم ہے جو بیسے کو نکال دے اور دامعہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ اس کے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامعہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو نقص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی الموضحة نصف عشر الدیۃ ای بظہیر

۱۲ قاسم میں اطروش بالضم بڑا دق داؤ لکھا ہے اور صراح میں بدول داؤ کے مگر بر وزن الفعل کہیں نہیں لکھا یہ سہو ہے مترجم اول کا ۱۲

۱۳ اور ایک نسخہ میں خبرج ہے بجائے تخرج کے یعنی جو دماغ کو زخمی کر دے ۱۳



اصلح والا فہی حکومت عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضعہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلح نہ ہو یعنی اس کے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اس میں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اس واسطے کہ اصلح کی کمال غیر اصلح سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القستانی عن الذخیرۃ وفی الماشیۃ عشر ما وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الامۃ والجماعۃ ثلثا اور جراحت امہ اور جراحۃ میں تہائی دیت کی واجب ہے م جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زلیعی میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ سینہ ہوتا حلق کے اوپر آستی سراج و اج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہنچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہنچے جہاں تک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اس کے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ان اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلت تناسل کا پیٹ تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحاوی فان نقت البجائفۃ قلنا لانہا اذ انقت صارت جائفۃ فیجب فی کل ثلثا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اس واسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو وہ جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصۃ والدامۃ والدایۃ و الباضۃ والمتلاحمۃ والسحاق حکومت عدل اذ لیس فیہ اشارۃ من جہۃ السمع ولا یکن اہرا فوجب فیہا حکومت عدل اور حارصہ اور دامۃ اور دامیہ اور باضۃ اور متلاحمہ اور سحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شائع کی جانب سے اور ان کا رائیگاں چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو ان میں حکومت عدل واجب ہوئی م مصنف علیہذا ان میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ مادون موضعہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی اسی حکومت عدل ان میں مقرر کم مقدار ہذہ الشیخۃ من الموضوحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ النکری وصحۃ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تال کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضعہ سے تو بقدر اس کی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرنی کا اور صحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے م چونکہ موضعہ کی دیت شرعا اقل ثابت ہے شہاج سے لہذا اس کو مقیس علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی تو صحیح یہ ہے کہ مثلاً باضۃ کو تال کیا کہ موضعہ سے کسی قدر ہے تو اگر اس کی مقدار ثلث ہے موضعہ سے تو موضعہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہوگی و علی القیاس وجہ صحیح قول کرنی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قالہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر موفقتا لتفاوت بین الیتمیین فی الحر من الدیۃ و فی العبد من الیتمۃ فان نقص الحر عشر فتمۃ اخذ عشر دینہ و کذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الاس کو غلام قرار دے کر بدوں اس زخم کے اس کی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اس کی قیمت معین کی جائے پھر جس قدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اس کی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ہواکی ہذا لتفاوت ہی اسی حکومت عدل بہ یعنی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والیطۃ والدید



والی نریہ وغیرہ و ہر جم بہ فی الجمع وہ یعنی تفاوت بین العیتمین وہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ  
 و ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہ میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے م اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئینہ ثلثہ کا اور  
 اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتماع سے کذا فی العینی و فی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرمی لوالجناۃ فی وجہ در اس فحیث یفتی بہ  
 دلوں نے غیر ہما و تفسیر علی الفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقاً لانه یسر انتہی و نحوہ فی الجوسرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرنی کا قول تو خاص  
 کی صورت میں مستقیم ہے جب کہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اس وقت میں کرنی کے قول پر فتویٰ ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ نہ خم ہو یا  
 مفتی پر مشکل پڑے موضع پر قیاس کرنا کرنی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتویٰ دے مطلقاً اگرچہ جرحاً چہرہ اور سر میں ہو اس واسطے  
 کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت کے بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومتہ ہو یا محتاج  
 الیہ من السفقتہ واجرة الطیب والادویۃ الی ان میر اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جس کی حاجت پڑے منجد خوراک اور  
 حجت جرح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک م طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد  
 نہیں ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحة عمداً اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحة عمدائیں م شجاج مانوق موضحة یعنی  
 انتمہ اور منقلہ اور آمد میں بالاتفاق قصاص نہیں اور مادون موضحة یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضہ اور متلاحمہ اور سحاق کے قصاص میں اختلاف  
 ہے جو مغرب مذکور ہوگا والا تو ذنیہ لیسو سے العمد والخطا فیہ اور جن شجاج میں قصاص نہیں اس میں عمدہ اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمدہ  
 میں واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا فی الطحاوی عن المیطلکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحة ایضاً ذکرہ محمد فی الاصل وہو  
 الاصح و درر و مجتبے وابن اکمال وغیرہ لامکان المساواة بان یسبر غور البیارات ثم یتخذ حدیۃ بحدۃ فیقطع لکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان  
 شجاج میں بھی جو موضحة سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضہ اور متلاحمہ اور سحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسن نے اصل  
 یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحة کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن اکمال وغیرہ اس واسطے کہ شجاج مذکور میں برابری  
 کا ممکن ہے اس طرح کہ زخموں کا عمق اور گہرائی امتحان کیا جائے کہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لی جائے بقدر اس کے پھر  
 اتنا قطع کیا جائے کہ کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجر ورج قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن  
 ہے کذا فی العینی و ششی فی الشر بنیالیۃ السحاق فلا یقاوا جماعاً کما لا یقود فیما بعد کما لا شتمہ والمنقلۃ بالاجماع وعزاه للجوسرۃ فلیحفظ اور شربندیہ  
 میں سحاق کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس میں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحة چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شربندیہ  
 نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبی ولا توذنی جلد اس و بدن و لحم و حد و طین و ظہر پھر زادی  
 نے مجتبئی میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں م شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایۃ  
 ہے یا جلد اس سے قطعاً سحاق مراد ہے عالم گیری میں محیا سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں  
 ان میں حکومت عدل ہے جب کہ بڑی کھل جائے یا ٹوٹ جائے بشرط بقا اثر اور اگر جرحاً حیات کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اس  
 میں کچھ نہیں اور محمد کے نزدیک تا حصول سحت قیمت مصارف کی لازم ہے کذا فی الطحاوی و لانی لطمۃ و وکرة و وجاہۃ اور نہ قصاص ہے  
 طمانچہ مارنے اور کی مارنے اور ضربید میں م عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں و فی سلخ عبد الوہب کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال کھانے  
 میں پوری دیت ہے و فی کل اصابع الید الواحدۃ نصف و تہ و لو مع الکف لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں



کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں متبیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اس واسطے کہ متبیلی انگلیوں کے تابع ہے م نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیت لکھ و حکومت عدل نصف الساعد و کذا لسان اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے متبیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤں کی انگلیاں آدمی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہے و فی قطع کف و فیما اصبع او اصبعان عشر یا او خمس لاف و نشر مرتب اور اس متبیلی کے قطع میں جس میں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں سوال حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں سوال حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شئی فی الکف عند ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اعلیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شئی فی الکف بالاجماع اذ لا کثر حکم الکل اور کچھ واجب ہیں قطع کف میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں بلکہ اتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے م یعنی جس طرح کف میں کچھ واجب نہیں جب کہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلہ کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اس واسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں سوال حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی المطاوی و فی جواب الفتاویٰ صرب ید رجل و برئ الا انہ لا فصل یدہ الی قفاه بقدر النقصان یؤخذ من جملۃ الید ان نقص الثلثان فثلث الید و کذا و اقروہ المصنف اور جواب الفتاویٰ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چمکا ہو گیا مگر یہ کہ اس کا ہاتھ گردن کے نیچے نہیں پہنچتا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاوے گا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہوں گے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے روئیں کیا ہے ولو قطع مفصلاً من الاصبع فثلث الباقی او قطع الاصابع فثلث الکف لزم دیت المقطوع فقط و سقط القصاص فافہ وان خلاف الدرر کذا ذکرہ الشربلانی و سبحی متنا اور اگر انگلی کی ایک پلہ مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہو گئی یا انگلیاں قطع کیں سو متبیلی خشک ہو گئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اس کو سمجھ لے اگرچہ یہ قبول درر کے مخالف ہے ایسا بیان کیا ہے شربلانی نے اور آگے متن میں آوے گا م نہایت میں شرح مطاوی سے اجماعی مسئلوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہو گیا اس کی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع سے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی المطاوی و فی الاصبع الزائدة و عین البصر و ذکرہ و لسان ان لم یعلم صحیحہ بنظر فی العین و حرکتہ فی الذکر و کلام فی اللسان حکومت عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی آنکھ اور آلت ناسل اور اس کی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت و سلامتی اس کی معلوم نہ ہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلت ناسل میں جنبش کرنے سے اور نہ بان میں بولنے سے م نہ انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصمۃ فکبار فی خطابہ او عدا فثبت جیمۃ او باقرار الہامی وان انکر او قال لا اعرف صحیحہ حکومت العدل جو ہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطایا عہد میں جب کہ گواہی سے

۱۲ ایک نسخہ میں مذکور ہے



جانی کے اقرار سے ثابت ہوا کہ وہ شک ہو یا کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجواب  
 دخل ارش موصیۃ او میریت عقدہ او شجر راسہ فی الدیۃ لدخول الجوز فی النکل لمن قطع اصبعاً فثلث الید اور اس موضع کی دیت  
 کے صدر سے عقل اس کی یا اس کے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی بسبب داخل ہونے جز  
 کے کل میں مانند اس شخص کے جس نے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو  
 اوے گی عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اس واسطے کہ انتفاع بدول عقل کے متصور نہیں تو  
 یا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنع وان ذہب سمعہ او بصیرہ او لفظ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفہ بخلاف العقل لعود لفظہ للنکل اور اگر جراحت موضع  
 سے اس کی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضع کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہوگی اس واسطے کہ سماعت اور بصارت اور  
 بایں اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اس واسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرنا ہے مگر سمع اور بصیر اور گویائی  
 منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوتی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئے تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہوگا تو موضع کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ  
 جدا واجب ہوگی ولا قود ان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہا اور قصاص نہیں اگر موضع سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ  
 دونوں میں یعنی موضع اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے مگر صاحبین کے نزدیک موضع میں قصاص اور آنکھوں میں دیت  
 ہے ولا یقطع اصبع شل جارہ خلافا لہا اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جس کے پاس دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں  
 منوکی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی ان کے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحاوی ولا  
 یصح قطع مفصلہ الا علی قتل یا بیتی من الاصابع بل دیتہ المفصل والحوکمۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جس کا مفصل  
 علی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہو گئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے مگر یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے کہا تھا  
 دین میں آوے گا ولا قود کبیر نصف من اسود او اصفر او احمر باقیہا بعد کسر ابل کل دیتہ السن اذافات منفعة المضغ والافو مہاری  
 والکلم فالدیۃ ایضا والا حکومت عدل زیلعی فقول الدرر والافلاشی فی فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جس کا نصف  
 قی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جب کہ چیلنے کی منفعت فوت ہو جائے اور اگر چنانچہ فوت  
 نہ ہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو  
 درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چنانچہ فوت نہیں ہے تو اس میں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے مگر خلل یہ ہے کہ اس میں لغنی مطلق مذکور ہے  
 حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم فوت مضغ اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے بدنائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح الزیلعی  
 ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلیین تباہین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتفقت شہدین فارش احدہما  
 یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں  
 تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جب کہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف  
 کر دے چنانچہ جراحت موضع سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے مگر زلیلعی میں ہے کہ اہم کے نزدیک  
 قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو  
 میں باوجود موجب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ



بعد مضمیٰ حول تم نہایت بعد ذلک لبتین الخطا حینئذ سقط القود للثبوت اور دیت واجب ہے اس شخص پر جس نے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گزرنے کے بعد پھر بعد اس کے اس کا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اس وقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہ کے سبب سے یعنی شبہ وجوب قصاص سے دانت جھنے سے پہلے دینی الملتقی دیتانی نے اقصاص العین والحدود حوالہ کذا لوضرب من فتحک لکن فی الخلاصۃ البکیر الذی لایرجی نباتہ لایوجل بہ لیفتی قلت وقد یوفی بما نقد المصنف وحیز من النہایۃ الصیح تاویل البالغ لیرأی الی سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکہ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسی طرح انتظار کرے چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اس میں تاویل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور کا ہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے جس کو مصنف وغیرہ نے نہایت سے نقل کیا ہے کہ قولہ صیح یہ ہے کہ تاویل بالغ کی اس کے چلنے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاویل ایک سال کی اس واسطے کہ دانت کا جہاں بالغ میں نادر الوقوع ہے وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاویل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاویل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاویل الی الصحتہ ہے لیکن تعبیر بلفظ صیح اس کے مفید ہے کہ سال کی تاویل میں خلاف ہے عالمگیر میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضحہ دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایک سال انتظار نہ کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صیح پہلا قول ہے انتہی اور ندرت ثابت کی تعمیل اس کی مفید ہے کہ موضحہ میں اور مجرد دانت میں ایک سال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحاوی او قلھا فردت اکیروا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق لکما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اس کو رکھ دیا اور اس پر گوشت جم گیا تو دانت کی کما دانت واجب ہے اس واسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جس طرح پہلے تھیں و فی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفوخۃ والجمال لاشی علیہ کما لو نبتت اور نہایت میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفوت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے و کذا الاذن اذا الصقہا فالتحت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح کان جب کہ اس کو قطع کے بعد چپکا یا لینے ٹٹکے دے کر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اس واسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تو کذا فی الدرر الا ان قلعوت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عنہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر واپس دوسرا دانت جم اٹھا تو ہاگ کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین م صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جھنے میں پوری دیت ہے اس واسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے ولونہت محوۃ حکومت عدل اور اگر دانت ٹیڑھا ہوا تو اس میں حکومت عدل ہے ولونہت الی النصف نفعیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جماتو اس پر نصف دیت واجب ہے ولاشی فی ظفر نہت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جس طرح کہ پہلے جم اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جماتو اس میں حکومت عدل ہے اس واسطے کہ شرع میں اس کی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحاوی سن الاختیار والتم شجہ او التخم حرج حاصل ذلک لضرب ولم یبق لہ افرانہ لاشی تینہ یا سر کا زخم بھر کر چپکا ہو گیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چپکا ہو گیا اور اس کا نشان باقی نہ رہا تو اس میں کچھ دیت نہیں م اس واسطے کہ موجب دیت کا بدنائی اور زوال نفع ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹ جانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک خیر فاحش میں اور دشنام مولم میں کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومت عدل وقال محمد قد رما حقہ من النقیۃ



ان پیرا من اجرة الطیب وخن الدواد اور ابو یوسف نے کہا کہ جارج پر درو کا خون بہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمدؐ نے کہا جس قدر زخمی کو قہقہہ لائق ہوا ہے صحت ہونے تک طیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارج پر لالام ہو گا وہی شرح الطحاوی منقول اسے ابو یوسفؒ ارش الالم باجرة الطیب والمداد فطیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقد قدما نحوہ عن المجتہدین اور کتبہا عنہ روایتیں فقہیہ اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنی خون بہانے درد کی تفسیر اجرت طیب اور دوات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے قول میں مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہ اسے مصنف وغیرہ نے میں کہا ہوں اور البتہ مانند اس کے ہم پہلے ذکر کیے ہیں مجتہد سے صاحب مجتہدی نے اس مسئلہ کی شرح میں ابو یوسف سے دو روایتیں مذکور کی ہیں سو خبردار رہیوم درد روایتوں سے ایک روایت محمدؒ کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کی جائے پھر اس کی قیمت اس درد کے ساتھ کی جائے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الخطا ولایقا وجرح الالبعد مبرہہ خلافا للشافعی اور قضا میں یا جاتا زخم کا مگر اس کے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے مسمدا احمد اور دارقطنی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قضا میں لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جائے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات میں انجام ان کا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مر جائے تو اب جراحات قتل ہوگی تو زخم ہونا بدول صحت کے نہیں معلوم ہو سکتا کذا فی المنع و محمد الصبی والمجنون والمعتوه خطا بخلاف السکران والمغنی علیہ اور صغیر اور مجنون امدید فہم اور بیوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے کہ ان کا عمد خطا نہیں و علی عاقلۃ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاكثر ولم یکن من العجم والافق مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد میں اس کے مددگاروں پر دیت ہے اگر دیت بیسویں حصہ تک ہو نیچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہ ہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسویں حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارة ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نہ کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے مگر کفارہ اس واسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہیں ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقۃ علی الملتقۃ اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص میں قتل کیا جاوے گا اور بعضوں نے کہا کہ قتل نہ ہوگا اور اس کا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعاھا یقتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلى عاقلۃ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر و مستحقۃ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اس کو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہو اور دانت نہ نکلا تو اس کے مددگاروں پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہے تو خود اس کے مال میں دیت ہے اور ہم مجبوروں کے دیت کی تحقیق بیان کریں گے کتاب المعاقل میں صحت فائدہ ضروریہ حکومت العدل لا تتحملها العاقلۃ مطلقا علی الصبیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتارخانیۃ حکومت عدل کو عاقل یعنی جاتی کے مددگار متحمل نہیں ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنی خواہ حکومت عدل موضع کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر میں ہے منسوب بقاوی تا تارخانیہ

فصل فی الجنین | یہ فصل ہے بچہ شکی کے مسائل میں جنین اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ میں ہے ضرب لطن  
امرأة حرة حال خرج الامة والبهیۃ ویسبے حکما قلت بل الشتر طحرۃ الجنین دون امہ کامة علقۃ من سیدہ  
او من المغرور فغیر الغرة علی العاقلۃ درر عن الزلیعی فالعجب من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا تارخ



نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور غلام کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم آگے آوے گا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اس کی مال کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اس کے بچہ مر جانے میں عترة یعنی دیت ہے قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدررین الزلیعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اس نے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہے یہاں اس کے مخالف بیان کیوں کیا م ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تئیر میں ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحاوی ولو كانت المرأة کتابیة او محبوسة او زوجة فالقتل جنینا میتا حرا و جب علی العاقلۃ عترة عترة الشتر اولہ بذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا عجمی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صد ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر عترة واجب ہے شارح نے کہا عترة شتر عبارت ہے اول شتر سے اور یہ دیت جس کا عترة نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے م شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی عترة بضم غین معجم و تشدید ما عبارت ہے عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی بسوط میں ہے کہ بدل جنین کا عترة نام رکھا اس واسطے کہ اس میں غلام کا دنیا واجب ہے اور غلام کو عترة کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کے موافق مذکور ہے کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیتہ الزل لوکا الجنین ذکر عشر دیتہ المرأة لو انشئ کل منھا خسماتہ درسم عترة عبارت ہے دیت کے بیسویں حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہوا اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہوا اور دونوں پانسو درم ہیں م مرد کی دیت دس ہزار درم ہے تو اس کا بیسواں حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچ ہزار درم ہے تو اس کا بھی دسواں حصہ پانسو درم ہوا فی سندۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ وکنا فخذ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں عترة یعنی پانسو درم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور ام شافعی نے کماتین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری دلیل فضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے م معجم طبرانی میں حدیث طویل سنے مروی ہے عترة عبد اوتہ او خسماتہ اور صحیحین میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحيان کی عورت کے جنین میں عترة عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اس میں ۵۰۰ کا ذکر نہیں اور محمد بن حن کے موطا میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا عترة عبد یا ولید کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر عترة قرار دیا کذا فی العینی فان القتۃ حیاتیات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ سے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مر گیا تو پوری دیت واجب ہے ضارب پر وان القتۃ میتا فانت الام فدیۃ فی الام وعترة فی الجنین لما لقرآن الفعل تعدد و تجمد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اس کی مرگئی تو ماں میں دیت واجب ہے اور بچہ میں عترة اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعدد ہوتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے م چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا سو اس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل ازراہ خطا ہیں اور اگر اول عمدہ ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحاوی وصرح فی الذخیرۃ تعدد العترة لومیتین فاکثر انتہی قلت و ظاہرہ تعدد الدیۃ لولم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ میں تعدد عترة کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی مافی الذخیرۃ میں کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے م جوہرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین گراوے تو دو عترة واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مر جاوے اور

سے یعنی بچہ مردہ میں عترة ہے غلام جو دے یا لونڈی پانسو درم ۱۲



دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مر گئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحاوی والی ماتت فالقته۔ بیتا فدیہ فقط وقال الشافعی غرقہ وہیہ اور اگر ماں مرگئی اور اس نے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے مام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیوں اس کا جینا اس کے جینے سے ہے اور اس کا دم لینا اس کے دم لینے سے تو جنین کی موت اس کی ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ صدر مضرب سے جنین مرے تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا والی القته جیہ بعد ما مات یجب علیہ دیتان کما اذا القته حیاً و ماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جب کہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں مر گئے و ما یجب فیہ من غرۃ اودیۃ لیورث عنہ و ترث منہ امہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ مورث سے یعنی جنین کے وارث اس کو بطریق میراث کے پاویں گے اور اس کی ماں اس کی میراث پاوے گی ولایرث ضاربہ منہا فلو ضرب لطن امرأۃ فالقت اثربہ بیتا فطے عاقلۃ الاب غرۃ ولایرث منہا لان قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث پاوے گا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اس کے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اس کا غرہ سے میراث نہ پاوے گا اس واسطے کہ وہ قاتل سے یعنی قاتل ہے ناجی بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے و فی جنین الامۃ الریق الذکر نصف عشر فتمیۃ لویحیا و عشر فتمیۃ لوائسی لما تقرران دیۃ الریق قینۃ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اس کی قیمت ہے م قسین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اس کے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر واجب سے اس واسطے کہ وہم اکثر ہے بستم سے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ولا یرم زیادۃ الا نشی لزیاۃ قیمت الذکر غالباً اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالباً م یعنی اس واسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اس کے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہ ہوگا کذا فی صدر الشریعہ صوفیۃ اشارۃ الی ان اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکر او انشی فلا شی علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہ ہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں م طحاوی نے کہا کہ اس میں شارح تابع ہو گیا ہے قستانی کا اور غنمی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہ ہو تو متیقن بہر عمل کرنا چاہیے غنمی مشکل کے مانند انتہی یعنی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکرورت اور انوث معلوم نہ ہو تو متیقن ماخوذ ہے غنمی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے غنمی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح یہاں یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی کما لو اُلحق بلاراس لانہ انما یجب القیمۃ اذا نفع فیہ الروح ولا تنفع من غیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدول سر کے تو اس میں کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جب کہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدول سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب للامۃ حالاً جنین مملوک میں اس کی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے



فی الحال جس نے لونڈی کو مارا م ضرب کے مال کے واسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت ملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولوالقمة حیاء وقد نقصتہا الولاءة فغلیہ قیمۃ الجین لانقصانہا لولہ قیمۃ فاذبہ والا فغلیہ تمام ذلک مجتہد اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہ ہوگا تو ضارب پر اس کا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبیٰ مثلاً لونڈی کی قیمت سو درہم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درہم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درہم سے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درہم ہے تو ضارب پر ۲۵ درہم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہوں گے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ ولا یغنی انما للمولیٰ اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اس کی مال کی قیمت کا سوال حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہیں ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے قال حررہ اسی الجین سیدہ بعد ضربہ مذبہ لہن الامة فالقمة حیاء ففیہ قیمۃ حیاء للمولیٰ لا یرب وان مات بعد العتق لان المعتر حالہ الضرب پھر اگر جنین کو اس کے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب تکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرایا پھر وہ مر گیا تو اس میں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اس واسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اس کا ضرب سابق سے ہے اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ تجب دیت و ہو روایت عنہ اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی ولا کفار فی الجین عندنا وجوب بل ندبازی علی ان وقت قتل یتیم اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی م نفی وجوب اس واسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اس کے غیر میں مقتدی نہ ہوگا وجہ استہاب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنے اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی البدایہ و شروحا وان خرج حیاء مات ففیہ الکفارة کذا مرع بہ فی الحادی القدسی و ہو مضمون من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیت حیث نہ فجب الکفارة فیہ ممالا یجنی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مر گیا اس میں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح لقریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہاء کے کلام سے اس لئے کہ فقہاء نے در صورت زندہ جنین اور پھر اس کے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اس میں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اس واسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں و ما استبان لخص خلقہ کفر و شجر کما فیما ذکر من الاحکام وعدۃ و نقاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہو چکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گزر گیا و ضمن الغرة عاقلۃ ام حرة فی نہی و اعدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ نفی مافی سنیۃ ایضا صدر الشریعۃ دلائلہا مالم یثبت بعض خاصۃ و مر فی نظام اسقطۃ میتہ عمداً بدو او فعل کفر یا بطناً بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کر دیا عمداً بدو اذن اپنے شوہر کے کسی دوا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے تو عورت کی عاقلہ پر عذر کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ



د عورت کے مال میں بھی عذر واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعہ اور عورت گنہگار نہ ہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض  
 ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الخطر میں نظم مذکور ہو چکا م شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اس واسطے  
 کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جب کہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہ  
 ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الخطاوی فان اذن اولم تتم لا غرة لعدم التقدی پھر اگر عورت کو اس کے شوہر نے اسقاط کا اذن  
 عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہو گیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم التقدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت  
 عورت نہیں مذہبی اور صاحب کافی نے در صورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شربلانی نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے  
 صحیح پر اس واسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں و تمام فی حاشیۃ الخطاوی ولو امرت امرأة ففعلت لا تضمن المأمورة اور اگر  
 نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اس نے گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں و اما المولدا اذا فعلته بنفسها حتی اسقطته فلا  
 یسأل الاستحالة الدین علی مملوکہ مالم یستحق فحینئذ تجب للمولود العزۃ لان ضرور اور ام ولد جب کہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اس پر  
 واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہو سکتا جب کہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہ ہو پھر جب کہ وہ  
 لے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اس واسطے کہ وہ ضرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف  
 پنے ملک جان کر خرید وغیرہ کے سبب سے ضرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہو گئی پھر لونڈی نے  
 گرایا دوا سے ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اس کے مقرر کا حکم کرے اور مشتری  
 سے من پھر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے بچہ کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیوں وہ ضرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ  
 ہے تو یا لونڈی اس کو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریہ مختصر اذ فی الواقعات شربت دواء لتسقط عہد فان القتہ حیث فی غلبہ  
 والكفارة وان یتا فالغرة دلائل فی الحالیں اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عہد گراوے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اس  
 ہو گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہ  
 وجب فی جنین البیمة بالنقص الام ان نقصت وان لم تنقص الام لا یجب فیہ شئی امر اجیہ اور جانور کے بچہ گرانے میں  
 نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اس کی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر مال میں نقصان نہیں ہوا تو اس میں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں  
 امر اجیہ فرغ مسئلہ ملحقہ شارح کافی البرازیہ مزب بطن امرأة بالسيف فقطع البطن وقع احد الولدین حیا مجروحاً بالسيف والاخر متیاً ویرجیہ  
 سيف دامت ایضا یقصد لاجل الزوجۃ لان عہد و علی عاقلة ویتہ الولد الحی اذا مات وتجب عزة الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنها  
 المضرب خطا برازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اس کے پیٹ کو کاٹا اور اس کے پیٹ سے  
 بچہ اس سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس پر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے  
 اس لیا جادے کا زوجہ کے سبب سے اس واسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جب کہ وہ مر گیا ہو اور ولد  
 کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اس واسطے کہ جب نے تلوار ماری اور وہ اس کے پیٹ کے دو بچوں کو نہ جانتا تھا تو یہ ضرب ازراہ  
 کے مٹری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

اب ما یحدث الرجل فی الطریق وغیرہ | یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بنادے لما



ذکر القتل مباشرة شرع فیہ تسببا فقال جب کہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے اس نے اگلا قول کہا قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آ کر قتل کہ مستعمل کرے اور قتل بالاسبب یہ ہے کہ شاہ دیوار بنائی اور اس کے نیچے دب کر کوئی مر گیا اخرج الی طریق العامة کیفیضا ہو بیت الخلاء اور میز ابا او جبر صناعہ برج و جذع و ممر علی حوض طاقہ و نحوہ یعنی او کا ناجزا احداثہ ان لم یضر بالعامة ولم یمنع من فان ضرر لم یحل کما یسعی شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا پانکالا یا جبر صن بنایا چنانچہ برج اور چھجا اور چھتا پیش طاق کا حوض یا مانند اس کے اور چیز کذا فی المعنی یا دوکان یا ہرنکالی تو اشیاء مذکورہ ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال ہے چنانچہ آگے آدے گا جبر صن بضم میم و صاد و سکون راہم لہ و تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض نے کہا جبر صن برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کر کے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلا نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحاوی و لکل واحد من اہل الخصومة ولو ذمبا متعہ ابتداء و مطالبتہ بنقصہ و دفعہ لعدہ ای بعد البناء کان فیہ ضرر اولاد قتل انما ینقص بخصومة اذا لم یکن لہ مثل ذلک والا کان تقنازیلے اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو کاروک دینا ابتداء سے اور اس کے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بن چکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہ ہو اور صفار کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اس وقت ہے جب کہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الاثم نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہ ہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی ضرر نہ ہو دے بشرطیکہ اس نے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو نہ منع کرنے کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آدمی اور ذمی ہے اس واسطے کہ شارع عام میں ان کو چلنے کا اور اپنے جانوروں کو چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقص کا بھی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحاوی ہذا کلمہ اذا بنی لنفسہ لغير اذن الامام یہ تمام مذکور اس وقت ہے جب شارع عام میں اپنے ذات کے واسطے بنایا ہو بدوں حکم سلطان کے مگر اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر نہ ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اس کے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ محوی میں مسکین اور شہمی میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خوف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحاوی زاد الصغار ولا للمطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہ ہو تب خصومت درست ہے یہی قول ضعیف ہے جو مذکور چکا تو عادیہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحاوی وان بنی للمسلمین مسجد ونحوہ او بنی باذن الامام لا ینقص اور جب کہ شارع عام میں مسلمان کے واسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اس کے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نہ جائے گا مگر فقہاء کے کلام سے مرعاً معلوم ہوتا کہ مسجد کا بنانا راہ میں در صورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقص کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر نہ ہوتا تو منع اور رفع



دار ہوگا کما لایخفی اور اس پر دلیل اگلا قول ہے کہ جو سب کو مضر کرے اس کا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نہ رکھا ہوگا  
 پہلے اذان سے ہو یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الخطاوی وان کان لیضر بالعامة لایجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام  
 ولا ضرر فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو مضر کرتا ہو تو احداث اور اس کا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار  
 اسلام یعنی ضرر پہنچانا اور مضر کا بدلہ دینا اسلام کا طریقہ نہیں یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس  
 بن ماجہ میں اور ابو سعید خدی سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے راقطنی میں مروی ہے باختلاف  
 الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو مضر نہ پہنچا دے یعنی اس کی حق تلفی نہ کرے  
 مضر کی جزا دے اس کو مضر پہنچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو مضر ہو اور تجھ کو اس میں نفع ہو اور ضرر وہ ہے کہ  
 دوسرے کو تو مضر نہ پہنچا دے اور تجھ کو اس میں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مضر ایک طرف سے ہے اور ضرر دونوں طرف سے  
 اور بعضوں نے کہا مضر اور ضرر متحد المعنی ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی المعنی شرح الہدایہ عنایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر ابتداء ولا ضرر  
 یعنی بدل لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ ضرر معنی مضارۃ ہے یعنی تو اس کو مضر پہنچا دے جس نے تجھ کو  
 پہنچایا واللہ اعلم والقعود فی الطريق لیسع وشرع یجوز ان لم یضر احد ولا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خرید  
 کے واسطے جائز ہے اگر کسی کو ضرر نہ ہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق سے م قسستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں خست  
 کا وہذا فی النافذ فی غیر النافذ للہ یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا ان یضرہم اولا الا باذنیہم لانہ کا ملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث  
 عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خوا  
 کہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نہ کرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اس واسطے کہ کوچہ غیر نافذہ ان کی ملک خاص کی مانند  
 (م) شارح اس تعبیر میں صاحب ددر کا تابع ہو گیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جمل حالہ ان  
 حدیثا کو فی الطريق العامة وندیم الوفی طریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جس کا قدیم اور جدید  
 عام نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی (م) تو اگر احداث جدید  
 کا اس کو توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسی کو توڑنا درست نہیں کذا فی الخطاوی عن القستانی فان مات احد من الناس لم یسقط طہا  
 رفیتہ علی عاقلۃ اسی عاقلۃ لمخرج لتسبب پھر اگر کوئی آدمی اشیائے مذکورہ کے اس پر ساقط ہونے سے مرگیا تو اس کا خونبھا مکان  
 نے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اس کی سبب سازی کے یعنی مسبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اس کے مددگاروں پر دیت  
 ہونی کما ندی العاقلۃ کو حضر برائی طریق او وضع حجر او ترا با او طینا ملتقی فتلک بہ الانسان لانه سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا  
 ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اس کے سبب سے کوئی آدمی مر گیا اس  
 طے کہ حاضر اور واضح سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذكورات بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک  
 چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنی بیت الخلا یا میزب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے  
 میں تاوان لازم ہوگا اگر ان کے اس کا اذن نہ دیا ہو م و ج تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اس واسطے تاوان لازم نہ ہوا کہ عاقلہ پر  
 ملے ابن اثیر نے ضرر کو مضر باب افعال سے روایت کیا ہے اور معنی اس کے وہی لکھے ہیں جو مترجم اول نے درج کئے ہیں ۴



نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکور کو احداث کیا تو تاوان لازم نہ ہو گا عدم تعدی کے سبب سے  
 کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اس کا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قستانی میں  
 اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچ میں تو عدم اذن باجماع ہے اول کلام تک یعنی فان مات احدکم کذا فی  
 فان اذن الامام فی ذلک اومات واقع فی برطرلق جو عا و عطشا او عما لاضمان یعنی خلافا لحدیث میرا اگر سلطان نے اس میں  
 وغیرہ کے احداث میں اذن دیا اور کوئی شخص مر گیا یا راہ کے کنوئیں کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مر گیا تو تاوان نہیں اسی تو  
 فتویٰ ہے برخلاف محد کے کہ ان کے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے م غم سے یہاں مراد دم کا رکنا ہے کنوئیں کی ہوا سے ان اشیاء  
 اس واسطے نہ ہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا جو ع یا عطش یا غم سے مر گیا نہ وقوع سے اور ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وقوع کے  
 مرجائے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداغل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لكونه فی ملک فلم یکن متعلقا اور  
 ساقط ہوا سو پرنا لہ کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اس کو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اس واسطے کہ پرنا لہ کی طرف داخلی تو  
 خانہ کے ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی نہ ہوئی جو اس پر تاوان آتا وان اصابہ الخارج او وسطہ بنازیۃ فالضمان علی واضد  
 اور اگر پرنا لہ کا باہر کا سرا یا اس کا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیۃ تو پرنا لہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اس کی تعدی کے سبب  
 م تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اس نے پرنا لہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لنبیا پرنا لہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اس واسطے کہ دیوار  
 پرنا لہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایۃ طحاوی نے کہا کہ ضمان اس صورت میں ہے جب کہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنا لہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو  
 ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضح کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ میں آتے و جوت  
 مستعیر او غاصبا ضمان واضح پر ہے اگرچہ واضح متاجریا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع بقاۃ فعدوہو الموجب للضمان بخلاف  
 المائل کما بسطہ الزیلعی اور ضمان باطل نہیں ہوتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضح کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضح  
 موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اس کو مشرح بیان کیا ہے م خلاصۃ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اس واسطے ہے  
 کا منسوخ نہیں ہو گیا اس کی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل جب کہ اس کو بیجا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی  
 مر گیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اس لئے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں اشہاد اول باطل ہو کر  
 سے کذا فی الطحاوی ولو اصابہ الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضع النصف وجہ النصف ولو لم یعلم ای طرف من  
 صحن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنا لہ کی دونوں طرفیں داخلی اور خارجی پڑیں اور ہلاک ہو گیا اور وہ یعنی دونوں طرف  
 پر گر پڑنا معلوم ہو تو پرنا لہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائیگاں ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طرف  
 سے کون سی طرف اس پر گری تو واضح پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی م قیاس یہ تھا کہ در صورت عدم  
 نہ ہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال  
 ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہو گا کذا فی الطحاوی ومن حی حجرا وضعا آخر فخطب  
 صحن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جس نے کنارے پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس پتھر  
 ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنا سے پر کرنے والا ضمان دے گا اس واسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہو گیا



شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی مٹھرا نہ اول کمن محل علی راسہ اولہ و شیعہ فی الطريق فسقط منہ علی آخرہ و دخل کھیر او قنیل او حصاة فی مسجد غیرہ ای جبل فی حصی او باری ابن کمال او جلس فیہ لا للصلوة و لو یقرآن او تعلیم فخطب بہ احد کا علمی ضمن خلافہا اس شخص کے مانند جس نے اپنے سر یا پیٹ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اس میں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قنیل یا پتھری غیر کی مسجد میں لے گیا یعنی مسجد میں پتھریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوانے نماز اور فعل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اس کے سبب سے تلف ہو گیا چنانچہ اندھا چٹائی میں اور لہجہ کر یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مر گیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر نماز لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لایعین من سقط منہ روا لیسہ علیہ نماز لازم نہ ہوگا اس شخص پر جس پر سے وہ چادر گر پڑی جس کو وہ اوڑھے تھا اور اس کے سبب سے کوئی تلف ہو گیا حامل اور جالس میں فرق یہ ہے کہ حامل شخص اس کی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقید بالسلامتہ میں اس پر کچھ حرج نہیں اور جالس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقید بالسلامتہ میں اس پر حرج ہے کذا فی الطحاوی و ادخل ہذہ الاشیاء المذكورات فی مسجد حرمہ ای محلۃ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامتہ یا اشیاء مذکورہ یعنی چٹائی یا قنیل یا پتھریاں اپنے محلہ کی مسجد میں لے گیا اور کوئی شخص اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اس پر نماز نہیں اس واسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ ان کے سوا اور لوگوں پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو تقید بالسلامتہ ہوگا مگر ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحاوی و جلس فیہ للصلوة الحاصل ان الجالس للصلوة فی مسجد حرمہ لایعین و لغیر الصلوۃ لایعین مطلقا خلافہا و استظهر فی الشرع بلائیہ مغزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد تحقیقہ فی شرح الملتقى یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے اور کوئی شخص اس پر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر نماز نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اس پر نماز نہیں خواہ نماز کے واسطے جوں ہو یا نہ ہو اور شرع بلائیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہم نے اس کو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں زیلعی میں علوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اس لئے کہ جوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی و فیہ لواء تاجرہ یسبی و لیحفر لہ فی فناء حالوتہ او دارہ فتلک بہ شئے ان قبل فراغہ فعلہ الاجیر وان بعدہ فعلہ الامر کما لو کان فی غیر فناء ولم یعلم بالاجیر فان علمہ فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطريق لفساد الامر اور ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور درگاہ یا مکان عمارت بناوے یا اس کے واسطے کنواں کھودے اس کی دوکان یا گھر کے پیش دروازے میں سو اس کے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اور اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اس کا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش دروازہ اور مزدور اس کو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اس نے تعمیر کے واسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مٹو کر مستاجر کی نہ تھی تو اس کا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اس کے مزدور نے تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر و لو قال الامر ہونانی و لیس لے حق الحفر فعلہ الاجیر قیاسا ای علمہ لفساد الامر فہما اعزہ و علی المستاجر استئمانا انتہی قلت وقد قدمہ وغیرہ لقیاس بہنا و ظاہرہ و ترجیہ سیما علی دأب صاحب الملتقى من تقدیمہ الاقوی قتال اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اس میں کچھ کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی



پھر باوجود اس کے مزدور نے دہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اس واسطے کہ مزدور کو امر متاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو متاجر نے اس کو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور متاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقیہ کتابوں اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اس کی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصاً صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اس کو تامل کرم وجہ استحسان یہ ہے کہ متاجر نے کھودنے کا امر ظاہر اپنے ملک میں کیا اس واسطے کہ پیش دریں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان متاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حضر بالوعدة فی طریق بامر السلطان اذنی ملکہ او وضع خشبہ فیہا ای الطريق او قنطرة بلا اذن الامام وکذا کل ما نقل فی طریق العامة فتعذر رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافة الی المباشرة اذنی من المتسبب اور جس نے چاہے اب ریز کھودا راہ میں سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑ رکھا راہ میں یا پل بنایا بدول اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے اس پر عمدہ گذر کیا اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور وضع اور بانی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشرت کی طرف اولیٰ ہے تسبب کی طرف سے م یہ تعمیل ہے پچھلے دوسلوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہے آب ر باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرة اگرچہ تعدی ہے لیکن اس پر عمدہ چنانہ نسبت الی الواقع کا قنا ہے اس واسطے کہ واقع تسبب ہے اور چلنے والا مباشرت ہے کذا فی الطحاوی وبهذا تبين ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر و وضع الحجر اذ لم یعمد الواقع المرور کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام یعنی عدم ضمان تعدی سے ظاہر یہ ہو گیا کہ تسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے کنواں کھودا اور پتھر راہ میں رکھنے سے جب کہ اس کا کرنے والا بالقصد اس پر مردہ کرے کذا فی المجتبیٰ وفي حفر فی طریق ملکہ او غیر ما من الفیاف لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبهذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتاب الطريق فی الامصار دون الفیاف والصحار سے لانه لا یکن العدول عنه فی الامصار غالباً دون الصحاری اور مجتبیٰ میں ہے کہ مکہ معظمہ یا اس کے سوا میدانوں کی راہ میں کنواں کھودا اور اس میں گر کے کوئی تلف ہو گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے میں کتا ہوں اور اس مسئلہ سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہروں کی راہیں ہیں نہ بیابان اور جنگلوں کی اس واسطے کہ شہروں میں راہ معین سے ہٹ کر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں ولو استاجر رجل اربعة لحفر بئر لہ فوقت البئر علیہم جمیعاً من حفر ہم فمات احدہم فغلی کل واحد من الثلثة الباقیة ربح الدیة ویسقط ربحا لان البئر وقع علیہم فغلیہم فقدمات من جنایة وجنایة اصحابہ فیسقط ما قبل فعلہ خانہ وغیرہ زاد فی الجوزہ وبذا الواجب فی الطریق فلو فی ملک المتاجر فینبغ ان لا یجب شئ لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا اپنا کنواں کھودنے کو سو کنواں ان سب پر پھٹ کر گر پڑا ان کے کھودنے کے سبب سے سوان میں سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصوں سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوئی اس واسطے کہ کنواں ان پر گرا ان کے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اس قدر دیت ساقط ہو گئی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہو گئی کذا فی الخانیة وغیرہ جو ہرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس شرط پر ہے جب کہ کنواں راہ میں ہو سو اگر متاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یوں ہے کہ کچھ دیت واجب نہ ہو اس واسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو بابت ہوگا اس کا ضمان نہیں انتہی مافی الجوزہ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثہ ہی ان رجلاً کرم وارضہ تارة تکون مملوكة وعلیہا الخراج کا راضی بیت امان و تارة تکون للوقوف و تارة تکون فی یدہ مدۃ طویلة یؤدی خراجاً ویکال الانتفاع بہا بغرس او غیرہ فیتاجر



بذالرجل جماعۃ یحضرین لہ برلیغرس فیما اشجار العنب وغیرہ فتسقط علیہ احد سہم ہل لورثتہ مطالبۃ بدنیۃ قال المصنف والحکم فیما وشبہما عدم وجوب شئ علی المتاجر وکذا علی الآخر کما یفیدہ کلام الجورۃ وحمل اطلاق الفادے علی ما وقع مقید بالاتحاد والحکم والحادثۃ واللہ اعلم میں کتابا اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استغنا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اس پر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اس کا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنواں کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت جماد سے سو کنواں پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اس کے وارثوں کو متاثر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اس کے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے متاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاویٰ کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی یہ جو کتب فتاویٰ میں مذکور ہے بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہو اس کا ضمان ہے سومرا دحض فی الطریق ہے نہ حضرنی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کما کہ زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف متاجر میں ہے مدت طویل سومرا داس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی نہیں اشیاء مذکورہ سے اور یہ مرا نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استغنا میں یہ غلط ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہائے دین سے منصوص نہیں تو حکم متحد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حضرنی الملک فی الطریق کی مغائرہ ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لواء جرب الدار الفعلۃ لاخراج جناح اوطلۃ فوق فقتل انسانا ان قبل فرأی من علم فالضمان عیسیم لاند جینڈ لم یکن مسلما لب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھپایا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھپایا چھتا گر پڑا سو اس نے کسی آدمی کو قتل کیا ان کے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کارگیروں پر ہے نہ صاحب خانہ پر اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کے واسطے وہ مسلم نہیں ہوا و لکن لورثش الماد بحیث یزلق واستوعب الطریق اور ضمان دے گا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی بہ پٹ جاتا ہے اور چھڑکاؤ تمام راہ میں ہے اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہے یا تمام راہ میں چھڑکاؤ نہیں ہے تو ضمان نہیں دلاورثش فذلحانوت باذن صاحب فالضمان علی الامر استحسانا وتماہ فی الملتقۃ اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کرنے والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اس کا بیان ملتی میں ہے

**فصل فی الحائط المائل** یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ اکی صاحبہ بالتلف بہ من نفس انسان او حیوان او مال جھکی گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنی اس کا صاحب

ضمان دے گا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو م شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کمر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جس کو تصرف اور تفریع کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اس کا دایا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کرے گا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کا لواقف والحقیم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلۃ الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر واقف کا اگرچہ دیوار مال مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر ضمان لازم آوے گا و کا لقیم الولی والراہن والمکاتب والعبدان جہاں ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے م ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اس کا باپ اور دادا راہن کا ذکر اس واسطے کیا کہ مرتن مالک مرہون کا نہیں



کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک مابین ہے اور وہ قادر ہے ہم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتن کے قبض میں کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اس کی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اس کی ادائے قیمت میں سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبتا جہ کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اس کی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اس کے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحاوی وکذا احمد الشرح کا رد و لورثہ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقت کے مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہ ہوں ان کے وارث ہوں باعتبار استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل شریک قادر ہے اس پر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھاویں تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دے گا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہ ہوتا کیونکہ وہ ہم دیوار کا مالک نہیں نعم فی الظہیر یہ لومات ربیع ابن نفط و دین مستغرق صح الا شہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ان ظہیر یہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق مترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ م تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنع بنقضہ مکلف مسلم او ذمی یعنی من اهل الطلب فیشرط فی البیہ والعبد اذن ولیہ ومولاه بالخصوصہ زلیعی حرا و مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اس کے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اس کے ولی کا اور غلام کی طلب میں اس کے مالک کا اذن خصوصت کے واسطے شرط ہے کذا فی الزلیعی وان لم یثبت وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اس پر اشہاد واقع نہ ہوا ہو م تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اس واسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اس کے مددگار طلب ہم کا انکار کریں تو اس کے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض معہوم ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اس کو کرادے تاکہ ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو کرادے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھ کو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزلیعی ولا یصح الطلب قبل ائیل لعدم التحدی اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انہ لم یبقضہ وہو یک نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اس نے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اس کے گرانے کا مالک ہے اس قدر مدت میں جس میں اس کے ڈھانے پر قادر ہے م لینے طلب کے بعد فوراً بلا ملت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اس پر لازم نہ ہوگا بعت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اہل دیوار پر اس واسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے م اگر ضمان واجب نہ ہو تو تفریح مقتنع ہو تو راہ بند ہو جائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسکین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فغلی العاقلۃ ومن الاموال فغلی لان العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگی تو اس کی دیت صاحب دیوار



کے مدگاروں پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اس کا ضمان صاحب دیوار پر ہے اس واسطے کہ مدگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے و لا ضمان الا  
بالاشہاد علی من غاب یا علی التقدیم علیہ و علی المالك بالسقوط علیہ و علی کون الجدار مکالمہ ای من وقت الاشہاد الی وقت السقوط و لذا قال اور  
ضمان نہیں کرتین چیز پر گواہ لانے سے ایک اس پر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہم مقدم ہو چکی دوسرے اس پر کہ ہلاکت ہوئی اس پر گھر پڑنے  
کے سبب سے تیسرے اس پر کہ دیوار اس کی ملک ہے یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اس کی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف  
نے قول آئندہ کو ذکر کیا و لو تقدیم اسے من لایک لفقہ ممن یسکنہا باجارتہ او اعارة او الی المرتن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم تقدیم  
علی التقریر اور اگر طلب ہم اس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے  
سبب سے یا مرتن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں ان کی عدم قدرت کے سبب سے تقریر پر یعنی وہ  
لوگ ہم وغیرہ کے تقریر پر قادر نہیں و حیثینہ فلو سقط بعد التقدیم من ذکر و تلف شیئاً فلا ضمان اصلاً لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت  
میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدیم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلاً ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر  
نہ مالک پر ہم ساکن پر اس واسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اس واسطے نہیں کہ اس پر نہ اشہاد ہو نہ طلب کما لو خرج الحائظ عن ملک  
ببيع او غیرہ کتبہ حاوی القد سے و کذا لو جن مطبقاً و ارتد و حق و حکم لمجاۃ ثم عاد و افاق خانیہ چنانچہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج  
ہو گئی اس کی ملک سے بیع کے سبب یا غریب کے سبب سے چنانچہ مہر کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر  
مالک دیوار کا مجنون ہو گیا مجنون مطبق یا مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اس کے لحاق کا حکم ہو گیا پھر وہ دارالاسلام میں آ گیا یا مجنون ہو شیار  
ہو گیا کذا فی الخانیہ غایہ ہر مہر میں تسلیم ضروری ہے بطلان اشہاد کے واسطے اس واسطے مہر کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح لکھے قول  
میں کہے گا لزوال ولایت بالبیع وغیرہ ظاہر ہے کذا فی المطاوی بعد الاشہاد و لو قبل القبض لزوال ولایت بالبیع ونحوہ وان عاد ملک بعد  
حادی و خانیہ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اس کی ولایت کے  
بیع اور اس کے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اس کے کذا فی الحاوی و الخانیہ ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہم سے پھر جب بیع  
کی توقدیر نہ رہا ہم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہو گا تو بھی ضمان لازم نہ ہو گا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح بقار  
فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں زیلعی سے مذکور ہو چکا ام اشراع جناح عبارت ہے  
اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیاں راہ کی طرف باہر نکالنا اور اس پر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اس کو چھجا اور رہندہ  
کہتے ہیں اور جناح کی مانند کینف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اس کے کچھ بنایا پھر اس کو بیچا پھر وہ ساقط  
ہو کر تلف کا موجب ہو تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اس واسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا  
خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارتہ  
او غیرہ یا فلاضافہ لا دنی ملائمتانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا  
ہو کر ایہ وغیرہ سے تو اس آدمی کو طلب ہم کا اختیار ہے اس واسطے کہ خاص حق اسی کا ہے قستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کتبہ تعلق اور  
ابطال کی وجہ سے یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کننا صحیح ٹھہرا فیصح تاجیلہ و ابراؤہ منہا ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ  
کا تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنی اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہے اور اس نے مالک دیوار کو مملکت دی کہ اتنی مدت



میں گرا کر بنایا یا کما تجہ پر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہ ہوگا کیوں کہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی المطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقص لایسیر لانه حق العامة وتصرف القاضی فی حق العامة نافذ فیما یستغفم لایما یغیر ہم ذخیرۃ بخلاف تأجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اس کو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اس نے مہلت دی جس نے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہ ہوگا ضمان تلف سے اس واسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اس میں جو ان کو نفع کرے نہ اس میں جو ان کو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ بخلاف تأجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہے ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فائی طلب صحح الطلب لانه اذا صحح الاشهاد فی بعض صحح فی کل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کرے گا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اس واسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہو تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی م چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اس قدر دیوار میں جو ان کی ملک کی طرف مائل ہے اور اس قدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اس واسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اس قدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہو تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الحانیۃ طحاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہو گیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنی جمال غل فان بنی ما تلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی الشراعی الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ بہ پھر اگر دیوار مائل بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اس کی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بنی خمسہ شہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقبتہ خمس الدیۃ ای نفس المتکلم من اصلاحہ برافعة للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اس کے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اس کی حاکم سے نالش کر کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اس پر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اس کی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کر کے اس واسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہدم پر منحصر نہیں وار بنی ثلثۃ حضرا احدہم فیہا بڑا او بنی حائطاً فغضب بہ رجل ضمن مملکتی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدة فیتعبر بالحمۃ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک نے اس میں کنواں کھود دیا دیوار بنائی سو اس کے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دے گا بسبب اس کی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنی دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا م موت کی علت واحدہ ثقل مسلک ہے تو اس کی قسمت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی المدایۃ وشرھا للعینی وقالوا انصاف لان التلف قسما معتبرا ہر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصف نصف ہے اس لئے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگاں میں جس شریک پر اشہاد ہوا تو اس کے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اس کے حصہ میں تلف باطل اور رائگاں ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہو گئیں تو نصف نصف انقسام ہو گیا کذا فی الزمعی یعنی عائدہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگاں الا شہاد علی الحائط اشہاد علی النقص بالکسر ما یتقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارع



نے کہا کہ نفقہ بکسر نون و سکون قاف عبارت ہے اس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو و حیثہ وقوع الحائط علی الطريق بعد الا شہاد  
فمنہ انسان بنقضہ مات ضمن لان النفقہ مکہ متفرغیہ علیہ اور اس وقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر ا شہاد کے بعد سو کوئی آدمی اس پر ٹھوکر کھاکے  
گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اس واسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور  
صاف کرنا اسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطها ای الحائط لا یضمنہ لان تفرغیہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے  
ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول  
کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن رب القتل الثانی ایضا بقاء جنایۃ فیلزم تفرغ الطريق من  
القتیل ایضا یؤیدہ ان لو باع الحائط او نفقض بری ولو باع الجناح لازمی بر خلاف برآمدہ کرنے کے کہ دہاں مالک اس کا قتل ثانی کا بھی ضمان  
دے گا بسبب باقی رہنے اس کی جنایت اور تعدی کے تو اس پر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اس کا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض  
کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہ ہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الا شہاد قبل ان یشی  
الحائط لانعدام التعدی ابتداء و انتفاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے ٹھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہ ہونے تعدی کے باعتبار ابتداء اور انتفاء کے  
و قیل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لان شہادۃ علی التقدیم لا علی النقل اور ا شہاد میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر  
گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واه فاشہد علیہ فسقط کلمہ قتل انسانا ضمنہ الا ان یکن الحائط طویلا فیضمن  
ما صاحب الواہی فقط لانہ حیثہ کی طین فالاشہاد یصح فی الواہی لانی ایصح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور کچھ مائل ہے اور کچھ سوا اس پر  
ا شہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اس نے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اس کا دے گا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت  
دیوار ضعیف کے ضمان دے گا اس واسطے کہ اس وقت میں طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیواروں کے ہے تو ا شہاد ضعیف دیوار میں  
صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احد ہما مائل والاخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط ایصح فالتلف شیئا کان ہذا خانۃ دو دیواریں ہیں ایک مائل  
ہے اور دوسری درست سو ا شہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اس نے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگاں ہے کچھ اس کا ضمان نہیں  
کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائط فالاشہاد علی من بناہ والیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہے جس کی دیوار مائل ہے تو گواہ کرنا اس کے بنانے  
والے پر چاہیے اور اس کے سقوط کا خونہا اس کے بنانے والے کے مددگاروں پر و حائط الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الوقف اور جو دیوار  
کہ مساکین پر وقف ہے تو اس کے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے یہ اس وقت ہے جب کہ ا شہاد مستولی وقف ہوا ہو اور اگر مساکین  
پر ا شہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی العالمگیریۃ و حائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاه و لو مستغفرا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اس کے  
مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ رقبہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتل اذا جاد غن عفوت عن القصاص لا یصح لانہ  
تلیک دل علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قلت رجلا عمدا فرنی بہا ولی القتل قبل ان یقتل لا یحد لانھا صارت مملوکہ ولو الجیۃ مقتول کے وارث نے  
کہا کہ جب کل آدمے کی تو میں قصاص کو معاف کروں گا تو یہ عفو صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ تلیک ہے یعنی گویا اس نے یوں کہا کہ جب کل آدمے کی تو  
میں اس خون کو جس کے بنانے کا شارح نے مجھ کو اختیار دیا تیری ملک میں کر دوں گا اور حالانکہ تلیک کی تعلیق صحیح نہیں تلیک قصاص پر مسئلہ اصل کا  
یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے  
پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہو گئی کذا فی الاولوالجیۃ اس قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا



جاریہ کے خون کا مالک ہوگا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوک سے وطی کرے اس پر حد نہیں

## باب جنایۃ البیہمتہ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام میں بالاصل ان المرد فی طریق السبیل  
مباح بشرط السلامة فیما یمنک الاحتراز عنہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے  
بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے مگر ممکن الاحتراز کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط  
ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وقت چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا ان میں سب  
مشروط ہوئی برخلاف دم بلانے اور اس کے لگ جانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں ضمنی الراكب  
فی طریق العامة ما وطلبت وابته وما اصابته بیدہ اور جملہا اور اسہا او کدمت لہما او خبطت بیدہ او صدمت قاص من ہے شارب  
عام میں سوار اس چیز کا جس کو اس کے جانور نے روندنا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا  
مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت المذكورات فی السیر فی ملکہ لہم یضمن ربا الا فی الوطی و ہوراکبہا لاند مباشرۃ بقتلہ  
بتفقدہ فحرم المیراث تو اگر ہو مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دے گا مگر کچلنے میں ضمان لازم  
ہوگا جب کہ مالک اس پر سوار ہو اس واسطے کہ کچلنا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا  
مگر چھینا مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اس کا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اس کا چلنا سوار کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ  
بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جاس سے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اس واسطے کہ مباشرت  
ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی و لو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو مکملہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معما قستانے اور اگر غیر کے ملک  
میں اس کی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اس کی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہ ہوگا یعنی مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم  
ہوگا چنانچہ جب کہ جانور کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو یعنی راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہ ہوگا کذا فی القستانی والاکین باذنہ  
ضمن ما تلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہ ہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آوے گا اس کے تلف کرنے کا  
اس کی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہ ہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زمینی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں  
دخل ہو اور جانور کا مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اس کو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اس پر لازم  
ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحاوی لا یضمن الراكب ما نفع من رجاہا او ذنبہا سائرۃ خلافا لشافعی ضمان نہ دے گا سوار چلتے ہوئے  
جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے مگر اس واسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو کھڑا کرے گا  
راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممکن ہے کذا فی الدرر  
او عطلب النسان بمبارتت او بالنت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کے  
لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کے واسطے اس لئے کہ بعض جانور لید پیشاب نہیں  
کرتے میں بدول کھڑے ہوئے فلو واقفنا غیرہ فبال ضمن لتعدیہ باقافنا پھر اگر اس نے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے  
ٹھہرایا اور اس نے پیشاب کیلئے اور اس سے کچھ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آوے گا اس کے ٹھہرانے کی تعدی کے سبب سے یعنی راہ اس

لے ایک نسخہ میں مباشرۃ ایضا مفعول ہے اور لفظ بقتلہ اس میں نہیں ہے ۱۲



سطح موضوع نہیں کہ جانور اس میں سفر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرنا تعذی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بالیقافھا فلا یضمن ومنہ  
 فوق الدواب واما باب المسجد فالطریق الا اذا اعلیٰ لکما موافقا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے  
 نور کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور ازاں جہہ مخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جب کہ سلطان نے جانوروں  
 کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان مقرر کر دیا ہو فان اصابہ بید یا اور جملہا حصاة او نواة او آثار ت غبار او حجر اصغیرا  
 یقع فی عینہ او افسد ثوبہ لم یضمن لعدم امکان الاحتراز عنہ ولو الحجر کبیر انضمن لا مکانہ پھر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مار کے کنکری یا کھجور  
 کی گتلی دھپائی یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑھایا سو اس نے آنکھ پھوڑی یا کپڑا لگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر  
 پتھر پڑا ہے تو ضمان دے گا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنه الراكب و صحیح فی الدرر انہ مطرد منعکس اور ضمان دیتا ہے  
 جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جس کا سوار ضمان دیتا ہے اور درمیں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منعکس ہے مگر اطراف عبارت  
 ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت سے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راكب پر ضمان آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے  
 پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راكب پر ضمان نہیں وہاں ان پر بھی ضمان نہیں اور اس قول تصحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق  
 ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا خاص ہے نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارة  
 فی الوطیٰ کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کھینچنے میں چنانچہ گذر گیا مطلقا وی نے کہا کہ اسباب میں تو راكب کا کفارہ مذکور نہیں ہو چکا لایہ علیہما ای لا  
 علی سائق وقائد ان دونوں پر لینے کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں م سائق اور قائد متسبب ہیں اور راكب مباشر ہے اور کفارہ مباشر  
 کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسی طرح کھینچنے سے راكب کے حق میں حرام میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی المنع ولو کان  
 سائق وراکب لم یضمن السائق علی التصحیح خلافا لما جزم بہ القستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولیٰ من المتسبب کما مر اسے اذا کان سببا  
 لا یعمل بالفرادۃ اتلاف کا ہونا امانے سبب یعمل بالفرادۃ فیشترکان کما یاتے فی مسئلۃ غنم الدابة باذن راكبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک  
 کھینچنے والا ہو اور دوسرا اس پر سوار ہو لینے اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آوے گا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول  
 صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قتانی وغیرہ نے اس پر یضین کیا ہے اس واسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم سے تسبب کی اضافت  
 سے چنانچہ مذکور ہو چکا لینے اولویت مباشر کی تسبب سے اس وقت ہے جب کہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نہ کرتا ہو چنانچہ بیان اس کا جانور  
 لینے کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راكب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہوں گے چنانچہ بیان اس کا جانور  
 کے کوچنے کے مسئلہ میں آوے گا اس کے راكب کے اذن سے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے راكب نے کما دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو  
 کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آوے گا اس لئے کہ نقطہ کو چنانچہ اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن  
 عاقلة کل فارک اور اصل دیتہ الاثر ان اصطلاحا واما ما منہ فوق علی القفاء لوکان حرمین لیسا من العجم ولا عامرین ولا و قعالی وجوہا  
 اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکرائی ہو اور مر گئے ہوں اس مقدمہ سے سودوں  
 چت گر ٹپے ہوں بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں مجبی نہ ہوں اور ٹکرائے کے قاصد نہ ہوں اور نہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں م وجہ ضمان  
 یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اس واسطے کہ اختیار میں  
 ہے کہ ایک مرد نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار چھپے سے آیا اور اس نے ٹکرائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا



تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الخطا وی ولو کان عبید بن اودھ علی الوجہ ابن کمال یہ در دھما  
فی الحمد والخطا بشر بنکالیۃ وغیرہ اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا مگر کا کرپٹ گریں منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو ان کا خون رائگاں ہے  
عقد اور خطا میں کذا فی الشر بنکالیۃ وغیرہ ولو کان من العجم فالدیۃ فی ماہم کما مر مراراً اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہ ہوں تو دیت ان کے مال میں ہے  
نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کان عامر بن فحل کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدہ ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں تو ہر شخص  
پر نصف دیت ہے مگر اس واسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفار میں ہے  
کہ نصف دیت عقد میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہ ہر دومہ فقط اور اگر ایک شخص منہ  
کے بل پرٹ گرا تو فقط اس کا خون رائگاں ہے یعنی اس کا خون رائگاں نہیں جو چیت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبد افعل عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطا و  
فصل فی الحمد اور اگر دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عقد میں  
مگر مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عقد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الخطا وی کما لو تجاذب  
رجلاں جلافاً قطع اہل فسقا و ما با علی التقفا ہر دھما موت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک دوسری کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی  
سو دونوں گر پڑے اور مر گئے چیت گئے تو ان کا خون باطل اور رائگاں ہے اس واسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان  
وقع علی الوجہ وجب دیتہ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر بقوۃ صاۃ ہر اگر دونوں گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر  
واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعالسا فوقع احدہما علی التقفا والاخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی  
عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاۃ ہر دومن وقع علی التقفا لموتہ بقوۃ نفسہ ہر اگر دونوں متعاکس کرے یعنی ایک شخص چیت گرا اور دوسرا  
منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اس کے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوگا  
اس کا خون جو چیت گرا بسبب اس کے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان اہل بینما فوقع کل منہما علی التقفا فماتہما  
علی عاقلۃ القاطع لتبایہ بالقطع اور اگر ایک انسان نے دھری کاٹ دی جس کو دوسرا شخص تانے تھے سو دونوں شخص چیت گر پڑے اور دونوں  
مر گئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھرا و علی سائق داہتہ وقع اداہما  
ای آلاہما کسرہ ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطی لبعیر منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جس کا سامان چوڑا  
زین اور مانند اس کے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو دھما مر گیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے پر جس میں سے ایک اونٹ نے  
کسی مرد کو کچلا اور وہ مر گیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار کسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وانکان معہ سائق ضمنہ لا استواءہما فی  
التبایہ مکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا الواسائق من جانب من الابل فلو توسلما واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمانا ما قدامہ وراکب  
وسلما یضمنہ فقط مال یاخذ بزمام ما خلفہ اور اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائے گا  
تو دونوں پر ضمان لازم آدے گا اس واسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال  
کا ضمان خود اس کے مال میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے پیچ میں ہو  
اور ایک اونٹ کی نیل پکڑے ہو تو پچلی قطار کا ضمان ہوگا یعنی اس واسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ رہا اور  
سائق اور قائد ضمان دیں گے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اسی اونٹ کا ضمان دے گا جب تک



پھل قطار کی نیل نہ پڑی ہو مزیعی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہلکتا نہ ہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت  
 ضمان نہ دے گا اس واسطے کہ وہ ان کا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اس پر نہیں کیونکہ وہ ان کا کھینچنے والا نہیں لیکن  
 پچھلے اونٹوں کی نیل پکڑے ہوگا تو ضمان اس پر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اس کی جنایت کا ضمان اس پر لازم ہوگا اور کھینچنے  
 سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کھینچنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اس واسطے کہ وہ مباشرت سے انتہی طحاوی نے کہا شارح  
 عبارت اختصار سے مراد ہو گئی فان قتل بغير ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ رجلا مفعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجوعاً  
 علی عاقلۃ الربط لانہ دیۃ لا خسران کما توہم صدر الشریعہ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اس کے کھینچنے والے  
 بدوں علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو بھر  
 گی اس لئے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعہ نے دہم کیا ہے م صدر الشریعہ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے  
 مال میں دیت لازم ہو اس واسطے کہ اس نے ان کو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اس واسطے لازم ہوئی کہ اس کو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ  
 رخصت سے روکتا پھر جب اس نے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور یہ سبب ہے اور اس میں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ  
 ہے کہ رابطہ نے اس کو اس بلا میں ڈالا فلور ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی  
 ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیں گی بدوں رجوع کے یعنی عاقلہ رابطہ سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا ان کو جائز نہ ہوگا بسبب کھینچنے قائد کے  
 ہول اذن رابطہ کے برخلاف چلتی قطار کے کہ اس میں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ او کلبا ملتقے وکان خلفہما  
 لقاہما فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا وان لم یثب خلفہما فادامت فی فورہا فسلق حکما وان تراخے انقطع السوق فالمراد بالسوق  
 ملتقے خلفہما والمراد بالہیمۃ الکلب زیلعے اور جس نے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقے اور چھوڑنے والا اس کے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور  
 نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جب تک کہ جانور  
 اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص مساقی ہے حکماً اور اگر ٹھہر گیا تو ہلکنا منقطع ہو گیا تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے  
 پیچھے ہونے اور جانور سے ملوکتا ہے کذا فی الزیلعی م دارالملتقے میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضمان ہے  
 ہر حال میں یعنی اس نے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ قستانی نے بیان کیا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مشائخ  
 نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقہ ابو الیث لے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اس کو فاسد کیا اگر اس  
 نے چھوڑا اس کو اور مالک دیا کھیت کی طرف اس طرح پر کہ وہ اس کے پیچھے تھا تو اس پر ضمان ہے اور اگر وہ اس کے پیچھے نہیں تھا لیکن  
 گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور اپنے بائیں نہیں جھکا جس طرف اس نے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اس نے خراب کیا تو بھی ضمان  
 اس پر لازم ہوگا اور اگر وہ اپنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہوں گی تو وہ ضمان نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اس پر  
 ضمان لازم ہوگا اور اگر اس نے چھوڑا سودہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی  
 اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی  
 الطحاوی مختار وان ارسل طیرا ساتھ اولاد وابتہ او کلبا ولم یکن سائلقالہ او انفلتت وابتہ بنفسہا فاصابت مالا او آدمیانہا  
 اولیلا لا ضمان فی کل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام الجہاد جبارای المنفلتۃ ہذا اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اس کو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور



چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اس کو نہیں مانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اس نے تلف کیا رات میں یا دن میں تو وہ نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور اگر بخیہ کا فعل رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں م ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جبرہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگاں ہے اس پر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد اگر بخیہ جانور ہے تو اس کا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اس واسطے کہ افساد و مرسلہ کا فوراً ارسال میں رائگاں نہیں امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العین کما لو جحمت آدمی بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی رد ما کان لایضمن کالمسئفۃ لانه حیثہ لیس بمسیر ما فلا یغاف سیرا الیہ حتی لو تلف انسانا قدمہ بہ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اس کے پھرنے پر ضمان لازم نہ ہوگا خود بخود چھوٹنے کے مانند اس واسطے کہ اس وقت میں سوار اس کا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کرے گا تو اس کا خون باطل ہے اس کا کچھ ضمان نہیں کذا فی العبادۃ ومن ضرب دابة علیہا راکب او غنمها بعد بلا اذن الراکب فنفخت او ضربت بید یا شخصاً اخر غیر الطاعن او نفرت فصدمتہ وقتلته ضمن ہواۃ الناحس لا الراکب اور جس نے اس جانور کو مارا جس پر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کوئی پناہ بدوں اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوئی شخص کو مارا یا جانور پھیرا سو اس نے اس کو کچلا اور قتل کیا تو کوئی پناہ والا ضمان دے گا نہ سوار م راکب کے مانند سائق اور قائد عدم ضمان میں کوئی پناہ کو اس واسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان کذا فی الطحاوی عن القستانی والمیزنی وقال ابو یوسف لیضمن کما لو کان موقفاً دابة علی الطريق لتحدیہ فی الايقاف اور ابو یوسف کہا کہ کوئی پناہ والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا واسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کوئی پناہ والے کی تعدی ہے و کما لو کان باذن و طئت احدانی فوراً فذمہ اور جیسے اگر کوئی پناہ سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسی کو کچلے کوئی پناہ کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے م دونوں پر خوں وقت ہوگا جب کہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحاوی عن الملقی ولو نفخت الناحس فذمہ اور اگر کوئی پناہ والے کو جانور نے تلف کیا تو اس کا خون رائگاں ہے ولو اوقت الراکب فقتلته فذیہ علی عاقلۃ الناحس ثم الناحس انما یضمن فوراً لخنس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر الخنس در و بزازیتہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اس کو قتل کیا تو اس کا خون کوئی پناہ کی عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوئی پناہ والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوئی پناہ کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر لازم ہوگا کوئی پناہ کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدر و البزازیتہ ومن فی فقیہین وجاہتہ او شاة قصاب او غیرہا ناقصا لانہا اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اس کے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ تو گوشت کے ہے م یعنی قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے تندرست بکری کی قیمت کی جادے اور آنکھ پھوڑنے کی قیمت مقرر کی جائے تو جس قدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہے حکم ہے کہ بوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحاوی و فی عینیہا یخیر بہا ان شاء ترکما علی العاقبۃ مضمونہ قیمتہا اور مضمونہ نقصان نہ لیجے اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے رہے



چھوڑ دے یعنی اس کو دے اور اس کی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی و فی  
 عین بقرة جزار و جزورہ اکی البه فائدة الاضافة عدم اعتبار الاعلاو اللحم فی الحكم الاتے ابن کمال و حمار و بغل و فرس ربع القيمة اور ان  
 جلال کرنے والے کی گائے بیل اور اس کے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خیر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضامن  
 ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لئے ہونے کا اعتبار نہیں ہے و جب ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال م شتر کش  
 کی گائے بیل اور اونٹ میں اس واسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تاکہ کوئی یہ دہم نہ کرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود میں تو اس کا حکم بکری کے  
 مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے ان میں چوتھائی قیمت ہے جس طرح غیر ماکول اللحم چنانچہ خیر اور  
 گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنع عن شرح الهدایة لان اقامة العمل بها انما یكون بربع عینا و عینا مستعلما مضارت کا نذات  
 عین اربعة و قال الشافعی رضی اللہ عنہ کاشاة و الفرق ما قد مناه اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اس واسطے واجب ہوئی  
 کہ ان سے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سواری کی تو گویا ان جانوروں  
 کی چار آنکھیں ہو گئیں اور اہم شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا حکم بکری کے مانند ہے یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان  
 جانوروں میں وہ ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں  
 کیونکہ برابر ہوں گے لکن یرد علیہ انہ لوفقا یلغی حصار مثلا انہ یضمن نصف قیمتی و لیس كذلك كما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام  
 قضی فی عین الدایۃ ربع القیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلاً گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف  
 قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک محتار ہے چاہے سب قیمت  
 لے اور چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا م معجم طبرانی میں زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ  
 میں اس کی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی الصنی شرح الهدایۃ  
 والتقیۃ بالعیۃ لانہ لقطع اذنا و اذنبہا یضمن نقصانہا و کذا لسان الثور و الحمار و قیل جمیع القیمۃ کما لقطع احدی قوائمہا فانه یضمن قیمتہا و علیہ  
 الفتوی اسے بوجہ ماکول وان ماکول لا غیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ و علیہ الفتوی و عرجا کقطعہا اور آنکھ  
 کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اس کے نقصان کا ضمان دے گا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں  
 ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پانوں کاٹے گا جانور کا تو اس کی پوری قیمت کا ضمان  
 دے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہ ہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک محتار ہے چنانچہ اس کی تفصیل دونوں آنکھوں  
 کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانوں کاٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لے گا تو کاٹنے والا اس  
 کا کچھ ضمان نہ دے گا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پانوں کاٹ جانے کے مانند ہے یعنی ماکول و غیر ماکول  
 کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت لازم ہوتی کذا فی المطاہی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر لکلب یا کل عنب الکرم فاشہد  
 حذیفہ فلم یخفہ حذیفہ اکل العنب لم یضمن و انما یضمن فیما اشہد علیہ فیما یخاف تلف بنی آدم کالحاظر المائل و نطح الثور و عقر کلب و عقر نعیمین اذالم  
 یخفہ انتہی قال المصنف و لکن عمل المتلف فی قول الزیلعی وان تلف الکلب فعلى صاحب الضمان ان کان تقدم علیه قبل الاتلاف والافلا



کالحا لظالمات علی الادی انتہ فیصل التوفیق مصنف نے شرح میں درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگوڑ کے درختوں سے انگوڑ کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اس کے کھانے میں سوکتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ استہاد کے بعد بھی انگوڑ کھا گیا تو اس پر ضمان لازم نہ ہو گا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جب کہ اشتہاد ہو اور اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دے گا جب کہ اس کی محافظت نہ کرے گا اتنی قول الدر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زبطی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اس کے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اس پر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زبطی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہو گا م یعنی اطلاق نہ یحی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نہ رہا دونوں قولوں میں طحاوی نے کہا قولہ علی الادی متعلق ہے قولہ حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستقنا عن لہ نخل یعنی بتنا نہ فخرج فیما کل عنہ الناس وفواکھم بل یعنی رب النخل ما تلفہ النخل من العنب ونحوہ ام لا اول یوم تجویہ عنہم لے مکان اخرام لا وجوابہ لا لا یعنی رب شیئا مطلقا اشتہاد وعلیہ ام لا اخذ من مسئلۃ الکلب بل اولے وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ مکن رأیت فی فتاوادہ انہ افقی بالضمان فی مسئلۃ النخل فراجع عند الفتوے میں کتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استقنا اس شخص کے حال سے جس کے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ ان کو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگوڑ اور ان کے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگوڑ وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہو گا یا نہیں اور ان کے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھانے والے کا حکم ہو گا یا نہیں جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہ ہو گا خواہ لوگوں نے اس پر اشتہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولیٰ ہے یعنی اس واسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اس طرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین الفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاویٰ میں دیکھا ہے کہ اس نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتویٰ دیا ہے تو اگر کی طرف مراجعت کیجیو فتویٰ دینے کے وقت م ظاہر مسئلہ کلب معتبر ہے جو درر میں مذکور ہے وجود نفس کے سبب سے کذا فی الطحاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یومر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشاخ فینبغی ان یومر تحویلہ اذا کان الضرر مبنی علی ما علیہ الفتوے اور مکھیوں کا اٹھانا اس کے ملک سے سو مالک کو تو اس کا حکم نہ ہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے اور شاخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ اس کے اٹھانے کا حکم کیا جائے جب کہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول معنی بکے و فی الصیغۃ جاکل حنظلہ انسان فلم یغنیہ حتی اکل الصیغۃ واما صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیسوں کھا تا ہے سو دیکھنے والے نے اس کو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے اور غنما اور ثور اور فرسا اور حمار نے زرع اور کم ان سائقا ضمن ما تلف والا لا وقیل لضمین وتمامہ فی البرازیہ کسی آدمی نے بھیر یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگوڑستان میں اگر اس نے داخل کیا ہے انک کے تو جو اس نے تلف کر دیا اس کا ضمان دے گا اور اگر انکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر صورت ضمان دے گا اور پورا اس کا بیان برازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اس نے کچھ خراب کر دیا سو اس کو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سودہ مرگیا سو اس پر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہو گا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدول اس کے اذن کے سر صاحب خانہ نے اس کو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا



سوا اس پر تاوان نہیں اور اگر کسی کے گھر میں رکھ دیا بدول اذن کے اور صاحب خانہ نے اس کو بھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت میں  
ترتیب ثوب کا اس پر ضمان لازم ہو گا چنانچہ ذخیرے میں ہے جس نے بھیرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اڑ گئی یا اٹھ گیا یا کھول دیا سو  
جانور نکل گیا اور کم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمدؐ کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے الكل من العالم کیرتہ

## باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں اعلم  
ان جنایات المملوک لا توجب الادفعۃ واحدا لولا محلا معلوم کر کہ مملوک کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایک

بار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہوم یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیر ہوں اشخاص متددہ میں تو سب مقتولوں کے وارثوں کو وہ غلام دیا جائے گا

دفعۃ واحده تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اس میں اپنا اپنا حصہ کر لیں گے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنی جب کہ اس کے واسطے حریت کے

اسباب منعقد نہ ہوں گئے ہوں چنانچہ تدبیر اور استیلا اور کتابت کذا فی الخطاوی والاقتیۃ واحده اور اگر مملوک محل دفع نہ رہا ہو یعنی حریت کے اسباب

ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولیٰ کو دینا ہو گی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اس کو بانٹ لیں گے و لونڈی القن ثم جنی

فکالا اول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اس کے قتل کرنے کے بدلے مال دیا پھر اس نے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلاً کسی کو قتل کیا تو وہ اول

یار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت میں الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے م یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت

کرے گا تو مولیٰ اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہے گا اس واسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اس

نے جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر واختیۃ فانہ لا تجب الا قتیۃ واحده و سیمضج برخلاف مدبر

اور ام ولد اور مکاتب کے کہ ان کی جنایات میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہو گی جنی بعد خطا التقیۃ

بالخطا ہنا انما یفید فی النفس لان بعدہ لقیقۃ وامانی مادونہا فلا یفید لاسواء خطاہ وعمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطا بالبسیۃ و اقرار مولاء و علم القاضی لا

باقرارہ اصلا بل یثبت لکن قولہ و علم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زمانہا شر بنالیۃ عن الاشباہ و تقدم دفعہ مولاء و اشباہا فمملیکہ

ولیہا و ان شاء فذادہ بارشہا حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنی کسی کو قتل کیا تو اس کا مالک اگر چاہے بدلے جنایت نقل کے مملوک

کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جائے گا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اس کی دیت کا شارح نے

کما خطا کی قید یہاں لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اس واسطے کہ مملوک کے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت

میں تو خطا کی تقیۃ مفید نہیں ہے اس لئے کہ مادون نفس میں مملوک کی خطا اور عمد برابر ہیں پھر خطا تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اس کے

مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع میں کتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہیں

ہے اس لئے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں چنانچہ شر بنالیۃ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے مافی الحال

دینا دفع اور فدیہ دونوں سے مستثنیٰ ہے دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاویل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلہ ہے عین یعنی مملوک کا

تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاویل میں لکن الواجب الاصلی ہوالدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحکم کا ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت

مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل موت کے کہ

وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے م بعد قاتل کی موت سے واجب اس واسطے ساقط ہو جاتا ہے کہ محل

باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مرے کا یعنی قتل خطا میں تو واجب ساقط نہ ہو گا اس کی عاقلہ پر واجب ہو گا کذا فی الدرر لکن فی الشر بنالیۃ عن



السراج والجوہرۃ عن البرزوی ان اسخ هو الفداء حتى لو اختاره ولم يقدر عليه اذاه متے وجد ولا يبرأ بهلاك العبد ليكن شربا ليه في سراج سے اور جوہرہ میں برزوی سے یوں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہ ہو اس کے ادا کرنے پر تو جب پاؤں سے اس کو ادا کرے اور مولیٰ بری الذمہ نہ ہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزلیعی وغیرہ بانہ اختار اصل حتم فبطل حتم فی العبد عند ابی حنیفہ رحمہ انتے ومفادہ ان الاصل عنہ الفداء لا الدفع اور زلیعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولیٰ نے در نہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہو گیا غلام میں ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک انتے مانے الزلیعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح الجمع فی تعلیل الامام ان الواجب احدهما وانہ متے اختار احدهما تعین اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جب کہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس فی لفظ کتاب دلالت علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اس کو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے محیط میں ہے کہ امام محمد نے اصل یعنی مہبوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اس کے مولیٰ کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ موجب اصل دفع ہے انتے تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اس واسطے فدیہ باطل نہ ہو گیا کہ تعین کا اختیار مولیٰ کو ہے سو اس نے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور زلیعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی المطاوی فان فداء فحیی بعدہ فحیی کا لاوی حکم سوا کر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اس کے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کی مانند ہے حکم میں یعنی مولے دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداءہ یا رثما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولیٰ غلام کو ان کے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہ بہ المولیٰ او باعہ او اعقلہ او وبرہ او استولدہ یا غیر عالم بہا بالجناۃ ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو مہبہ کر دیا یا اس کو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈ کا کرم ولد بنایا جنایت کی نواقضی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جان کر مہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کیسے عالم بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جان کر مہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے وان علم بہا الارش میں داخل ہے وکتعلق عتقہ لقتل زید اور مہبہ او شحہ ففعل العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اس کے تیر مارنے یا اس کے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار یعنی تو عورت وارث ہوگی زوج کی م اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اس نے تیر مارا یا کہا کہ اگر تو اس کے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اس نے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ اس نے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اس کو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر یہ کذا فی الدرر وان قطع عبدید حر عدا و دفع الیہ فاعقلہ فانت من السمریۃ فالعبد صلح بہا ای بالجناۃ لان عتقہ دلیل یصح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عدا کاٹا اور غلام اس کو دیا گیا سو اس نے



نہ ادا کر دیا پھر آزاد ہو گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اس واسطے کہ اس کا آزاد کرنا صلح کی دلیل ہے م اس واسطے کہ  
 اتفاق پر اقدام کرنا صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں بدول اس کے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح  
 ادا ہوئی جائے پھر جب اس نے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتداء سے وان لم یعثقه وقد سری یرد علی سیدہ فقتل  
 یعنی بطلان اس صلح اور اگر مطلق الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام اس کے مالک کو پھر دیا  
 اوسے گا سودہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان حتی ماذون لم یذون خطا فاعتقه  
 سیدہ بلا علم بہا عزم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاتمل منها ای القیتہ ومن الارش اور اگر غلام ماذون  
 یون نے از راہ خطا جنایت کی سو اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا نادانستگی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دیت  
 سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت  
 اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اطلقہ ای العبد الجانی اجنبی  
 قیمت واحدہ لمولاه لا غیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اس پر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے نہ سوائے  
 اس کے م یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہوگا اس واسطے کہ حق فریقین کا کمتر ہے ملک رقبہ سے پھر جب مولی  
 بہت پاوے گا تو اس کو صاحب دین لے گا اس واسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالکیت میں وارث مقتول پر کذا  
 الزلیعی فان ولدت ماذونہ مدیونہ بیعت مع ولدہ فی الدین ان کانت الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لم یحق الدین لم یعلق  
 فی الغرام بالولد بخلاف اکسا بہا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی بنی تو اپنے بچے کے ساتھ بچی جاوے گی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین  
 کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اس کو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہ ہوگا برخلاف اس کی کیا یوں کے یعنی  
 لہائی میں ان کا حق متعلق ہے نہ اس کے ولد میں یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اس میں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالفتح مذکور  
 ہوا ہے تاکہ اس میں اور مسئلہ آئندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنیت فولدت لم یذفع الولد لہ ای ولی الجنایۃ لتعلقا بذمتہ المولے  
 لاذمتا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ موجب  
 جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم رجل ان سیدہ  
 حرہ فقتل العبد المقتول ولیہ ای ولی الزائم عتقہ خطا فلا تشی للمحر علیہ لانہ برع عتقہ اقرانہ لا یتحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ  
 الابجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جس کو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد نہ آزاد ہو گا ہر کرنے  
 والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں حرز ائم کے واسطے اس لئے کہ اس کی آزادی کے کہنے سے اس نے اس کا  
 اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اس کی تصدیق نہ ہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی ہے م عاقلہ سے یہاں مراد غلام  
 کا مولی ہے فان قال معتق رقبہ معروف لرجل قتل اخاک یخاطب مولاه الذی اعنتہ خطا قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے لابل بعدہ  
 صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جس کا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جس نے اس کو آزاد کیا ہے  
 کہ میں نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد  
 ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنی غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے م طحاوی نے کہا کہ شارح



مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر میں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تصویر غیر موافق ہے چنانچہ اور کتابوں میں مصرع ہے و  
ان قال لما قطعت يدك وانت امتي وقالت هي لابل فغلبته بعدا لعلحق بالقول لما لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعى ما يبرئ فلا  
يكون الحقول له اور اگر مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جب کہ تو میری لونڈی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا  
آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مولیٰ نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوے کیا جو ضمان  
سے بری الذمہ اس کو کر دے تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا و لکن القول لما فی کل ما اخذہ المولیٰ منها من المال لما ذکرنا استحضار اور اسی طرح  
لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز میں جو مولیٰ نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جس کو ہم نے ذکر کیا بطریق استحضار کے الا الجماع  
والغلبة فالقول له لا سنده لحالة معسورة منافية للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا تو اس میں میاں کا قول مقبول  
ہوگا بسبب اس کے منسوب ہونے کے اس حالت مقدری کی طرف جو تاوان کے مخالف ہے م اس واسطے کہ لہٰذا لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ بیعت  
ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی قرض دار ہو لکن فی الزیعی عبد مجبور اوصی امر صبیبا قتل  
رجل فقتله فدية على عاقلة القتال لان عبدی خطاء غلام مجبور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اس نے اس کو مار مار  
تو مقتول کا خون بہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد بعد عتقه وقيل لا الا علی العبد  
الا امر ابد القصور البیة اور صغیر قاتل کے مددگار غلام اگرچہ دیت بھر لیں اس کے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع نہیں غلام آزاد پر لیکر  
صغیر امر یہ بھی کہیں رجوع نہیں یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور البیة کے سبب سے وان کان مامور العبد عبدا مثله وفع السيد القاتل او  
فداه فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو امر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو ان لوگوں مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا یجوز  
له علی الامر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقبل من الفداء وقيمة العبد لانه مختار فی دفع الزیادة لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو امر  
رجوع کرنا جائز نہیں بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں جو کمتر ہو وہ مالک بھر لے اس واسطے کہ مالک دفع زیادت میں مختار ہے  
نہ مجبور م یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جب کہ اس نے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم  
نہ ہوگا و لکن الحكم فی العمدان کان العبد القاتل صغیرا لان عمده خطاء اور سطر قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے  
مانند ہے حکم میں فان کبیرا فقتل منه اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقه مولاہ ثم وقع فیما انسان او  
اکثر فمک فلا شی علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنواں کھودا سو مالک نے اس کو آزاد کیا پھر اس میں چند آدمی یا ایک آدمی گر کر  
سو مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں اس لئے کہ غلام کی جنایت اس پر کچھ واجب نہیں کر دیتی م اور عدم عتق میں بھی یہی حکم ہے ویجب علی المولیٰ قیمت  
واحدة ولو اوقع الفانیعی اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنویں میں گر کے مر گئے ہوں کہ  
فی الزیعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منهما ولیان فعفا احد ولیی کل منهما دفع السيد نصفه الی الحرین الذین لم یعفوا و فداء بد  
کاملة لانه بذلک العفو سقط القود والعقب مالا و ہر دیتان وقد سقط دية نصیب العافیین وبقی دية نصیب الساکتین او دفع نصفه لهما پھر اگر ایک غلام  
نے ان دو آزاد مردوں کو عمدہ قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہیں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک  
نصف غلام ان دو وارثوں آزاد کو دے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دے کر اس واسطے کہ اس معافی سے قصاص  
ساقط ہو کر منقلب بحال ہو گیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنے والوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے



دو وارثوں کی دیت باقی رہ گئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والاخر خطا وعفا احد ولی العمد فدی بدیتہ لولی الخطا ونصفہما لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدتاً قتل کیا اور دوسرے کو خطا قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جس نے عفو نہیں کیا اور دفع الیہما وقسم ثلثا ناعولا عنہ وارباعا منازعتہ عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہاؤ بانٹ دے بطریق عول کے نام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک مگر اس کی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درم میں ہے اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنی پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جس نے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہاؤ کرے دو تہاؤ خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہاؤ قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اس واسطے کہ ان کا حق دیت میں بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہوں گے بطریق منازعت کے تین چوتھائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اس کو جس نے عفو نہیں کیا اس لئے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کے واسطے مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اس کو نصفاً نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عیدہما قریبہما وعفا احدہما لطل کلمہ وقال یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر ولیفدیہ ربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام وجہہ انہ انقلب بالعفو مالا واملو لا یتوجب علی عبده دینا فلا یخلقه فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اس کا فدیہ دے چوتھائی دیت دے کر اور بعضوں نے کہا کہ مہر امام کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب ہوا ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اس کے وارث اس میں اس کے خلیفہ نہ ہوں گے مطلقاً دی نے کہا مالک تو دونوں زندہ موجود ہیں تو مورث اور وارث کا یہاں کیا ذکر ہے

### فصل فی الجنایۃ علی العبد

یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان میں جو عید پر واقع ہو م عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے دیتہ العبد قیمتیہ فان بلغت ہی دیتہ الحر وبلغت قیمتیہ الامۃ دیتہ الحرۃ لقصص من کل من دیتہ عبد وامتہ عشرۃ درہم انما الاخطا رتبۃ الرقیق عن الحر تعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اس کی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر ہو پانچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار درم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر ہو پانچ تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درم گھٹائے جاویں گے تاکہ رتبہ مملوک کا اخطا رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درم کا معین کرنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ درہم سے دوسری روایت یہ ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم کم کئے جاویں وکون حیث علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلا فالابی یوسف اور اس وقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہو گی تین برس کی مدت میں مگر خلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک نقصان دس درم کا مستبر نہیں کذا فی الطحاوی وفي الغصب یجب الیقیمۃ بالغتہ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اس کی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہاں تک اس کی قیمت ہو پانچ یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو واما قدر من دیتہ الحر قدر من قیمتیہ و حیث ففی یدہ نصف قیمتیہ بالغتہ ما بلغت فی الصبح در و قیل لا یزاد علی



ستہ آلاف الاخمستہ وجزم بنی الملتقی اور جو مقرر ہے اعصار حر کی دیت سے وہی مقرر ہے ملک کی قیمت سے اور اس وقت میں تو ملک  
 کے ہاتھ میں اس کی نصف قیمت ہے قول صحیح میں جس قدر کہ اس کی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درم کم پانچ ہزار درم  
 زیادہ نہ ہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحار میں یہی قول اخیر ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہر ایک اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور  
 فتاویٰ دلواری اور ملتقی اور مجتبیٰ میں کذا فی الطحاوی ویجب حکومت عدل فی الحیثہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام  
 کی ڈاڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے یہ اس صورت میں حکم ہے جب کہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جسے قطعید  
 عبد فخرہ سیدہ فہری فہات منہ ولہ للعبد ورنہ غیر المولیٰ لا یقتضی لاشتباه من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اس کے  
 مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مر گیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولیٰ کے سوا تو قاطع سے  
 قصاص نہ لیا جاوے گا صاحب حق کے اشتباہ کی وجہ سے م یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت  
 اعتبار کیجیے تو فقید وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحاوی والا  
 یکن لہ غیر المولیٰ اقص منہ خلافاً لحدود اور اگر اس کا کوئی وارث نہیں سوائے مولیٰ کے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے گا برخلاف مذہب محمدؐ قال  
 لعبدیہ احمد کما حرشجا بنین المولیٰ العتق فی احدہما بعد الشیخ فارشما للیسی لان البیان کالانشار مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک  
 غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یوں کہا کہ میں نے  
 اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اس واسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اس نے آزاد کیا  
 ولو قلنا فدیہ حر و قیمتہ عبد لوالعاقل واحد معاً و قیمتہما سواہ اور اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ  
 ایک ہی قاتل نے دونوں کو قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو و جہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان دیا انشا ٹھہر  
 گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہ ہوگا محض بیان اظہار ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور  
 آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحاوی مختصراً وان قتل واحد معاً علی التقاب و لم یدر الاول فقیمتہ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں  
 کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی م قولہ وان قتل کلاً  
 واحد معاً مخالف مقصود ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحاوی نے کہا  
 شارح کو یوں کہنا تھا وان قتلہما شخصان معاً لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافاً لبعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اس کے  
 قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحاوی فقہاء رجل عینی عبد خیر مولاہ انشا دفع مولاہ  
 عبدہ المفقود للفلان واخذ منہ قیمتہ کاملہ او امسکہ ولایاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ العقیمۃ واسک  
 الجثۃ العیاد ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑیں تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے  
 پوری قیمت لے یا چاہے اس کو اپنے پاس رکھے اور اس سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا  
 آنکھ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے پاس رکھے ولو جینی مدبر اوام ولد ضمن السید الاقل من قیمتہ  
 ومن الارش لقیام قیمتہا مقامہا اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جہایت کرے تو مالک تاوان دے کتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو  
 دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اس لئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے ان کے کم مناسب تھا



کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اس واسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القيمة بقضاء فحی المدبر اور ام ولد جنایت اخری  
بیشارک الثانی الاول اذیس فی جنایات کما الاقیمۃ واحدة ولا شئ علی المولے لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے  
حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اس واسطے کہ مدبر کی تمام جنایات  
میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی حکم قاضی و لو دفع القيمة  
لولا لای غیر قضاء رابع البید بحسنہ من القيمة ورجع بها علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لایجب علیہ الاقیمۃ واحدة اور اگر مالک نے پہلے  
جنایت کے وارث کو قیمت دی بدوں حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک  
اس قدر بھرے مقتول اول کے وارث سے اس لئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اس واسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے  
کچھ واجب نہیں اور اربع ولی الجنایۃ الاولے یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اس سے باقی لے اس واسطے کہ اس نے  
اس کا حق ناحق لیا و قال لا شئ علی المولے اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اتق المولی المدبر وقد جنى جنایا  
لم تلزمه ای المولی الا قیمۃ واحدة علم بالجنایۃ قبل التمس الاول لان حق المولی لم یعلق بالبعد فلم یکن مفتوا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا  
اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہو یا نہ ہو  
ہو اس واسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اس کے حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا و ام الولد کا ملکہ برقیار  
اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں اقرار المدبر اور ام الولد بجنایت تو جب المال لم یحجز اقرارہ لانہ اقرار لا علی المولے بخلاف  
ما اذا اقر بالقتل عمدًا فانہ یصح اقرارہ علی نفسه فقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اس کا اقرار جائز  
نہیں اس واسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر برخلاف اس کے جب کہ اس نے قتل عمد کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار  
کے سبب سے مارا جاوے گا و لو جنى المدبر خطأ فمات لم تسقط قیمۃ عن مولاه اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مر گیا تو اس کی قیمت اس کے  
مالک سے ساقط نہ ہوگی و لو قتل المدبر مولاه خطا سے فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں لینے  
ممنّت مزدوری کر کے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے و لو عداقۃ الوارث او استعاه فی قیمتہ ثم قتلہ و در اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمدہ  
قتل کیا تو وارث اس کو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کر دے اس کی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے  
بعد اس کو قتل کرے کذا فی الدرر

**فصل فی غصب الفتن وغیرہ** یہ فصل یہ ملک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبده فغصبہ  
رجل دوسری فوات من ضمن الغاصب قیمتہ قطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اس کو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو  
وہ اسی زخم سے مر گیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کے غلام کی قیمت کا و ان قطع یدہ و موفی ید غاصب فوات منہ بری الغاصب بصیرۃ  
متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سودہ اسی زخم سے مر گیا تو غاصب بری الذمہ ہو گیا قیمت  
دینے کے تاوان سے سبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھر لینے والا ٹھہرا و لو غاصب عبداً مجبوراً مثلاً فوات فی یدہ فممن  
لان الجور مواخذہ بافعالہ لا باقوالہ الابد حقیقۃ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سودہ اس کے قبضے میں مر گیا  
سودہ تاوان دے گا اس کی قیمت کا اس واسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی



ماخوذ ہو گا مدبر جنی عند سیدہ اخر سے ضمن السید قتیۃ لہا نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اس کو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اس کی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفانصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور باقی نصف دوسرے کے وارث کو ورجع المولیٰ بنصف قیمتہ علی الغاصب و دفعہ ای دفع المولیٰ نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا المزمع قائم اور مالک مدبر کی نصف بھر لے غاصب سے اور مولے دے نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اس لئے کہ اس کا حق واجب نہ ہوا تھا مگر اس حال میں کہ مزمع موجود تھا موطاوی نے کہا جلی نے زلیعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یوں نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اس واسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزمع اور منازع اس کا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جب کہ غلام کا بدلہ مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اس کو لے گا تا کہ اس کا حق پورا ہو جاوے انتہے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزمع یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اس وقت واجب ہوا تھا جب کہ اس کا کوئی مزمع نہ تھا مرجع المولیٰ بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھر لے اس واسطے کہ مولیٰ سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا و بعکسہ بان جنی عند مولاه ثم عند غاصبہ لا یرجع المولیٰ علی الغاصب بہ ثانی لان الجنایۃ الاولے کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھر لے گا اس واسطے کہ پہلی جنایت اس کے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والحق فی التفصیلین کا مدبر غیر ان المولیٰ یدفع البعد نقضہ بنا و قد ای فی المدبر القیۃ کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہاں خود غلام کو دے گا اور وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دے گا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنی عند غاصبہ فزودہ فغصبہ ثانیاً جنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہا ورجع لقیمتہ علی الغاصب کو نہا عندہ و دفع المولیٰ نصفھا ای القیۃ الماخوذة ثانیاً الی ولی الجنایۃ الاول ورجع المولیٰ بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اس نے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اس نے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اس کے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بھر لے غاصب سے اس لئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مولے نصف قیمت ماخوذة جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور دے نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھر لے وام الولد فی کلہا کمدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیحاً حراً لا یعبر عن نفسه والمراد بغصبہ الذل ببلایا اذن ولہ فیات ہذا لحر فی یدہ فجاءۃ او کجی لم یضمن ایک مرد نے وہ غیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مر گیا ناگہاں یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کالے جانا ہے بدول اجازت اس کے ولی کے م یعنی غصب کے معنی مجازی یہاں مراد ہیں اس لئے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اس واسطے ثابت نہ ہوا کہ موت ناگہانی اور تپ انا ہر مقام میں ممکن ہے مختلف باختلاف المکن نہیں ہے وال مات بصاعقۃ او منشی حیۃ فدریۃ علی عاقلة الغاصب استعان بالتبیین فکان الصواب والھیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فیتجب فیہ الدیۃ علی العاقلة لکونہ قتلہا تبییناً وغیرہ اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ



کے کاٹنے سے تو اس کی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اس واسطے کہ غاصب سبب پڑا ہے بکلیوں یا ساپنوں کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان میں لے گیا جہاں اکثریت اور امرائے لائق رہتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اس میں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تبسب کا موجب ہونے سے کذا فی المدایۃ وغیرہ اقلیت وبقیہ لو نقل الحر البکیر لہذا الا ما کن تعدیا ان مقید اولم یکنہ اکثر عتہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسه لالانہ بتقصیرہ حکم صغیر بکبیر مقید عنایہ میں کتا ہوں باقی رہ گئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کر کے اس طرح لے گیا کہ اس کو بچنا اس سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اس کو مانع نہ ہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایۃ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ جس الغاصب حتی یجی یہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفزقۃ بینہما فانہ یکس حتی یرد او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہو گیا اس کے پاس سے تو غاصب مجبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو لے آوے یا اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لے گیا یہاں تک کہ زوجین میں جدائی پڑ گئی اس طرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں سے تو وہ شخص مجبوس رہے گا یہاں تک کہ اس کو پھر لادے یا عورت مر جاوے یعنی اس کی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخلاصۃ امرأتنا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفۃ و مات البسی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم میت فعلی عاقلۃ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر فی معایات الوہبانیۃ ۵ من ذالذی ان مات مجنیہ فما ۵ علیہ اذامات بالموت لیشطرہ ختنہ کرنے والے کو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اس نے ختنہ کیا تو اس کی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مر گیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اس کی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں سابق مذکور ہو چکا اور وہبانیہ کی جہیتان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اس کا مجنی مرے تو اس پر وہ واجب ہے جب کہ نہ مرے نصف اس کا واجب ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنے والا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے کمین گل صبیا علی دایۃ وقال المسکالی فسقط البصی ولم یکن منہ تیسیر فمات کان علی عاقلۃ من حملہ ای دیتہ البسی کان البسی محمن رکب مثله اور اگر کب و تمامہ فی الخانیۃ مانند اس شخص کے جس نے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اس نے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مر گیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہ ہوتا ہو اور اس کا پھر در بیان خانیہ میں ہے البسی او دغ عبد اقصتہ ای قتل البسی العبد المودع ضمن عاقلۃ البسی فیمتہ مانند اس صغیر کے جس کے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو بصی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دے گا فان او دغ طوعا بلا اذن ولیہ ویس ماذونہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لاند سلط علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدول اس کے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھایا تو اس پر ضمان نہیں اس واسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دے گا وکذا الوادع عبد مجبور مالا فاستلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابو یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام مجبور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اس نے اس کو تلف کیا تو اس کا مال وادان دے گا سلمہ مترجم ہا دل نے مقید کو خبر حکم کی کہ یہ ترجیح کیا حالانکہ صغیر کے غصب میں کچھ قید کی قید نہیں بلکہ لفظ مقید کو صفت کبیر کی کر کے ترجیح چاہیے تھا یعنی صغیر کا حکم مثل کبیر مقید کے ہے ۵



آزاد ہونے کے بعد اور ابویوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دے گا وکذا الخلاف لو اقرضوا او قرضوا اسی طرح اختلاف ہے اگر  
صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا مینے صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر  
ضمان نہیں بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابویوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا  
فی الطحاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارة ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا  
کما واستتمک البصی مال الغیر بلا دلیۃ ضمن فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدول دلیت کے تلف کیا تو اس کا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا  
قلت و بذکرہ البصی عاقلا والاغلا یضمن بالاجماع و تمام فی العناۃ والشر بن لالیہ عن الثبلی و مسکین علی خلاف مانی الملتقی والہدایت والزیلعی  
فی حفظ میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے جب کہ صغیر عاقل اور فہیدہ ہے اور اگر عاقل نہ ہو تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے  
بالاتفاق اور اس کی پوری تفصیل عنایہ اور شربن لالیہ میں ہے ثنبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اس کو یاد  
رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

## باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں م قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند  
قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحاوی ہی لغۃ بمعنی القسم و ہوا لیمین مطلقا قسامۃ لغت عرب  
میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمن اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک آدمی قسم کھائے یا زیادہ و شرعاً لیمین باللہ تعالیٰ بسبب مخصوص و عدد  
مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص  
کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اس کا عنقریب آتا ہے م قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے  
لی جاویں اور قسامہ کا سبب اس مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جس کا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ  
آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اس کا یہ ہے کہ لیل کے کہ واللہ  
میں نے اس کو نہیں قتل کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور شروع ہونا  
قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحاوی مختصر یعنی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اس کی مشروریت میں حکمت  
یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھیں اور مفت ضائع ہونے سے خون کے پچس اور جس پر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے خلاصی پاد  
میت حر و لہ و ذمیا او مجنونا شر بن لالیہ بہ جرح او اثر ضرب او حق او خروج دم من اذنه او علیہ وجہ فی محلہ او وجد بدنہ او اکثرہ  
من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ آزاد مردہ جس میں زخم ہے یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اس کے کان یا آنکھ سے  
وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اس کا بدن یا اکثر بدن کسی طرف سے یعنی سر کی طرف سے یا پانوں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا کر  
میت مذکور ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشر بن لالیہ م اگر غلام خالص غیر ملک مولیٰ میں مقتول پایا جاوے تو اس میں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اس  
کی واجب ہے تین سال میں چنانچہ شربن لالیہ میں ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت میں نہ لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحاوی والنس و ان ورد  
فی البدن لکن لا اکثر حکم کل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع راسہ لا یؤدی لکن القسامۃ فی قتل واحد ہو غیر مشروع اور نص اگر چہ بدن  
میں وار ہے لیکن اکثر بدن مبنیٰ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگر چہ نصف اقل کے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت  
نہ ہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہ ہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت نہیں یعنی اگر کمتر نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں



دو بار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ایک بار اگر زندہ بن کے ملنے سے اور دوسری بار قتل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں و لم یعلم قاتلہ  
 اذ لو علم کان ہو الخصم و سقیط القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہ ہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصوصیت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو  
 جاوے گا و ادعی ولیہ القتل علی اہلہا اسے المحدثہ کہہ کر ادا دے علی بعضہم حلف جمہور رجلا منهم اور اس میت کا وارث قتل کا دعویٰ  
 کرے تمام محلے والوں پر یا دعویٰ کرے بعضوں پر تو ان شرطوں سے ان میں سے پچاس مرد قسم کھا دیں نیتاً رہم الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا  
 لہ قاتلاً بان یحلف کل منهم باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلاً قسم کے واسطے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ قسم خدا کی  
 ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس طرح کہ ہر مرد ان میں سے قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا  
 اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اس کو قتل کیا ہو  
 تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہرے گا یعنی سب لوگوں نے اس کو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل  
 ٹھہرے گا لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثلثہ لوث استخلف الاولیا خمین یمینا ان اہل المحلۃ قتلوہ ثم یقفنہ بالذیۃ علی المدعی  
 علیہ و قضا مالک بالقود لو الدعوی بالعد نہ قسم کھائے وارث اور اہل تشافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثوں سے  
 پچاس بار قسم لی جائے کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور اہل مالک نے قضا کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا  
 دعویٰ ہو لوث یہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاید ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت  
 رکھتے ہوں یا ایک شاید عادل یا چند شخصوں غیر عدول گواہی دیتے ہوں کہ محلے والوں نے اس کو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس  
 سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری پچاؤ کی کیا صورت ہے سو  
 یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسیٰ علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت  
 کرو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ خدا نے مجھ کو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کروں سو وہ خدا کی قسم کھا دیں کہ ہم نے  
 اس کو قتل نہیں کیا ہے اور نہ ہم اس کے قتل کو جانتے ہیں پھر تم اس کا خوبہا ادا کرو تو یہودیوں نے لکھا کہ تم نے ہم لوگوں میں ناموس یعنی  
 دھار بانی کا حکم کیا کہ انی الدر عن الزبیری عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی  
 علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے وکن یمین علی المدعی علیہ اور باقی  
 صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے  
 اسی تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی آیتہ قسم قضی علی اہلہا بالذیۃ لا مطلقاً بل ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان وقعت  
 الدعوی بخطا فتدعی ای فیقفنہ بالذیۃ علی عواقلہم کافی شرح الجمع معنی اللذیۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ  
 القسامۃ علی اہل المحلۃ والذیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین ثمر بنیالیتہ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد ان پر دیت  
 کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو ان پر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوے واقع ہوا ہو  
 تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے  
 نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور ان کے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول  
 ملہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم مدعی علیہ پر ۱۲ ملہ مگر قسم مدعی علیہ پر ۲



کی قیمت تین سال میں لی جاوے گی کذا فی الشرع بلایۃ وان لم یتیم العدو کر الخلف علیہم یتیم خمبین یمنیا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہ ہو تو مکرر قسم لی جاوے ان سے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جائیں وان تم العدو واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لی جاوے گی ومن نکل منهم حبس حتی یخلف علی الوجه المذكور مہنا بذانی دعوی القتل العمدانی الخطاء فیقتضی بالذیۃ علی عاقلتم ولا یحبسون ابن کمال منزیا للحنانیۃ اور جو شخص ان میں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ قسم کھائے اس طرح پر جو یہاں مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں تو ان کے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ مجبوس نہ ہوں گے چنانچہ ابن کمال نے خانہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسه او عبده قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقة الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اس کا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اس کی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہو گیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأة وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر م اس واسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ولا قسامۃ ولا ذیۃ فی میت لا اثر بہ لانه لم یس یقتیل لان القتل عرفا ہونائت الحیوة بسبب مباشرۃ المحی وانہ مات حتف الفؤاد الغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اس لئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جس کی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرب سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے او یسئل دم من فمہ او الفؤاد ویرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منها عادة بلا فصل احد بخلاف الاذن والعیین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا نازہ سے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدول فعل انسان کے برخلاف کان بور آنکھ کے او نصف منہ ای ولا قسامۃ فی نصف میت شقی طولاً واطول منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اس کے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑ گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ قتل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ م یعنی مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی رقبۃ ای المیت حیۃ ملوئۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ پٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مر گیا ہے کذا فی البرازیۃ واما خلقہ کبیر ای وجہ سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والذیۃ فی التسمیرۃ یا بخلافہ اور جس کی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیر یہ ہیں اس کے مخالف ہے یعنی اس میں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم کان ابراء منہ لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اس کی طرف سے ابراء ہے محلے والوں کے واسطے اور قسامہ ان کے اوپر سے ساقط ہو گیا وان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط قتل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو ان سے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہوتا ہے م قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحاوی قتل علی ذیۃ معہا سائق او قائد وراکب فذیۃ علی عاقلۃ دون اہل المحلۃ لانه فی یدہ فصار کانه فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جس کے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اس کی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اس واسطے کہ وہ مقتول اس کے قبض اور تصرف میں ہے تو گویا اس کے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالذیۃ علیہم جمیعاً وان لم تکن ملکاً لم عملایہم وقیل القسامۃ والذیۃ علی مالک الذیۃ کالدراہم وقیل لا تجب



السائق الا اذا كان يسوقا مختفيا وبجزء من الجوهرة اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور کا مملوک نہ ہو بنا بران کے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جب کہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جو ہرہ میں وان لم یکن معا احد یبایا گیا وان مرت وابہ علیہما قتل بین قریتین او قبیلتین فعلى اقربهما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی قاتل وصد بین قریتین یا ریح فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقتلہ علیہم بالقسامۃ ولو استویا فغلبا وقید الدابة الفاقۃ قستانی اور اگر ایک جانور گداز جس پر مقتول ہے دو آدمیوں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو ان میں نزدیک تر ہوگا اس پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے حضرت نے اس مقتول میں جو دو گاؤں کے درمیان پایا گیا یہ حکم ہے کہ دونوں کی مسافت ناپی کیا تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف باشت نزدیک ٹھہرا تو انہیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے یا نہیں ہے کذا فی القستانی م قرب کا اعتبار اس وقت ہے جب کہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ ہزارہ یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک قسامہ سے یور نہیں تو نزدیک تر سے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحاوی

ن المنع بشرط سماع الصوت فمنہم کذا عبارة الزیلعی وعبارة الدرر وغیرہا منہ وعبارة البرہندی فغلا عن الکافی یسمعون صوتہ لان حیثیۃ الغوث فینبہون الی التقصیر فی الضرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ ان کی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے حمی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ کی آواز سنستے ہوں اس واسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہوں گے

طحاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مال ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہنچتی ہوگی تو غالباً مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہنچے گی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزم نصرۃ فلا ینبہون الی التقصیر فلا یجعلن قاتلین تقدیر اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اس کی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اس کی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہوں گے تو وہ تقدیر قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائیں گے م یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اس وجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انہوں نے مدد نہ کی تو وہی اس کے قاتل ٹھہرے لہذا ان پر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اس کی آواز گاؤں تک نہیں پہنچ سکتی تھی تو وہ عدم نصرت میں معذور ہیں تو ان کی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی ان پر لازم نہ آیا ویراعی حال المكان الذی وجد فیہ القاتل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی المملوک والدیۃ علی عاقلتم وکذا الومو قفا علی ارباب معلومین لان العبرة للمملوک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولایۃ والبرازۃ

قلت وریحہ التفریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لای ملک فیہ لاحد ولا ید اور مراعات ہوگی اس مکان کے حال کی جس میں مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اس کے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی ان کے مددگاروں اور اسی طرح اگر وہ مکان معین لوگوں پر وقف ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت ان کے مددگاروں پر ہے اس لئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں ولوالجیہ اور ہزارہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اس کی تصریح آوے گی متن میں درر وغیرہ کی



پیروی سے تو اس وقت میں قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جب کہ مقتول اس مکان مباح میں پایا جائے جس میں نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف محیط سرخی میں ہے کہ جب مقتول مایہ بان میں تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک اور اس کی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو ان پر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سن پڑتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو فکری اور گھانس سے تو دیت اس کی بیت المال سے دی جائے اور اگر اہل اسلام کو دہاں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اس کا خون رائگاں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اس کی قرب میں آبادی نہ ہو کذا فی الطحاوی عن العالمیہ والافطی فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولاية ذلید الخصوص ولو لجماعة یحصون فلولعامة المسلمین فلا تامة ولادیه علی احد بدائع اور دلائل اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن یہی وجہ ہانی بیت المال قتال لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آوے گا سو مال کرم طحاوی نے کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المتحققة واما الاراضی التي لهما ملک اخذوا لظلمة فينبغي ان يكون القاتل فيها بدرا لا لیس علی الغاصب دیت قتلتی عن الکرمانی فی بحر راو یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینوں کے مالک ہیں پر حاکم نے زبردستی ان کو چین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اس کے اندر مقتول کا خون رائگاں ہو اس واسطے کہ غاصب پر دیت نہیں ہے کذا فی القستانی عن الکرمانی تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکن فی ایدی المسلمین تجب الدية فی بیت المال لما ذکرنا ان اذا کان بحال یسمع من الصوت یجب علیه الغوث کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضہ میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اس وجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اس طرح پر ہو کہ دہاں سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد سنی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ محیط سرخی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز سموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحاوی وفيها ولو وجد قاتل فی ارض رجل الی جانب قریة لیس صاحب الارض منها ای من اهل القرية فنی علیه ای علی رب الارض لا علی اهلها ای القرية لان العبرة للملک والولاية انتہی قلت فمذا مریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحة لا مملوكة ولا موقوفه لان تدبیرہ لاربابہ ویکفی قناتہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین میں جو ایک گاؤں کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گاؤں کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت اس کی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اس واسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی مافی الولوالجیہ میں کہتا ہوں تو یہ روایت صریح ہے اس میں کہ قرب مکان اسی صورت میں معتبر ہے جب کہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں نہ مملوک اور موقوف میں اس واسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اس کے لوگوں پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن میں آوے گا تو آگاہ رہنا و وجد فی دارالنساء فعليه القسامة ولو عاقلته حصنوا دغوا فی القسامة ایضا خلافا لابن یوسف راجعاً معتقاً اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر میں تو اس پر قسامہ ہے اور اگر اس کے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہوں گے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی المتقنی والدیۃ علی عاقلته ان ثبت انما بالوجه کما یسجد وکان له عاقله والافعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہو اجماع سے کہ وہ لوگ اس کے مددگار ہیں اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اس کے مددگار نہیں ہیں تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہیں یا مددگاروں کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامة علی اهل الحظمة الذین خطبهم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامہ



اہل خطہ پر ہے اہل خطہ ہیں جن کو امامؒ نے خط مکہ دیا ملکیت کا ابتداء فتح اسلام میں اگرچہ ان میں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہوم خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد اہل مکہ قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے نہیں کے جب کہ امامؒ نے شہر فتح کیا اور اس کو غازیوں میں بانٹ دیا در ہر ایک کو خط مکہ دیا تاکہ ان کے حصے جدا جدا ہو جائیں کذا فی العینی دون السکان والمشتیرین وقال ابو یوسف کلمہ مشترکون دون کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلمہ فعلی مشترکین بالا جماع پھر اگر وہاں کے سب مالکوں نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے ان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فی علی عدد الروس کا شفعہ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے در میان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہے شفعہ کے مانند مثلاً ایک شخص کا حصہ اوصاف ہے اور دوسرے کا دسواں در تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت ان کے عاقلہ پر تین تہاؤ برابر ہے اس واسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحاوی ان بیعت ولم یقبض حتی وجد فیما قتل فعلی عاقلہ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور مہوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اس میں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے و فی البیع بخیار علی عاقلہ ذی الید خلافاً لہما اور بیع بشرط خیاریں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیاری بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلہ حتی یثبت الشہود وانما سئل الدار اتے فیما قتل لذی الید ولو ہوا قلیل کامیجے اور عاقلہ یعنی مددگاروں پر دیت دینا لازم نہ ہو گا جب تک شاہد گواہی نہ دیں اس کی کہ جس گھر میں مقتول ہے وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہو گا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اس کی عاقلہ پر دیت لازم نہ ہوگی جب تک گواہوں سے ذی الید کی ملک ثابت نہ ہوگی ولا یغنی عنہ خبر الید حتی لو کان بہ لم تد عاقلہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض اور تصرف بدو شہادت کے کفایت نہ کرے گا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہو گا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دے گا اور نہ قابض مقتول کی دیت دے گا کذا فی الدرر معلاً بانہ لا یکن الا یجاب علی الورثۃ للورثۃ بشئ صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے یہ علت بیان کر کے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں کے واسطے ممکن نہیں مہم مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثوں کا ملک ہو گیا اور وارثوں کے مددگار اس کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثوں کو ٹلی تو گویا وارثوں کا ضرر ہوا وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دے گا اور یہ مسئلہ متن اور شرح میں آئندہ بھی مذکور ہو گا ثم الورثۃ یخلفون فیکون الا یجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہیں تو ا یجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت وقد لقیال لما کان ہو لایدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوة الشبہ قتال میں کتا ہوں جب کہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوائے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہ ہوگی عدم وجوب کے خبہ قوی ہونے سے سوائے کو تامل کر دان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ درر علی من فیما من الرکاب والملاحین اتفاقاً لانہ فی الید سیم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناد میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اس واسطے کہ کشتی ان کے قبضے میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے



کھینچنے والے سب برابر ہیں وکذا العجلة حکما کفک اور اسی طرح گامی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنی اس کے مقتول کی دیت اور قسام گامی کے سواروں پر ہے و فی مسجد محلہ و شارع الناص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستند البدائع وقد حققه ملا خسر و اقره المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول یا یا گیا محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جس میں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اس کی سند بیان کی ہے اور ملا خسر نے اس کی تحقیق درد میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے م ملا خسر و کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اس واسطے کہ ملا خسر نے شارع یعنی راہ کی دو قسمیں بیان کیں ایک طرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع محلہ ہے جس میں اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہوں اور دوسرا شارع عام ہے جس میں جمیع طوائف برابر ہوں جیسے بازاروں کی راہیں اور خارجہ شہر کی راہیں اتنے تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام میں بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جس میں مسافر نماز پڑھتے ہوں تو وہاں قسامہ اور دیت مسجد کے بندے والے پر ہے اور اگر باہی معلوم نہ ہو تو منقل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحاوی و شوق مملوک علی المملاک و عند ابی یوسف علی السکان ملتقے اور اگر مقتول یا یا گیا مملوک باذرہ میں تو اس کے مالکوں پر قسامہ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں پر واجب ہے کذا فی الملتقے و فی غیرہ اخی غیر المملوک و الشارع الاعظم ہوان فذوالسجن و الجامع و کل مکان یون التصریف فیہ لعامة المسلمین لا لواحد منهم ولا لجماعة یحصون لاقسامہ ولادیت علی احد ابن کمال و انما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغرم اور اگر قتیل یا یا گیا بازار غیر مملوک میں اور شارع اعظم یعنی شاہلو کشادہ میں اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان میں جس میں تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال میں ہے اس واسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے م یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے مستفیع ہوتے ہیں تو تاوان بھی ان پر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دی جاوے گی بیت المال سے جو سب مسلمانوں کے درسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اس میں شریک ہیں سو خدا کی لعنت ان ظالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جان کر صرف کرتے ہیں اور اس کے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان نائباً ای بعیداً عن المحلات والا یکن نائباً بل قریباً منھا فعلى اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسمۃ لانه محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فکلون القسمۃ والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اس کو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ در واقع ہوں محلوں سے اور اگر دور نہ ہوں بلکہ قریب ہوں ان سے تو جو وہاں سے قریب تر محلہ ہوگا اس پر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا و کذا فی السوق النائی اذا کان من لیکن نائی الیاءے اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید میں جب کہ لوگ اس میں رات کو رہتے ہوں یعنی دن کی سکونت کا اعتبار نہیں اور کان لاحد فیہا دار مملوکہ فکلون القسمۃ والدیۃ علیہ لانه یلزم میانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ وجوب التقصیر کما فی العناۃ معزیا للنسائیۃ و بہ ارفۃ المرحوم ابوالسعود مفتی الروم و اعتمدہ المصنف وان خلا عنہ المتون لانه مصرع بہ فی غالب القنادی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس



بازار بعید میں گھر ہو ملک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اس واسطے کہ اس کو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موجب  
 تقصیر ہوگا تو اس پر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں ہے نہایت سے منقول میں کتاہوں اور اسی کا یعنی وجوب  
 قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی المحطا دی عن المصنف فتوے دیا ہے مرحوم ابو سعید مفتی روم نے اور مصنف نے اس پر اعتماد  
 کیا ہے اس متن میں اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اس واسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتا و دل اور شرحوں  
 میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و یحیدر لو وجد فی برتہ و فی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتسبا کما یسجد اذ لا ید لاصد و قبل اذا  
 ان موضع انبعاث ماء فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانه فی ایدے المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگاں  
 ہے اگر مقتول پایا جائے جنگل میں اور دریائے فرات کے درمیان میں بشرطیکہ مقتول کو پانی بتاتا ہو لاش اس کی محتسب نہ ہو چنانچہ آگے مذکور  
 ہوگا اس واسطے خون رائگاں ہو کہ وہاں کسی کا تصرف نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منع دار الاسلام میں ہو تو دیت اس  
 کا بیت المال میں واجب ہوگی اس لئے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضے میں ہے کذا ذکرہ ابن کمال م فرات کا ذکر تحفیس کے واسطے نہیں ہے  
 بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جس میں پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح البدایۃ و فی نہر صغیر ہو ما یتحق بہ الشفۃ علی اہلہ لا خصوصاً صم بہ اور  
 نہر صغیر جس کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اس کے مقتول میں اس نہر کے مالکوں پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا ان کی خصوصیت  
 وجہ سے نہر کے ساتھ استحقاق شفعہ اس نہر صغیر میں جس میں پھوٹی کشتی جاری نہ ہو اور بعضوں نے کہا جس کے لوگ متعین ہوں کذا فی المحطا  
 لو كانت البریۃ مملوۃ او دفلاً لاحد کما مروی عن اہل الکانت قریۃ من القرۃ او الاخیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالك  
 و ذی الید او علی اہل القرۃ او اقرب الاخیۃ زیلعی اور اگر جنگل ملک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے  
 آدے گایا جنگل قریب ہوگا نوں سے یا قریب ہوکل کے خیموں سے یا کپڑے کے خیموں سے اس طرح پر کہ مقتول کی آواز وہاں مسوع ہوتی  
 ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیموں کے رہنے والوں پر کذا فی الزیلعی م عبارت میں لف  
 شمر مرتب واقع ہے ولایت میں اہل مویشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہیں خیموں میں کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل میں جیسے ہندوستان میں کنجڑ کی قوم  
 و لو محتسباً باشط او بالجزیرۃ او مربوطاً دلتے علی الشط علی اقرب الموضع الیہ من القرۃ و الامصار زاد فی الخانیۃ و الاراضی و  
 قمر المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض و القرۃ الیہ و الا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپور کے کنارے  
 یا وہاں بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہاں سے قریب تر مکان ہوگا دیات یا شہروں سے وہاں کے باشندوں پر قسامہ اور دیت واجب ہے  
 خانہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب ارضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیات والوں  
 کی وہاں آواز پہنچتی ہو اور اگر آواز وہاں تک پہنچتی نہ ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہ ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا و ان التثقی قوم بالسیوف فاجلوا  
 ای تغزوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ  
 شیء و لا علی اولئک حتی یرہن لان مجر الدعوے لا یتثبت الحق و بری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑکئی تو اس میں کھینچ  
 کر پھر ایک مقتول کو پھوڑ کر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اس واسطے کہ حفاظت محلہ کی ان کے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا  
 اس قوم متفرق پر قتل کا دعویٰ کرے یا ان میں سے بعض معین پر دعویٰ کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نہ اس قوم پر تا وقتیکہ وارث اپنا  
 دعویٰ گواہوں سے ثابت کرے اس واسطے کہ فقط دعویٰ سے حق ثابت نہیں ہوتا بلکہ حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اس واسطے کہ



وارث مدعی کا قول اس کی ذات پر محبت ہے اہل محلہ کے برہی الذمہ ہونے میں مستحلف علی حقیقۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ  
ما قتلت ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتله اور جس پر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اس نے کہا کہ مقتول کو زید  
نے قتل کیا تو وہاں یوں قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں سوائے زید کے اور اس کا  
قول مقبول نہ ہوگا اس شخص کے حق میں جس کو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بعینہ مفعول ہے نہ اسم فاعل و بطل ثبوت  
بعض اہل المحلۃ بقول غیر اسم خلافا لہما اولیٰ بغیر واحد منہم بعینہ للتمتہ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق میں باطل ہے برخلاف جلیان  
کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دیں تو باطل ہے تمت کے سبب سے م یعنی ایک شخص محلہ میں قتل ہوا اور وارث نے دعوے کیا کہ  
محلہ والوں کے سوائے اور قوم نے اس کو قتل کیا ہو یا دعویٰ کیا کہ اہل محلہ میں سے ایک شخص معین نے اس کو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو  
شخصوں نے اس کی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تمت کی علت سے اس واسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسام  
اد دیت سب پر واجب ہے اور ثبوت چاہتے ہیں کہ اپنے اور پرے خصومت کو مال کر غیر پر ڈالیں تو وہ متمم ٹھہرے تو گواہی ان کی مقبول نہ ہوگی  
کذا فی الدرر من جرح فی حی فقتل منہ فبیتی ذافر اش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک المحی خلافا لابے یوسف اور جو شخص  
زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری میں سوداں سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسام اسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف  
کے کہ قسامہ اد دیت نہیں ان پر فلو موہ جرح بر رقی فمحلہ اخر لا بلہ فمکت مدۃ فمات لم یضمن الجال عند ابے یوسف و فی قیاس قول ابی حنیفہ  
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جس کی زندگی کی رقی باقی ہے سو اس کو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لیا سو وہاں ایک مدت رہا  
پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دے گا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اس واسطے  
کہ اس کا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اس کے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر و فی جلیان بلا ثالث وجہ  
احد سما قتلہ ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسه و یتہ عن ذیۃ عن ذیۃ حنیفہ خلافا لہمجد اور بدوں تیسرے شخص کے دودروں میں  
ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اس کی دیت کا ضمان دے گا امام کے نزدیک اس واسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل  
نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی ان کے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اس نے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو و فی قتل قرۃ  
لامرأۃ کر الحلف علیہا و تدمی عاقلۃ و عند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گائوں کے مقتول میں عورت پر بار بار  
قسم وارد ہوگی یعنی پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دیں گے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اس  
واسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طریقین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ یعنی تمت کے واسطے  
اور تمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتأخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقى و  
ہو الامح ذکرہ الزیلعی متأخرین فقہائے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقى اور ہی قول  
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے م زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اس لئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ  
کی شریک ہوگی نہایت میں کہ اس مسئلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں ہوائے اس مسئلہ کے  
کذا فی الطحاوی والوجہ قتل فی دار لنفسہ فالدیۃ علی عاقلۃ و ثمرۃ عند ابے حنیفہ رج و عند سہا و زفر لاسی فیہ ایضا فی القتل  
المذکور و بہ یفتی کذا ذکرہ ملا خمر و تبعہا لہما رجبہ صدر الشریعۃ و تبعہا المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو



اس کے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین<sup>۲</sup> اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے ملاحظہ کرنے در میں اس قول کا تابع ہو کر جس کی صدر الشریعہ نے ترجیح دی اور مصنف ملاحظہ فرمائے اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے و خاتم ابن الکمال فقال لما لم يدر في يده حين وجد الجرح فيجعل كانه قتل نفسه فيكون بدرا وله ان القسامة انما تجب لظهور القتل وحال ظهوره الدار لورثة فدية على عاقلتهم اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو لول کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبض اور تصرف میں تھا جب کہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اس کا رائگاں ہو گا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی لایقال العاقلۃ انما يتحملون ما يجب على الورثة تخفيفا لهم ولا يمكن الايجاب على الورثة للورثة لان الايجاب ليس للورثة بل للمقتول حتى يعطى بمنه ديون وتنفذ وصاياه ثم يخلفه الوارث فيه وهو نظير البصير والمعنونة ان قتل اياه تجب الدية على عاقلته وتكون ميراثا له فتنبه لول نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لئے کہ اس سوال کا لول جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لئے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اینکه اسی مال سے مقتول کے دین ادا کئے جاویں گے اور اس کی وصیتیں اسی سے نافذ ہوں گی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہوں گے اس مال میں اور وہ صغیر اور مد ہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مد ہوش اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مد ہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مد ہوش کی میراث ہوگی تو خبر دار رہنا ولو وحدتی ارض موقوفہ و دار کذلک یعنی موقوفہ علی ارباب معلومۃ فالقسامة والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ لہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اس واسطے کہ وقف کی تدبیر انھیں لوگوں پر ہے وان كانت الارض او الدار موقوفۃ علی المسجد فہو کما لو وجد فیہ اسی فی المسجد یعنی و در و سراجیہ وغیرہ او قد قد مناه اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور در و سراجیہ وغیرہ میں ہے اور ہم نے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے مگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اس کا حکم مسجد محلہ کے مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اس کا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیۃ کون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان وقفا علی الفقراء والمساکین فالظاهر ان الدیۃ کون فی بیت المال لانه حیث یندیکون من جملة ما اعد لمصالح المسلمین فاشبه بالجامع قاله المصنف بحثا میں کتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اس واسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہے نکل جائے چنانچہ فقہروں اور غیر معین محتاجوں پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اس لئے کہ وقف مذکور اس وقت میں ہو گا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح المسلمین کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرائے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اس کی بھی بیت المال میں ہوگی ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے در دایت کے طریق سے ولو وحدتی معسکری فلاة غیر مملوكة ففنی الخیمۃ والفسطاط علی من لیسکنہا اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکر گاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو خیر اور پال میں مقتول ہے تو اس کے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے و فی خارجہما ای الخیمۃ والفسطاط ان کا نوای ساکنو خارجہما قابل فعلی قبیلہ وجد القیتل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین قبیلتین کان حکمہ کما مر



بین القریبتین اور اگر دو قوم کے درمیان پایا گیا تو اس کا حکم ویسا ہے جیسا درمیان دو گاؤں کا حکم مذکور ہو چکا ہے یعنی جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر ہیں تو دونوں پر واجب ہیں ولو نزلوا جملة مختلفین فعلى كل العکسر اور اگر لشکری لوگ رے سے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہوگا ولو کالوا قداقاً نواعداً فلاقسامۃ ولادیۃ ملتی اور اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقۃ ولو کانت الارض لیتۃ نزل فیہا العکسر محکومۃ فعلى الممالک بالاجماع لانہم لایزالون الممالک فی القسامۃ والدیۃ در لکن فی الملتقۃ خلافاً لاسیما یوسف فتنہ اور اگر وہ زمین جس میں لشکر اہل لشکر ہو تو اس کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اس واسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں مالک زمین کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا فی الدرر لیکن ملتی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہیں و فیہا لو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلستہم لانہم لیسوا من اہل الیمین اور ملتی میں ہے کہ اگر مقتول پایا گیا یتیموں کے گانوں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ہے ان کے عاقلہ پر اس واسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں وان کان فنیہم مدرک فعلیہ لادین اہل الیمین ولو الجیۃ اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اس پر قسامہ واجب ہے اس واسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الاولو الجیۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو وجد فی دار صبی او معتوہ فعلى عاقلستہا اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو ان کے مددگاروں پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف خمیسین مینا ویدی من مالہ ولو تعاقلا فعلى عاقلستہا اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس فتیں کھائے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنی یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی م یودی یوں قسم کھائے (کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے تورات اتاری) میں نے اس کو نہیں مارا اور میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرانی قسم خدا کی کھائے جس نے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلة فاصابہ سم او جرح ولم یدر من این و مات منه فعلى اہل المحلة القسامۃ والدیۃ سراجیۃ اور اگر ایک مرد گزرا ایک محلہ میں سوا اس کو تیر لگایا پتھر اور اس کو معلوم نہیں کہ کدھر سے آیا اور وہ اس کا صدمہ سے مر گیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیۃ و فی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابة مقتولة فلا شئ فیہا اور خانیہ میں ہے کہ چوپایا یا جانور مقتول پایا تو اس میں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلاً فی محلة فالقسامۃ والیقیرۃ علی عواقلستہم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلاً فی دار مولاه فمدد الامویۃ فاقیرۃ علی مولاه لغیر ماۃ حالۃ والامکاتبۃ نفیتۃ علی مولاه مؤجلۃ اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اس کا رائگاں ہے مگر یہ کہ غلام مازون یا مدبر ہو تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے بالفعل اس کے قرض دینے والوں کے لئے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اس کی قیمت اس کے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی قیمت سے بدل کثرت او کیا جائے اور اس کی آزادی کا حکم کیا جائے اور جو بدل کتابت دے کر باقی رہے وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو وجد المولی قتیلاً فی دار مازونہ مدیوناً او لافعلی عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام مازون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلاً فی دار ابیہ او امہ او المرأة فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم



## کتاب المعامل

یہ کتاب ہے احکام معاتل کے بیان میں ہی جمع معقلہ یعنی مکون فظم وہ یعنی معاتل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم سکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کی جمع مکارم ہے وہی الدیۃ وسمی عتلا لانا لتقل الدماء من ان تسفک ای تسکما و من العقل لانه یمنع القیاح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اس واسطے کہ عقل بجئے منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خون ریزی سے وہاں معنی دانش و خردمندی کو عقل کہتے ہیں اس واسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے م جب کہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ ان کا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے جس کو عاقلہ کہتے ہیں تو بجائے کتاب المعاتل کے کتاب العواتل کہنا ثواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواتل کہا ہے بعضوں نے اس کا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف مخدوف ہے یعنی کتاب اہل المعاتل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی المطاوی مختصر او العاقلۃ اہل الدیوان وہم العکسہ عند الشافعی اہل العتیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں م دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور ان کا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جس کو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگال نہیں ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اس واسطے کہ وہ مذکور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اس پر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جائے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اس واسطے کہ آدمی احتیلا اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ زبرد آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالباً اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب میں اس کی بیباکی اور تعدی کے تو ان کی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا بے احتیاطی سے تو انہیں پروت ڈالنا اولیٰ اور انسب یعنی نے خرج ہدایہ میں کہا اگر کوئی کسی صحابہ کا رجاء مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کفعل کے مخالف اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اس کا جواب دیں گے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اس واسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولما نسواں اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں اس واسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروقؓ نے تدبیر دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے لمن ہو معکم اہل لشکر عاقلہ ہیں اس کے جوان میں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالے اور جس پلیٹ میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب ہوگی فتجب علیہم کل دیتہ وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او بشبہۃ قتل الاب ابنہ عمداً دیتہ فی مالہ کما مر فی الجنایات سوال لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بہال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجری خطا میں چنانچہ اس کی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتؤخذ من عطا یا ہم امن از اقم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض لے بیت المال بقدر الحاجۃ والكفایۃ مشابرة او میاومۃ والعطا ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعنائہ فسا امر الدین سودیت لی جائے گی اہل لشکر کے عطا سے یا ان کے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت



اور کفایت کے بطریق ماہراری یا رذینہ کے اور عطا دہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اس کی شکیبائی اور مضبوطی اور  
 منت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا ما یجب فی مال القتال عمدہ وان قتل اللب ابنہ یؤخذ ثلث  
 سنین عندنا وعند الشافعی یجب مالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لی جائے گی تین سال میں قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جیسے کہ قاضی  
 نے وجوب دیت کا حکم کیا اس وقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہے قاتل عمدہ کے مال میں اس طرح ہر کہ  
 باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لی جاوے گی اور اہم شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی قضا کے  
 بعد سنین مستقبہ کی عطا سے دیت لی جائے گی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت  
 نہ لی جاوے گی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا  
 کذا فی الطحاوی فان خرجت العطا یا فی اکثر من ثلث اواقیل توخذ منه حصول المقصود پھر اگر عطا یا تین سال سے زیادہ مدت میں یا  
 کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لی جاوے گی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے م یعنی اگر تین سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال  
 میں ملے تو تمام دیت اس سے لی جاوے گی کذا فی الزلیعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لی جاوے گی  
 اس لئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اس میں سے لیا جائے تو اس کو تکلیف اور حرج ہوگا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبیٰ واللم  
 یکن القتال من اهل الدیوان فعاقلته قبیلہ وقاربہ وكل من تینا صریح بنو البصائر اور اگر قاتل لشکر میں نہیں ہے تو اس کا عاقلہ اس کا  
 قبیلہ اور اس کے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر قبیلہ اور عشرہ عبارت ہے عصبات نسبہ  
 سے یعنی یک جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تمام مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ  
 اس طرح ہوں کہ جب ان میں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اس کی کفایت اور مددگاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو وہی  
 لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر اس کے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور  
 اولیٰ ہیں پھر ان کے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل غبی مرد ہے کہ نہ اس کا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو  
 اس کی دو صورتیں ہیں یا اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں سے یا خود اس کے مال میں کذا فی الطحاوی مختصراً بتصرف ولتقسم الدیۃ علیہم فی  
 ثلث سنین ثم السنین یعنی العطیات قستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین یعنی عطیات کس ہے  
 کذا فی القسطن نے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا ثم السنین یعنی العطیات کی حاجت نہیں اس واسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت  
 العطا یا میں مضمون مذکور ہو گیا لا یؤخذ فی کل سنۃ الا درہم اور ہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی  
 الرجبۃ علی الاصح اور نہ لی جائے دیت ہر سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ دلیا جائے گا عاقلہ کے ہر شخص پر تین  
 سال کی مدت میں چار درہم سے بنا برہم صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہر تین سال میں تین درہم ہوں گے اور اگر ایک درہم اور  
 تہائی درہم کی لی گئی تو چار درہم ہوں گے طحاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال میں ہر  
 شخص سے چار درہم سے زیادہ دلیا جائے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسباً علی ترتیب العصبات  
 پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اس کے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ ان کے ساتھ زیادہ تر  
 قرابت رکھتا ہے نسب کی راہ وہ ملا لیا جائے عصبات کی ترتیب پر تم ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہیں پھر ان کے فرزند پھر چچا پھر ان کے



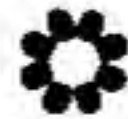
فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند نہیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضوں کے نزدیک نہیں مجتبے میں کہا الحاصل استقصار اہل لشکر نظر ہے تو اس کے ساتھ قرابت اور نسب اور اولاد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہ ہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہے تو نابری اگر قاتل صیادین سے ہو تو اس کے عاقلہ صیاد ہیں اور ان کے اتباع نہ اس کا قبیلہ اور اہل محلہ اس واسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری سنایت ہوتی ہے کذا فی الطحاوی والقاتل عندنا کا حدیم اور ہم حنیفوں کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہے یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اس واسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اس کو خارج کرنا عاقلہ سے بے وجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأة او صبیا او مجنوناً نے شارکیم علی الصیغہ زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوان میں سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی ان کے مال سے حصہ رسد دیت دے گا و عاقلہ لمعتق قبیلہ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اس کے مالک کا قبیلہ ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحاوی عن البرہان و یعقل عن مولی الموالاة مولاء و قبیلہ مولاء اور مولائے موالاة کی طرف سے اس کا مولے اور اس کے مولے کا قبیلہ دیت دیگا و اعلم انہ لا تعقل العاقلہ جنایت عید و لا عمد و ان سقط قودہ بشبہ او قتلہ ابنہ عمد اکما مر اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہ سے باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمد چنانچہ مذکور ہو گیا و لا مال لزم بصلح او اعتراف و لا دون نصف عشر الیہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العاقلہ عمدا و لا عبدا و لا صلحا و لا اعترافا و لا مالا و ان ارش الموضع بل الجانے اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہو قتل عمد یا قتل عمد کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسیوی حصے سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلہ دیت نہیں دیتے قتل عمد کی اور غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضع کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوعہ تو غریب ہے لیکن موضع کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم بخاری سے منقول ہے کذا فی العینی الا ان یصد قودہ فی اقرارہ او تقوم حجة و انما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا ثبتت مالیس ثابت باقرار المدعی علیہ و ہو الوجوب علی العاقلہ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کریں یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہاں گواہی اقرار کے ساتھ اس واسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اس واسطے کہ گواہی اس کو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو لقصادق القاتل و اولیاء المقتول علی ان قاضی بلکہ کذا فی قضی بالدیۃ علی عاقلہ بالبینۃ و کذبہا العاقلہ مغلطی علیہا ای علی العاقلہ لان لقصادق مالیس بحجۃ علیم و لا علیہ فی مالہ الا حصۃ لان لقصادقہا حجة فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثوں نے باہم تصدیق کی اس پر کہ فلاں نے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ قاتل اور اولیا مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر حجت ہے اس کے مال میں مگر بقدر اس کے حصے کے اس لئے کہ قاتل اور وارثوں کا لقصادق انھیں دونوں کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی قاتل کے مال میں عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اس کا حجت ہے بشرطیکہ اس کے واسطے اعطایں ہو چنانچہ عالمگیری میں سے کافی سے اور ظاہر اعطایں اہل لشکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الطحاوی و اعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانے لان الحق علیہ ولو کان صبیا فان الخصم ابوہ خانۃ قلت یوخذ من قولہ الخصم ہو الجانے لا العاقلہ سبواب حادثۃ الفتورے و ہے ان صبیا فقا عین صبیۃ فانت فادرا و لیا تحلیف العاقلہ علی نفی فعل الیہ و الجواب انہ لا یخلف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی و ہے غیر متوجہ علی العاقلہ و بقی ہنائے و ہو



ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الجانے ہل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقنعہ علیہم بالبدیۃ ام لا فان قلت نعم یعنی ان یجری الحلف فی حقہم فائدۃ قال المصنف بحثا فیہم راہ معلوم کر کہ اس میں یعنی دعوی قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اس واسطے کہ حق اس پر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اس کا باپ ہے کذا فی النہایۃ میں کہتا ہوں کہ اس کے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے حادثہ فتویٰ کا جواب وہ استفادہ یہ ہے کہ صغیر نے صغیرہ کی آنکھ پھوڑی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اس کا یہ ہے کہ قسم وارد نہ ہوگی اس واسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو ان کا اقرار بہ نسبت ان کے صحیح ہوگا تا ایکہ ان پر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار ان کا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ہاں تو لائق یوں ہے کہ قسم ان کے حق میں جاری ہو اس کے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے فائدے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اس کی تحریر اور نتیجہ کرنا چاہیے ہم تکلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو ان پر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اس پر قسم جاری نہ ہوگی تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحاوی وان جنی حر علی نفس عبد خطا فنی علی عاقلۃ یعنی اذا قتله لان العاقلۃ لا تحمل اطراف العبد و قال الشافعی لا تحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اس کی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اس واسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولایدخل صبی وامرأۃ ومجنون فی العاقلۃ اذالم یلینا صروا یعنی لو القاتل غیر ہم والافید خلون علی الصبیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جب کہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہ ہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہم عدم تیا صری کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ان سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہوں گے وجوب دیت میں کذا فی الطحاوی ولا یعطل کافر عن مسلم ولا العکسہم التامہ اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تیا صری وجہ سے والکفار متعاقلون فیما بینہم وان اختلفت علیہم لان الکفر کلمۃ واحدة یعنی ان تناصروا والافی مالہ فی ثلاث سنین کالمسلم کما بسط فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ہا ایک دوسرے کے عاقلہ ہوں گے اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں اس واسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہوں اور اگر تناصراں میں رائج نہ ہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبئی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے ہم مجتبئی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہیں سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اس دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کل قیظ وحر بنی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوۃ در رد البرزانیہ وجعل الزلیعی روایت وجوبہا فی مالہ روایت شاذۃ اور جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہ ہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایت میں اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر والبرزانیہ اور زلیعی نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جب کہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہ ہو تو اس کے مال میں دیت واجب ہے اس روایت کو زلیعی نے غیر معتد کہا ہے قلت وظاہرہا فی المجتبئی عن خوارزم من ان تناصروا من بیت المال قد اندمیر جمیع وجوبہا فی مالہ فیروی فی کل سنۃ ثلثۃ درہم اور اربعۃ کما نقضہ فی المجتبئی عن الناطفہ قال وہذا من لادب من حفظہ وقرہ المصنف فلیحفظ فقد



واقعہ فی کثیر من الموضع انما فی ثلاث سین فافہم میں کہتا ہوں اور مجھے کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اس کو مجھے میں مطلق سے نقل کیا ہے صاحب مجھے نے کہا اور یہ قول خوب ہے اس کا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے سوالبتہ مجھے یا غیر مجھے کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اس کو سمجھ لے کذا فی الطحاوی و ہذا اذا کان القتال مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیہ اور یہ یعنی جب عاقلہ نہ ہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے یا اس وقت ہے جب کہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیہ ومن لم وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محروما برق او کفر لا یعقلہ بیت المال و ہواصح کما بسطہ فی الحانیۃ اور جس قاتل کا مشہور وراثت ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اس کے مقتول کی دیت بیت المال نہ دے گا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اس کو خانہ میں مشرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ لجم ربہ جرم فی الدور قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے درمیں یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ان کے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لم یعموا قل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین والسرارجین قابل محلة القتال صنعة عاقلۃ وکذلک طلبہ العلم قلت و بہ افۃ الحلوانی وغیرہ خانہ اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہیں اس واسطے کہ وہ باہم حمایت و مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفشی گراور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اس کے عاقلہ ہیں اور اسی طرح طالب علم ہمدگر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے شمس الاممہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الحانیۃ زادنی المجتہد والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب و حۃ التناصر اذ احزابہ امر قوامہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتہد میں یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اس کو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اس کی کاربرداری میں یعنی اس کو بچائیں اس کی تکلیف مال دیں اور اس کا پورا بیان مجھے میں ہے و فی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلۃ لہم فلیحفظوا قرۃ القمستانہ اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہمیشہ کے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے مکن جو ریشخنا الحانوتے ان التناصر منتف الا ان غلبۃ الحسد والبغض وقصۃ کل واحد المکر وہ لصاحبہ فمتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اس کی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بد حالی کا آرزو مند ہے تو آگاہ میوم یہ وہی قول ہے جو زایدی صاحب مجتبیٰ نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت و حیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ او بیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں م وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایۃ مضتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال میں روایت شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدد تناصر پر ہے چنانچہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور حمایت کنار کج ہے تو وہ لوگ اس کے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحسین





# کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی۔ وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے۔ تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے اس کو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایسا عبارت ہے خیر کو وصی کرنے سے تلک خیر اس کی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ لیعم الوصیۃ والایصار یقال اوصی اے فلان اے جلد وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل و اوصی فلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایسا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اس کو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایسا سے اور وصی کے مسائل جدا باب میں آگے آدیں گے اور بولتے ہیں اوصی فلان یعنی اس کو مالک کیا بطریق وصیت کے م طحاوی نے کہا لام اور الے کا تفرق کتب لغت سے معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ تفرق اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہے صاحب درر کا فہمند ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عیناً کان او دینا تو اس وقت میں یعنی بعد تفرق وصیت اور ایسا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدين فانه نافذ من کل المال کا سیجی میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاتے۔ اس واسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آوے گا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہے م بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار مافی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہے ارادۃ احسان کی کچھ حاجت نہیں ولاینافیہ وجوبہا لحقہ تعالیٰ فائدہ اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اس کو تامل کر م یہ جواب ہے سوال مقدمہ کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوتی تو وہ تملیک



ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی ہیں وصیت واجب ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں۔ اس واسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور بہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہو گیا تو تبرع کے مشابہ ہو گیا اور ویوں عباد کے مانند نہوا کذا فی الجلبی وہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التي فرط فیہا ومباحۃ لغنہ ومکروہ لاہل الفسق والاکمستحبۃ اور بنا براس کلام کے جو مجتبیٰ میں ہے وصیت چار قسم ہی واجب ہے وصیت واسطے زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جن کے ادا کرنے میں مسلمان نے تصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور مکروہ ہے فاسق ناجوروں کے واسطے اور ان کے سوا وصیت مستحب ہے م وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زلعی میں مذکور ہے تو اس کو زلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبیٰ میں اس کو مستحب میں شمار کیا ہے۔ عبارت مجتبے کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ ردودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور ان کے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسق اور معاصی کے واسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیت البقرۃ منسوخۃ بآیت النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقرباء کے واسطے واجب نہیں اس واسطے کہ سورۃ بقرہ کی آیت سورۃ نسا کی آیت سے منسوخ ہے م سورۃ بقرہ کی یہ آیت ہے (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک نحر الوصیۃ والاقربین) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مفروض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم میں کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والوں کے واسطے اور سورۃ نسا کی آیت سے آیت المورث مراد ہے جو نسخ ہے سورۃ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۃ بقرہ کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از آنجلہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ الوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حق دار کا حق ادا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث احسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علماء نے قبول کیا اور اسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہ حجت ہے امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایۃ سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے م مروی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہو گئے ہیں ان کا مدارک کرنا مال کو صرف کر کے اس حالت میں کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہے تاکہ انجام میں کام آوے مجتبیٰ میں ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد ملا فی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تذکرہ کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض مال کے وقت اس واسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری ہے اور وہ امر وصیت ہے جس کو



قرآن مجید میں تاکید لہا ہے آیۃ الوارثہ میں اس طرح کہ من بعد وصیت یوصی بہا الدین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تمہائی مال تم پر عطا کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہیں جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرے یا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سورہے مگر اس کی وصیت اس کے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے فرغ نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی۔ وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کی اولاد صغار ہے۔ شیخین نے کہا کہ مال چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام نے کہا کہ اس کو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہے اور وارث غنی ہیں تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اس پر کچھ واجب نہیں رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقرار یا فیض ہیں تو پڑوسیوں کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحاوی وشرائطہا کون الموصی اہل التملیک فلم تجز من صغیر و مجنون و مہکب الا اذا اصاب الحنفیہ کہ اسے بھی اور وصیت کی شرطوں میں سے ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے۔ صغیر اور مجنون اور مہکب تب سے کہ جب کہ مہکب وصیت کو اپنے آزاد ہو جانے کی طرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آدے کا و عدم استغراق بالبدین لتقدم علی الوصیۃ کما یجوز اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آدے کا۔ و کون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا و تقدیرا لیس الموصی لہ فافہم فانہ یسقط ایراد الشرع بالایۃ اور موصی لہ جس کے لئے وصیت کی گئی اس کا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہوتا تقدیرا تاکہ محل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے۔ سو اس کو بوجہ لے کہ اس تعصیم سے شرعاً کا اعتراض ماقط ہوتا ہے م صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے۔ اس واسطے کہ اگر وہ وصیت ہو تو وصیت باطل ہے شرعاً لہذا نے اس پر اعتراض کیا کہ محل کے واسطے وصیت کرنا صحیح ہے دہاں حیات کہاں ہے۔ شارح نے اس کا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے و کونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ موت کے وقت وارث نہ ہونا شرط ہے م یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہ ہو موصی کی موت کے وقت۔ اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہ ہو تو وصیت صحیح ہے زلیحی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اس واسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نہ رہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اس نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتل اور موصی کا قاتل نہ ہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اس نے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اس نے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزلیحی و ہل بشرط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الاثنی عشر ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں اس کا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقیر اور مساکین کذا فی الطحاوی۔ کون الموصی بہ قابل التملیک بعد موت الموصی بقدر من العقود مالا و نفعا موجودا للخال ام معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موصی کے قابل ہو تملیک کے بواسطہ کسی عقد کے عقد سے خواہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلوں کی وصیت کرنا فلاں نے شخص کے واسطے جب تک کہ وہ زندہ ہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اس نے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا متحق ہوگا۔ اس کی موت کے لئے صحیحہ وصیت کے کہ وصیت کی جاوے یا قرض کے۔ غرض راہ الطحاوی عن ابی ہریرۃ کذا فی الزلیحی۔



وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحاوی مختصر اوان یكون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بمقدار ثلث مال کے ہوم طحاوی نے کہا یہ لزوم وصیت کی شرط ہے ورنہ کہنا قولہ وصیت بکذا الفلان واما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملة فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی فلا نے شخص کے واسطے اور جو اس کے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں۔ م چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تنائی مال اپنی موت کے بعد فلا نے شخص کے لئے ٹھہرایا و فی البدل رکبھا الا یجاب والقبول و قال زفر الا یجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ نقطہ ایجاب رکن ہے م غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اس واسطے کہ وصیت تلبیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اس واسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی لمخالفت المراد بالقبول ما لیم الصریح والدلالة بان موت الموصی لا یقبل کما سبھی میں کہتا ہوں اور قبول سے مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس طرح کہ موصی لمرحلے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آوے گا م موصی لمکہ مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لمکہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے برابر ہے۔ چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اس کے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اس کا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط الرخسی وحکمہا کون الموصی بہ ملک کا جدید الموصی لمکہ فی الہیۃ فیلزم استیوار الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لمکہ کی چنانچہ یہ میں ملک جدید حاصل ہوتی ہے محبوب لمکہ تو موصی لمکہ کو وصیت کی جاریہ کا اعتبار لازم ہوگا وتجاوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یحز الوارث ذلک اور تنہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے و در صورت عدم مانع .... اگرچہ موصی کے وارث اسے جائز نہ رکھیں م مانع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کا محتاج نہیں حدیث مذکور کی دیں سے یعنی حق نہائی نے تمہارا تنہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہو لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیر ورثۃ بعد موتہ ولا اعتبار باجازتہم حال حیوۃ اصول بعد وفاتہ وہم کہہ کر نہیں جائز ہے تنہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا اگر اس صورت میں جائز ہے جب کہ موصی کے وارث بالغ اس کی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی میں اصل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد معتبر ہے م حیات موصی میں وارثوں کی اجازت اس واسطے معتبر نہ ہوتی کہ ہنوز ان کا حق ثابت نہیں اس واسطے کہ میراث کا حق موت کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہ ہوگی اور اس کے ولی کی تنہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے۔ سعد نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو میں اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ وہ تنہائی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا نصف مال کی وصیت کر دوں فرمایا نہیں کہا تنہائی مال کی وصیت کر دوں فرمایا تنہائی مال کی وصیت کر اور تنہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعنی معتبر کو نہ وارثا اور غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المرلین ہوارث یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مرلین کے وارث کے واسطے م مرلین کے قتل میں وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اس واسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا بر غلاف وصیت کے تو اگر مرلین نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اس کا وارث نہیں تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اس کے اس کا وارث ہو جائے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ اس بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محبوب تھا مقرر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اس کے فرزند مر گیا کذا فی الطحاوی وندبت باقل منہ ولو عند غنی وندبت او استغناہم بحصتہم اور مستحب ہے کہ تراثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثوں کی تو انگری کے ساتھ ہر یا میراث کے حصوں



کے سبب سے انکو استغفار حاصل ہوا ہو کتر کما اے کما ندب ترکہا بل احد ہما اے غنی او استغفرا لہ جینہ صلوۃ و صدقہ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون توانگری یا استغفار ورثہ کے یعنی جب کوارث نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے حصوں سے ان کو استغفار حاصل ہو تو اس صورت میں ترک وصیت مطلقاً مستحب ہے اس واسطے کہ ترک وصیت اس وقت میں صدمہ دہی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے م یعنی جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال چھوڑ گیا تو اس کو صدمہ دہی کا بھی ثواب ملے گا اور خیرات کا بھی اور وصیت میں اجنبی پر نقطہ خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیریت کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابویوب انصاری سے حدیث مرفوعہ مروی ہے کہ افضل الصدقہ علی ذی الرحم الکافح کذانی العینی یعنی بہتر صدقہ اس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تہیکہ میں طحاوی قبستانی من الظہیر یہ سے منقول ہے کہ مقدار استغفرا امام کے نزدیک ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضل سے روایت ہے کہ ہر وارث دس ہزار درہم کی میراث پادے ولو خر عن الدین التقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی اولیٰ دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے م حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اس واسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہے تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذانی المنع وصیت بالکل عند عدم ورثہ ولو حکما کما من لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت میں اگرچہ موصی کا حکماً وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے م یعنی جب کہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اس کے دار الحرب میں وارث ہوں کذا ذکرہ ابو السعود در میں ہے تعلق حق وارث مانع تھا صحت وصیت کا پھر جب کہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی و لمملوکہ بثلاث مالہ اتفاقاً و تکون وصیتہ بالتق فان خرج من الثلث فیما والاسمی فی بقیۃ قیمۃ وان فضل من الثلث شئ فہولہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اس کی آزادی کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال فہو المراء ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادائیگی کو کشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا ہے م اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۲۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت ۱۰۰ درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اس کی قیمت ۱۲۰ درم ہے تو ۲۰ درم کی کمائی کر کے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اس کی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام پاد بیجا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اس کی تفصیل فتاویٰ مالگیری مذکور ہے و بدنا نیر و در اہم مسئلہ لا تصح فی الاصح کما لا تصح لعین من عیال مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا در اہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی م در میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہرائی گئی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو نام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اس واسطے لگائی کہ اس کی صحت متوہم تھی اور تعیین کی صورت میں تو جنس کے مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب لنفسہ اولہ و براء اولہ استحساناً لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے برابر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث مکاتب کو اس واسطے وصحت لمکاتب و براء بقولہ او وصیت بھن جاریتی او داتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلا نے شخص کے واسطے م اور حمل کے واسطے اس طرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ میں نے فلانی لونڈی کے حمل کے واسطے اس قدر درہم کی وصیت کی کذانی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لا قل من ستہ اشہر لوزوج الحامل جیا ولو تیا ہی معتدۃ عین الوصیۃ فلا قل من متین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار دجو ہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح



جب کہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کم تر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اس کا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو مال سے کم تر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحاوی مشروط ہے بدلیں ثابت ہونے اس کے نسب کے کذا فی الاختیار والمجاہدہ ولا فرق بین الذی من الحيوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلوا وصی لہ فی بطن دابة فلان لکنفق صحیح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلان کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اس پر صرف کیا جائے تو صحیح ہے واما حمل لآدمی مستہ أشهر وللغیل حدی سنۃ ولابل والخیل والحمار سنۃ والبقر تسعة اشهر وللشاة ثمانية اشهر وللنور شهران وللکلب اربعون یوماً وللطیر احد وعشرون یوماً ہستانی مغز یا لاستیفار اور رت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے میں اور باہمتی کیلئے گیارہ برس ہیں۔ اور ادنیٰ اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال اور تھے کے واسطے نو مہینے اور بھڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کی واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے ۲۱ دن میں پتہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفار من وقتما ہی وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہہ شامل ہیں مہ شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتبر ہے اور اقوال سے وفی النبیۃ من وقت موت الموصی اور نہ یہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل عمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفید ان من الاول ان کان لہ من الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اس سے مفید ہے کہ اگر حمل بھی ہے تو ابتدائے مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زانی النور والنجس البتہ للحمل لعدم قبضہ ولادۃ علیہ لیتقبض عنہ زلیعی وغیرہ کنز میں اس قدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں مہ حمل کے واسطے اس کے عدم قبض کے سبب سے اور اس پر کسی کی ولایت تاکہ ولی اس کی طرف سے مہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزلیعی وغیرہ فلو صالح الوالح عنہ باوصی لہ لم یجز لہ لا ولایۃ لاب علی الجنین دوا بیتیہ تو اگر بچہ شکمی پ اس کی طرف سے مہالحت کسے لہوض اس کے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو حائز نہ ہوگا اس واسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکمی کذا فی الولو المجتہ قلت و بہ علم جواب حادثۃ القوی دہی لہ لیس للوصی ولو تخار التفرع فیما دعت للمحل بل قالوا محل لایلی ولا یولی علیہ میں کہتا ہوں اور بیان ہے حادثۃ منتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اس کو تصرف کرنا جائز نہیں اس میں جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ فقہاء نے ہے کہ حمل یعنی بچہ شکمی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اس پر ہے وصحت بالامتر الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اس کے صحیح ہے یعنی اگر لڑکے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کی فدا سے شخص کے واسطے مگر اس کے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ ہے لہ تقران کل ما صح افرادہ بالعقد صح استناد منہ والافل لونڈی کی وصیت بدلت حمل کے اس واسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصول میں کہی مدہ ذکر کرنا عقد میں صحیح ہے تو اس کا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جیسا نہیں اس کا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں مست ہے تو اس کا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اس کے ذمی کی وصیت مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیں صحت اول کلام الہی ہے (لانیہا کم اللہ عن الذین لم یقاتلکم فی الدین ولم یخرجکم من ديارکم تبرؤم) یعنی نہیں روکتا تم کو اللہ تعالیٰ ان کافروں پر احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور امت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح کلمات میں کذا فی الدرر لا حر بی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کی کافر حبی کے واسطے دار الحرب میں اس واسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے ہم ممنوع میں کفار مقاتلین پر احسان سے لقولہ تعالیٰ (انما ینکم اللہ عن الذین قاتلکم فی الدین) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو روکتا ہے ان کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ



المصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اس واسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے وصیت میں چنانچہ فائدہ خاص و نہی میں بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملاحظہ کرنے کے واسطے مذکور ہے اور میر کبیر میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بن الکتانین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بہ الحرب سے توبہ حجاز سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی مراد ہے میر کبیر میں کہ حصر بی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طوطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ میں قلت دیہ صرح الحدادی والذیلی وغیرہ سیحی تنانی وصایا الذمی میں کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زلیعی وغیرہ نے اور آگے تن آدے گا ذمی کی وصایا میں ولا لوارث وقاتلہ مباشرة لا تسبیہا کما مراد درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جس نے موسیٰ کو بطریق مباشرت قتل کیا ہو تو تسبیہ کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبیہ قتل حقیقی نہیں مگر حدیث مرفوعہ میں دارد ہے کہ لَا تُبَيِّتُ لِلْقَاتِلِ قَتْلَ تَسْبِيْهِ یعنی قاتل کے قتل سے تسبیہ قتل از قتل کے ہو یا بعد جرات کے بدیں طوطاوی حدیث کے کذا فی المنع الی باجازۃ ورثتہ نقول عید الصلوٰۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یکمیز بالمرتبة یعنی عند وارث آخر کا یفیدہ آخر الحدیث و تحقیق وارث کے واسطے وصیت درست نہیں مگر موسیٰ کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول اکھڑت علی اللہ علیہ کے وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جواز رکھیں یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تو وارث کے واسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ اس کی تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے وہم کہوا عظاما نلم نخر باجازۃ صغیر و محنون اور اگر وہ اجازت دینے وارث بالغ ہوں تو وارث صغیر اور محنون کی اجازت جاز نہ ہوگی۔ واجازۃ المرلیض کا ابتداء وصیتہ اور وارث مرلیض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانع نہیں ہے یعنی اگر وارث بالغ مرلیض نے وصیت کی اجازت دی تو اس کو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مرلیض مرگیا اسی مرض سے تو اگر موسیٰ مرلیض کا بھی ہے تو اجازت مرلیض کی جاز نہ ہوگی جب تک مرلیض کے اور وارث اس کی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موسیٰ مرلیض ہے وارث نہیں تو اجازت جاز ہے اور یہ ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنع ولو اجازۃ البعض ودر البعض جاز علی الجیز بقدر حصہ اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے دی تو اجازت دینے والے پر بہ قدر اس کے حصے کے وصیت جاز ہوگی او یكون القتال صیامی مجنوناً فتجوز بلا اجازۃ لہا لیس الا بالعقوبۃ یا کہ قاتل یا مجنون ہو تو وصیت جاز ہے بدون اجازت وارثوں کے اس واسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اور کم یکن لہ وارث سواہ کی النبیۃ ہی موسیٰ لہ القتال او الوارث حتی الوادی زوجۃ او ہی لہ کم یکن ثمر وارث آخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موسیٰ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے اس کے کذا فی النہی یعنی سوائے قاتل اور وارث موسیٰ لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور دہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہے کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجیبۃ فلو اوصت زوجہا النصف کان لہ النصف مجیبہ میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اس کا ہوگا یعنی جب کہ زوجہ کا کوئی وارث نہ ہو سوائے زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اس کا ہوا اور نصف بطریق میراث قلت وانا قیہ وابلز وجین لان غیر ہما لا یتاج الی الوصیۃ لانہ یرث النصف کل برادر حم وقد قد مناہ فی الاقرار معز بالشرب لہ میں کہتا ہوں اور فقہیوں نے زوجین واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ وارث ہوگا تمام مال کا و میراث یا قرابت کی وجہ سے اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں شرب لہ لہ کی طرف نسبت کر کے دنی فتاویٰ النوادل اوصی رجل بکل مالہ و مات ولم یرک وارثا الا امر فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموسیٰ لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہا و ہو سدس النصف و لو کان مکانہا زوجہ فان لم تجز فلہ الثلث والباقی للموسیٰ لہ و فتاویٰ نوادل میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موسیٰ مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اپنی زوجہ کے



دوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کے واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اس لئے کہ موصی لہ کا کٹ مال تو بلا اجازت ہے تو باقی ہیں تینوں  
زوجہ کی میراث کا چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ چھٹا اکل مال کا اور اگر زوجہ کی بچلے زوج ہو وارث وصیت کرنے والے کا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت  
نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے۔ اور باقی مال موصی لہ کا ہے مگر جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ حصہ ہوں گے  
تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اس میں جو تھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ کل مال کا ہے اس واسطے کہ میراث مختبر ہوتی ہے  
قی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز رکھی تو اس کی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم  
کا دامن صبی غیر مبرز اصل ولوی وجوہ النحر غدا ناشافی اور وصیت مطلقاً صحیح نہیں اس صبی سے جس کو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اس نے امور نیک  
یوں وصیت کی ہو برخلاف ایام شافعی کے کہ نیک کام میں ان کے نزدیک صحیح ہے وکذا لا یصح من ممیز الائی تجہیزہ و امر دنہ فجزا استحساناً اور اسی طرح صغیر  
تیز سے وصیت صحیح نہیں اگر اس کی تجہیز اور دنہ کے امر میں تو وصیت استحساناً جائز ہے مگر لیکن تجہیز اور نکھن میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے  
کفن کی تو متوسط کفن دیا جائے گا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہ ہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط وصیت کی  
رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلا نے قبرستان میں فلا نے زبید پاس کو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرت نہ ہو کذا فی الطحطاری  
علیہ السلام اجازۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوصیۃ یا فاع یعنی الراتی اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے  
واسطے محمول ہے یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقاً یا راق سے بالغ مراد سے کذا فی  
مروج الحموی وان وصیۃ بات بعد الادراک او اضافہا الیہ کان ادراک قلنی لفدن لم یجز لقصور ولایت فلا یمکن تجہیزاً وعلیقاً کما فی الطلاق بخلاف الجہد کما افادہ بقولہ  
صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بوجہ کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بوجہ کی طرف نسبت کیا ہو اس طرح کہ اگر بچہ جو بالغ ہو تو میراث تہائی مال فلا نے شخص  
کے واسطے ہے تو وصیت جائز نہ ہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اس کا مالک نہ ہوگا نہ تجہیز کے طریق سے نہ تنقی کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اس کو ملک نہیں برحق  
غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو ذکر کیا ہے ولما من بعد و مکاتب دان ترک المکاتب وفاء وقیل عندہا تصح فی سورۃ ترک لوفار  
اور رارد وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادراک بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت  
صحیح ہے در صورت ترک کرنے اور اسے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافنا کل منہا وعبارة اللہ اضافنا الی الیقین نقص لندال المانع وحق المولی مگر جب کہ  
غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مائع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مائع وصیت حق ہے مولیٰ کا اور درر کی عبات  
یوں ہے اضافنا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا مگر غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولیٰ کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب  
وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولیٰ کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولما من معتقل اللسان بالاشارة الا اذا امتدت علیہ حتی صارت لہ اشارۃ معہودۃ فہو کا خراسان  
وصیت جائز نہیں بستر زبان بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستر زبان ممتد ہوگئی یہاں تک کہ اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو بستر زبان ممتد ہے مانتہ ہے معتقل اللسان ہے جو کلام کرنے پر تیار ہو کر تلف  
فی المحوی ودر میں ہے کہ گوئی کا اشارہ لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور کماخ اور طلاق اور یداد تصام کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام  
عبادت کے ہوتا ہے جب کہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو سو گوئی میں تو معلوم ہے نہ بستر زبان میں وقد رالامتداد سنۃ قیل اذا امتدت لموتہ جازا قرارہ بالاشارة والاشہار  
طہکان کاخس تا لواد علیہ الفتوے در ردیحی فی مسائل شتی اد بستر زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکہ بستر اس کی موت تک ممتد ہوئی  
اُس کا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اس پر گواہ ہونا درست ہے اور بستر زبان گوئی کے مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آوے گا  
مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان ادان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اس واسطے کہ ثبوت علم



وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے مگر موصی کے موت کے بعد موصی نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہے گی اس کے قبول کرنے پر موصی کے  
 میں داخل نہ ہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی مانع ہے کذا فی الاتفاق فی بطل قبول ہا و رد ما قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور  
 موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانا ملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہولہ قبول فہو اے مال الموصی بہ لورثہ بلا قبول استحسانا مگر اراد وصیت کی چیز  
 کی ملک بدون قبول کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اس کا موصی مرے پھر موصی مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول  
 استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اس طرح تمام ہوگئی کہ نسخ کی محض نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے  
 کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو اس کی ملک میں وصیت کا مال داخل ہو گیا چنانچہ اس بیع میں جس مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے  
 فی شرح الدرر کذا الوادعی للجنین یہ غل فی ملک بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ یقبل عنہ کہ مراد اسی طرح اگرچہ شک کی واسطے وصیت کی کونہ اس  
 ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کی وجہ سے سبب نہ ہونے اس شخص کے جس کی ولایت ہو اس پر تاکہ وہ اس کی طرف سے قبول کرے چنانچہ  
 ہو گیا ولہ اسی للموصی الرجوع عنہا بقول صریح اوفعل لقطع حق المالك عن الغصب بان یزیل اسمہ و اعظم منافہ کما عرف فی الغصب اور موصی  
 پھر جانا وصیت صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو ملک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مقصود سے اس طرح کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اس کا بڑا فائدہ زائل کر  
 چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ پڑے کی وصیت کی پھر اس کو قطع کیا اور سیا تو اب اس کا نام قبا اور قمیض اوفعل یرید فی الموصی بہ ما یکم  
 تسلیمہ الا یہ کلت السو لوق الموصی یسمن والبنار فی الدرر الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہم بانہا لانه تصرف فی التالیع یا ایسا فعل ہو جو موصی یہیں اس کو  
 کر دے جو موصی بہ کی تسلیم کا مال ہو بدون اس کے جیسے موصی بہ شتو کو گھی کے ساتھ لٹ کر نادر جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برصاف اس گھر کی چونکہ  
 اور اس کی عمارت ڈھانے کے اس واسطے کہ وہ تصرف ہے تالیع میں نہ اصل میں و تصرف عطف علی بقول صریح عطف ابن کمال بقا للدرر باد و علیہ فہو  
 فی کون فعل یفید رجوع منہا کما یفیدہ تن للدرر فتد بریزیل ملک فانه رجوع عاد لک ثانیام لا کالبیع والبیعہ اور موصی کو رجوع جائز ہے لیس تصرف سے جو اس کی  
 زائل کر دے چنانچہ رجوع اور بہ تو یہ تصرف جمع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ و تصرف  
 عطف ہے بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تالیع ہو کر اس کو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اس کے فعل کے  
 رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اس کا مفید ہے سو اس کو غور کر لے و کذا اذا غلط لغوی بحث لایکن تیزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیہ ہے جبکہ موصی  
 موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اس طرح کہ اس کا جدا کرنا ممکن نہیں لایکن راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانه تصرف فی البیع موصی وصیت سے راجع نہ ہوگا اس  
 کے ثوب دینے سے جس کی اس نے وصیت کی اس لئے کہ یہ تصرف ہے تالیع میں کہ اصل میں و اعلم ان التخییر لعمود الموصی لایضرا ولا اور یہ معلوم کہ  
 کہ موصی کی موت کے بعد اصلا مندر نہیں کرتا وصیت میں ولا بخود و درر کنز و دقایقہ فی الجمع لیتی و مثله فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتویٰ علی انہ  
 و فی السراج و علی الفتویٰ و آراء المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے درر کنز اور دقایقہ کے متن میں اور مجمع  
 کما سی قول پر فتویٰ ہے اور ابن کمال کے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتویٰ اس پر ہے کہ انکار رجوع ہے وصیت سے  
 میں ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتویٰ ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ  
 نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ درری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں ان  
 رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اس وجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے  
 کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی انتہی و کذا لایکن راجعا لقولہ کل وصیۃ او وصیت بہا فخرام اور بار او آخر تھا



اسی طرح موصی راجع نہ ہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہیں نے کی وہ حرام خواہ بیاج ہے یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف قولہ ترکہما برخلاف اس قول سے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے م تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اس واسطے کہ ترکہما اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں و بخلاف قولہ کل وصیہ او وصیتہا فی باطلۃ او الذی او وصیت بہ لزید فہو حکم و اقلان و ارنی نکل ذلک رجوع عن الاول و تکن لورثۃ بالاجازۃ کما برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہیں نے زید کے واسطے کی وہ عمر کے واسطے ہے یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الاخر میتا و تہا فالاولی من الوصیتین بھا لھا بطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بجال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو حیاء و تہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع و الثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہو گئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہو گئی موصی لم کی موت سے و تبطل ہبۃ المریض و وصیتہ لمن نکحہا بعد ہما کی بعد البیتۃ و الوصیت لھا تقریر انہ یجوز الوصیۃ کون الموصی لھا ارشاد و عیز وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا بہہ اور اس کی وصیت باطل ہے اس عورت کے واسطے جس نے موصی سے نکاح کیا بہہ اور وصیت کے بعد اس لئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہ کہ جو وصیت کے واسطے موصی کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت م وصیت تو اس وجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت وارث ہوگی نکاح سے اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور بہہ مریض کا اس واسطے درست نہ ہو کہ اگرچہ بہہ بنجر سے عورت میں لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مفیان الی بعد الموت ہے اس واسطے کہ بہہ واقع ہو گیا ہے و صلیا کے موقع میں کوئی تبرع ہے تو اس کا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لھا و ارشاد غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لھا فکما فمات جاز بطلان اقرار کے اس واسطے کہ مقر کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر مر گیا تو اقرار جائز ہے اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے معتبر نہیں و تبطل اقرارہ و وصیتہ و ہبۃ لابنہ کا فراد عبدہ اور مکاتبان اسلم و اہل حق بعد ذلک لقیام البتۃ وقت الاقرار فیورث تہمتہ الا یتاراد باطل ہے اس کا اقرار اور اس کی وصیت اور اس کا بہہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کے لئے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور بہہ اور وصیت کے سبب قائم ہوئے فرزند کے اقرار کے نتیجہ تہمت ایتار کا مورث ہے م بہہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ ان میں موت کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ لازم بنفسہ لیکن ارث کا سبب یعنی فرزند یا اقرار کے وقت موجود ہے تو یہ تہمت ایتار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدرر و ہبۃ مقعدہ مفلوج و اشل و مسلول بہ علة السل و مورث فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدۃ سنۃ و لم یخف موتہ منہ و الا نطل و خیف موتہ فمن ثلثۃ لانا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ و مقعدہ مفلوج و اشل و مسلول کا بہہ اس کے تمام مال سے نافذ ہے اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہو گئی ہو تو اس مرض سے موت کا خوف نہ ہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہ ہو تو یہ یعنی ایک سال نہ گندا ہو اور موت کا خوف ہو تو اس کا بہہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اس واسطے کہ وہ امراض مزمنہ متداولہ ہیں قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہے جس کو سن کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا تر حصہ ہے م مقعدہ یعنی م وہ بیمار ہے جو پہنے پھرنے سے عاجز ہو پاؤں کی بیماری سے اور مفلوج وہ ہے کونالچ کی بیماری جو یعنی آدھا و حصر و حرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جس کے ہاتھ میں ریشہ ہو یعنی ہاتھ کا پتہ ہو خلاصہ یہ ہے کہ یہ امراض مزمنہ اس کو عارض ہوں اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کسے اور پھر مر جائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہے تو اس کا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں اس لئے ایک نسخہ فیہل ہے بجائے یعنی اس علت میں موت کا خوف نہ ہو ۱۷ بہتر تفسیر اشل کی یہ تھی کہ جس کا ہاتھ بیکار ہو گیا چنانچہ کتب لغت اس کے شاہد ہیں ۲











کہا جائے لوگوں کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ غانیہ میں ابو بکر بخلی سے مروی ہے فیہا عن ابی جعفر اذ می باغزا الطعام بعد موتہ بطعم الدین کبیر ورن  
التعزیه جاز من الثلث ویکل لمن طال مقامہ ومسافتہ لمن یطوّر ورنسل طعام ان کثیرا لیس من دالالاتہی اور غانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے  
اپنی موت کے بعد اور وہ کھایا جائے ان کو جو ماتم پرسی کے لئے آریں تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اس کو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرایا اس کے  
مکان کی مسافت دراز ہے نہ اس کو حلال ہے جس کی مسافت بعید نہیں اور نہ زیادہ مقام کیا اور اگر کھانا پچ رہا تو اگر کثیر ہے تو اس کا تاوان وہی پر ہے اور اگر قلیل ہے  
تو تاوان نہیں انتہی مافی النمانیۃ قلت حمل المصنف الاول علی طعام یکتبع لہ النماۃ بقیۃ ثلثۃ ایام فکون وصیلہن فطرتہ دانی علی ما کان لغیرہن میں کہتا ہوں اور مصنف  
نے اپنی شرح میں قول لول لکینی ابو بکر بخلی کے قول کو بطلان وصیت میں ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جس کے واسطے نوہ گروہ میں جمع ہوتی ہیں باقی تین دن  
میں نہ وصیت ہوئی نوہ گروہ کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کھانے پر جو سوئے نوہ گروہ لوگوں کے واسطے پکایا جانے مقرر  
گروہ کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر تین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوہ گری گناہ ہے کذا فی الطحاوی فردع مسائل  
محققہ شارح کے اوصی ہاں لعل علی طیف فلان اور محمل بعد موتہ الی بلد آخر ادیکفن فی ثوب کذا اور یطین قبرہ اور یعرب علی قبرہ ثوب اول من یقر عند قبرہ شیا معینا وہی باطلہ سراجہ و مستحقہ  
یہ وصیت کی کہ ناز پڑھے اس پر فلا شخص یا موت کے بعد اس کی لاش کو اٹھالے جاویں دوسرے شہر کی طرف یا اس کو کفن کیا جائے فلا نے پڑھے میں یا اس کی قبر پر کھل کی جائے  
یا اس کی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جائے یا جو اس کی قبر کے پاس قرآن پڑھے اس کو کچھ معین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اس کی تحقیق عنقریب  
بیان کریں گے شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختاریہ ہے کہ قبر کی کھل کر وہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے  
طحاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لے جانے کی وصیت اس واسطے درست نہیں کہ نقل کرنا کر وہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا کر وہ ہے لہذا اس کی وصیت  
باطل ہے اوصی ثلث الدینہ تعالیٰ فی باطلہ وقال محمد تھرون وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدائے تعالیٰ کے واسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد  
نے کہا وصیت مذکورہ صرف کی جائے نیک کاموں میں م وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیاء تعالیٰ کی ملک ہیں تو لام تلیک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویں اور توجیہ کے والبرۃ  
لنظار کذا فی الطحاوی قل اور وصیت لفلان ہالفت و ہر عشر مالی لم یکن لہ الا الالف کہا میں نے وصیت کی ہزار درہم کی فلا نے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درہم  
میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سوائے ہزار درہم کے کچھ نہیں م جب کہ ہزار درہم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اس کو ہزار درہم میں گئے خواہ  
ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحاوی و فی وصیت لکمیع مافی ہذا لکیس و ہالفت فاذا فی الفان مدنا یرد و ہر لکل لہ ان خرج من الثلث محبتی اور اس قول  
میں کہ میں نے فلا نے کے واسطے وصیت کی اس تمام مال کی جو اس عقل کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درہم میں پھر جو اس میں دیکھا تو دہ ہزار درہم اور اشرافاں اور  
جو اس میں تروہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے خارج ہو دے کذا فی الجتبی قال لم یولد اذ امت فانت جرحی بنی علیک صحت وصیتہ ولو قل ان مت لا یر اللہ غا طرۃ اپنے  
میلون سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تیری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھ پر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے گا اور یوں کہا کہ اگر  
میں مر جاؤں تو تیری الذمہ ہے میرے دین سے تو دیوں بری الذمہ نہ ہو گا غا طرہ کے سبب سے م غا طرہ سے مراد اس پر تعلق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن اس کا  
ہونا مترب ہے کذا فی الطحاوی یدخل الجنون فی الوصیۃ للرضی دیونہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو مال بیماروں کے واسطے وصیت میں متعین ہو تو جنون پر بھی  
صرت ہو گا اس لئے کہ جنون بھی بیماری ہے فی الوصیۃ للعلماء یدخل المسکون فی بلاد خوارزم دونہ و دنا اور جو مال عالموں کے واسطے وصیت ہوا اس میں ملک خوارزم کے متکم داخل  
ہیں نہ ہمارے ملک کے متکم م متکم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکم شبہات مخالفین کا اتباع نہ کرتے ہوئے بلکہ لوگوں کو اعتقادات  
واجبہ کی تعلیم کرتے ہوئے اور غیر ملکوں کے متکم شبہات فلاطہ وغیرہ کو بیان کرتے ہوں گے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے ان کو علم الہی سے کچھ بعید  
نہیں دلو اوصی للعقلاء لیسرت للعلماء الزاہدین لاہم ہم العقلاء فی العقلۃ فی الحقیقۃ قنیۃ اور اگر وصیت کی عقل مندوں کے واسطے تو اس کو مرن کرنا جائز ہے الذین



مالوں پر اس لئے کہ فی الحقیقہ عقلمند وہی ہیں کذا فی القنیہ عاقل انجام میں کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا مافق ہے جس نے دنیا سے ناپائیدار کام انجام غور کر کے اس کو چھوڑ دیا لوطاوی نے کہا و التمار کے نسخوں میں بجائے لفظ قنیہ کے قنہ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اس لئے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منخ العقار میں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سراج و حاجی عمارت ٹھہرے گی اسلئے کہ آخر فردی سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی یہ الوصی او وراثۃ بمنزلۃ الودیۃ سراج جانا چاہیے کہ اس وصیت موسیٰ اور اس کے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال مذکور تلف ہو جائے گا۔ تو ان کو ضمان دینا لازم نہ ہوگا۔

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں انا صبی ثلث مال زید و لاخر ثلث مالہ لم تجز الوراثۃ ثلثہا نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی باب الوصیۃ ثلث المال مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصف نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم اس واسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں ہو سکتی اور استہتماق کے سبب میں دونوں برابر میں اور عمل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصف نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصی ثلث مالہ لثلاث ولاخر لیس مالہ فالثلث بطینہا اتفاقا اور تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونوں شخصوں میں تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی درہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمع مالہ ولاخر ثلث مالہ لم تجز الوراثۃ ثلثہا بطینہا نصفان لان الوصیۃ اکثر من الثلث اذ لم تجز لقع باطل فیحصل کا نہ اوصی لکل بالثلث فیصنف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی تہائی دونوں میں نصف نصف ہوگی اس واسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت پر جب درث کی اجازت نہ ہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اس نے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونوں میں نصف نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام کا و قال لا باعلاق الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب کل فی الثلث یحصل ثلث المال اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاویں اس واسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال میں قرار دئے جاویں گے موطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اس میں وقت ہے مطلب خیر نہیں درر کی عبارت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کئے جاویں گے تین سہم اس کے جس کے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اس کے لئے جس کے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اس واسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باں معنی باطل ہے کہ موسیٰ کو اس کا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موسیٰ لہ اس کے سبب سے ثلث مال سے لے گا بقدر حصہ اس زائد کے اس لئے کہ اس مطلب کے ایصال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہو تو ثلث مال ان چار سہم پر قسمت ہو گیا انتہی مختصراً ولا یضرب الموسی لہ اکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعدہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یكون سدسا فکل سدس المال وعندہما راجعہ کما قد مرنا و امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کرے گا وہ موسیٰ لہ جس کے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکور کے سہام دو ہیں تو ضرب دہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار میں چنانچہ ہم نے ان کو آگے بیان کر دیا م شارح کو یوں کہنا اولی تھا فاضرب نصفہا او فاضرب نصف کل ضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جس کی نسبت احد المضر و یلی کے ساتھ ویسی کیجیے دوسرے کی ایک ساتھ کذا فی الطحاوی الا فی ثلث مسائل ہی المحاباة والسعیۃ والدہم المرسلۃ اسی المطلقۃ غیر المقیدۃ ثلث او نصف او نحوہما اکثر ثلث کا موسیٰ لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہ ہیں۔ ایک محابات دوسرے لہ یعنی ہر ایک کا حصہ تین سے نکال اس کو مخرج قرار دے کر تین تہائیاں اور ایک کل چار ہونے والے قال الطحاوی قولہ لا یضرب معنی للفاعل من الموسی لہ والبار متعلق بہ ۱۳

۱۴ یعنی ضرب کر ان دونوں کے نصف کو یا ہر ایک کے حصہ کو ضرب کر۔



سعایت تیسرے درہم مرسل یعنی مطلق درہم جن میں ثلث نصف کی یا ان کے سوائے اور کوئی قید مذکور نہیں م محابات لغت عرب میں معنی مساعی اور حط کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو جن معتدل سے کم تر ہو کذا فی الطحاوی ذیل صور ملک ان یوصی رجل بالغ درہم مثلاً ایہ کا یہ لی بیع بالغ درہم اور موصی ثقی بعد قیمتہ الف درہم وہی تلتا مالہ و آخر ثلث مالہ لہ تجز ثلث مینہا ثلثا اجماعاً اور اس کے بعد اشلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی مثلاً یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم جن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کی آزادی کی جس کی قیمت ہزار درہم ہے اور حالانکہ ہزار درہم اس کے تمام مال کی بدتر انیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تین ہزار درہم کی اپنے ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی میں تین تہاؤ بالاتفاق ہوگی یعنی دوسم ہزار درہم کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کے موصی لہ کو م اتنے نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درہم ہے اور دوسرے کی ۴۰ درہم سو اس نے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درہم پر بیع ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درہم پر بیع ہو اور موصی کا سوائے ان دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں ۲۰ درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۴۰ درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی میں تین تہاؤ ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درہم پر بیچا جائے گا اور دس درہم اس کے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درہم پر اور ۲۰ درہم اس کی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جن کی قیمت دسی ہے جو محابات میں مذکور ہو چکی اور اس کا کچھ مال غلاموں کے سوائے نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سهام تین تہاؤ ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی یہی طرح ان میں مقسم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درہم میں اور ثانی غلام کا آزاد ہوگا وہ ۲۰ درہم ہے اور سعایت کرے گا ۴۰ درہم میں تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور درہم مرسل کی یہ صورت ہے کہ لید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درہم کی اور دوسرے کے لئے وصیت کی ۴۰ درہم کی اور اس کا کل مال ۹۰ درہم ہے اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز نہ رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کرے گا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب کرے گا اور ثانی مال کی تلیش میں کذا فی الطحاوی مخصاً و مطلقاً نصیب ابنہ صحت لابن اولاد اور اپنے فرزند کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اس کا بیٹا ہو یا نہ ہو و نصیب ابنہ لا اولاد ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں اگرچہ کا بیٹا موجود ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اس کی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اس نے فرض الہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہ ہوگا کذا فی المنہج بر غلات سابقہ کے اس واسطے مثل شے مغار شے ہے وان لم یکن لابن صحت غنایہ وجوبہ زادی شرح التکلیف وصالہ کما لو اوصی بنصیب ابن لوکان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی الغنایہ والجواہرۃ شرح تلمذ میں اتنا یاد دہا ہے اور یہ ہو گیا مانند اس کے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی مافی شرح التکلیف فی المجتبیٰ ولو اوصی بنصیب ابن لوکان فلا النصف انتہی اور مجتبیٰ میں ہے اور اگر وصیت کی نصیب فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی مافی المجتبیٰ م لیکن زیادہ من الثلث بجازت ورنہ پر موقوف ہے ونقل المصنف من السراج مایا لفرقہ قبلیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبیٰ کے مخالف ہے م مجتبیٰ میں نصف مال مذکور ہے اور سراج میں ثلث مسطور ہے کذا فی الطحاوی ولہ فی الصورة الاولی ثلث ان اوصی مع امین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندوں کے ساتھ وصیت کی م یعنی دو فرزندوں کے ساتھ موصی لہ کے لئے بخش حصہ فرزند کے وصیت کی تو اس کو تہائی مال ملے تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا و نصف مع ابن واحد ان لہ جاز اور موصی لہ کے واسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے و مسلم البنات اور بیٹوں کے مانند بیٹیوں کا حکم ہے م یعنی اگر بخش حصہ فرزند وصیت کی اور اس کے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنہج والاصل انتہی اوصی بخش نصیب بعض الورثۃ زیادہ من م سهام الورثۃ مجتبیٰ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے کسی وارث کے حصہ کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سهام پر اسی حصہ کا شل زیادہ کر لینا چاہیے۔ کذا فی المجتبیٰ چنانچہ اوپر کی مثالوں میں ملے اس لئے کہ غلام ۲۰ کا صاحب دی کو بیچے کو کہا تو یہ معنی کہ ۲۰ اسی کو دے دینا ۱۳



مفصل گزار و جزا و سهم من مالہ فالبيان الى الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم ثم التسوية بين الجزر والسهم عرفنا واما اصل الرواية فمخلفة اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز یا ایک سهم کی تو اس کا بیان وارثوں کی طرف ہے تو وارثوں سے کہا جائے گا کہ موصیٰ کہ دو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جز اور سهم کے یہ ہمارا تاخیر کا عرف ہے اور اصل روایت تو اس کے مخالف ہے وارثوں کو بیان اس واسطے موقوف ہو کہ جز اور سهم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہیں اور موصیٰ کے اس کے قائم مقام میں بیان مراد میں شرح و قیام میں ہے کہ سهم عبارت ہے سدی سے امام کے قول میں بنا بر عرف بعض اشخاص کے منع العفاریں ہے کہ لفظ نصیب اور مقصص اور بعض اور حظ اور شے کا سهم اور جز کے مانند ہے کذا فی المخطاوی وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلث لہ واجازہ لہ ثلث اسی حق الثلث فقط وان اجازہ الورثة لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخر اخذنا بالمتیقن وبہذا نذبح سوال صدر الشریعہ و اشکل ابن اکمال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلا نے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اس کے واسطے ہے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو موصیٰ لہ کے واسطے تہائی مال ہے یعنی اس کا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث میں خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اعتبار متیقن کے بسبب ہے اور اس تقریر سے صدر الشریعہ کا سوال اور ابن کمال کا اشکل دفع ہو گیا صدر الشریعہ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشاء ہے تو واجب یہ ہے کہ موصیٰ کے واسطے نصف مال واجب ہو اس واسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت میں احتمال ہے کہ سدس ثلث میں داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہ ہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث میں بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہیں تو موصیٰ کے کلام کا محل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہ ہو و فی سدس مالی کرر الہ سدس لان المعرفة قد اعیدت معرفة او اس وصیت میں کہ سدس مالی کا لفظ کرر کہا تو موصیٰ لہ کے واسطے سدس ہے اس واسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہو معرفہ ہو کر م یعنی موصیٰ نے یوں کہا کہ میرا سدس مال اس کے واسطے ہے پھر یہ کہا کہ میرا سدس مال اس کا ہے خواہ اسی مجلس میں تکرار کی یا دوسری مجلس میں تو سدس اس کا حق ہے اس واسطے کہ اعادہ معرفہ ثانی عین ہوتا ہے اول کا ادب یہاں معرفہ لفظ ہے سدس کا اس واسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف و ثبوت در اہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوۃ فلزمتہ ذکا لہ رام او عبیدہ ان ہلک ثلثاۃ فلجمع ما بقی فی الدین اسی الدرام والغنم اور موصیٰ کے در اہم یا اس کی بھڑ بھڑیوں یا اس کے مختلف کپڑوں کی یا اس کے غلاموں کے ثلث کی وصیت یہاں اگر وہ ثلث تلف ہو جائیں تو موصیٰ لہ کے واسطے وہ ہے جو سب باقی رہ گیا اور وہ مثالوں میں یعنی درمیں اور بھڑ بھڑیوں میں شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحدہ جنس میں تو وہ درمیں کی مانند ہیں م یعنی موصیٰ نے کہا کہ میرے ثلث در اہم یا ثلث غنم فلا نے کے واسطے ہیں پھر درم اور غنم کی دو تہائیاں تلف ہو گئیں تو موصیٰ لہ کے واسطے تمام ما بقی ہے مثلاً اگر نور درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصیٰ لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع امانات مالہ اشی جلی اگر موصیٰ کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع ما بقی کو موصیٰ لہ پادے گا لہذا درہ افی علی و ثلث الباقی فی الآخین اشی الثیاب والعبیدہ ان خرج الباقی من ثلث کل المال اور کچھ روز شاہوں میں یعنی کپڑوں اور غلاموں میں باقی کا ثلث ہے موصیٰ لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے م یعنی اگر کو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہیں اور ان میں سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی ہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصیٰ لہ کا ہے بر خلاف درم اور غنم کے کہ ان میں جمیع ما بقی موصیٰ لہ کا حق ہے و کالاول کل متحد الجنس مکمل او مؤزوں و ثیاب متحدہ قضا بطما تقسیم جبراً و کالثانی کل مختلف الجنس و ضابطہ لا تقسم جبراً او ادا لہ یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحدہ الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے یک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبیدہ کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہ ہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحدہ الجنس اگر وارثوں میں مشترک ہوں اور بعض وارث قسمت کے طالب ہوں اور بعض نہ چاہتے ہوں تو قاضی ان کو تقسیم کرے گا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو ان میں تقسیم جبراً نہ ہوگی و بالف ولہ دین من جنس الالف و علین فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصیٰ نے ہر درہم کی وصیت کی اور ملکہ اس کا مال دین ہے لوگوں پر ہزار درم کی جنس سے اور میں بھی ہے تو اگر ہزار درہم میں کی تہائی سے نکلے تو اس کو وہی دیا جائے یعنی اگر اس کا تین ہزار کا مترد کہ



نقد ہے تو اسی نقد میں سے ایک ہزار درہم موسیٰ کو دے عیادیں والا کخرج ثلث لعین بدفع لہ دیکھا کخرج شئی من الدین بدفع الیہ ثلث حتی لیسوی نقدہو الالف اور ہزار درہم نہ نکلیں نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اس کو دی جائے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جائے تو اس کی تہائی سے اس کو ملتی جائیگا یہاں تک کہ اس کا حق ہزار درہم پورے ہو جائیں مثلاً نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اس کو دی جائے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جائے اس کی تہائی دیتے ہیں ہزار درہم کے بھرنے تک و ثلثہ لزید و مکروہ و ہوائی مرد میت لزید کلمہ اسی کل الثلث والاصل ان الیت والعدم لیسوی شیئاً فلذلک لازم غیرہ و صار کما لو ادس لزید و جدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زیادہ عمر کے واسطے اور حالاکہ عمر و مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہ ہوگی اور وہ قلم اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا کخرج المزاحم من الاصل اما اذا کخرج المزاحم لجد صحتہ الی کباب کخرج بحصۃ وہ یسلم لا یزال الثلث لثبوت الشرکۃ یعنی استحقاق کل ثلث کا اس وقت ہے جب کہ مزاحمت کرنے والا نکل جائے اصل وصیت سے لیکن جب کہ مزاحم نکلے صحت کباب کے بعد تو اپنا حصہ لے کر نکلے گا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جائے گا ثبوت شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان و فلان بن عبد اللہ ان مت و ہو فقیر فمات الوسی او فلان بن عبد اللہ یعنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موسیٰ نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مر جاؤں اور خالد محتاج ہو پھر موسیٰ مر گیا اور حالاکہ خالد بن عبد اللہ زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا م اس واسطے کہ خالد جو مال دہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مال داری کی وجہ سے تو اس صورت میں زید پوری تہائی پاوے گا رکن الوات احد ہما قبل الوسی و فروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موسیٰ مر گیا موسیٰ کے پہلے تو دوسرا موسیٰ نصف ثلث پاوے گا اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں م از انجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور حالاکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کو نصف ثلث ملے گا اس واسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے از زیادہ موجب نہیں کذا فی النسخ و اصلہ المعمول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم کخرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی الآخر متی کم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الكل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اس کا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے کہ جب موسیٰ وصیت میں داخل ہو پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موسیٰ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جب کہ وصیت میں داخل ہی نہ ہو فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موسیٰ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموسی والیشر کلام اللہ رب العالمین فی حیث قال لہ ولولہ کبر فمات ولہ قبل موت الموسی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موسیٰ کے کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام ہا تباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موسیٰ کی موت سے پہلے الی آخرہ م صاحب درر کا تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور اس کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موسیٰ کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان امور قول میں اس واسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہ ہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اس کی مانند قادی عالمگیری میں محیط سرخی سے منقول ہے کذا فی الطحاوی مکتون فی الزیلعی فیما مر اما اذا کخرج المزاحم لجد صحتہ الی کباب الخ مخرج فی اعتبار حالۃ الایکباب وقیل فی روایات ان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنی جب کہ مزاحم خارج ہو جائے لجد صحتہ الی کباب کے الی آخرہ مخرج ہے حالت الی کباب کی اعتبار میں نہ موت موسیٰ کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اس میں دو روایتیں ہیں ولو قال بن زید و مکروہ و ہوائی مرد میت لزید لصفہ لان کلمۃ بنی توجب التصفیۃ حتی لو قال ثلثین زید و سکت فلا نصفہ یعنا اور اگر موسیٰ بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمر کے ہے اور حالاکہ عمر و مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملے گا اس واسطے کہ لفظ تصفیۃ کا موجب ہے یہاں تک کہ اگر موسیٰ بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نہ کیا تو بھی زید کو نصف ہی ملے گا و ثلثہ و ہوائی مرد میت لزید لصفہ لہ ثلث مالہ عند موتہ موارا کتبہ لجد الوصیۃ او قبلہا لما تقران الوصیۃ الی کباب لجد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالاکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موسیٰ لہ کے واسطے اس کا ثلث مال ہے یعنی اس مال کا ثلث جو موسیٰ کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اس نے وہ مال لجد وصیت لے لیا ہو یا نہیں وصیت کے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا یہ کہ وصیت عبارت ہے الی کباب لجد موت سے م طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی تید مذکور رہتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن الموسی بہ عینا او لوعا معینا ثلث مال ذکرت اس وقت ملے گا جبکہ وصیت کی چیز میں یا نہ عین نہ ہو اما اذا وصی لعین او لوعا من مالہ ثلث غنمہ فہلک



قبل موتہ بطلت تعلقہا بالعين فبطل لغواتہا وان کتب غیر مالکین جبکہ وصیت عین کی کیا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوگئی موصی مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب تعلق ہونے وصیت کے مین سے تو وصیت باطل ہوگئی اس کے فوت ہو جانے سے اگرچہ اس نے اس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن له غنم عند الوصیۃ فاستفاد ما فی الغنم ثم مات صحیح فی اربع لان تعلقہا بالنوع تعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہ ہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر رجائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اسلئے تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہے جیسا وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال له شاة من مالی ولس له غنم لیعطی قیمۃ الشاة اور اگر بولایزید کے واسطے گو سپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اس کی ملک میں بھٹیڑ بکریوں کا گلہ نہیں ہے تو اس کو سپند کی قیمت دی جائے گی بخلاف قولہ شاة من غنمی ولا غنم له یعنی شاة کہ فائزہا بطل بر خلاف اس قول کے کہ اس کے واسطے ایک گو سپند ہے میری غنم یعنی بھٹیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گو سپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے م وجہ فرق اکتسبتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گو سفند کو غنم کی مضاف کیا تو معلوم ہوگا کہ مالیت گو سفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گو سفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہوگا کہ عین گو سفند مراد ہے اس واسطے کہ موصی نے گو سفند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا ولو لم یصفہا لاولاد غنم و قد یصح اور اسی طرح اگر گو سفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نہ کیا تو اور حالانکہ اس کی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول منیع یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحكم فی کل نوع من انواع المال کا بقدر الثوب ونحو ہما زبانی اور اسی طرح گو سفند کی مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گائے میں اور بکڑا اور مائدائی کے کذا فی الزبانی وثلث لامہات اولادہ وبن ثلاثہ والفقراء المساکین لہن اہمہات الاولاد ثلثا سہم من خمسہ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم اسماء لان لفظ الفقراء والمساکین مع واحد اثنان قتال الجنیۃ یصل الجنیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد کے واسطے صرف تین سہم میں پانچ سہموں سے اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اس واسطے کہ فقر اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت میں مفرد ہے وثلثہ لزید للمساکین لزید نصفہ ولعم نصفہ وعند محمد ثلثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے واسطے اس لئے کہ اقل جمع وہیں چنانچہ مذکور ہو چکا و لادوی ثلثہ لزید ولفقر اور المساکین قسم ثلثا عند الامام والشافعی عند ابی یوسف واخا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کمالہ صرفۃ الی مسکین واحد وقال محمد لا تین علی امر فلیوز صرفۃ للمساکین قل من تین عند الخلف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعہ وقال ثلث مالی لہذا المساکین لم یجز صرفۃ لواحدا اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو موصی کو جائز ہے اس کا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنی بطلان جمیعت کی وجہ اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیں گدشتہ یعنی اق جمع وہیں تو جو مال کہ مساکین کے واسطے ہے اس کا صرف کرنا دو مسکینوں کے کثر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا سو اگر اس نے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اس کا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیر ہم ہما زبانی یوسف وعلی الفتویٰ خلاصۃ وشریعالہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیروں کے واسطے سو موصی نے ان کے سوا اور فقیروں کو یا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور سی پرفتویٰ ہے کذا فی الخلاصۃ وشریعالیۃ ویمائۃ لرجل ویمائۃ لآخر فقال لا خیر لک مع مالہ ثلث کل مائۃ لتساوی نصیبہا فانکنت المساواة فکل ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہ میں نے تجھے کو شریک کر دیا ان دونوں مردوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے بیکڑے کی تہائی ہے اس واسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیاں ملیں گی ولو بار لعمائۃ مثلالہ واثین لا خیر فقال لا خیر لک مع مالہ نصف مال کل منہا اتفاقا نصیبہا فیساوی لانہا اور اگر ثلث ہم دم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے



موصی نے کہا کہ میں نے تجھ کو دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو میرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملے گا بسبب تفاوت ہونے دونوں کے تو میرے مرد دونوں کے برابر ہو گا۔  
 م جب دونوں کا حصہ متضاد ہو تو تینوں شخصوں کی برابر ممکن نہیں تو شرکت کو حق کیا ثابت کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشترک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہو  
 وثلث مالہ لرجل ثم قال لا خیر اشترکک ادا و خلکک معہ فالثلث بینہما لاذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو داخل کر دیا اس کے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصف نصف ہے بیل مذکور یعنی شرکت متقاضی ہے مساوات کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وان قال لو وثقہ لفلان  
 علی دین قصد فہ فانہ یصدق وجوباً الی الثلث استحساناً اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلاں نے شخص کا عجب پر دین ہے تو اس کی تصدیق کیجئے تو اس کی تصدیق کی جائیگی اعتباراً  
 وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے م وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اس کی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہ ہو اس واسطے کہ علی  
 کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشرع بخلاف قولہ کل من ادعی علی ثلثینا فاعطوہ لہ ذلک الشرع برضوت اس قول کے کہ جو شخص عجب پر کسی تہائی کا دعویٰ کرے تو  
 اس کو کیجئے تو اس میں تصدیق دہو گی اس لئے کہ یہ خلاف شرع ہے م یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان ليقول ان راسی الوصی ان یعطیکہ فجوہر من الثلث بصیرۃ  
 مگر یہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وہی اس کا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہو جاوے گا م وصیت ہو جانے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے وہی کو  
 تفویض کیا کذا فی الطحاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سبق منہ دعویٰ فی شئی معلوم فہو دالہا لا یجوزی اور اگر بولا کہ فلاں شخص جو دعویٰ کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر  
 اس شخص سے کوئی دعویٰ شے معین میں ملے ہو چکا ہو تو وہ شے مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعویٰ نہیں تو وہ چیز اس کی نہیں کذا فی المجتبی فان الوصی یوصیایا مع ذلک اسی مع قولہ لورثہ  
 فلان علی دین قصد فہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثہ پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کیں اس کے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اس نے اپنے وارثوں سے  
 کہا کہ فلاں نے شخص کا عجب پر دین ہے تو اس کی تصدیق کیجئے تو تہائی مال بدایا جاوے گا وصیت والہ کے واسطے دو تہائیاں جدا ہو گی وارثوں کے واسطے م یعنی ایک شخص نے اپنے وارثوں سے  
 کہا کہ فلاں شخص کا عجب پر دین ہے تو اس کی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اس نے چند اشخاص کے واسطے وصیتیں کیں تو اس کے مال سے تہائی ہیں وصیایا کے لئے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں  
 وارثوں کے لئے اس واسطے کہ وصیت اور میراث مجموعاً ہیں اور نہ انجہول ہے تو معلوم کا مزام نہ ہو گا لہذا معلوم کی تقسیم ہوئی مجہول پر و فی کل من اصحاب الوصایا والورثہ یصدقون فیما  
 شتم وبالقی من الثلث فلو وصیایا اور کہا جاوے گا ان وصیایا اور وارثوں کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جس قدر کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی دے وہ اہل رہا  
 کا ہے م پھر جب کہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہو گیا کہ ترکین دین ہے دونوں حصوں میں تو ہر فریق کا اقرار اس کے حصہ میں نافذ ہو گا کذا فی المگیریۃ والدین والکان مقدماً علی المحققین لا  
 انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوں پر مگر مجہول ہے معلوم نہیں م یہ جو سوال مقدم کا ہے کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پھر اس کی کیا  
 کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے خاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقسیم دین یہاں اس کے عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعین مذکور اور  
 دین مذکور کے مقرر اور تعین ہو جانے کا طریقہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق فریقین کی فیوخذ الورثۃ ثلثی ما اقرباہ والوصی لہم ثلث ما اقرباہ والقی فہم تو جس قدر دین کا وارثوں نے  
 اقرار کیا وہ ان کی دو تہائیوں سے لیا جاوے گا اور جو اہل وصیایا نے اقرار کیا وہ ان کی تہائی سے لیا جاوے گا اور جو باقی رہے گا بعد دین ادا کرنے کے وہ ان کا ہے یعنی جو دو تہائیوں میں  
 باقی رہے گا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہے گا وہ اہل وصیایا کا ہے ویکلف کل علی العلم لادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی راست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعویٰ  
 کرے یعنی ہر فریق یوں قسم کھائے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہیں قلت لقی لو کانت الوصایا دون الثلث بل لیزل الثلث کلام بقدر الوصایا لم ارہ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر  
 وصیتیں تہائی مال سے کم ہو تو کیا پوری تہائی نکال بھی جاوے گی یا بقدر وصیت کے میں نے اس کی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی لقی ایضاً لہم ان یرہم ان یرہم ان یرہم فی اکثر من الثلث  
 ابن الکمال بہ اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا ان کو لازم ہے یہ کہ مقررہ کی تصدیق کریں ثلث سے اکثر میں اس کے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے م یہ اصل اعتراف  
 ہے ذیلی کا جو ابن کمال نے فقط زلیج کا اعتراف بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا جس سے زلیج کا اشکال ماقطع نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی مختصراً  
 جنہی ولا جنہی وارث اور ذلک لہ نصف الوصیۃ لطل وصیۃ لوارث والقائل لا تہما من الی الوصیۃ علی امر ولا تصح باجازه شیخہ اور اگر وصیت کی جنہی شخص اور اپنے وارث یا پھر



قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملے گی اور اس کی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملے گا نہ کل اس واسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہیں بنا بریں جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اس واسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو زاتم بھی نہ ہوگا بخلاف ماذا اقر العین او دین لورثۃ ولا اجنبی حیث لیس فی حق الا اجنبی ایضاً لانه اقرار بعقد سابق ینہا فاذا الغالبۃ لباقیۃ ضرورۃ برخلاف اس کے جب کہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی اسے کہ یہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونوں کی شرکت کا زمانہ ماضی میں پھر جب کہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالظہور لغو ٹھہرام عدم صحت کی وجہ سے کہ وصیت الشاھوت ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اس نے خبر دی ہے وصف شرکت زمانہ ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدو شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی خبر مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اس واسطے کہ وارث اس میں شریک ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی عن الزلیعی مختصر قیل ہذا اذا التصادق فان انکر احدہما شرکتہ الآخر فإقرار فی حصۃ الاجنبی عند عقد وعندہما تبطل فی النکل لسان اللہ زلیعی بعضوں نے کہا یہ یعنی عدم صحت اقرار اس وقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تعین کرے پھر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگا مگر کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے میں باطل ہے اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کذا فی الزلیعی ولو اوصی بثیاب متفاوۃ جید ووسط وروی ثلثۃ نفس لکل منہم ثوب فضاء متہا ولم یدر اسی ہو والوارث ليقول لکل منہم ملک حقیقت لطلت الوصیۃ بجہالۃ المستحق کو صیۃ لا حد بنین الرطین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوۃ کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پھر ان تینوں کپڑوں سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہیں کہ کون سا نصف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی مستحق کے معلوم نہ ہونے سے جیسے ان دو مردوں سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے میں نے وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے جہالت کے سبب سے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان لا یتساحوا و لیسلموا ما لقی متہا فتوحی لوزال المانع و یوجد مگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ کریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جائے گی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا انکار مانع صحت کا موصی سے زائل ہو گیا تقسم لذی الجید ثلثا و لذی الروی ثلثا و لذی وسط ثلث کل واحد متہا لان التسویۃ بقدر الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کی جائے گی اس واسطے کہ یہ برابر کر نہ بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین بمیت معین من دار مشترکہ قسم ووقع فظہر للموصی لہ الا لیتح فی حظ فله مثل ذراعہ مرص صدر الشریعۃ وغیرہ بموجب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الاخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کو ٹھٹھی کی وصیت کی اور دھڑ بٹا گیا اور وہ کو ٹھٹھی موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہ ہوئی تو موصی لہ کے واسطے کو ٹھٹھی کے برابر گزروں سے زمین ناپ دی جائے گی صدر الشریعۃ وغیرہ نے وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یوں کہتا قسمت کی جائے پھر اگر کو ٹھٹھی اس کے حصے میں آدے الا آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار بمیت معین من دار مشترکہ مثلاً ہاے شل الوصیۃ فی الحکم لکوار اقرار کرنا معین کو ٹھٹھی کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں معین احد الشریکین نے کہا کہ یہ کو ٹھٹھی فلا نے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کو ٹھٹھی مقرر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اس کا مالک مقرر ہوگا اور اس کے حصے میں نہ پڑے گا تو اس کے برابر زمین ناپ دی جائے گی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکساں حکم ہے وبالف عین ای معین بان کانت دلیۃ عند الموصی من مال آخر

بازرب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفع الیہ صح اور ہزار درم معین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی نے موت کے بعد وصیت اس کی جائز رکھی اور ہزار درم موصی کو تسلیم کئے تو درست ہے ولا یسغ بعد الاجازۃ لان اجازۃ تبرع فلان یتبع من تسلیم واما بعد الذبح فلا یجوز تبرع کلمۃ اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اس کو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اس پر واجب نہ تھا تو اس کو جائز ہے تسلیم سے باز رہے اور تسلیم کرنے کے بعد تو اس کو پھر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التلکہ بخلاف ماذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لثالثہ او لوارثہ فاذا جاز ما لورثۃ



جب نہ لایکون لہم المنع بعد الا جازۃ یکبرون علی تسلیم لما تقران المجازلۃ تیملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلان اس کے جب کہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اس کے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ ان پر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جس کے لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم منقیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے م اس واسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہے اور استناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو ان کا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین لبد القسمة بوصیۃ ابیہ الثلث فتح امرارہ فی ثلث نصیبہ لہ نصف استی نادا اقر لہ ثلث شائع فی کل الزکۃ وہی مہما فیکون مقرا بثلث ما معاذیرہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت موقوفہ کے تو اس کا اقرار اس کے حصے کی تہائی میں صحیح ہے نہ اس کے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقر بثلث اس مال کی تہائی کا جو اس کے پاس ہے اور مال کی تہائی کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے یعنی اس کا اقرار اس کے حق میں مقبول ہے نہ اس کے بھائی کے حق میں بخلاف ما اقر احدہما بدین علی ابیہا یرث یزیم کہ تقسم الدین علی المیراث برخلان اس کے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اس کو تمام دین دینا لانا ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر م مقررہ مقرر سے تمام موقوفہ لیکر تا استیفا دین اور اگر فاضل نہ ہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے اس لئے موصی لہ وارثوں کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پادے گا جب تک وارث کو رد نہ ملے کذا فی المغ وبامۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلہما بجز جان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سودہ بیٹا جنی موصی کے مر جانے کے بعد اور لونڈی اور اس کا بیٹا موصی کے تہائی مال سے نکلتے ہیں تو وہ دونوں موصی لہ کے ہیں و الا یخرجاخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لایزاحم الاصل وقال یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونوں ثلث مال سے نکلیں تو موصی لہ تہائی نہ نکلیں تو موصی لہ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اس کے دلہ سے اس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونوں برابر لیم صورت مستویہ ہے کہ ایک شخص کے ۲۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۲۰۰ درم کی قیمت کی سوا اسے لونڈی کی وصیت ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۲۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی یہ ۴۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملے گی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیاں لینگا اس واسطے کہ لڑکا وصیت میں بالتبع داخل ہے اور خارج نہ ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ مال اصل ہے اور لڑکا تابع اصل کا مزاحم نہیں ہوتا تو اگر دونوں میں وصیت نافذ ہو تو بعض اصل میں وصیت قائم نہ رہی اور یہ جائز نہیں ہے کذا فی الطحاوی ہذا اول ولدت قبل القسمة و قبول الموصی لہ فلو لبدا فہو للموصی لہ لانہ نما ملک و کذا لو بعد القبول وقبل القسمة علی ما ذکرہ القدوسی حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ لونڈی قیمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اس واسطے کہ اس کی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہونا براس قول کے جو تدوین نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فلو نزلتہ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثوں کا ہے یعنی اس واسطے کہ وہ وصیت کے تحت میں داخل نہ ہو اور وصیت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالگیریہ واکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی دلہ کے مانند ہے حکم مذکور ہیں۔

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے میں م چونکہ اعاق فی المرض یعنی وصیت ہے اس واسطے کہ وہ تبرأ ہے۔ اس وقت باب العتق فی المرض میں جب کہ وارثوں کا حق متعلق ہو گیا لہذا اس کو کتاب الوصایا میں مذکور کیا لیکن اس کو صریح وصیت سے متاخر کیا اس واسطے کہ صریح اس ہے باعتبار حال العقد فی تصرف منجز ہوا الذی ادب حکم فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کر دے م اور تصرف مضان الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سوا کے منقول ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثتہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت میں ہو تو اس کے تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد تصرف الذی ہوا انشاہ بکون فیہ منی القبر حتی ان الاقرار بالبدین فی المرض منقول من کل المال والنکاح فیہ نیغذ بقدر مہر المتق من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض میں مراد اس سے



وہ تصرّف ہے جو انشاءً اور اس میں تبرع کا معنی ہے تو مرض میں دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض میں بقدر ہر مال کے نافذ ہے کل مال سے اقرار خزانہ انشاءً اس واسطے کہ اقرار تصرّف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح اقرار ہے معنی تبرع سے اس واسطے کہ نکاح تصرّف انشائی ہے لیکن اس میں تبرع نہیں ہے والمصنف الی موتہ دہواً جب مکمل بعد موت کانت قریب موت من الثلث وان کان فی الصحتہ اور تصرّف کفایت کی طرف مفاتح، وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت میں واقع ہوا ہو تصرّف مصنف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یوں کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا چیز زید کی ہے میری موت کے بعد مرض صحیح منہ کا تصرّف اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جائے وہ صحت کے مانند ہے ماسوائے کہ وارث اور غیرہ کا حق متعلق نہیں ہوتا مریض کے مال سے مگر اس کے مرض الموت میں اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اس کا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد المفلوج والسلو اذا تطاول علی لقیصہ فی الفراش کا صحیح مجتبیٰ ثم رزحاً تطاول سنتہ فی المرض المقبر المبیح

صلوۃ قائم اور جاہل اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول اور مرض ہو جائے اور اس کو بستر پر نہ ڈال دے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام شرعی میں کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول مرض کی حد یہ نہیں ہے کہ ایک سال ہے اور مرض مستبرک صدقہ ہے جو مباح کر دے مگر کو بیٹھ مریض معتبر یعنی جس مرض میں نفوذ تصرّف انشاءً ثلث مال سے مستبرک کذا فی الطحاوی اعتنا و محاباتہ و وصیتہ و وقفہ و صمانہ کل ذلک حکم وصیتہ مریض کا اعتنا اور محاباتہ اور ہوا اور اس کا وقف اور ضمان ہوا اس پر ایک وصیت کے حکم کے مانند ہے موقوفہ مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اس واسطے کہ وصیت عبارت ہے بجا ب بعد الموت سے اور یہ تصرّفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہونے تو در حکم وصیت ہو گئے حق و رثہ کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سودرم کی چیزہ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سودرم کو خرید کرے تو قیمت مش سے زائد خریدیں اور قیمت مش سے ناقص بیع میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحاوی فبعت من الثلث کما قد منافی الوقف ان وقف المریض مدیون بخیط باطل فلیحفظ بحیرہ کہ تصرّفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوتے تو ثلث مال سے معتبر ہونے چنانچہ ہم نے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون بخیط کا وقف باطل ہے تو اس کو یا رکن یا بیٹا درخیر یا درتقیح کرنا چاہیے و نیز اتم اصحاب الوصایا فی الضرب اور ان وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص میں یعنی بعد مٹش اور محابا اور مویوب لہ اور قیام معنوں اور ضرب حصص کریں گے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کفایت ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ سودرم کے اور قیمت میں ہر ایک حصہ مستبرک ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی ہے کہ ہر کھد ہے کذا فی الطحاوی ولم یصح العبدان جیز عتق لان المنع لحکم فیسقط بالاجانۃ اور غلام سہی نہ کرے گا اپنے متخلص میں اگر اس کے عتق کی اجازت ہو گئی وارثوں کی طرف سے اس واسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ ساتھ ہو جائے گا ان کی اجازت سے فان حاجی فخر رفاق الثلث عنہا فہی الی الحیاۃ اثنی پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اس کا ثلث مال محابات اور اعتنا سے ننگی کرتا ہے یعنی تہائی میں رزق تصرّف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتنا پر ہم صورت میں کی یہ ہے کہ ۲۰ درم قیمت کا غلام ایک سودرم کو بیچا پھر اس غلام کو جس کی قیمت سودرم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی سودرم محابات میں صرف دینے کذا فی الدرر ولجسہ بان حرر فی ابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتنا کیا پھر محابا کی تو دونوں برابر ہیں جس غلام کی قیمت سودرم ہے اس کو آزاد کیا پھر وہ غلام جس کی قیمت سودرم ترم کو محابا ثلث مال یعنی سودرم کی تقسیم دونوں میں نصفاً نصف ہوگی تو بعد عتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سہی کرے گا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو بیچا جس دم دے کر خرید کرے گا کذا فی الدرر وقال عتق اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم و وصیتہ بان لیتق عنہ بہذا المائۃ بعد لا تنفذ الویتۃ بالعتق ان ملک درہم لان القربۃ تفادیت بتفادیت قیمتہ العبد اور مریض کی وصیت اس طرح ہے کہ اس کی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سودرموں سے خرید کرے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درہم سے اگر ایک دم بھی سودرم سے تلف ہو دے اس واسطے کہ تقرب الی اللہ متفادات ہو جاتا ہے قیمت بعد کے تفادات بخلاف الحجج برخلان حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اس تدر درہم سے میری طرف سے حج کیا جائے پھر ان درہم سے ایک دم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقال ہما سوار اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں و تبطل الوصیت بعتق عبداً بان ادعی بان لیتق الورثۃ بعدہ بعد موتہ ان منی بعد موتہ فذبح بالجناۃ لکما یج بعد موتہ باسین و باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی زادی کی یعنی یوں وصیت کو وارث اس کے غلام کو اس کے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی



اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بچا گیا موت کے بعد موصی کے دین میں مدمد بطلان یہ کہ دلی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الوثیۃ العبد لا یطعن وان الفدائی المولم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا ان کے التزام کے سبب سے یعنی انہوں نے اپنے اور پر خود لازم کر لیا تو وہ متبرع ٹھہرے اور اوصی ثلثہ ای ثلث مالہ لیکر و ترک عبدًا فانزل کل من الوارث و بکران المیت اعتق ہذا العبد فادعی بکرم عتقہ فی الصحۃ لیتفد من کل المال و ادعی الوارث عتقہ فی المرض لیتفد من الثلث رقیق علی بکر فاقول للوارث مع الیمین لانہ یکر استحقاق بکر ادہ اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ایک شخص نے کہ وصیت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے بھر بکر نے دعویٰ کیا اس کی آزادی کا موصی کی صحت کی میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے اسی کی آزادی کا دعویٰ کیا تو موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اس واسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر المختار کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اس لئے کہ وارث استحقاق بکر کے ہے اور قول متبرع ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھ ولا شئی لزید کذا فی نسخ الملقن والشرح قلت صواب لیکر لان المذكور اذ لا فایۃ الامران القوم ملوا الزید غیرہ المصنف اولاً و لیسید ثانیاً والذاعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح تن اور شرح کے نسخ میں لاشی لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ولا شئی لیکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا ادل مذکور ہے فایۃ الامریہ ہے کہ قوم نے یعنی نقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہے موصنف نے ادلا تمثیل کو بدلادہ آخر میں تعزیر کو بھول گیا والداعلم الا ان یفضل من ثلث شئی من قیۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے قناضی مال کو بکر لے گا مگر مشد ثلث مال سودرم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملیں گے اور قنوم مجہ علی دعوایہ فان الموصی لخصم لانه ثبت حقہ و کذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتناق صحت میں تھا اس واسطے کہ بکر موصی لہ دی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی طرح غلام بھی دی ہے ولوا دلی رجل دینا علی المیت ادعی العبد عتقانی الفسخ ولا مال لہ غیرہ فصدقہا الوارث فی قیمۃ و تدفع الی الخویم و قال لا یحق ولا یسعی فی شئی اور اگر دعویٰ کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعویٰ کیا صحت میں اور حالانکہ میت کا کچھ مال نہیں ہے سوائے اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب دین کو دی جائے گا صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جائے گا اور کچھ کوشش قیمت میں نہ کرے گا مگر صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق سب کا حق ہے ظاہر ہے وارث کی تصدیق سے ایک کام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا حق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے لہذا جمیع اول کل مل سے معتبر ہے اور قوی بذوق نہیں ادنیٰ سے اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں تو اس کو بالعتق منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر المختار ص ۵۱ ہذا الخلف لوترک ابنا والفت دم نادعا مارجل دینا و آخر دولیۃ و صدقہا ابنا فالاعت بینہما نصفان عنہ و قال الولیۃ اقویٰ اور بابر غلام مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے سوان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعویٰ کیا اور دوسرے نے ان کے دولیت ہونے کا دعویٰ کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفاً نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ دولیت قوی تر ہے دین سے م اس مسئلہ میں اولیت خلاف ہے برفلان مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلاوجہ ہے کذا فی الطحاوی ثلث و عکس فی الہدایۃ فقال عنہ الولیۃ اقویٰ و عنہما سوار والاصح ما ذکرنا کافی الکافی و تھامنی الشرنبلالیۃ فلیعطف میں کہتا ہوں اور ہدایت میں اس کے بالعکس کہا ہے سویوں کہا ہے کہ امام کے نزدیک دولیت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور دولیت برابر ہیں اور صحیح تردہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اس کا پورا بیان شرنبلالیہ میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایت سے پہلے بزرگوں نے غلام امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی۔



## باب الوصیۃ للقاترب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت وقارب وغیرہم کے بیان میں جاریہ من لوصی بہ وقالا من لیکن فی محلۃ جمعہم مسجد الحرام وقالا لشیعی الجار الی العین دار من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اس کے گھر سے ملاحق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک مجلس رہتا ہو اور محلو کی

مسجد ان کی جامع ہو یعنی اسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے محمد نے لایں کہا جب وصیت کا اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اس کے گھر کے لاصقین کے واسطے ہے خواہ ان کے دروازے سے قریب ہوں یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی و مہر کل ذی رحم محرم من عرسک بانباء اہلہا و احوالہا و اغیارہا وغیرہ بشرط موت وہی منکوحۃ او معتدۃ من رحمی اور آدمی کا مہر یعنی سسرال کے وہ لوگ ہیں جو مرد کی جود کے محرم قرابت دار

ہیں چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اس کے چچے اور اس کے ماموں اور اس کے بھائی اور ان کے سوائے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اس کے نکاح میں یا یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو یا طلاق بائن کی عدت میں ہو تو مہر محقق وصیت کا نہ ہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث کی ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرقم وانی عرقنا فیخص بابیہا غایۃ وغیرہ و اقروہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالادلہ و اقروہ فی الشربلانیۃ حلوانی نے کہا کہ یہ مہر کی تعریف متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو مہر کا لفظ عورت کے والدین کے مخصوص ہے یعنی خسر اور خورشدا من کذا فی الغایۃ وغیرہ اور قہستانی نے اس کو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن برہان وغیرہ میں ادلہ پر یقین کیا ہے اور شربلانیہ میں اس کو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہ انہ علی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت

لیحفظ ہذا الغایۃ پھر شربلانیہ میں عینی شارح ہدایۃ سے یہ نقل کیا کہ ہدایۃ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ سے نکاح کیا حق اور ٹھیک ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس نازدہ کو یاد رکھنا چاہیے م عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن کس کے حصہ میں واقع ہوئیں انہوں نے ان کو مکاتب کیا ادا ائے بدل کتب کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرت نے ان سے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور وہ توفانہ دار تھے انتہی تحقیرا و خلتہ زوج کل ذی کذا فی النسخ قلت الموافق لعامة الکتاب ذات رحم محرم منہ کا زوج بناتہ و عمامۃ اور انسان کا ختن اس کے ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ اس کی بیٹیوں اور بیویوں کے شوہر شارح نے کہا تن کے نسخوں میں اسی طرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے و کذا کل ذی رحم من ازواجہن قبل ہذا فی عرفہم و فی قریۃ

لصبر الہمراۃ و امہا و الختن زوج الموم فقط زلیعی وغیرہ زاد القہستانی و یغنی فی دیارنا ان یختص الصبر بالی الزوجۃ و الختن بزواج البنت لانه المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات و ملاک کے شوہروں کے برقرابت دار سے بعضوں نے کہا یہ تعریف مہر اور ختن کی متقدمین فقہاء کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں مہر خسر اور خورشدا من ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزلیعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یوں لائق ہے کہ مہر خسر و خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجئے اس واسطے کہ اب یہی مشہور ہے کہ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ دیار موسیٰ کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی والہ زوجتہ وقالا کل من فی حیالہ ولفقۃ غیر مالیکہ و قولہا استحسان شرح نکملہ قال ابن الکمال و مویذ بالنفس قال اللہ تعالیٰ فینہ

والہ الامراتہ انتہی قلت و جوابہ فی المظولات اور اہل عبارت سے اس کی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اس کے عیال اور نفقہ میں داخل ہے سوائے اس کی لونڈی اور غلام کے وہ اس کے اہل ہیں اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی یہی قول راجح ہے کذا فی الشرح التکمید ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مویذ بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نجات دی فوط اور اس کے اہل کو سوائے اس کی عورت کے انتہی قول میں کہا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے استدلال مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا دامن موجود ہے یعنی استناد امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے زوجہ کے واسطے بدیل نص میں عرف قال تعالیٰ و سار بالہ و قال لا بد منکثرا و منہ قلم تامل بلکہ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحاوی مختصر اقلہ اہل بلقیۃ و قبیلۃ التی یسب الیہا و یسب ذیل فیہ کل من یسب الیہ من

سوائے اہل جلا اپنی گھر والی کو ۱۵۷۰ھ کہا اپنی بہن سے طہرہ ۷۵۰ھ واسطے سے ہے قول عرب والوں کا اس نے شارح کرلی غرض شہر میں ۱۲۰







کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا ملکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب ہے وہ اعلان ہے م و جہاں فراتی کی یہ ہے کہ اہل اخت کے عرف میں قریب اس کو کہتے ہیں جو غیر سے قریب کرے اور شخص کے واسطے اور تقرب والد کا ولد بنفسہ ہے لایفولڈلنے الزلیعی والماجدہ ولد الولد فیہ غل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور داد اور پوتا قاتارب لی وصیت میں داخل ہیں ظہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں م قادی مالگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے **ویکون للثمنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ** اثنان کما فی المیراث اور قاتارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی یعنی اس لئے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دہیں م امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا اول یہ کہ مستحق دو شخص میں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہے اور البعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہ ہو اور عورت اور مرد امی میں برابر ہیں کذا فی مالگیری فان کان للموصی عتقان وغالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت قاتارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اس کی دونوں چچاؤں کے واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا کہ چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے م شارح نے تثنی میراث سے اس کا اشارہ کیا کہ تسادی وسائل کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہوں گے ماموں پر کذا فی الطحاوی ولولہ ثم وغالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثنان اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا کہ تثنی تہا مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملے گا برابر ولو ثم واحد لا غیر فہی نصفہا وبرد النصف الاخرالی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اس کے واسطے نصف وصیت ہے نصف ثانی اس کے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اس کا کوئی مستحق نہیں ولو ثم وعتمۃ استویا لا متوارقرا بہا اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عتمہ تو وہ دونوں برابر ہیں اس واسطے کہ دونوں کی قرابت یکساں برابر ہے ولو العتمة المحرم بطلت خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہ ہو تو قاتارب کی وصیت باطل ہوگی بر خلاف صاحبین کے م صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہ ہوں گے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اس لئے کہ ان کے نزدیک اقارب میں داد مال اور نانہال کے سبب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحاوی ولولہ فلان فہی للذکر والانشی سوار لان ام الولد لعمی اسکل حتی المحل اور اگر وصیت کی فلا نے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اس واسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو شامل ہے ولای دخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہ ہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ قولہ بنات لصلبہ وبنان فہی لبنات سملابا لحقیقۃ اور اگر فلا نے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو ولد کہنا با اعتبار مجاز ہے اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلونذرت صرت الی المجاز تحریرا عن التعطیل پھر اگر حقیقت مستقر ہو تو کلام پھر مجاز سے مجاز کی طرف تاکہ کلام با وصیت بیکار اور سپردہ نہ ٹھہرے م جب کہ فلا نے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اس کی اولاد صلبی نہیں ہے تو اب وصیت میں پوتے داخل ہوں گے کذا فی مالگیری ولایدخل اولاد البنات عن محمد یقولون اختیار اور بیٹیوں کی داخل نہ ہوگی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولو ثمہ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانا معتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلا نے کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اس واسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جائے گا وشرط صحتمہا اے الوصیۃ ہنا اے فی الوصیۃ لودثۃ فلان دانی معنا لکعب فلان موت الموصی لوثرۃ او لعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلا نے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اس کے معنی میں چنانچہ عقب فلا نے کے وصیت میں صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلاں شخص جس کے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اس واسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہیں آتا مگر اس کی موت کے بعد ثم انکان معہ موصی لہ آخر تم بنیم وبنیم ملے عد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بنیم لذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوا موصی لہ بھی ہو تو مابین وراثۃ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو حصہ ملے گا تو ان کے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف



اس کا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لو رشتہ او عقبہ بطولت الوصیۃ لو رشتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت باطل ہوگئی تم ان کا نہ ہم موصی نہ آخر کقولہ وصیت لفلان ولو رشتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کما لفلان الموصی نہ دون رشتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولہم الابد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی نہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کیا فلان نے شخص کے لئے اور اس کے وارثوں اور عقب کے لئے تو بالکل وصیت فلان نے موصی نہ کے لئے ہوگئی نہ اس کے وارثوں اور عقب کے واسطے اس لئے کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں ان کو اگر بعد جانے اس شخص کے اور اس کا پورا بیان سراج دہاج میں ہے وفیہ عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مالوا فولد ولدہ کذا لک ولای دخل اولاد الاناث لاہنم عقبہ آباہم لالہ اور سراج دہاج میں ہے اور عقبہ آدمی کا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلی مرگئی تو اس کے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی ان میں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں اس واسطے کہ وہ اپنے باپوں کے عقب میں نہ اس کے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحاوی نے کہا شارح کو فلولہ ابنہ کذا لک کہنا بہتر تھا اس واسطے کہ ولد مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحکم قال علی اللہ علیہ وسلم لا یتیم بعد البلوغ وحمیائہم وزمناہم وارماہم الارل الذی لا یقدر علی شئ رجلا کان اوراقہ ویویدہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیر تم وغنیہم و ذکر ہم واثماہم اور اگر وصیت کی فلان نے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور ان کے اندھوں اور لنگڑوں اور ان کے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور ان کے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جس کا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہ ہو یعنی محتاج اور مسکین طولہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اس میں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویتہ ان الھو الغزیر کتاب ادھاب فانہ جیندہ یکون تمیکالہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اس وقت میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تمیک کھڑے گا ان کے واسطے م عدم احصاء اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصاء نہ ہو سکیں بڑے لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جب کہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاویٰ قاضیخان والالفقر اسم لعیط الموصی من شار منہم شرح التکلمۃ لتقدر التملیک جیندہ فی اربعہ القریۃ اور اگر یتیم وغیرہ منحصر ہوں تو وصیت کا مال ان کے محتاجوں کو دیا جائے وصی کو اختیار ہے ان میں سے جس کو چاہے دے کذا فی شرح التکلمۃ بسبب متعذر ہونے تمیک کے اس وقت میں تو اس سے قرابت مراد ہوگی م درمیں ہے اس واسطے کہ وصیت سے مقصود قرابت ہے اور قرابت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گر سنگی میں اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے اسماء محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر حمل کرنا جائز ہوگا کذا فی الطحاوی وفی بنی فلان مختص بذکور ہم ولو اختیار اور اگر وصیت کی بنی فلان میں یعنی فلان نے کے فرزندوں میں تو یہ ان کے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہوں الا اذا کان فلان عبارت عن اسم قبیلہ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد جیندہ مجرد الاقتساب کما فی بنی آدم مگر جب کہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اس واسطے کہ اس وقت میں فقط اتسابات مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں م جب کہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلان باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ یتیم بنی یتیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر عام ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ جماعت کی اسامی سے پہلا نام شعب لفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر قبیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور غنم



فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصراً ولہذا یدخل فیہ ایضاً مولی العتاقۃ و مولی الموالاة و علفا تم لعمی و ہم یحصون والافا الوصیۃ باطلۃ اور اسی واسطے  
جب کہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اس میں مولائے عتاقۃ اور مولائے موالاة اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل  
ہو جاتے ہیں یعنی جبکہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئی عن الحاجۃ  
کاتیم بنی فلان تصح دان لم یحصوا علی ما مر لوقوعہما لشد تعالیٰ و ہو معلوم دان کان لا ینبئی عن الحاجۃ فان ا حصوا صحت و کجیل تملیک کا والابطال و  
تامنی اختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر ہے حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو  
وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں یا برتقریر گذشتہ یعنی اس حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہوں گے بسبب واقع ہونے وصیت  
کے خدا تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لم منحصر میں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت  
تملیک قرار دی جاوے گی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر میں تو وصیت باطل ہے اس کا پورا بیان اختیار شرح مختار میں ہے اوصی من لم یعتقون و معتقون  
لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدیہما جس کے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہیں اس نے وصیت  
کی اپنے مولیٰ کے واسطے تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مولیٰ لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور  
لوی قرینۃ تام نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے م مولیٰ کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا۔ اور  
مشترک کے سبب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ مولیٰ سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ  
باطل ٹھہری دل فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اس میں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات  
یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک و اخبار شمس الائمۃ و صاحب الہدایۃ الیم اذ وقع فی حیز النفی اور  
شمس الائمۃ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جب کہ نفی کے تحت میں واقع ہو م صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول  
کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں تثنائی نہیں اور باقی علماء نے اس کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا۔ وینتذ نفقو لہم  
و صلت لایکلم مولی فلان لعم الامی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل لان الحامل علی السمین بغضہ و ہو غیر مختلف عنایہ و اقرہ المصنف اور اس وقت میں  
یعنی جب کہ معلوم ہو کہ مجبور کے نزدیک کچھ فرق نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ  
کرے گا فلان شخص کے مولیٰ سے تو لفظ مولیٰ کا عام ہے مولائے اعلیٰ یعنی آزاد کنندہ اور مولائے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اس وجہ سے کہ  
عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اس وجہ سے کہ قسم کھانے پر فلان نے شخص کا بغض باعث ہے اور بعض غیر مختلف  
ہے مابین اعلیٰ والاسفل کذا فی العناویہ اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م شمس الائمۃ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک  
قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بعض ہے نہ نفی الا اذا عینہ اسی اعلیٰ والاسفل قبل موتہ فینتذ لعم لاول المانع  
جب کہ مولیٰ کی وصیت میں موصی یغنی کر دھم مولائے اعلیٰ کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے ثواب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہو جاوے گی۔  
ذوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدلین معنی سواب زائل ہو گئی اس کے بیان سے ویدخل فیہ ای فی الموالی من العتقۃ فی صحۃ و مرہنہ اور مولی  
میں داخل ہے وہ غلام جس کو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولایہ دخل فیہ مدبر وہ و امہات اولادہ و عن ابی یوسف یدخلون اور مولیٰ میں  
داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولادہ اور ابی یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں م عدل دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر  
اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں۔ مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور  
ہے یعنی علت اس کے آزاد کنندہ یا آزاد کردہ سے یکساں ہوگی۔



ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہار دخل فیہا من یدق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے ہائی مال کی وصیت کی فقہوں کے واسطے تو فقہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم دلائل کے فقہ نہیں قال حتی قبل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیۃ نے کہا یہاں تک کہ بعض فقہوں نے کہا کہ جو ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہاء کے تحت وصیت میں داخل نہ ہوگا م فقہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقہ جو فقہ دانی میں اتنی مرتبہ پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقہ نہیں ہے اور اس کو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقہ کا اطلاق کم یا ب سے الا اشار اللہ تو علماء مسائل دان متفقہ ہیں فقہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبة فی باطلۃ کما فی النہایۃ وغیرہ وقد نہاہ عن السراجیۃ وغیرہ یہ وصیت کی کہ مٹی لگانا بارے اس کی قبر پر یا اس کی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہیں لکن قد منا منہا فی الکرامیۃ انہ لایکہ لطمین القبور فی المختار فیغنی ان یکون القول بطلان الوصیۃ بالتطین مبنیاً علی القول بالکراہۃ لانہا جیند وصیۃ بالمکرہ قالہ المصنف لکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہۃ میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہے اس واسطے کہ اس وقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں م یہ استدراک ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تحریر نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول بطلان الوصیۃ لمن لقا ینخذ قبرہ بار علی القول بکراہۃ القسراۃ علی القبور اولہم جواز لا حازۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہا فلیبغی جوازہا مطلقاً وتامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہے۔ م جلدان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قرآن کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجازہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرآن علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں۔ اور دونوں کا جائز ہونا سزاواردار لائق بدلیں ہے۔ مطلقاً یعنی خواہ عدم جواز کی علت قرآن علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اس کا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر ان تعین المکان الذی عینہ الواقف لقراءة القرآن اولتدریس علوم یا شرفیہ لایستحق المشروط لہما فی شرح المنظومیۃ بحسب اتباع شرط الواقف وبالباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف لوفوت عرضہ من ایما یرتک البقۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکمۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لئے وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قرآن یا تدریس واقع نہ ہو تو قاری یا مدرس مستحق نہ ہوگا اس مال کا جو اس کے واسطے مشروط ہوا اس واسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اس کے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے واقف کی عرض فوت ہوتی ہے یعنی اس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں صاحب تنویر البصائر نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اس رسالہ میں ہے جس کا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکمۃ ہے۔

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں م جب مصنف نے باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والتمرة

وصایا اعیان سے فراغت پالی تو اب وصایا منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبده و سکنت

فہ فقہ اور متفقہ کا فرق ۱۲ لہ ایک نسخہ میں اس کے بعد لفظ انتہی ہے۔ ۱۳



دارہ مدۃ معلومتہ وابدایہ صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کوم اس واسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے لہذا غرض سوا اسی طرح کما ت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوبا علی ملک المیت فی حق المنفقۃ کی فی الوقت کہ بسط فی الدار اور غلام وغیرہ محبوب رہے گامیت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوب رہتا ہے، واقف کی ملک پر ام کے نزدیک چنانچہ دریں مفصل مذکور ہے م اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوب ہے علی اللہ تعالیٰ ولغلتہا اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی ان کے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من التثلیث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا اے لاجل الوصیۃ سوا گھر غلام اور گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من التثلیث لتقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین تہاؤں تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہ ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے م نقایہ اور اس کی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر تہائی مال گنجائش نہ رکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جائے اس طرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایک دن لے اور وارث دو دن تا انقضائے مدت وصیت کذا فی الطحاوی و تہائی یا العبد فی خدمتہم اثلاثا اور موصی لہ وارث باری مقرر کر لیں غلام میں تو وہ ان کی خدمت کرے تین تہاؤں یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی م چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا اس میں باری معین ہوں بخلاف گھر کے کہ اس کے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذ لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعہ یہ مذکور اس وقت ہے جب کہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعہ نے اس کو بیان کیا ہے م تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اس میں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحاوی ولیس للورثۃ بیع مافی ایدہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا لظہور مال آخر ادبخراب مافی یدہ فینفذ زیارہم فی باقیہا والبیع یناہ فتمنعوا عن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو ان کے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اسی تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے تو اس وقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کرے گا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اس واسطے وارث بازر کھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یوجز العبد والدار لان المنفقۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملک الجوز کان مملکا اکثر مالکہ یعنی وہ لایجوز اوجز کے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اس کو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اس واسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا غرض لے کر تو موصی لہ جس قدر مالک ہوا تھا اس سے زیادہ تر مالک کر دینے والا محطہ حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو ملک کرے والا للموصی لہ بالغلۃ استخدا مہ ای العبد او سکنی ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہابیۃ لان حقہم فی المنفقۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جس کے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اس کو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اس کا جائز نہیں اور اسی پر



فتویٰ ہے کذا فی شرح الوصایۃ اس واسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ مین میں اور نتیجہ کو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا  
غیر عبارت ہے در اہم اور دنایر سے تو غلہ منایر ہوا استخدام اور سکنی کا ولایہ خرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمۃ من الکوفۃ مثلاً الا اذا کان ذلک مکانہ ولہ  
فی موضع آخر ان خرج من الثلث والا فلا یخرج الا باذن الورثۃ لبقار حقہم فیہ اور باہر نہ لے جائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً اگر جب کہ  
وہ اس کا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل دخیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا وہاں لے جانا جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج  
ہو نہ ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اس کو باہر نہ لے جائے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق در شہ کے غلام میں مخلصیہ ہے کہ اگر غلام مذکور  
ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اس کو موصی کے شہر سے باہر نہ لے جائے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور  
اس کے اہل دخیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اس کو باہر لے جانا درست ہے اس واسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق  
تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے دیں لے جائیں طحاوی نے کہا یوں کہنا بہتر  
تھا (من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ) اور اہم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کی طرف تو اہل فی موضع آخر کی حاجت نہ تھی و بوقتہ اسی الموصی لہ فی  
حیوۃ الموصی یبطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اس واسطے کہ اس کا مستحق نہ رہا و بعد  
موتہ لعود العبد والدار الی الورثۃ اسے وراثۃ الموصی حکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور موصی کے وارثوں کی طرف پھیر آتا ہے۔  
بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اس کے مالک ہوتے ہیں ولو تلفت الورثۃ ضمنوا  
قیمتہ لیشتري بہا عبد لقیوم مقام الاول ولہذا یمنع المرعی من التبرع بالکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی لہ کے بعد اس کے وارثوں نے غلام کو تلف  
کیا تو وہ تادان دینگے اس کی قیمت کا کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے لہذا مرعی ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے  
زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں اصل عبارت زلیعی کی ہے اور مرجع اہم اشارہ کا وراثۃ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں  
خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا فی الطحاوی لخصاً ولو اوصی بہذا العبد لفلان بخدمۃ لا یرد و یخرج من الثلث صح و تمامہ فی الدار اور اگر موصی لہ وصیت  
کی اس غلام کی ایک شخص کے واسطے اور اس کی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے  
تو وصیت صحیح ہے اور اس کا پورا بیان در میں ہے و فی الشرع لایلزم لفقہ اذالم یطیق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالبکر ولفقہ الکبیر علی من لہ  
الخدمۃ اور شرعاً لایمیں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جب کہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اس پر ہے جس کے واسطے اس کے رقبہ کی وصیت  
ہوئی یہاں تک کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جائے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاوے گا اور غلام کبیر کا نفقہ اس پر ہے جس کی خدمت کے واسطے وصیت  
ہوئی وان الی الاتفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستخرج المیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اس پر خرچ کرنے سے انکار کرے تو غلام میر کی طرف رد کیا جاوے گا نان جنی نا  
علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی ازراہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اس پر واجب ہے جس کے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو اہل فداء صاحب  
الرقبۃ اذ یدفع و یبطل الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کے ہوالہ کرے اور وصیت  
باطل ہوگی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں و بثمرۃ لیستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی  
پھر موصی مر گیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آئندہ پھل وان زاد ابدا لہ ہذہ الثمرۃ وایستقبل اور اگر موصی نے وصیت  
مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ لیغلۃ لیستانہ فان لہ ہذا وایکدث  
ضم ائدہ الاول چنانچہ غلہ لیستانہ میں اس واسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے۔ اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود



جو کہ خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملاوے یا نہ ملاوے مٹرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ مٹرہ میں شجرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو شامل نہ ہو گا مگر بدلات لفظ دیگر کذا فی الطحاوی عن الزلیعی وان لم یکن فیہ ابی البستان والمسئلۃ بحالہا مٹرہ حین الوصیۃ فیہی کا لوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ لمٹرہ ما عاش الموصی لزلیعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہے مٹرہ معدوم کے شمول میں جب تک کہ موصی زندہ رہے م یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں اور اس نے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اس کی مہلۃ العمر میں جس قدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاویں گے وہ اس کو لیتا رہے گا فی العناۃ السقی والخراج وافیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لا ہو المنتفع بہ فصار کا لفظ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا پنچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی سے صاحب غلہ یہ ہے اس واسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے لفظ کے مانند ہو گیا تملیہ الغلۃ کل ما یحصل من ربح الارض وکراہیہا واجرة الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغة غلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اس کے کرایہ لے غلام کی اجرت سے اور مانند اس کے کذا فی جامع اللغة م قاموس میں بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیورث کتاہوں اور ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اس کے غلہ میں داخل ہے تو اس کی تحریر اور تنفیص کرنا چاہیے م یعنی ظاہر تعریف غلہ اس پر دلالت غلہ کرتا ہے کہ اس باغ کا اخروٹ بیجا جائے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اس کا ثمن موصی نہ کہ ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اس کا حق ہے اور وہی اس کی بیع کا مالک ہے اصالۃ یا دکاۃ اور غیر شخص کی بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جس میں جوز کا لفظ بحکم دزار منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخوں میں بجا مہملہ درار مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل عطب کے ہے قادی عالمگیری میں محیط رخی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگوٹھ کی کسی آدمی کے واسطے تو اس میں قوائم یعنی تھونیاں اور اوراق اور عطب اور مٹرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحاوی ولبصوت غنم وولدہا ولبنہا مال بقی فی وقت موتہ سوار قال ابدالان المعدم منہا لا یحق لثمنی من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھڑوں کے صوف کی اور ان کے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی نہ کہ وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ اس نے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اس واسطے کہ اثبات مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اس میں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجد او لم یخرج من الثلث واجازوا بجعل مسجد ازوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اس کے وارثوں نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاوے گا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع مختار حق درتہ کا سوا اجازت سے زائل ہو گیا وان لم یخرجوا بجعل ثلثہا مسجد اریۃ بجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاوے گا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے ولظہر مرکبہ فی سبیل اللہ لطلبت لان وقت المنقول باطل عنہ فکذا الوصیۃ وعندہما بجوز ان درر اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اس واسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفيہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کا لوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اس



واسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے رافع ہیں جیسے غلام اور مومن کی وصیت میں اور مانند اس کے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی لشی للمسجد ثم تجز الوصیۃ لانه لا یملک وجوز ما محمد قال المصنف ولقول محمد اقی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں اس واسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اس کو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے م محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر عمول کیا ہے تاہی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان ليقول الموصی شفیق علیہ فجوذا اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال اوصیت ثلثی لفلان او فلان لطلات عند ابی حنیفہ لمجالۃ الموصی و عند ابی یوسف لہما ان یعطیاما طے فذلک عند محمد یخیر الوثۃ فایہما شادرا اعطوا موصی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلاں شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک سبب مجہول ہو نسو موصی کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پھا لیا کر لیں یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے ان میں سے جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا میں ذمی جعل دارہ بیعہ فصل فی وصایا الذمی وغیرہ | اوکنیسۃ ادیت نار فی صحۃ فمات فی میراث لانہ کو وقف لم یجزل کا ذمی نے اپنا گھر بیع یا کنیسۃ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مر گیا تو وہ اس کے وارثوں کی میراث ہے اس واسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہے م بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسۃ عبادت خانہ نصاریٰ کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے نہ دارالاسلام کے شہروں اور قصبہ میں واما عند ہما فلا نہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اس وجہ سے صحیح نہیں کہ ان کا بنانا معصیت ہے دیں ہو کا مسجد لاہم لیکون ویدفنون فیہ موتا ہم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قالہ المصنف وغیرہ لانہ جنتہ لم یصر محررا خالصا للہ تعالیٰ اور کنیسۃ مسجد کے مانند نہیں ہے اس واسطے کہ یہود اور نصاریٰ اس میں رہتے ہیں اور اپنے مردے اس میں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد بھی اس طرح ہو یعنی اس میں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی مورث ہوگی یقیناً ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اس واسطے کہ اس وقت میں محرر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہوئی م یہ صاحبین کے کلام کا تمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسۃ یہود اور نصاریٰ کے حق میں ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق میں پس اس میں بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعہ او کنیسۃ لعینین فہو جائز من الثلث و یجزل تملیکہا اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اس کا گھر بیعہ یا کنیسۃ بنایا جاوے معین لوگوں کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی ان کے واسطے وان اوصی بدارہ ان بنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری ندنی المصر لایجوز اتفاقا لقوم غیر مسیحین صحت عندہ لا عند ہما لمارۃ معصیۃ ولا انہم یرکون دما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسۃ یا بیعہ دیہات میں بنایا جاوے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز کو صیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ہنا لکل مالہ لمسلم او ذمی کذا فی الوقایۃ ولا بخرۃ بمن ثمة لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں دارالاسلام میں اس کے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اعتبار نہیں اس کے



ان وارثوں کا جو دار الحرب اس واسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں دواوصی بنصفہ مثلاً لکھو در و باقیہ لورثہ لا ارثا بل لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلاً وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اس کے وارثوں پر رد کیا جائے گا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اس واسطے کہ اس کا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک میں دکن اوصی مستامن مثلاً اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبده عند الموت او دبرہ لقدر من المال لکنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدد کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اس تمام مال سے اس دیں سے جو ہم نے بیان کی یعنی اس واسطے کہ اس کے وارثوں کا حق واجب الرعاۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزلیعی ولو اوصی المسلم اذ ذی جاز علی الاظهر زلیعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزلیعی وصاحب الہوی اذ کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ لانا من بنی اہل الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوا یعنی مبتدع فقہ خارجی یا رافضی جب کہ اس کی بدعت منجر بکفر نہ ہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اس واسطے کہ ہم مامور بنیاد احکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتكون موقوفۃ عندہ نافذہ عندہا شرح الجمع اور اہل بدعت نسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اس کی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح الجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائے نفس کا تابع ہو بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اس کے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ رافضیوں میں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدائے اکبر ہے تو وہ مرتد کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتد فانی الوصیۃ کذمیتۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح ترین اس واسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی اس کی وصیت صحیح ہے بخلات مرتد کے الوصیۃ المطلقة ہذا القدر من مالی اولث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ دی علی الغنی حرام وان کتمت کقولہ یا کل منها لغنی والفقیر لان اکل الغنی منها الا یصح بطریق التملیک التملیک الزاویع المعین والغنی لا یعین ولا یخصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اس قدر میرا مال یا اتھائی میرا مال وصیت ہے بالدار کو حلال نہیں اس واسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ اس میں کھائے غنی اور فقیر اس واسطے کہ غنی کا کھانا اس میں صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین شخص کے واسطے اور غنی معین اور مخصوص نہیں ہم وصیت مطلقہ وہ ہے جس میں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ جس میں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں ولو خصت الوصیۃ نہ ای بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وغنی او بقوم اغنیاء محصورین علت لہم لستہم تلکیم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یوں کہنا کہ میرا اتھال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا بالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو ان کو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حرره ملا خسر اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملا خسر نے در میں اس کی تحریر اور تفتیح کی ہے ہم یعنی وقف مطلق مخصوص بقدر ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اس کو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جب کہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو ان کو حلال ہے اور وہ اس کے منافع کے مالک ہونگے نہ اس کے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ممتا اور واجب الحفظ تھے اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اس کو ہم نے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر و فی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کا الوسی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے مطلقاً وی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوسی میں بہتر تھا فردع مسائل لمخفہ شارح کے اوصی ثلث الالصلوات جاز للوصی مردہ لورثہ لومحتاجین یعنی غیر قرابۃ الاولاد من کجوزہ من الکفارة لیم بخلات مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لكل وقتہ ولا حد ہم یعنی لومحتاجین حاضرین بالغین رافضیوں میں منیر اور غائب او حاضر غیر راضی لم یجز نماز دل کے کفار سے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی



مال کی وصیت تو وصی کو اس کا صرف کرنا وصی کی وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جن پر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیوں کہ اس کا صرف کرنا وصی کے تمام وارثوں پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر ان میں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہ ہو تو جائز نہیں مگر بغیر قرابت ولادت کی قید اس لئے لگائی کہ اس کے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں گنہگار وصی نے اس کو معین کر دیا ہوتا ہے نہ محمد سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انہوں نے اتفاق کیا کہ ان کے واسطے وصیت کا مال دیا جائے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اس کو دیا جائے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی اوصی بکفارة ملوۃ رجل معین لم یجز لغيره بلفظی لفساد الزمان وصیت کی اپنی ناز کے کفارہ دینے کی ایک موعین کے واسطے تو اس کے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے فساد زمانہ کی علت سے م قضاوت وغیرہ میں طبع غالب ہے لہذا غیر وصیت جائز نہیں اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فقہاء اوصی لہم عن الفدیۃ لم یجزہ ولا بد من القبض ثم تصدق علیہم مال کی وصیت کی اپنی نازوں کے کفارہ دینے کے واسطے اور حالانکہ اس کا ثلث مال محتاجوں پر دینا ہے موصی نے اس مال کو ان پر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نہ کرے گا اور ضرور ہے اس مال کا اول قبض کرنا پھر ان کو صدقہ دینا یعنی بدون ادائے کفارہ صحیح نہیں ولو امر ان یتصدق بالثلث فانت غصب غاصب ثلثہا مثلاً واستہلک فترکہ صدقہ علیہ وہو محصر بجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القینۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تمہاری مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تمہاری مال مثلاً غصب کیا اور اس کو ضائع کیا سو وصی نے اس کو چھوڑ دیا صدقہ دینا کچھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کرے گا تصدق میں بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اس پر دیوں کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کرے گا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہیں دنی الجواہر اوصی لرجل بعقار ومات وقسمت امرکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد منین اوصی تسع ولا یطیل بالتاخیر ان تم یحکم لہ والوصیتہ اور جواہر الفقہاء میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی اس شہر میں ہے اور حالانکہ اس کو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اس نے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعویٰ کیا تو مسور ہو گا اور تاخیر سے دعویٰ باطل نہ ہو گا بشرطیکہ اس نے وصیت کو رد نہ کر دیا ہو م عمارت ہے عرصہ منینہ سے اور غنیہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحاوی من جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صحیح لہ جواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے وصیت کی ایک گھر کی سو اس نے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ وصیت کی چیزیں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا وجعلت علم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اس پر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دار اوصی بہا لرجل فاخذہما الشفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو اتفق الدار لایرجع الموصی لہ علی الورثۃ بلقی لہ ظہر اہ اوصی بال غیر گھر خرید کیا اور اس کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ تو ثمن لیا جاوے گا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ پاوے گا اس واسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اس نے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں مگر جب گھر شفیع لے گا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اس قدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لے گا اور وارث مشتری کے شفعہ سے ثمن بھر لیں گے کذا المنج۔

باب الوصی | وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جس کی طرف وصیت کی جائے عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی



اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے کے بعد موت کے وصیت کی اور اس کو موقوف الیہ اور وصی بھی کہتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اس واسطے کہ اس میں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے من سے روایت ہے کہ وصی تکرار نہیں عدل پر اگرچہ امیر المؤمنین عمر فاروقؓ ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے ۲۰ برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحاوی عن القہستانی او وصی الی زید اسی جملہ وصیا و قبل عنہ صح فان رد عنہ اسی جملہ زید کی طرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اس کو وصی کیا اور اس نے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رو کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اس کے نزدیک یعنی موصی کی دانست میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہ ہوئی م اس واسطے کہ وہ اس میں متبرع ہے اس پر قبول کرنا واجب نہیں چاہے اس پر دوام اختیار کرے چاہے جوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور جوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رو کے قبول کرے گا تو قبول صحیح نہ ہو گا ہاں اگر اس کے سامنے دوسری بار قبول کرے گا تو صحیح ہے اس واسطے کہ ہزارہ میں ہے کہ کسی کو وصی کیا سو اس نے اس کے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ دہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نہ کرو گے سو اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الطحاوی والا لا یصح الرد بغیرتہ لکن لا یصح رد رامن بہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نہ کیا تو اس کا رد کرنا اس کے صحیحے یعنی اس کی عدم دانست میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہ ہو وصی کی جہت سے و یصح اخراجه عنها ولو فی غیبتہ عند الامام خلافاً للثانی بزانہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی ان کے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فله الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اس کا وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے م وصی تصرف الغیر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اس پر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اس واسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اس لیے کہ اس نے حال دریافت نہ کر لیا کہ اس نے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد العبرۃ بیع شئی من الترتک وان جہل بہ امی بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نہ جانتا ہو اس واسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اس کے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اس واسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انقضت رده فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر موصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پھر رو کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب کہ قاضی نے اس کے رد کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اس کے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو او وصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر و فاسق بدل امی بدلیم القاصی بغیر ہم اتمنا للنظر ولفظ بدل یضیہ صحتہ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الانحراج جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کی صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جادے یعنی قاضی ان کے سوائے اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل انحراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیۃ فلو بلغ الصبی وعقود العبد واسلم الکافر او المرتد و تاب الفاسق مجتبی ذنیہ فوضی دلایۃ الوقف لصبی صح استئمان لم یخیر جہم القاضی عنها امی عن الوصایا لزوال الموجب للغزل الا ان یکون غیر امین اختیار سواگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی ان کو وصایا سے خارج نہ کرے بسبب زائل ہو جانے اس مانع کے جو موجب تھا مخدول کرنے کا مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہ ہو تو غزل درست ہے کذا فی



الاختیار اور محبتی میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفضول ہوئی تو استئمان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان ورثہ غار صحیح کا یعامہ الی کاہہ اور مکاتب غیرہ ثم ان رتبی التثانک بعد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ وصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اس کا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو تو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادا سے بدل کتابت سے ملکیت کی طرف پھیرا گیا تو اس کا حکم غلام کے مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا لا وقال لا یصح مطلقاً درر اور اگر وصی کے وارث مائل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقاً درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا یجوز اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الوصی واورتہ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ نقطہ وصی کے اظہار سے تو قاضی اس کے مانند اور وصی کو ملاوے وصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنے کے واسطے م وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی اس واسطے مقبلاً ہوا کہ شکایت کرنے والا گاہے کاذب ہو جائے اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنع ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلاً استبدل غیرہ اور اگر قاضی کہ وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ امی الوصی المختار القاضی مع البلیۃ لہا نفذ معزلہ و ان جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے تو اس کا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے غلام کیا اور گناہ گار ہوا فی الاشباہ اختلاف فی سحۃ عزلہ والا کثر علی الصحتہ کما فی شرح الوہابیۃ لکن یجب الاقتدار بعدم الصحتہ کما فی الفصولین و اما عزل الخ من فواجب انتہی قلت وعبارة جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرون الوصی من المیت لوعدا لا کافیا لا یغنی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ قبل یعزل اقوال الصیغۃ عندی انہ لا یعزل لان الموصی شفع بنفسہ من القاضی لکیف یعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاء الزمان انتہی قال المصنف قال شیعنا فقد ترجع عدم صحۃ العزل للموصی فکیف باوطائف بالوقوف اشباہ میں ہے فقہائے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقہ نہت عزل پہ میں چنانچہ وہابیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتویٰ دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی مانی الاشباہ میں کتاہوں اور عبارت جامع الفصولین کی تائید سو فی فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اس کے معزول کرے گا تو قول ضعیف یہ ہے کہ وہ معزول ہو جائے گا میں کتاہوں میرے نزدیک صحیح ہے کہ وہ معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ وصی اپنی ذات پر تیشیق تر ہے قاضی سے یعنی اس نے بہتر سمجھ کر اس کو وصی مقرر کیا تو قاضی اس کو کیوں کر معزول کرے گا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتویٰ دیا جائے قضا کے زمانہ کے فساد اور بدعتی کی وجہ سے انتہی مانی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عام صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی م مجتہد و نائف کے توفیق ہے قنادے خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسحاق اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کرے گا صحیح نہ ہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزاز یہ سے اس کو ثابت کیا ہے کذا فی الطحاوی و لعل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحكم کالوصیین اشباہ و وقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اس واسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ ووقف القنیۃ و مغلو انہ لو اجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلارایا لآخر وقد صارت واقفہ القتر سے اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون اسے کے اور البتہ یہ صورت فتویٰ طلب ہوتی تھی م یہ صورت اس میں مخرج مذکور ہے کہ انفراد احد المناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہے مفتی ابو سعید نے اس کو نفل کیا ہے کذا



فی الطحاوی ولو وصیته کان ایضا وہ لکل منها علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابواللیث وہ بالاصح وہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابواللیث نے کہا اور وہ یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لیکن الاول صحیح فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر فی القبتانی انما اقرب الی الصواب لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے در میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہے صواب کی طرف مریاں دونوں قولوں پر فتویٰ اور قضا درست ہے چنانچہ رسم معنی میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی قلت و ہذا اذا کان الوصیین او متولیین من جہتہ المیت او الوائف او قاضی لکلنا لو کان من جہتہ قاضیین من بلدین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلاً من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ نکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جازان رأی ذیہ المصلحتہ والا لا وتمامہ فی کالاتہ تنویر البصائر معنیاً للملقطات وغیرہ بالمعنی میں کتابوں اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اس وقت ہے جب کہ دونوں وصی یا دونوں متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہوں اور اگر دونوں وصی یا متولی دو شہروں کے دو قاضیوں کی طرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اس واسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اس کا تصرف جائز ہے تو اسی طرح اس کے نائب کا تصرف جائز ہے اور اگر دونوں قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اس میں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہیں اور اس کا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالتہ میں ملتقطات وغیرہ سے منقول ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے و فی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیاً منصوب لہ وصیاً ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فکذا ذلک ونسب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور سراج و باج کی کتاب الوصایا میں ہے کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اس نے وصیت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلے وصی خارج نہ ہوگا الا بشرار کفہ و تجہیر و الخصومتہ فی حقوقہ و شرار حاجۃ الطفل و الا تہاب لہ و اغتاق عبد معین و رد و یقہ و تنفیذ وصیۃ محبتین دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اس کی تجہیز میں اور اس کے حقوق کی خصومت کرنے میں اور حاجات طفل کی خرید میں اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور وصیت معینہ کے پیر دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی ناجائز ہے باطل نہیں زاد فی شرح الوہابیۃ عشرۃ اخری منہا و مغصوب و مشتری شرار فاسد قسمۃ کیلی او زنی و طلب دین و قضاء دین بجنس حقہ شرح ونبانیہ میں امور عشرہ سوائے اس کے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کیے ہیں از انجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شرار فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی باو زنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اس کے حق کے ہم جنس سے م امور عشرہ سے متن امر کو شارح نے ذکر نہ کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے متن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس قیم اور میت کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے و بیع مایحتاج تلفہ و جمع اموال ضائعہ اور اس چیز کے بیچنے میں جس کے تلف ہو جانے کا ڈر ہے اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی انفراد او الاجماع اجمع القاضی ونبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہے تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو ان کی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہابیۃ و ان مات احدہما فان الوصی الی الخی او الی آخر فہذا تصرف فی الترتبہ و عدہ و لا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے م طلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا



تصرف کرتا کہ میں اس زنت جائز ہوگا جب کہ وصی مردہ نے اس کو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحاوی  
والا یتم ضم القاضی الیہ غیرہ در امداد وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملاوے کذا فی الدرریم اس واسطے کہ  
وصیت کا قصد یہ تھا کہ اس کے ترکہ میں دو شخصوں کی رائے سے انتظام ہوتا کہ خلل واقع نہ ہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہے کذا فی  
الزیلعی و فی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر متعللاً و ضم الیہ آخر اور اشباہ میں ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اس کے مقام  
پر قائم کر دے یا اس کے ساتھ دوسرا ملاوے و لا یبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث نشأ انتہی و تمامہ نے شرح الوہبانیۃ اور وصیت  
باطل نہیں ہو جاتی مگر جب کہ موصی نے یوں وصیت کی دونوں وصیوں سے کہ اس کے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونوں چاہیں انتہی  
ما فی الاشباہ اور اس کا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے م شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلا نے شخص کو میں  
دون گا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دوں گا تو کسی کو دینا جائز نہ ہوگا اس لیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہ ہو اور اگر وصی مرگیا  
قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی کذا فی الطحاوی ملخصاً و ہل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے اس میں  
و قول میں یعنی بعضوں نے کہا خلاف ہے اور بعضوں نے کہا خلاف نہیں ہے ان المشرف یفر دون الوصی کا قرآن نہ تھا علقۃ علی الملقی و یاتی اور ابو یوسف  
یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف میں نہ وصی چنانچہ ہم نے اس کو ثابت کیا ہے متقی کی شرح میں اور اس کا ذکر آگے  
آدے کام شارح کی شرح متقی میں مجتبیٰ سے منقول ہے کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کرے گا بدون مشرف کے اور دوسرا  
قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے تصرف میں تصرف مشرف کا ثابت نہیں ہوتا تو شارح کا کلام کا منبغی نہیں ہے فتاویٰ  
عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اس پر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے میں ادلی ہے اور مشرف وصی  
نہیں ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہیں اس عبارت سے بھی تصرف مشرف کا نہیں نکلتا کذا فی الطحاوی مختصراً  
و وصی الوصی سوار الوصی الیہ فی مالہ اولیٰ مالی موصیہ و قایۃ و حشی فی الترتین خلافاً للشافعی و وصی کا وصی دونوں ترکوں میں وصی ہے برخلاف شافعی کے  
خواہ وصی نے اس کو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہو ہر صورت دونوں ترکوں میں وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ و تصحیح  
قسمتہ اسی الوصی حال کو نہ ناتباً عن ورنہ کبار غریب اوصاف مع الموصی کہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثوں کا نائب ہو کر یا صغیر  
وارثوں کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنی جس کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوتی یعنی اگر وارث موجود نہ ہوں تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو وصیت  
کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ لے و لا رجوع للورثۃ علیہ لیس الموصی لہ ان ضاع قطعم بعد اسی الوصی نصیۃ قسمتہ حیثہ اور وارثوں کو موصی لہ پر رجوع  
کرنا جائز نہیں اگر وارثوں کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جائے قسمت کے اس وقت میں و اما قسمتہ عن الموصی لہ الغائب و الحاضر  
بلا اذنہ معہم اسی الوثۃ جو صنایع فی تصحیح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کی جانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اس کے  
وارثوں کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہیں اگرچہ وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی و حیثہ فی جمع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ لانه  
کا شریک معہ لے مع الموصی فلا یضمن الوصی لانه امین اور اس وقت میں یعنی جب کہ قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوتی تو تہائی مال کی تہائی موصی لہ بھر لے جب  
کہ موصی کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اس واسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے زمان نہ لے گا اس واسطے کہ وہ امین ہے اور  
اگر وارثوں کے پاس مال ضائع ہو گیا تو جس قدر انہوں نے مال پایا تھا اس کی تہائی چاہے وارثوں سے لے چاہے وصی سے یہ اس وقت ہے  
جب کہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر حکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و صحیح قسمتہ القاضی واخذہ



قسط الوصی لہ ان غاب الوصی لہ فلاشی لہ ان ملک فی ید القاضی او ایمنہ اور قاضی کی قسمت اور اس کو وصی لہ کا حصہ لے رکھنا صحیح ہے اور اگر وصی لہ غائب ہو تو وصی لہ کے واسطے کچھ نہیں اگر اس کا حصہ قاضی کے ہاتھ میں یا اس کے امین کے ہاتھ میں تلف ہو گیا موم وصی اور قاضی میں وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ میں ولہذا جس کے تلف ہونے کا خوف ہو اس کی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کی ولایت فی المکیل او الموزون لہ انہ افراز و فی غیرہا لا یجوز لہ انہ مبادلہ کا بیع و بیع مال الغیرہ یجوز لہ انہ لا تقسمہ اور یہ یعنی قسمت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیزیں ہے اس واسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی میں عبارت ہے افراز لہ انہ جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوائے اور مال میں قاضی کی بھی قسمت صحیح نہیں اس لیے کہ وہ تو یہاں عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہیں تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہیں وان تاسمہم الوصی فی الوصیۃ کج حج عن لکیت ثلث بالقی ان ملک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ کج خلافا لہا وقد تقر فی المناسک اور اگر وارثوں کو قسمت کر دی حج کی وصیت میں تو میت کی طرف سے حج کیا جائے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اس کے ہاتھ سے جس کو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابوں میں ولو افراز المیت شیئاً من مالہ للبح فضل بعد موتہ لا یجوز عنہ ثلث باقی لہ انہ عینہ فاذا ملک بطلت اور اگر میت نے حج کے واسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اس کے مرعائے کے بعد تو میت کی طرف سے حج نہ کیا جاوے گا باقی مال کی تہائی سے اس لیے کہ اس نے حج کے واسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصحیح بیع الوصی عبد من التزکۃ بغنیۃ الغیر للغیر متعلق حقیم بالقیہ اور صحیح ہے بیچا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اس لیے کہ ان کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین متروکہ سے و ضمن وصی باع ما وصی ببیعہ و تصدق ثمنہ فاستحق العبد بعد ہلال ثمنہ اسی ضیاعہ عنہ لہ انہ العاقد فالعہدۃ علیہ اور ضمان دے گا وہ وصی جس نے بیچا اس غلام کو جس کے بیچنے کی اس کو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اس کا ثمن برصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام ارشخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خیرج ہو جائے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاتق ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اس کے ذمہ رہے ہوگا وجع الوسی فی التزکۃ کما قال محمد فی التلث لہ انہ من موقوف کان دینا حتی لو بکلت التزکۃ اولم تلف فابا وجع و فی المقتنی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لغیرہ علیہم درجی وجع کرے تمام ترکہ میں یعنی جس قدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے نہ تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب وجع نہ ہوگا اور مقتنی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھر لے ان نفیروں سے جن پر ثمن کو اس نے خیرات دیا اس لیے کہ فائدہ تصدق کا ان کے واسطے ہے تو اس کا نقصان بھی نہیں پڑے گا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ اسی الطفل من التزکۃ و ملک ثمنہ معہ فاستحق المال البیع والطفل یرجع علی الوثرۃ بحسنہ لا انتقاض القسۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ وجع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جس نے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے بیچا اور اس کا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس بچر مال بیع غیر کا مستحق نکال اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی را ثوں سے بھرے گا اس لیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا وصحیح احتیالہ بمالی الیتیم لو خیرا بان یحزن الانی الاما و لو مشکہ لم یجوز یتیمہ اور وصی کو حوالہ قبلی کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اس طرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مال دار ہو پہلے مدیوں سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو تو دوسرے میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المینۃ وصحیح بیعہ و شراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن و ہوا الفاحش لان دلایۃ نظریۃ غلوہ بارے کان فاسداً اتی بملکہ المشتري بالقبض قبستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عایم تغابن اور وہ عبارت ہے عن فاحش



سے یعنی اگر وصی نے غبن فاش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اس لیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جس میں تقسیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاش سے بیع ہی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری بیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القستانی و ہذا اذ اتبائع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشترى مال الیتیم من نفسه فان کان وصی القاضی لایجوز ذلک مطلقاً لان ذلک اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاش اس وقت ہے جب کہ وصی نے خرید و فروخت کی ہو صغیر سے واسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقاً خواہ غبن ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات سے واسطے درست نہیں کذا فی الطحاوی وان کان وصی الاب جائز بشرط منفعة ظاهرة للصغیر و ہو قدر النصف زیادہ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں م زلیٰ میں منفعت ظاہر کی تفسیر یوں نہ تو ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے و قال لا یجوز مطلقاً اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقاً خواہ منفعت ظاہر ہو یا نہ ہو و بیع الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القیمۃ و بما یتعین فیہ و ہوالیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جس قدر میں کہ غبن واقع ہو تا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں جائز نہیں و ہذا کا لفظ المنقول امامی القضا فیسیج اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ لراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہوں گے و لوزار الوصی علی کفن مثلاً فی العدد ضمن الزیادۃ او اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو دسی تاوان دے گا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے عمر وں کا کفن تین کپڑوں کا ہوا تھا سو وصی نے چار کپڑے خریدا کیسے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا و فی القیمۃ وقع الشرارہ و حیث تذکر من مافی من مال الیتیم و لو الجبۃ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید و وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اس وقت میں وصی تاوان دے گا اس کا جو اس نے کفن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الوہاب الجبۃ و فیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل نھور رشده بعد الوراک فضاغ ضمن لاند و کما الیٰ بن یس لہ ان یدفع الیہ اور ولو الجبۃ میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اس کی ہر شے دنیا باہر ہونے سے پہلے بعد اس کے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہو گیا تو وصی تاوان دے گا اس واسطے کہ اس نے اس کو دیا جس کا دنیا اس نے جائز نہ تھا یہ مما جبین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی پر ضمان نہیں اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اس واسطے کہ سب یتیم پندرہ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقل میں کذا فی الطحاوی و جائز یجوز اسی الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار اللدین او خوف بد کہ ذکر عزمی زادہ معزیا لکفایت قلت و فی الزلیعی و القستانی الاصح لانہ نادر اور وصی کو بیچا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقولہ میں مگر اگر دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اس کے تلف ہونے کے خوف سے ایسا نہ کر گیا ہے عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسب کر کے میں کہتا ہوں اور زلیعی اور قستانی میں مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہیں اس واسطے کہ اس کا تلف ہو جانا کم تر ہے مگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجبار اختیار ہے لو اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہیں تو صاحبین کے نزدیک جس قدر دین ہو اس قدر کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الہرمی و جائز یمیز عقار صغیر من اجنبی لامن لیس بضع قیمۃ او نقصا و دین الیتیم اور دینہ مسئلہ لا فاذلہا الامنہ او لکون خلالتہ لا تزدید علی قوتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی بدخل و در و اشباہ ملخصاً اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اس کی دونی قیمت پر یا صغیر کے خراج کے واسطے یا دین میں



کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لئے جس کا نفاذ اور جاری ہونا کہیں سے متعذر نہیں ہوئے عفار کے یا اس واسطے کہ عفار کی حاصلات زیادہ نہیں ہوتی اس کے مصارف سے یا اس کے ویران ہونے یا ناقص ہو جانے کے خوف سے یا اس وجہ سے کہ عفار ظالم سرکش کے ہاتھ میں ہے کذا فی الدرر والاشباہ ملخصاً وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے اس طرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تباہی ماں یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عفار کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وندوا ابانہ وصیاً لا من قبل ام اوارح فانہما لا یملکان بیع العفار مطلقاً میں کہتا ہوں کہ یہ یعنی عفار بیع عفار صغیر شیار ثنائیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہے کہ بائع ماں یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو اس واسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عفار صغیر کی بیع کا مالک نہیں ہر طرف یعنی نہ اشباہ مستثنیٰ لیں نہ ان کے غیر میں ولا شرا غیر طعام وکسوة اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہیں سوائے طعام ولباس صغیر کے ولو ابانہ ابانان محمودا عند الناس او مستورا لعمال یجوز ان کماں اور اگر عفار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سوا اگر وہ لوگوں کے نزدیک سزا اور سزا دیدہ ہو یا اس کی خورجی اور بدی کچھ ظاہر نہ ہو تو بیع جائز ہے کذا صریحاً۔ اس کمال ولا تجبر الوسی فی مالہ اسی یتیم لنفسہ فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری نہ کرے یتیم کے مال میں اپنی ذات کے فائدے کے واسطے سوا اگر اس نے اپنے واسطے اس مال میں تجارت کی تو منفعت کو خیرات کر دے و با زکوۃ التجار من مال الیتیم للیتیم وتمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال میں یتیم کے واسطے اور اس کا پورا بیان در میں ہے م در میں خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال میں تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہیں اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو اس المال کا نصف اسے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو ہلال ہے خیرات نہ کرے انتہی قلت فی الاشباہ وایلیک الوصی بیع شئی باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ بیع عبده من فلان میں کہتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہیں ثمن مثل سے کم تر میں مگر ایک مسئلہ وصیت میں اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جب کہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی تلافی شخص سے م اور تلافی شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہ ہو تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثمن قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہیں کذا فی الطحاوی و فیما فی الغلام فی اجرا مثل للمتولی اجرا مثل علمہ لم یعمل لا اجرا واما وصی المیت فلا اجرا علی الصبیح و ہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین و سحی فیہ سنتہ فاشی کہ وعزاه للفقہیہ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقت واما وصی القاضی فان نصبہ باجر شکہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اس کے عمل کے برابر اجرت جائز ہے سوا اگر اس نے عمل نہ کیا تو اس کو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کہ اجرت نہیں ہے اور یہ یعنی متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اس وقت ہے جب کہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دے تو اگر اس نے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اس کے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنویہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب فینہ نے وہ قول ذکر کیا جو اس کے مخالف ہے یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سوا اس کو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اس کو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہے انتہی ما فی الاشباہ و فی القستانی معزیا للذخیرہ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما رو کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصوں کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناة میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصے کو بیع کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے م تفصیل مذکور یہ ہے کہ ادا سے دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز ہے نہ اس کے سوائے میں کذا فی الطحاوی ونقل عن العمدۃ ان فی بیعہ للعقار وناہ اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب البدایۃ لان فیہ استیفاء ملک مع دفع الحاجۃ وان لیس الوصی بالتصرف لخنوف متغلب وناہ العتوسہ وتمامہ فیما علقۃ علی المتقی اور قستانی نے عیادہ سے نقل کیا ہے

لہ ۱۰ یہ مترجم ادل سے تسلیح ہوا حق عبارت یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا اور عیادہ سے یہ بھی نقل کیا ہے ۱۱۔



کہ وصی کو عقلاً پہنچنے میں بل لائق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اس کو جائز کہا ہے اس واسطے کہ اس میں ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے۔  
 باوجود دفع حاجت کے اور اس واسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظلم سرکش کے خوف سے جائز ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کا پورا بیان ہمارے مطلع کی شرح میں مذکور ہے ولای يجوز اقراره بدین علی للیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا م اس واسطے کہ اقرار مقرر کے غیر پر محبت نہیں تو مقررہ کو اس کا لینا بدین گوئی کے درست نہیں اور اگر وصی دے گا تو اس پر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحاوی ولا بشی من ترکته انه لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصته اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اس طرح کہ یہ چیز فلان نے شخص کی ہے مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقرر کے حصہ میں نہ باقی درثہ کے حصوں میں ولو اقرار الوصی بعین لا یرحم او علی انه للصغیر لا یرحم مگر اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعویٰ کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الدرر یعنی تمام کی وجہ سے وصی ابی الفضل الحق بما له من جده وان لم یکن وعصیہ فالجید کا تقررنی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حق دار ہے صغیر کے مال میں تصرف کرنے کا صغیر کے دارا سے اور اگر اس کا وصی نہ ہو تو دارا الحق ہے چنانچہ کتاب الحجر میں ثابت ہو چکا ہے و فی المینتہ لیس للجد بیع التار والجر لفضار الدین و تنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان له ذلک اور نیمیہ میں ہے کہ دارا کو عتار کی اور اسباب کی بیع ادا تے دین کے واسطے اور وصیتوں کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اس کو یہ درست ہے۔

**فصل فی شہادۃ الاوصیاء** یہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں م اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو اب یہ فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک و بطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بال مطلقا او کبیر بال المیت اور مال ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا مہر وغیرہ سے یا وارث یا بیع کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے م اس واسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور یا بیع کے مال میت میں میں وصی کو خطا کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اس کی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادۃ تہما بغیرہ اسی بغیر مال المیت لا تقطع ولا تہما عنہ فلا تنتمہ حیثیند اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے دونوں وصیوں کی ولایت کی اس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں۔  
 کتہادۃ رجلین آخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرين للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے واسطے ہزارہ کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں گواہوں کے واسطے مانند اس کی ہزار دم کے دین کے یعنی فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ کل فریق بوحیۃ ایف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار دم کی وصیت میں یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے ان کو ہزار دم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا یقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اول ابو یوسف نے کہا کہ دین میں بھی گواہی مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد و الآخرين ثلث مالہ او الدائم لمر لا یتبایا لشرکۃ فقبطل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پھلوں کی گواہی ثلث مال یا غیر معین و اہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے غلام کو تو باطل ہوگی م کل مال میت میں غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مان ہے و قصص لو شہد رجلان رجلین بالوصیۃ بعین العبد وشہد المشہود لہما للثامین بالوصیۃ بعین آخر لانه لا شکرۃ فلا تہتمہ زلیعی اور گواہی ہے اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدوں کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ



وصیت کی گواہی دی اس واسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہا لغت لاثباتہا لانفسہا معینا وحینئذ فیضم القاضی بہا ثباتا وجوبا لا قرارہا بما تاتر فیمتنع تصرفہا بدو نہ کا تقرر دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونوں کے ساتھ وصی کید ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس سورت میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملا دے بنا بر وجوب کے کیوں کہ انہوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے مال میں بدو نہ تیسرے وصی کے جائز نہیں چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک اسی یدعی انہ وصی معہا فیمتنع تقبل شہادتہا استحضانا لانہما استقطا مؤنہ التعمین عنہ مگر یہ کہ زید اس کا دعویٰ کرنے یعنی زیدیوں دعویٰ کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونوں کے ساتھ تو اب دونوں وصیوں کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اس لئے کہ دونوں وصیوں نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحاوی وکذا ابن المیت اذا شہدا ان ابابہما اوصی الی رجل لجرہما لغا بنصب حاکم للترکۃ اور اسی طرح میت کی دو بیٹیوں نے جب گواہی دی کہ ان کے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اس واسطے کہ دونوں نے اپنے واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگبان کے مترکہ کے واسطے و بذالوہ منکر ولو یدعی تقبل استحضانا اور یہ یعنی گواہی کا لغو اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعویٰ کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہا بان ابابہما وکل زید القبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ لام لان القاضی لا یمکن نصب الوکیل عن المحی بطلبہا ذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹیوں نے یہ گواہی دی کہ ان کے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیوں کہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہیں خواہ زید رکالت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے کام کرنے کا بیٹوں کی طلب سے مالک نہیں بخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصحیح علی المیت لالہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتفتے اور وصی کو گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد عزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اس نے خصوصیت نہ کی ہو کذا فی الملئقے وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسه رجح مطلقا علیہ الفتویٰ در وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اس قدر مال ترک میت سے بھرے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتویٰ ہے کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہ ہو خواہ وصیت لہ ہو بالعباد وکذا فی الطحاوی مختصرا کوکل اڑی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جس نے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اس کو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذلک الوصی اذا اشتری کسوة للصغیر واشتری ما یفوق علیہ من مال نفسه فانه یرجع اذا شہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جب کہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی جس کو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جب کہ اس پر اس نے گواہ کر لیا ہو یعنی اس پر شاید مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھریں گا و فی التبرازیۃ دنا مشرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الاتفاق یقبل لانی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القیلة والخاصۃ والنیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین ریحی ما یفیدہ فتنہ نرازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے مشرط ہوا کہ وصی کا قول حق اتفاق میں توقبول ہے نہ حق رجوع میں بدو نہ گواہ کرنے کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے میں کتنا ہوں لیکن فینہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اس نے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف مل باپ کے کہ ان کو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آوے گا جو اس کا مفید ہے تو خبر دار رہنا م شربلا لہ میں ہے کہ ہمارے علماء کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے اور یہ استدراک طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اس واسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحاوی او فنی دین المیت اثبات شرعا او کفۃ ادا دی خراج الیتیم اور عشرہ من مال نفسه یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعا اس پر ثابت ہے ادا کیا یا اس کو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے



اداکر اور اشتراکی وارث البکیر طعناً او کسوة للصغیر او کفن الوارث المیت او تفضی دینہ من مال نصر فانه یزجج ولا یكون مستطوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اس کا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے مترکہ سے بھرے گا اور متبرع نہ ہوگا یعنی اس کا مال بلا عمن نہ ٹھہرے گا و لو کفن الوصی المیت من مال نفسه قبل قولہ فیہ قبل ہونستدرک بقولہ او کفنتہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اس کا قول اس میں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے کہا یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن اور کفنتہ حبلی در المنار کے معنی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اس واسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحاوی معنی نے کہا اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی طرف سے ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دیئے میں مترکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متنازع نہیں قتال انتہی ولو لم یع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منه باکثر مما باعہ رجح القاضی فیہ الی اہل البصیرۃ والامانہ ان اخبرہ اشنان منہم انہ باع بقیمتہ وان قیمتہ ذلک لا یتلف القاضی الی من یرید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال بیع کی طلب ہوئی اس کے بیچنے سے زیادہ ترثن کو تو قاضی اس میں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر متدین واقف کاروں میں سے دو شخص اس کو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اس کی قیمت کے موافق بیع کیا اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزاۃ لیشترمی باکثر و فی السوق باقل لا ینقض البیع لذلک اسی لاجل تک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجمع رجلان منہم علی شئی یؤخذ بقولہما عند محمد و کفی قول واحد فی ذلک عندہما کما فی التزکیۃ اور اگر مزادہ میں یعنی جہاں بیع من یرید ہوتی ہے جس کو بالفعل کے عرف میں نیلام گھر بولتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کم تر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقف کار لوگوں کی طرف بلکہ اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انہیں دونوں کا قول لیا جائے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے و علی ذلک یمیز الوقف اذا اجر مستغنی الوقف ثم جار آخر یرید فی الاجرا کل فی الدرر المختار یا لانیۃ و علی ذلک القیاس متولی وقف نے جب کہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقص ابارہ نہ ہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہ سب مسائل در میں مذکور ہیں فتاویٰ قاضی خان سے منقول فروع مسائل ملحقہ شارح کے بقول قول الوصی فیما یدعیہ من الاتفاق بلا بیئۃ الا فی ثلثی عشرۃ مسئلۃ علی مافی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں م مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے اوسے قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعویٰ کیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے دعویٰ کیا کہ میں نے وصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اس کی تکذیب کرتا ہے اور اس کے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہ ہوگا اوداعی قضاء دین مالہ بعد بیع التزکیۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا ادا دین میت کا اپنے مال سے بعد تزکیہ بیچنے اور اس کے ثمن قبض کرنے سے پہلے اوان الیتیم استہلک مال آخر دفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اس کا تاوان دیا م صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں آٹا تلف کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اس کی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحاوی و ای اوازن لہ بتجارۃ فربکہ دیون نقصا لہ عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہو گئے سو وصی نے ان کو ادا کیا یتیم کی طرف سے اولوی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعتہ یا نچواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا کہ اس نے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت کے لائق نہیں رہی م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصوصت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ



وصی اور یتیم متعلق ہوں موت وصی کے وقت پر کذا فی الطحاوی او جعل عبدہ الابق مچھا مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم غلام گر بچہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا  
م یہ عمر کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول  
مقبول ہے کذا فی الحموی والطحاوی او فلا عبدہ البانی ساتواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا یتیم کے غلام قاتل کے قیدیہ دینے کا اوالاتفاق علی محرمۃ آٹھواں مسئلہ یہ ہے یا  
یا دعویٰ کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا صورت اس کی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا مایہ تیرے مال سے  
مقرر کیا اور میں نے اس کو دس برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب  
کے نزدیک کذا فی الطحاوی عن تنازعانہ اعلیٰ رقیقۃ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مر گئے م یہ قول ہے عمر کا  
اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحاوی اوالاتفاق علیہ ممانی زندہ یا وصی نے  
دعویٰ کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا م یہ مسئلہ اشباہ میں مذکور نہیں اور اگر اس کو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ  
کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ میں ادائے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اس کی تصدیق بدون شہادت کے نہ ہوگی کذا فی الطحاوی وکذا من مال نفسه حال  
غیبت مالہ والرجوع دسواں مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعویٰ کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جب کہ یتیم کا مال  
حاضر نہ تھا اور اس نے پھر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی نے اس پر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہوں پھر لینے کے واسطے اور اگر اس نے  
اس پر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحاوی عن تنازعانہ اوان زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرا من مالہ وہی مقبضہ گیارہواں مسئلہ یہ ہے یا دعویٰ  
کیا کہ اس نے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اس کا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہے الثانیۃ عشر بخبر رجوع تم ادعی انہ کان  
مضارباً بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے نجات کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعویٰ کیا کہ اسے بطور مضاربت کے نجات کی م یہاں بھی عدم اشباہ وشرط ہے اور اگر  
وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع میں شریک ہوگا کذا فی الطحاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطاً علیہ فانه یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ  
میں یہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اس میں اس کی تصدیق کی جاوے گی اور جس پر وہ مسلط اور متعین نہیں تو اس میں اس کی بلا شہادت تصدیق نہ ہوگی  
م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جب کہ ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو کذا فی الحموی ینصب القاضی وصیاً فی سبغۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کی طرف  
سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں م نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے دو بردگواہ گواہی دیں کہ فلاں شخص  
مرگیا اور اس نے کوئی وصی قائم نہ کیا تو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی  
کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہے جس کو سلطان کی طرف سے اس کی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیۃ من قبلہ مواضع مبسوطہ  
کے یہ تین مقام ہیں جب کہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی الزواہر موضعین آخرین  
اشترى الاب من طفله شیئاً فوجده معیاً ینصب القاضی وصیاً لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ باپ  
نے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پھر اس میں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اس کو پھر دے واذا اخرج لاثبات  
حق صغیر ابوہ غائب غیبتہ منقطۃ ینصب والا فلا وخرجاہما لجمع الفتاویٰ اور جب کہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جس کا باپ غائب ہے بطریق غیبت  
منقطہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطہ نہ ہو تو وصی مقرر نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاویٰ کی طرف  
نسبت کیا ہے م غیبت منقطہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں جہاں قافلہ آتا جاتا نہ ہو یہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطہ کی  
تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں جہاں قافلہ نہ جاتا ہو مگر سال میں ایک بار یہ قول



قدری کا متاثر ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینہ یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرے یا جو چلا پھر کر تا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا کہ ۱۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا کہ ۲۰ منزل اور بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحاوی وصی القاضی کوھی المیت الانی تان لیس وصی القاضی الشرائع ولا ان بیع ممن لا تقبل شہادۃ لم قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اس کے برابر نہیں ہے ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کے واسطے متروکہ سے جائز نہیں دوسری صورت یہ ہے بیچنا اس شخص سے جس کے حق میں کوھی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور جائز نہیں اس کو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے مسمیٰ اگر قاضی نے خصومت کے واسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اس چیز پر قبضہ نہ کرے تا وقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجز الصغیر عمل ما چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کر دے ولا ان یجیل وصیا عند حدہ پانچویں صورت یہ ہے اور وصی قاضی کو جائز نہیں کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصمه القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک نوع میں دسی کیا تو وہ مخصوص ہو جائے گا یعنی جمیع انواع میں دسی نہ ہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحاوی ولو نباه عن بعض التصرفات صحیح نہ یہ ساتویں صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اس کا روکنا صحیح ہے برخلاف بی میت کے کذا فی الاشباہ عن البرازی وہ عزله ولو عدلا آٹھویں صورت یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اس کا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القینۃ خلان فاللبتیمۃ بخلاف وصی لمبتہ فی ذلک مگر برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی کو وصیۃ اولو صیۃ عامۃ انتہی وبہ یجمل التوثیق اور خانہ میں ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی مافی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہو گیا ہم یعنی تہیمہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں صورت تہیمہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف دفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی القادوی الصغری خبر عن فی مرضہ انما یفقد من الثلث عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع یفقد من کل بان اجر باقل من اجرة المثل لا بہا بل بمنزۃ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا ملک لہم لکن فی العمدۃ انہا من الثلث فلعلہ روایان اور فتاویٰ صغیرے میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کیا مریض میں نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں در حال عدم اجازت وارثوں کے مگر اس کے منافع کے تبرع میں سوکل متروکہ سے نافذ ہوگا اس طرح پر کہ اس نے گھر وغیرہ اجرت مثل سے کم ترا جرت پر اجارہ دیا یعنی اس کی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اس نے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہے اس لیے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہے اور اس کی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمارت میں ہے کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہے تو شاید کہ اس میں دور و انتہی ہیں باع مال الیتیم او ضعیفہ والمشتزی مفلس یوجز ثلثہ ایام فان لقد والا فتعہی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی مین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار مین دن کے اندر مین حاضر کرے تو بہت ہے ورنہ بیع کو نسخ کرے فان انکر الشراء قد قبض بیع الوصی الامر للہم لقیول ان کان یتیم بیع فقد فسختہ پھر اگر مفلس خریدار خرید کا حکم ہوا اور حالانکہ وہ بیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس مالش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوتی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو نسخ کر دیا ہم اس قول کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مشتری بعد نسخ کے خریداری کا دعویٰ کرے اور گواہ لادے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی قبل الوصایۃ ثم اراد عزل نفسه یجوز الا عند الی کم وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک م حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی



کو امانت دار اور پیشیار جانے تو معزول نہ کرے اور اگر اس کو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اس کو خارج کرے اور حلیہ اخراج کا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ وصی اس کو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت یہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعویٰ کرے اور حاکم اس کو منہم کر کے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ذانی الطحاوی دفع للیتیم مالہ بعد بلوغہ واشتد البیتیم علی نفقہ انہ لم یبق من ترکہ والد ولا قلیل ولا کثیر ثم ادعی شیتا فی بد الوصی انہ من ترکہ ابی و برہن تسمیع وصی نے یتیم کو اس کا مال اس کے بالغ ہونے کے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اس کے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہوں سے اس کو ثابت کیا تو اس کا دعویٰ مسموع ہو دے گا م یہ اشہاد ابراہیم معلوم نہیں نہ شخص معلوم سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہے جو ابراہیم کا مستلزم نہیں تو یہ اس کے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابراہیم کے جو مجہول سے ہر معلوم کے واسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراہیم سے اس طرح کہ مثلاً زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اس کو مجھے جلال اور معاف کر دے سو عمر نے اس طرح کہا تو زید برسی الذمہ ہو گیا اور یہ ابراہیم صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتویٰ ہے کہ ذانی الطحاوی عن الشربلانیة مختصراً للوصی الاکل والکوب بقدر الحاجة قال تعالے ومن کان فقیراً فلیاک بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اس کی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالیٰ نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے کھانا اور سوار ہونا مقید بحدت سعی کے ہے یعنی جس قدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہے اسی قدر مدت تک کھانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کہ ذانی العالمگیریہ ولد ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تاہل لذلك اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کرے اگر یتیم اس کا اہل ہو دے م شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انہیں کی تعلیم ہوتی ہے انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف ادب و نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کر کے اس کو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیہ بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة فی الصلوۃ مجتبے اور اگر یتیم اہل علم سے نہ ہو تو وصی کو چاہیے کہ اس پر اس قدر خرچ کرے کہ قرابت واجبہ نماز کی سیکھ جائے یعنی جس قدر نماز میں قرآن پڑھا واجب ہے اس قدر اس کو سیکھاوے کہ ذانی المجتبے وفيہ جعل للوصی مشرفاً لم یتصرف بدوہ وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبے میں ہے کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدوہ اس کے تصرف متروکہ میں نہ کرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدوہ وصی کے درست ہے م اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہو چکا وفيہ للاب اعارة طفلة اتفاقاً لاما لعلی الاکثر اور مجتبے میں ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اس کے مال کو عاریت دینا بابر اکثر روایات کے وفيہ یملک الاب لا المجد عند عدم الوصی مایملک الوصی اور مجتبے میں ہے وصی نہ ہونے کے وقت باپ مالک ہے اس چیز کا جس کا وصی مالک ہوتا ہے اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبين الصغیر بخلاف الوصی باب مالک ہے اس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے مابین باپ اور مابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں م قنیہ میں مذکور ہے کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہے اس کی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اس میں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر مجہول ہے کہ ذانی الطحاوی یملک الاب والمجد بیع مال احد طفلیہ للاحقر بخلاف الوصی باب اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں م یعنی اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اس کو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیر خواہی کا امور سے سویاں ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ولو باع الاب والمجد مال الصغیر من الغنئی یشترک قیمۃ جازان لم یکن ناسداً لراعی وبناسد فان باع عقارہ لم یجز فی المنقول اثبات



اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے پچا بقدر اس کی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرائے نہ ہو اور اگر بد عقل ہو تو اگر اس نے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتتری بطلہ ثوبا او طعاماً او شہیداً نہ یجمع بہ علیہ یرفع بہ لم مال والالا لوجہا علیہ حیث کہ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کے واسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اس پر کہ میں اس قدر ٹمن لڑکے کے مال سے بھروں گا تو اتنا بھرے اگر صغیر کا مال ہوا اور اگر مال نہ ہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اس وقت میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے رجوع جائز نہیں و مثلاً لو اشتتری لہ داراً او عبدایز جمع سوا رکان مال اولاد ان لم یشہد لایز جمع کہ امن ابی یوسف و بوجہ یجب حفظہ والدہ اعلم اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کے واسطے گھریا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اس کا مال ہو یا نہ ہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اس کا یاد رکھنا واجب ہے والدہ اعلم بعینہ تلخیص قبینہ میں مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہ ہوگا اور اگر ماتم اور سمع وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے اس نے صرف کیا تو اس کے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی و مختصر والدہ اعلم واستغفر اللہ العزیم۔





# کتاب الخنثی

اس کتاب میں خنثی کے احکام مذکور ہیں م خنثی مشتق ہے خنث بفتح خاء معجم و سکون نون سے اور خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور مکسر سے اور سی سے خنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اس کا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متضادین ایک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیاز کی آہ تذکیر و تانیث ہے پھر گاہے اشتباہ واقع ہوتا ہے اس طرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جس میں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکرنا و الوجود جب کہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پاتی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادرا الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو و فرج و ذکر او من عمری عن الاثنین جمیعاً خنثی ہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونوں علامتوں سے معا ہو فان بال من الذکر فخلام وان بال من الفرج فخنثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے م جب اس نے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شکاف ہے اور اگر اس نے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثلول یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القبتانی وان بال منها فالحکم للما سبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اس کا اعتبار ہے اس واسطے کہ اقدمیت اس کی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں اس طرح کہ دونوں کے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے م مشکل اس واسطے کہ احد الامرین سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرة غداً لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلیل ہے وللا کثر حکم اکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی خنثی پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو یوسف سے فرمایا کہ میں نے ایسا تافضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیۃ او وصل الی امرأۃ او اخلتم کما یختلم الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اس کے واسطے نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اس کو اختلام ہوا جیسے مرد کو اختلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی اولہن او حاض او حمل او اکلن و طہیہ فامرأۃ اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوتی یا دودھ نکلتا یا اس کو حیض آیا یا اس کو حمل رہا یا جماع اس کا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اس واسطے کہ مرد کی مچھاتیوں سے بھی کبھی دودھ نکلتے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح و بیان یہ ہے اور جو مرد میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ گاہے دودھ نکلتے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہیں پھر جب دودھ اتنا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روتی میں لے کر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتوں نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اس سے طی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی وان لم تظهر لہ علامۃ اصلاً او تعارضت العلامات فمشکل لہم المرجح اور اگر اس کی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہ ہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے م تعارض علامات کی مثالیہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور واسطی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی



کذا فی القسانی وعن الحسن انه قد اضرع لانا نضلع المرأة تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکره الاصلی اور من بصری سے مروی ہے کہ غنشی کی پسلیاں شمار کی جاویں اس واسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے ذکر کیا ہے اس کو زمینی نے م اس میں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں اور عورت کی سترو یا مرد کی سترو ہیں اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ شاہدہ اس کے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اس کی یوں مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد والو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری رہے واندھ اعلیٰ کذا فی الطحاوی مختصراً وحینئذ فی غنشی فی امرہ بما ہوا لا حوط فی کل الاحکام اور اس وقت میں یعنی در صورت اشکال اور عدم تزویج کے وقت تو عمل کیا جاوے گا غنشی مشکل کے امر میں اس چیز کے ساتھ جس میں زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام میں قلت وکثرت وکثر قد منانہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ واندھ لا یتعلق التحريم بلبنة قنیه میں کتابوں میں کہیں ہم نے اول کتاب میں مذکور کیا کہ غنشی مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اس کے دودھ سے تحریم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا یعنی ان دونوں صورتوں میں غسل بہ احتیاط نہیں ہے م یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ غنشی مشکل نہ رہا اس کا جواب یہ ہے کہ بعد تحقیق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ دائرہ منور ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسی طرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحاوی لقیف بین صف الرجال والنساء سونا بر عمل باحتیاط کے غنشی مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے بائیں میں م یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اس واسطے کہ اگر غنشی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اس کے نمازی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اس کے دائیں اور بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر غنشی بالغ ہے اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو اس پر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند غنشی ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہ ہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحاوی واذ یبلغ حد الشهوة یتباغ لہ اتمہ تختہ من مالہ فکون اتمہ او شدہ اور جب کہ غنشی حد شہوت کو پہنچے تو اس کے مال سے ایسی لونڈی خرید کی جائے جو اس کا ختنہ کرے سو خرید سے اس کی وہ لونڈی ٹھہرے گی یا اس کے مانند عورت ہوگی م یعنی اگر واقع میں غنشی مرد ہے تو وہ اس کی لونڈی ہوئی تو اس کو نظر کرنا شرم گاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأة احتیاطاً ولا ضرورة لال الحنثان عندنا سنتہ اور یہ مکروہ ہے کہ غنشی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اس واسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک سنت ہے نہ فرض م یہ مذکور ہے غنشی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی المالگیریہ وان لم یکن لہ مال فہن بیت المال ثم تباع اور اگر غنشی کا مال نہ ہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کی جائے پھر ختنہ کے بعد بیع حوالی جائے اور ثمن اس کا بیت المال میں داخل کیا جائے اس واسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی المحوی اور یزوج امرأة خاتمة لختنہ لاندہ ان کان ذکا راصح انکاح وان انشی فنظر الجنس اخف ثم یطلقا ویتقدان خلا بیا احتیاطاً یا غنشی نکاح کرنے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اس کا ختنہ کر دے اس لیے کہ اگر غنشی مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پھر غنشی ختنہ کے بعد اس کو طلاق دے اور ختنہ کر کے عدت میں بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر غنشی نے اس کے ساتھ خلوت کی ہو م یہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اس واسطے کہ اگر اس نے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر غنشی مشکل مر گیا تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس پر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اس طرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق ہے



بنیاد مشروط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کے واسطے از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی عن  
 موسیٰ ویکرہ لبس الحریر والجلی اور خنثی مشکل کو شہمی کپڑا اور زیور پہنا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوائے  
 محرم کے محرم کے وان قبدرجل ثبوت حرمة المصاہرة اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ یا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی م تو جائز نہ ہوگا خنثی کی ماں کو  
 بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اس کی بیٹی کو ولا یسا فر غیر محرم لاحتمال انہ امرأة اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے اس احتمال کی وجہ  
 سے کہ وہ عورت ہے م محرم سے مراد محرم مرد ہے اس واسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اس کو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأة لا غیرة بہ فی الصحیح  
 دعویٰ بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اس کے واسطے کہ یہ دعویٰ ہے بدون دلیل کے وقیل  
 بر لانه لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اس کا قول معتبر ہے کہ اس پر سوائے اس کے کوئی واقف نہیں لیکن فی المنہج بقدر انشکاک لا یقبل وقیل یقبل قلت  
 فی التوفیق لیکن متقی میں ہے کہ بعد ثابت ہوجانے اس کی اشکال کے قول اس کا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اس کا مقبول ہے پس کہتا ہوں  
 اس تفصیل سے توفیق بین القولین الذکورین حاصل ہوگی م یعنی عدم قبول کا قول اس صورت میں ہے جب کہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول اس صورت  
 میں ہے جب کہ منور اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے میط سے ویضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید و غیرہ الا ان کس علی  
 قہنہ اور منسوب بضعف سے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل مذکور پر اس کو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع  
 باوے کا سوا گاہ رہنا م قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اس کا مقبول ہو  
 گا ورنہ اس کا مقبول نہ ہوگا جب تک کذب اس کا ظاہر نہ ہو یقیناً چنانچہ اس نے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحاوی  
 کہہ کہ قول مذکور کو اس پر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولومات قبل ظہور عالم لم یغیل و یتیم بالصعید لتحذر الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل  
 مرد ہوجانے اس کے حال کے تو غسل نہ دیا جائے اور اس کو تیمم کرا دیا جائے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے م چونکہ اس کا مرد یا عورت ہونا ثابت  
 ہو اس کو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے  
 مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونہ مرا عفا غسل میت ذکر اوانثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی  
 کے غسل میں حاضر نہ ہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت و مذنب تہیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کر لینا عورت کے مانند و یوضع  
 جیل بقرب الامام ثم موثم المرأة اذا صلی علیہم رعایۃ الحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جائے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جب کہ ان پر  
 دسے کی نماز پڑھی جائے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے م خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جائے کہ شاید وہ عورت ہو اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے  
 مقبر میں دفن ہو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جائے اور یہ ہی حکم ہے مردوں کے دفن  
 جب کہ ایک قبر میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت  
 کے مانند اور اس کو قبر میں محرم قرابت والا رکھے انوشہ کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنہج و تمام فروعہ فی احکام من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف مجد صغیر  
 خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے نزدیک اس میں ایک تالیف مجد کلا ہے م منجد مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اس کی  
 میت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے ہیں کی نماز عمت کے مانند ہے شکل میں اور اخفا میں اور وہ نکاح نہ کرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اس نے مرد  
 کا کیا اور مرد کے ساتھ جمع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع بہ تادیر نکاح صحیح ہو گیا اور اگر انہ اپنی مانند خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی مختصراً  
 فی المیراث اقل النصیب یعنی اسوہ الحالیین بہ یفتی کہ مستحقہ اور خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنی اسوہ الحالیین ہے اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہم



اس کی تحقیق عنقریب بیان کریں گے م اقل النصبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کم تر ہو گا وہ اس کو دیا جائے گا یہ مذہب ہے امام کا عینی  
 خنثی مشکل کے حصہ کو نظر کریں گے کہ اس کو مرد فرض کرنے میں کس قدر ملت ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پختہ ہے تو ان دو حصوں میں جو کم تر ہو گا وہ  
 خنثی کو ملے گا اور اگر احد التقدرین میں خنثی محروم ٹھہرے گا تو اس کو کچھ نسلے گا لہذا شارح نے اقل النصبین کی تفسیر اسوہ المالیین مذکور کی یعنی دو حالتوں میں  
 بدتر حالت ہوگی خواہ کم تر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اس کے نصیب میں ہے تو اسوہ المالیین قلت اور حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلبي تصرف وقال لا نصف  
 النصبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اس کو ملے گا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک معہ ابیہ  
 وادارہ سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مر گیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اس نے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہیں اور خنثی کا ایک سہم خلاصہ یہ ہے  
 کہ اہم کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تا وقتیکہ اس کا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہ ہو وعند ابو یوسف لثلاثہ من سبعة عند محمد بن حسنہ من اثنا  
 عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے م صاحبین  
 دس مطالبات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفہ لہ سہم من ثلثہ لانه الاقل ومرتبین ہ فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثی  
 ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اس واسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیوں کہ مال شک سے واجب نہیں ہوگا تو ضیح اس کی  
 ہے کہ یہاں اثبات مال کی ابتداء حاجت ہوئی اس واسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکور کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور  
 مشکل میں دونوں سببوں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتداء بدوی سبب متحقق کے شرعاً جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے  
 کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اسی پر اقتصار کر کے کذا فی العینی شرح البدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکر اقدار بناء کزود  
 دام و تحقیقہ ہی خنثی لہ السدس علی انہ عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر جب کہ خنثی کو مرد فرض کیجئے تو اس کو سہم مرد ہی ٹھہرائیں گے چنانچہ اس میں  
 میں کہ عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خنثی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا بنا براس کے کہ وہ عصبة ہے اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف  
 م تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا باقی مالی یعنی سدس ولو قدر انشی کان لہ النصف وعلت الی ثانیۃ اور اگر صورت مذکورہ  
 خنثی کو عورت فرض کیجئے تو اس کا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کرے گا م یہ مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں سے ہے  
 بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب کہ خنثی کی مال  
 اقل النصبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اس کو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اس کا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اس کو مرد قرار دیا تاکہ اس کا حصہ  
 سدس ہو اس واسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروماً علی احد التقدرین فلا شیء لک زود دام و ولد بہا و تحقیق خنثی فلا شیء لہ لانه عصبة ولو قدر  
 انشی کان لہ النصف وعلت الی ثانیۃ اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اس کے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک  
 مرگئی شوہر اور ماں اور دو اخیانی بھائی اور ایک سگ بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبة ہے اور اگر خنثی کو عورت فرض  
 تو اس کا حصہ نصف ہے کیوں کہ وہ صاحب فرض ہے اور اس وقت میں یہ مسئلہ نو سہم کی طرف عول کرے گا م اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا  
 اور دونوں اخیانی بھائیوں کا تہائی اور سگ بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہے کیوں کہ وہ عصبة ہے اور عصبة اس وقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ  
 رہے سو یہاں باقی نہ رہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجئے تو اہل فرض ہوگا تو اس کا حصہ نصف ہے تو بنا براسوہ المالیین کے اس کو مرد ہی فرض کیا تاکہ محروم  
 نہ عورت تاکہ نصف پیارے ولومات عن عمد و ولد اخیہ خنثی قدر انشی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑ کر جو  
 ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کریں گے اور سارا مال چچا کا ہوگا م خنثی کو عورت اس واسطے فرض کیا کہ تحقیقی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور



مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اس لیے کہ برچید دونوں عصبہ میں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم سے کذا فی الطحاوی  
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم۔

## مسائل شفی

جمع شیت یعنی متفرقہ و ہومن و اب المعنفین لتدارک ما لاتدکر نیما کان بحق ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت علیہا بما لہا و للہ الحمد یہ ذکر ہے مسائل  
شفی میں شتی جمع ہے شیت کی یعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر  
کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوئے جہاں ان کا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کتابوں اور البتہ میں نے اکثر  
مسائل طاریے ان کے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے جس نے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس بذہ مقدمہ صغریٰ فی تسلیم کلام  
قد و حد تک بہ فی اوائل نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغریٰ ہے جس کی تسلیم میں وہ کلام ہے جس کا میں نے تجھ سے وعدہ  
کی تھا اول نواقض وضو میں م ادمان کی قید ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی حلف از شراب  
سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحاوی و کل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمہ کبریٰ وہی مسلمہ عندنا  
فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبریٰ شکل اول بدیہی الانسان کا اور وہ یعنی کبریٰ مسلم ہے ہمارے  
نزدیک تو دونوں مقدموں سے مل کر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ بحتاج لاثبات الصغریٰ و حاصلہ مالی الذخائر الاشرقیۃ لابن النعمان  
مغزیہ بالمعنی عرق الدجاجة الجلالة نجس قال وعلیہ فحرق مدمن الخمر نجس بل اولے لیکن اس شکل میں صغریٰ کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے  
ذخائر اشرقیہ میں نسبت مجتبیٰ مذکور ہے اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا براس قول کے تو مدمن خمر کا بھی  
پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولیٰ بالفاسدہ ہے م وجہ اولیت کی یہ ہے کہ شے رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکلنے میں غیر رقیق چنانچہ مرغی کے پردہ سے زیادہ ہے  
کذا فی الطحاوی ثم قال وما اسیح من کان عرقہ کعرق الکلب والخمر یہ پھر فقہی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے شخص جس کا پسینہ کتے اور سور کے مانند  
ہے م یہ نتیجہ اور مذمت ہے مدمن خمر کی اما ذنا بد منہ قال ابن العزیمین ینقض الوضوء و هو فرع غریب و تخریج ظاہر قال المصنف و نظیرہ عولنا علیہ ابن العزیمین  
کہا تو اس وقت میں یعنی جب کہ مدمن خمر کا عرق نجس ہو تو وہ وضو کو توڑے گا اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اس کی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں  
کہا اور اس کی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اس پر اعتماد کیا یعنی اور متن میں اس کو داخل کیا قلت قال شہینا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ کیف یعول علیہ و هو من غرابۃ  
لا شہد لہ روایۃ ولا لروایۃ اما الاولیٰ فلما ہذا الم یرو عن احمد من یخبر علیہ و اما الثاني فلعدم تسلیم المتقدمۃ الاولیٰ شارح نے کہا میں کتابوں کے ہمارے استاد خیر الدین رملی  
نے اللہ تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیوں کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے اس پر روایت اہل مذہب کی  
گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مردی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم  
تسلیم مقدمہ اولیٰ سے ثابت نہیں م مقدمہ اولیٰ غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے و شہید بطلانہا مسئلہ الجدی اذا غدی ملین الخمر یہ نقد علل و اصل اکمل  
بصیرورتہ مستہلک لایستی لکنا لکذلک نقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولیٰ کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کبریٰ کے بچہ کا مسئلہ جب کہ اس کا بچہ سور کے  
دودھ سے پالا جاوے اس واسطے کہ علمائے اس کی علت اکل کی علت بیان کی دودھ کے مستہلک اور نابود ہو جانے سے اس طرح کہ اس کا کچھ اثر باقی  
نہیں رہتا تو اسی طرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہیں گے یعنی شراب اس کے بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اس کا اثر باقی نہ رہا م یہ استدلال نقلی  
ہے نہ عقلی مگر یوں کہتے کہ عقل اس کی تائید کرتی ہے و کیفینا فی ضعف غرابۃ و خروجہ عن الجافۃ و یجب طرحہ عن السرح من من و شرح اوہم کو کفایت کرتا ہے



اس کے ضعیف ہونے میں اس کا تخریب اور نادر ہونا اور اس کا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا سا قیاس کرنا متین اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے م شرح بفتح سین مہملہ و راء مہملہ سے طحاوی نے کہا منجد اس کے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی تمبار ہے بقریہ لفظ طرح یعنی اس وقت کا پھل سا قیاس کیا جائے یعنی فروع مذہب سے گرایا جائے انتہی لمحضام اور منجد معانی شرح کے قضاے دار بھی ہے کذا فی القاموس اور قضاے دار عبارت ہے کشادگی پشانا خانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اس لیے کہ ظن بمنزلہ گھر کے ہے اور مرجح بجائے وسعت پشانا خانہ ہے لہذا ترجمہ اسی کا کیا جائے

اعلم خبر وجد فی خلاہ خزفارة فان کان الخبز صلباً لم یبہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جس کے اندر چوبے کی میٹگنی پائی گئی تو اگر میٹگنی سخت ہے تو بھینک دی جائے اور روٹی کھائی جائے ولا یفسد خذ الفارة الذین والماء والحنطہ للضرورة الا اذا ظہر طعمہ اولونہ فی الذین ومحوہ لغشہ دامکان الخبز عنہ حینئذ خانیۃ اور چوبے کی میٹگنی تیل اور پانی اور گیسوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر اس کا مزہ یا رنگ تیل اور اس کے مانند سائل چیزیں ظاہر ہوتو البتہ مفسد ہے

برسبب اس کی کثرت کے اور اس وجہ سے کہ اس سے بچنا اس وقت میں ممکن ہے کذا فی النایم خانیہ میں ہے کہ چوبے کی میٹگنی جب کہ گیسوں میں پڑ گئی اور گیسوں کے ساتھ پس گئی تو اس کے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اس وقت جب کہ کثرت سے ہو اور اس کا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اس کا کھنا درست نہیں کذا فی الطحاوی فی السنن الرواتب لا یصلی ولا یتفتح تقدم فی باب التور رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جائے اور نہ دعا سے استغفار

یہ مسئلہ باب التور میں مذکور ہو گیا م سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب التور میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جائے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استغفار ہو جب کہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھنے کیوں کہ سنت ماکدہ ہونے کے سبب سے بفرس کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جائے اور استغفار اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اس لیے کہ ہر دو گانہ نماز ہے الدعوة المستجابه فی الجمعة عندنا وقت العصر علی قول عامر شامخنا اشباہ وقدناہ فی الجمعۃ عن التمار خانیۃ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہم نے اس کو باب الجمعہ میں تانا خانہ سے ذکر کیا ہے حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اس وقت کے تعیین میں اختلاف علماء ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحاوی وینتہر فلو دخل جل فی صلوۃ بعد لا یصیر واخلایہا تدناہ فی صنف الصلوۃ اور اس وقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہ ہو تو اگر ایک مرد مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ ناسخ میں گنہگار ہے گارشارح نے کہا ہم نے اس قول کو صنف الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طایر یا بس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طایر کذا فی النسخ وعبارة اکثر علی الثوب الطایر لکن لا یصلی کو عصر لا یتنجس قدناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلہ کپڑا پٹیا گیا خشک پاک کپڑے میں ہو اس کی رطوبت ظاہر ہوتی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اس کو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہ ہو گا شارج نے کہا ہم نے اس کو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے تمن کے نسخوں میں اسی طرح علی ثوب طایر ہے اور کثرت کی عبارت علی الثوب الطایر ہے م نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اس کے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اس طرح پر کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں ہوتا الا یضاح اور اس کی شرح صغیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا پٹیا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا اس لیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں سورہ مسلم اس واسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جب کہ ناپاک

لے یعنی دہنی طرف کے سلام میں السلام کہنے سے خارج ہو جاتا ہے علیکم کہنے پر موقوف نہیں رہتا ۱۲



بہر انچوڑنے سے نہ پکتا ہو تو بھی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح علوانی کے فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحاوی لمحضاً ہر خید کہ عصر کا مزج قریب ثوب طابہ تھا لیکن چونکہ علوانی کا قول مفتی بس کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مزج قرار دیا واللہ اعلم کہ لو نشر الثوب المبلول علی جبل نجس یا بس او غسل جلد و مشی علی ارض نجسہ او نام علی فراش نجس فحرق لم یظہر اثرہ لا یجس غایتہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلا یا پاپاک خشک دسی پر یا پاؤں کو دھویا اور پاپاک زمین پر چلا یا پاپاک فرش پر سویا تو اس کا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہ ہوا تو پاپاک نہ ہوگا کذا فی الی نیم صوی نے کہا پاپاک زمین پر تر پاؤں سے اس طرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہ ہوا اور اگر پاپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو پاپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قلم پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نجس ہوا در نقطہ بیدایت اور تراوٹ کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول فتاویٰ کے یعنی بدن جرم کے کذا فی الطحاوی نوی الزکوۃ الا انہ ساء قرضاً جائز فی الاصح لان العبرة للقلب باللسان ادائے زکوۃ کی نیت کی مگر اس کا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہہ کر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں اس واسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا ہم صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحاوی من لہ حظ فی بیت المال کا لفظ نظر بامو دجہ لبدیت المال فہذا اخذہ دیانۃ قدما تبیل باب المصروف جس کا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علماء دین سوا اس نے بیت المال کامل پایا تو اس کو اس کا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم نے اس کو باب مصرف کے پہلے مذکور کیا ہے م بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقامیں اور ان کی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین میں بیزاری میں ہے کہ امام علوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مرحلتے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اس واسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کرے گا تو مال ضائع ہوگا اس واسطے کہ حکام اس کے مصارف شرعی میں صرف نہ کریں گے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی الفطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارة واحدة ولو فی رمضان علی الصبح وقد مناه فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اس پر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اس نے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور ہم نے اس کو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے و لو نوی قضاہ رمضان ولم یعین الیوم صحیح اور اگر قضاہ رمضان کی نیت کی ابر دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ میری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اس لئے کہ جس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاہ الصلوۃ یافاً وان لم یتو فی السنۃ اول صلوۃ علیہ او آخر صلوۃ علیہ کذا فی اکثر تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب الا وہ پہلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی نشأت مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور کنز میں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اس واسطے کہ صوم میں دو رمضانوں کا نیت کرنے والا متقل ہو تا ہے یعنی نرض ادا نہیں ہوتا روزہ اس کا نقل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزمعی والاصح اشتراط تعیین فی الصلوۃ و فی رمضان الخ قلت و لکن اقدتہ فی باب قضاہ الفوات تبعاً للدرر و غیر ما اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زمعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسی طرح اشتراط تعیین کو ہم نے ذکر کیا ہے باب قضاہ الفوات میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر ہم طحاوی نے کہا اور تصحیح ک ولو البیہ میں اس قول کی کہ قضاہ رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضا صلوۃ میں نماز اور اس کے دن کی تعیین کرے اس طرح کہ میں فلانے دن کی قضا کرتا ہوں اور اگر دن ظہر علیہ یا آخر

لے ۱۱ الفاتحہ کے مناسب ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ ایسا مال پایا جو بیت المال کے کسی صیغہ کا ہے ۳



ظہر علیہ کی نیت کی تشریحات تعین کے قول پر جائز ہے اس واسطے کہ نماز متعین ہوگئی اس کے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی تعین ہو گیا اہل یا آخر کہنے سے اس واسطے کہ جو نماز اول تنہا کی ثواب اس کے بعد کی نماز اول ہوگئی اور جو اس کے پہلے ہے وہ پچھل نماز ہوگئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جس کو اوقات فائتہ یا رنہ رہے یا اس پر مشتبہ ہو گئے یا اس نے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی تم رائے فی البحر

قبیل باب اللعان مانعہ فنیۃ التعمین لم یشرط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتیب واجبۃ علیہ ولا یکن مراعاة الانبیتۃ التعمین حتی یوسط الترتیب بکثرة الفواتت کیفیۃ نیت الظہر لا غیر کذا فی المبیط وبتوفیق حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظ انتہی بلفظ پھر میں نے بحر الرائق میں باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جس کی عبارت یہ ہے اور تعین کی نیت شرط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعین کی شرط ہے کہ مراعات ترتیب کی اس پر واجب ہے اور اس کو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے مگر تعین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فواتت سے تو نقطہ نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اس کے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نازوں میں اس کا یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظ تم رائے نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعین المنوسی ثم قال ونبلا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کذا ضعیفان وغیرہ خلافہ وہو المتعمد کذا فی التبيين انتہی مکررہ فلیتنبہ لذلک پھر دیکھا میں نے صاحب بحر الرائق کو کہ اس نے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعین منوسی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعین کی کثرت فواتت میں مشکل ہے اور جو ہمارے علماء نے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اس کے خلاف ہے یعنی تعین شرط ہے ان کے کلام میں اگرچہ بلفظ اولی ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشراط تعین معتد ہے چنانچہ تعین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا موجد اشکال یہ ہے کہ عدم اشراط تعین فواتت اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جس پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں من قبیل مختلف الجنس کے ہیں اس واسطے کہ ان کے اسباب یعنی اوقات مختلف ہیں کذا فی المجموع حاشیۃ الاشباہ طحاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعین قول بھی ولو البیہ میں صحیح ہے اگرچہ تعین احوط ہے راس شامہ تلخ بدام احرق راسہ و زال عنہ الدم فاتخذ منه مرقۃ جاز استعمالہا والحق کالغسل وقد ثابہ من المظہرات پھر بکری کا سرخون سے نظر آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اس کا شوبہ بنایا گیا تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے میں اور ہم نے کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلدنا بھی مطہرات میں داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شے ناپاک میں ناپاک کا کچھ اثر نہیں رہتا یا اگر خاک کر دیتی ہے بطریق استعمال کے ولہذا اگر گوبر جل کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جب کہ سرکہ بن جائے یا کہ ٹوٹا کسدا میں گر کر نمک بن جائے کذا فی الطحاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض جاورا بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کے واسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے م یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہیں عشر کی مانند مفتاح میں ہے کہ محل خلاف اس وقت ہے جب کہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اس کا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحاوی وان جعل لہ العشر لانا زکوۃ تلت وقد قدمہ فی الجہاد وقد متہ فی الزکوۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ عشر زکوۃ ہے میں کتابوں کہیں نے اس کو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہے جب عشر زکوۃ ظہر ا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اس کو بھی دینا درست ہے کذا فی الطحاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعت الارض وادار الخراج و دفع الامام الارض الی غیر ہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ لہا اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کریں اس کی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شتی من اجرتہا دفعہ مالک علیہ التعمین



پھر اگر فاضل بچے اس کی اجرت سے کچھ تو زمین کے مالک کو دے دونوں کی رعایت کے واسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اس کا اسی روپیہ میں تو انہی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یتاجر یا باعما تقار و اخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج و رد الفضل لار یا باع یا زلیعی پھر اگر بادشاہ اس کو پناہ دے جو زمین اجارہ لے تو اس کو بیس روپیہ صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اس کے ثمن سے لے اگر مالکوں پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اس کے مالکوں پر رد کرے کذا فی الزلیعی قلت وقد منافی الجہاد ترجیح سقوط بالتداخل فیصل علی المروج اعلیٰ ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الذنیۃ فقط میں کتابوں اور ہم نے کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زلیعی کا قول مذکورہ قول مرجوح پر محمول ہے یا اس پر کہ زلیعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے م سقوط بالتداخل کا محل اس وقت ہے جب کہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاوے گا اور یہ محل خوب ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاوے گا اور پہلے سال کا خراج : لیا جاوے گا اور یہ اس پر سے ساقط ہو گا انتہی اور یہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحاوی غنیم مذبوحتہ ومیتۃ فالکانت المذبوحتہ اکثر تحریری واکل والا بان کانت المیتۃ اکثر واستویا لا تحریری لونی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحریری واکل مطلقاً و مرجح بیضریاں مذبوحتہ اور مردار ہیں سو اگر مذبوحتہ زیادہ تر ہوں تو اکل کرے اور اگر مردار زیادہ تر ہوں یا حلال اور مردار دونوں برابر ہوں تو اکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت میں ہو اس طرح پر کہ ذبح کی بھری پاوے اور نہیں تو اکل کرے اور کھائے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا کثرت کا اعتبار اس واسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہوتے ہیں محرم اور مسروق اور مخصوب سے اور باوجود اس کے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کر کے اس واسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں تو اس کا اعتبار ساقط ہوا حرج کے واسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے بخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اس سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخوں در المختار میں یوں ہے و مرنی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعض نسخوں میں یوں ہے کما مرنی انما المار کذا فی الطحاوی اور عرب کے لکھے نسخہ صحیحہ میں فقط در ہے میں نے اس پر اعتماد کیا و اللہ اعلم طحاوی میں ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے مذبوحتہ کی علامت یہ ہے کہ اس کی گردن کی شاہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہیں ایما لہ الآخرس و کتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہے م یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند ہے ثبوت احکام میں بشرطیکہ حاکم اس کا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اس کا کوئی اشارہ فہیم منتقلی سمجھاوے اور پیدا نشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی بخلاف مقتل اللسان بخلاف مقتل اللسان کے م مقتل اللسان بفتح قاف وہ ہے جو کلام کرے پر قادر نہ ہو مگر تکلف سے کذا فی الطحاوی عن المحموسی وقال الشافعی ہما سواہ اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور مقتل اللسان دونوں برابر ہیں فی وصیۃ و نکاح و طلاق و بیع و شرار و قود وغیرہ من الاحکام اسی ایما لہ الآخرس فیما ذکر معتبر و مثلاً مقتل اللسان ان علمت اشارتہ و امتدت عقلتہ الی موتہ بہ لیتی قلت و مرنی الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہے وصیۃ میں اور نکاح و طلاق اور بیع اور شرار اور قصاص وغیرہ من الاحکام میں یعنی گونگے کا اشارہ اشارہ مذکورہ میں معتبر ہے اور گونگے کے مانند مقتل اللسان ہے بشرطیکہ اس کا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اس کا عدم تکلم اس کی موت تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتویٰ ہے میں کتابوں اور یہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا و ذکرہ ہنا الا کمل و ابن الکمال و الزلیعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارة او طلق مثلاً توقف فان مات علی عقلتہ نفذ سنداً والا لا اور مقتل اللسان کو یہاں اکل اور ابن کمال اور زلیعی وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ ان کے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مقتل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا شد طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہے گا سو اگر وہ مرگیا اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہو گا



بطریق استناد کے اور اگر عدم نکاح یا موت معتد نہیں تو طلاق وغیرہ نافذ ہوگا مگر جب طلاق نافذ ہو تو اس کی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اس کی مدت گزر گئی ہو  
 اشارہ یا کتابت کے وقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارة لایحل لہ وعلیہ لعدم نفاذ لکنہ اذا مات بحالہ کان لہا المهر من ترکۃ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے  
 اگر مستقل السنان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اس کو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہ ہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مر جائے گا زوجہ کا مہر اس کے  
 مترکہ سے لازم ہوگا ایسا کہ ہے مصنف نے اپنی شرح میں لکن فوراً نہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجہل  
 میں ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک یہ استدراک ہے علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہیں اقتصار انقلاب استناد و تبیین تعلق  
 چنانچہ اشارہ طلاق وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت ہیں وہ علت ہو جاتے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاوے گی مثلاً دخول وارتو جو طلاق کی  
 علت نہیں وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کی طرف جس کا وجود معلوم تھا جیسے نصاب پر ذکوۃ واجب ہوتی ہے  
 سال پورے ہونے سے مستندالی وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہنا  
 کہ اگر زید گھر میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے مدت شروع ہوگی اور استناد اور  
 تبیین میں فرق یہ ہے کہ تبیین میں اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والاضابط للمقتصر والمستندان ماصح تعلیقہ بالشرط  
 یقع مقتصر او لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق بخلاف ذلک او مقتضاه وقوع الطلاق والعتاق و نحوہا ما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصر مقتضی ما یصح  
 زواہر نے کہا کہ مقرر علی رکایہ قول ارتقاء عدہ کجہ مقتصر او مستند کے واسطے یہ کہ جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جس کی تعلیق صحیح  
 نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اس کے جو مصنف نے اکل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا  
 ہے اس واسطے کہ مقتضی قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور ان کے مانند جس کی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد  
 کے نو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہے لاکون اشارتہ و کتابتہ کالبیان فی حد لانا بتدرا بالشیبات لکن یا حق اللہ تعالیٰ  
 ولا فی شہادۃ ما مینتہ نہ ہوگا گوئی کا اشارہ اور لکھنا اس کے بیان کے مانند کسی حد میں حدود سے اس واسطے کہ حدود شہادت سے مانی جاتی ہیں اس کے کہ وہ حق اللہ  
 میں اور نہ کسی گواہی میں بیان کی برابر ہے اس کا اشارہ اور کتابت کذا فی البیئہ دبل یصح اسلامہ بالاشارة ظاہر کلام ہم نعم ولم ارہ صریحاً اشارہ اور کیا صحیح ہے بیان  
 ہو جانا گوئی کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اسلام اس کا صحیح ہے اور میں نے اس کو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ اقلع  
 الصائم بصاق محبوبہ نفیضی ویکفر والا لکن محبوبہ لایکفر ومرتئی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اس کا معشوق  
 نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا اس واسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھنٹا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو خیر وغیرہ کے مانند  
 ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اس کو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہو گئی کذا فی الطحاوی قتل بعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرتی الحج مقبول  
 ہو جانا بعضے حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں معماز و جہا من الدخول علیہا وہو لیکن معہا فی بیتا نشوز حکما کا  
 حرمانہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں نافرمانی ہے حکما  
 چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کی باب النفقۃ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے م نافرمانی اس واسطے کہ اس نے اس کو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا  
 روکنے تک ولو کان المنع لیتقلدا الی منزله فلیست ناشئة لوجب السكنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اس واسطے ہو کہ زوج کو اپنے گھر میں لے جائے تو  
 اب زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان لیکن فی بیت الغصب فامتنعت منه لاکون ناشئة لانا نفقۃ اذا سکنت فیہ طرم حکما  
 مالو کان فیہ شہتہ یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہ ہوگی اس واسطے کہ حق پر زوجہ ہے اس لیے کہ غصب کے مکان



میں رہنا لازم ہے برخلاف اس صورت کے کہ مکان میں شبہ و شک شبہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مہجور مال سے کذا فی الطحاوی مال مہجور وہ ہے جس کی حلت اور حرمت معلوم نہیں قالت لا اسکن مع امک وارید بتی علیہ لیس لہا ذلک و کذا مع ام ولدہ و کذا مرنی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہوں گی اور میں علیہ گھر چاہتی ہوں تو زوج کو اس کا اختیار نہیں اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اس کو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقۃ میں مذکور ہو گیا قال یعبدہ یا مالکی او قال لا متہ انا عبدک لا تحقق لانیس بصریح ولا بکنا یت مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ بعدہ یا مولائے لانیۃ علی ما مرنی محمد برخلاف اس قول کے کہ اس نے اپنے غلام سے کہا اے مولائے اس واسطے کہ یہ کنایہ ہے بنا براس تقریر کے جو اپنے محل میں گذر گئی یعنی کتاب الاطلاق میں م طحاوی نے کہا کہ ظاہر امور کے لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منع القمار میں یوں تعبیر مذکور ہے کہ مولے کے حقیقی معنی ثبوت دلائل علی العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لایخرج من ید ذی الیہ مالک بصریح المدعی علی رفق و عواہ بخلاف المنقول عقار متنازع فیہ نہ نکالا جلتے قابض کے ہاتھ سے جب تک مدعی اپنے دعویٰ کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی الحموی) گواہ نہ گذارنے برخلاف منقول کے م یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے پر کہ ہاں وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہے مواضع یعنی دونوں کے گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شائد مدعی اور مدعا علیہ نے اس پر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اس کا حکم دے پھر جب اس نے حکم کیا تو اب اس کے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا تو ذی الید کے قبضہ پر گواہی گزرنے سے مواضع کی نہایت دفع ہو جائے گی تو اس پر حکم کرنا لیکن ہوگا اس کے قبضہ سے خارج کرنے کا سبب ثابت ہو جانے اس کے قبضہ کے کذا فی الطحاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یقفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصصح لاحتمال المواضع اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہ تصدیق کہ وہ عقار اس کے یعنی میرے قبضہ میں ہے قول صحیح میں مواضع کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قد ضاع غیر مرہ آخر باقی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زمانہ انہ لایعمل بعلم القاضی تماثل میں کتباً ہوں ہم نے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اس کو غور کر لے و ہذا اذا ادعاه ملکاً مطلقاً اور یہ اس وقت ہے جب کہ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ کیا یعنی محل اشتراط اقامت مدعیہ کا اس پر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے ملک مطلق کے دعویٰ میں ہے اما اذا ادعی الشر من ذی الید و اقرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشر و اقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعویٰ انفعلاً کا تصحیح علی ذی الید تصحیح علی غیرہ ایضاً کا بسط فی البرازیتہ اور جب کہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعویٰ کیا اور ذی الید سے خرید کا دعویٰ کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعویٰ کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہے سو قابض ذی الید نے اس کے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اس واسطے کہ دعویٰ فعل کا چنانچہ خرید کا دعویٰ جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ برازیہ میں م شرح مذکور ہے عقار لانی ولایت القاضی یصح فضاوہ فیہ لمنقول ہوا صحیح و تقدم فی القضا ان المصر لیس بشرط فیہ بہ لیقی و یکتب بالحکم القاضی ملک الناجیۃ لیا مرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں نہیں تو اس قاضی کا حکم اس عقار میں صحیح ہے جیسے بال منقول میں صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب العقار میں آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہے اور وہاں کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہے تاکہ وہ

لے یعنی اگر غلام آزاد شدہ مدعا سے اس کا وارث کئی نہ ہو تو اس کا مال آقا کو ملے ۱۲۔



اس زمین کے دلانے کا امر کرے و قبل لا یصح دشی علیہ فی مکنز والملئقی اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہے اور اسی قول پر صاحب کنز اور متقی چلا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے کنز الدقائق کے قول سے اس واسطے مدلل کیا کہ بناد یہ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کا حکم عدوی میں صحیح ہے اگرچہ عقد محدود قاضی کی حکومت میں نہ ہو کذا فی الطحاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدالی غیر ذلک اور وقعت فی تلبیس الشہود والبطالت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک متعلق حق ایضاً وہو المدعی قاضی نے گواہ سن کر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر یا سوائے اس کے مجھ کو کچھ اور ظاہر ہوا یعنی میں نے ناحق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اس کے اور کچھ کہا ابطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کا قول معتبر نہ ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے م اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راستے اول راجع ہو گئی حکم دینے سے توراتے نالی سے جو اس کے برابر ہے منقوض نہ ہوگی کذا فی الطحاوی والقضار ماض انکان لجد دعوی صحیحہ وشہادۃ مستقیمہ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعویٰ اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہوم صحیح دعویٰ وہ ہے جس سے دعویٰ کے احکام متعلق ہوں تو اس میں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دارالقضا میں اور مطالبہ جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلاً ضرر و کجی اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو فاسد دعویٰ اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہوں گے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاوے گا اور فاسد دعویٰ کی صورت یہ ہے کہ محدود کا دعویٰ کرے اور یہ بیان نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی الطحاوی عن المحموی تبصر فی ثلاث مرت فی القضار لولعلہ اور بخلاف مذکورہ ظہر خطارہ قاضی کا حکم دعویٰ صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضاء میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذ قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ یہ لیتی قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدیۃ زاد فی الزاویۃ خلافاً لحدی زاد فی البحر عالم نیفۃ قاض آخر یحیث لا یحون القول لہ فانہ لم یقض بوجود قضار التانی بہ قلل المصنف وہو قید حسن لم اف علیہ لغير صاحب البحر جب کہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہ ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں نیز یہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محمد کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ بت تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہ ہوا اس قید پر سوائے صاحب البحر کے اور کسی کتاب میں شرط نفاذ القضار فی المجتہدات من حقوق السباد ان لخصیر المحکم فی حادثۃ بان یقدروہ دعویٰ صحیحہ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضار کی مسائل اجتہاد یہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں اس طرح پر کہ نفاذ قضا پر دعویٰ صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک فی خصم سے دوسرے خصم پر جو منازع شرعی ہے م صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اس کو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اس کا نافذ کرنا جائز نہیں طحاوی نے کہا حقوق عباد کی تیس اس واسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں چنانچہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فضولی اور مودع اور مستلیر نکل گئے اس واسطے کہ ان کا نزاع معتبر نہیں انتہی غلو برین بحق علی آخر عند قاضی فقضی بہ بربانہ بدون منازعۃ و قاضی شرعیۃ و نزاع مینہا لم نیفۃ قضا وہ نفقہ شرط وہو التذاعی بحضور شرعیۃ و کان انتہ فی حکم بمذہب لا غیر کی ق منازع فی القضار و افادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سن کر اس کا حکم کر دیا بدون



منازعت اور غاصت شرعی کے اور بدون اس کے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا دارالقضایں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہ ہوگا سبب نہ ہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصوصت شرعیہ تو اب یہ قضاء نہ ٹھہرتی فتویٰ دینا ٹھہرتا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہم نے اس کو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اس کو بیان کیا فلورفع الیہ اسی الی المغنی قضاء مالکی بلا دعویٰ لم یلتفت الیہ وعلیٰ المغنی مقتضی مذہبہ عدم تقدم ما یمنع من ذلك لخروج قضا مالکی مخرج الفتویٰ لعدم تقدم المصنوع الشرعیۃ لیسے ہی شرط القضا والقضائی حق العباد تو اگر مرفوعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعویٰ کے تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور قاضی حنفی بمقتضائے اپنے مذہب کے عمل کرے سبب عدم تقدم اس شرط کے جو اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بحجت خروج قضا مالکی مخرج فتویٰ لینے انہام شرط سے قضا بمنزلہ فتویٰ کے ہوگی بحجت عدم تقدم خصوصت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذالرتاب القاضی فی حکم القاضی للاول لہ طلب شہود الاصل ہر فی القضا قید بارتیاب فی حکم الاول نافذانہ اذالم یرتب فیہ لایتعرض لہ جب تردو میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اس کو جائز ہے اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردو کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اُس میں اس کو تردو نہ ہو تو طلب شہود کا متعرض نہ ہو قال فی الفواکہ البدیۃ قالوا قضا العدل العالم لا یقض ویحل علی السداد بخلاف قضا غیرہ یعنی اذاتبین وجہ فسادہ بطریقہ فلثانی نقضہ انواکہ بدیہ میں کہا کہ فقہانے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہو تاکہ ہے بخلاف قضا اس قاضی کے کہ متقی نہیں یا جاہل ہے کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اس شرط سے جب کہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اس کے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اس کا توڑنا جائز ہے ہم قاضی اول کی قضایں اذنیاب کی یہ صورت ہے کہ وہ متقی نہیں جو چاہتا ہے اس کا حکم کر دیتا ہے اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہے کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ یہ بیان اس میں نہیں کہ وہ باغ ہے یا صاف زمین یا کہ قاضی نے رشوت لے کر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحاوی اذالرتب بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینقض مرنی اول البیوع من الخاصۃ والبرازیۃ والبحر جب کہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر نہ منعقد نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیوع میں خلاصہ اور نیز ابیہ انوار الراتی سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی او بیع فاسد وہ ہے جس میں وہ شرط ہو جو نقضاتے بیع نہیں اور ترتب کے لفظ سے اس پر اشارہ کیا کہ متعاقبین میں متارکہ واقع ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاوے گی کذا فی الطحاوی خبر قوم ما ثم سأل رجلا عن شئ فاقربہ وہم یرونہ وسمیعون کلامہ وہو لایراہم جازت شہادۃہم علیہ بذلک الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا سو اس نے اس شے کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی منفران کو نہیں دیکھتا ہے تو ان کی گواہی اس شخص کے اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامہ ولم یروہ لایجوز شہادۃہم علیہ لان التوثیق علیہ لیس فیہ غیرہ بان دخلوا البیت ثم خرجوا فجلسوا علی بابہ ولا مسلک لہ غیرہ ثم دخل رجل فسمعوا اقرارہ ولم یروہ وقتہ اور اگر لوگوں نے کلام اس کا سنا اور اس کو نہ دیکھا تو ان کی گواہی اس پر جائز نہیں اس واسطے کہ آواز شاہد ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جب کہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوائے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہیں ہے اس طرح پھر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اس کے دروازہ پر بیٹھے اور اس کو ٹھری کی سوائے اس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پھر ایک مرد اس کو ٹھری میں داخل ہوا سو ان لوگوں نے اس کا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اس کو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عفارار او حیوان او ثوب او ابنہ او امراتہ او غیرہما من اقرارہ حاضر بعلم بہ ثم ادعی الابن مثلاً انہ ملکہ لا تسمع دعواہ کذا اطلقہ فی المنزۃ والمکتبۃ وجعل سکوتہ کالانصاح قطعاً للتردید والخیل بیعاً عقاراً یا جائزہ یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اس کی عورت یا ان کے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہے اور بیع کو جانتا ہے پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعویٰ کیا کہ بیع میری ملک ہے نہ بائع کی تو اس کا یہ دعویٰ سموع نہ ہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تعریف بیان کیے ہیں کثر اور متقی میں اور اس کا ساکت نہ بنایا ان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور قطع میل فاسدہ کے واسطے ہم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعہ لمرزاد کو



اس کا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہے اور زلیعی نے فتاویٰ ابواللیث سے نقل کر کے اس میں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعویٰ اس کا سموع نہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہو جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہیں چنانچہ یہ مخفی نہیں اس پر جو فقہاء کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحاوی مختار و قالوا فیمن زوجہ بلا جہازان سکوتہ عن طلب الجہاز عند الزفاف رضی فلا یمکن طلب الجہاز بعد سکوتہ کما مر فی باب المہر اور فقیہوں نے اس مرد کے حق میں جس کا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی ہے عدم دہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہ ہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوتہ ولو جارا لا یكون رضی بخلاف اجنبی شخص کے اس واسطے کہ اس کا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہ ہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسليم وتصرف المشتري فيه زحوا وبنا تحيند لا تسمع دعواه على ما عدا الفتوى قطعاً لا طماع الفاسدة مگر جب کہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اس میں تصرف کیا زیادت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اس کا دعویٰ سموع نہ ہوگا بنا براس قول کے جس پر فتویٰ ہو گیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوے و بخلاف ما اذا باع الفضولي ملک رجل والمالك ساکت حیث لا یكون سکوتہ رضی عندنا خلافاً لابن ابی یعلیٰ بزاد فی آخر الفصل الخامس وغیرہ اور بخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیوں کہ اس کا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک بخلاف مذہب ابن لیلیٰ کے چنانچہ بزاد فیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اس کے سوا اور کتاب میں بھی م سکت مالک اس واسطے رضا نہ ہو کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا متحمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعتہ ثم ادعی انہا وقف علیہ ادعی مسجد کذا لو کنت وقتہا و اراد تحلیف المدعی علیہ لیس له ذلك اتفاقاً للثنا قاض وان اقام بیئہ تقبل علی الاصح لا الصحۃ الذعوی بل تقبل البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلاف ما صوبہ الزلیعی وقد حققناه فی الوقف و باب الاستحقاق ایک شخص نے زمین چچی چہر دعویٰ کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلا فی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اس کو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو یہ اس کو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اس پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر جمیع تر قول کے نہ اس وجہ سے کہ دعویٰ بائع کا صحیح ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وقف میں بدون دعویٰ کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے بخلاف اس قول کے جس کی زلیعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وصبت مہر بالزوجہا فماتت و طالبت و رثتها بمہر با و قالوا کانت الہیتہ فی مرض موتہا و قال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ بذا ما اعتمدہ فی النیۃ بقا لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ لمانی فتاویٰ النفسی ان القول للزوج فقال والاعتقاد علی ملک الروایۃ لانہم تعاد قواعلی وجوب المہر و اختلاف فی استقوط القول لمکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو مہر کیا پھر وہ مر گئی اور زوجہ کے وارثوں نے اس کا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ مہر اس کے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوجہ نے کہا بلکہ اس نے صحت میں مہر کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاویٰ قاضی خان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاویٰ نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول مقبول ہے سو قاضی خان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اس واسطے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول مظہر ہوگا الخ م باقی کلام قاضی خان کا یہ ہے کہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف مفاد ہوں قلت واقفہ فی تنویر البصائر واعتقدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کا اکثر من ان القول للزوج وان جزم بہ بشرحہ کا زلیعی دا بن سلطان بانہ الاستحسان قنبنہ اور ورثہ کے قول مقبول ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے بخلاف اس قول کے جس کا ملتقی لا بحر میں کثر الذائق کے مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول مقبول ہے اگرچہ زلیعی اور ابن سلطان کثر کے شارحوں نے اس کا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول مقبول ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو







کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یا نہیں مری تو اس کی نفی کی پھر یاد آتی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کہا لو  
 قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جابہ فشهدا وقال لا حجة لی علی فلان ثم اتی بہا بالجمۃ فانما یقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقاً لم یسمع لیس لیس  
 چنانچہ اگر ایک شخص نے کہا کہ فلا نے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پھر اسی شخص کو لایا سو اس نے گواہی دی یا یوں بولا کہ میرے حق میں فلا نے شخص پر کچھ  
 حجت شرعی نہیں پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہم نے مذکور کی یعنی بدیل امکان توفیق بالنسب ان ثم التذکر خلاف  
 اس کے جب کہ بولا کہ میرا حق نہیں پھر اس نے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہ ہوگا تناقض کے سبب سے مگر کوئی کہے کہ یہاں بھی نسیان اور تذکر سے توفیق مذکور  
 ممکن ہے اس کا جواب یوں ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں برات ذمہ و عاقلہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہ ہوگی کذا فی الطحاوی للامام  
 الذہبی ولہ الخلفۃ ان یقطع من الاطلاع انساناً من طریق الجادة ان لم یضرب بالمارة لان للامام ولایۃ ذلک فکذا انما ہے جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہے اس کو  
 اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا مین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اس قدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والوں کو ضرر نہ ہو اس لئے کہ بادشاہ  
 کو اس کا اختیار ہے تو اسی طرح اس کے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرب نہیں صادرہ السلطان ولم  
 یعین بیع مالہ فلو عینہ فکمرہ الا ان یأخذ البیعت طوعاً فباع مالہ بسبب المصادرة صحیحہ لانه غیرہ مکرمہ کا مرفی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور  
 اس کے مال کا بیچنا مقرر کیا یعنی یوں نہیں کہا کہ یہ مال بیچ کر مال دے سو اس نے اپنا مال بیچا مصادرة سلطانی کے سبب سے تو اس کی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ  
 بائع مکرمہ نہیں یعنی بیع پر بانسوس جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ میں مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اس کے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرمہ ہے یعنی  
 اس کی بیع اب صحیح نہیں مگر یہ کہ وہ شخص جس نے اس کا اپنی خوشی سے لے تو مکرمہ ہوگا بیع اس کی صحیح ہوگی کالذین اذا حبس بالبدین فباع مالہ لقضائہ صحیحہ  
 جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سے سو اس نے اپنا مال بیچا اور اسے دین کے واسطے تو بیع اس کی بالاتفاق صحیح ہے خوفہا زوجہا وغیرہ بالضرر  
 حتی و ہبت مہرہ لم یصح ان قدر علی الضرب لانیاً مکرمہ علیہ زوجہ کو اس کے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارے یہاں تک کہ اس نے اپنا مہر بخش دیا تو یہ  
 بیع صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اس واسطے کہ اس پر جبر ہوا مال کی بخشش پر ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اس واسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ  
 ثابت نہیں ہوتا وان اکرمہا علی الخلع و فح الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکرہ واقع ولا یلزم المال بل ما قلنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اس  
 نے خلع کیا بعض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ مکرمہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا  
 اس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ میں مذکور کی م اس میں نظر ہے اس واسطے کہ زوج مکرمہ نہیں طلاق میں کذا فی الطحاوی عن المصنف ولو احوالت انساناً علی الزوج  
 ثم و ہبت المہر الزوج لم یصح قالہ فی الحلیۃ قلت انما لایتم بقبولہ فیعلم جلیتہا الا ان یقال انہ یتیمکن المال من مطابقتہ برفعہ الی من لا یشرط قبولہ اور اگر زوج نے ایک  
 انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخش دیا تو وہ صحیح نہ ہوگا فقہوں نے کہا ہے کہ اور یہ حلیہ ہے میں کہتا ہوں کہ حلیہ مذکورہ تمام نہ ہوگا  
 مگر زوج کے قبول سے سو زوج اس کے حلیہ کو معلوم کر جاوے گا یعنی تو کیوں کر قبول کرے گا اور حالاں کہ اس کا قبول کرنا شرط ہے مگر یہ کہ یوں جواب دیا جائے  
 کہ محال یعنی صاحب دین جس کے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اس کی مالش کر کے اس جو محال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ  
 بیراً فی ملکہ او بالوعدۃ فممنہا حائط جارہ و طلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ ومفادہ ان یومر بالرفق و نال لادی ایک شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا  
 نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اس سے اس کے ہمسایہ کی دیوار تر ہو گئی اور اس کے ہمسایہ نے اس کی تحویل چاہی تو اس پر حاکم جبر نہ کرے گا اور عدم جبر سے مستفاد  
 ہوتا ہے کہ اس کو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کی وجہ سے م عدم جبر کی وجہ سے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہے وان سقط الحائط منه لم یضمن



عدم تعدیہ اذا حفر فی ملک فکان تسببا اور اگر دیوار گرتی پانی کی تراث سے تو کھرنے والے پر ضمان لازم نہ ہوگا اس کے عدم تعدی سے اس واسطے کہ اس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اس کا اور ضمان فاعل ہوتا ہے نہ تسبب و مرتبی آخر الاجارۃ انہ لوستقی ارضہ متقیلا لا تخملہ فتعدی لجاہر ضمن اور کتاب الاجارۃ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اس میں پانی نہ ٹھہرا سوا اس کے ہمسایہ تک پہنچا یعنی اس کا نقصان ہوا تو تاوان دے گا عمر وار زوجہ بکالہ باذنہا فالعمرۃ لہا والنفسۃ دین علیہا نصیحتہ امر بازوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اس کی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے اپنے دین کے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمرۃ لہ و چون غاصبا للعرۃ فیوم بالتفریح بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوجہ ہے اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اس کو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اس کی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا بلا اذنہا فالعمرۃ لہا و بموجب شروع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کے واسطے بنائی بدون اس کے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے میں احسان کرنے والا ٹھہرے گا تو خرچ کا لینا اس کا جائز نہ ہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ دلا بینهما فاقول المنکر بيمينہ اور اگر زوجہ بین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اس کے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا و فی ان العمرۃ لہا اولہ فاقول لہ لانہ ہو المملک کا افادہ شیخنا و تقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اس میں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہاں زوج کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ وہی تو مملک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اس کو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال بذہ و ضیعتی ثم اعترف بالخطا و صدقۃ فی خطاہ فذلک ان تیزوجہا ازالم تثبت علیہ بان قال افادہ بانہ لا تثبت الا بالقول کقولہ بحق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہودا و اما معنی ذلک من اثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیرخوار ہے یعنی میری زوجہ کا اس نے دو دھریا ہے پھر اس نے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اس کے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثبوت نہ رہا ہو اس طرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا کہے یا اس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو جو باہر معنی ہو ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہ ہوگا مگر قول ہی سے م مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہنا کہ اس کی شیرخوارگی حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اس پر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اگرچہ عورت بھی اس کی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کہ ان فی الخطا وی دلیل کیونکہ تکرار اقرار بذلک ثباتا بخلاف مبسوط فی المبسوط و حاصلہ ان التکرار لا تثبت بہ الاقرار اور شیرخوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مبسوط میں مشرح مذکور ہے اور حاصل مبسوط یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا مطلقا وی نے کہا کہ اگر شارح بجائے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا و لو اخذ جل غریبہ فتنر عنہ انسان من یدہ لم یضمن لانہ تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سوا ایک آدمی نے اس کو اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ کھینچ لینا سبب سازی ہے بھاگنی کی م و اتن کی حق تلفی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی متضاف نہ ہوگی جو اس پر ضمان لازم آوے و کذا اذا دل السارق علی مال غیرہ او امسک ہار یا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ کما قلنا اور اسی طرح جب کہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سوا اس نے چورایا یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگاتھا اس کو پکڑ رکھا یا تک کہ اس کے دشمن نے اس کو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور مسک پر لازم نہ آوے گا اس وجہ سے جو ہم نے مذکور کی یعنی تسبب م یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ مسک کے فعل سے فی یدہ مال لا انسان فمال لہ سلطان ارفع الی ذالک المال والایۃ الی قطع یدک او ضربک خمین فدفعہ لم یضمن الدافع لایکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے



اس سے کہا کہ یہ مال مجھ کو دے اور اگر مجھ کو نہ دے گا تو تیرا ہاتھ کاٹوں گا یا تجھ کو پچاس بار ماروں گا سو اس نے اس کو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ اس پر اگر وہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوائی علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لا تسمع دعواءہ <sup>۱</sup> بعد از بقول ذکرہ فی القینۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعویٰ جو فلان نے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اس کا دعویٰ سموع نہ ہو گا قینہ میں اس کو ذکر کیا ہے الا اجازۃ تلحق بالافعال علی الصبیح فلو غصب علیا الانسان فاجاز المملک غصبہ صح اجازۃ وجبت فی غیر الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صبیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اس کا غصب جائز رکھا تو اس کی اجازت صبیح ہوگی اور اس وقت میں تعری الدردہ ہو جاوے گا غاصب تاوان سے ہم اجازت افعال کی قید اس واسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں دوا ترفع بہ قمارہ بالمحفظہ لا یراعن الضمان مالم یحفظ و تمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے مغلوب سے نفع لیا پھر مالک نے اس کی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہ ہو گا جب تک اس کی بخوبی حفاظت نہ کرے گا اور اس کا پورا بیان عمادیہ میں ہے م انتفاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نہ کرے گا اور اس کو حفاظت کا امر ہو گا تو مجبر و لمر بالمحفظہ کے غصب سے خارج ہو جاوے گا کذا فی الطحاوی و نفع منجلا فی الصحاح لم یصید بہ ہمار وحش و سبی علیہ فجل فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجده میتا من ساعتہ لم یجل زلیعی و وجد الحمار مجروحاً میتا لم یوکل لان الشرط ان یدبحر انسان او یجرح والا فہو کالمنطقۃ یجالی یا جال جنگل میں تاکہ اس سے گوزر کا شکار کرے اور اس پر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہاں آیا اور گوزر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاوے گا اس واسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اس کو آدمی زنج کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینک کے زخم سے مر گیا شارج نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اس واسطے کہ اگر اس کو اسی ساعت میں مردہ پایا تو حلال نہ ہو گا کذا فی الزلیعی کہ تحریراً و قبل تنزیہاً بالاول ارجہ من الشاة سبع الحیدر و الخسیۃ و الغدۃ و المثنانۃ و المراتۃ و الدم المسفوح و الذکر للآثر الوارد فی کتبہ ذلک مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے ساتھ چیزیں فرج اور خسیۃ اور غدۃ اور پٹہ اور جاری خون اور نازا بدیل اس اثر اور خبر کے جو اس کی کراہت میں وارد ہے شارج نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب دلیل ہے و جمہا بعضهم فی بیت واحد فقال ۱۰ نقل ذکر و الاثنیان شاة ۱۱ ذلک دم فم المراتۃ و الغدۃ ۱۲ و بعض فقہیوں نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا سو یہاں کہا ہے سو تو کہہ کہ مکروہ نازا ہے اور دونوں فوطے اور پھینک اسی طرح خون پھرتا اور غدۃ دم اس بیت میں چھ چیزیں ہیں نہ سات ۱۳ وقال غیرہ ۱۴ اذا ما ذکیت شاة فکلها ۱۵ سوی سبع نفین الوبال ۱۶ فمار ثم خارج ثم فین ۱۷ و دال ثم میمان و ذال ۱۸ اور غیر ناظم سابق نے یوں نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری فرج کی جلتے تو اس کو کھا سوائے سات چیزوں کے کہ ان کے کھانے میں وبال ہے سودہ حار مہملہ ہے پھر خلتے معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر و میم اور ذال معجمہ م حار مہملہ سے میا یعنی فرج مراد ہے اور خا ہجیم سے خسیۃ اور غین سے غدۃ اور دال سے دم اور میم اول سے مثنانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہے للقا ضی اقراض مال الغائب و الطفل و الملقطۃ بشرط تقدمت فی القضاۃ قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضا میں مذکور ہو چکیں م شروط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہ ہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنے والا نہ ہو اور مستقرض مقدور والا ہو دے بخلاف الاب والوصی والمندقط الا اذا اشد احتی شاع جاد تصدقہ فاقراضہ اولی زلیعی برخلاف باپ اور وصی لقطہ پانے والے کے یعنی باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہے مگر جب کہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کر دے یہاں تک کہ وہ مشہور ہو جائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق لے بالمنہج بالکسر یا یجوز ۱۹ او ایضاً کذا فی الطحاوی ۲۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰

۱۔ یہ ترجمہ نا سب نہیں اس لیے کہ منہج درستی یا شکار کے نیزہ کو کہتے ہیں اور گوزر کا زخمی پایا جانا بھی یہی جانتا ہے کہ ایسے ہی معنی ہوں تو ترجمہ یوں چاہیے تھا کہ نیزہ یا درستی کو بسم اللہ کہہ کر لٹھا کر دیا ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰

۲۔ لیکن ظاہر ہے کہ زمین خواہ مادہ میں چھ ہی چیزیں ہوں گی سات کا اجتماع نہیں ہو سکتا اس لیے گویا قاضی نے ذکر سے شرم نگاہ مراد ہے کہ زمین ذکر ہو گا اور مادہ میں فرج ۱۲۔







رکعت ہے اور مال کو جو فتنہ ہے درست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت میں ایک طرح کا استبعاد ہے تو اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں اور میں تو اس حکایت کی صحت کو امام کی طرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہیں کہتا مگر ایسے کلام کو حرام کہتا ہوں اور اس کی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصاً اس زمانہ میں جس میں بدعات اور اقوال خلاف شرح ذات اور صفات حق تعالیٰ میں پھیل پڑے ہیں انتہی من شرح الوہابیہ کذا فی الطحاوی م سبحان اللہ علما دین ایسے قول پر اس قدر انکار کرتے ہیں اگر ہمارے زمانہ کے معتدین اور بے باکوں کا کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعدا باللہ من مور الادب و فضول الکلام ثم رایت شیخا قال قضی بفقہ علی نفسہ بالانکار وانہ کان یمنی لان یدونہ و باللہ التوفیق پھر ہم نے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنے شارح و بیانہ نے نقل کلام و ہبانیہ سے اپنی ذات پر نظریں کی یعنی میں نے ایسے کلام موشن کو ماقی نقل کیا اور مصنف و ہبانیہ کو اس کا مدون کرنا اور کتاب میں داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہیں م طحطاوی نے کہا ابن شحنے کا مذہب ہے کہ وہ نظم و بیانہ کا شارح ہے اور اس نظم میں یہ بیت بھی داخل ہے صحتی خشفۃ خابرة بحیث لوراء انسان طنہ مختونا و لما فقطع جلدہ ذکرہ الا بمشدد یلم ترک علی حالہ ایک رو کا ہے جس کی پیروی اس طرح غور ہے کہ اگر آدمی اس کو دیکھے تو گن کرے کہ اس کا ختنہ ہو چکا ہے اور اس کے نازے کی کھال قطع نہیں ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اسی حالت پر چمچرا جاتے م ختنہ سے عرض انکشاف خشفۃ ہے پھر جب کہ وہ خود خود ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہ رہی شیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اس بڑھے کے جو مسلمان ہو گیا اور کعب کا ردل نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جائے ولو ختن و لم تقطع الجلدۃ کلہا یبظفر ان قطع اکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فمادونہ لا یكون ختانا یندبہ لعدم الختان حقیقۃ و حکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ ہے ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف کٹی تو ختنہ لائق شمار کے رہا اس کی حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی حقیقی ختنہ وہ ہے جس میں سب کھال کٹے اور حکمی ختنہ وہ ہے جس میں نصف سے اکثر کٹے لائن لا کثر حکم الکمل والا اصل ان الختان سنتہ کا جاری الخیر و بد من شعار الہ اسلام و ختنہ نلوا اجتماع اہل بلدۃ علی ترکہ حلہ ہم الامام فلا ینکر الا العذر و عذر شیخ لا یبطلہ ظاہر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردوں کے حق میں سنت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے اور وہ علامات اسلام اور اس کے خصوصیات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کریں تو مسلمان کا حاکم ان سے قتال و جدال کرے تو ختنہ کسی طرح ترک نہیں ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بڑھا کہ مسلمان ہو اور اس کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس کا عذر ظاہر ہے ورنہ غیر معلوم و قیل سبع سنین کذا فی الملئقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہے یعنی کسی عمر میں ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہیں اور بعضوں نے کہا ختنہ کا وقت سات برس میں کذا فی الملئقی م وجہ اس کی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اسی عمر میں اس کا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی میں مذکور ہے اور عزازہ اکمل میں آنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کم تر ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بعضوں نے کہا جب تک بالغ نہ ہو ختنہ نہ کرے اس واسطے کہ ختنہ طہارت کے واسطے ہے اور قبل بلوغ کے اس پر طہارت واجب نہیں کذا فی الطحاوی و قیل عشر اور بعضوں نے کہا کہ دس برس میں ختنہ کا وقت ہے م وجہ اس کی یہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے حکم ہے تاکہ اس کو عادت پڑے نماز کی و قیل اثناعشر ختنہ و قیل البصرۃ بطاقتہ و ہوا لاثبہ اور بعضوں نے کہا کہ انتہا مدت ختنہ بارہ برس میں اور بعضوں نے کہا طاقت فضل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر بدلیل ہے وقال ابو حنیفہ لا علم لی بوقتہ ولم یر و عنہما فیہ شئی فلذا اختلف الشاخی فیہ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجھ کو علم نہیں ختنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین سے بھی اس میں کوئی روایت وارد نہیں تو اسی واسطے عالموں کا اس میں اختلاف واقع ہوا و ختان المرأة لیس سنتہ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہیں ہے بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے مکرمہ ہے م یعنی حق تعالیٰ نے مشرعیت ختان نسائے مردوں کا اکرام کیا اس واسطے کہ وہ الذہبے جماع میں کذا فی الطحاوی و قیل سنتہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے و قد جمع البیہوطی من ولد خنوتنا من الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام فقال ے و فی للرجال فتونا لعل خلقہ بثمان و تسع طبعون اکام ۳ و ہم ذکرنا

لہ میں اس کی پناہ مانگتا ہوں بے ادبی اور بے جودہ کلام سے ۱۲ سئلہ ۱۱ اس لیے کہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہے ۱۲۔







سواروں کی باعث سے کہا کہ تو تم میں سے آگے بڑھ جائے وہ مجھ سے اس قدر مال لے یا اس نے تیرا زور سے کہا کہ جس کا تیرا نشان پر لگے وہ اتنا پاب ہے تو جائز ہے اور مسابقت کے مانند فقہاء میں اگر کسی مسلم میں تنازع واقع ہو اور معصیت کے واسطے مال مقرر ہو ایک جانب سے بشرط احوال ثابت محفل کے اس لئے کہ حلت کی وجہ سے کوشاں ہے کیوں کہ دونوں باہوں میں سکھا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلام کلمۃ اللہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحاوی ولا یجوز الاشتباہ فی غیر ذلک الا بوجہ کالمعطل بالجعل والاباح جعل فیجوز فی کل شئی واما فی الزلیجی اور ان ہمارے کے سوا یعنی گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیرا کندی کے سوائے اور چیز میں چنانچہ غنیمت پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال شرط کر کے جائز نہیں اور بدو مال کے تو ہر شے میں مسابقت جائز ہے اور اس کا پورا بیان زمینی میں ہے م۔ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاویٰ عالمگیری میں علمی سے منقول ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت میں جواز مذکور ہے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر معلوب شخص مال مشروط کو دے تو حاکم حیر سے اس کو نہ لاوے گا اور یکم قنار اس یہ نافذ کرے گا ولا یصل علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکہ الا بطریق التبع اور لفظ صلوة کا سوائے حضرت انبیا اور سوائے حضرات ملائکہ کے اوروں پر نہ بولا جائے مگر بطریق پیروی م یعنی یوں کہنا چاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد علیہ بطریق تبعیت کے یوں کہنا درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وصل علی آل واصحابہ وادبیہ وامنہ طحاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوة کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقورہ تعالیٰ (ابوالندی یصل علیکم واولئک علیہم صلوة) لیکن جمہور علما اس کے مانع ہیں اس واسطے کہ حضرت انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا ان کے ساتھ شریک ہوں گے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ مکروہ محرم ہے یا تنزیہی یا ترک اولیٰ ایسا ذکر کیا ہے نبوی نے اذکار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کے واسطے دعا کا لفظ صلوة اس واسطے مشروع ہوا کہ اس میں تعظیم اور تکریم ہے اور العالیہ نے کہا کہ معنی صلوة اللہ علی نبیہ کی شاکرنا ہے حق تعالیٰ کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوة ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوة غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے شاکر کرنے کی طلب گاری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحاوی وبل بحوزہ الترحم علی النبی قولان یلغی قلت فی الذخیرۃ انہ یکیرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اس میں رد قول میں جواز اور عدم جواز کذا فی الزلیجی میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یوں کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہیں م بعضوں نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اس لئے کہ صلوة کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولذا غیر انبیاء اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اس واسطے کہ انبیاء مرہوم میں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اس واسطے کہ سب تنبا سے ہی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر شائق ہیں رحمت الہی کے خزانہ اکل میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس حدیث سے واجب ہے توفیق غریب مسکین فرید طریق کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حریم کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم بہ تعظیم ہوا علی راؤ بکر اور عمر و عثمان کے ہیں رضی اللہ عنہم انتہی فی الطحاوی و وجوزہ السیر علی تبعاً لا استقلالاً لکیکن التوفیق و بالذات التوفیق اور سیوطی نے اس کو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ولست یجب التضرع للصحابۃ اور مستحب ہے صلوات کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا م اس واسطے کہ صحابہ کرام طلب غنائے الہی میں نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ قطب انقلاب ہوں ہوں ان کے اپنی مرتبہ والے کی برابر نہیں ہو سکتے جس کو اس میں تردد ہو وہ احیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذا فی القرین و لقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے ان لوگوں کو جن کی نبوت میں اختلاف ہے چنانچہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما و قبل نقال صلی اللہ علی الانبیاء و علیہ وسلم کما فی شرح القدرۃ للکرمانی اور بعضوں نے کہا جن کی موت میں اختلاف ہے ان کے نام لینے کے وقت یوں لے صلی اللہ علی الانبیاء و علیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح تفسیر میں مذکور ہے والرحم للصابغین ومن بعدہم لہ جہاد کہتا ہو ۱۱۔ یعنی تیسرے شخص حال کرنے والے کو داخل کرنے سے ۱۲۔ لہی صلوة نازل کر آل محمد پر اور صلوة نازل کر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۳۔ لہی صلوة نازل کر ذوالقرنین رضی اللہ عنہم پر اور ان کی آل اور اصحاب اور اولیاء امت پر ۱۴۔ لہی رحمت صبح آل ابی اوفی پر ۱۵۔ لہی رحمت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ۱۶۔



من العلماء والعباد وسائر الاخيار اترجم کا لفظ تابعین کے واسطے ہے اور جو ان کے بعد ہیں ازترجم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ م تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ہوا ترجمہ للمصنوع والترصی للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسی طرح عکس اس کا جائز ہے معنی ترجمہ صحابہ کے واسطے اور ضعیف عنہم تابعین اور ان کے بعد کے صاحبین کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسے ذکر کیا ہے کرمانی نے ومن ولہذا کتب نقیہ میں امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونوں لفظ مذکور ہیں وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للمصنوع بالترصی والتابعین بالرحمة ومن بعدہم بالمحقرۃ والتجاوز لوزن یلعی نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے واسطے ضعیف عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد اور لوگوں کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے منعوت اور تجاوز کی اس لئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دنیویہ کے اہتمام میں قلب قلت ہو گئی کذا فی الطحاوی عن الحموی والاعطار باسم البیروز والمہر جان لا یجوز لے الہدایا باسم بدین الیومین حرام اور نوروز اور مہر جان کے نام سے دینا جائز نہیں یعنی تحائف رسانی ان دونوں کے نام سے حرام ہے م نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہر جان سولہویں تاریخ ہے مہر ماہ کی آتش پرست دونوں دنوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسی طرح بولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے کہ مشابہت ہے مہو کی دان قصد تعظیم کا بظہر المشرکون کفر قال ابو حفص البکیر ان جلا عبد اللہ حمین سندہ ثم ابدی لشکر یوم البیروز بعبقہ تردی تعظیم یوم نقد کفر وجب عملہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم بزرگیم مقصود ہو جس طرح مشرک اس کی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنے والا کافر ہو جاوے گا ابو حفص کہتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے حق تعالیٰ کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقتل تعظیم نوروز کے تو بے شک وہ کافر ہو گیا اور اس کا عمل جبط ہو گیا یعنی سدی عبارت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولوا ہدی مسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادی الناس لا یفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی میں لوگوں کی عادت پر چلا تو کافر نہ ہو گا دینیغی ان یصلہ قبلہ او بعدہ لغیا للشیبۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اس کے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہ ہو لیکن مشابہت کفار کی بلا شک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کے واسطے ولو شرکی فی مالم یشرۃ قبلہ ان اراد تعظیم کفر وان اراد الاکل والشرب التثعم لا یفر یلعی نور اگر نوروز کے دن وہ چیز خرید کی جو اس کے قبل خرید نہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھاتے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہ ہو گا ولا باس بلبس القلانس غیر حرید وکرہ اس علیہ ابرہیم فوق بلوغ اصالح سراجیہ اور کچھ مضائقہ نہیں قلانس کے پہننے میں سوائے ریشمی کے اور سوائے اس کپڑے کے جس پر ریشم ہے چار انگلیوں سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اس کو سر پر رکھتے ہیں کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اس واسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ میں ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحاوی وسمی انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جس پر چارہم انگل سے زیادہ ریشم ہو اس کے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے بخلاف اس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسور حریری کی حلت کو ہے کذا فی الطحاوی وندب لبس السواد وارسال ذنوب العمامۃ بین کنفیہ الی وسط ظہرہ وتین لموضع الجلوس وقیل شر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور تمامہ کاشا لکنا وریا دونوں مؤید ہوں گے آدمی پیچہ تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا ایک بالشت دیکرہ اسی للرجال کما مرنی باب الکراۃ لبس المعصفر امر عفر قول ابن عمر رضی اللہ عنہما ہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایکم والا عمر فانہما زی الشیطان اور مرووں کو مکروہ ہے چنانچہ باب الکراۃ میں گذرا ہنا کسم کا اور عفران کے رنگین کپڑے کا بدیں قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو گرن سے کہ وہ ہیئت الالباس ہے شیطان کا ولستحب النجلی وابع اللہ الزینۃ بقولہ تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التي خرج لعبادہ الا یہ اور مستحب ہے تجمل اور انش اور حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کیا ہے بدیں قول حق تعالیٰ کے تو کہ کس نے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے نکالی الی الآخر الآیۃ ہم مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اس کی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جس کی قیمت ۴۰ دینار تھی بدیں آیت کریمہ



قال من حرم زینۃ اللہ (آیہ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس پر نمودار ہو اور ایک بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے روئے مبارک پہنے جس کی ہزار درم قیمت تھی اور ایک بار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر رات تھی جس کی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ زلیبی نے ذکر کیا ہے امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المؤمنین عکرمہ ایسا تمیض پہنتے تھے جس پر ایسے اور ایسے پیوند تھے امام نے جواب دیا کہ وہ امیر المؤمنین تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ بغیر کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو ان کے عامل اس میں ان کی پیروی کرتے اور اگر عامل کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحاوی عن الشیخ عن ابی اسود وللشباب الغالم ان تقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرئ فیما قال اللہ تعالیٰ والذین اولوا العلم درجات ثار لرفع اللہ من یفعل اللہ فی جنہم وسم اولوا الامر علی الاصلح مودۃ الانبیاء بلا خلاف اور جو ان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالیٰ نے فرمایا اور جن کو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اس کو ذلیل اور خوار جانے کا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا اور اولوا الامر سے جن کی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علماء دین ملو میں بنا بر صیحت ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق اس میں خلاف نہیں پوری آیت یوں ہے واذا قیل انشرنا النشا و انشرنا النشا ویرفع اللہ الذی امنوا منکم والذین اولوا العلم درجات واللہ بما عملون جیر یعنی جب کہا جائے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہو اگر وہ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات ان کے جو ایمان لائے تم میں سے اور ان کے جن کو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا عالم اور دانہ ہے تفسیر سیفادی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالموں کے بالمخصوص درجات بلند کئے کیوں کہ علم اور عمل کے جامع ہیں اس واسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہے جو مقررین بزمیہ رفعت ہے اور اسی وجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کی جاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے نفیلت عالم کی عباد پر جیسے چودہویں رات کے چاند کی نفیلت باقی ستاروں پر انتہی طحاوی نے کہا ازی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے اہل علم کو مجلس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کس قدر ان کی نفیلت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرت کے بعد بھی علماء کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس نے کہا کہ علماء کے درجات اور مؤمنین کے اوپر سلت سورت ہے پس ہر درجہ ۵۰ برس کی راہ ہے زندگی میں نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر کیسا ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے انتہا کلام نہ کرے اور اگر وہ کہیں گیا تو ترس کے مقام پر نہ بیٹھے اور اس کے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے میں اس کے آگے نہ چلے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے جس سباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے زکریا سخت راتح ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب علم دعا کریں لوگوں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ ان میں جو نیک ہیں وہ اور نیکوں سے بہتر ہیں اور جو ان میں بد ہیں وہ اور بدوں سے بہتر ہیں کذا فی الطحاوی مستطرف میں امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو علم کیسے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جاہل کو اتنی مذلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزا ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خواہ جاتا ہے اختصیب لاجل الشریح للنساء واللہ فی الجاہل فی الاصلح ویکرہ یلموہ و یقل لا دوسری الخطر ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کے واسطے اپنی زوجہ اور اپنی محال بوٹیوں کے لئے تو جانتا ہے صحیح تر قول میں اور یہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الخطر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے مجھ کو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اس کو میرا آرائش کرنا اس میں اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ نہیں بلکہ وجہ میں ہے کہ صغیر کو منبندی وغیرہ ہاتھ پاؤں میں لگانا لائق نہیں کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتوں کو سباح ہے اکل کی شرح مشرق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علماء میں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں انس نے کہا کہ مجھ کو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہیں اور بعضوں نے کہا کہ خضاب کیا تھا ان کی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضرت کا زندہ خضاب دیکھا اور قول قتادہ یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا ہو جو جس نے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اس



کابھنوں نے کہا کہ ترک افضل ہے اس لیے کہ تغیر پیری سے بہی طرد ہے اور علمائے کہا کہ خضاب افضل ہے اس واسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا۔  
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان  
 اور ابن عباس اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیوں کا یہ مذہب یہ ہے کہ خضاب اور رسمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ قتادہ بن قیس نے خضاب میں مذکور  
 ہے نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور اصح قول میں خضاب سیاہ حرام ہے اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ  
 پیری کو تغیر کرنا اور بچہ سیاہی سے انتہی قول الا کمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدیں کے حق میں ہے اور غازیوں کو حرام نہیں کافروں پر رعب ڈالنے کے واسطے اور اصحاب کبار نے  
 جو سیاہ خضاب کیا شاید اس کا یہی محل ہے قالہ الحموی کذا فی الطحاوی میں نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب  
 ہے جو رسمہ کے سوا اور چیزوں سے ہو اس واسطے کہ صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک محضوب بہ رسمہ تھی واللہ اعلم کیا بخیر ان یا کمل مشکافی  
 الصحیح لما روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکل مشکا مجمع الفتاویٰ جیسے جائز ہے کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح میں اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے  
 کھانا کھایا تکیہ لگا کر کذا فی مجمع الفتاویٰ اخذتہ الزلزلة فی بدیۃ فخر الی الغضار لا یکرہ بل یستحب انزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحارث المال ایک شخص کو زبرد معلوم ہوا  
 اپنے گھر میں سو وہ جاگا میدان کی طرف تویہ مکرہ نہیں بلکہ بھاگنا مستحب ہے پس فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حبلی دیوار سے وازا خرج من بلدة بها طاعون فان  
 علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالیٰ فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عنده انه لو خرج نجی ولو دخل ابتلی به کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانا لا غناء  
 وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاویٰ اور جب کہ انسان نکلا اس شہر سے جس میں وبا ہے سوا اگر وہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالیٰ کی تقدیر سے ہے تو کچھ ضائقہ  
 نہیں اس کے نکلنے میں وبا کے شہر سے اور وہاں جانے میں جہاں وبا نہیں ہے اور اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر دیکھے شہر میں گیا تو  
 اس میں مبتلا ہو گا تو اس کو یہ مکرہ ہے تو وہاں نہ جائے اور نہ وہاں سے نکلے تاکہ اس کا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی یہی حدیث  
 شریف میں محمول ہے کذا فی مجمع الفتاویٰ فقیہ فی بلدہ لیس فیہا غیرہ افضہ منہ یرید ان یغیر و لیس لہ ذلک بزادیہ وغیرہ مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر میں  
 ہے کہ وہاں اس سے زیادہ ترکوفی عالم نہیں اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو اس کو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ بزادیہ وغیرہ میں ہے یہ قول محمول ہے اس جہاد میں  
 جو غور فرض عین نہیں ہو گیا اس واسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانوں کو زیادہ تر ہے ثواب میں اس جہاد کے ثواب سے جو فرض عین نہ ہو بلکہ فرض بالکفایہ  
 ہے قضی المدیون الدین الموصل قبل المحلول او مات فعل بموتہ فاخذ من ترکۃ لا یاخذ من المراثی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الايام  
 و ہو جواب المناخرین قنیہ و بہ انتی المرحوم ابوالسعود آندی مفتی الروم و علیہ بالرفق للبا بنین تقدمتہ قبل فصل القرض مدیون نے دین موصل کو میعاد کے  
 آنے سے پہلے ادا کیا اور مدیون مر گیا سوا اس کے مرنے سے دین حال ہو گیا یعنی موصل نہ رہا فی الحال واجب الادا ہو گیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو  
 نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ میں مذکور ہے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے  
 مرحوم ابوالسعود آندی مفتی بلا دروم نے اور رعایت جانبین کو اس کی وجہ مذکور کی ہے اور مقرر میں نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہے صورت اس کی  
 یہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد دین ادا کیا یا پانچ  
 مہینے کے بعد وہ مر گیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوٹے کذا فی الطحاوی فرغ مسئلہ ملحقہ شاح کانی آخر الکتاب فیغنی لفظ القرآن فی کل اربعین یوما  
 ان یختم مرۃ آخر کثر الدقائق میں ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چالیس دن میں ایک بار قرآن مجید کو ختم کرے اس واسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت تعالیٰ  
 انشاء برہون القرآن خاتمہ قرآن خواں پر سلام کرنا چاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا اور نہ دنیا دونوں درست ہیں قول صحیح میں اور جب قاری آذان سے  
 ف۱۔ جواز خضاب و رسمہ ۱۲۔ ف۲۔ قرآن کے احکام ۱۳۔ کیا نہیں سمجھے قرآن کو ۱۴۔



تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سننے اور حبیبی کا نام قرآن میں آدے تو اس پر صلوٰۃ واجب نہیں امام سے روایت ہے کہ جس نے قرآن کو مال میں دوبار تم کیا تو اس نے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نہ کرے مگر باپ یا معلم یا عالم کے واسطے قنویں میں ہے کہ ہر مہینہ میں ایک بار ختم کرے اور مستحب ہے کہ اس کے واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو قنایل اور شموع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور ان کے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کثرت میں ختم نہ کرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایک بار اس کو قرآن سناوے جو اس سے زیادہ ترجیحا ہو اور بہترین اوقات قرآن کی واسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سرائے کے واسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نہ رکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے ترکہ وہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور کسی ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہتے ہو گیا ہو کہ اس میں پڑھنا لیکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بنی قبر کے مانند بھود کر دفن کر دے یا اس کو دھو ڈالے یا ایسی جگہ میں رکھ دے جہاں نجاست اور طمحوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتبہ منظمہ کی طرف پاؤں پھیلا نا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ ترک کوئی گناہ نہ دیکھا کہ مرد آیت یا سورت بکھر کر بھول گیا نسیان سے مراد ہے کہ اس کو مصحف سے پڑھنا لیکن نہ ہو اور لیٹ کر قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اور اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذافی الطحاوی ملقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم





# کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں ہم فرائض جمع ہے فرائض کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں معنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اس واسطے نام رکھا کہ سماں مقدر مقطوع مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اس میں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فی اصول من فقہ و حساب لغز با حق کل من التزمہ فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے ہم اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اس کے تین ہیں وارث اور مورث اور مورث اور شرط اس کے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم و جوارث کا اور اسباب اور موانع اس کے آگے مذکور ہوں گے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل اجماع امت ہے چنانچہ داد سے کی ارث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی المطاوی مختصر او المحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں ہر استقرائی ہے نہ صریحی لان الحق اما للمیت او لاولاد اس واسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول البتیز والثانی اما ان متعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولاد وہو المتعلق بالبعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ مین اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جس میں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وہی فرائض لان اللہ تعالیٰ قسمہ بنفسہ وادئمہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اس لئے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اس کو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرایا اور اس کی تقدیر ملک مقرب اور بنی مرسل پر مفوض مین کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود یکہم مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہ اسے کہ ان میں نسوس مجمل ہیں سنت نبویہ میں اس کا بیان واقع ہوا کذا فی المنع قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لبشرۃ بالنفس لا غیر واما غیرہ فبالنفس تارة وبالقیاس اخری میں کتابوں اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نفس سے نہ غیر نفس سے اور غیر فرائض تو کبھی نفس سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے ہم بیان اس کا یہ ہے کہ علم یا فقط نفس سے ثابت ہے یا نفس اور غیر نفس دونوں سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نفس سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نفس اور غیر نفس دونوں سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہیں اور نفس سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع است



سے ثابت ہیں وکیل استدلالہ بالموت وغیرہ بالجیوة اور بعضوں نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے جیات سے ہم یعنی فرائض نصف علم اس واسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہیں موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموعہ دو حال کا لہذا حدیث شریف میں فرائض کو نصف علم فرمایا اور بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے ہم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیار جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہب کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اس واسطے فرائض کو نصف علم فرمایا و ہل ارث الحمی من الحمی ام من المیت المعتد اتانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندہ کو زندہ سے ہوتی ہے یا مردے سے معتد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا کذا فی شرح الوہبانیۃ م شرح وہبانیۃ میں ہے کہ ارث کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزاء جزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مر جانے مورث کے ہے اس واسطے کہ جب تک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اس کا وارث اس حالت میں مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصوں کی ملوک ہو علی وجہ الحال اور اس امر کو عقول تسلیم نہیں کرتیں کذا فی الطحاوی مختصر یہ بعداً من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق لغيرہ یعنی اگر اس والبعدا لجانہ والمادیون المدیون والمبیع المجبوس بالمشن والدار المستجرة ابتداء کی جائے میت کے اس ترکہ سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ بیع جو مجبوس بنی ہے اور اجارہ کا گھرم ترکہ لخت میں معنی متروک ہے اور اصطلاح میں ترکہ وہ مال ہے جس کے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل و عیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرور رکھا پھر راہن مر گیا اور باغ مرتن کے پاس ہے اور راہن نے سوائے باغ کے کوئی مال نہیں چھوڑا تو مرتن کا دین مقدم ہے راہن کی تجمیز تکفین پر کیوں کہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر اسے دین کے بعد کچھ باقی رہے گا تو تجمیز میں صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولیٰ کی حیات میں کسی کو قتل کیا اور مولیٰ کا کچھ مال نہیں سوائے غلام کے اور مولیٰ مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولیٰ سے مال اگر دیت دے کر کچھ باقی رہے تو اس سے مولیٰ کی تجمیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اس پر لوگوں کے دین ہیں مالک کی زندگی میں پھر مالک مر گیا اور اس کا کچھ مال نہیں سوائے اس کے تو اگر اب دیون مقدم ہیں تجمیز پر اور بیع مجبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ میں معین پر اور مشتری نے ہنور مشن ادا نہیں کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہیں سوائے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام مجبوس کا تجمیز مشتری سے اور وارث جبرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اس کی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ منہج ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوائے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہیں چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجمیز پر کذا فی الطحاوی وانا قد مت علی تکفین تعلقاً بالمال قبل صیرورۃ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہیں ہونے تکفین پر مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق ہوا ہو گئے تھے تجمیزہ لعمہم لتکفین من غیر تقیر ولا تبذیر تکفین السنۃ او قدنا کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کی جائے میت کی تجمیز بدون تنگی اور نفول خرچ کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اس کے جو میت اپنی زندگی میں پنتا تھا شارج نے کہا تجمیز تکفین کو بھی شامل ہے ہم ضو السراج میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد



کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اس کا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظ او معنی وار کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اس وقت دیا جائے گا جب کہ ادائے دین میں قصور نہ ہوتا ہو تکفین کے بعد اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہو یا ادا سے دین میں تو کفن کفایت دیا جاوے گا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا منسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحاوی ولو بلک کفنہ فلو قبل تقضہ کفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اس کو کفن دیا جاوے گا تلف ہونے کے بعد ہر بار تم توضیح اس کی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اس کو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اس کو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر درست نہ رہا ہو تو اس کے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چورایا گیا ہو ادائے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کے واسطے استرداد ہو گا بقدر ان کے میراث کے اور اس سے کفن دیا جاوے گا اسی طرح ہر بار ہو گا تا بقا مال میراث کذا فی الطحاوی وکلم من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاوے گا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ المتی لہا مطالب من حیثہ العباد و مہریت کی تجمیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہو گا ترکہ سے جن کا مطالبہ ثابت ہے عباد کی جہت سے مہر جہت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے چنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین و یقدم دین الصحتہ علی دین المرض ان جمل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے فرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہ ہو مہر صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اس کا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو اور مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رحم اور قصاص کے واسطے والا فیان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اس کو شرح بیان کیا ہے مہر معلوم ہونا سبب کا اس طرح ہے کہ دیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جس کا ثبوت بطریق معائنہ کے معلوم ہوا چنانچہ اس نے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقتہ صحت کا دین ہے اس واسطے کہ اس کا وجوب اس کے اقرار کے سوا ہے اور طرح بھی معلوم ہو لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و شرط ضعیف قوی وہ ہے جو تجمیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا لہر من اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض معائنہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو اس میں وارثوں کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہے یا برابر ہے اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو چاہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقا و قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح طیفی میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اس واسطے کہ وارث اس صورت میں مالک اس کے نہیں کذا فی الطحاوی واما دین التدفان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالیٰ کا چنانچہ زکوٰۃ سوا اگر میت نے اس کے ادا کرنے کی وصیت کی



تو اس کا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں مگر دین خدا چنانچہ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر وصیت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نمازیں میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اس واسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اس واسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ انحطاط مرتبہ ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اس واسطے کہ جواز کی دلیل یہاں تو گنجائش رحمت الہی اور اس کے کمال کرم اور فضل کی امید داری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خرچ دین ہے اس واسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اس واسطے کہ اس میں تملیک مال واجب ہے بغیر اس کے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی المطاویٰ ثم تقسم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصبیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کی جائے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جس کو اختیار شرح مختار کہا ہے وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو فتنے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھریا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضوں نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کہے اس طرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی المطاویٰ فتاویٰ عالمگیری میں اختیار کے مانند تا تا خانہ سے منقول ہے یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہیں تو موسیٰ لہ وارثوں کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث مالم یبقی بعد تجزیہ و دیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تہائی سے جو باقی رہ گیا میت کی تجزیہ اور دین کے بعد ہم وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجزیہ اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جب کہ دوسرا امر نہ پایا جائے اور اگر تجزیہ اور دیون دونوں نہ پائے گئے اس طرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندے نے اس کو کھالیا اور وہ کسی کا دیون نہیں تو تمام کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہیں یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جس قدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہوتا مال خیر قسمت سے ساقط کیا جائے نہ اس قدر کو بعد کرنا باقی مال سے اور موسیٰ لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی المطاویٰ عن ابن کمال واما قدمت فی الایۃ اہتما مالکونہا منظمۃ التقریظ اور وصیت آیت قرآنی میں مقدم نہیں کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے کہ ہونے وصیت کے منظمۃ تقریظ کا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید میں وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا منظمۃ تقریظ کے اس واسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اس واسطے کہ وصیت عزباء اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالیش کہہ کے لے سکتے ہیں تو اس کے ادا کرنے میں احتمال تھا تقریظ کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہیں لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا اداسے وصیت کی ترغیب کے واسطے تم را البائل خامسا یقسم البائی بعد ذلک بین وراثۃ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچویں مرتبے میں باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت کیا جائے میت کے وارثوں میں ہم صرف ترکہ میں پہلے تجزیہ اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہیں چنانچہ رہن اور عید جانی تو تقسیم



میراث کا پانچواں مرتبہ ٹھہرے گا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہاں ہے جہاں حقوق متقدمہ پاسے جاویں اور اگر حقوق مذکورہ نہ ہوں تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہاں ہے جہاں وارث متقدم ہوں اور اگر ایک ہی وارث ہے تو تمام مال اسی کا ہے سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہیں پاتے روح الشروح میں ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علامہ فرائض کے عرف میں وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وہاں معنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے والے ہیں بعد فنا خلائق کے لیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق میں ماخوذ نہیں اس واسطے کہ وہ نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحاوی ملخصاً ای الذین ثبت ارثهم بالكتاب مراد وارثوں سے وہ لوگ ہیں جن کی ارث کلام مجید سے ثابت ہے م کتاب اللہ میں باپ اور ماں اور زوج اور بیٹی اور بیٹوں اور بھائی اور بہنوں کی میراث ثابت ہے اور السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجذات السدس یا جن کی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ حدیث کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ ان کو دوم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنوں کی بیٹیوں کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المناریں ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصام کا مقتضی نہیں اس واسطے کہ اہل شرع کے عرف میں مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحاوی سے اولاجماع کجعل الجذکالاب وابن الابن کالابن یا جن کی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ واداکو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد ان سے اہل حل و عقد ہیں اس واسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسی طرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحاوی ولستم فی الارث ولو لمصحف بلفظی وقیل لا یورث واما ہولقار سے من ولدیہ صیرفتیہ باحدثتہ ہرجم و نکاح صحیح فلا توارث بفساد ولا باطل اجماعاً وولاد اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولادت سے خواہ ولادت کی ہو خواہ ولاد مولات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ مٹو کہ مصحف ہو اسی قول کا فتویٰ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف قومیت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں م نکاح فاسد وہ جس میں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہنچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اس کی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر ان کی رضا مندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسی واسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور انشاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبہ کا انادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول میں اس کو بیان کیا ہے فیبداء بذوی الفروض ای السام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کی جائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سهام مقدرہ ہیں م سهام مقدرہ یعنی جو حصے کہ عین اور مصرع ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سهام مذکورہ ہیں



نصف اور ربع اور ثلث اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دوتہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ دس اٹھ عشر عشرین  
 النسب ثلثۃ من الرجال وسبعة من النساء واثان من السبب وہا الزوجان اور تمام اہل فرض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مرد  
 میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دس سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں م تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا بیٹا بھائی  
 اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سوتیلی بہن اور خنیانی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں م  
 بالعصبات الی الخمس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للزوج والجمع بالنسبۃ لانہا اقوی بھراہل فرض کے بعد عصبات نسبیہ کو وارث ملے گی اس  
 واسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شائع نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اس میں واحد و جمع برابر ہے اور عصبات  
 کو جمع لانا اہل فرض کے مناسبت کے واسطے ہے م عصبات نسبی کو عصبات سببی یعنی معتق پر اس واسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اس واسطے کہ وہ قرابت  
 حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبات سببی قرابت علمی کی وجہ سے م بالمعتق ولوانشی وہا العصبات بالنسبۃ بھراہل فرض کے بعد وارث شروع کی جائے آزاد  
 کرنے والے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنے والا عصبات سببی ہے م عصبات الذکور لانہ لیس للنساء من الولاد الا ما اعتق بھراہل فرض کے بعد  
 کے بعد وارث شروع کی جائے آزاد کرنے والے کے عصبات ذکور سے اس واسطے کہ عورتوں کو دلا سے کچھ حق نہیں سوائے اس کی دلا کے جس  
 کو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اس کی میراث پاد سے گی اور اگر اس کے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اس کی میراث  
 عورت کو نہ ملے گی طحاوی میں ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اس نے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اس کی میراث فقط بیٹا پاد سے گا اور اگر مالک  
 کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو ان کا کچھ حق نہیں انتی م الرود علی ذوی الفروض النسبۃ بقدر حقوقہم بھراہل فرض ذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال  
 بھرا جاوے گا اہل فرض نسبی پر بقدر ان کے حقوق کے یعنی بقدر نسبت ان کے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاوے گا اور  
 صاحب ربع کو ربع کذا قال ابن الکمال م اہل فرض نسبی کی قید سے اہل فرض سببی چنانچہ زوجین خارج ہو گئے اس واسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ  
 دیا جاوے گا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کو بھی دوبارہ دیا جاوے گا ابن القضا  
 نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتویٰ ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت مال  
 میں نہ رکھا جائے بلکہ انہیں کو یعنی زوجین کو بھرا دیا جائے کیوں کہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب بہ نسبت اور شخصوں کے اور اسی  
 طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتی کذا فی روح الشروع اور حاشیہ نجم زادہ میں قنینہ سے ہے کہ نہات معتق اور اس کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں  
 ہمارے زمانہ میں جن کے معتق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانے میں زوجین پر میراث ہوگا اور اس نے مرصاد سے نقل کیا  
 کہ اب اسی قول پر فتویٰ ہے انتی بھرا مجم زادہ نے کہا کیوں کہ اس پر فتویٰ نہ ہو کہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال تو صحابہ اور  
 تابعین کے زمانے میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرتے اور فرائض عبد اللہ  
 شہید میں بھی اسی طرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور روح الشروع میں قنینہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری  
 سو زوج نے نصف باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتی کذا فی الطحاوی م ذوی الارحام بھرا ذوی الارحام  
 م یعنی جب اہل فرض نسبیہ اور عصبات مذکورہ نہ ہوں تو ترکہ میں ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فرض نسبیہ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں  
 احد الزوجین ہوگا تو اس کا فرض حصہ دے کر جو باقی رہے گا وہ ذوی الارحام کو دیا جاوے گا اس واسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں



تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال بھی ان کو دیا جاتا ہے قالہ الاکل  
 ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جن کا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی مال کی طرف سے قرابت داروں  
 یا اس کے باپ کی طرف سے اور لغت میں ذو رحم قریب من حیثہ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحاوی ثم بعدہم مولی الموالاة کما مر فی کتاب الوارث  
 پھر بعد اصناف مذکورین کے مولائے موالاة ہے چنانچہ بیان اس کا کتاب الوالدین گذر گیا یعنی جب کہ اہل فرض اور عصبہات اور ذوی الارحام  
 سے کوئی نہ ہو تو مولائے موالاة میراث پاوے گا موالاة لغت میں معنی دوستی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے  
 کہ تو میرا مولیٰ یعنی دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہونا جب کہ میں مریں اور میری طرف سے خونہادینا اگر میں کسی کو قتل کر دوں اور دوسرے  
 نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولایت کی صحیح ہو گئی اور قابل اس کلام کا اس کا مولیٰ ہوا اس کا وارث ہوگا جب وہ مرے گا اور دیت دے گا  
 اس کی طرف سے جب وہ جنایت کرے گا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال  
 نے کہا شرائط ولایت یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور کچھ بھرا ہو اور عربی نہ ہو اور نہ ان کے مولیٰ سے ہو اور عقد ولایت کے وقت اس کا کوئی وارث نہ ہو اور  
 اس کی طرف سے بیت المال یا مولائے موالاة نے خونہاد کیا ہو انتہی اور اس کے محمول النسب ہونے یا نہ ہونے کی شرط میں اختلاف ہے  
 اور اسی طرح اسلام کی شرائط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ملخصاً ولہ الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد  
 فرض احد الزوجین کے باقی مال مولاء موالاة کا ہے سید شریف نے اس کو ذکر کیا ہے م وارث ہونا مولائے موالاة مردی ہے حضرات عمر فاروق اور  
 علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علمائے عمل کیا ہے اور اس پر دلیل ہے  
 قولہ تعالیٰ والذین عقدت ایمانکم فالتوہم نصیبکم یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاة کا ہے اور امر ہے وجوب  
 کے واسطے اور نصیب کی اصناف ان کی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر برسبیل احسان اور معونت کے  
 ہوتا تو ارشاد ہوتا فالتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہو گیا وہ قول کہ آیت کریمہ میں قسم مراد ہے اس واسطے کہ اس وقت میں فالتوہم نصیبکم اس  
 سے مرتبط نہیں ہوتا بلکہ مراد صغیرۃ بالیمین ہے بنا برعادت کے اس طرح پر کہ ہر واحد متعاقبین سے دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کے وقت  
 اور احادیث اس میں بہت ہیں ازال مجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے  
 اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولیٰ ہے تو زیادہ تر حق دار ہے اس کی زندگی اور موت میں انتہی یعنی زندگی میں اس  
 کی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اس کی میراث لے کذا فی الطحاوی ملخصاً عن صور السراج وشرح الاکمل ثم المقرلہ  
 بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاوے گا جس کے واسطے غیر مقرر بنسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے  
 اقرار سے مقرلہ کا نسب ثابت نہیں ہوا م صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقرلہ اور خالد مقرلہ اور غیر زید  
 کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اس کا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہیں اور اس نے ایک محمول النسب  
 کو بھائی کہا تو وہ اس کا مال بطریق میراث کے پاوے گا لیکن مقرر کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ اس کی میراث پاوے گا اس  
 واسطے کہ آدمی کا اقرار اس کی ذات پر محبت ہے نہ غیر پر فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقرلہ بالنسب علی غیر اس طرح پر کہ اس کا  
 نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جب کہ مقرر جائے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور مانند اس کے انتہی

ملہ اور جن سے اقربا نہ ہا تم نے پہنچاؤ ان کو ان کا حصہ ۱۲ ملہ یعنی دو ان کو کوئی حصہ



فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او اقر مثل اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ وزاھم الورثۃ وان رجع المقر تو اگر مقر کا نسب ثابت ہو گیا اس طرح کہ مقر نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا یا مذاکرہ اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اس کا نسب حقیقۃ ہو جاوے گا اور مقر مقر کے وارثوں سے مزاحمت کرے گا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جائے ہم مقر کی تصدیق طرح کہ مثلاً زید کا باپ کسی کے ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسی طرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے ہوں مثلاً زید کی اولاد یوں کسی کے خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اس طرح ہو کہ وہ کسی بدوق دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع است میں معتبر ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہ ہوگا اور مانع نہ ہوگا کذا فی الطحاوی و کذا الوصیۃ المقر قبل رجوعہ و قادمہ فی شرح السراجیۃ سیار روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقۃ علیہا اور اسی طرح مقر مقر کا ثابت ہوگا اگر مقر نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اس کا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحوں میں مذکور ہے خصوصاً روح الشروح میں اور البتہ میں نے اس کا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں ہم طحاوی نے کہا کہ شارح اس میں یعنی تصدیق مقر سے اثبات نسب ہونے میں مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شارح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالاً یہ قول بلا وجہ ہے اس واسطے کہ مقر کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شارح مصنف کی اخیر عبارت اس میں مزید ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر کی انتہی مخلصاً تم بعد تم الموصی لہ بما زاد علی الثلث و لو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترک میت کا لے گا جس کے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو م اس واسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضطرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اس کے کہ اگر اس کا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہ ہوگا کہ اس میں اس کی حق تقفی ہے اور سید شریف نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب سے ممنوع تھی پھر جب کہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جس کے واسطے جو موصی معین کر دے گا وہ پورا اس کا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحاوی و انما قدم علیہ المقر لانه نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقر لہ اگر اسی وجہ سے کہ مقر میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اس میں قرابت کا کچھ احتمال نہیں ہم یعنی مال مقر کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مقر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم فی بیت المال لا ارثا بل فیئاً للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جائے ارث کی راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لا وارثی مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے م روح الشروح میں ہے کہ علی مرتضیٰ اسے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اس کا حق بیت المال میں ہر سال دو سو درہم ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاوے گا تو آخرت میں لے گا اور شرح مختصر طحاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیماروں کا اور اکیان موتی اور نفقہ یقیناً اور رجوع جائز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحاوی مختصراً و موالعہ علی ما ہنا الرجۃ اور موانع ارث کے برابر اس

لہ قال الطحاوی و لفظ المصنف فی شرحہ فلا ینفع المقر رجوعہ عن اقرارہ لان نسب المقر قد ثبت عن المقر علیہ ومن ضرورۃ ثبوت نسب ارث من المقر و یحیر ارث من المقر تصدیق المقر علیہ او باقرارہ لا باقرار المقر فیکون اقرار المقر و عدم اقرارہ بمنزلۃ فلا ینفع رجوعہ انتی بکروۃ ۱۲



مقام کے چارہم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اس واسطے کہ ہر چیز کے تحقق میں فقط سبب کا وجود کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جس کے ہونے سے مقتضائے سبب نہ ہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اس کے حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولایت کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولایت حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص مانعی کے مانند ہو جائے میت حکمی کی قید اس واسطے لگائی تاکہ وہ داخل رہے اور وہ نسب اور نکاح اور ولایت فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الخطوط دی شخصاً الرق ولونا قصداً مکاتیب وکذا مبعض عند ابی حنیفہ رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رقی ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہیں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے و قال ابو حنیفہؒ و یجب قال الشافعی لا یرث بل یرث وقال احمد یرث و یرث و یجب بقدر مانیہ من الحرۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ وہ وارث نہ ہوگا بلکہ اس کا مال اس کے وارث کو ملے گا اور امام احمدؒ نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اس کے حریت کے جو اس میں ثابت ہے وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یرث فیہا الرقیق مع رقی کلہ

صورتا متسا من جنی علیہ فلیحق بدار الحرب فاسترق و مات رقیقا بسرۃ تک الجنایۃ فذریۃ لورثۃ ولم ارہ لامتنا فحیز اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حر بنی مسلمان پر دارالاسلام میں جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اس کو زخمی کیا پھر وہ دارالحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں اسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اس کا خون بہا اس کے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہم نے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اس کی تیقح اور تحریر کرنا چاہیے

**والقتل الموجب للقتل والکفارة وان سقطا بحرۃ الابوة علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جائے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شیعہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھود یا پتھر رکھا اور اس کا مورث اس میں گر کے مرگیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر کار کھنے والا اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہیں ہوتا خواہ اس کا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولومات القاتل قبل المقتول ورثۃ المقتول اجماعاً اور اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے واختلاف الملتین اسلاماً وکفرًا اور تفسیر مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے یعنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا عکس اس کے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قتمۃ الترمۃ ورث اور امام احمدؒ نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہو گیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافاً للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں سے یعنی اگر مثلاً جو تھائی مال مورث مٹھرے گا اسی طرح اگر آزاد ہونے کی صورت میں کسی قدر میراث پاتا تو اس صورت میں اس کا چہم پادے گا اور جس حصار کا حاجب ہوا اس کے چہم حصہ کا حاجب ہوگا ۱۲ یعنی جس صورت میں کہ باپ مثلاً بیٹے کو قتل کرے ۱۲**



تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے م میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اس نے زمان اسلام میں کسب کیا اس واسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کی طرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک ٹھہرے گا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اس سے فوت ہو گیا اور جس کا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اومن کان میتا فاجیناہ یعنی جو کافر تھا اس کو ہم نے ہدایت کیا لیکن اس پر بھی مرتد سے ہنوز بسبب اعتبار اور تذکیر اور خبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہ ہوگا جب تک قطع امید نہ ہو جاوے اس کی قتل یا موت یا قضاء بالحق سے پھر جب امید قطع ہوگی کسی وجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہرے گا ارتداد کے وقت سے تو اس کا سلم وارث کی میراث پاوے گا اور جو اس نے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک دونوں حالتوں کے مال وارث مسلم کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جاوے گا کذا فی المطاوع مخلصاً قلت و ذکر الشافعیۃ مسئلہ یورث فیہا الکافر صورتاً کافر مات من زوجہ حاملہ و وقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحاً لا متناہیں کتابوں اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہم نے حمل کی میراث اٹھا رکھی ہو اس کی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریحاً نہیں دیکھا امام اسلم میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافاً لشافعی اور جو تھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکوں کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے م اختلاف وارد ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اس واسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہیں رہتی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چہ قسم ہے اول یہ کہ حقیقۃً اور حکماً دونوں طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب میں اور کافر ذمی دار الاسلام میں اور ثانی یہ کہ فقط علمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر تیار ہے ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا دو کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام میں مستامن ہیں یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب میں اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام میں ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب میں ہے اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلے دونوں قسمیں میں نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف علمی ہے خواہ اس کے ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک اس کے بالکلیں ہے تو ذمی اور مستامن میں ان کے نزدیک تو ارث ہے اور قسم ثالث میں تو ارث نہیں انتی کذا فی المطاوعی حقیقۃً کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃً ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں م یعنی حربی مر گیا دار الحرب میں اور اس کا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مر گیا اور اس کا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکماً گستاخ و ذمی و کحربیین من دارین مختلفین کترکی و مہندی لانقطاع العصمت فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور مہندی تو ان میں تو ارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان ان کے م قولہ کحربیین کو اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اس کو ذکر کرنا تھا اور اگر اس پر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃً اور دو ملک مختلف میں ہیں حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربیین سے زبردستی مسلمان کرنا ۱۲ اسلہ دار الحرب میں مل جانے کا حکم ۱۳ یعنی خوف جان کا ہر ایک کو ایک دوسرے سے دور نہیں ہوتا ۱۴



کے کتا مین کتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اس کو پتا ہے تو اس میں اس کلام کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دارمختلف میں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحاوی بخلاف المسلمین بر خلاف مسلمین کے معنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں مستحق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں اس واسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اس واسطے کہ دارالاسلام دارالاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو ان میں بتائیں نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دارالحرب تو دارالاحکام نہیں بلکہ دارقرب ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے بتائیں دارمستحق ہوتا ہے انتہی اور روح الشر و روح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اس واسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور بقا عداس کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے امالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجود یکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحاوی قلت ولقی من الموانع جہالت تاریخ الموتی کالغری فی والحر تے والدمی والقتلی کہا سبھی میں کتا ہوں اور مجملہ موانع ارث کے باقی رہے تین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مر گئے تو ان میں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اس واسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوائے اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جس نے استہام تاریخ موتی کو مانع کہا اس نے خطا کی انتہی مختصر اور منہاج جہالت الوارث وذلك في خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبے منها ارضعت صبیعا مع ولد و ماتت و حمل ولد فلا توارث اور مجملہ موانع ارث کے مجہول ہوتا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبے میں از مجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مر گئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اس کا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہ ہوگا و کذا الوارثتہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند النظر موبکر فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصلحما فلہما ان یاخذ المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جائے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نہ پادری گئے اپنے باپوں کی مقیم میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کر لیں تو ان کو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصف نصف یا جس قدر پر صلح ہووے م دونوں کا مسلمان ہونا تو اس وجہ سے کہ الاسلام یصلو ولا یصلح اس واسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں کی ہے بلا شک ان سے متجاوز نہیں مگر عدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جس قدر واقعی وارث کو پہنچا رہ تو اس کا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہمہ ہوگا حتیٰ کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجة لانها اصل الولاد و منها متولد الولاد یحصر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کر کے اس واسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فی فرض للزوجة فصاعدا الثمن مع ولد اولد ابن وان سفل سوکھا مصنف نے تو مفروض اور عین ہے ایک زوجہ اور چند زوجات کے واسطے آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پر دنا سر دنا م ولد اور ولد لابن خواہ ذکر ہو خواہ انثیٰ اکی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ آپس میں برابر بانٹ لیں گی عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی الطحاوی والربع لہا عند



عند مہما فلز وجات حالتان الزلع بلا ولد و لہن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوجات کے دو حال ہیں یعنی ربع بلا ولد اور ثلث مع الولد والربع للزوج فاکثر کما لو ادعی رجلان فاکثر نکاح میتہ و برہنہ و لم یکن فی بیت واحد منهم ولا دخل بہا فانہم لیتقسمون میراث زوج لعدم الاولیۃ مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردوں نے یا زیادہ دعویٰ کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیوں میں سے کسی کے گھر میں نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس میں بانٹ لیں گے برابر عدم اولویت کی وجہ سے م اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چہرہ مرد دعویٰ کریں اور گواہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہوں گی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جس کی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اس کے پاس نہ ہو جس کی اس نے تکذیب کی اور اس نے قربت بھی نہ کی ہو اور اگر دعویٰ میں تاریخ کا پس و پیش ہے تو تاریخ سابقہ کا مدعی احق ہے کذا فی المظاہر والنصف لہ عند مہما فلز زوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوج کے دو حال ہیں نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلك مع ولد او ولد الابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہیں فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ پچھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند مہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونوں کے نہ ہونے کے وقت، یعنی جب کہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لے گا بطریق عصوب والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ م باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لے گا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لے گی اور جو باقی رہا اس کو باپ یا دادا بطریق عصوب کے لے گا قلت و فی الاشباہ المجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض و باقیہ فی غیر ہا میں کتا ہوں اور اشباہ میں ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں پانچ مسئلے تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض میں ہیں م فرض کے پانچ مسئلے یہ ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲۔ یہ کہ میت نے جب کہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے مال اس کی مالیتی کا ثلث پاوے گی اور اگر بچائے باپ کے دادا ہو تو مال اس کی بمع مال کا ثلث پاوے گی طرفین کے نزدیک ۳۔ یہ کہ نبی اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے نزدیک ۴۔ یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ اس کے فرزند کے ساتھ سدس وللا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے یہ نہیں ہے بلکہ تمام وللا بیٹا لے گا دادا کو کچھ نہ ملے گا باقی اماموں کے نزدیک ۵۔ یہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ وللا دادا کے واسطے مخصوص ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہو تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلوں کی تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقربا نزدیک کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہ ہو گا دادا اس کا داخل ہو گا ظاہر الروایۃ میں ۲۔ یہ کہ صغیر کا صدقہ نظر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳۔ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی وللا کو اپنے موالی کی طرف کیجئے گا نہ وللا کے موالی کی طرف ۴۔ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جائے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵۔ یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغیر اور مال چھوڑ کر تو اس کی ولایت زید کے باپ کی ہے نہ زید کے دادا کو ۶۔ یہ کہ اگر صغیر کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی

۱۔ بنی اعیان یعنی سگے بھائی بن اور بنی علات یعنی سوتیلے بھائی بن جن کی مال جدا ہو اور باپ ایک ہو ۱۲



ولایت میں دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک داد کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجائے داد کے باپ ہوتا تو اسی کو ولایت مخصوص ہوتی  
 بالاتفاق ۷۔ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا داد کے ہونے سے اس کی یتیمی زائل نہیں ہوتی ۸۔ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اس کی اولاد صغار  
 ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک مال ہے اور داد تو نفقہ صغار کا مال اور داد پر ہے اس طرح کہ تنائی نفقہ مال پر ہے اور دو تنائیاں  
 داد پر اور اگر داد کی جگہ باپ ہوتا تھا تو نفقہ اسی پر واجب ہوتا لہذا فی الاشباہ و زاد ابن المصنف فی زادہ اخری من الفصولین ضمن الاب مر  
 صبیہ فاوی رجع لو شرط والا لاولیاء غیرہ او وصیاً رجع مطلقاً انتہی فقوہ لو ولّیاً غیرہ لعم الجذیر رجع کا لوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح  
 ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں جس کا زادہ ہر الجواہر نام ہے اشباہ کے تیرہ مسکوں پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کر کے  
 وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پھر مہر اس کا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھر لے اگر اس نے ادا  
 کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی  
 کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقاً انتہی یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر باپ کا لفظ داد کو بھی شامل  
 ہے تو داد بھی وصی کے مانند مطلقاً رجوع کرے گا برخلاف باپ کے ولّام ثلثہ احوال السدس مع احدہما او مع اثین من الاخوة  
 او من الاخوات فصاعداً من ای جہۃ کا نا ولو مختطین اور مال کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی  
 یا دو بہنوں کے ساتھ بھائی بہن دو ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگر چہ پہلے جہے ہوں مگر ایک شخص مر گیا مال اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند  
 بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اس کی مال کا حصہ سدس ہے قال اللہ تعالیٰ وللاولیاء کل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اس سطر  
 کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی عام ہے اور اس پر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد  
 صلبی کے ہے قدیث ام میں اور اسی طرح مال کا حصہ میت کے دو بھائیوں کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنوں کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے  
 خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہوں یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلہ اور تیسرا مادری والثلث عند  
 عندکم اور مال کا حصہ تمام ترکہ کی تنائی ہے جب کہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث الباقی مع  
 الاب واحد الزوجین اور مال کے واسطے باقی مال کی تنائی سے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ م یہاں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے  
 کہ ایک عورت زوج کو اور مال کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم طبع ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تنائی یعنی ایک سہم  
 مال کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا مال باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اس کی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی  
 زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تنائی مال کی یعنی تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے  
 مگر شارح نے یہاں ذکر کر کے اشارہ کیا کہ مال کے تینوں حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الخطاوی اور اگر  
 صورت مذکورہ میں بجائے باپ کے داد ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مال کو جمع مال کا ثلث ملے گا انتہی والسدس للجدۃ مطلقاً  
 کام ام ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقاً خواہ جدہ مال کی مال ہو یا باپ کی مال ہو یعنی نانی اور دادی دونوں جدہ صحیحہ ہیں اپنے نانی  
 اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پادیں گی فصاعداً لیتترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صححات کا لفظ کورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام  
 کا یہی معنی ممتحازیات فی الدرجۃ لان القرنی بحجب البعدی مطلقاً کا یہی ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہوں گی سدس  
 میں جب کہ جدات ثابتات یعنی جب کہ جدات صحیحہ ہوں چنانچہ درجہ مذکور ہو چکیں اس واسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروض



میں چنانچہ اُس کا ذکر ذوی الارحام میں آوے گا اور دوسری شرط میراث جہت میں یہ ہے کہ جمیع جہت درجہ میں متساوی اور برابر ہوں اس واسطے کہ جہدہ قریبہ جہدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقاً خواہ جہدہ قریبہ حاجبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسی طرح جہدہ بعیدہ مجبوراً جہدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اس کا بیان باب الحجب میں آوے گا کذا فی الطحاوی م اکل نے شرح سرا جیہ میں کہا کہ ہر شخص کی دوجہدہ ہوتی ہیں ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی طرح اس کے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام اور جہدہ کی دو قسم ہیں صحیحہ اور فاسدہ جہدہ صحیحہ وہ ہے جس کی نسبت الی المیت میں ایک باپ دو ماؤں میں داخل نہ ہو اور جہدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ داخل ہو اس واسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ ناظر رکھتا ہے بواسطہ عورت کے وہ جہدہ فاسدہ ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جہدہ فاسدہ ہے اس واسطے کہ دو ماؤں میں یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جہدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جہت کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنی ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی اور بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجھ کو دیجئے صدیقؐ نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جہدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھ کو دیجئے تو صدیقؐ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے کچھ حصہ نہیں پاتا لیکن مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جہدہ ہو تو فقط اسی کا ہے کذا فی الطحاوی عن الاکمل ملخصاً والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدة تلمذہ للثلاثین اور چٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م جب کہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو ان لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ چنانچہ جہدہ یا بعضی صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیوں کو زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہے تو بھائی ان کو عصبہ کر دے گا لکن مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہے جس کو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملے گا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہوں گی لیکن اگر ان کے ساتھ بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو ان کو عصبہ کر دے گا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہ ہو ان میں سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ جو کہ ایک سدس ملے گا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنات کا حق تین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جب کہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی تین پر پورا ہو جائے کذا فی الطحاوی والسدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدة لا لورین تلمذہ للثلاثین اور چٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے م یعنی اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لے گی اور سدس سوتیلی کو ملے گا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور سی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاوے گی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں تین پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو ان کو عصبہ کر دے گا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں

۱۲ جس صورت میں کہ بیٹیاں نہ ہوں ۱۲ یعنی صاحب فرض اپنا فرض پاوے گی اسفل بھائی کے ساتھ عصبہ ہوگی ۱۳ یعنی تقیر مال ان میں لکن مثل حظ الانثیین ہوگی ۱۴



لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَجْلُوا الْبَنَاتِ مَعَ الْأَخَوَاتِ عَصَبَاتٍ بِأَنْحَوَالٍ<sup>۱۵</sup> یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے ساتھ احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ سدس پاتی ہے چنانچہ ماں نے اس کو بیان کیا ہے اور ساتواں حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ ان کے ساتھ بھائی ہو تو ان کو عصبہ کر دے گا اور جب کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بنیں ساقط ہوں گی کذا فی الطحاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لا یتبین فصاعدا من ولد الام ذکر ہم کا ناظم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مردان کی عورتوں کے برابر ہر حصہ میں مامیاتی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جن کی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکر نے زید سے نکاح کیا اس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکر نے نکاح کیا اس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیانی اور مادری بھائی بہن ہیں طحاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پادے گا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پادیں گے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہوں گے بالاتفاق اس واسطے کہ ان کی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتی والثلث للام عند عدم من لها مع السدس کما مر اور تہائی ماں کے واسطے ہے جب کہ وہ لوگ نہ ہوں جن کے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بنیں یا زیادہ ان سے نہ ہوں گی تب ماں کو تہائی ملے گی ولہذا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدما اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں وذلک فی زوجۃ والبرین وام فلما حیض الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں سے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے ام کا لفظ بیاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں بھول چوک ہے شارح کی اس واسطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحاوی عن الجہی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ بنیں کیا ثلث مابقی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گزر گیا اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اس کی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سوتیلین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور زوج والبرین وام فلما حیض السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اس وقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے م یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اس کی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم ہے تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے بیاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اس کو ثلث کیوں کہا شارح نے اس کا جواب قول آئندہ میں دیا وسمی ثلثا تا دبا مع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنی اگر میت کا والد نہ ہو اور

<sup>۱۵</sup> یعنی اس صورت میں اہل فرض سے بچا ہوا مال ان کو ملتا ہے <sup>۱۶</sup> خیف اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور دوسری سفید اس سے مختلف لوگوں اور مادری بھائیوں کو خیف کہتے ہیں <sup>۱۷</sup> وارث کی قید اس لئے ہے کہ اگر فرع غیر وارث ہو جیسے بیٹا کسی کا غلام یا قاتل ہو یا فرع الفرع غیر وارث ہو جیسے نواسا اور نواسی تو اخیانی اس صورت میں محرم نہ ہو گئے <sup>۱۸</sup> مگر نسخہ مذکور مکتبہ میں لفظ ام لایا ہے <sup>۱۹</sup> مسئلہ آئندہ میں شاید طحاوی کو وہ نسخہ ملا ہوگا جس میں مذکور ہے کہ لفظ



اس کے والدین اس کے وارث ہوں تو اس کی مال کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اس واسطے صریحاً ذکر نہ فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور مال کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے و علی ہذا لائق یوں ہے کہ مال کا حصہ جب کہ والدین کے ساتھ ابدال زوجین ہوں ثلث مابقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اس میں تفصیل انہی کی اس ذکر پر لازم آتی ہے جو اس کے برابر ہے حجت اور قرب میں اور یہ ممنوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیعناوی ملخصاً والثلثان لکل اثنتین فضا عدائمن فرضہ المصنف و ہونعمۃ البنت و بنت الابن و الاخت لابون و الاخت لاب و الزوج الا الزوج لانه لا یتعدو اور ثلثین یعنی دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جن کا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں اس واسطے کہ اس میں تعدد اور کثرت نہیں م یعنی زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد اشخاص جو کہ انفرادی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں قائمہ جلیدہ معلوم کرنا چاہیے کہ فرض مقدردہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثلثین ثلث سدس سول نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جب کہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتی پوتی نہ ہو اور بنت صلیبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جب کہ بنت فرضی نہ ہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جب کہ سگی بہن نہ ہو اور ربع دوم نصف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی ایک یا چند زوجہ کا جب کہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے دو صلیبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ بنت صلیبی نہ ہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جب کہ سگی بہن نہ ہو اور ثلث دوم نصف کا فرض ہے مال کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور نہ دو بھائی ہوں نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو بہنوں یا زیادہ ذکر ہوں یا اثاث اور سدس سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن نہ ہو اور جد صلیح کا اسی طرح فرض ہے جب کہ میت کا باپ نہ ہو اور مال کا فرض ہے جب کہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہوں یا دو بہنیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کی وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلیبی کے ساتھ تکملہ لثثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملہ لثثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزائن المفیتین

## فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں م عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت میں عبات ہے محیط یا شئی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبۃ ثلثہ عصبۃ بنفسہ و عصبۃ بغيرہ و عصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین تین قسم ہیں عصبۃ بنفسہ اور عصبۃ بغيرہ اور عصبۃ مع غیرہ م شارح اور تاتن نے عصبۃ نسبی کو عصبۃ سببی پر اس واسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں منحصر ہوئی کیونکہ اگر ثبوت عصبوت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبۃ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت الضام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصبوت میں یہ غیر بھی اس کا شریک ہے تو وہ عصبۃ بغيرہ ہے اور اگر غیر اس کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبۃ مع غیرہ ہے محوز العصبۃ بنفسہ و ہر کل ذکر فالانہی لا یكون عصبۃ بنفسہ بل بغيرہ او مع غیرہ سہ کیونکہ کل مال کی تہائی دو سہ ہوں گی اور باقی ایک سہم باپ کو ملے گا تو مال زیادہ پائے گی بہ نسبت باہم کے ۱۲



لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انشی فان دخلت لم یکن عصبہ کولد الام فانه ذوفرض وکاب الام وابن البنت فان سما من ذوی الارحام عصبہ  
 بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جس کے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہ نہیں  
 ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیر یا مع غیر ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہ ہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ وہ صاحب  
 فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور نانی اس واسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ  
 عصبہ البتہ الفرائض اسے جنساً عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہ گیا یعنی جو اہل فرض کو دے کر مال باقی رہا اس  
 باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لے گا خواہ چند اہل فرض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اس کی تفسیر بلفظ جنسی کر کے اشارہ کیا  
 کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہو گئی و عند الانفراد یحوز جمع المال بجمہ واحدہ اور عصبہ بنفسہ الفزاد اور تنائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا  
 ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فرض نہ ہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لے گا فقط ایک عصبہ کی جہت سے منہ الغفار میں ہے جہت واحدہ  
 کے قید اس واسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جب کہ اس کے ساتھ عصبہ نہ ہو اس لئے کہ اہل فرض کو  
 استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اس نے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے  
 برخلاف عصبہ بنفسہ کے وہ فقط عصبہ کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بالنسبہ اربعۃ اصناف جزو المیت ثم اصلہ ثم جزد  
 ایہ ثم جزد جدد پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہیں میت کا جزد پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزد پھر میت کے دادا کا جزد  
 میت کا جزد چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزد چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزد چنانچہ  
 چچا اور اس کی اولاد و یقدم الاقرب فالاقرب منہم لہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اس کے بعد اس سے  
 جو فرور تر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکورہ کے فیقدم جزو المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزد مقدم ہوگا میت کی اصل پر  
 چنانچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پردتا اور پوتے کا پوتا تمام اصل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہے  
 دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ ذاتی مال بطریق عصبہ کے پاوے اور دلیل عقلی  
 یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اس کا یہ ہے  
 کہ اس کا مال فرزند سے تجاوز کر کے اس کے باپ کو نہ پہنچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصہ پدری کے اس کے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال  
 میں اس کی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحاوی مخلصاً ثم اصلہ الاب پھر فرور کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا  
 یا پوتا یا پرتوا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہو کر متروکہ لے گا ویکون مع البنت باکثر عضبۃ وذا نسبہ کما مر اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ  
 کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فرض کے بیان میں موطاوی نے کہا بستر لویں تھا کہ مصنف اس  
 مسئلہ کو اہل فرض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجذ تصحیح و ہواب الاب وان علا پھر باپ کے بعد صحیح  
 مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جس کو دادا کہتے ہیں اگرچہ جدا ونچا ہو یعنی پردادا سردادا الی غیر ذلک واما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ما  
 کا باپ تو جد تصحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزد ایہ الاب لابن ثم لاب پھر جد تصحیح کے بعد میت  
 کے باپ کا جزد یعنی سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلہ بھائی مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابن ثم لاب وان سفل پھر  
 بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاب سافل ہو یعنی بھتیجے کا بیٹا یا پوتا



تاخیر الاخوة عن الجدة وان علا قول ابی حنیفہ وہ المختار للفتوے خلافا لہما وللسان فی قیل وعلیہ الفتوے تاخیر بھائیوں کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہر  
قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور یہی قول مختار سے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ  
ہے یعنی بھائی مقدم ہیں دادا پر خطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتد ہے ثم جزر جدہ العہم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی  
سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیل چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیلے چچا  
کا بیٹا اگرچہ چچیرے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کا سوتیل چچا  
ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اس کے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجدة  
پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اس کے بعد سوتیل چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفل پھر جد کے اعمام کے بعد ان کا بیٹا اسی  
طرح مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہوں لہذا فی العالمگیریۃ عن المیسوطام اور  
اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ ان پر باعتبار ان کے اہلان کے قسمت ہو گا نہ باعتبار ان کے ہول کے مثلاً میت کا  
ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے گیارہ حصے ہوں گے ہر شخص کو ایک حصہ  
ملے گا لہذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار یا ساہبا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار طب  
ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا و لہذا ترجمہ بقرب الدرجۃ یزحجون عند التفاوت بابوین واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن  
کان لابوین من العصبات ولوانشی کالتشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو  
جب کہ ان میں تفاوت ہو سکے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا تزییح دی جاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات میں سے  
جو عصبہ میت کا سگا ہو گا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر دم درجہ  
سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جہت میت کی جہت میت کی اہل کی جہت پر مقدم ہے پھر جب کہ جہت متحد ہو اور  
دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جہتیت میں بیٹا اور پوتا یکساں ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب  
تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جب کہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں  
بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پانی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں  
قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور ان کے تزییح کی جہات  
کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بن کا بیٹی کے ساتھ بے محل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے  
کہ اس کا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اس کی ذیل میں بن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا لہذا فی الخطاوی مخلصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان  
اعیان بنی الام تیوار ثون دون بنی العلات تزییح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مال کے فرزند باہم دار  
ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لایہ  
وامہ دون اخیه لایہ لہذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والہماصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ تقدم  
ذوالقرابین وعند التفاوت فیما تقدم الاعلیٰ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور  
درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلیٰ یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ہم برابر درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیل تو سگا مقدم



ہوگا کہ دونوں طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلہ فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے نہ ماں کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلہ بھائی اور بھائی کا بیٹا تو سوتیلہ بھائی کے بیٹے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بالابن وان سفلا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سولوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں مبنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالیٰ متاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لے گا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لے گی اور دو سہم بیٹا لے گا و علی ہذا القیاس بیٹی کا دو بیٹا پاوے گا جس قدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسی طرح بہنیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابن اولاد یا حنین اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے م اور بہنوں کا عصبہ ہونا اپنے بھائی کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین فمن اربع ذوات النصف والتثلثین یصیرن عصبۃ باخوتن تو عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں نصف اور ثلثین کے حصہ والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے م اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اس کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چھپانے کا عمل کو کچھ نہ ملے گا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الخطاوی ولو حکما کان ابن ابن یعصب من شدہ ورفوہ اگرچہ بہنوں کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو م عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برابر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر ہیں میں ہوتا ہے بنت صلیبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کے جو درجے میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو ان سے سافل ہے درجہ میں تو ان میں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جس کا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیہ میں آوے گا کذا فی الخطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات وبنات الابن بقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہذا الجنس پھر مصنف نے عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سولوں کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جموں سے جنس مراد ہے م سراجیہ اور اس کی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم جو نہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اس کے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اس کا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد النرنا وولد الملا عنہ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملا عنہ کا عصبہ ان کی ماں کا مولی ہے م ولد الملا عنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اس کے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین میں فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملا عنہ ہے طحاوی نے منہ الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملا عنہ کو اس کے ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جس کو باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اس کی ماں کے مولی اس



کے وارث ہوں اور وہ ان کا وارث ہو تو اگر ولد الملاءنہ مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ماں اور باپ کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سب سے زیادہ مال بھری بیٹی اور ماں کو دیا جاوے گا بطریق فرض اور روکے گویا کہ اس کا باپ ہی نہ تھا اتنے اور ولد مشترک کا نسب مشترک نوڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاوے گا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پا دیں گے اور میراث قرابت دار اس کے میراث میں باہم شریک ہوں گے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مرگیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروک سے پدر کامل کی میراث لے گا کذا فی الطحاوی عن الدر المنثور المراد بالمولی ما لیم المعق والعصبۃ لیم مالوکات الام حرة الاول کا بسط العلامة قاسم لانه لاب لہما اور متن میں مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہوتا کہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاءنہ کی ماں حرة اصلی ہو تو اس کو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اس کو شرح بیان کیا ہے ماں کا مولی اس واسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاءنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعاً ان کا کوئی باپ نہیں جس سے ان کا نسب ثابت ہو اور وہ اس کے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ولیرقان فی مسئلہ واحدة وہی ان ولد الزنا یرث من توامہ میراث اخ لام ولد الملاءنہ یرث من توامہ میراث اخ لا یورث اور ولد الزنا اور ولد الملاءنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاءنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے و تحتم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا آزاد کرنے والا ام مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات میں واقع ہوا تو اس میں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رو علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ مؤخر ہے ذوی الارحام سے اور محمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں مذکور ہیں ہم عصبہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لہمۃ کلہمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اس کا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولای قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اس واسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اس کے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا مؤخر ہے عصبہ سببی سے اور موجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اس کا دادا اگرچہ عالی ہوالی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذكور پھر اس کے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنے والے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافاً لاسحق ابن راہویہ و الحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لہمۃ کلہمۃ النسب ولای قرابت سے مراد ولای عتاقہ ہے نہ ولای میراث یعنی ولای عتاقہ قرابت حاصل ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسب کے کذا فی الطحاوی ملتقطاً واذا ترک المعق اب مولاه وابن مولاه فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جب کہ غلام آزاد مر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے اور ترک جہد اسے جہولاء واخاہ فہو للجد علی الترتیب المتقدم وقال ابیہما کا میراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اس کا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین میں مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس ہنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما عتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولای عتاقہ میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولاد میں سے کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولاد ہے جس کو







قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہ ہوگا باپ کے ہوتے الاولاد الام فیرث مع العدم استغراقاً للترکۃ بکثرۃ واحده  
مگر مادری بھائی سوا مال کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ مال تمام متروکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے م یعنی ہر جہت میں کی قرابت مادری بھائی  
سے بواسطہ مال کے ہے تو مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی مال کے ساتھ وارث نہ ہوتا مگر اس کی وارث اس وجہ سے ہوئی کہ مال سب  
متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں سے کوئی باقی نہیں سوائے مال کے تو اب  
وہ تمام متروکہ پاوے کی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً و رداً والمحروم کا بن کافر و قاتل لایجب عندنا اصلاً اور محروم المیراث  
چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلاً حاجب نہیں ہوتا نہ جب حران نہ جب نقصان م جب محروم میں صلاحیت میراث کی اصلاً نہ رہی  
تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسی طرح حق عجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہے فوات اہلیت کی وجہ سے و عجب المحبوب اتفاقاً  
کام الالب تحب بالاب و تحب ام الام اور محبوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محبوب ہوتی  
سے باپ کے ہونے سے لیکن محبوب کرتی ہے نانی کی مال کو کالاخوة والاخوات فانهم یحبون بالاب جب حران و یحبون الام من الثلث  
الی السدس تحب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بنیں کہ وہ محبوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے جب حران کر لینے بالکل محبوب ہو جاتی ہیں اور  
بھائی بنیں مال کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک جب نقصان کر لینے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ مال کا تہائی حصہ  
کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال جب حران کی ہے اور دوسری جب نقصان کی و یختص حب نقصان بنیۃ بالام و بنت الابن والاخت لاب  
والزوجهین اور حب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے مال اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو کم مال تو محبوب ہوتی ہے ثلث سے  
سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا در بھائی یا در بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محبوب ہوتی ہے بنت مصلی کے ہونے سے نصف  
سے سدس تک اور سوتیلی بہن محبوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوجہ محبوب ہوتا ہے نصف سے ربع  
تک اور زوجہ محبوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحاوی و یسقط بنو الاعیان و ہم الاخوة والاخوات  
لاب و ام بنیۃ بالابن و ابنہ وان اسفل بالاب اتفاقاً و بالجہد عند ابن حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بنیں  
ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے ان میں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگر سافل ہو اور دوسرا باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین  
کے اور مسیر الشخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک م برادران یعنی کا ذکر کرنا جب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین  
نے مصنف کے مانند فروع کو اور ان کے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال جب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے  
اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اس کے ذکر کے وقت بیان کر دئے تو باب الحب میں حالت سقوط  
کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحاوی و قال ایقاسم علی اصول زید و یحییٰ  
بالاول و ہوا سقوط کما ہو مذہب ابی حنیفہ و اصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیوں سے متقاسم کرتا ہے  
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیے گئے اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول  
زید کے مطولات فقہیہ میں مشرح مذکور ہیں م منع الغفار میں اصول زیدوں مذکور ہیں کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی  
کے برابر ہے ان سے برابر متقاسم کر لے گا جب تک متقاسم سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہ ہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اس کے لئے ثلث مفروض  
ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیوں میں لکڑ کر مثل حظ الاثنین قسمت ہوں گی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہے تو متروکہ ان میں نصف نصف



ہوگا اس واسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہیں تو ہر ایک کو ثلث مال ملے گا اور اگر جد اور تین بھائی ہیں تو تینائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیوں میں مقسوم ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تینائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیوں کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اس کو فرض دیا جاوے گا پھر تامل کیا جاوے گا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث یا سدس تو جو ان میں سے اس کے حق میں بہتر ہوگا وہ اس کو دیا جاوے گا اور باقی مال بنی اعیان میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحاوی مختصراً و فی الوجہانیۃ وما اسقطا اولاد عین و علة ۱۰ وقد اسقط النعمان و ہو المحرر اور وہابیہ میں ہے اور صاحبین نے سکے بھائیوں اور سوتیلے بھائیوں کو واداکے ساتھ ساقط نہیں کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے ان کو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا محرر اور مختصم ہے قولہ و علة کا وادو معنی او ہے یعنی اس واسطے کہ عینی کے بعد علاقائی وارث ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ و علیہ الفتویٰ کما فی الملتفی و السراجیۃ و ان قال مصنفنا فی شرح ما علی قولہما الفتویٰ اور سقوط بنی اعیان میں امام کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ملتی اور سر راجیہ میں مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح میں کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے ویسقط بنو العلات و ہم الاخوة والاخوات لابہم ای بنی الاعیان ایضاً و ہو ملا ای بالابن و ابنہ و بالاب و الجدة و کذا بالاخت لابیون اذا صارت عصبتہ کما علمتہ اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں سکے بھائیوں سے بھی اور ان شخصوں سے یعنی ولیہ اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح ساقط ہوتے ہیں سگی بہن سے جب کہ وہ عصبہ ہو جائے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اس کو معلوم کر چکا ہے م چونکہ بنی اعیان قرابت میں اقویٰ ہیں بنی علات سے لہذا ان کے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جب کہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہو گئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لے گی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لے گی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جائیں گے کذا فی الطحاوی ویسقط بنو الاخیاف و ہم الاخوة والاخوات لام بالولد و ولد الابن و ان سفلی و بالاب و الجدة بالاجماع لانہم من قبیل الکلاتہ کما سبطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہیں یعنی ضعیف القرابت ہیں چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اس کو مشرح بیان کیا ہے م بالاجماع جد سے مرتبہ ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے قول پر و لتسقط الحجات مطلقاً البویات ام امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہیں حجات مطلقاً خواہ پدری جدہ ہوں یا مادری یعنی دادیاں اور نانیاں ماں سے ساقط ہو جاتی ہیں والا البویات بالاب اور حجات پدری یعنی دادیاں باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہیں و کذا بالجدة الام الاب و ان علت فانہا ترث مع الجدة لانہا لیست من قبلہ بل ہی نزوتہ فکانا کالابون اور اسی طرح سے حجات ساقط ہو جاتی ہیں دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اس واسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہیں بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونوں ماں باپ کے مانند ہونے والی قرابت میں یعنی تو بیسے والدین وارث ہوتے ہیں ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہوں گے و تحجب القرنی من سہ جہت کانت البعدی کذلک و ارثہ کانت القرنی ام مجوتہ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسی طرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہ ہو چنانچہ ہم نے اس کو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح میں م تو چار صورتوں میں جب حامل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری

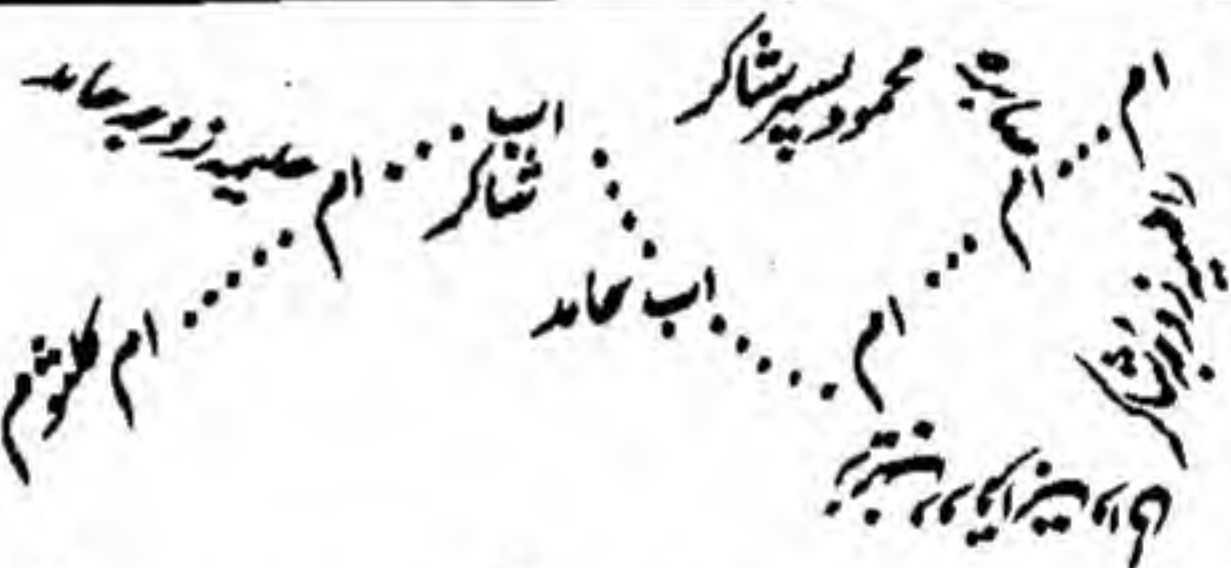


جدہ بعیدہ پدری کو محبوب کرتی ہے تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محبوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محبوب کرتی ہے و اذا اجمعتا کانت احدهما ذات قرابتہ واحده کام الاب کذاتی نسخ المتن والشروح والاصواب الموافق للمسراجیہ وغیرہ  
کام ام الاب وقد تقدم ان القرنی تحجب البعیدی  
مطلقاً فانهم والاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وہی ایضاً ام اب اللاب ہذہ الصوره



ہذہ ذات قرابتین ہذہ ذات قرابتہ واحده

اور جب کہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہے چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے۔ صورت اس کی یہ ہے



ام کلثوم ایک قرابت والی

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسی طرح کام اللاب مذکور ہے اور درست مثال سرا جیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محبوب کرتی ہے مطلقاً تو بوجہ لے اس خطائے مصنف کو م شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہو اُس کے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دخل ہیں ایک یہ ہے کہ سرا جیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہے دوسرا دخل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بوجہ قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اس کے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا تو ضیحاً ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتنا فولد بنہا ولد فمذ المرأة جدۃ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نانی سے تو ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اُس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اس کے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ام اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جس نے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اس کی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جب کہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذاتی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب



یعنی ناتی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا ان سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اس کے  
 باپ کی دادی ہے اور اس کی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زید سے نکاح کر دیا ان سے شاکر زینب  
 پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اس کے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ  
 زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جس کا نام سلیمہ ہے سوزینب نے سلیمہ کی ناتی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس  
 سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی  
 نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی  
 ہے قسم محمد السدس یعنی اثلاً باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہاؤ کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت  
 کے یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو تہائی والی جدہ کو دو تہائیاں سدس دیں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق  
 ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے تو جس میں ایک قرابت کی جہت ہوئی اس کو ایک حصہ دیا اور جس میں دو جہتیں قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئیں  
 صورت میں وہ ایک ہے اور حقیقت میں متعدد ہے تو اس کو دو حصے دئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے ساتھی و ہما اکی  
 ابو حنیفہ و ابو یوسف الصافا باعتبار الابان و بقال مالک و الشافعی و ہر جزم فی الکفر فقال و ذات جہتین کذات جہت اور امام ابو حنیفہ  
 و ابو یوسف نے نصف نصف تمت کی ہے باعتبار ابدالان کے اور یہی قول ہے امام مالک و امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں سوکنز  
 میں یوں کہا ہے کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہے قول شیخین کی وجہ یہ ہے کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ  
 استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور امام متعدد نہیں تو جہت کا تعدد جہت واحد کے مانند ہے اور یہاں اسی طرح ہے کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ  
 کہتے ہیں ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک ان میں بھی سدس نصفاً  
 نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہوں گے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ہیں گے طحاوی نے کہا  
 کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے سر جہ میں ابو یوسف کے ساتھ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی شرح فرائض شریفی میں ہے کہ شری نے کہا  
 کہ امام سے تعدد قرابت احدی الجہتین میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض میں یوں  
 مذکور ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہے انتی واذا استكمل البنات والاخوات لابون فرضن  
 و ہذا لثلاث سقطن بنات الابن و سقط الاخوات لاب ایضا لا تبعصیب ابن ابن فی الصورة الاولی و اخ فی الثانیۃ مواز  
 مساو و انازل اکی سافل فینئذ یعصبن و یون البانی للذکر کالانثین قالہ المصنف فی شرحہ اور جب کہ بیٹیاں اور سگی بہنیں اپنا فرض حصہ  
 یعنی دو تہائیاں پورا بھر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جاویں گی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہوں گی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت  
 میں اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا  
 ہو تو اس وقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلی بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کر دے گا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم  
 ہوگا ایسا کہ امام مصنف نے اپنی شرح میں مبنات کا حق کامل ثلثین اس واسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں  
 ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسائیں مذکور ہے قلت و فی اطلاقہ نظر ظاہرہ لتقریم بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ و ابن العم  
 لا یعصب اختہ و ابن العم لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانما من ذوی الارحام قال فی السراجیۃ و ویس ابن الاخ بالمعصب



من مثله اذ فوقہ فی النسب ۛ شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق بولنے میں ظاہر اعتراض ہے علیٰ کی اس تصریح کی دلیل سے کہ  
 الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنی  
 کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اس واسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام سے ہے  
 میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اور والی کو نسب میں یعنی عمہ کو م صور مذکورہ میں عدم تعصیب  
 کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہوتا تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہ ہو چچا  
 مسئلہ مذکورہ میں تو اس کا بھائی اس کو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل اس کی صفت نہیں  
 ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اس کی صفت نہیں  
 پڑ سکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف النسب متقی کذا فی الطحاوی ملخصاً تبصرہ بخلاف ابن الابن وان سفل فانه یعصب  
 اذ فوقہ ممن لم تکن ذات سهم ویسقط من دونہ بخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اس واسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے  
 والی کو یعنی بہن کو یا اور والی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہ ہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس سے نیچے درجے والیا  
 ہیں م یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاوے گی اس کا بھتیجا اس کو عصبہ نہیں کرے گا اور جو بنات کہ ابن الابن سے مدجے میں  
 ہوں گی وہ ساقط ہو جاویں گی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہو گا فتوٰی ترک ثلث بنات ابن بعضن سفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذلک  
 ثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بئذہ الصورة

مہم

الفرقی الاول ابن

الفرقی الاول ابن

الفرقی الاول ابن

علیا  
وسطی  
سفل

ابن و بنت

ابن و بنت

علیا

ابن

ابن و بنت

ابن و بنت

وسطی

ابن و بنت

ابن و بنت

ابن و بنت

سفل

ابن و بنت

ابن و بنت

ابن و بنت

سفل

ابن و بنت

سو اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اس طرح کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیاں تین چھوڑیں اسی طرح  
 درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسی طرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں چنانچہ شارح کی تفسیر سے اگر تال کریں تو واضح ہوتا ہے  
 ہم توضیح اس کی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اس کے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اس کی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی  
 اسی طرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اس کے فرزند نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا علیٰ ہذا القیاس تین بار پھر میت کے  
 پروتے نے اسی طرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مر گئے تمام طبقات کے اور نو لڑکیاں ان کی باقی رہیں اللہ  
 میت جدا علی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیہ کہتے ہیں کذا فی الطحاوی ملخصاً فالعلیٰ من الفرقی الاول لایوارثہا احد فلہا النصف سے اچھے صورتہ



تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو جد امی کے متروکہ سے اس کو نصف ترکہ ملے گا چونکہ اس میں اور میت میں ایک واسطہ ہے برہنہ اور بنات کے لہذا اس کے برابر میں کوئی عورت نہیں تو وہ نصف لے گی کیونکہ وہ قائم مقام ہے بنت صلبی کے والو سطلی من الفرق الاول تو ازیم العیالات من الفرق الثانی فیکون لہا السدس تکملہ لثلاثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس ملے گا ثلثین کے پورا کرنے کے واسطے یہ دونوں پوتیاں اس واسطے ہمدرد ہوئیں کہ میت میں اور ان میں دو در دو واسطے ہیں ان کو سدس اس واسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پانچگی تو ثلثین میں باقی جو رہا تھا وہ ان کو ملا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں ولا شئی للسفلیات اور کچھ نہیں ہے پنجی پوتیوں کے واسطے نو پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ بنات کا حق دو تہائیوں سے زیادہ فرض نہیں ہے اور عصوبت ان کی قطعاً ثابت نہیں تو اصلاً ان کو میراث نہ ملے گی کذا فی الفرائض لشریفی الا ان یكون مع واحدة ممن غلام فیعصبها ومن یحاذیها من فوقها من لا تكون حاجۃ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لئے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات میں سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بن کو اور اس کی برابر والی ہمدرد ہو کر اور اس کے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کر دے گا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاویں گی مگر اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لے گی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاویں گی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اس کے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں لکڑ کر مثل خط الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور اس کے بھائی اور فریق ثانی کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی میں اور فریق ثانی کی سفلی میں سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا لکڑ کر مثل خط الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اس میں اور چھ سفلیات میں آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اس میں اور اس کی بن میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لے گی اور باقی اس میں اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں لکڑ کر مثل خط الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاویں گی کذا فی الطحاوی والشریفی ویاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارة السيد وغيره ویاخذ احد ابی عم ہواخ الام السدس بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسی طرح ویاخذ ابن عم مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت یاخذ احد ابی عم ہے یعنی دو چہرے بھائیوں میں جو اخیاں بھائی بے میت کا وہ چھٹا حصہ لے گا فرضیت کی راہ سے صورت اس کی یہ ہے کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا کہ وہ مر گیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اس کا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چہرہ بھائی اور دوسرا چہرہ بھائی جو اس کا اخیاں بھائی ہے چھوڑ کر مر گیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لے گا کذا فی الطحاوی تبصر وکذا لو کان الآخر زوجاً فله النصف اور اسی طرح اگر دوسرا چہرہ بھائی زوج ہو چھری بن کا تو اس کو نصف حصہ ملے گا فرضیت کے اعتبار سے ولقبسمان البائی بینما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بہا فیرث بجمتی فرض و تعصیب اور دونوں چہرے بھائی بچلا مفہوم تشبیب شمر کی اصطلاح میں ان اشار قصبہ کو کہتے ہیں جن میں ذکر عدوتوں کا ہو کثر ان کو شرع قصبہ میں لاتے ہیں تاکہ لوگوں کو میل سننے کا زیادہ ہو تو چونکہ اس مسئلہ میں بھی عدوتوں کا کثر ہے اور مسئلہ دقیق ہو رہا ہے اس لئے تشبیب نام رکھا گیا ۱۱ لے بیٹے اول کے سفلی اور دہم کے وسطی اور سفلی اور تین فریق سوم کے ۱۲



باقی مال کو آپس میں نصف نصف بانٹ لیں گے عصبوت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں اس کی میراث سے فرض اور عصبوت کی دونوں جہتوں سے تو اخیانی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصبوت کی دونوں جہتوں سے پہلی صورت میں باقی مال پانچ سدس ہیں اور دوسری صورت میں نصف ہے اور اگر زوجہ کا سنا بیٹا ہو تو وہ ابن اعم کا صاحب ہوگا ابن اعم ہونے کی وجہ سے نہ زوجیت کی وجہ سے اور اخیانیت کی وجہ سے بھی بیٹا صاحب ہوگا کذا فی الطحاوی واما بفرض و تعصیب معا بجمہ واحدۃ فلیس الا الاب والابوہ اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پائین جاتا کسی وارث میں سوائے باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یہاں البوت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کا بن ہوا بن ابن اعم بان تنکح ابن عمها فتد ابنا میں کہتا ہوں اور صاحب عصبوت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اس طرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی م تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن اس مثال میں غل یہ ہے کہ یہاں میراث وہ لے گا فقط فرزند کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اس واسطے کہ فرزند کی جہت مقدم ہے مگر اس کا یوں جواب دیا جائے کہ اجتماع جہتیں یہاں مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحاوی وکان ہو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنے والا ہو م صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا مجبور و خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزند کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد یجتمع جہتا فرض واما بتصور فی الجوس لنکاحهم المحارم وتوارثون بہا جمیعاً عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض وتاتی الاشارة الیہ فی الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ مقصور نہیں مگر محوسیوں میں اس واسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہوں گے دونوں جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہوں گے اور اس کا پورا بیان علم فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس کی طرف غریبوں کی فضل میں اشارہ آدے گا مثلاً نجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مر گیا تو اس نے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اس کی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا واما اوحدۃ و اخوة لام و اخوة لابوین اخذ الزوج النصف والام او الحدة السدس وولد الام الثلث ولاشی للاخوة لابوین لانہم عصبة ولم یبق لہم شی اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیانی بھائیوں اور سگے بھائیوں کو چھوڑا تو زوج نصف متروکہ لے گا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیانی بھائی ستائی لیں گے اور سگے بھائیوں کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہیں اس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فرض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالک والشافعی کثیرک بین الصنفین الاخرین کان کل اولاد ام اور مالک اور شافعی کے نزدیک کچھلی دونوں قسموں میں یعنی اخیانی اور سگے بھائیوں میں اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیانی بھائی ہیں م اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نویدی نے اس کو ضبط کیا ہے اور بعضوں نے اس کو بکسر را مملہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حمایہ اور حمیریہ اور نیمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی مختصراً وكذلك یفرض مالک والشافعی للاخت لابوین اولاب النصف وللجد السدس مع زوج وام فتقول الی تسعة اور اسی طرح امام مالک اور امام شافعی سگی بن یا سوتیلی بن کے واسطے نصف کو فرض کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ مول کرے گا نو سہم کی طرف م اس مسئلہ کو اکر یہ کہتے ہیں تو بیع اس کی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بن یا سوتیلی بن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اس کو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکر یہ میں اس کو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکر یہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بن یا سوتیلی بن تو ازواج کے



واسطے نصف ہے اور مال کے واسطے ثلث اور واداکے واسطے سدس اور بہن کے واسطے نصف بھر واداکے اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے لہذا کر مثل  
 حظ الانثیین اس واسطے کہ مقاسمہ واداکے واسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی  
 طرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور مال کے دو سہم اور واداکے ایک سہم تو بہن کے واسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ پرتین سہم کو زیادہ کیا نو سہم ہو گئے واداکے  
 کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونوں حصوں کا چار سہم ہوئے ان کو واداکے اور بہن پر لہذا کر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر تقسیم  
 نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ اس میں سے زوج کے نو سہم اور مال کے چھ سہم اور واداکے تین سہم اور بہن کے نو سہم بھر واداکے  
 حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو ان کو دونوں میں لہذا کر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو واداکے آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ  
 نے بہن کو ابتدائیں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہائیں اس کو عصبہ کر دیا تاکہ اس کا حصہ واداکے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے  
 اور اس مسئلہ کو اکر یہ کہتے ہیں اس واسطے کہ بنی اکر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی اکر کی قوم کی ایک عورت مرگئی زوج اور مال اور واداکے  
 سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابتؓ پر ان کا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا لہذا فی السراجیہ و شرحہما الشریفی ملتقطاً و عند ابی حنیفہؒ واحد  
 تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے مگر تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے  
 تین سہم زوج کے اور دو سہم مال کے اور ایک سہم یعنی سدس واداکے اور بہن محروم ہے واداکے حاجب ہونے سے باپ کے مانند قلت و حاصلہ انہ لیس  
 عند الحنفیۃ مسئلہ المشتركة اتفاقاً ولا مسئلہ الاکدریۃ علی مفتی بہ کما مر میں کتاسوں اور رجال کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ باتفاق امام  
 صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکر یہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ و لیستقط بنو الاعیان بالابن  
 والاب والجد امام کے نزدیک واداکے باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہو گا باپ کے مانند اور صاحبین کے نزدیک واداکے باپ کے برابر نہیں ہر  
 حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکر یہ ثابت ہو گا لہذا فی الطحاوی

**باب العول** یہ باب ہے عول کے مسائل میں م عول بفتح اول و سکون ثانی لغت میں معنی جو ر و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے  
 لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی ہے اس واسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی  
 طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اس کے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے و صدہ الرد کما یجی اور عول کے مخالف  
 رد ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا م اس واسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سهام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد  
 سے سهام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجئے کہ عول میں سهام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل  
 ہو جاتا ہے سهام پر لہذا فی الطحاوی و ہو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفرضیۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص  
 ارباب الدیون بالمخاصمہ عول اصطلاح میں عبارت ہے سهام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جب کہ فروض زیادہ ہو جاویں فرضہ کے مخرج پر تاکہ  
 نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اس کے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب مخاصمہ کے یعنی ہر وارث  
 اپنا حصہ ناقص پاتا ہے علی قدر حصہ متروکہ سے تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت دیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور واداکے سا ہی  
 پاتے ہیں م حاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادا نہ ہو فرض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اس کے اجزاء سے زیادہ کیا جاوے

یعنی اس وجہ سے کہ بہن کا حصہ نصف ہے تو اگر کوئی اور خارج نہ ہوتا تو چھ میں سے تین اس کو ملے ۱۲ ۱۳ یعنی جہاں اس کا بیان ہے کہ عینی

جہاں بہن محروم ہو جاتے ہیں بیٹے اور باپ اور واداکے ۱۲



چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودة فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کو سے وفاد فرض مجتہد سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل نہ جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنی یکساں کی ہو بقدر حصوں کے کذا فی الشریعی طحاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اس کا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا سات کی طرف تو زوج پر نقصان داخل ہوگا ہر سہم میں بسع یعنی ساتویں حصے کا تو وہ چھ میں دو سہم اور چار بسع پاوے گا اور بہنوں پر چار بسع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین بسع پاویں گی اتنے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھ کا سدس محتاج چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہو گئے تو ایک کو سات کے ساتھ بسع کی نسبت ہے تو بقدر بسع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہو گئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پہلے جس نے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں م فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جس کا مخرج اس کے ادائے فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا مگر ابن عباسؓ نے ان کی موت کے بعد کذا فی الطحاوی فتاویٰ عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا صدر خلافت فاروقی میں وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث تھیں تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہے اور اسے عول کیا آٹھ کی طرف تمام الخارج سبعة پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں م وجہ اس کی یہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربيع ثمن ثلثان ثلث سدس اور خارج ان کے پانچ ہیں اس واسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربيع ثمن مجتمع ہوں تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربيع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج خارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جب کہ نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنی ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی خارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جب کہ ربيع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جب کہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو خارج خمسہ ان دو مخرج سے مل کر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعة لا تقول الاثنان والثلثة والاربعة والثمانیۃ خارج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ یہ حصہ باعتبار استقرار کے ہے اس واسطے کہ ان خارج کے فروض مجتہد کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو ہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اس وقت ہوگا جو دو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگی بہن یا علی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریعی تبصرہ والثلثۃ لا تقول بالاختلاف کما یسجد فی باب الخارج اور تین خارج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اس کا ذکر باب الخارج میں آوے گا م شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ خارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستہ لقول اربع عولات الی عشرۃ وترأ وشفعاً تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق اور حجت دونوں کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کی طرف اور نو کی طرف اور دس کی طرف فقول سبعة کزوج و شقیقین تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہونے میں م تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہو یعنی سدس کے

سے یعنی سوائے اس کے ان اجزائیں سے جو مخرج میں موجود ہوں ۱۲ سے یعنی دو اور چار اور آٹھ اور تین اور چھ ۱۳



زیادہ کر دینے سے سات ہو گئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحاوی سے مذکور ہو گئی و لثانیۃ کم دایم اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں میں یعنی زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں میں م تو اس صورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو ہے جب اس کو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہو گئے تو ہر سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہو گا اس واسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا و لثانیۃ کم دایم اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیانی بھائی میں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور اخیانی بھائی میں م تو اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اس کو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہو گئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ یہ صورت اول زمانہ نبی میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اس نے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو علماء حجاز سے اس کا سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ثلث مال اس کا حق ہے و لثانیۃ کم دایم اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیانی میں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیانی بھائی میں م تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب ان کو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہو گئے طحاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ اس میں قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہروں گھومتا پھرتا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑ کر اور اس نے کوئی بیٹا یا پوتا نہیں چھوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہے تو لوگ کہتے تھے نصف ہے تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے نہ مجھ کو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اس کو طلب کیا یوں کہ کر کہ کچھ تیرے لئے باقی ہے ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اس کو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہے اور حاجی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہے اور ایسے حکم کی مجھ سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہے یعنی عول کا حکم امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہے انتہی مختصراً بالحمد وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا قاضی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے جب کہ چھ دس یا نو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہے اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و اثنا عشر تقول ثلث الی سبعة عشر و ثلث الی ثلثین تقول الثلثة عشر کزوجہ و ثلثین و ام و ثلثین عشر کم دایم و سبعة عشر کم دایم و ثلثین کم دایم اور بارہ عول کرتا ہے تین بار سترہ تک طاق عدد میں نہ حجت میں تو بارہ عول کرتا ہے تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں میں اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور اخیانی بھائی میں اور سترہ کی طرف عول کرتا ہے چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنیں اور ماں اور دو اخیانی بھائی ہیں م جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہے اور تیرہ اور پندرہ کے عول میں عورت اور مردوں کا احتمال ہے کذا فی العالمگیریۃ و اربعۃ و عشرون تقول الی سبعة و عشرون فقط کا مرآۃ و بنتین و ابون و لثانیۃ المنبریۃ اور چھ ہیں کا عول ہوتا ہے فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیوں اور ماں اور باپ کے وارث ہونے میں اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہیں م اس مسئلہ کو منبریہ اس واسطے کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کا سوال ہوا اور آپ کو فنی کی مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا حق کیا فرض نہیں ہے تو فرمایا کہ صار ثلثینا تسعاً یعنی اس کا آٹھواں حصہ نواں ہو گیا اور خطبہ خوانی میں مشغول رہے سو لوگوں نے تعجب کیا آپ کی عظمت اور ذکات کا اور شہسوری نے شرح ترقیب میں بیان کیا کہ ایک عالم نبی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جب خطبہ میں آپ سے یہ سوال ہوتا تھا خطبہ تھا الحمد للہ سب تعریفیں اللہ کو سزا دار میں جو یقیناً حق کا حکم کرتا ہے اور ہر نفس کو جس کا کامی کا بدلہ دیتا ہے اور اسی کی طرف بازگشت اور رجوع ہے ۱۲



الذی حکیم بالحق قطعاً و یجزی کل نفس بالتسبیح والیہ المعاد والرحی اس کے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صارقنا تسعاً انتی خواہزرا کی شرح میں ہے کہ علی مرتضیٰ کمال حاذق اور ہر تھے علم حساب میں حکایت ہے کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کفہ کے قصے میں تم اپنی کتاب یعنی قرآن میں پڑھتے ہو ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً اور ہماری کتاب میں ثلاث مائۃ سنین مذکور ہے اور یہ مستقیم ہے تو ہماری کتاب ہمارے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہماری کتاب میں جو تین سو مذکور ہیں تو یونان کے حساب کے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب میں عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہے اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہیں تو نصرانی حیران ہو گیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہو گیا ولہذا کہا گیا ہے کہ علی مرتضیٰ معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اس واسطے کہ باوجود اس قدر تجربہ کے علوم میں اور نہایت شجاعت کے حروب میں منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقرر تھے آپ کی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہے جیسا بعض علماء نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الظہاوی والردوندہ کما مر اور ردوندہ ہے مول کا چنانچہ اول باب میں گذر گیا م مسائل فرائض کے تین قسم ہیں فروض عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائدہ فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام مال کے سهام کے ساتھ برابر ہیں اس طرح کہ میت نے دو سگی بنیں اور دو سوتیلی بنیں چھوڑیں تو سوتیلیوں کا فرض حصہ ثلاث ہے اور سگی بنوں کا دو ثلاث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سهام کم ہوں مال متروکہ کے سهام سے اور وہاں عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہے گا اس کو عصبہ لے گا تو یہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام مال متروکہ کے سهام سے کمتر ہوں اور وہاں عصبہ نہ ہو اس طرح کہ میت نے دو سگی بنوں اور مال کو چھوڑا تو بنوں کے دو ثلاث میں اور مال کا سدس ہے اور یہاں کوئی عصبہ نہیں جو باقی سدس کو لے تو اس میں حکم ہے رد کا یعنی سدس باقی انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے اور فریضہ عائدہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سهام اکثر ہوں مال کے سهام سے چنانچہ اس کی مثالیں مول کے مسائل میں مذکور ہو چکی ہیں کذا فی العالمگیریہ وحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفروض والحال ان لا عصبۃ تمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سهام اجماعاً لفساد بیت المال یعنی جب کہ رد مول کا مندر تھو اتو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہے فروض سے تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائے گا اصحاب فروض پر بقدر ان کے سهام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے م فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضیٰ اور ان کے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہ ہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں ازال جلد یہ آیت قرآنی ہے واولوالارحام بعضهم اولی بعض فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی میراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت موارث نے مال کے جزر معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اس طرح کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موارث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جائے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لئے فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اس واسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا عمل لے لینے ٹھہرے اپنے عاریتین سو برس ۱۲ ملے مراد ان سے ایضاً بنیں ہیں جیسا کہ باب الحج میں گذر گیا کہ دو سگی بنوں کے ہوتے سوتیلیاں محروم ہوتی ہیں ۱۲



زوجین اور نبات معق اور اس کے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہ ہو سوائے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہیں اس واسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہ ہو کذا فی المطحطاوی الا علی الزہدین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہ ہوگا زوجین پر اس واسطے رد نہ ہوگا کہ ان میں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو ان پر قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرد علیہما ایضاً قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ہذا وہم من الراوی فراجعہ اور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیاراً شرح مختار میں اس پر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطاب ہے تو اس کی طرف مراجعت کریم طحاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اس کو نقل کرتے ہیں اور انھیں شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اس کا جواب بھی انتہی واللہ اعلم فی الاشباہ انہ یرد علیہما فی زماننا لفساد بیت المال وقد مناہ فی الولادہ اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے بسبب فساد ہونے بیت المال کے اور ہم اس کو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولادہ میں یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب و رتہ کے ذکر میں حاشیہ طحاوی سے تبصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرواۃ اقسام لان المردود علیہ اما نصف او اکثر و علی کل اما ان یکون من لایرد علیہ او لایکون مہر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اس واسطے کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر یا ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جن پر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں فالاول ان اتحد الجنس المردود علیہم کبنتین او ختین او جدتین فسمت المسئله من عدد رؤسہم ابتداء قطعاً للتطویل سوادل قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جائے م یعنی چونکہ جمع ترکہ انھیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں ان کی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جائے اس واسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اس کے فرض کے دیا جائے پھر دوسرے باریقی مال ان کو بقدر ان کے سهام کے دیا جائے تو دوبار تقسیم کرنا ہوگا تو سب مترکہ ابتداء سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثہ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد رؤسہم او قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو ان کے سهام کے شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثین لوسدسان وثلثہ لثلاث وصدس واربعہ تو نصف وصدس وخمسة کثلثین وصدس تقصیر المسافۃ تو دوسرے قسمت ہوگی اگر دوسدس ہوں اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا م دوسدس ہونے کی ہیئت ہے کہ جہدہ اور اخیانی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چھ سے ہے اور اس میں ان کے دوہم ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دوسرے قرار دیا اور مترکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصف نصف تو ہر ایک نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بے فائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی صورت ہے



کہ دو انجانی بجائی اور ماں وارث ہے تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور وارثوں کے سب سهام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سهام کے تین تہاؤ کر کے بانٹ دیا تو دو انجانی سہائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموعہ سهام چار ہیں تین سہمیٹی کے اور ایک سہمیٹی یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دئے اور مترکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اُس کی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور تینیں اور سدس کی یہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو انجانی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی یہ مسئلہ چھ سے ہے اور سهام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سہم ہیں اور ماں کا ایک سہم ہے تو مترکہ کے پانچ حصے کئے ان میں سے چار سہم بیٹیوں کے اور ایک سہم ماں کا اور دوسری صورت میں تین جنسیں وارثوں کی جمع ہوئیں اور مسئلہ چھ کے سهام ماخوذہ بھی پانچ ہیں ان میں سے تین سہمیٹی کے اور ایک سہمیٹی یا پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو ان پر مترکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر ان کے سهام کے تو بیٹی کے تین سہم اور پوتی کا ایک سہم اور ماں کا دوسرا سہم اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہیں سگی بہن کے تین سہم اور دو انجانی بہنوں کے دو سہم اور اسی طرح ماں کے سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاوے گا اور مترکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہو گا قصر مسافت کے واسطے یعنی دو قسموں کو ایک قسمت قرار دیں گے کذا فی المطاوعی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لایر علیہ وہ الزوجان اعطی من لایر علیہ فرضہ من اقل مخرجہ و قسم الہائی علی رؤس من یر علیہ لزوج و ثلث بنات فنی من اربعۃ للزوج واحد یعنی ثلثہ وہی تسقیم عین فلاحا جۃ الی ضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جس پر روئیں ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو جس پر روئیں ہوتا اس کو اُس کا فرض دیا جائے اُس کے کمتر مخرج سے اور باقی روک دیا جائے ان کی ذاتوں پر جن پر روک دیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہو گا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں م زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اس کا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہو گئی ضرب کی کچھ حاجت نہ ہوئی وان لم تستقیم فان وافق رؤسہم ای رؤس من یر علیہم کزوج دست بنات ضرب و فقہا وہ ہنا اثنان فی مخرج فرض من لایر علیہ وہ ہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوجة اثنان و لبنات ستہ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہ ہو تو اگر باقی میں اور ان کی ذاتوں میں جن پر روک دیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو ان کا فاق جو کہ بیاں دو ہے اُس کے مخرج میں ضرب کیا جائے جس پر روئیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو اصل ضرب آٹھ ہو گا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھم اقل مخرج زوج چار ہیں پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر مستقیم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہے تو رؤس بنات کے وفق کو جو بیاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی والا توافق مل بایں ضرب کل عدد رؤسہم فیہ اے المخرج المذكور کزوج و خمس بنات فالخرج ہنا اربعۃ للزوج و باقی ثلثہ تباین الخمس فالضرب الاربعۃ فی الخمسہ تبلغ عشرين کان للزوج واحد اضرب فی المضروب یکین خمسۃ فنی لہ والباقی ثلثہ اضرب باقی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فکل بنت ثلثہ اور اگر باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہ ہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وہ وارثوں کے تمام عدد رؤس کو مخرج

۱۲ باصطلاح اہل فرائض ادر اہل حساب کے نزدیک ان دونوں میں تداخل ہے



دیا جاوے گا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چارہے ان میں زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے  
مباہین ہیں تو چار کو پانچ سے ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اس کو ضرب کر مضروب میں یعنی پانچ میں تو پانچ ہی حاصل ہوں گے تو  
یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیوں کا تین ہے اس کو بھی مضروب میں یعنی پانچ میں ضرب کر حاصل ہوں گے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم  
ملیں گے یہ صورت بھی صورتیں سابقین کے مانند ہے اہل اس کی بارہ ہے اجتماع رابع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اس کو چار کی طرف پھیرا کہ وہ  
کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اس میں سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیوں پر مستقیم نہیں بلکہ تین میں اور پانچ میں تباہین  
کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج میں یعنی پانچ کو چار میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فی الفرائض الشریفی والرباع  
لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا اکثر ہما بحکم الاستقراء اذ لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالا استقرار اور جو مخرجی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی  
فقط دو جنسوں کے ساتھ دو جنسوں سے یہاں یعنی قسم رابع نہیں ہو سکتا بحکم استقرار کے اس واسطے کہ رد کرنا چار جنسوں کا اصلاً نہیں ہوتا استقرار  
یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے م یعنی اگرچہ قسم ثانی میں اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ میں اس کی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع میں تین  
جنس کا اجتماع واقع نہیں ہوتا اس واسطے کہ اگر تین جنسوں کے ساتھ من لایرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسیں ہونی جاتی ہیں  
اور حالانکہ رد کرنا چار جنسوں کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا انتظار کی دلیل سے وعل ہذا نکتہ اقتضایہ فیما مر معنا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف  
کے اقتضایہ کرنے کا دو جنسوں پر قسم ثانی کے بیان میں جو متن کے اندر گذر گیا م یعنی مصنف نے جو قسم ثانی میں باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس  
پر اقتضایہ کیا تو شاید اسی واسطے اقتضایہ کیا کہ قسم رابع میں اس کا قرعہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع میں دو جنسوں کے سوا تیسری جنس نہیں ہوتی ہے اور اقتضایہ  
سے یہ مراد نہیں کہ تیسری جنس نہیں ہوتی والا فیرا بالثانی نے بعضہ لاکہ قتالہ اور اگر اقتضایہ علی الجنسین کا یہ نکتہ نہ ہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام میں  
یہاں ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہو گا نہ تمام اس کا سوا اس کو تامل کر م یعنی قسم ثانی کی بعض صورت یعنی جس میں دو جنسیں مجتمع ہوں مراد ہے نہ اس کی  
سب صورتیں اس واسطے کہ رابع میں اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہیں من لایرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لایرد علیہ علی مسئلہ من  
یرد علیہ ان استقام کزوجہ واربع جدات وست اخوات لام یعنی اگر دو جنسوں کے ساتھ من لایرد علیہ یعنی احد الزوجین ہو تو فرض  
احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اس کو قسمت کر ان وارثوں کے مسئلے پر چن پر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جائے چنانچہ زوجہ اور  
چار دادیاں اور چھ اخیانی بہنیں وارث ہوں م استقامت باقی کی نہیں ہوتی مگر فقط اسی مسئلے میں جو متن میں مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا رابع ہو  
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہو گا اور باقی بھی تین ہیں تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہو گی کذا فی  
الطحاوی وے مختار مخرج من لایرد علیہ اربعہ للزوجہ واحد لبقہ ثلثہ تستقیم علی سہم الجدات و سہم الاخوات لکنہ منکسر علی احوال فرقی کی سببی  
تو مسئلہ مذکورہ میں من لایرد علیہ کا مخرج چارہے اس میں سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیوں کے ایک سہم اور بہنوں کے دو سہموں  
پر مستقیم ہیں لیکن وہ ٹوٹتے ہیں ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اس کی استقامت کا بیان اخیر باب میں آوے گا م چار دادیوں کا حصہ ایک تھا و  
ان پر قسمت نہیں ہوتا اور اسی طرح بہنوں کا حصہ دو ہے وہ ان پر بٹ نہیں سکتا وان لم یستقیم ضربت جمیع مسئلہ من یرد علیہ فی مخرج  
من لایرد علیہ فابسلخ الحاصل بهذا الضرب مخرج فرض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہ ہو تو مرد و عہد کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج  
میں ضرب کر تو جو مبلغ حاصل ہو گا اس ضرب سے وہ دونوں فریق کے حصوں کا مخرج ہو گا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لایرد علیہ  
کے حصے حاصل ضرب سے نکل آویں گے کا رابع زوجات و تسع بنات وست جدات مخرج من لایرد علیہ ثانیۃ للزوجات اثنی واحد



بقیہ سبعة لا تستقیم علی مسئلہ من یرید علیہ وہے ہنا خمسة لان الفرضین ثلثان و سدس فاضرب الخمسة فی الثمانية تبلغ اربعین و ہی مخرج فرض  
 الفرضین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیاں اور چھ دادیاں وارث ہوں تو مخرج من لایر علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھواں یعنی ایک ہے  
 باقی رہے سات وہ مسئلہ میں من یرید علیہ پر مستقیم نہیں اور مسئلہ مذکورہ بیاں پانچ ہے اس لئے بیٹیوں اور دایوں کے دو فرض و ثلث اور ایک  
 سدس ہے تو مسئلہ من یرید علیہ یعنی پانچ کو آٹھ میں جو مخرج ہے من لایر علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہوں گے تو ہی مخرج ہے دونوں  
 فرقی کے فرض کا م من یرید علیہ کے مسئلہ کو پانچ اس واسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور عداۃ سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ  
 ہے تو اس کے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج  
 ہے فرض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ میں سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سهام من لایر علیہ و ہرسم للزوجات فی خمسة مسئلہ  
 من یرید علیہ یکن خمسة فنسحق الزوجات الاربع من الاربعین بھر من لایر علیہ کے سهام کو یعنی زوجات کے ایک سهم کو مسئلہ من یرید علیہ یعنی  
 پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہوں گے سو ہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ میں سے و اضرب سهام کل فرقی ممن یرید علیہ وہے اربعۃ  
 للبنات و ہرسم للجدات فیما لقی اے فی السبعة الباقیة من مخرج فرض من لایر علیہ یکن للبنات ثمانية و عشرون وللجدات سبعة فاستقام  
 فرض کل فرقی لکنہ منکسر علی آحاد کل فرقی فصح بالاصول السبعة الاتیة فی باب المخرج نصیح من الف و اربع مائۃ و اربعین اور سهام ہر فرقی من  
 یرید علیہ کو اور وہ سهام پانچ ہیں چار بیٹوں کے اور ایک سهم دایوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لایر علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل  
 ضرب ۳۵ ہوئے ان میں سے بیٹیوں کے ۲۸ سهم ہیں اور دایوں کے سات سهم تو اب ہر فرقی کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فرقی کے فرد فرد  
 پر راست نہیں ہوتا تو ثبات ہے تو اس کی تصحیح کر لے ان سات قاعدوں سے جن کا بیان آوے گا باب المخرج میں تو صحیح ہو گا ہر فرد کا حصہ ایک  
 ہزار اور چار سو اور ۴۰ سهم سے م بالجلد موجب قواعد مذکورہ کے ۱۳۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب  
 بنات ۱۰۰۸ ہے اور ان میں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دایوں کا نصیب ۲۵۲ ہے اور ہر دای کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الخطاوی مختصر و تفصیل الاولی  
 من ثمانية و اربعین و لولا خشية الاطالة لا وسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیانی بہنوں کا مسئلہ صحیح ہو جاتا  
 ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہ ہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا م ۴۸ میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدت کا نصیب  
 بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنوں کا نصیب ۲۲ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الخطاوی

### باب توریت ذوی الارحام

یہ باب ہے توریت ذوی الارحام کے مسائل میں م مغرب میں ہے کہ رحم اصل میں منبت ہے ولد کا  
 اور اس کا طرف پھر قرابت اور وصیت من جہۃ الولاد مسمی برحم ہو گئی اس واسطے کہ رحم قرابت کا

سبب ہے طحاوی نے کہا لغت میں ذورحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقا خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہ ہو مگر قرابت قریب نسب  
 بذی نسب ولا عصیۃ منقسم ثالث حیث ذورحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو تو ذورحم وارثوں کی تیسری قسم ٹھہرا اس  
 وقت میں م یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اگر نصیب بکریم مانند حضرت فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو دردار اور  
 ابن عباسؓ بروایت مشورہ رضی اللہ عنہم توریت ذوی الارحام کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور ان کے تابعین کا اور  
 زید بن ثابت اور ابن عباسؓ روایت شاذہ میں میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں ان کے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبہات نہ ہوں

۱۔ اور ایک نسخہ میں بعد ہنا کے واللہ اعلم بالصواب ۱۲



تو متروکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا نفی کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت موارث میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہیں کیا اگر ان کا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والوں کی دلیل یہ آیت ہے واذوالارحام بعضهم اولى ببعض فے کتاب اللہ چنانچہ استدلال اس کا مذکور ہو چکا کذا فے الفرائض الشریفی مختصراً وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبة سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذورحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبة کے ساتھ سواری زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہیں مگر ذورحم ان کے ساتھ وارث ہوتا ہے اس واسطے کہ ان پر رد کرنا فرض نہیں فیماخذ المنفرد جمیع المال بالقرابة تو اکیلا ذورحم تمام مال کو لے گا قرابت کی وجہ سے جمیع مال کے یعنی میں اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اس میں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب گاہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے نصیب میں بیٹا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جنسیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی الخطاوی وکجب اقربہم الا بعد کترتہ العصابات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنی جس طرح عصبات میں اقرب البعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام میں اقرب کے ہوتے البعد وارث نہیں ہوتا فتم اربعة اصناف جزاء المیت فتم اصلہ ثم جزاء البویہ ثم جزاء جدیہ او جدیۃ توکل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جو بیٹے میت کی اولاد و ختری چنانچہ ناتی اور نائن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیاں پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اس کی آگے آوے گی متن اور شرح میں وحینئذ یقدم جزاء المیت و ہم اولاد البنات و اولاد بنات الابن و ان سفلا و اس وقت میں یعنی جب کہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث میں ذوی الارحام کی اقسام میں اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ بچہ درجہ سافل اور نازل ہوں تو اگر میت کی ناتی یا پرناتی ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتی یا پرناتی میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند فتم اصلہ و ہم الجذ الفاسد و الجذات الفاسدات و ان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جذات فاسدات ہیں اگرچہ بچہ درجہ عالی اور اونچے ہوں جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسد وہ ہے جس کی نسبت میں میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الخطاوی مختصراً فتم جزاء البویہ و ہم اولاد الاخوات لابوین اولاب و اولاد الاخوة والاخوات لام و بنات الاخوة لابوین اولاب و ان نزولوا پھر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیانی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلی بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں م یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے بھائیوں کی بنات کی اس واسطے تخصیص کی کہ بھیتجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھیتجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہو گیا اور اخیانی بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولے بالمیراث اقرب الے المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ میں برابر ہوں تو اولاد عصبات مقدم

۱۲ یعنی یومیکم اللہ فی اولادکم الآیہ ۱۲ یعنی قرابت و درجہ میں سے بعض اولے میراث ہیں بعض سے کتاب اللہ میں ۱۲



ولد ذی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی سے گی نہ بہن کا ناتی اس واسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحاوی  
 مختصراً ولقدیم الجدید علیہم خلافا لہما اور مقدم ہے نانا ان پر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوة پر برخلاف ضاحیہ کے مام سے دور وہ ہیں  
 ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اس پر فتویٰ ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی اور  
 ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور ضاحیہ کے نزدیک بھانجے اور  
 بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں اور مام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبیات کے قیاس پر ہے اس واسطے کہ عصبیات میں داد مقدم  
 ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحاوی ثم جزو جدیہ اور جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے مام یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اے آخر  
 المذكورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی  
 مراد ہے وہم الاحوال والخیالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں مام یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ  
 بنیں ہیں اس کی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیانی بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی  
 طرف منسوب ہیں کذا فی الطحاوی والشرعی والاعمام لام اور اخیانی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیانی یعنی مامی بھائی ہیں مام میں  
 مادری کی قید اس واسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلہ چچا عصبیات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام  
 سے مطلقا سگی ہوں یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بنیں ہیں باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر  
 میت کے باپ کی اخیانی بنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں اس کی جدہ پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ احوال اور خیالات اور عمات اور  
 اعمام مادری درجے میں برابر ہیں یہاں کوئی اقرب اور البعد نہیں اور ان میں حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر  
 چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت ان کی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہے اس طرح کہ سب کی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری  
 سے تو اقرب اولے سے بالاجماع یعنی سگا اولیٰ ہے سوتیلے سے اور سوتیلہ اولے سے اخیانی سے خواہ اقویٰ مرد ہو یا عورت اور اگر اقویٰ میں بھی  
 تعدد ہو مع اتحاد القرابة فلذا کر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہے اس طرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی  
 جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری کے واسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحاوی مختصراً وبنات  
 الاعمام واولاد ہولاء اور منجملہ قسم رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی احوال اور خیالات اور اعمام اخیانی اور عمات  
 اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں ثم عمات الاباء والامهات واناہم وخالاتہم واعمام الاباء لام و  
 اعمام الامهات کلہم واولاد ہولاء وان بعدوا العلو والسفول پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں اور  
 ان کے ماموں اور خالائیں اور باپوں کے اخیانی چچا اور ماؤں کے چچا بالکل خواہ سگی ہوں یا سوتیلے یا اخیانی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی  
 اگرچہ بعید ہوں اونچے اور نیچے ہوں ہم یعنی جب کہ میت کے عمات اور خیالات اور احوال اور ان کی اولاد موجود نہ ہوں تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے  
 باپ کی عمات اور خیالات اور احوال اور اس کی ماں کے چچا اور ماؤں اور خالہ کی طرف تو اگر ان میں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال  
 لے گا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہوں گے اور قرابت ان کی متحد ہوگی تو ان میں سے قویٰ تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت  
 اور اگر قرابت ان کی برابر ہے تو لکڑ کر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت ان کی مختلف ہے تو باپ کے قرابت والوں کو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی  
 قرابت والوں کو ایک تہائی اے آخر مام پھر اگر یہ لوگ بھی نہ ہوں تو ان کی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر ان کی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل



ہو گامیت کے دادا اور دادی کے عمت اور خالات وغیرہم کی طرف پھر ان کے بعد ان کی اولاد کی طرف اسے غیر النہایت کذا فی الطحاوی و بشری  
 و یقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہو گامیت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں م قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہیں اس واسطے کہ ان میں  
 کوئی اقرب نہیں ہاں ان کی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحاوی واذا استواء فی الدرجۃ  
 واتحدت الجہت قدم ولد الوارث اور جب کہ ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی  
 غیر وارث کی اولاد پر دم ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف  
 ثانی اور رابع میں یہ نہیں ہوتا ہاں ان کی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحاوی  
 فلما اختلفت فقرات الاب والابن والقرابة الام والابن اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والوں کے واسطے دو تہائیاں ہیں  
 مترکہ میت کی اور ماں کی قرابت والوں کے واسطے ایک تہائی ہے طحاوی نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور ان کی اولاد میں  
 ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفة الاصول فی الذکورة والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام  
 کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر ان کے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکساں اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق  
 ابو یوسف اور محمد کے م در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکر ہوں یا فقط اثنا ہوں تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہوں تو لکڑ  
 مثل حظ الانثیین تو ثانی دو ثلث پادے گا اور ثانی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت  
 بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن مختلف بالذکورة والانوثۃ و ہونا ابن بنت و بنت  
 بنت فمحمد اعتبر صفة الاصول فی البطن الثانی فی مسئلنا فقسم علیہم اثلاثا واعطی کل من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یكون ثلثا لبنت  
 ابن البنت لنصیب ابیہا وثلثا لابن بنت البنت لانه نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشرحہما اور جب کہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت  
 میں چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ثانی کا بیٹا تو اس میں محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اس اول بطن پر جس میں اختلاف ہوا  
 ذکوریت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی ناتی اور ثانی میں تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار  
 کیا ہے بطن ثانی میں ہمارے مفروض مسئلہ میں تو ان پر مال کو تین حصے کر کے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اس کی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب  
 مال کی دو تہائیاں ناتی کی بیٹی کی ہوں گی جو اس کے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ثانی کا بیٹا پادے گا اس واسطے کہ ثانی اس کی مال کا  
 حصہ ہے اور اس کا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اس کی شرحوں میں ہے یعنی یہاں نہایت مذکور ہوا م جب کہ اصول میں اختلاف ہو ذکوریت اور  
 انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلائے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے  
 اور ہر اصل کا حصہ اس کی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکور میں ابو یوسف کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں ثانی کا بیٹا  
 پادے گا اور ایک تہائی ناتی کی بیٹی پادے گی برعکس قول محمد کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف  
 اربعہ کے احکام جداگانہ طحاوی اور شرح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اس کے ترجمہ کرنے سے معذرتیں نہیں شاء الاستقصا فلیزح  
 ایسا و ہما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کام یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا بلکہ مرجع ضمیر  
 کا مرجع الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی لکن قول محمد اشرار روایتین عن ابی حنیفہ رحمہ نے جمع ذوی الارحام و علیہ الفترۃ کذا فی  
 شرح السراجیہ صنفنا لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پیروی ہے



ایسا مذکور کیا ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں م و کذا فی العالمگیریہ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری میں ہے کہ امام اسماعیلی کی مہسود میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور لمطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا ہے و فی الملتقى و بقول محمد یفیت سلت عن ترک بنت شقیقة و ابن و بنت شقیقة کیف تقسم فاجبت بانهم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحينئذ تقسم الشقیقة کشقیقتین فبقسم المال بنینا نصفین ثم یقسم نصف الشقیقة بین اولادها اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے مجھ سے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی پھوڑی اس کا مترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اس طرح کہ فقہانے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دیں گے تو اس وقت میں سگی بن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جاوے گی یعنی اس واسطے کہ اس کی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال مترکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہوگی نصفانصف تقسیم ہوگا پھر سگی بن کا نصف اس کی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر مقسوم ہوگا م یہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں لمطل کی ذکوریت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکور ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مؤنث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کریں گے تو اصل کو متعدد قرار دیں گے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکوریت اور انوثت کا اصل میں اعتبار نہ کریں گے تو بنا براس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بن کے دو فرع ہیں لہذا سگی بن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا اور مترکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بن کو پھر سگی بن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اس کی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لے گا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحاوی ملتقطاً من المصنوعین

یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں غرق جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع ہے حرق کی جیسے قتل جمع ہے قتل کی مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا

## فصل فی الغرق والحرق وغیرہم

چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا ان پر دیوار یا چھت گر پڑی یا معیر کے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاوے گا کہ گویا وہ سبھی ایک ہی آن میں مر گئے لاوارث ہیں الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیث التاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جب کہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جائے اس طرح پر کہ یقین کے بعد شبہ واقع نہ ہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردے کا غرق اور ان کے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ ان میں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اس کا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ میت سابق علی التعمین پہلے تو معلوم تھا پھر اس میں شبہ پڑ گیا اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی میراث موقوف ہے گی تاہم شبہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ یاد آجئے سے یا یوسی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بالیقین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سب کی موت سبھی ہو یا پانچویں صورت یہ ہے کہ سبقت اور میت کچھ معلوم نہ ہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن نجم زادہ محشی الشریفی فلو جعل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ رہے مجہول ہو جائے یعنی اس کی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اس کی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتوں کے جو مذکور ہو چکیں کذا فی الطحاوی اعطی کل بالیقین ووقف المشکوک فیستتبع یتبعین او یصلحوا شرح الجمع تو دیا جائے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے



موقوف ہے یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو جائے یعنی یاد پڑ جائے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کر لیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقعہ  
 حنفی مگر نقل شیخنا عن ضرر السراج معنی الحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایسا تو بکھل کا نہما تا ما معاً لمتحقق التعارض بینہما وہ مخالف لما مرقد بر  
 کتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضرر السراج سے منسوب مجمل اس قول  
 نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مر اتویہ بٹھرایا جاوے گا کہ گویا دونوں  
 تھے ہی مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اس کو سوچنے لے ہم ضرر السراج میں  
 رت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو ثانی اور مخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحاوی یعنی صورت ثالثہ میں میت سابق  
 علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی تعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب مخالف قولین باقی نہ رہا واذالم یعلم ترتیبہم قسم مال کل منہم  
 کی ورثہ الا حیا اذ لا توارث بالثک اور جب کہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہ ہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں میں سے اس کے زندہ  
 وارثوں پر تقسیم کیا جائے اس واسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک کے سبب سے م یعنی استحقاق میراث کے سبب میں یہاں  
 شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جب تک سبب متیقن نہیں  
 تحقق میراث کا متحقق نہیں اس واسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہیں کذا فی الطحاوی فرائض شریعی میں ہے کہ صدق اکبر نے اہل یام  
 کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنی زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جب کہ تموس میں  
 بابے لوگ مر گئے تو عمر فاروقؓ نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضیٰؓ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر میراث  
 بالنسب والسبب کا مسلم اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمان کے احکام جاری ہوں گے  
 فرض اور مصوب اور رحم کے طریق سے جب کہ کفار حکام مسلمین کی طرف مداخلہ کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحاوی ولوا جمع  
 کہ قرابتان لو تفرقتا فی تخصیص جب احدہما الاخر فانه میراث بالحق واجب اور اگر کافر میں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں  
 دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا واجب ہوتا تو وارث ہوگا واجب قرابت کی جہت سے م چنانچہ مجوسی نے اپنی مال سے  
 نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیانی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیانی بہن کی واجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی  
 وارث ہوگی بیٹی بہن کی جہت سے اور موجب نہ ہوگی اخیانی بہن ہونے کی راہ سے وال لم یجب احدہما الاخر میراث بالقربا بین عندنا  
 کما قد مناه اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا واجب نہ ہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ ہم نے  
 اس کو آگے ذکر کر دیا ہے باب عول سے پہلے صورت اس کی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت  
 اس کی مال ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو مال ہونے کی راہ سے تہائی مگر ذکر پاسے کی  
 اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لے گی ولا میراثون بانکحتہ مستحلۃ عندہم اے ستمو نہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب  
 التوارث بین المسلمین فلا یوجب بین المجوس کذا فی الجہیزۃ قال وکل نکاح لو اسلم یقران علیہ توارثان واما فلا انتہی وضح فی الظہیرہ اور کفار  
 وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو ان کے نزدیک حلال ہیں یعنی جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح  
 کرنا اپنی مال سے اس واسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوسی میں بھی باہم میراث کا موجب نہ ہوگا کذا فی  
 الجہیزۃ اس کے مصنف نے کہا کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاوے تو باہم وارث



ہوں گے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاویں تو باہم وارث نہ ہوں گے۔ انتہی مافی الجہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے تیسرے میں وراثۃ ولد الزنا واللعان بجمہ الام فقط لما قدمنا فی العصبات انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مال کے جہت سے وارث ہوگا اس واسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ ان دونوں کا باپ نہیں یعنی احکام شرعی میں نہ واقع میں مگر تو اگر ولد الزنا کا خیانی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اس کا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی اہل اس کی مال لے گی فرضاً اور رداً اور اگر مال نہ ہو تو مال کے ذوی الارحام وارث اس کے ہوں گے کذا فی الطحاوی ووقف لکھل خط ابن واحد او بنت واحدة ایما کان اکثر علیہ الفترے لانہ الغالب وکیف یقولون احتیاطاً اور اٹھا رکھا جاوے محل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد کا حصہ ان میں سے جس کا حصہ زیادہ محل ہو وہی موقوف رہے گا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارث سے اس قدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اس کو صرف نہ کر ڈالیں مگر امام اعظمؒ کے نزدیک محل کے واسطے چار بیٹیوں کا حصہ اور محمدؐ کے نزدیک تین بیٹوں کا حصہ اٹھا رکھا جائے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہے گا اور ہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اس واسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پیرہنی ہوگا جب تک اس کا خلاف ظاہر نہ ہو کذا فی السراجیہ وشرح السید کما لو ترک ابوین و بنتا و زوجۃ جملے فان المسئلۃ من اربعۃ و عشرين ان فرض المحل ذکر او قول البتۃ و عشرين ان فرض انثی لان البنتین اثنتین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حامل کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر بیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجئے اور چوبیس عول کریں گے ۲۴ کی طرف اگر اس کو عورت فرض کیجئے اس واسطے کہ دو بیٹیوں کے واسطے دو تہائیاں فرض ہیں ۲۴ سے اس واسطے مسئلہ ٹھہرا کہ من زوجہ والدین کے سدین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہیں ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہیں چار مال کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہیں لہذا کر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونوں بیٹیوں کو ۱۶ ملنے چاہئیں اس لئے مسلم عول کرے گا ۲۴ کی طرف قلت بذالے کون المحل من المیت والامتنہ کثیرۃ میں کہتا ہوں یہ مثال اس تقدیر پر ہے جب کہ محل میت سے اور اگر محل غیر میت سے ہو تو اس کی مثالیں بہت کثرت سے ہیں مثل بغیم مہم قوار مسئلہ جمع ہے مثال کی شارح کی عبارت اس کی موہم ہے کہ جس تقدیر پر محل میت ہے تو اس کی یہی مثال خاص ہے جس کو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحاوی کما لو ترک زوجا و اما جملے فلزوج النصف وللام الثلث و محل ان قدر ذکر السدس لانہ عصبۃ فبقدر انثی لیفرض لالنصف و بقول لثانیۃ تک لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مال حامل کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور مال کا حصہ تہائی ہے اور محل کو اگر مرد فرض کیجئے تو سدس حصہ ہے اس واسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پادے گا تو محل کو عورت فرض کریں گے تاکہ وہ بہن ہو اور اس کے واسطے نصف مقرر ہو اور عول کرے گا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہے ہم یہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحاوی قلت ولم یالو کان علی احد المتقرین یرث علی الاخر لاکم و اخرین لام فان قدر ذکر الم مبق لہ شے فینبغی ان یقدر انثی و بقول لتسعة احتیاطاً میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر بیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہ ہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور وخیانی بھائی یعنی ایک عورت مگر بی زوج اور حاملہ مال اور وخیانی بھائیوں کو چھوڑ کر تو اگر محل کو مرد فرض کیجئے تو اس کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا تو لائق بقواعد یہ ہے کہ اس کو عورت فرض کیجئے احتیاط کی راہ سے اور عول کرے گا مسئلہ نو کی طرف



م یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اس کے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اس واسطے محل کے واسطے کچھ باقی نہ رہے گا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مال کا سدس ہے اور خیانی بھائیوں کا ثلث ہے پھر جب کہ ترک مستغرق بفرض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہو گیا اور محل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور محل کرے گا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مال کا اور ثلث خیانی بھائیوں کا تو محل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھیں گے نو میں سے کذا فی الطحاوی تبصرہ و فی الوہبانیۃ قال ۱۰۰ و حاملہ ان تات با بن فلم یرث ۱۰۰ وان ولدت بنتا لھا الثلث لیقدر ۱۰۰ اور وہبانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنمے تو وہ لڑکا وارث نہ ہوا اور اگر لڑکی جنمے تو اس کے واسطے تہائی مقرر ہے م یہ وہ مسئلہ ہے جس کو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عامل ہے اس واسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحاوی

## فصل فی المناسحات

یہ فصل ہے مناسحات میں م مناسخ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور

اصطلاح فرائض میں مناسخ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثوں کے سهام ان کے کچھوں کی طرف منقول ہو جاویں جو مستحقان یعنی ورثہ کے وارثوں کو دیے جاویں کذا فی الطحاوی یعنی ترکہ منور قسمت نہ ہوا تھا کہ وارث مر گیا تو اس کے حصے کو اس کے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صحیح المسئلۃ الا دیلی و اعطیت سهام کل وارث بعض وارث مر گیا ترکہ قسمت ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی اور ہر وارث کے سهام دیے جاویں م تصحیح مسئلہ اس عبارت سے ہے کہ سهام لئے جاویں کمتر عدد سے اس طرح ہر کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو کذا فی التشریفی اور تصحیح مسائل کے ساتھ قاعدے ہیں آگے معلوم ہوں گے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کی جاوے گی پہلے مسئلہ کے بعد اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے ملنے الیہ میں نظر کریں گے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہیں یاد دہنوں مانے الیہ میں مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباہنت ان کی مثالیں آگے معلوم ہوں گی الا اذا اتحد وان کان مات عن مشرۃ بنین ثم مات احدہم عنہم مگر جب کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ ایک شخص مر گیا دس بیٹے چھوڑ کر پھر اس کے بعد ان میں سے ایک بیٹا مر گیا نو بھائی چھوڑ کر م دس بھائی لگے ہوں یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیوں پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اس واسطے کہ اگر اول دس حصے کیجے پھر ایک کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکۃ فبنا و نعمت پھر مسئلہ ثانیہ اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہو گیا اس کے ترکہ پر یعنی اس کے وارثوں پر بلا کسر مقسوم ہو گیا تو بت خوب اور بہتر ہوا اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہیں جس میں احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافقی اور تبائن مجتمع ہو وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور مال کو چھوڑ کر مر گئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹی دو ابن ایک بنت اور اس کی جدہ کو چھوڑ کر مر گئی جو میت اول کی مال ہے پھر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث

۱۰۰ عامل یعنی محل یعنی اس مسئلہ جو چھ ہے اس کا نصف محل کی تہائی ہے ۱۰۰ ف میراث محل ۱۰۰ اگر زوجہ معروف کا کیا جاتا تو تین کے ملنے احوال کے مطابق ہوتا چنانچہ ہم نے اعراب معروف کا دیا ہے ۱۰۰ یعنی جو میت ثانی کو تصحیح اول میں سے سهام ملے تھے ۱۰۰ بیان مماثلت اور موافقت وغیرہ کا باب المخرج میں آدے کا بہتر یہ تھا کہ مناسخ کے پہلے مذکور ہوتا ۱۰۰ طریق مناسخ کے لکھنے کا یہ ہے کہ اول میت اول اور اس کے وارثوں کو ملکہ کر اصل مسئلہ کو جدا اور تصحیح کو اس کے اوپر لکھتے ہیں چنانچہ مثال اس کی صفحہ ۵۰۰ کے حاشیہ پر ہے اس میں ف علامت تصحیح کی ہے اور مف علامت مانی الیہ کی اور لسا علامت موت کی اور سب کے آخر میں ہرزہ لوگوں کا کسی بدھیا لکھ کر اس کے نیچے زندوں کے نام اور ان کے سهام نقل کر دیتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں رویا محل کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا اشارہ بھی کر دیتے ہیں تو تصحیح اموات اور مانی الیہ میں استقامت و موافقت و مباہنت کو بیچ میں لکھ دیتے ہیں ۱۰۰



[illegible]







اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مہانت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر اس کا اول سے ایک سہم ہے اس کو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنی تین میں تو تین ہی حاصل ہوئے اور دوسری بہنوں کے دو سہم تھے ان کو ایک میں ضرب کیا دوسری حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اس کو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر اور اس کی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی نصیب ۲۴ سے ہے اس واسطے کہ متن ملا ہے سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہو گا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہو گا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب کہ بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اس کا مسئلہ ہو گا تین سے اور اس کے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور باہ اور تین میں موافقت بالثبوت ہے تو ایک کو جو نصیب کا وفاق ہے ۲۴ میں ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہوں گے تو جس کا حصہ مسئلہ اولیٰ میں ہے وہ اپنا حصہ لے گا ایک میں ضرب کر کے اس واسطے کہ چار وفاق ہے میت ثانی کی مانی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولیٰ میں درجہ کے تین تھے ان کو ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے ان کو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں کا ایک سہم تھا نجد تین سہم کے اس کو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے ان کو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اس کا حصہ ٹھہرا کذا فی الخطاوی ولومات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاولیٰ و جعل الثالث مقام الثانیۃ فی العمل و لکذا کلمات واحد تقیم مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولیٰ الی ملا یتنبہ اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اول کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالث مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے میں اور اسی طرح جب کہ ایک وارث مرے تو اس کو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اس کے پہلے حاصل ہو چکا ہے اس کو مسئلہ اول کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ہم یعنی ثالث کی موت قبل القسمۃ سے جو مبلغ کہ نصیب مسئلہ اول سے اور ثانیہ سے حاصل ہو ہے وہ بجائے نصیب مسئلہ اولیٰ کے ہو گا اور مسئلہ ثالث جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے نصیب مسئلہ ثانیہ کے ہو گا عمل میں گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسی طرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اس واسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی نصیب ہو گئی تینوں مردے ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات الرجب کی نصیب ایک ہو گئی چاروں مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا و علی ہذا القیاس الی ملا یتنبہ ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسبات کا میراث کے مرتبہ واحدہ میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں بہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصراً و ہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اس میں غفلت نہ کیجیو شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اس میں ہوشیاری اور بیلیدی لازم ہے اس واسطے کہ یہ دقیق ہے اور مائل کر اور فکر کی اس میں بہت حاجت ہے کذا فی الخطاوی

## باب الخراج

یہ باب ہے خراج میں ہم خراج جمع ہے مخرج کی یعنی جائے خروج فرض ستہ اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جن کی قسمت فرض میں حاجت ہے اور چونکہ سب فرض کسور ہیں تو ان کے خراج بھی کسور کے خراج ہیں اور مخرج ہر کسور منظر کا وہ

مٹھ یعنی دونوں بیٹیوں کا ایک یک سہم ہے اور سپہ بجائے دو کے ہے اس کے دو سہم تھے تو تین میں ضرب کرنے سے اس کے سام چھ ہوئے اور بیٹیوں کے تین تین ۱۲ سے تو بھائی کے دونوں بگہ کے سہم مل کر سات ہوئے اور بیٹیوں کے چار چار توکل پندرہ ہو گئے ۱۲ سے کیونکہ مال کچھ مال کی تھائی ہے اور دادا عصبہ ہے ۱۲ سے تو دادا کا حصہ دونوں بیٹیوں سے سترہ ہوا اور ماں کا سات اور دونوں مل کر ۲۲ ہو گئے ۱۲



اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے خارج کو صحیح حصص پر مقدم کیا اس واسطے کہ صحیح  
 خارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول خارج کو ذکر کیا پھر صحیح کو قائل اور تدخل اور تبائن بین العددين کو پھر معرفت حصہ ہر فرد  
 کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغیر بارہ القروض المذكورة فی القرآن لوعان الاول النصف وخرج کل کسر سیمہ کا ربع من اربعۃ الا النصف  
 فانہ من اثین فرض سے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہم نام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ  
 سے سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج اس کا ہم نام نہیں کیونکہ نصف نکلا ہے اثین سے یعنی دو سے ہم نام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف میں  
 شریک ہیں اور اسی طرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہم نام ہیں چنانچہ تثنائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہم نام سے  
 نہیں ہے کیونکہ اس کا مخرج دو ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا تو فرض کمتر ہوگا اس واسطے  
 کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اس کا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعۃ والثلث من ثانیۃ والثانی من التلث والثلثان  
 کلاہما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور منجد قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثانیہ سے اور دوسری قسم فرض کی ثلث اور ثلثین ہیں وہ  
 دونوں نکلے ہیں ثلثہ اور سدس سے م سدس کا ہم نام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اس واسطے کہ ستہ کی اصل سدس ہے دوسرا سین سے  
 کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال سے ہو گئی اور پیلے سے دوسری تے میں بھی ہو گئی تو ستہ ہو گیا علی التضعیف والتضیف فتقول مثلاً ثمن  
 وضعف وضعف وضعف او تقول النصف والنصف والنصف ففرض مذکورہ کا دو نوح ہونا باعتبار تضعیف اور تضیف کے ہے تو مثلاً تو یوں کہے  
 کہ ثمن اور اس کا دو نوح اور اس کے دو نوح کا دو نوح تو یوں کہے کہ نصف اور اس کا آدھا اور آدھے کا آدھا م اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دو نوح کیجیے  
 تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جب دو نوح کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسی طرح سدس کو اگر دو نوح کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جب دو نوح کیجیے تو ثلثین  
 ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تضیف میں ہے اور  
 اہل فرائض نے جو فرض ستہ کو دو قسم کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ان فرض میں سے اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا  
 جس کا مخرج ثانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں تو انہوں نے ان تینوں فرض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن  
 کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جس کا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اس میں سے بلا کسر نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم  
 قرار دیا کہ ثانی یعنی قلت واختر کل ان تقول الربع والثلث والنصف کل وضعف میں کتا ہوں اور جمع فرض میں سب عبارتوں سے مختصر تر یہ عبارت  
 ہے کہ تو یوں کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چند م تو اس عبارت میں فرض ستہ جمع ہو گئے نہایت اختصار کے ساتھ اس  
 واسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دو چند نصف ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے اور ثلث کا دو چند ثلثین ہے فاذا جاز فی المسئلۃ من  
 ہذہ الفروض احاد فخرج کل فرد من فرض سیمہ الا النصف کما مر پھر جب کہ مسئلہ فرائض میں ان چھ فرضوں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اس  
 کا ہم نام منسوب ہے سوائے نصف کے چنانچہ اس کا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اس کا مخرج  
 فقط ربع ہے یا فقط ثانیہ ہے یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ و اذا جاز ثمنہ او ثلث و ہما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجاً لجزء ذلک العدد ایضاً کیون  
 مخرجاً لضعف واضافہ کا ستہ ہے مخرج للسدس وضعف وضعف اور جب کہ کسی مسئلے میں فرض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض  
 آجائیں اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جز کا مخرج ہے سو وہی عدد اس کے دو چند اور سدھند فرض کا مخرج ہے چنانچہ ستہ یعنی چھ سدس کا

۱۲ یعنی ثلثین کا نصف ثلث ہے اور ثلث کا نصف سدس ہے ۱۲







متصور نہیں مگر عبداللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا میں البتہ ہو سکتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ ابن مسعود کے نزدیک محرم حاجب ہوتا ہے سبب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنوں اور دو خیا فی بہنوں کو چھوڑا تو ابن محرم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربح سے من کی طرف اور ہمارے مذہب میں یہ تصور نہیں اس واسطے کہ جب زوجہ کا من ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہوں اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اس وقت میں صاحب ثلث نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہے یا اس کی اولاد اور ماں یہاں محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اس کی اولاد تو جمیع ثلث سے محجوب ہیں تو من کی اختلاف فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاف من کا تمام نوع ثانی سے وصایا میں اس طرح ہے کہ وصیت کی من ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثوں اس کو جائز رکھا یا وارث معدوم ہیں تو جاری ہوگی وصیت یعنی ۴ کو اس کی طرف عول کر کے قسمت کریں گے کذا فی الطحاوی مختصرًا کزوجہ و بنتین و ام لترکیہا من ضرب الثانیۃ فی ثلثہا لما قدما من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاف من کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں بسبب مرکب ہونے ۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین میں اس وجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھ میں توافق بالنصف ہے ہم بیان اس کا یہ ہے کہ اقل جزء ثانی کا مخرج چھ ہے اور اس میں ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ میں اور آٹھ میں جو من کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب کیا یعنی تین کو آٹھ میں یا آٹھ کو تین میں ضرب کیا تو ۴ حاصل ہوا ولا یجتمع اکثر من اربعۃ فروع فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے میں چار فروعوں سے زیادہ جمع نہیں ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ گاہے پانچ فروع بھی ایک مسئلے میں جمع ہو جاتے ہیں چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور خیا فی بہن اور گاہے چھ فروع بھی جمع ہو سکتے ہیں چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ غنۃ مشکل پر ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے اس پر دعویٰ کیا کہ وہ میرا زوجہ ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر غنۃ کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ اس میں سدس مکرر ہو گیا اور کلام ہے فروع غیر مکررہ میں اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی ولا یجتمع من اصحاب اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فروع اور سهام میں چار فروعوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی ہم یہاں تک مخرج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تفصیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریفی میں ہے کہ تفصیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کتر عدد ممکن ہے اس طرح پر سهام لئے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہ ہو یعنی سب وارثوں کے سهام پورے ہوں کسی کا سهام تہائی چوتھائی نہ ہو اور تفصیح مسائل کے واسطے ساتھ قاعدوں کی طرف حاجت ہے ان میں سے تین قاعدے تو ما بین سهام مخرج اور رؤس و رثہ کے ہیں اور چار قاعدے ما بین رؤس اور رؤس کے ہیں سو بین کا پہلا قاعدہ مسے باستقامت ہے وہ یہ ہے کہ سهام ہر فریق کے وارثوں میں سے ان پر منقسم ہو جاویں بدون کسر پڑنے کے تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں وارث ہوں اس واسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور دو بیٹیوں کے دو ثلث ہیں یعنی چار ہر بیٹی کے دو سم تو سهام مستقیم ہو گئے رؤس و رثہ پر بلا انکسار دوسرے قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹا ہو لیکن ان کے سهام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے اگر عول نہ ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل عول میں ضرب کریں گے چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں



اور تیسرا قاعدہ مہانت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سهام میں کسر پڑتی ہو لیکن ان کے سهام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مہانت ہے تو یہاں تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور جہ اور تین اخیاں بہنیں اور اگر مول ہو ہے تو اصل مسئلے اور مول میں ضرب کریں گے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو باہن رؤس کے ہیں سو ایک قائل ہے اور دوسرا داخل اور تیسرا توافقی اور چوتھا تباہن سو مصنف ان اصول سب سے چھ قاعدوں کو ذکر کرے گا اور استقامت کو اس نے حذف کیا ہے اس واسطے کہ وہ قائل ہے وقت طلب نہیں اور یہ کھلے چاروں قاعدے نہیں ہوتے مگر وہاں جن مسائل میں دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحاوی و الشرحی مختلطاً و اذا انکسر سهام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلة و مولما ان كانت عائلة کا امرأة و اخوین للمرأة الربع یعنی لہا ثلثہ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنتین فی اربعة فتقع من ثانیۃ اور جب کہ سهام ہر فریق کے وارثوں پر ٹوٹ جائیں تو ان کے عدد رؤس کو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے مول میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ اور دو بھائی وارث ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافقی کی بھی نسبت نہیں تو دو کو یعنی عدد رؤس کو چار میں یعنی اصل مسئلے میں ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہو گا یہ مثال ہے مسئلہ عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یوں مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھ ہے اس کا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اس کی ثلثیں یعنی چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلے نے مول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سهام ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس یعنی چار اور پانچ میں مہانت ہے تو ہم نے عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور اس کے مول یعنی سات میں ضرب کیا تو ۳۵ حال ہوئے سو اسی حال سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس طرح کہ زوج کے تین سہم تھے ان کو مضروب یعنی پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سہم تھے ان کو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو بہنوں کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجد تین قاعدوں کے وان واقعی سهام عدد ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلة و مولما کا امرأة و ست اخوة فلم ثلثہ توافق بالثلث فاضرب اثنتین فی اربعة فتقع من ثانیۃ ایضاً اور اگر وارثوں کے سهام میں اور ان کے عدد رؤس میں توافقی ہو تو ان کے عدد کے وفق کو اصل مسئلے میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہ ہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اس کے مول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں تو بھائیوں کے تین سہم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنی چھ میں توافقی ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہو گا یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھ بیٹیوں کے دو ثلث یعنی آٹھ سہم تو مسئلے نے مول کیا بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیوں کے سهام یعنی آٹھ فقط ان کے عدد رؤس پر یعنی چھ پر منکسر ہیں لیکن عدد سهام اور عدد رؤس میں توافقی بال نصف ہے تو ہم نے ان کے رؤس کو نصف کی طرف پھیرا یعنی تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اس کے مول میں یعنی پندرہ میں ضرب کیا تو ۴۵ حال ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اس واسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے میں سے تین سہم کا تھا اس کو مضروب یعنی تین میں ضرب کیا تو حال ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اس میں سے چار سہم کا تھا اس کو اسی مضروب میں یعنی تین میں ضرب کیا بارہ حال ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیوں کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اس کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حال ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سهام اور رؤس کا حال بقیہ پچھلا صفحہ زیادتی میں اور اہل فرائض اصل مع زیادتی کو بھی مول ہی بولتے ہیں مگر مرتبہ اول نے ہر جگہ مول کی جگہ اصل مول لکھا ہے اگر صرف مول لکھا جاتا تو وضع تراویح اور شراج اور عرف کے موافقی ہوتا مسئلہ صحیح سے ہو کر چھ بیٹیوں کو بیس گے اور چار اور رؤس میں توافقی بال نصف ہے تو اس نصف پانچ کو چھ میں منکسر کرے ہر ایک کے دو سہم کی صحیح ہو گئی تین کو سہم



تمام یہ ہے کہ اگر سهام ماخوذہ از مخرج وارثوں پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق  
 و اصول اربعہ میں مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہیں کہ اس گروہ کے سهام میں اور ان کے عدد رؤس  
 میں موافقت ہے یا نہیں اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہیں بلکہ مبائنیت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی  
 قافا انکسر سهام فریقین او اکثر و عدد رؤس متماثلہ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلة و عولما بوجوب کہ دو فریق یا زیادہ کے سهام  
 منکسر ہوتے ہیں اور وارثوں کے رؤس متماثل اور برابر ہوں تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور اس کے عول میں یعنی اگر عول نہ  
 ہو تو اصل مسئلے میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عالمہ ہو تو اصل مسئلے میں اس کے عول کے ساتھ ضرب کر ہم یہاں سے اول چار قاعدوں کا ذکر شروع ہوا جو باہن  
 رؤس کے ہیں طحاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اس کے شروع میں عول مذکور نہیں مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوج  
 اور تین سگی بنیں اور تین اخیانی بنیں وارث ہوں کثلاث بنات و ثلثہ اعمام فتکلف باحد المتماثلین فاضرب ثلثہ فی اصل المسئلة تکن تسعة منہا تقص  
 چنانچہ اگر تین بیٹیاں اور تین چچا وارث ہوں تو اعداد المتماثلین پر اکتفا کر سوتین کو اصل مسئلے میں ضرب کر نو حاصل ہوں گے انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا  
 اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیوں پر مستقیم نہیں اور اس کا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہیں  
 اور رؤس و درہ متماثل ہیں کیونکہ بنات بھی تین ہیں اور اعمام بھی تین ہیں تو اعداد المتماثلین کو اصل مسئلہ میں یعنی تین کو تین میں ضرب کیا نو حاصل ہوئے  
 اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اس کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینوں بیٹیوں کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تھا اس کو  
 تین میں ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک بر چھ کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلث فریق اور ربع فاطلب المشاركة اولاً بین السہام والاعداد  
 ثم بین الاعداد والاعداد ثم فعل کا فعلت فی الفریقین فی المداخلہ والمخالۃ والمباينة فاحصل یسے جزر السہم فاضرب فی اصل المسئلة  
 اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کا ربع زوجات و ثلث جدات و ثلثہ عشر ما ضربت اکثر الاعداد لتدخل فی  
 اصل المسئلة و ہذا ثلث عشر تکن مائة و اربعۃ و اربعین منہا تقص اور اگر سهام منکسر ہوں وارثوں کے تین یا چار گروہوں پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب  
 کر پہے باہن سهام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر باہن اعداد اور اعداد کے پھر وہ مل کر جو تو نے کیا ہے دونوں فریق کے اندر مداخلت اور  
 مخالفت اور موافقت اور مبائنیت میں سو جو عدد کہ حاصل ہو اس کا نام جزر سہم ہے اور اس کو مضروب بھی کہتے ہیں کذا فی الطحاوی سو اس کو ضرب کر  
 اصل مسئلے میں مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول میں اور اگر بعض اعداد بعض میں داخل ہو جائیں چنانچہ چار زوجہ اور تین  
 دادیاں اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اس کے تدخل کے اصل میں ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۳۴ حاصل ہوں گے  
 انھیں سے مسئلہ صحیح ہوگا اصل مسئلہ بارہ سے تین دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی دو سوان پر مستقیم نہیں اور ان کے سهام اور رؤس میں مبا  
 ہے تو ان کے تمام رؤس کو یعنی تین کو ہم نے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اس میں بھی استقامت نہیں اور ان کے سهام اور رؤس  
 میں بھی مبائنیت ہے تو ان کے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چھوں کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہیں بلکہ دونوں میں تباہن ہے تو  
 ان کے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد میں نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ میں داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس  
 میں اکثر ہے تو اسی بارہ کو اصل مسئلے میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب کیا ۳۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں  
 دو فریق کے مانند عمل کر دو فریق میں تو فقط مخالفت مذکور ہے اور توافق اور تباہن جو سابق میں مذکور ہو چکے سوان کا موضوع تو فریق واحد انکسار  
 ہے نہ فریقین کا کذا فی الطحاوی وان وافق بعضہا بعضا کا ربع زوجات و ثلث عشرۃ و ثمان عشرۃ بنات و ثلثہ اعمام ضربت



وفی احدہما اے احد الاعداد اوسے فی جمع الآخر والخارج فی وفی الثالث ان وافق والانی جمیعہ ثم الرابع كذلك ثم الجمع وہو ہونے مسئلہ مائتہ وثمانون فی اہل المسئلۃ وہو ہونا اربعۃ وعشرون بحصل اربعۃ الاف وثلث مائۃ وعشرون منہا نصف اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفی کو دوسرے اعداد کے تمام تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اس کو تیسرے اعداد کے وفی میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہ ہو تو بتائن ہو تو اس کے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اس کے وفی میں والاکل میں ضرب کرے پھر چوتھے کو جو مسئلہ بجز سہم ہے اور وہ ہمارے اسی مسئلے میں ۱۸۰ ہے اہل مسئلہ میں جو بیال ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہونے ان اعداد سے تقسیم ہلا کہہ صحیح ہوگی م اہل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا متن ہے یعنی تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں بتائن ہے تو تمام عدد رؤس میں بتائن ہے تو تمام عدد رؤس کو ہم نے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنی سولہ اور وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس میں توافق بال نصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے سہام اور رؤس میں بتائن ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ مابقی ہے یعنی ایک وہ ان پر مستقیم نہیں اور اس میں اور ان کے عدد رؤس میں بتائن ہے تو ان کے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہم کو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہم نے اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بال نصف پائی سوان دونوں میں سے ایک کو اس کے نصف کی طرف پھیرا اور اس کو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نویں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے میں یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے ان سے مسئلہ صحیح ہو گیا اس واسطے کہ زوجات کا حصہ اہل مسئلہ میں تین تھا اس کو مضروب میں یعنی ۸۰ میں ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پونچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اس کو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۷۰ اسم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۸ سہم ملے اور چھ چچوں کا حصہ ایک تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو بھی ملے کذا فی الشرعی وان بتاینت اعداد رؤس من انکم عظیم سہام کا مراہین وست جدات وعشر بنات وسبعۃ اعمام ضربت احد ہا اے احد الاعداد فی جمع الثانی والی فی فی جمع الثالث والی فی جمع الرابع بحصل جزاء سہم وہو ہونا بتائن وعشرۃ لتوافق رؤس البنات والجدات سہام بال نصف فاضربا فی اہل المسئلۃ وہو ہونا اربعۃ وعشرون بحصل خمسۃ الاف واربعون ومنہا مستقیم اور اگر اعداد رؤس بتائن ہوں ان کے جن پر ان کے سہام منکسر ہیں چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں اور اس کے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزاء سہم یعنی مضروب اور وہ بیال ۲۱۰ ہے بسبب توافق بال نصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے ان کے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اہل مسئلے میں اور وہ بیال ۲۴ ہی حاصل ہوں گے پانچ ہزار اور سہم اور انھیں سے مسئلہ مستقیم ہوگا م اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثلث ہے یعنی تین وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے رؤس اور سہام میں بتائن ہے تو ہم نے ان کے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے عدد رؤس اور عدد سہام میں موافقت بال نصف ہے تو ہم نے ان کے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور ان کے



رؤس اور سام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے اُن کے نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چھوٹا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ  
 نہ پر مستقیم نہیں اور ایک میں اور سات میں مباہنت ہے تو ہم نے اُن کے تمام عدد رؤس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذة  
 رؤس سے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہ سب اعداد قبائیں ہیں تو ہم نے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل  
 و پانچ میں ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے پھر ۳ کو ۲۱۰ میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزر سم اور مضروب ہے پھر ہم نے اس مبلغ کو  
 مل مسئلے یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموعہ ۵۰۴۰ ہوئے انھیں سے مسئلہ صحیح ہو گیا سب فریقوں پر اس واسطے کہ دوز وجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے  
 بن سم تھے اس کو مضروب میں یعنی ۲۱۰ میں ضرب کیا ۴۳۰ حاصل ہوئے تو ہر ز وجہ کو ان میں سے ۳۱۵ سم ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سم  
 تھا اس کو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سم ملے اور دس بیٹیوں کے سم سولہ سم تھے اس کو بھی مضروب  
 مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۲۳۶ سم ملے اور سات چھوٹا حصہ ایک تھا اس کو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل  
 ہوئے تو ہر چھ کو ۳ سم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشریعی طحاوی نے کہا جزر سم یہاں عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد  
 اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے  
 عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزر سم ہے اور سام بنات اور جذبات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تعبیر  
 اس واسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تامل اور توافق اور تدخل اور تبائن کا قاعدہ  
 مذکور کرتا ہے واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة يحتاج اليها في تقسيم التركة  
 اور جب کہ تو چاہے شناخت تامل اور توافق اور تدخل اور تبائن کے کوئی سے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت  
 پڑتی ہے مگر وہ کی تقسیم میں یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یا در کھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا فتا مل العددين کون  
 احد هما مساويا للآخر كثلثة وثلاثة سود عدد کا تامل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین سم اور ایسے دونوں عددوں  
 کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ رؤس اور سام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ  
 کیجے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متصف بساوات نہ ہوں گے قطعاً کذا فی الشریعی و الطحاوی و تدخل العددين المختلفين باحد امرين  
 على ما هنا اما بان ليعد اقلهما الاكثر اے یعنی او کیوں اکثر العددين منقسما على الاقل قسمته صحیحہ بلا کسر قسمته الستة على ثلثة او اثنين  
 اور عددین مختلفین کا تدخل برابر اس مقام کے مستحق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اس طرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے اور مثلاً دس  
 یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے بقسمت صحیحہ بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر سم اقل اکثر کو فنا کر دے یعنی اگر اقل کو اکثر  
 سے دو بار یا زیادہ گرا بیٹس تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور  
 اس طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین  
 کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور سراجیہ میں تدخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہ کہ تدخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو  
 یا یا مثال اقل کو زیادہ کیجے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ ہے کہ اقل جزر ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف  
 فی العبارة کے ہے و توافق العددين ان لا يعد اے لایفنی اقلهما الاكثر لكن ليعد هما عدد و ثالث كالتمانية مع العشرین  
 بعد هما اربعة فيوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرے عدد کو فنا کر دے

و بیان نسبت کا عددوں میں







اُس کو اہم یعنی گونگا کہا باعتبار مجاز کے اس واسطے کہ کسر کا ہونا مسموع نہیں کذا فی الطحاوی او احد عشر بنجر من احد عشر وکذا ویسے الہم یا عدوین نے توافق کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جز میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جز اور یہ کسر سے اہم ہے چنانچہ ۱۱۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہوں جز کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہوں جز میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہوں جز میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہوں جز میں چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح اونیسویں جز میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحاوی مخصصاً تکتہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متماثلین ہیں والا اگر دونوں کو میسر عدد فنا کر دے تو وہ متوافقیں ہیں اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج سے وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث ان کو فنا نہ کرے تو وہ بقایین ہیں اور تامل تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافقی اور تبائن پہچانے جلتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متماثلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جائے اسی طرح چند بار کیا جائے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقیں ہیں اور تکتہ خلاصہ مقسوم علیہ وہی دونوں کو فنا کرنے والا ہے یا باقی رہے تو وہ بقایین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب و اذا اردت معرفۃ نصیب کل فریق کالبنات والجدات والاعمام وغیرہم من التصحیح الذی استقام علی کل فاضرب ما کان لہ اے کل فریق من اصل المسئلۃ فیما انما فی جزء السہم الذی ضربتہ فی اصل المسئلۃ یہ مخرج نصیبہ اے ذلک الفرق اور جب کہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تقسیم سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اُس کو ضرب کر اُس جزء سہم اور مضروب میں جس کو تو نے ضرب کیا ہے اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آوے گا مثلاً تبائن کی مثال مذکور میں جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے زوجتین کو ضرب کیا ۲۱۰ میں تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰ کی تقسیم سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے علی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات و جدات و اعمام کم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد ذلک الفرق ضربت سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب بنجر نصیبہ پھر جب کہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اُس کا حصہ نکل آوے گا مثلاً مذکور میں تبائن اعداد اور رؤس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اُس کو جب کہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اُس کو عدد رؤس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین جنس خارج ہوئے سو اس کو جب کہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اس کو چھ داویوں پر قسمت کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اس کو جب کہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹکڑا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا تھا پھر جب اس کو سات بچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اُس کو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بچا کا والا واضح طریق النبتہ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں وضع تر نسبت کا طریقہ ہے اس واسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی برخلاف اور طریقوں کے وہاں تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ اے عدد رؤس و حدیم ثم تقطع مثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفرق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط ان کے عدد رؤس کی طرف

سے چنانچہ صفحہ ۵ میں ان کی تفصیل گذری ۱۲



پھر اسی نسبت کے مانند دوسرے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو م تو مسئلہ مذکورہ میں جب کہ تو نے سام زوجتین کی نسبت کی ان کے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جب کہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اس واسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جب کہ سام بنات یعنی سولہ کو ان کے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جب کہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اس کے تین خمس کے مانند یا تو ہر بیٹی کو ۳۶۴ ہوئے اور جب کہ سام جدات کو ان کے عدد رؤس کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جب کہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ہم اکا حصہ ہوا اور جب کہ سام اعمام کو ان کے عدد رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتوں حصے کی نسبت پائی تو جب کہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ چونکہ موارثت سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اس کا حق دیا جائے تو اس اہتمام کے واسطے علما نے اس کے تین طریقے مذکور کئے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سام ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور لو منجس ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو اسی فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جب کہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر جب کہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جب کہ مضروب مذکور کو دس بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اس کو ان کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جب کہ اسی مضروب کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جب کہ ان کو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جب کہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جب کہ اس خارج کو ان کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی المطاویء واذا اردت قسمت التركة بین الورثة والغرماء یعنی ان کلا واحدہ لا معال تقدم الغرماء علی قسمۃ الموارثت کافی شرح السراجیہ لحدیدہ اور جب کہ تو مابین ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے ارباب دیون کے موارثت کی قسمت پر چنانچہ حدید کی شرح سراجیہ میں یہ مطلب مصرح مذکور ہے م وجر اس کی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا دوائے جمیع دیون میں اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادائے دیون میں کافی نہ ہوا تو وارثوں کے لئے کچھ باقی نہ رہا تو مابین ورثہ کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ عم زاد میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراك بین الطائفتین کذا فی المطاویء

سہ یتیم طریقہ مترجم اول نے بموجب بیان کتب فرائض کے لکھے مگر ظاہر ہے کہ جس طریقہ کو واضح اور اظہر لکھا ہے وہ دقت سے خالی نہیں اور تیسرا طریقہ بھی دوبار ضرب کا محتاج ہے پس سب سے سہل اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بعد معلوم کرنے حصہ ہر فریق کے اگر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا چاہا ہو تو کل حصہ کو عدد اس فریق پر قسمت کر دو حاصل ہر فرد کا حصہ ہوگا مثلاً بموجب بیان گذشتہ زوجتین کے سام ۳۶۰ تھے ان کو دو پر تقسیم کیا ۳۱۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور بیٹیوں کے سام کل ۳۶۰ تھے جب ان کو دس پر تقسیم کیا ۳۶ ہر ایک کا حصہ ہوا اور تعجب ہے کہ اہل فرائض اس طریق کے درپے نہیں ہوئے ۱۳



فَانْ كَانَ بَيْنَ التَّرَكَةِ وَالتَّقْصِيحِ مِثْلُهُ فَمَا هُوَ سِوَاكَ تَرَكَهُ اور تصحیح میں مماثلت اور برابر ہی ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر میت نے ماں  
 و باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینا رہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینا رہے گا اس واسطے کہ ثلث یعنی دو دینا والدین میں  
 مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا وقت تقسیم ہو گیا اور موافقت ضرورت سهام کل وارث من التصحیح فی الجمع  
 التركة لذاتی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہ فی وفق التركة وانما یضرب فی جمع التركة عند المباشرة یا ترکہ اور تصحیح میں  
 موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سهام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح مصنف کے نسخوں  
 میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یوں ہے کہ سهام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کی جاتی ہے فقط مباہنت کے وقت  
 ہم سراجیہ وغیرہ کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں واضح کر کے چند محل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباہنت کا حکم موافقت اور  
 مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کئے جاتے ہیں ہر وارث کے سهام تصحیح سے جمع ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جس کو شارح  
 نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سهام ہر وارث کے ضرب کئے جائیں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب  
 ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجھ کو اختیار ہے کہ اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباہن کا  
 طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی وفق کا طریقہ پسند کرے دونوں کا مال ایک ہے اور مباہنت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت  
 اپنا زوج اور ماں اور دو سکی بہنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۱۲۵ اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کرے گا آٹھ کی طرف تو زوج  
 کا ان میں سے تین ہے اور ماں کا ایک اور بہن کے دو سم اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں تباہن ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دیا  
 کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کر کے پھر حاصل ہوں گے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھ پر قسمت  
 کر تو نو اشرفیاں اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج بھلا گئے تو یہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو  
 بھی جمع ترکہ میں ضرب کر ۲۵ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ  
 ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۵۰ حاصل ہوں گے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیاں اور  
 ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیاں فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توفیق با  
 ہے اور جب کہ ترکہ ۱۲۴ اشرفیاں فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تدخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجھ کو اختیار ہے چاہے مباہنت کی  
 مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا  
 اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اس میں ترکہ بسط کرنے کی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جائے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخارج کسر میں ضرب کر  
 لے مثلاً اگر توافق کی صورت میں حصہ زوج کا معدوم کرنا چاہیں تو تصحیح سے ان کے سهام تین ہیں ان کو وفق ترکہ یعنی ۲۵ میں ضرب دیا  
 ۵۷۷ حاصل ہوئے اس کو وفق تصحیح یعنی چار پر قسمت کیا حاصل ۱۴ اشرفیاں اور پون اشرفی ہوئی یہی حصہ ہوا زوج کا اور تدخل کی  
 صورت میں اگر تصحیح کم ہوگی جیسے مثال مذکور میں ترکہ ۲۴ ہے اور تصحیح ۸ تو تصحیح کا وفق ہمیشہ ایک ہوگا پس صرف وارث کے سهام کو  
 وفق ترکہ میں ضرب کرنا پڑے گا مثلاً زوج کے سهام تین ہیں دونوں کا حاصل ضرب ہو یا یہی حصہ ہے زوج کا اور اگر ترکہ کم ہو  
 اور تصحیح زیادہ مثلاً مثال مذکور میں ترکہ چار اشرفیاں ہو تو وفق ترکہ کا ایک ہوگا اس میں ضرب کی حاجت نہیں ورنہ کے سهام کو صرف وفق تصحیح پر  
 تقسیم کرنا ہوگا مثلاً زوج کے تین سهام کو دو پر قسمت کریں گے تو ڈیڑھ اشرفی نکلے گی یہی اس کا حصہ ہوگا چار سے ۱۲



اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کر دے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں حاصل میں ضرب  
اور قسمت کا وہ گل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جب کہ ہم نے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور  
ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵، اس پر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۵، تہائیاں ہوئیں  
پھر تصحیح یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۵ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر ضرب  
کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۵ کا ہے اگر گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحاوی عن الشریفی و ہذا المعرفۃ نصیب  
کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے و لتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق متمم  
اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں م یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تین مرتبہ  
تہائیں اور توافقی اور تدخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ  
میں تجھ کو معلوم ہو چکا اور تجھ کو اختیار ہے کہ توافقی اور تدخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر فرد  
کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اس واسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود  
اہم تھا و اما قضاء الدیون فان وفی نبھا اور ادائے دیون کی تو یہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پورا ادا کرنے میں توبہ ہو اور کیا خوب  
وان لم یف ولتعد الغرامہ اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں م یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد  
تجزیہ از تکفین باقی مال کو دہی لے گا نیز مجموع الدیون کا تصحیح لکھیں مسئلہ و نیز کل دین عزیم کسہام وارث و عمل کما مر  
در صورت عدم ایفا اور تعدد اباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ کسہام وارث کے  
قرار دے اور وہ عمل کرے جو قسمت بین الورثۃ میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا نو اشرفیوں کا  
متروک چھوڑ کر اور اس پر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ  
تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سواگر دونوں میں توافقی ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافقی  
بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفاق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفاق یعنی پانچ پر قسمت  
کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اس کا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جب کہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفاق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا  
پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفاق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت  
میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تہائیں ہے تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں  
کہ امد حاصل کو جمع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جب کہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایک سو تیس حاصل  
ہوئے پھر جب کہ اس کو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ  
ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۷۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور  
ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجے تو ترکہ اور تصحیح میں  
توافقی بالخمیس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہوں  
اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوں گی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہے دس اشرفیوں والے







اے ثلث الباقی اور یہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تا کہ ماں کا فرض اہل مال کی تنائی سے باقی مال کی تنائی کی طرف بدل نہ جاوے۔ اصل مال چھ سہم تھے اس کی تنائی دوسم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اس کا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہیں گے اس کی تنائی ایک سہم ہے لہذا حیثیت یوں للام سہم وللعلم سہمان و غیر خلاف الاجماع قال السید وغیرہ قلت و هذا هو الصواب ولقد غلط فی قسمہ ہذا المسئلۃ صاحب المختار وصاحب الجمع البحرین وغیرہما علی ما عندہ من النسخ فانما قسمتا الباقی للام سہم وللعلم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اس واسطے کہ اس وقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہو گا اور چچا کے دوسم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہ ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کتاہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہ گئے ہیں بموجب ان کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اس واسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دوسم اور البتہ کچھ کو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے م اور یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ اس کا حق مختلف ہوتا ہو اس کے ادخال اور اس کے فرض عدم سے اور جس کا حال اس طرح مختلف نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اس کے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں اس واسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دوسم ہیں دونوں تقدیر میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جب کہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دوسم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دوسم ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جب کہ ماں کے دوسم ساقط کر دئے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہو گا اس میں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا لکھانی السطحاوی قال العلامة قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن ففیہ نظر تم ذکر نحو ما حرر فتدبر علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اس کو تامل کر لے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن ایشخ علی المحضۃ الخنفۃ العباسی الامام جامع بنی امیۃ ثم المفتی بامشق الحیۃ قد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام ۱۰۸۰ھ احدی و سبعین والی الف ہجریۃ علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حسن کارہنہ والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پہلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکھتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو جو بہتر درود اور سلام قاموس میں ہے کہ حسن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح ان میں سے کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اس کے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ و تحریرہ و تنقیحہ اللہ سے مترجم اول نے عبارت مختصر کردی یوں چاہیے کہ اگر زوج کو نابود فرض کریں اور وارث ماں اور چچا ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تنائی ہوگی اور باقی چچا کے یعنی دوسم تو ماں کو ہر کی تنائی نہ ملی بلکہ باقی مال کی ملی یعنی ایسا ہو گا کہ گویا مسئلہ چھ سے کر کے حصہ زوج ساقط کیا اور باقی کی تنائی ماں کو دنی ۱۷ صواب یہ ہے کہ مترجم اول زوج کو نابود فرض کر لے میں لکھتا ۱۲ ص ۱۷ مترجم اول نے شروع کتاب میں طحاوی کا سے نقل کیا ہے کہ شارح رہنے والا حصکف یا حسن کیفا کا ہے تو یہاں شاید لکھنے کی ضرورت نہیں اور حاشیہ شامی میں بھی لکھا ہے کہ شارح رہنے والا حسن کیفا کا ہے اور نسبت اس کی طرف قیاس حسن ہے اور کبھی حصکف لفتح حاء صمد کہتے ہیں اور حسن کیفا ایک شہر ہے مدینہ منورہ میں اور مدینہ منورہ میں قاضی کے ہے ۱۲



بہت میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تیقح میں بہت مبالغہ کیا ہے مگر تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنی واحد ہیں یعنی اقل لفظ مع توسیع المعنی اقل بالاختصار یا اقل بالمبانی والبقاء معانی زیادہ اکثر کے اقل و قیل غیر ذلک قاموس میں ہے کہ تحریر کتاب عبارت ہے اس کے تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اس کے اعتاق سے اور تیقح شعر عبارت ہے اس کی تہذیب سے کذا فی الطحاوی مختصر علامہ نسوی نے شرح ایشاہ میں کہا تحریر کلام عبارت ہے بیان بالکنایہ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع میں مگر شرح تلخیص مفتاح میں علامہ مذکور نے کہا ہے کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تیقح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول تھا کی طرف رجوع کرے وہ اس کا یقین لادے اور شارح کے کمال کا معقہ ہو دیر یا کو کوزے میں کرنا شارح کا کام تھا جزا اللہ

فی الجزار و تبع المصنف فی تغیرہ لموضع کثیرۃ من قنہ و تصحیح و نہت علیہا بالبا و علی مواضع سوء و خطار و بالجملة فالسلامۃ من ہذا الخطر میرے علی البشر فسر اللہ علی من ستر و غفر لمن غفر اور میں نے پروی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اس کی تصحیح میں اور میں نے اس پر اکثر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعض مواضع میں مصنف کے سوء اور خطا پر خبردار کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر میں میں نے عرق ریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کے سوء اور خطا سے وہ اس سے جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہے آدمی پر سو حق تعالیٰ پردہ پوشی کرے اس کی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بچے اس کو جو اور اس کی خطا معاف کرے مگر یہ انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف میں امام ہو لیکن سوء اور نسیان سے معصوم نہیں اس لئے

کہ نسیان آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول الناس سے وان تجد عیبا فسد الخلالا ۛ حل من لافیه عیب و عللا ۛ اور اگر پاؤں سے تو عیب کو توخل کو بند کر لینے ظاہر نہ کہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جس میں عیب اور زوال نہیں مگر یہ اگر اکابر کے کلام میں کچھ سوء اور وہم کو تو پاؤں سے تو عیب گوئی اور سخن چینی مت کر اس واسطے کہ تمام بنی آدم سوائے حضرت معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقصان سے منزہ نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہے حل و عللا کیف لا وقد بیعتہ و علی قلبہ من نار السعادر عن البلاد والاولاد والاخوان والاحفاد ما یفتت الابدان کیونکہ بھول چوک نہ ہو اور البتہ میں نے درالمنار کو مسودہ سے اور اق سادہ میں صاف کیا اس حالت میں جب کہ میرے دل میں آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بھائیوں اور ذاتی پوتوں سے اس قدر کہ گلیجوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی فرم اللہ التفتازانی نے حیث اعتذر و اجاد حیث قال نظی سے یوما یخذی و یوما یعقیق ۛ وبالغذیب یوما و یوما بالخلیصا ۛ سورحمت کرے اللہ تعالیٰ ملا سعد الدین تفتازانی پر جہاں انہوں نے دیا چہ مختصر معانی کی شرح میں ہجوم غموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا ہے اور خوب کہا ہے نظم میں کہ ایک دن جذوی میں اور ایک دن عقیق میں اور کسی دن عذیب میں اور کسی دن خلیصا میں مگر جذوی اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیوں کے نام ہیں یعنی جو شخص مبتلا حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اس سے کچھ بھول چوک ہو تو صریحا معذور ہے چہ نکہ شارح کا حال مہاجر و وطن میں تفتازانی کے حال کے مانند تھا لہذا ان کے کلام

سے کم کرنا لفظ کا اردو معنی کا درست دینا ۛ کم کرنا الفاظ کا اردو باقی رکھنا معانی کا ۛ جہت کا پھرنا کتر کی طرف ۛ لگے کیونکہ آدمیوں میں کاہل معنی آدم علیہ السلام اول معبود و اولیٰ ۛ



کو اپنے اعتذار میں نقل کیا اور ان کے واسطے دعا کی غفر اللہ لہما لکن الحمد للہ اولاد آخر اور ظاہر اور باطن فلقد من ابتدائے تہجد  
تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ والقدر والمینف و بختہ تجاہ قبر صاحب ہذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول عنہم والتشرف لیکن  
ستایش اور شکر ہے خدا کو اول اور آخر میں اور ظاہر اور باطن میں سوالبتہ اُس نے احسان کیا بسبب ابتدائے تہجد و المنارج  
کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کے کہ زائد ہے فہم اور بیان سے اور بسبب ختم ہونے اس کتاب کے مقابل  
قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہے ان کے قبول اور تشریف کی ہم یعنی مدینہ طیبہ میں  
مواہرہ روضہ مقدسہ کے نقل مسودہ کی ابتدا ہونا اور غزہ اشتم میں ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر انشائی ہے مقبولیت کی  
قال مؤلفہ سے فیا شرفی ان کنت ربی قبلتہ : وان کان کل الناس رددہ عن حسد : کہا اس کتاب کے مؤلف نے تو اپنے  
میری شرف حاضر ہو اگر تو نے اُسے میرے پرورش کرنے والے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اُس کو حد سے  
رد کریں سے فتقبتنہ مع ماتن و اساتذی : و تحشرا جماع المصطفیٰ احمد : سو مقبول کر لیجیو مجھ کو ماتن اور استادوں کے  
ساتھ اور ہمارا سب کا حشر کیجیو احمد مصطفیٰ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم : و اخواننا المسدی لنا الخیر والکما : و والدنا  
داع لنا طالب الرشید : اور اسی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیوں کا جو ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پہنچائے  
ہیں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہمارے استقامت دینی کا وحبنا اللہ و نعم  
الوکیل و لاجول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم نعم المولیٰ و نعم النصیر اور حق تعالیٰ ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کار ساز ہے اور  
بچاؤ نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اُس کی طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور وہ کیا آقا ہے اور کیا اچھا  
مددگار : و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم





